سُبحانک لا عِلم لنا الا ما
علمتنا انک انت العلیم الحکیم
نگارستان چین دانم نخواہد شد سرائت لیک
بنوک کلک رنگ آمیز نقشے می نگارم آخر
لسان الغیب
یعنی
اردو شرح دیوان حافظ مع مفصل سوانحعمری خواجہ حافظ
جلد سوم
از
میر ولی اللہ بی اے ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد
حررہ محمد اسمٰعیل کاتب مقبول رقم وزیر آبادی عفی عنہ
اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوئی
۱۹۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لسان الغیب

یعنی

اردو شرح دیوان حافظ مع مفصل سوانح عمری

جلد سوم

از

میر ولی اللہ - بی - اے - ایل - ایل - بی وکیل ایبٹ آباد

سنہ ۱۹۱۶ء

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام حافظ مظفر الدین صاحب مینیجر طبع ہوئی۔

اور (یہ آگ) آدم پر آگری۔

مطلب یہ ہے کہ حسن معشوق مطلق نے جلوہ نمائی کی۔ دیکھا کہ فرشتے اس کے رخسار کا عشق نہیں رکھتے اس غیرت سے وہ جلوہ بجلی بن کر خرمن آدم پر آگرا۔ فرشتے اگرچہ ہر وقت تسبیح و تحمید میں مصروف ہیں۔ مگر رابطۂ عشق تھا و معشوقی انسان اور خدا کے درمیان ہے۔ وہ خدا اور فرشتوں کے درمیان نہیں صبح میثاق کا ایجاب و قبول صرف خدا اور انسان کے درمیان ہے۔ بار امانت بھی صرف انسان کے کندھے پر رکھا گیا۔ وضاحت کے لئے دیکھو شعر د ۵۴/۵ الف ۱/۱ الف ۱۵/۱

(۳) ترجمہ۔ مدعی چاہتا تھا۔ کہ راز کے تماشا گاہ میں آئے۔ غیب کا ہاتھ آیا اور نامحرم کو سینہ پر پڑا۔

مدعی اور **نامحرم** سے مراد شیطان۔ **تماشا گاہِ راز** یعنے عالم بالا۔ ملا الاعلی فرشتوں کا عالم۔ **دست غیب** سے مراد شہاب ثاقب۔

قرآن شریف سورہ والصّٰفّٰت میں آیا ہے۔ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ یعنی ہم نے آسمانوں کو ہر سرکش اور نافرمان شیطان کے نزدیک آنے سے محفوظ کر دیا ہے۔ گروہ بالا یعنے اشراف ملائکہ جو لوح محفوظ کے اسرار سے واقف ہیں اور ایک دوسرے سے ان اسرار کے متعلق گفتگو کرتے ہیں شیاطین انکی باتوں کو نہیں سن سکتے اور ان شیطانوں پر ہر طرف سے شہاب گرائے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ آسمانوں کے نزدیک نہ آسکیں اور بڑی خواری سے ہٹائے جاتے ہیں۔ انکے لئے عذاب سخت ہے۔ اور وہ ملائکہ کے کلام پر اسرار کو نہیں سن سکتے۔ سوائے اسکے کہ وہ فرشتوں سے کوئی کلمہ چوری سے اڑا لیجائیں۔ اس پر انکے پیچھے شہاب ثاقب لگائے جاتے ہیں۔ جو انکو ہٹاتے اور جلاتے ہیں تاکہ پھر آسمانوں کی طرف رخ نہ کریں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ شیطان لوح محفوظ کے اسرار کو معلوم کرنے کے لئے آسمانوں کے نزدیک آنا چاہتا ہے مگر شہاب یعنی جلا دینے والا شعلہ اسکے سینہ پر لگتا ہے اور اسے ہٹا دیتا ہے

(۴) ترجمہ۔ عقل چاہتی تھی کہ اس شعلہ سے چراغ روشن کرے۔ غیرت کی بجلی چمکی اور جہان کو درہم برہم کر دیا

یعنی عقل چاہتی تھی کہ وہ بھی شعلۂ عشق سے اپنا چراغ روشن کرے۔ مگر محبوب کی غیرت نے یہ نہ چاہا۔ اور تمام جہان کو برہم کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ عقل بھی کاروبار عشق میں دخل حاصل کرنا چاہتی تھی مگر سلطان عشق

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد	۱	عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد
جلوۂ کرد رخش دید ملک عشق نداشت	۲	عین آتش شد ازیں غیرت و برآدم زد
مدعی خواست کہ آید بتماشاگہ راز	۳	دست غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد
عقل میخواست کز اں شعلہ چراغ افروزد	۴	برق غیرت بدرخشید و جہاں برہم زد
جان علوی ہوس چاہ زنخداں تو داشت	۵	دست در حلقہ آں زلف خم اندر خم زد
دیگراں قرعہ قسمت ہمہ بر عیش زدند	۶	دل غمدیدۂ ما بود کہ ہم بر غم زد
نظری کرد کہ بیند بجہاں صورت خویش	۷	خیمہ در آب و گل مزرعۂ آدم زد

(۸) حافظ آں روز طربنامۂ عشق تو نوشت (۸)
کہ قلم بر سر اسباب دل خرم زد

(۱) ترجمہ ۔ ازل میں تیرے حسن کے پرتو نے تجلی کا دم مارا عشق پیدا ہوگیا اور تمام جہاں میں آگ لگادی ۔

یعنی معشوقِ مطلق کے حسن نے اپنا جلوہ دکھایا اور تمام جہاں میں عشق کی آگ لگادی تشریح کے لئے دیکھو شعر د $\frac{۵۹}{۴}$

(۲) ترجمہ ۔ اس کے چہرہ نے جلوہ نمائی کی ۔ دیکھا کہ فرشتے عشق نہیں رکھتے اس غیرت سے عین آتش ہوگیا

کیا۔ کہ اُسے دیکھ کر اپنی صورت دیکھ سکے۔

حدیث قدسی "کنت کنزاً مخفی الخ" کی طرف اشارہ ہے دیکھو شعر الف ۱

اِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ یعنی خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ یعنی اپنی عظیم الشان مملکت اور بادشاہی کا ایک مختصر سا نسخہ حضرت انسان کو بھی عطا کیا۔ انسان کا وجود بذات خود ایک نمونہ ہے اس محیط کل سلطنت کا جسکے ماتحت وہ پیدا ہوتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیداست		این صورت آنکس ست کاں نقش آراست	۰

(۸) ترجمہ۔ حافظ نے اس روز تیرے عشق کا طربنامہ لکھا جب کہ اسباب اور دلِ خرم پر قلم پھیر دیا یعنی جس روز سے حافظ نے اسباب کو چھوڑ کر مسبب الاسباب کا خیال کیا ہے اور اپنے خوشحال دل کی خوشی پر قلم پھیر دیا ہے۔ اسی روز سے خوش ہے۔ زیادہ تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۵۸/۵

غزل ۶۱

دوش می آمد و رخسارہ برافروختہ بود	۱	تا کجا باز دل غمزدۂ سوختہ بود
رسم عاشق کشی و شیوۂ شہر آشوبی	۲	جامۂ بود کہ بر قامت او دوختہ بود
کفر زلفش رہ دین میزد و آن سنگین دل	۳	در رہش مشعلہ از چہرہ برافروختہ بود
دل بسی خون بکف آورد ولی دیدہ بریخت	۴	اللہ اللہ کہ تلف کرد و کہ اندوختہ بود
یار مفروش بدنیا کہ بسے سود نکرد	۵	آنکہ یوسف بزر ناسرہ بفروختہ بود
جان عشاق سپند رخ خود میدانست	۶	و آتش چہرہ برین کار برافروختہ بود
گرچہ میگفت کہ زارت بکشم میدیدم	۷	کہ نہانش نظری با من دلسوختہ بود

(۸) گفت و خوش گفت برو خرقہ بسوزاں **حافظ**
یا رب این قلب شناسی کہ آموختہ بود (۸)

نے تمام جہاں کو دیوانگی عشق سے درہم برہم کردیا اور عقل کی مداخلت کی گنجائش نہ چھوڑی تشریح کیلئے دیکھو شعر الف ا ت ۶ د ۵

	رفت از من ہزار فرسنگ	عشق آمد و عقل ہمچو باد ے	

(۵) ترجمہ - علوی جان تیرے چاہِ زنخداں کی آرزو رکہتی تھی۔ اسلئے اس زلفِ پیچ در پیچ کے حلقہ میں ہاتھ مارا۔

عُلوی بضم اول و سکون لام یا بکسر اول و سکون لام - بمعنے ملک فرشتہ - کوکب - آسمانی - بلند تر جان کو علوی اسواسطے کہا ہی کہ جان و روح کا تعلق عالم بالا سی ہے جسم عالم ارضی سی متعلق ہی اور جان عالم ملکوت سے ہے۔

جسطرح انسان کنوئیں میں اترنے کے لئے رسی کا محتاج ہوتا ہی اور کنوئیں سی پانی نکالنے کے لئے بھی رسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جان کو محبوب مطلق کی چاہ زنخدان کی لئے بھی کسی رسن کی ضرورت تھی۔ پس اس نے محبوب کی زلف پیچدار کی زنجیر کو ہی پکڑ لیا اور اس سے رسی کا کام لیا۔ ظاہر ہے کہ انسان محبوب مطلق کا مشاہدہ مرآتِ تعینات کے ذریعہ کرتا ہی۔ یعنی عالم کثرت سے ہی عالم وحدت کا علم حاصل کرتا ہے۔ زلف سے مراد عالم تعینات ہے۔ پہلے کئی جگہ بوضاحت تمام لکھا جا چکا ہی کہ عالم کثرت ایک ذریعہ ہے واحدِ مطلق کی معرفت کا۔ پس شعر کا مطلب یہ ہے کہ محبوب کے چاہ زنخداں تک پہنچنے کی لئے رسنِ زلف کی ضرورت ہی یعنے معرفت الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے عالم کثرت ایک ذریعہ ہے۔

	ذراتِ کون مرآتِ آن یار شد مرا	دیدم جمالِ دوست بہر ذرہ آشکار	

(۶) ترجمہ - دوسروں نے قسمت کا قرعہ عیش پر ڈالا۔ ہمارا غمگین دل ہی تھا جس نے غم پر ہی ڈالا مطلب یہ ہے کہ اور سب نے عیش پسند کی۔ ہمارے غم دیدہ دل نے غم ہی اختیار کیا۔ دیگراں اور ما کا مقابلہ یا تو دیگر کائنات اور حضرت انسان کا مقابلہ ہے یا دوسرے انسانوں اور خواجہ صاحب کا

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے	جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا	غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

(۷) ترجمہ - نظر کی کہ جہاں میں اپنی صورت دیکھے (اسلئے) آدم کی کھیتی کے آب و گل میں خیمہ لگا دیا مطلب یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ اپنی صورت کو دیکھے تو آدم کو اپنی صورت پر پیدا

اسباب متاع کے خریدنے میں صرف کردیا ہے میرے پاس صرف چند درم ناسرہ رہ گئے ہیں۔ آپ کے بھائیوں نے یہی قیمت قبول کرلی اور انکو اس بہاے بے اعتبار پر فروخت کردیا۔ مالک نے سترہ کھوٹے درم ان کو دئیے۔ انہوں نے لے لئے کیونکہ انکو آپ سے کوئی رغبت نہ تھی۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے اسی واقعہ کے متعلق کہا ہے۔

گرفتندش کہ مارا بندہ ایست ایں	سر از طوق وفا تابندہ ایست ایں
بکار وخدمت آمد سست پیوند	رہ بگریختن گیرد بہر چند
در اصلاحش ازیں پس می نکوشیم	بہر قیمت کہ باشد میفروشیم
جوانمردے کہ از چہ برکشیدش	باندک قیمتے زیشاں خریدش
بہ مالک بود مشہور آں جوانمرد	بفلس چند مملوک خودش کرد
زیانکاراں کہ جنس جاں فروشند	چناں جنسے چنیں ارزاں فروشند
دہد گنج سعادت ناخردمند	ستانند زر کشیدہ درہمی چند

شعر کا مطلب یہ ہے کہ دین کو دنیا کے عوض بیچنے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ دین ایک بیش بہا چیز ہے اور دنیا کھوٹا سکہ ہے۔

اسی مضمون پر ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (سورہ بقرہ۔ یعنے وہ لوگ جنہوں نے زندگانی دنیا کو بعوض عاقبت کے خریدا ہے۔ انپر عذاب سبک نہیں کیا جائیگا اور نہ انکو کوئی مدد دی جائیگی۔

(۶) ترجمہ۔ عاشقوں کی جان کو اپنے رخسار کا سپند جانتا تھا۔ اور چہرہ کی آگ کو اسی کام کے لئے افروختہ کیا تھا سپند (ایک باریک سیاہ بیج۔ کالا دانہ) رفع نظر بد کے لئے جلاتے ہیں۔ آگ پر گرنے سے بڑے زور سے آواز کرکے جل جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق جانتا ہے کہ عاشقوں کی جان اُسکے چہرہ کا سپند ہے۔ اسی لئے چہرہ کو افروختہ کیا ہوا ہے کہ اس آگ پر سپند کیطرح عاشقوں کی جان جل جائے۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ معشوق کہتا تھا کہ میں تجھے بُری طرح قتل کرونگا لیکن میں دیکھتا تھا کہ وہ پوشیدہ

(۱) ترجمہ۔ کل آرہا تھا اور اپنے چہرہ کو روشن کیا ہوا تھا۔ تا دکہ دیکھے) کہ جلا ہوا غمزدہ دل کہاں ہے باز۔ زاید ہے برائے ضرورت شعری اور زینتِ کلام۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے چہرہ کو افروختہ کرکے معشوق اس تلاش میں آرہا تھا کہ کوئی غمزدہ اور سوختہ دل ملے۔ جسے وہ اور جلائے۔

(۲) ترجمہ۔ عاشق کشی کی رسم اور شہر آشوبی کا شیوہ ایک جامہ تھا جو اسکے قد پر (موزون) سیا ہوا تھا۔

یعنی عاشق کشی اور شہر آشوبی اسکے قد بالا کا ایک شیوہ تھا۔

(۳) ترجمہ۔ اس کی زلف کافر دین کی رہزنی کرتا تھا۔ اور اس سنگین دل نے اسکے راستہ پر چہرہ کی مشعل روشن کر رکھی تھی۔

یعنی اسکی زلف رہزنی کرتی تھی اور اسکا چہرہ اس رہزن کو مشعل کا کام دیتا تھا زلف کو کفر سے ہمیشہ تشبیہ دیتے ہیں۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۵۵/۵

(۴) ترجمہ۔ دل نے بہت سا خون جمع کیا لیکن آنکھوں نے گرا دیا۔ اللہ اللہ کس نے ضائع کیا اور کس نے جمع کیا

یعنی دل نے بہت خون جمع کیا ہوا تھا لیکن میرا اسقدر خون رویا کہ سب آنکھوں کے رستے سے نکل گیا۔ دیکھئے جمع کس نے کیا۔ اور ضائع کس نے۔ یعنی جمع دل نے کیا۔ اور برباد آنکھوں نے۔

(۵) ترجمہ۔ دوست کو دنیا کے عوض نہ بیچ کیونکہ بہت نفع حاصل نہ کیا اس شخص نے جس نے یوسف کو زرِ خالص کے عوض فروخت کیا۔

مطلب یہ ہے کہ دین کو دنیا پر قربان نہیں کرنا چاہئے یعنی معشوق حقیقی کو دنیا کے عوض نہیں بیچنا چاہئے اس اصول کی تائید میں مثال بھی پیش کی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو آپکے بھائیوں نے مالک (سوداگر کا نام) کے ہاتھ چند ناسرہ درموں کے عوض بیچ دیا تھا۔ ایسی بیش بہا اور قیمتی چیز کو فروخت کرکے انکے ہاتھ کیا آیا۔ دنیا کو زرِ ناسرہ اور دوست کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے۔ سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے زرِ ناسرہ کے عوض فروخت ہونے کے متعلق یہ آیت ہے جسکی طرف خواجہ صاحب نے اشارہ کیا ہے۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝ آپکے بھائیوں نے دعوے کیا کہ یہ ہمارا غلام ہے۔ نافرمان ہے خدمت نہیں کرتا اور بھاگ آیا ہے ہم اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں مالک نے کہا کہ میرے پاس جسقدر زرِ نقد تھا وہ میں نے مختلف

(۹) **حافظ نہاد نیک تو کامت بر آورد**
جانہا فدای مردم نیکو نہاد باد (۹)

(۱) ترجمہ - کل ہوا نے معشوق سفر کردہ کی خبر دی - میں بھی دل ہوا کو دیتا ہوں (دیا برباد کرتا ہوں) جو کچھ ہو سو ہو -

بادِ صبا دیارِ معشوق سے خبر و پیام لائی ہے - عاشق اس پر اپنا دل قاصدِ صبا پر قربان کرنا چاہتا ہے - گویا خبر کے عوض دل دیتا ہے - اور نتائج کی مطلق کوئی پرواہ نہیں کرتا -

(۲) ترجمہ - تیری زلف کے خم میں میرے بے حمیت دل نے کبھی یہ نہ کہا کہ وطن مالوف یاد ہو -

حفاظ - بکسرِ اول - عار حمیت - مروت - نگہبانی - **مالوف** - خو گرفتہ شدہ - دوستی کردہ شدہ - جس چیز سے محبت اور الفت ہو -

مطلب یہ ہے کہ جب سے میرا دل میرے پہلو سے نکل تیری زلف پر خم میں جا کر گرفتار ہوا ہے اس بےحمیت نے کبھی بھی وطن مالاف کو یاد تک نہیں کیا - کبھی اپنے وطن کا ذکر تک نہیں کیا - اپنے مسکن کے متعلق کبھی "یادش بخیر" بھی نہیں کہا - یعنی میرا دل تیری زلف میں اتنا خوش ہے کہ کبھی میرے پہلو میں واپس آنے کا خیال تک نہیں کیا دیکھو شعر الف ۴

(۳) ترجمہ - تیری یاد میں میرا دل خوش ہو گیا جب کہ باغ میں غنچہ گل کی قبا کے بند کو ہوا کھولتی تھی -

یعنے جب ہوا نے باغ میں غنچہ کو شگفتہ کر کے پھول بنایا تو مجھے تیرے بند قبا کا کھلنا یاد آیا معشوق کے بند قبا کا کھلنا گویا غنچہ کا شگفتہ ہو کر پھول ہو جانا ہے -

(۴) ترجمہ - تیری کلاہ شاہی کا گوشہ مجھے یاد آیا جب کہ ہوا نے سر نرگس پر تاج رکھا -

نرگس کے قلم پر گل نرگس کو دیکھ کر قد معشوق اور کلاہ کا نقشہ نظر کے سامنے آ گیا -

(۵) ترجمہ - میری حالت اب یہ ہو گئی ہے کہ اپنے ہمراہ کروں ہر شام چمکتی ہوئی بجلی کو اور ہر صبح ہوا کو -

لامع - روشن و درخشاں - برق لامع سے مراد آہِ پر سوز - دودِ دل - دل کی آگ - دل جلوں کی آہ کو برق سے عموماً تشبیہ دیتے ہیں مثلاً -

کیا تاب دل جلوں سے جو برق لاگ رکھے ۔۔ (ذوق) ۔۔ غم بھی ہو تو ان کی چلموں پہ آگ رکھے

باد بمعنے آہ -

شعر کا مطلب یہ ہے کہ صبح و شام آہ و فغاں کر رہا ہوں -

مجھ دل جلے ہوئے پر نظر (عنایت) رکھتا تھا۔

یعنی اگرچہ بظاہر معشوق مجھے کہتا تھا کہ میں تجھے قتل کرونگا اور بہت بری طرح قتل کرونگا۔ مگر میں دیکھ رہا تھا کہ حقیقت میں وہ مجھ دلسوختہ پر مہربان ہے۔ اسی طرح خداوند کریم نے اگرچہ اپنے بندوں کو ہزارہا طرح کے مختلف عذابوں کا خوف دلایا ہے مگر حقیقت میں وہ انسان پر ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے اور اور اسکی رحمت اس کے غضب سے زیادہ ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ

بظاہر رہا مجھ سے غافل مگر		کنکھیوں وہ دیکھے بھالے گیا (امیر)

(۸) ترجمہ۔ کہا اور کیا اچھا کہا کہ اے حافظ جا اور خرقہ کو جلادے۔ یارب یہ قلب شناسی اس نے کس سے سیکھی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ خرقہ لباس ریا ہے۔ مجھے معشوق نے یا سالک نے کہا کہ جاکر خرقہ کو پھونک دے۔ یعنی اس قلب یا ناخالص دھات کو جلادے۔ حیراں ہوں کہ اس نے قلب شناسی یعنی صرافی کہاں سے سیکھی ہے۔ قلب اور سوزاں کی رعایت ظاہر۔ کیونکہ ناخالص دھاتوں کی حقیقت کو آگ ظاہر کرتی ہے۔

غزل (۶۲)

دوش آگہی زیار سفر کردہ داد باد	۱	من نیز دل بباد دہم ہرچہ باد باد
در چین طرہ تو دل بے حفاظ من	۲	ہرگز بگفت مسکن مالوف یاد باد
داغ خشم بیاد تو ہر گہ کہ در چمن	۳	بند قبای غنچہ گل می کشاد باد
طرف کلاہ شاہیت آمد بخاطرم	۴	آنجا کہ تاج بر سر نرگس نہاد باد
کارم بدان رسید کہ ہمراہ خود کنم	۵	ہر شام برق لامع دہر بامداد باد
از دست رفتہ بود وجود ضعیف من	۶	صبحم ببوی وصل تو جان باز داد باد
امروز قدر پند عزیزان شناختم	۷	یارب روان ناصح ما از تو شاد باد
تاریخ عیش ما شب بیدار دوست بود	۸	عہد شباب و صحبت احباب یاد باد

(۱) ترجمہ ۔ جس آرزو میں سوائے برق کے اور کوئی چیز طلب میں ہی نہ ہو۔ اگر کوئی خرمن جل جائے۔ تو چنداں تعجب کی بات نہیں ہی۔

مطلب یہ ہی کہ جس آرزو میں مطلوب ہی برق ہو وہاں خرمن ہستی کا جل جانا عجب بات نہیں۔ آرزوئے عشق بذاتِ خود آرزوئے برق ہی عشق طبعاً خانماں سوز ہے۔ پھر خرمن ہستی کا جل جانا ایک معمولی بات ہی عشق ایک بجلی ہی جس نے عشق اختیار کیا اپنے خرمنِ ہستی کو گویا خود برباد کیا۔ برق و ہوا کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ ۔ وہ پرندہ جسکو غم دل کے ساتھ الفت حاصل ہو گئی۔ اسکی عمر کی شاخ پر خوشی کا پتا نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہی کہ جس دل میں غم عشق ہو۔ اسکو خوشی کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔

(۳) ترجمہ ۔ کارخانۂ عشق میں کفر ضروری ہی۔ اگر بولہب نہ ہو۔ تو آگ کس کو جلائے۔

مطلب یہ ہی کہ دنیا میں جو عشق کا کارخانہ ہی۔ اسلام کے ساتھ کفر بھی ضروری ہی۔ کیونکہ دوزخ کی آگ کے لئے بھی تو کوئی ایندھن ہونا چاہیئے۔ اگر بولہب اور اسکے ہم خیال نہ ہوں۔ تو دوزخ میں خدا اسکو ڈالے گا قران شریف سورہ اعراف میں ہی۔ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۔ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۔ یعنی ہم نے پیدا کئے ہیں جہنم کے لئے بہت سے دیو اور آدمی جنکے دل ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سمجھتے۔ اور انکی آنکھیں ہیں جن سے وہ نہیں دیکھتے اور ان کے کان ہیں جن سے وہ نہیں سنتے۔

اس آیۂ کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ خدا نے بہت سے آدمیوں کو دوزخ کے لئے ہی پیدا کیا ہی جو ضرور دوزخ میں جائینگے ۔ سورہ ہود میں ہے ۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ اور اگر چاہتا تیرا پروردگار تو بنا تا آدمیوں کو ایک ملت اور ہمیشہ مختلف ہوں ہاں وہ شخص جس پر تیرا پروردگار رحم کرے اور اسی اختلاف کے لئے انکو پیدا کیا ہی اور تمام ہوا کلمہ تیرے رب کا کہ البتہ میں پُر کروں گا دوزخ کو جنوں سے اور آدمیوں سے یکجا۔

(۴) ترجمہ ۔ جاں فروشوں کے مذہب میں فضل و ہنر زیب نہیں دیتے۔ اس جگہ نسب کی گنجائش نہیں اس جگہ حسب نہیں۔

مطلب یہ ہی کہ مذہب عشق میں فضل و ہنر بے کار ہیں اور حسب و نسب بے سود یہاں صرف دل درد مند چاہیئے

(۶) ترجمہ - میرا ضعیف وجود ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ صبح کے وقت ہوائے تیرے وصل کی خوشبو سے از سرِ نو جان بخشی۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے ہجر میں میرا اسقدر ناتواں ہو گیا تھا کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ مگر تیرے وصل کی امید نے دوبارہ جان بخشی۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۶۵/۴

(۷) ترجمہ - آج میں نے عزیزوں کی نصیحت کی قدر پہچانی۔ اے خدا ہمارے ناصح کی جان تجھ سے خوش ہو یعنی تو اسکی جان کو خوش رکھے۔

(۸) ترجمہ - ہمارے عیش کی تاریخ معشوق کے دیدار کی رات تھی۔ جوانی کے زمانہ اور احباب کی صحبت کی یاد بخیر ہو۔

(۹) ترجمہ - ای حافظ تیری نیک طبیعت تیری مراد پوری کرے گی۔ نیک نہاد انسان پر جانیں فدا ہوں نیک نہادی کی ترغیب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نیک نہاد آدمی پر لوگ جان قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ای حافظ تو بھی نیک نہاد بن کہ تیری نیک نہادی تیری مقصد برآری کریگی۔

غزل (۶۳)

درآں ہوا کہ جز برق اندر طلب نباشد	۱	گر خرمنے بسوزد چندیں عجب نباشد
مرغیکہ با غم دل شد الیفش حاصل	۲	بر شاخسار عمرش برگ طرب نباشد
در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر ست	۳	آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد
در کیش جاں فروشاں فضل و ہنر نزیبد	۴	اینجا نسب نگنجد اینجا حسب نباشد
در محفلی کہ خورشید اندر شمار ذرہ است	۵	خود را بزرگ دیدن شرطِ ادب نباشد
می خور کہ عمر سرمد گر در جہاں تواں یافت	۶	جز بادۂ بہشتی ہیچش سبب نباشد

(۷) حافظ وصال جاناں با چوں تو تنگدستی
روزے شود کہ با او سوند شب نباشد (۷)

سخن در احتیاج ما و استغنای معشوق است	۹	چہ سود افسونگری ای دل کہ در دلبر نمیگیرد
خدارا رحمی ای منعم کہ درویش سر کویت	۱۰	دری دیگر نمیداند رہ دیگر نمیگیرد
من از پیر مغان دیدم کرامتہای مردانہ	۱۱	کہ این دلق ریائی را بجامی بر نمیگیرد

(۱۲) بدین شعر تر و شیرین ز شاہنشہ عجب دارم
کہ سرتاپای **حافظ** را چرا در زر نمیگیرد (۱۲)

(۱) ترجمہ ـ میرا دل حسینوں کی محبت کے سوا اور کوئی طریقہ اختیار نہیں کرتا میں اسکو ہر طرح سی سمجھاتا ہوں مگر وہ (نصیحت) قبول نہیں کرتا ـ

مہر و ماہ میں صنعت ایہام اور دُر و دَر میں صنعت تجنیس ہی ـ

(۲) ترجمہ ـ خدا کے لئے ناصح مطرب مے کی باتیں کر کیونکہ کوئی نقش ہمارے خیال میں اس سی زیادہ خوشنما نہیں ـ

یعنی ہم پر حدیث مطرب مے کا اثر زیادہ ہوتا ہی اور نصیحتیں فضول ہیں

(۳) ترجمہ ـ میں چھپا کر صراحی لیجاتا ہوں اور لوگ اسی کتاب سمجھتے ہیں تعجب ہے اگر اس ریا کاری سی دفتر میں آگ نہ لگ جائے ـ

مطلب یہ ہی کہ زاہدان ریاکار حقیقت میں شراب کی صراحی بغل میں لئے پھرتے ہیں اور خوش اعتقاد لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت کتاب لئے جاتے ہیں ـ اس مکر اور فریب کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انکے نامۂ اعمال کو آگ لگ جائیگی ـ ریاکار آدمی کی بغل میں کتاب بھی صراحی کا درجہ رکھتی ہی ایسے لوگوں کے نامۂ اعمال اگر سیاہ نہ ہوں تو اور کیا ہو ـ خواجہ صاحب نے اپنے آپ کو ریاکار ظاہر کرکے یہ شعر کہا ہی مدعا دوسرے ریاکاروں پر حملہ ہی ـ یہ بھی ایک طریق سخن ہی ـ بجائے دوسروں کو برا کہنے کے اپنے تئیں برا کہکر اپنا مطلب ادا کرنا زیادہ موزوں ہی ـ

واعظ کتاب وعظ لئے ہے تو کیا ہوا	بوتل شراب کی بھی تو پنہاں بغل میں ہے
واقف ہیں زاہدان ریائی سے خوب ہم	کلمہ بتوں کا پڑھتے ہیں قرآں بغل میں ہے

(۴) ترجمہ ـ یاروں کو اسلئے اسکے منہ لعل سے صفائی حاصل ہی ـ کہ اُس جوہر میں راستی کے بغیر کسی نقش کی گنجائش ہی نہیں

اندال رہ ـ ازیں راہ ـ زیں رہ ـ زیرا ـ اس لئے ـ اس سبب سے ـ

متاعے بجز نقص درکار نیست زجنسِ شکست آنچہ پیدا شود	کمالِ ترا کس خریدار نیست بریں آستاں قیمتش وا شود	(بیدل)

(۵) ترجمہ۔ جس محفل میں سورج بھی ذرہ شمار ہوتا ہو۔ وہاں اپنے تئیں بزرگ سمجھنا شرطِ ادب نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ بارگاہ بے نیاز میں جہاں خورشید بھی ایک ذرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اپنے آپ کو بزرگ سمجھنا ترکِ ادب میں داخل ہے۔ خاکی انسان کو خاکساری اختیار کرنی چاہیئے۔

(۶) ترجمہ۔ شراب پی کیونکہ جہاں میں حیات ابدی حاصل ہوسکتی ہے تو سوائے بادۂ بہشتی کے اسکا اور کوئی سبب نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ شرابِ عشق پی کیونکہ اس بہشتی شراب کے سوا حیاتِ ابدی حاصل نہیں ہوسکتی۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ معشوق کا وصال تجھ جیسے تنگدست کو اُس دن حاصل ہوگا جس دن کے ساتھ رات کا اتصال نہ ہوگا۔

قیامت کے دن سے مراد ہے مطلب یہ ہے کہ مجھ جیسے بے بضاعت شخص کو جسکا سرمایۂ اعمال بہت کم ہے۔ مشاہدۂ ذات دنیا میں نصیب نہیں ہوسکتا۔ قیامت کے دن کا انتظار کرنا چاہیئے۔

غزل (۶۴)

دلم جز مہرِ مہرویاں طریقی بر نمیگیرد ۱ ز ہر در میدہم پندش ولیکن در نمیگیرد

خدا را ای نصیحتگو حدیث از مطرب و می گو ۲ کہ نقشی در خیالِ ما ازیں خوشتر نمیگیرد

صراحی میکشم پنہاں و مردم دفتر انگارند ۳ عجب گر آتشِ ایں زرق در دفتر نمیگیرد

ازاں رو ہست یاراں را صفاہا با مئی لعلش ۴ کہ غیر از راستی نقشی دریں جوہر نمیگیرد

میانِ گریہ میخندم کہ چوں شمع اندریں مجلس ۵ زبانِ آتشینم ہست امّا در نمیگیرد

سہی سروی بایں خوبی تو گوئی چشم ازو برگیر ۶ برو کایں وعظِ بی معنی مرا در سر نمیگیرد

نصیحتگوی رنداں را کہ با حکم خدا جنگ است ۷ دلش بس تنگ می بینم چرا ساغر نمیگیرد

چہ خوش صیدِ دلم کردی بنازم چشمِ مستت را ۸ کہ کس آہوی وحشی ازیں خوشتر نمیگیرد

تو کریم مطلق و من گدا چه کنی جز این که بخوانی ام	(بیدل)	در دیگری بنما که من بکجا روم چو برانی ام

(۱۱) ترجمہ ـ میں نے پیرمغاں کی مردانہ کرامتیں دیکھی ہیں کیونکہ وہ اس دلق ریائی کو ایک پیالہ کے عوض بھی نہیں لیتا یعنی پیرمغاں کے نزدیک جامہ ریائی کی اتنی قیمت بھی نہیں جتنی ایک پیالہ شراب کی یہ پیرمغان کی مراد نہ کرامت ہی ـ

(۱۲) ترجمہ ـ ایسے لطیف اور شیریں کلام کی باوجود تعجب ہے کہ بادشاہ حافظ کو سرتا پا کیوں زر میں نہیں لیتا یعنی حافظ کا کلام ایسا شیریں اور لطیف ہی کہ بادشاہ کو چاہئی کہ حافظ کو سر سے پاؤں تک سونے میں ڈھانپ دے ـ غالباً صلہ کی درخواست ہے ـ

غزل (۶۵)

دیدم بخواب خوش که بدستم پیاله بود	۱	تعبیر رفت و کار بدولت حواله بود
چل سال رنج و غصه کشیدم و عاقبت	۲	تدبیر ما بدست شراب دو ساله بود
آن نافهٔ مراد که میخواستم ز غیب	۳	در چین زلف آن بت مشکین کلاله بود
از دست برده بود وجودم خمار عشق	۴	دولت مساعد آمد و می در پیاله بود
نالان و دادخواه بمیخانه میروم	۵	کانجا گشاد کار من از آه و ناله بود
خون میخورم ولیک نه جای شکایت است	۶	روزیٔ ما ز خوان کرم این نواله بود
بر طرف گلشنم نظر افتاد وقت صبح	۷	آن دم که کار مرغ چمن آه و ناله بود
هر کو نکاشت مهر و ز خوبی گلی نچید	۸	در رهگذار باد نگهبان لاله بود
آتش فگند در دل مرغان نسیم باغ	۹	زان داغ سربمهر که در جان لاله بود
آن شاه تند حمله که خورشید شیرگیر	۱۰	پیشش بروز معرکه کمتر غزاله بود

(۱۱)　دیدم که شعر دلکش حافظ بمدح شاه / هر بیت از آن سفینه به از صد رساله بود　(۱۱)

جوہر مے کا خاصہ ہے کہ صفائی اور راستی پیدا کرتا ہے۔ زرق وریا اور منافقت اس میں نہیں ہوتی۔

(۵) ترجمہ۔ میں روتے ہوئے ہنستا بھی ہوں کہ شمع کی طرح اس مجلس میں زبانِ آتشین تو مجھی حاصل ہے مگر اثر نہیں کرتی

شمع کا خندہ وگریہ مشہور۔ شمع کی زبان بھی آتشین ہوتی ہے اور تمام رات وہ آتش بیانی کرتی رہتی ہے مگر اہل مجلس پر اسکا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اسی طرح عاشق بھی اگرچہ فصیح و بلیغ ہے اور آتش زبان ہے مگر اس کی باتوں کا معشوق پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ شمع کی طرح اس غیر معمولی بات پر عین رونے کی حالت میں بھی ہنسا کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ (معشوق کے) سر و چشم ایسے خوبصورت (ہیں) اور تو کہتا ہے کہ اس سے آنکھ پھیر لے اے واعظ جا کہ یہ بے معنے وعظ میرے دماغ میں اثر نہیں کرتا۔

یعنی تو مجھے ایسے حسین معشوق کے عشق سے باز رکھنا چاہتا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ جا اپنا کام کر۔

(۷) ترجمہ۔ رندوں کو نصیحت کرنیوالا جسکو خدا کے حکم سے لڑائی ہے اسکا دل میں بہت تنگ دیکھتا ہوں۔ وہ ساغر مے کیوں نہیں لیتا۔

مطلب یہ ہے کہ رندوں کو خدا نے اسی حالت میں رکھا ہے جس میں وہ ہیں پس انکو نصیحت کرنے والا گویا خدا سے جنگ کرتا ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۳۔ ناصح بہت تنگ خیال ہے سب کو اپنے خیال اور اپنے مشرب پر دیکھنا چاہتا ہے۔ اسکو چاہیئے کہ اس تنگ خیالی کو دور کرنے کے لئے شراب پئے۔ کیونکہ شراب سینے فراخ دل بنا دیگی۔

(۸) ترجمہ۔ تو نے میرے دل کو کیا اچھی طرح شکار کیا ہے۔ مجھے تیری چشم مست پر ناز ہے کیونکہ کوئی شخص وحشی ہرن کو اس سے اچھی طرح نہیں پکڑتا

یعنے میرا دل آہوئے وحشی کی طرح تھا کسی کے قابو نہ آتا تھا تیری چشم مست پر میں ناز کرتا ہوں جس نے اسکو اسیر کر لیا۔ چشم و آہو کی رعائت ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ بات ہماری نیازمندی اور معشوق کی بے نیازی میں ہے۔ اے دل افسوں گری کا کیا فائدہ جب اسکا اثر دلبر پر نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہم نیازمند ہیں اور معشوق بے نیاز۔ افسوں گری سے کیا حاصل ہے اسکا کچھ اثر نہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے دولتمند خدا کے لئے رحم کر کہ تیرے کوچہ کا درویش۔ کوئی دوسرا دروازہ نہیں جانتا۔ اور کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں کرتا۔

مطلب یہ ہے کہ ہم محتاج ہیں اور تو غنی۔ اور تیرے دروازے کو چھوڑ کر ہم جا بھی کہیں نہیں سکتے پس تو ہی خدارا رحم

مطلب یہ ہے کہ جو خوشبو میں غیب سے مانگتا تھا۔ وہ معشوق کی زلف عنبریں میں موجود تھی۔ اسی مضمون پر مرزا عبد القادر بیدل نے کہا ہے۔

پئے نافہ ہائے رمیدہ بو مپسند زحمت جستجو		بخیالِ حلقۂ زلف او گرہے خور و بختن درآ

(۴) ترجمہ۔ خمارِ عشق میری وجود کو میری ہاتھ سے لے چلا تھا کہ دولت نے مساعدت کی اور شراب نے بہا لے گئی میرا خمار۔ دیکھو شعر د ۵۷/۵۔

مطلب یہ ہے کہ خمارِ عشق کی حالت میں میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا کہ بخت نے موافقت کی اور شراب ملی جس سے خمار دور ہوا۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۶۲/۶

(۵) ترجمہ۔ میں روتا ہوا اور داد طلب کرتا ہوا شرابخانہ میں جاتا ہوں۔ کیونکہ اس جگہ میری کشائش کار آہ و نالہ سے ہو جاتی ہے۔

یعنے مقام عشق میں آہ و نالہ سے کشائش حاصل ہو جاتی ہے۔ دیکھو شعر ت ۱۸/۲ ت ۱۴/۱ ت ۵۱/۲

(۶) ترجمہ۔ میں خون پیتا ہوں لیکن جائے شکایت نہیں کیونکہ خوانِ کرم سے ہمارے حصہ میں یہی نوالہ آیا تھا

یعنے میں خونِ جگر پیتا ہوں لیکن شکایت نہیں کرتا۔ کیونکہ کریم مطلق نے اپنے خوانِ کرم سے تیری حصہ میں یہی خوراک مقرر کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نوشتۂ قسمت پر صابر و شاکر رہنا چاہیے

(۷) ترجمہ۔ صبح کے وقت باغ کے گوشہ پر میری نظر پڑی۔ جب کہ مرغِ چمن کا کام آہ و نالہ تھا

یعنے صبح کے وقت میں نے باغ کی طرف دیکھا جب کہ بلبلیں آہ و نالہ میں مصروف تھیں۔

(۸) ترجمہ۔ جس نے محبت کا بیج نہ بویا اور حسن کا پھول نہ چنا وہ گویا ہوا کے راستہ میں لالہ کا نگہبان ہوا

گل لالہ کو دل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ لالہ کے اندر بھی ایک داغ ہوتا ہے اور دل کے اندر بھی۔ ہوا کی ذرا سی جنبش سے بھی گل لالہ گر پڑتا ہے۔ اسی طرح انسانی دل بھی مختلف واقعات کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مزرعِ دل میں تخم محبت نہ بویا اور نتیجتاً گلشن سے پھول نہ چنا۔ اس نے گویا گل لالہ کو ہوا سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے کہ گل لالہ محفوظ نہیں رہ سکتا آخر گر جائیگا۔ اسی طرح اس شخص کا دل بھی آزاد نہیں رہ سکتا۔ اگر اس نے اپنے دل کو غم عشق سے محفوظ رکھا ہے تو وہ کسی دوسرے غم میں گرفتار ہو گیا ہوگا دل ایک ایسی چیز ہے جو کبھی غم سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ مرزا غالب کا شعر ہے۔

غم اگرچہ جان گسل ہے اسے کیا کریں کہ دل ہے		غم عشق اگر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

(۱) ترجمہ - میں نے اچھی خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں پیالہ ہے - تعبیر ہوئی کہ کام دولت کے حوالہ ہے -
مطلب یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں پیالہ ہے - یہ بہت مبارک خواب تھی کیونکہ
اس خواب کی تعبیر یہ ہوئی کہ میرا کام اخوش قسمتی کے حوالہ کیا گیا ہے - یعنی خواب میں جام کے ہاتھ میں دیکھا جس کا
مطلب یہ ہے کہ مجھے شراب ملے گی -

(۲) ترجمہ - چالیس سال تک رنج و غصہ برداشت کیا اور آخر کار ہماری تدبیر شراب دو سالہ کے ہاتھ میں تھی
شراب دو سالہ - دو سال کی پرانی شراب عموماً پرانی شراب کو مئے دو سالہ کہتے ہیں مثلاً ع

مئے دو سالہ و معشوق چار دہ سالہ

پرانی شراب زیادہ تیز ہوتی ہے -

مطلب ہے کہ ہم نے اتنی مدت رنج و غصہ میں گذاری کوئی تدبیر نظر نہ آئی آخر کار معلوم ہوا کہ ہماری کشائش کا
شراب دو سالہ میں ہے یعنی تمام عمر زہد و تقوی میں گذاری مگر تدبیر کار عشق کے ہاتھ میں تھی -

شراب دو سالہ سے بعض بزرگوں نے قرآن حکیم مراد لی ہے - قرآن شریف کو دو کے عدد سے یہ تعلق ہے کہ دو دفعہ
قرآن مجید لوح محفوظ سے نازل ہوا اور دو ہی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر اترا - یعنی ایکدفعہ قرآن مجید
یکبارگی شب قدر کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر بیت المعمور میں نازل ہوا - دوسری دفعہ اُس جگہ سے حضرت رسول کریم
صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر ۲۳ تیئیس سال کی مدت میں اترا - اسی طرح ایک دفعہ تو حق سبحانہ و تعالٰی نے قرآن شریف کا تمام علم یکبار
تمام و کمال رسول کریم صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے دل عرش منزل کو عطا فرمایا چنانچہ ابتدائی بعثت میں وحی ادا کرنے سے
پہلے تلاوت شروع کر دیتے تھے جس پر حق سبحانہ تعالٰے نے اپنے حبیب سے خطاب کیا کہ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ
مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ یعنی قرآن پڑھنے میں تعجیل نہ کرو پیشتر اسکے کہ اسکی وحی تم پر
ادا کی جائے - اور دوسری دفعہ قرآن شریف بطریق مذکورہ بالا تیئس ۲۳ سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کرکر
آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر نازل ہوا -

اسکے علاوہ **چالیس سال** کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اور قرآن شریف سے ایک اہم نسبت ہے
وہ یہ ہے کہ آپکے زمانہ نبوت اور نزول وحی کا آغاز چالیس سال کی عمر میں ہوا - گویا چالیس سال کی محنت کے بعد آپ کو
قرآن حکیم سے کشائش حاصل ہوئی -

(۳) ترجمہ - وہ نافہ مراد جسے میں غیب سے طلب کرتا تھا - اس معشوق مشکین کاکل کی زلف کے خم میں تھا -

بر و گنج قناعت جو بکنج عافیت بنشیں	۹	کہ یکدم تنگدل بودن بحر و بر نمی ارزد
. (۱۰) .	چو حافظ در قناعت کوش و از دنیای دوں بگذر کہ یک جو منت دوناں بصد من زر نمے ارزد	(۱۰)

شاہ محمود بادشاہ دکن نے خواجہ صاحب کے پاس نقد و تحائف بھیجے اور درخواست کی کہ آپ تشریف لائیں چنانچہ خواجہ حافظ عازم دکن ہوئے جب جہاز پر سوار ہوئے۔ باد مخالف نے سمندر میں طوفان پیدا کر دیا وہیں سے واپس ہوئے اور یہ غزل لکھکر بادشاہ کے پاس بھیجدی۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول حصہ سوانح صفحہ ۲۲-۲۳-۲۴-غزل ہذا کے اشعار کی تعبیر و تشریح میں واقعات محولہ بالا کو مدنظر رکھنا چاہیے بعض دیوانوں میں اشعار نمبر ۶-۷ نہیں ہیں شعر نمبر ۹ میں "بنشیں" کی بجائے "حافظ" لکھکر اس شعر کو غزل کا مقطع لکھا ہے

(۱) ترجمہ۔ ایکدم غم میں بسر کرنے کی قیمت تمام جہاں بھی نہیں ہو سکتی۔ ہمارے خرقہ کو شراب کے عوض بیچدو کہ اس سے زیادہ اسکی قیمت نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ایکدم کے غم کے عوض تمام دنیا بھی ملتی ہو تو بھی اس سودے میں نقصان ہے۔ یعنی زندگی کا ایکدم بھی غم میں بسر نہیں کرنا چاہیے خواہ اسکے بدلے تمام دنیا کی بادشاہی مل جائے وقت ایک بیش بہا اور بے بہا چیز ہے اسے خوشی سے گذارنا چاہیے۔

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار	کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ خرقہ ریائی رہن سے ہی اچھا ہے اس سے زیادہ اسکی قیمت نہیں یا یہ کہ خرقہ زہد سے شراب عشق اچھی ہے۔ یعنے زہد خشک سے عشق کی زیادہ قیمت ہے۔

(۲) ترجمہ۔ شراب فروش کوچہ میں اسکو ایک جام کے عوض نہیں لیتے۔ سجادہ تقوی کی عجیب قدر ہے کہ ایک ساغر کی قیمت نہیں رکھتا یعنے مقام عشق میں زہد کی نسبت جام مئے محبت کی زیادہ قیمت ہے۔

(۳) ترجمہ۔ بادشاہی تاج کا دبدبہ جسمیں جان کا خطرہ درج ہے ایک دلکش ٹوپی ہے لیکن دردسر کی قیمت کی نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تاج سلطانی اگرچہ ایک دلکش ٹوپی ہے۔ مگر چونکہ اسکے ساتھ جان کا خطرہ بھی ہے اس لئے یہ اس قابل نہیں کہ اسکو سر پر رکھکر دردسر خرید لیا جائے گویا تاج اس دردسر کی قیمت کا بھی نہیں ہے جو اسکے سر پر رکھنے سے ہوتا ہے

(۹) ترجمہ۔ نسیم باغ نے پرندوں کے دل میں آگ لگائی۔ اس سر بمہر داغ سی جو لالہ کی جان میں تھا۔ گل لالہ کی اندر داغ ہوتا ہی۔ جو شگفتہ ہونے سی پہلے بند (سر بمہر) ہوتا ہی۔ باد نسیم سی جب پھول کھل جاتا ہی اور وہ داغ ظاہر ہوجاتا ہی۔ مرغانِ چمن کی دل میں آتشِ عشق تیز ہوجاتی ہی۔ پھول کے شگفتہ ہونے پر بلبل کا شیدا ہونا ظاہر۔ دل اور گلِ لالہ کے داغ کی رعایت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ وہ تند حملہ بادشاہ کہ شیر گیر آفتاب بھی۔ اسکے مقابلہ میں لڑائی کی روز ایک حقیر غزالہ تھا۔

(۱۱) ترجمہ۔ مینے دیکھا کہ حافظ کی دلکش شعر اس بادشاہ کی مدح میں (ایسے تھے) کہ اس سفینہ کا ہر ایک شعر سو رسالوں سی اچھا تھا۔

تند حملہ۔ سخت حملہ کرنیوالا۔ شیر گیر۔ خورشید کو شیر گیر برج اسد کی رعایت سی کہا ہی۔ شیر گیر سے مراد خوددار۔ مغرور صاحب مرتبہ اور نیم مست بھی ہوتی ہی۔ غزالہ بفتح (۱) بچہ آہو جو مادہ ہو۔ (۲) آفتاب بکسر اول غلط۔ سفینہ۔ بیاض اشعار شعروں کی کتاب۔ دیوان۔ رسالہ (۱) چھوٹی کتاب۔ نامہ (۲) سوار و نگارستہ مصدر ہی بمعنے مفعول مستعمل۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ مطلب صاف ہی۔ الفاظ کی رعایت ظاہر۔

غزل ۶۶

دمی با غم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد	۱	بمی بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد
بکوی می فروشانش بجامی بر نمیگیرند	۲	زہی سجادۂ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد
شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان درو درج ست	۳	کلاہ دلکش ست اما بدرد سر نمی ارزد
رقیبم سرزنشہا کرد کز این باب رخ برتاب	۴	چہ افتاد این سر ما را کہ خاک در نمی ارزد
ترا آں بہ کہ روی خود ز مشتاقاں بپوشانی	۵	کہ سودای جہانداری غم لشکر نمی ارزد
بشوی این نقش دلتنگی کہ در بازار یکرنگی	۶	بنعمتہای گوناگوں می احمر نمی ارزد
دیار یار مردم را مقید میکند ورنہ	۷	چہ جای پارس کاین محنت جہان یکسر نمی ارزد
بس آساں می نمود اول غم دریا ببوی سود	۸	غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد

(۷) ترجمہ ۔ یار کا وطن آدمیونکو قید کردیتا ہی ورنہ پارس تو کیا چیز ہی تمام جہان بھی اس محنت (تکلیف) کا معاوضہ نہیں

پارس ۔ ملک فارس جسکا یہ نام پارس بن پہلو بن سام بن نوح علیہ السلام کی نام پر رکھا گیا ہی ۔ لفظ پارس میں رائے مہملہ اکثر وزنِ شعر سے زائد ہوتی ہی چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہی ۔ قدیم الایام میں تمام ایران کو پارس کہتے تھے لیکن اب صرف چند شہروں ۔ شیراز ۔ یزد ۔ کرمان ۔ بیضا ۔ اصطخر اور فیروزآباد کو پارس کہتے ہیں ۔ خواجہ صاحب کے قدردان بیرونی ممالک میں بکثرت تھے ۔ مگر خاک شیراز دامن گیر تھی ۔ وطن نہیں چھوڑ سکتے تھے دکن تشریف لے جارہے تھے رستہ سے واپس ہوئے ۔ فرماتے ہیں کہ شاہ دکن کی صحبت سے محروم رہنے ۔ دیگر قدردانوں کی آرزوئں کو پورا نہ کرنے اور تمام عمر ایک ہی ملک میں بسر کرنے کی تکالیف کی عوض صرف فارس تو کیا تمام دنیا بھی مل جائے تو بھی کچھہ نہیں ۔ مگر کیا کریں دیار یار کی محبت کہیں جانے نہیں دیتی ۔

مروجہ مطبوعہ نسخوں میں دیار یار کی بجائے دیار میا ۔ اور ورنہ کی بجائے لیکن ہی ۔ یہ نسخہ ایک قلمی دیوان سے دیا گیا ہی ۔

(۸) ترجمہ ۔ سمندر کی تکلیفیں منافع کی امید میں پہلے بہت آسان معلوم ہوتی ہیں لیکن یہ خیال غلط تھا (غلط کہا) کیونکہ سمندر کی ایک ایک موج کے مقابلہ میں سو سو موتی بھی کچھہ حقیقت نہیں رکھتے ۔

مطلب یہ ہی کہ میں نے شاہِ دکن کی فیاضی سے فائدہ اٹھانے کی امید میں سمندر کی تکالیف برداشت کرنے کا ارادہ کرلیا مگر میری غلطی تھی کیونکہ سمندر کی ایک ایک موج سے دل میں جو بیقراری پیدا ہوتی ہی اسکی عوض اگر سو موتی بھی ملیں تو کچھہ چیز نہیں ۔ دیکھو تمہید کی نوٹ غزل ہذا ۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

بدریا در منافع بے شمار است	اگر خواہی سلامت بر کنار است

(۹) ترجمہ ۔ جا صبر کا خزانہ ڈھونڈ اور گوشہ عافیت میں بیٹھ ۔ کیونکہ ایکدم کیلیے بھی تنگدل رہنے کی مقابلہ میں بحر و بر کی کچھہ قیمت نہیں

مطلب یہ ہی کہ صبر اختیار کرو اور گوشہ عافیت میں بیٹھکر آرام کرو کیونکہ حرص و ہوا سے جو تنگدلی ہوتی ہی اسکی عوض اگر تمام خشکی اور تری بھی ملجائے تو اس تنگدلی کا معاوضہ نہیں ہوسکتی ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ حافظ کی طرح قناعت کی کوشش کرو اور دنیائے دوں کو چھوڑ دو کیونکہ ایک جَو کے برابر بھی کمینوں کا زیر احسان ہونا سو من سونے کے برابر نہیں ۔

یعنے اگر کوئی کمینہ آدمی تمکو ایک جو بھر منت کش ہونے کی عوض سو من سونا دے ۔ تو نہ لو ۔ اسی طرح دنیا بھی ایک کمینی چیز ہے اسکے زیر احسان بھی نہیں ہونا چاہئے ۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں

بدست آہک تفتہ کردن خمیر	بہ از دست بر سینہ پیش امیر

نہایت اعلےٰ درجہ کے استغنا اور آزاد طبعی کی تعلیم ہے۔

(۴) ترجمہ۔ دربان نے مجھ کئی دفعہ سرزنش کی کہ اس دروازہ سے سر اٹھالے۔ ہمارے اس سر کو کیا ہوا کہ خاکِ در کی قیمت بھی نہیں رکھتا۔

مطلب یہ ہے کہ درِ معشوق پر خاک بھی تو پڑی ہے۔ جب دربان اسکو دروازہ سے نہیں ہٹاتا تو میرا سر کیا خاک سے بھی کم قیمت ہے کہ اُسے وہاں رہنے نہیں دیا جاتا۔

(۵) ترجمہ۔ تجھے چاہیے کہ مشتاقوں سے اپنے چہرہ کو پوشیدہ رکھے کیونکہ جہانداری کا سوداغمِ لشکر کی قیمت کا نہیں ظاہر ہے کہ جہانداری اور جہانگیری کیلئے لشکر کا قیام اور نظم و نسق ضروری ہیں۔ اور نظم و نسق ضرور ہے کہ موجبِ تکلیف ہو خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ بادشاہی کی خوشی لشکر کے غم کی قیمت نہیں یعنی بادشاہی میں اتنی خوشی نہیں جتنا لشکر کے نظم و نسق کا غم۔ اس لئے بادشاہی بھی کچھ چیز نہیں۔ اس اصول کی بنا پر خواجہ صاحب اپنے مخاطب کو کہتے ہیں کہ تجھے چاہیے کہ اپنے مشتاقوں سے پوشیدہ ہی رہے۔ کیونکہ جتنے تیرے مشتاق بڑھتے جائینگے اتنا ہی تجھے فکر لاحق ہوتا جائیگا۔ یہاں خواجہ صاحب کا مخاطب معشوق ہی نہیں بلکہ ہر ایک طالب شہرت دلدادۂ دولت اور خواہانِ حکومت آدمی ہے جسقدر دنیا سے کم تعلق ہوگا۔ دل کو آرام اور اطمینان نصیب ہوگا۔ اور جتنا انسان کے مشتاقوں کا حلقہ وسیع ہوتا جاتا ہے اسکے اطمینان قلب میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

دانہ باشی مرغکانت برچنند	غنچہ باشی کودکانت برکنند
دانہ پنہاں کن بکلی دام شو	غنچہ پنہاں کن گیاہِ بام شو
ہر کہ داد او حسنِ خود را در مراد	صد قضائے بد سوئے او رو نہاد
چشمہا و خشمہا و رشکہا	بر سرش ریزند چو آب از مشکہا
دشمناں او را ز غیرت میدرند	دوستاں ہم روزگارش میبرند

(۶) ترجمہ۔ دل کی تنگی کا اس نقش کو دھو دے کیونکہ یکرنگی کی بازار میں گوناگوں نعمتیں شراب سرخ کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔

بازار یکرنگی سے مراد عالم وحدت اور دل کی وہ کیفیت مراد ہے جس میں صرف ایک ہی رنگ ہو دوسرے رنگ کی گنجایش نہ ہو۔ دل میں دوئی کا خیال بھی نہ ہو اور دو رنگی بھی نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ شراب سرخ یعنے عشق جس سے یکرنگی پیدا ہوتی ہے وہ ان نعمتہائے گوناگوں سے جو تنگیٔ دل کا موجب ہوتی ہیں بدرجہا بہتر اور افضل ہے یعنی شراب عشق پیا کر کیونکہ وہ یکرنگ (سرخ) ہے اور یکرنگی پیدا کرتی ہے نقش یکرنگی۔ گوناگوں۔ احمر۔ کی رعایت ظاہر

(۲) ترجمہ۔ پردہ سے مجلس میں آئی ہے اسکا پسینہ پونچھو تاکہ حریف یہ نہ کہیں کہ اس نے کیوں دوری کی۔
اگر ایک پردہ نشین پردہ سے نکل کر مجلس میں آئی تو ضرور بوجہ حیا و حجاب اسکی جبین پر پسینہ کے قطرے نمودار ہوجائینگے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دختر رز مستوری چھوڑ کر مجلس میں آئی ہے اس لئے اسکی پیشانی پسینہ سے تر ہوگئی ہے اسکے پسینہ کو پونچھو تاکہ حریف یہ نہ سمجھیں کہ دختر رز ہمیشہ پردہ میں رہی ہے اور آج ہی ہمارے سامنے آئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شراب خم سے جام میں آئی ہے بے تکلف پیئو۔
(۳) ترجمہ۔ اے دل اس خوشخبری کا انعام دے کہ مطرب عشق نے دوبارہ مست سرود گایا ہے اور مخموری کا علاج کیا ہے۔
مژدگانی۔ جو چیز خوشخبری پہنچانے والے کو خوشخبری کے دیجائے۔ راہ زدن نغمہ سرائی کرنا گانا۔ سرود کہنا۔
مطلب یہ ہے کہ ہم حالت مخموری سے تنگ آئے تھے کہ مطرب عشق نے مست نغمے شروع کئے اور ہم کو از سر نو مست کیا۔
(۴) ترجمہ۔ مناسب یہ ہے کہ عقد وصال میں لے لیں۔ دختر رز کو جسنے خم میں اسقدر مستوری کی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ دختر رز اتنی مدت خم میں بند رہی ہے اور مستوری کو ملحوظ رکھا ہے اس لئے اب مناسب یہ ہے کہ اسکو اپنے عقد (نکاح) میں لے لیں۔ یعنی شراب خم سے جام میں آئی ہے اسے پیو۔ قاعدہ ہے کہ کنوارپن کی مستوری کے بعد ہر دختر کو عقد نکاح میں لے لیا جاتا ہے۔
(۵) ترجمہ۔ سات سمندر نہیں بلکہ سو آگ سے بھی اسکا رنگ نہیں جاتا۔ جو کچھ خرقہ زاہد کے ساتھ شراب انگوری نے کیا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ خرقہ زاہد پر شراب انگوری کے جو داغ ہیں انکو سات پانی سے نہیں بلکہ سو آگ سے بھی دور نہیں کیا جاسکتا یعنی زاہد ریا کار جو شرب الیہود کرتا تھا۔ اسکے خرقہ پر شراب سرخ نے جو نشان کردیئے ہیں وہ دوزخ کی آگ سے بھی دور ہوسکتے۔ گویا ان ریا کار زاہدوں کی ریاکاری جو چھپ کر شراب پیتے ہیں۔ ایسا قبیح گناہ ہے کہ دوزخ میں کئی سال رہنے سے بھی اسکا کفارہ نہیں ہوگا۔ ہر گناہ کچھ مدت کے لئے دوزخ میں رہنے سے بخشا جاتا ہے مگر ریا کار آدمی اگر ابدالاباد تک بھی دوزخ میں رہے۔ تو بھی گناہوں کا داغ اسکے دامن سے دور نہیں ہوتا۔ ہفت و صد اور آب و آتش کا مقابلہ لطیف ہے۔
(۶) ترجمہ۔ میرے وصل کے باغ کا غنچہ اسکی نسیم سے کھلا۔ بلبل نے گلسرخ کی پنکھڑی پر خوشی کی
سوری ایک قسم کے سرخ پھول کا نام۔ ہر ایک قسم کے پھول کو اور گل لالہ کو جو سرخ ہو سوری کہتے ہیں۔

اسی مضمون پر غنی کشمیری کا شعر ہی۔

تا سر کہ پشیمانی دونان نچشیدم	دندان طمع کند نہ شد در دہن ما

حرف نؔ پر مشقِ نستعلیق کیلئے مکتبوں میں لڑکے یہ شعر لکھا کرتے تھے۔ (اب تو کاپی سلپوں کا رواج ہوگیا ہی)

دونان از دستِ دونانِ جہاں باشد سناں خوردن	سناں در سینہ خوردن بہ کہ از دونان دوناں خوردن

غزل (۶۷)

دوستاں دخترِ رز توبہ ز مستوری کرد	۱	شد بر محتسب و کار بدستوری کرد
آمد از پردہ بمجلس عرقش پاک کنید	۲	تا نگویند حریفاں کہ چرا دوری کرد
مژدگانی بدہ ای دل کہ دگر مطرب عشق	۳	راہ مستانہ زد و چارۂ مخموری کرد
جای آنست کہ در عقد وصالش گیرند	۴	دخترِ رز کہ بخم ایں ہمہ مستوری کرد
نہ بہفت آب کہ رنگش بصد آتش نرود	۵	آنچہ با خرقۂ زاہد میِ انگوری کرد
غنچۂ گلبنِ وصلم ز نسیمش بشگفت	۶	مرغ خوشخوان طرب از برگ گل سوری کرد

(۷)	حافظ افتادگی از دست مدہ زانکہ حسود عرض و مال و دل و دین در سر مغروری کرد	(۷)

(۱) ترجمہ۔ ای دوستو دخترِ رز (شراب) نے مستوری سے توبہ کی محتسب کے پاس گئی اور اجازت سے کام کیا۔

دستور بالفتح۔ رخصت۔ اجازت۔ لفظِ دستور کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہی (۱) قانون و قاعدہ۔ طرز و آئین (۲) رخصت اجازت (۳) وزیر امیر صاحب مسند۔

مطلب یہ ہی کہ شراب نے مستوری ترک کی یعنی پردہ سی نکل آئی اور محتسب کے پاس جاکر اپنی ترکِ مستوری کیلئے اجازت حاصل کی محتسب پر بھی گونہ حملہ ہی کہ اس نے شراب نوشی کی اور اسلئے عوام کو بھی اب شراب نوشی کی اجازت ہوگئی "توبہ ز مستوری کرد" سے مراد یہ ہی کہ شراب خم سی نکلکر جام میں آگئی ورنہ دخترِ رز سراپا مستی ہے۔ اس میں پہلے بھی مستوری کہاں تھی۔

(۸) | درین باغ از خدا خواہد دریں پیرانہ سر حافظ
نشیند بر لب جوئی و سروی در کنار آرد | (۸)

(۱) ترجمہ - دوستی کا درخت لگا کہ دل کا مقصد اسکا پھل ہو - دشمنی کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے کہ بیشمار رنج لاتا ہے
یعنی درختِ دوستی کا پھل متصدِل ہوتا ہی اور دشمنی کا درخت موجب رنج ہوتا ہی - اس لئے چاہیئے کہ تو دوستی کا درخت لگائے اور دشمنی کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے مطلب یہ ہی کہ دشمنی چھوڑ اور دوستی اختیار کر -
اخلاق و تمدن کا ایک نہایت قیمتی اصول ہی -
(۲) ترجمہ - جب تو اس خرابات (دنیا) کا مہمان ہی تو رندوں کے ساتھ عیش و عشرت سے وقت بسر کر کیونکہ اے جاناں اگر مستی خمار لائیگی تو تجھے دردسر ہوگا (دردسر کھینچے گا)
مطلب یہ ہی کہ دنیا ایک خرابات ہی اور اسکے مہمانوں کو مست زندگی بسر کرنی چاہی جسطرح شراب کا نشہ دور ہونے پر حالت خمار پیدا ہوتی ہی اور دردسر لاحق ہوتا ہی اسی طرح خرابات دنیا میں اگر آدمی رندانہ زندگی بسر نہ کرے اور مستی کو چھوڑ دے تو اسکو تکالیف کا سامنا ہوگا یعنی ہمیشہ مست رہنا چاہیے - تاکہ زندگی عیش و عشرت سے گذرے کیونکہ حالت خمار باعثِ سر درد ہوگی دیکھو الف ۱

	ہشیار زیستن نہ ز قانون حکمت است		در کارخانہ کہ بنائش ز غفلت است	

اسی مضمون پر ہے

	وہی مزے میں رہی جو یہاں خراب رہے		اس انجمن میں اشارہ ہی چشم ساقی کا	

(۳) ترجمہ - صحبت کی رات کو غنیمت جان اور خوشدلی کی داد دے کیونکہ آسمان بہت گردشیں کرتا ہی اور بہت رات دن پیدا کرتا ہے -
یعنی انقلابات دہر کی وجہ سے دن رات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے صحبت کی رات کو غنیمت سمجھ اور جہاں تک ہوسکے عیش سے رات بسر کر - ضروری نہیں کہ دوسری رات بھی شب وصل ہو -
(۴) ترجمہ - لیلی کا عماری دار جسکے حکم میں مہر و ماہ ہیں اے خدا اسکے دل میں یہ بات ڈال کہ مجنوں کی طرف بھی ہو کر گذرے
عماری محمل شتر منسوب بہ عمار جو اسکا واضع تھا در اصل میم مشدد ہی مگر عموماً بہ تخفیف میم استعمال ہوتا ہی - یہاں بھی میم مشدد نہیں -

سوُر بمعنے سرخ۔
بلبل پھول کے شگفتہ ہونے پر خوش ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میری وصل کا غنچہ معشوق کی نسیم سے شگفتہ ہوکر پھول ہوگیا یعنی انتظار کے بعد معشوق کے آنے پر وصل نصیب ہوا۔ میں بھی مرغ خوشخوان کیطرح گل وصال کے شگفتہ ہونے پر خوش ہوں۔ لفظ سوُر بمعنے طرب و خوشی بھی استعمال ہوتا ہے لہذا طرب و سوری کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ ای حافظ عاجزی نہ چھوڑ کیونکہ حاسد نے مال دل اور دین کے ننگ و ناموس کو مغروری کی وجہ سے برباد کردیا

عرض تکبر۔ ناموس۔ آبرو۔ **درسر کردن** ۔ برباد کرنا (محاورہ ہے) غیاث اللغات

حاسد سے مراد یہاں شیطان ہے جس نے بوجہ حسد حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ نہ کیا اور غرور کی وجہ سے ملعون ہوا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

بزندان لعنت گرفتار کرد	تکبر عزازیل را خوار کرد

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۔ ۵ (بقرہ) یعنی جب ہمنے فرشتوں کو کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے قبول نہ کیا۔ اور تکبر کیا اسلئے وہ کافرونکے گروہ میں ہوا۔

غزل (۶۸)

درخت دوستی بنشاں کہ کام دل ببار آرد	۱	نہال دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد
چو مہمان خراباتی بعشرت باش بارنداں	۲	کہ دردسر کشی جاناں گرت مستی خمار آرد
شب صحبت غنیمت داں و داد خوشدلی بستاں	۳	بسی گردش کند گردوں بسی لیل و نہار آرد
عماری دار لیلی را کہ مہد ماہ در حکم ست	۴	خدایا در دل اندازش کہ بر مجنوں گذار آرد
بہار عمر خواہ ای دل و گرنہ ایں چمن ہر سال	۵	چو نسریں صد گل آرد بار و چوں بلبل ہزار آرد
خدارا چوں دل ریشم قراری بستہ بازلفت	۶	بفرمان لعل نوشیں را کہ جاں را بر قرار آرد
زکار افتادہ ای دل کہ صد من بار غم داری	۷	برو یک جرعہ می در کش کہ در حالت بکار آرد

غزل ۶۹

دوش از جناب آصف پیک بشارت آمد	۱	کز حضرت سلیمان عشرت اشارت آمد
خاک وجود ما را از آب دیده گل کن	۲	ویران سرای دل را گاه عمارت آمد
این شرح بی نهایت کز حسن یار گفتند	۳	حرفیست از هزاران کاندر عبارت آمد
عیبم بپوش زنهار ای خرقه می آلود	۴	کان پاک دامن اینجا بهر زیارت آمد
امروز جای هر کس پیدا شود ز خوبان	۵	کان ماه مجلس آرا اندر صدارت آمد
بر تخت جم که تاجش محراب آفتاب است	۶	همت نگر که موری با این حقارت آمد
از چشم شوخش ای دل ایمان خود نگهدار	۷	کان جادوی کمان کش بر عزم غارت آمد
دریاست مجلس شاه دریاب وقت و دریاب	۸	هان ای زیان رسیده وقت تجارت آمد

(۹) آلوده تو حافظ فیضی ز شاه درخواه
کان عنصر سماحت بهر طهارت آمد (۹)

غزل ہذا کا مضمون مسلسل ہی۔ وعدہ وصال کی خوشخبری بیان کرکی محبوب کی جلوہ آرائی اور مسند صدارت پر تشریف فرمائی کا نقشہ کھینچا ہی اور پھر اپنے دل کو بزم وصال سے مستفیض ہونیکی ہدایت کی ہی۔ آصف حضرت سلیمان کی وزیر کا نام تھا۔ خواجہ صاحب نے اپنے کلام میں سلطان قطب الدین کی وزیر عماد الدین ابن محمود کو جابجا آصف عہد کہا ہی اس غزل کی مطلع میں اگر کسی بادشاہ وقت اور اسکے وزیر سے مراد نہ لی جائے تو سلطان حقیقت اور اسکے وزیر کیطرف اشارہ ہوسکتا ہی۔ خواجہ صاحب نے یہ غزل بھی شرح صدر کی کسی خاص حالت میں لکھی ہی

(۱) ترجمہ - کل جناب آصف سے خوشخبری کا قاصد آیا (اور کہا) کہ حضرت سلیمان سے عشرت کا اشارہ ہوا ہی۔ وعدہ وصال کی امید دلائی گئی ہی

(۲) ترجمہ - ہمارے وجود کی خاک کو شراب کے پانی سے گوندھ - دل کے ویران مکان کی تعمیر کا وقت آیا ہی۔ خواجہ صاحب پہلے کئی دفعہ بیان کرچکے ہیں کہ حضرت انسان کی خاک شراب محبت سے گوندھی گئی

مطلب یہ ہے کہ اے خدا لیلی کی عماری دار یعنی شتربان کے دل میں رحم ڈال کہ وہ مجنوں کیطرف ناقہ کو لی چلے۔ چونکہ عماری کے اندر لیلی ہے اسلئے کہا ہے کہ چاند اور سورج اسکے حکم میں ہیں گو یا لیلی کو جدہر چاہے لیجا سکتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل عمر کی بہار (زمانہ شباب) کو غنیمت جان ورنہ یہ باغ ہر سال نسرین کیطرح سو پھول نکالتا ہے اور بلبل کیطرح ہزار ہا پرندے پیدا کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ باغ میں ہر سال سینکڑوں نئے پھول اور ہزاروں نئی بلبلیں ہوتی ہیں۔ اسلئے چاہئے کہ موسم بہار یعنی زمانہ شباب کو ضائع نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگلے سال پھر نئے پھول ہونگے اور نئی بلبلیں۔ نئے معشوق ہونگے اور نئے عاشق۔ ہمارا شباب ایکدفعہ جاکر پھر نہیں آئیگا۔

یہ چمن یونہی رہیگا اور ہزاروں جانور	اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائینگے

بلبل اور ہزار میں صنعت ایہام ہے

(۶) ترجمہ۔ خدا کے لئے جب میرے زخمی دل نے تیری زلف سے قرار باندھا ہے تو اپنے لب شیریں کو حکم دے کہ جان کو قرار بخشے یعنی جب میرے دل نے تیری زلف سے عہد و پیمان باندھا ہے اور اسیر رہنے کا وعدہ کیا ہے تو برائے خدا تو بھی اپنے لب شیریں کا بوسہ دیکر میری جان کو قرار اور آرام بخش۔ قرار اور قرار میں صنعت تجنیس ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے دل تو از کار رفتہ ہوگیا ہے کہ غموں کا سومن بوجھ اٹھایا ہے۔ جا اور ایک گھونٹ پی تاکہ ابھی تجھے برقرار کر دے۔

یعنی اے دل تو بیقرار ہوگیا ہے اور غمگین ہے جا شراب پی کہ تجھے قرار و آرام حاصل ہو۔ درحال یعنی ابھی، فوراً۔ غم اور شراب کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۱/۳ ت ۱۲/۴ ت ۱/۷ ت ۴۵/۹ ت ۴۵/۱۱ ت ۵/۷ ت ۱۲/۳ ب ۹۲/۵ د ۶/۱-۲-۳ د ۲۹/۲ د ۵۸/۱

(۸) ترجمہ۔ اس باغ میں حافظ اس پیرانہ سری میں خدا سے چاہتا ہے کہ نہر کے کنارے پر بیٹھے اور کوئی سرو قد معشوق اسکی بغل میں ہو۔

باغ۔ لب جو اور سرو و کنار کی رعایت ظاہر۔ پیرانہ سالی اور عشق کے متعلق مولانا جامیؒ فرماتے ہیں

اگرچہ موئے من اکنوں چو شیر است	ہنوز آں ذوق شیرم در خمیر است
پیری و جوانی نیست چوں عشق	دمد بر من دما دم ایں فسون عشق
کہ جامی چوں شدی در عاشقی پیر	سبکروحی کن و در عاشقی میر

یعنے ہمارے محبوب سے پہلے ہر ایک حسین اپنے آپ کو صدر نشین بتاتا تھا آج ہمارا مجلس آرا محبوب محفل میں آگیا ہی اور کرسی صدارت پر بیٹھ گیا ہی۔ باقی حسین جلے قدمرا تبہ ہم اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جائینگے اور انکی حیثیت معلوم ہوجائے گی۔

صبح کو خورشید جب نکلا تو مطلع صاف تھا		رات محفل میں ہر اک مہ پارہ گرم لاف تھا
پیشِ خورشید محال است کہ پیدا آیند		اخترانے کہ بہ شب در نظرِ ما آیند

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۴۴

سعدی	جہاں سر بہ جلیب عدم در کشد		چو سلطانِ عزت علم بر کشد

(۶) ترجمہ۔ سلیمان کے تخت پر کہ جس کا تاج آفتاب کا محراب ہے۔ ہمت دیکھو کہ چیونٹی باوجود اتنی حقیر ہونے کے آگئی۔
جم یا جمشید۔ لفظ جم مطلق بمعنی بادشاہ بھی استعمال ہوتا ہی اور مختلف قراین کے ساتھ مختلف بادشاہوں کے لئے آتا ہی۔ اگر لفظ خاتم و نگین۔ اسپ و تخت۔ باد و زمین مور و ماہی و طیور وغیرہ کے ساتھ آئے تو مراد حضرت سلیمان علیہ السلام۔ اگر لفظ سد و آئینہ اور آب حیات وغیرہ کے ساتھ آئے تو مراد سکندر۔ اگر جام و شراب اور بزم و جشن۔ نوروز اور اسی قسم کے الفاظ کے ساتھ آئے تو جمشید بادشاہ سے مراد ہوگی
شعر کا مطلب یہ ہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنکا تاج سورج کا محراب تھا یعنی نہایت عالیقدر اور بلند مرتبہ بادشاہ تھے انکے تخت پر ایک حقیر چیونٹی چڑھ آئی ہے۔ اس چیونٹی کی عالی ہمتی دیکھو۔ مور و سلیمان کی رعایت ظاہر ہے۔ علو ہمت کی ترغیب و تعلیم ہے۔

(عرفی)	شوقِ طیران میکشد ارباب ہمم را		دانم نرسد ذرہ بخورشید ولیکن

(۷) ترجمہ۔ اے دل اسکی شوخ آنکھ سے اپنے ایمان کو بچا کیونکہ وہ کمان کش جادوگر غارت کے ارادہ پر آیا ہی۔
جادوئے کمان کش سے مراد آنکھ۔ کمان کش بلحاظِ کمانِ ابرو کہا ہی۔
(۸) ترجمہ۔ بادشاہ کی مجلس دریا ہی وقت کو غنیمت سمجھ اور موتی حاصل کر اے نقصان رسیدہ اب تجارت (منافع) کا وقت آیا
یعنے بادشاہ کی مجلس دریائے فیض ہے اس سے گوہر ہائے مقصود حاصل کر اور منافع حاصل کرکے پچھلے نقصانوں کی تلافی کر
مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں پہلا مصرعہ اسطرح ہی "دریاست مجلس شاہ دریاب و وقت بشناس" ہے
مولف نے جو نسخہ اختیار کیا ہی وہ ایک قلمی دیوان کا ہی
(۹) ترجمہ۔ اے حافظ تو آلودہ ہی بادشاہ سے فیض طلب کر کیونکہ وہ جوان مردی کا عنصر طہارت کے لئے آیا۔
عنصر بضم اول و ثالث بمعنی اصل۔ بنیاد۔ طبیبوں کے نزدیک خاک و باد و آب و آتش مراد ہے

ظہیر فاریابی نے کہا ہے۔

تخم مرا بمزرعہ عشق کشتہ اند	خاکِ مرا بآب محبت سرشتہ اند

خواجہ صاحب اپنی دل ویران کی عمارت کو شراب محبت پر منحصر سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہماری خاک کو آب بادہ سے گل کرو۔

(۳) ترجمہ۔ حسن یار کی جو بے انتہا شرح لوگ بیان کر چکے ہیں وہ ہزار میں سے ایک حرف ہے جو تحریر و تقریر میں آیا یعنے محبوب مطلق کی تعریف میں اگرچہ ہزارہا دفتر لکھے گئے لیکن اب تک ہزار میں سے ایک حرف ادا ہوا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

ما ہمچناں در اولِ وصف تو ماندہ ایم	دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر

اسی مضمون پر ہے۔

یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد	فضل خدا را کہ تواند شمار کرد

قرآن شریف سورہ لقمان میں ہے۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ۔ یعنی زمین میں جتنے درخت ہیں اگر ان کی قلم بنائے جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں اور ان سمندروں پر سات اور سمندر بڑھا دئے جائیں تو بھی کلماتِ خدا کو تحریر نہیں کر سکتے

(۴) ترجمہ۔ ای خرقہ سے آلودہ میرے عیب ضرور ڈھانپ دے کیونکہ وہ پاکدامن اس جگہ زیارت کیلئے آیا ہے۔ خرقہ ایک عیب پوش جامہ ہے زاہدوں کی عیب پوشی پاک و صاف خرقہ سے ہوتی ہے اور رندوں کی عیب پوشی خرقہ مے آلودہ سے۔

مطلب یہ ہے کہ وہ پاکدامن تشریف فرما ہوا ہے۔ اے خرقہ مے آلودہ میری عیب پوشی کر قاعدہ ہے کہ کسی محترم اور معزز شخص کے آنے پر آدمی اپنے جامہ کو پاک صاف کر دیتا ہے اور اپنے ظاہری اور باطنی عیوب کو پوشیدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خواجہ حافظ کے پاس صرف خرقہ مے آلودہ ہے۔ وہ اسی سے اپنی عیب پوشی کرنا چاہتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ آج حسینوں میں سے ہر ایک کی جگہ (حیثیت) معلوم ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ ماہِ مجلس آرا صدر نشین ہوا ہے

یعنے اب میں شراب عشق پی کر مست ہوگیا ہوں۔ ہوش و حواس اور صبر و سکون جاتے رہے ہیں۔ پہلی سی حالت نہیں جب کہ مجھے تمکنت اور عقلمندی کا دعوےٰ تھا۔

(۳) ترجمہ۔ شراب صاف ہوئی اور مرغانِ چمن مست ہوگئے۔ عاشقی کا موسم آگیا ہی اور کاروبار عشق مستحکم ہوگئے ہیں

یعنے عین شوق اور جذبہ عشق کا وقت ہی۔

(۴) ترجمہ۔ جہاں کے طور و وضع سے میں بہبودی کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ پھول خوشی لایا اور بادِ صبا خرم و شادآئی موسم بہار ہی پھول کھلے ہیں بلبل کو خوش وقتی کی امید ہی۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق کو وصل کی امید ہی قرائن خوشگوار ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے ہنر کی عروس زمانہ کی شکایت نہ کر۔ حسن کے حجلہ کو آراستہ کر کہ شوہر آیا۔

حجلہ۔ دلہن کا خاص مکان۔ داماد۔ معنی نوکتخدا تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعرت ۱/ہ

ہنر کے قدردان جہاں میں کم ہوتے ہیں اس لئے اہل ہنر ہمیشہ زمانہ سے شاکی رہتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے موسم کی خوشگواری اور ایام کی موافقت پر غزل لکھی ہی عروس ہنر کو بھی امید دلاتے ہیں کہ مایوس نہ ہو اور شکایت نہ کر حجلہ آراستہ کر کہ داماد آیا ہی۔ یعنی قدردان پیدا ہوگئے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اے یوسفِ مصر زلیخا پر ظلم روا نہ رکھ۔ کیونکہ یہ تمام ستم اس پر بوجہ عشق کے ہوئے۔

یعنے مظلومِ عشق ہی اس پر رحم کر۔

(۷) ترجمہ۔ تمام نباتاتی معشوقوں نے زیور پہنا ہی۔ ہمارا معشوق ہی جو حسنِ خداداد لے کر آیا ہے۔

یعنے گل و سنبل۔ لالہ و ریحان نرگس و نسترن وغیرہ تمام نباتاتی معشوقوں نے زیور پہن کر اپنے آپ کو خوبصورت بنایا ہی۔ ہمارے معشوق کا حسن وابستہ زیور نہیں اس کا حسن خداداد ہی خواجہ صاحب نے اپنے معشوق کا حسینانِ چمن سے مقابلہ کیا ہے

بزیورہا بیارائند وقتی خوبرویاں را	تو سیمیں تن چناں خوبی کہ زیورہا بیارائی

(۸) ترجمہ۔ جو درخت تعلق رکھتے ہیں وہ زیر بار ہیں۔ سرو خوش ہی جو بندِ غم سے آزاد ہے

سرو۔ اس درخت کا پھل نہیں ہوتا سیدھا اور اونچا چلا جاتا ہی۔ سو کھنے کی قید سے آزاد ہی ہمیشہ تازہ و سرسبز رہتا ہی اس لئے سرو آزاد کہتے۔ سرو آزاد سرو کی ایک خاص قسم کا نام ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ پھل والے درخت ہمیشہ زیر بار ہوتے ہیں اور باردار شاخ اسی تعلق کی وجہ سے ہمیشہ جھکی رہتی ہی۔ سرو چونکہ بار و بر کے تعلق سے آزاد ہی اس لئے بندِ غم سے آزاد ہی اور آزاد کہلاتا ہی۔

سماحت - جوانمردی - وجہ تسمیہ یہ کہ سمع بمعنے سہل و آسان ہو - سماحت بمعنے سہل گیری - جب تک کسی کام کو آسان نہ سمجھیں اسکا پورا کرنا مشکل ہو -

مطلب یہ ہو کہ ہمارا بادشاہ (معشوق یا ممدوح) جوانمردی کا عنصر ہے یعنی اصل و بنیاد جوانمردی ہی وہ طہارت یعنی پاک کرنے کے لئے آیا ہو تو بھی گناہوں سے آلودہ ہو اسکی فیض کی طلب کر کہ تجھے بھی پاک کردے -

غزل (۷۰)

در نمازم خم ابروی تو چوں یاد آمد	۱	حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد
از من اکنوں طمع صبر و دل و ہوش مدار	۲	کان تحمل کہ تو دیدی ہمہ بر باد آمد
بادہ صافی شد و مرغان چمن مست شدند	۳	موسم عاشقی و کار بہ بنیاد آمد
بوی بہبود ز اوضاع جہاں می شنوم	۴	شادی آورد گل و باد صبا شاد آمد
ای عروس ہنر از دہر شکایت منمای	۵	حجلہ حسن بیارای کہ داماد آمد
بر زلیخا ستم ای یوسف مصری مپسند	۶	زانکہ از عشق بر او ایں ہمہ بیداد آمد
دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند	۷	دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد
زیر بارند درختاں کہ تعلق دارند	۸	ای خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

(۹)	مطرب از گفتہ حافظ غزلی نغز بخواں تا بگویم کہ ز عہد طربم یاد آمد	(۹)

(۱) ترجمہ - نماز میں مجھے تیری ابرو کا خم یاد آیا - ایسی حالت طاری ہوئی کہ محراب بھی فریاد کرنے لگا -

عاشقوں کا محراب خم ابروئے جاناں ہوتا ہی - نماز میں جب عاشق کو خم ابروئے معشوق یاد آیا یعنی عین حضوری کی حالت ہوئی - تو ایک خاص وجد کی کیفیت اس پر طاری ہوئی - جسکا اثر محراب پر بھی ہوا - وجد کی حالت میں ہر ایک چیز حالتِ وجد میں نظر آتی ہے -

(۲) ترجمہ - اب مجھ سے صبر - دل اور ہوش کی امید نہ رکھ - وہ تحمل جو تو نے دیکھا تھا برباد ہو گیا -

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری جب صخرہ نام دیو کے قبضہ میں آگئی۔ تو آپ سلطنت سے محروم ہو گئے اور اربعہ عناصر پر انکی حکومت نہ رہی لیکن جس شخص کا دل ہی خاتم سلیمانی کے اوصاف رکھتا ہو اسکے لئے کسی انگشتری کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ یہاں جام جم سے مراد جام جہاں نما ہے لفظ جم بلحاظ قرائن مختلف بادشاہوں کے نام کے لئے آسکتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ گدا اگر قلی کے خط و خال کو دل کا خزانہ نہ دے۔ بلکہ کسی شاہ وش محبوب کے ہاتھ میں دے کیونکہ وہ اسکی عزت و احترام سے رکھے گا۔

یعنی معشوقان ظاہری کے خط و خال پر دل نہ دے۔ وہ محبوب حقیقی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے شاہ کے مقابلہ میں گدا وہ تیرے دل کی قدر نہیں کرینگے سلطان عزت یعنی معشوق حقیقی کو دل دے وہ اسکی عزت کریگا۔

(۳) ترجمہ۔ ہر ایک درخت موسم خزاں کی جفا کا متحمل نہیں ہو سکتا میں سرو کی ہمت کا غلام ہوں جسمیں یہ طاقت ہے قدم داشتن۔ ثابت اور پائدار رہنا۔ پاؤں جمائے رکھنا۔ ثابت قدم ہونا۔

سرو پر خزاں و بہار کا کچھ اثر نہیں ہمیشہ سرسبز اور تازہ رہتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر ایک شخص انقلاب دہر کو برداشت نہیں کر سکتا سرو آزاد کیطرح صرف آزاد لوگوں پر ہی دنیا کی رنج و راحت کا اثر نہیں ہوتا اور ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہتے ہیں اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۱/۲

(۴) ترجمہ۔ اب ایسا موسم آیا ہے کہ خوشی سے نرگس مست کی طرح جس شخص کے پاس بھی چند درم ہونگے پیالہ کے پاؤں پر رکھدیگا۔

یعنے موسم بہار آیا ہے اور ہر ایک میخوار جسکے پاس کم و بیش کچھ نقد ہوگا وہ اس نقد کے عوض جام شراب خریدیگا۔ نرگس مست کی مثال اسواسطے دی ہے کہ نرگس کا پھول پیالہ کی شکل ہوتا ہے اور اسکی پنکھڑیاں گویا درم ہیں جو اس نے پیالہ کے نیچے رکھی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ پھول کیطرح اب شراب کی قیمت میں زر (خرچ کرنے) سے دریغ نہ کر۔ ورنہ عقل کل تجھ سے عیبوں سے متہم کریگا۔

عقل کل سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے شراب پر زر صرف کرو جسطرح موسم بہار میں پھول صرف زر سے دریغ نہیں کرتا (پھول جب کھل جاتا ہے تو اسکے اندر سے ایک زرد مادہ نکلتا ہے۔ جسے زر گل کہتے ہیں) اگر اس موسم میں تو بہا کے

شیخ ابراہیم ذوق شاخ پر ثمر کے ساتھ سروِ آزاد کو بھی گرفتار بتاتے ہیں۔

توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی	دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے
ہے سرو بھی پابند غم بے ثمری میں	کہتے ہیں گرفتار کو آزاد غضب ہے

فی الحقیقت فنا تعلق میں قیدِ تعلقات سے پوری آزادی ممکن نہیں۔

از گرفتارانِ این گلشن چہ می پرسی کہ من	ہیچ سرو آزادگان را پای در گل دیدہ ام

(۹) ترجمہ۔ اے مطرب حافظ کی کلام سے کوئی اچھی غزل پڑھ تا کہ میں کہوں کہ مجھے زمانہ طرب یاد آیا۔
یعنے حافظ کی کوئی غزل سنا تا کہ خوشی کا زمانہ یاد آئے۔ حافظ کے کلام میں بیشک یہ اثر موجود ہے۔

غزل (۱۷)

دلی کہ غیب نمایست جام جم دارد	۱	ز خاتمی کہ ازو گم شود چہ غم دارد
بخط و خال گدایان مدہ خزینۂ دل	۲	بدست شاہ وشی دہ کہ محترم دارد
نہ ہر درخت تحمل کند جفای خزان	۳	غلام ہمت سروم کہ این قدم دارد
رسید موسم آن کز طرب چو نرگس مست	۴	نہد بپای قدح ہر کہ شش درم دارد
زر از بہای می اکنون چو گل دریغ مدار	۵	کہ عقل کل بصدت عیب متہم دارد
ز سر غیب کس آگاہ نیست قصہ مخوان	۶	کدام محرم دل رہ درین حرم دارد
دلم کہ لاف تجرد زدی کنون صد شغل	۷	ببوی زلف تو با باد صبحدم دارد
مراد دل ز کہ جوییم کہ نیست دلداری	۸	کہ جلوۂ نظر و شیوۂ کرم دارد

(۹)	ز جیب خرقہ حافظ چہ طرف بتوان بست کہ ما صمد طلبیدیم و او صنم دارد	(۹)

(۱) ترجمہ۔ جو دل غیب نما ہو وہ جام جم رکھتا ہے اس انگشتری کا جو اس سے گم ہو جائے اسے کیا غم ہے۔
جس شخص کا دل محرمِ اسرارِ حقیقت ہو وہ گویا جام جہاں نما رکھتا ہے وہ کسی انگشتری پر منحصر نہیں۔

ہمیں کیا حاصل ہوسکتا ہی درحقیقت زاہدانِ ریاکار پر حملہ ہی جو خرقہ پارسائی کے اندر بت چھپا کر رکھتے ہیں یعنی بظاہر پارسا اور حقیقت میں نامنزا ہوتے ہیں ۔

واقف ہیں زاہدانِ ریائی سے خوب ہم		کلمہ بتوں کا پڑھتے ہیں قرآن بغل میں ہے

غزل (۷۲)

دست از طلب ندارم تا کام من برآید	۱	یا جان سد بجانان یا جان ز تن برآید
بگشای تربتم را بعد از وفات و بنگر	۲	کز آتش درونم دود از کفن برآید
بنمای رخ کہ خلقے والہ شوند و حیران	۳	بگشای لب کہ فریاد از مرد و زن برآید
جان بر لب ست و حسرت در دل کہ از لبانش	۴	نگرفتہ ہیچ کامی جان از بدن برآید
از حسرت دہانش جانم بہ تنگ آمد	۵	خود کام تنگدستاں کی زان دہن برآید
گفتم بخویش گز زوی برگیر دل دلم گفت	۶	کاریست این کو باخویشتن برآید
ہر یک شکن ز زلفت پنجاہ شست دارد	۷	چون این دل شکستہ با آن شکن برآید
بر بوی آنکہ در باغ آید گلی چو رویت	۸	آید نسیم و ہر دم گرد چمن برآید
ہر دم چو بیوفایان نتوان گرفت یاری	۹	ماییم و آستانش تا جان ز تن برآید
برخیز تا چمن را از قامت قیامت	۱۰	ہم سرو در برآید ہم نارون برآید

(۱۱) گویند ذکر خیرش در خیل عشقبازان
ہر جا کہ نام **حافظ** در انجمن برآید (۱۱)

(۱) ترجمہ ۔ میں طلب سے ہاتھ نہیں ہٹاؤنگا جب تک کہ میرا مقصد حاصل نہ ہو ۔ یا جان معشوق تک پہنچ جائیگی یا جان تن سے نکل جائیگی ۔

جد و جہد اور سعی و استقلال کی تعلیم ہے فرماتے ہیں کہ جبتک میرا مقصد حاصل نہیں ہوگا میں دستِ طلب کو کوتاہ نہیں کرونگا اسی طلب میں یا مرجاؤنگا یا محبوب تک پہنچ جاؤنگا ۔

شراب میں صرف زر سے دریغ کریگا۔ تو عقل کل کے نزدیک تو مجرم ہوگا یا عقل تجھے احمق قرار دیگی۔ ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب شراب عشق کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ غیب کے اسرار سے کوئی آدمی واقف نہیں باتیں نہ بنا۔ کون ایسا محرم دل ہے جسکو اس حرم میں رتبہ ملا ہو۔ خواجہ صاحب مدعی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تو فضول قصے بیان نہ کر۔ اسرار حقیقت کی حرم میں کسی اہل دل کو دخل نہیں۔

نور حیرت در شب اندیشۂ اوصاف تو	بس ہمایون مرغ عقل از آشیان انداختہ

(۷) ترجمہ۔ میرا دل جو آزادی کی لاف زنی کرتا تھا اب تیری زلف کی خوشبو کیلئے باد صبحدم کے ساتھ شغل رکھتا ہے۔ یعنی میرا دل پہلے آزاد تھا اور بے تعلقی کا دعوی کرتا تھا اب تیرے عشق میں قاصد صبا کا محتاج ہے کہ شاید کبھی وہ تیری زلف کی خوشبو مجھ تک پہنچائے۔ مولانا حالی مرحوم عشق کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

اک دسترس سے تیری حالی بچا ہوا تھا۔	اسکے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کے چھوڑا

(۸) ترجمہ۔ میرا پڑ دل کی مراد کس سے ڈھونڈوں کہ کوئی ایسا دلدار نہیں جو جلوۂ نظر اور شیوۂ کرم رکھتا ہو۔ یعنے کوئی معشوق عاشق پر نظر التفات نہیں کرتا اور کسی دلدار میں شیوہ کرم نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ کے خرقہ کی جیب سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے کہ ہم نے صمد کی طلب کی اور اسکے پاس صنم ہے۔

جیب۔ عرب میں اول سینہ کو اور دل کو بھی کہتے تھے۔ پھر گریبان کو کہنے لگے کہ سینہ پر ہوتا ہے بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ جوب بمعنے قطع ہے گریبان کترا ہوا ہوتا ہے اس لئے اسکا نام جیب رکھا عرب کے لوگ جبہ یا کرتہ کے گریبان میں ایک تھیلی ٹانگ کر اس میں چیز رکھ لیا کرتے تھے۔ مدت کے بعد اسی کا نام جیب ہوگیا۔ فارس میں وہ تھیلی گریبان سے ڈھلک کر کمر کے نیچے آگئی اور نام وہی جیب رہا۔ تماشا یہ کہ اب گھڑی کے شوقینوں نے چھاتی کی بائیں طرف جگہ دی اور کوٹ پتلون والوں نے کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ پھر بھی وہی جیب ہے اور عرب میں جیب وہی گریبان ہے (سخندان فارس) صمد۔ بفتحتین۔ مہتر۔ بے نیاز۔ بلند۔ دائم۔ جسے بھوک پیاس نہ ہو۔ جس کی حاجت روائی کی درخواست کی جائے۔ ایسی ذات کہ جو چاہے کرے۔ جسکی کیفیت کی اطلاع سے عقل ناامید ہو۔ خدا کا نام۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ حافظ کی خرقۂ زہد میں تو صنم رکھے ہوئے ہیں اور ہم خدا کے طالب ہیں۔ وہاں سے

یں صنعت ایہام ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اس امید پر کہ تیری چہرہ کی طرح کوئی پھول باغ میں آئے نسیم آتی ہی اور ہر وقت چمن کے گرد پھرتی ہے۔

یعنی نسیم باغ میں آکر ادہر ادہر اسلئے پھرتی ہی کہ تیرے چہرہ کیطرح کوئی پھول اسی باغ میں نظر آئے۔

(۹) ترجمہ۔ بیوفاؤں کیطرح ہر وقت ایک (دنیا) معشوق نہیں بنا سکتے۔ ہم ہیں اور اسکا آستانہ جتنے کہ بدن سے جان نکل جائیگی۔

یعنی جب تک زندہ ہوں اپنے معشوق کے دروازہ پر پڑا ہوں بیوفالوگوں کی طرح روز نئے معشوق نہیں بنا سکتا

بعض قلمی دیوانوں میں یہ شعر نہیں ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اٹھ تا کہ باغ کو تیری قیامت جیسے قد سے سرو بھی بغل میں آجائے اور ناروِن بھی مل جائے۔

ناروِن۔ بفتح واو۔ انار کی ایک قسم جسے گلنار فارسی کہتے ہیں۔ اسکے پھول میں پنکھڑیاں بیشمار ہوتی ہیں نہایت سرخ ہوتا ہی اور جسامت میں گلِ سرخ کے برابر ہوتا ہی اکثر شاخ اندام۔ پربرگ اور سایہ دار درخت کا نام بھی ہی۔

صاحب بہار عجم نے لکھا ہی کہ ناروُن بضم واو مبدل نارین کا ہی یعنی درخت انار۔

شعر کا مطلب یہ ہی کہ تو باغ میں آتا کہ باغ کو سرو اور ناروِن ہر دو مل جائیں (سرو و ناروِن سے باغ کی زینت ہوتی ہی) سرو بوجہ قامت اور ناروِن بوجہ گلِ رخسار۔

(۱۱) ترجمہ۔ جب حافظ کا نام مجلس میں آتا ہی تو عاشقوں کے گروہ میں ذکرش بخیر کہتے ہیں۔

یعنے جب مجلس میں حافظ کا ذکر ہوتا ہی تو عاشق کہتے ہیں کہ "یادش بخیر" یا "ذکرش بخیر" صرف ایسی آدمی کے نام پر کہا جاتا ہی۔ جو عزیز و محترم ہو۔ خواجہ صاحب کا مدعا یہ ہی کہ حلقۂ عشاق میں مجھے برگزیدہ خیال کیا جاتا ہی۔

غزل (۴۳)

در ازل ہر کو بفیضِ دولت ارزانی بود	۱	تا ابد جامِ مرادش ہمدمِ جانی بود
من ہمان ساعت کہ از مے خواستم شد توبہ کار	۲	گفتم این شاخ ار دہد باری پشیمانی بود
خود گرفتم کافگنم سجادہ چون سوسن بدوش	۳	ہمچو گل بر خرقہ رنگِ مے مسلمانی بود
خلوتِ ما را فروغ از عکسِ جامِ بادہ باد	۴	زانکہ کنجِ اہلِ دل باید کہ نورانی بود

(۲) ترجمہ ۔ میرے مرنے کے بعد میری قبر کو کھول اور دیکھ کہ میرے دل کی آگ کا دھواں کفن سے نکلے گا ۔

بجھنے کی آگ دل کی نہیں زیرِ خاک بھی	ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

نیاز بے نیاز کا شعر ہے ۔

سرو سامانِ وجودم شررِ عشق بسوخت	زیرِ خاکسترِ دل سوزِ نہانم باقیست

(۳) ترجمہ چہرہ دکھا کہ ایک خلقت شیدا اور حیران ہو جائے ۔ لب کھول کہ مرد و زن فریاد کرنے لگیں ۔

(۴) ترجمہ ۔ جان لب پر ہے اور دل میں حسرت ہے کہ اسکے بوں سے ۔ کوئی مقصد حاصل کئے بغیر جان بدن سے نکلی جائے ۔

یعنی مرتے وقت یہ حسرت ہے کہ تیرے لب لعل کا بوسہ لئے بغیر جا رہا ہوں ۔

(۵) ترجمہ ۔ اسکے دہن کی حسرت سے میری جان تنگ ہو گئی ۔ تنگدستوں کا مقصد اس دہن سے حاصل ہی کب ہو سکتا ہے ۔

معشوق کے تنگ دہن کو بوسہ کی حسرت میں میری جان تنگ ہو گئی ظاہر ہے کہ تنگدست اور نادار شخص کو دہن معشوق کا بوسہ نصیب نہیں ہو سکتا ۔ دہن کی تنگی سے جان کا تنگ ہونا اور جان کی تنگی ہونے سے اسکا تنگدست بننا اور اسلئے اسکا محروم ہونا بیان کیا ہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ میں نے اپنے آپسے کہا کہ اس سے دل اٹھا لے میرے دل نے جواب دیا کہ یہ اس شخص کا کام ہے جو اپنے آپ میں ہو ۔

باخویشتن بر آمدن ۔ اپنے آپ میں ہونا ۔ ہوش میں ہونا ۔ اپنے اختیار میں ہونا ۔ باخود بر نیامدن بمعنی بے اختیار ہونا ۔ اپنے آپے میں نہ رہنا ۔

مطلب یہ ہے کہ میں چاہتا تھا کہ عشق سے باز آؤں اور اپنا دل معشوق سے اٹھاؤں مگر دل نے کہا کہ ہمارا اختیار ہی کیا ہے ۔ دل وہ اٹھائے جسکا دل اپنے قابو میں ہو تم بے اختیار ہو کچھ نہیں کر سکتے ۔ حاصل کلام یہ کہ دل معشوق کے قبضہ میں ہے ۔ عاشق کیا کر سکتا ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ تیری زلف کی ہر ایک شکن پچاس حلقۂ کمند رکھتی ہے میرا شکستہ دل اس شکن کے ساتھ کسطرح مقابلہ کرے ۔

شست ۔ بالفتح ۔ (۱) نام عدد معروف جسکو برائے دفع شبہ معانی دیگر شصت بصاد مہملہ لکھتے ہیں ۔ ساٹھ ۶۰ ۔ (۲) نشتر حجام (۳) تار ساز (۴) حلقۂ زلف (۵) زنار (۶) صیغہ ماضی مخفف نشست (۷) گرفت سوفار تیر (۸) مچھلی پکڑنے کا کانٹا (۹) مضراب ساز (۱۰) حلقۂ کمند ۔ **بر آمد** ۔ از مصدر بر آمدن اوپر چڑھنا ۔ غالب آنا ۔ مقابلہ کرنا ۔ ترقی پانا ۔

مطلب یہ ہے کہ تیری زلف کی ہر شکن میں کئی کمندیں ہیں میرا شکستہ دل اسکا کیا مقابلہ کر سکتا ہے لفظ پنجاہ دشست

کی طرح خرقہ شراب سرخ سے رنگین ہے اسے کیا کروں۔ سجادہ بدوش تکبر پرہیزگار تو نظر آؤنگا لیکن خرقہ پر شراب کے
داغ تو کوئی مسلمانی کی علامت نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بظاہر مسلمان تو بنوں لیکن اپنی بد کرداریوں کو کسطرح
چھپاؤں حقیقت میں سجادہ بدوش اور می نوش بزرگوں یعنے ریاکار لوگوں کی حالت کا خاکہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ ہماری خلوت میں شراب کے پیالہ کے عکس کی روشنی ہونی چاہیے کیونکہ اہل دل کا گوشہ کو نورانی ہونا چاہیے
یعنے اہل دل جس گوشہ تنہائی میں بیٹھے وہ نورانی ہونا چاہیے۔ اور وہ نور پیالہ می کے عکس سے پیدا ہو سکتا ہے
حاصل کلام یہ کہ دل میں نور عشق ہونا چاہیے۔

(۵) ترجمہ۔ پیالہ کی چراغ کے بغیر میں خلوت میں نہیں بیٹھ سکتا۔ موسم بہار میں مستوں کی مستوری نادانی ہے۔
پہلے مصرعہ کا مطلب وہی ہے جو گذشتہ شعر کا ہے۔ وقت گل سے مراد موسم بہار۔ شرابخوری کیلئے موسم بہار
نہایت موزوں وقت ہے ایسے موسم میں مستوری نادانی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ محبت کی مجلس ہے موسم بہار ہے اور عشق کی گفتگو درمیان ہے معشوق سے شراب کا پیالہ نہ لینا گرانجانی ہے
گراں جانی۔ سستی کاہلی سخت جانی
یعنے ایسے حالات میں معشوق کے ہاتھ سے شراب نہ پینا بڑی غفلت ہے۔

(۷) ترجمہ۔ گوہر اور پیالہ نہ ہو ہمت بلند طلب کر۔ رندوں کے لئے شراب ہی یاقوت سرخ ہے۔
آب عنب۔ آب انگور شراب سرخ یاقوت رمانی۔ یاقوت چار رنگ کا ہوتا ہے (۱) سرخ
(۲) زرد (۳) کبود (۴) سفید۔ یاقوت سرخ کی سات قسمیں ہیں (۱) بہرمانی (۲) رمانی (۳) ارغوانی (۴)
وردی (۵) خمری (۶) خلی (۷) لحمی۔
مطلب یہ ہے کہ ہمت بلند ہونی چاہئے۔ پیالہ خواہ مرصع نہ ہی ہو۔ رندوں کے نزدیک شراب خود یاقوت سرخ ہے
اور پیالہ کو مرصع کرتی ہے۔

	ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق		باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو	(سعدی)

(۸) ترجمہ۔ اے دل اگر تو نیکنامی چاہتا ہے تو بدوں سے صحبت نہ رکھ۔ اے میری جان خودپسندی نادانی کی
دلیل ہے۔

	پسر نوح با بداں بنشست		خاندان نبوتش گم شد	(سعدی)

"خودپسندی" کی بجائے بعض دیوانوں میں "بدپسندی" ہے۔

بی چراغ جام در خلوت نمی آرم نشست	۵	وقت گل مستوری مستان ز نادانی بود
مجلس انس و بهار و بحث عشق اندر میان	۶	جام می نگرفتن از جانان گران جانی بود
همت عالی طلب جام مرصع گو مباش	۷	رند را آب عنب یاقوت رمانی بود
نیکنامی خواهی ای دل با بدان صحبت مدار	۸	خودپسندی جان من برهان نادانی بود
گرچه بی سامان نماید کار ما سهلش مبین	۹	کاندرین کشور گدائی رشک سلطانی بود
خوش بود خلوت هم ای صوفی ولیکن گرد رو	۱۰	باده ریحانی و ساقی مست ریحانی بود

(راج) دی عزیزی گفت حافظ میخورد پنهان شراب (۱۱)

ای عزیز من گناه آن به که پنهانی بود

(۱) ترجمہ - ازل میں جو شخص دولت کی فیض کا سزاوار ہوا - ابد تک مراد کا پیالہ اسکا جاں رفیق رہیگا -

ارزانی - (۱) ضد گرانی نرخ اشیا - (۲) افزونی (۳) مجازاً بخشیدن یا عطا کرنا - (۴) لائق سزاوار مسلم - بر قرار

مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی نصیب میں روز ازل سے فیض دولت مقرر ہو وہ ابدالاباد تک بامراد اور کامران رہیگا

(۲) ترجمہ - میں نے اسی وقت جب شراب سے توبہ کار (یا توبہ گار) ہونا چاہا - تو کہا کہ اگر یہ شاخ کوئی پھل دیگی تو وہ پھل پشیمانی ہوگا -

یعنی میں نے جس وقت توبہ کا ارادہ کیا تھا اسی وقت کہ دیا تھا کہ اسکا نتیجہ پشیمانی ہوگا چنانچہ میں آخر توبہ سے پشیمان ہوا

اگر "کار" از مصدر کاشتن ہو - تو مطلب یہ ہوگا کہ جب میں نے توبہ کا تخم بویا اسی وقت کہدیا تھا کہ اس درخت کا پھل پشیمانی ہوگا -

(۳) ترجمہ - میں نے فرض کیا کہ سوسن کیطرح سجادہ کندھے پر ڈالے رکھوں (لیکن کیا) پھول کیطرح خرقہ پر شراب کا رنگ بھی کوئی مسلمانی ہے؟

سوسن ایک قسم کا آسمانی رنگ کا پھول جسکی قسمیں ہیں اسکی شاخ بلند پتے پتلے پھول میں پانچ پنکھڑیاں ہوتی ہیں جو کھل کر خمیدہ ہوجاتی ہیں چنانچہ شعرا اس پھول کو اکثر زبان سے تشبیہ دیتے ہیں سفید رنگ کی ایک سوسن کو سوسن آزاد کہتے ہیں - سوسن کو سجادہ بدوش اسلئے کہتے ہیں کہ اسکی بلند شاخ پر پنکھڑیاں مثل سجادہ کی ہوتی ہیں

شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں سوسن کیطرح سجادہ تو کندھے پر لئے پھروں اور بڑا زاہد و عابد نظر آؤں لیکن گلسرخ

غزل (۴۷)

دلم بی جمالت صفائی ندارد	۱	چو بیگانۂ کا شنائی ندارد
متاع دل پاک عشاق مسکین	۲	ببازار حسنش بہائی ندارد
دلا جام و ساقی گلرخ طلب کن	۳	کہ چوں گل زمانہ بقائی ندارد
اگرچہ دلم رفت لیکن غمش نیست	۴	بجز آں خم زلف جائی ندارد
ازیں سینۂ تنگ ترسم کہ تیرش	۵	رود جاے و انگہ دوائی ندارد
ہمہ چیز دارد دلارام لیکن	۶	دریغا کہ با ما وفائی ندارد

(۷)	چو ماہ است روشن کہ بی مہر رویش دل و جان حافظ صفائی ندارد	(۷)

یہ غزل بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱) ترجمہ ۔ میرا دل تیری جمال کی سوا صفائی نہیں رکھتا مثل اس بیگانہ کی جسکا کوئی آشنا نہ ہو۔

یعنی میرے دل میں تیری جمال کی نور کی بغیر صفائی پیدا نہیں ہو سکتی ۔ میری حالت اس مسافر کیطرح ہے جسکا ملک میں کوئی دوست آشنا نہ ہو۔

اگر دوسرے مصرعہ میں "بیگانۂ" کی بجائے "بیگانہ" پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ میرے دل کو تو تیری دیدار کی بغیر صفائی حاصل نہیں ہوتی اور تو ایسا بیگانہ بنا ہے گویا تیرا کوئی آشنا ہی نہیں ۔

(۲) ترجمہ ۔ مسکین عاشقوں کی پاک دل کی متاع ۔ اسکی حسن کی بازار میں کچھ قیمت نہیں رکھتی ۔

یعنے بازار حسن میں دلِ عاشق کی کچھ حیثیت اور قیمت نہیں ۔

(۳) ترجمہ ۔ اے دل جام شراب اور پھول کی رخسار والے ساقی کی طلب کر کیونکہ پھول کیطرح زمانہ کو بقا نہیں ۔

پھول چند روز میں مرجھا جاتے ہیں اسی طرح انسان کا عہد شباب بھی چند روزہ ہے اس لئے اب وقت ہے شغلِ دو ساقی کر

(۴) ترجمہ ۔ اگرچہ میرا دل جاتا رہا لیکن مجھے اسکا کچھ غم نہیں (یا اسی کچھ غم نہیں) کیونکہ اس حلقۂ زلف کی سوا اسکی اور

خود پسندی بمعنے خود رائی۔ غرور۔ تکبر۔ دانا آدمی کبھی خود پسند نہیں ہوتا۔

زدعوی تہی آی تا پُر شوی		تو از خود پری زاں تہی میروی	

(۹) ترجمہ ۔ اگرچہ ہمارا کام بے سامان نظر آتا ہے لیکن تو اسے آسان سمجھ کیونکہ اس ملک میں گداگری پر بادشاہی رشک کرتی ہے

یعنی اگرچہ ہم بے سامان ہیں اور ظاہری اسباب ہمارے پاس نہیں لیکن ہمارے کاروبار آسانی سے چل جاتے ہیں کیونکہ ہم اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور ملک عشق میں بے سروسامانی پر ساز و سامان بھی رشک کرتے ہیں۔

چہ آزادند درویشاں زآسیب گرانباری		چہ محتاجند سلطاناں باسباب جہانبانی	
بداسلطانیا کو را بود رنج دل آشوبی		خوشا درویشیا کو را بود گنج تن آسانی	
پس از سی سال روشن گشت بر خاقانی این معنے		کہ سلطانیست درویشی و درویشی ست سلطانی	
گھر ہے اللہ کا۔ گھر بے سروسامانوں کا		پاسبانونکا یہاں نام نہ دربانوں کا	

(۱۰) ترجمہ ۔ اے صوفی خلوت بھی اچھی ہے بشرطیکہ اس میں شراب ریحانی اور ساقی مست شراب ریحانی ہو۔

ریحانی منسوب بہ ریحاں۔ نازبو۔ گیاہ خوشبودار گلسرخ کے سوا باقی تمام پھول مجازاً بمعنے شراب (غیاث اللغات) بادہ ریحانی وہ شراب جس میں خوشبودار پھول ڈالے گئے ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ خلوت اچھی ہے بشرطیکہ اس میں خوشبودار شراب ہو اور ساقی بھی موجود ہو جو اس شراب سے مست ہو، اس شعر کا مطلب ایک اور طرح بھی بیان ہو سکتا ہے یعنی اے ساقی اگرچہ خلوت بذاتہ ایک اچھی چیز ہے لیکن اگر اس میں شراب اور ساقی بھی ہوں تو پھر اس سے خوشتر اور کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اس صورت میں دوسرے مصرعہ کے بعد یہ عبارت محذوف ہوگی "خوشتر بود"

مے او رکنج باغ ہو ساقی ہو مہر وش		اور واں مخل نہ ہو کوئی باعث حجاب کا	

(۱۱) ترجمہ ۔ اے ایک مہربان نے کہا کہ حافظ چھپ کر شراب پیتا ہے اے مہربان میں نے یہی چاہا ہے کہ گناہ چھپ کر کیا جائے

معترض کا الزام ہے کہ حافظ چھپ کر شراب نوشی کرتا ہے۔ خواجہ حافظ کا جواب ہے کہ گناہ چھپ کر ہی کرنا چاہیئے (تاکہ دوسروں کو بھی ترغیب نہ ہو)

---

(۸)	حافظ چو می خوش ست مجلس اسباب طرب تمام دارد	(۸)

(۱) ترجمہ - دل ہمیشہ تیرے لب کا شوق رکھتا ہے - خدا جانے تیرے لب سے وہ کیا مقصد رکھتا ہے؟ ظاہر ہے کہ بوسہ کی خواہش کرتا ہے -

(۲) ترجمہ - جانِ عشق کا شربت اور شوق کی شراب - ہمیشہ دل کے پیالہ میں رہتی ہے -

یعنے میرا ساغرِ دل ہمیشہ شرابِ عشق سے بھرا رہتا ہے یا ہمیشہ شرابِ عشق سے مست رہتا ہوں - نیز مدام بمعنی شراب صنعت ایہام ہے - ڈاکٹر اقبال جو شراب کے نام سے بھی پرہیز کرتے ہیں - خواجہ صاحب پر اعتراض کرتے ہیں کہ

رہنِ ساقی خرقہ پرہیز او	مے علاجِ ہولِ رستاخیز او
نیست غیر از بادہ در بازارِ او	از دو جام آشفتہ شد دستارِ او

(۳) ترجمہ - معشوق کی زلف کا شوریدہ ہمیشہ - بلا کی جال میں مقام رکھتا ہے -

یعنے حلقۂ زلف خود ایک دامِ بلا ہے - اس لئے اسیرِ زلف ہمیشہ اسیرِ بلا رہتا ہے -

(۴) ترجمہ - کیا یہ بھی جائز نہیں (کیا یہ بھی نہیں ہوسکتا) کہ ہم پوچھیں کہ ہمارے اس دلبر کا کیا نام ہے

رسد - (۱) فعل مضارع از مصدر رسیدن (۲) لائق (۳) غور کرنا (۴) متوجہ ہونا (۵) حصہ (۶) ممکن ہونا (۷) جائز ہونا -

ہائے رے غفلت نہیں ہے آج تک اتنی خبر	کون ہے مطلوب میں جسکے طلبگاروں میں ہوں

(۵) ترجمہ - وہ شخص معشوق کے پاس کب بیٹھ سکتا ہے جسکو خاص و عام کا اندیشہ ہو -

یعنے جو شخص دنیا میں مشغول ہو - اُسے خدا نہیں ملتا

اے کہ مشغولِ کثرتی بخدا	سرِ توحید را تو نشناسی

(۶) ترجمہ - اس شخص کا دل خوش ہے - جو ہمیشہ معشوق کے ساتھ صحبت رکھتا ہے -

فی الحقیقت جس شخص کو وصالِ دوام حاصل ہو وہ بہت خوش نصیب ہے -

(۷) ترجمہ - تاکہ کسی دل کو شوخی سے شکار کرے - پھول پر بنفشہ کا جال رکھتا ہے -

پھول سے مراد عارض - رخسارِ جاناں بنفشہ یعنے زلف

کوئی جگہ نہیں۔

یعنی اگر میرا دل میرے ہاتھ سے چلا گیا ہے تو کچھ غم نہیں۔ زلفِ معشوق کے خم میں ہوگا۔ وہی اسکی جگہ ہے۔

دل جا کے اسکی زلف گرہگیر میں الجھا	اچھا ہوا دیوانہ تھا زنجیر میں الجھا

(۵) ترجمہ۔ میں اپنے تنگ سینہ سے ڈرتا ہوں کہ اسکا (معشوق کا) تیر کسی جگہ جائے (جا لگے) اور پھر اس کا علاج نہ ہو۔

(۶) ترجمہ۔ معشوق تمام چیزیں رکھتا ہے لیکن افسوس کہ ہمارے ساتھ وفا نہیں رکھتا۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱۲/۲ ت ۵/۱۹

چرا این قدر رنجہ ان گفت درجمال تو عیب	کہ مہربانی ازان طبع و خو نمی آید	(سعدی)

(۷) ترجمہ۔ حافظ کا دل اور جان چاند کیطرح روشن ہیں۔ کیونکہ معشوق کے چہرہ کے آفتاب کے بغیر ان میں کوئی صفائی نہیں۔

جسطرح چاند بذاتہ روشن نہیں۔ بلکہ آفتاب کی روشنی سے روشن ہوتا ہے اسی طرح حافظ کا دل بھی محبوب کے رخسار کے نور کے بغیر روشن نہیں ہوسکتا۔ مطلب یہ ہے کہ تمام نور، صفا اور روشنی کا چشمہ محبوبِ مطلق کا چہرہ ہے۔

غزل (۷۵)

دل شوق لبت مدام دارد	۱	یارب ز لبت چہ کام دارد
جان شربت مہر و بادۂ شوق	۲	در ساغر دل مدام دارد
شوریدۂ زلف یار دائم	۳	در دام بلا مقام دارد
آخر نشد کہ باز پرسیم	۴	کان دلبر ما چہ نام دارد
با یار کجا نشیند آن کو	۵	اندیشۂ خاص و عام دارد
خرم دل آن کسی کہ صحبت	۶	با یار علی الدوام دارد
تا صید کند دلی بشوخی	۷	بر گل ز بنفشہ دام دارد

لیکن افسوس ہی کہ معشوق نے وہ رستہ ہی چھوڑ دیا۔ دوسرا مصرعہ بھی اسی امید و حرمان پر ہی۔ فرماتے ہیں کہ میں معشوق سی صدہا لطف و کرم کی امید رکھتا تھا لیکن اس نے مجھ پر ایک نظر عنایت بھی نہ کی۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارے آنسوؤں کی سیلاب نے اسکے دل سی کینہ دور نہ کیا۔ سنگ سخت میں بارش کی قطرہ نے اثر نہ کیا۔

جسطرح سخت پتھر میں بارش کا قطرہ اثر نہیں کر سکتا اسی طرح میرے آنسوؤں نے معشوق کے پتھر جیسے دل پر کچھ اثر نہ کیا۔

(۳) ترجمہ۔ کل میری نالہ و فغاں کے شور سی مچھلیاں اور پرندے بھی نہ سوئے لیکن اس شوخ چشم کو دیکھو کہ نیند سی سر نہ اٹھایا

کل یعنے گذشتہ رات۔ شب ہجراں۔

(۴) ترجمہ۔ میں چاہتا تھا کہ اسکے قدموں میں شمع کیطرح جان دیدوں لیکن اس نے نسیم سحر کیطرح میری طرف گذر تک نہ کیا۔

میرشس اندر قدم۔ یعنی میرم اندر قدمش۔

شمع نسیم سحر کے آنے پر بجھ جاتی ہی گویا نسیم سحر کے قدموں میں جان دیتی ہی عاشق سوختہ جان کی بھی آرزو ہی کہ وہ معشوق کے قدموں میں جان دے۔ لیکن معشوق ادھر کا رخ ہی نہ کرے تو ناچار کیا کرے۔

(۵) ترجمہ۔ اے خدا تو اس دلاور جوان کو محفوظ رکھ کہ جس نے گوشہ نشینوں کے آہ کے تیر سی پرہیز نہ کیا۔

یعنی معشوق گوشہ نشینوں کی تیر آہ سی پرہیز نہیں کرتا۔ اے خدا ایسے دلاور آدمی کا تو نگہبان ہو

(۶) ترجمہ۔ اے جان وہ کون بے کفایت سنگدل ہی۔ جس نے تیری تلوار کی زخم کی سامنی جان کو ڈھال نہ بنایا

کفائیت۔ کافی ہونا۔ بہت ہونا۔ سرانجام کرنا۔ فائدہ اٹھانا۔ بے کفائت یعنی غیر مستفید۔ سود فراموش زیاں کار۔

یعنے کوئی ایسا زیاں کار سنگدل آدمی نہیں جسکی جان پر تیری خنجر کا زخم نہ ہو۔

(۷) ترجمہ۔ شوخی دیکھ کہ مرغ دل جسکی بال و پر کباب ہو چکے ہیں۔ عاشقی کی سودائے خام کو سر سی نہیں نکالتا

یعنے مرغ دل کی شوخی دیکھ کہ آتش عشق سی بال و پر سوختہ ہو جانیکے باوجود بھی عشق کی سودائے خام سی باز نہیں آتا

رفتم اندر تہ خاک کس نشانم باقیست	،	عشق جانم پر بود آفت جانم باقیست

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تیرے عشق کی حکایت نہایت ہی دلکش ہی کوئی ایسا شخص نہیں جس نے اسی سنا اور رغبت سے

مطلب یہ ہی کہ معشوق نے اپنے چہرہ پر زلف کا جال پھیلایا ہوا ہی - تاکہ جو شخص اسکی چہرہ پر نظر کری اسکا دل جال میں گرفتار ہو جائے -

دام ہمرنگِ زمین بود گرفتار شدم	حسن سبزت بخط سبز مرا کرد اسیر

(۸) ترجمہ - جب مجلس تھوڑی دیر کیلئے بھی خوشی سے ہو - تو (گویا) حافظ خوشی کی تمام اسباب رکھتا ہی -
یعنے اگر مجلس احباب میں ایکدم بھی خوشی سے گذر جائے تو حافظ سمجھتا ہی کہ عیش و طرب کے تمام سامان مہیا ہیں -

غزل (۷۶)

صد لطف چشم داشتم و یک نظر نکرد	۱	رو بر رہش نہادم و بر من گذر نکرد
در سنگ خارہ قطرۂ باراں اثر نکرد	۲	سیل سرشک ما ز دلش کین بدر نبرد
واں شوخ دیدہ بین کہ سر از خواب بر نکرد	۳	ماہی و مرغ دوش نخفت از فغان من
او خود گذر بمن چو نسیم سحر نکرد	۴	میخواستم کہ میرمش اندر قدم چو شمع
کز تیرِ آہ گوشہ نشیناں حذر نکرد	۵	یارب تو آں جوان دلاور نگاہدار
کاو پیش زخم تیغ تو جاں را سپر نکرد	۶	جاناں کدام سنگدل بی کفایت ست
سودای خام عاشقی از سر بدر نکرد	۷	شوخی نگر کہ مرغ دل بال و پر کباب

(۸)	حافظ حمایت عشق تو از بسکہ دلکش ست نشنید کس کہ از سر رغبت بر نکرد	(۸)

غزل ہذا کے اشعار نمبر ۴ - ۶ - ۷ بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہیں -

(۱) ترجمہ - میں نے اسکی راہ میں سر (چہرہ) رکھدیا لیکن وہ مجھ پر ہو کر نہ گذرا - سو لطف کی میں امید رکھتا تھا لیکن اس نے ایک نظر بھی نہ کی -

مطلب یہ ہی کہ میں نے معشوق کی رہگذر میں بدیں امید سر رکھدیا کہ کبھی وہ اسطرف سے گذرے گا

جم کی راہ میں ہم نقش کف پا ہو کر	آتے جاتے کبھی ٹھوکر وہ لگا ہی دینگے

راہ زدن ۔ سرود کہنا۔ نغمہ سرائی۔ سا زندگی ۔ ساز بجانا۔ باجہ بجانا۔
مطلب یہ ہی کہ اے مطرب کوئی ایسا راگ شروع کر جسکے وزن پر ہم آہ کر سکیں یعنی حالتِ وجد میں ہماری آہیں یا ہاے وہو اسی طرز و انداز اور اسی وزن میں ہو جسمیں تہارا سرود اور اپنے شعر سنا کہ ایک ایک شعر پر ایک پیالہ پیتے جائیں (عموماً حالتِ وجد کی ہاے وہو مطرب کے سرود و ساز کے مطابق اور ہم مقام ہو جاتی ہی)
راہ زدن اور آہ زدن کا مقابلہ لطیف ۔
(۲) ترجمہ ۔ معشوق کی آستان پر اگر سر رکھ سکیں تو سربلندی کے نعرہ ہائے طرب انگیز آسمان تک پہنچائے جا سکتے ہیں ۔
یعنے درِ جاناں کی خاک بوسی اگر نصیب ہو جائے ۔ تو بڑی رفعت و عزت حاصل ہوتی ہے ۔
(۳) ترجمہ ۔ عشق و مستی کے اسرار خانقاہ میں نہیں سماتے شرابخانہ کے جام صرف مغوں کے ساتھ ہی پئے جا سکتے ہیں
بادہ نوشی کیلئے موزوں جگہ بزمِ رنداں در خراباتِ مغاں ہی ۔ اسی طرح عشق و مستی کیلئے بھی سب سے اچھی جگہ محفلِ عشاق ہی ۔ زاہدوں کی خانقاہ میں ایسی چیزیں نہیں ملتیں ۔ حاصل کلام یہ ہی کہ عشقِ الٰہی خانقاہ و مسجد کے اعتکاف سے پیدا نہیں ہو سکتا ۔ زہد و عبادت کے علاوہ دل میں سوز اور محبت چاہئے اور پیرِ مغاں کی صحبت کا فیض

کسے از حلقہ پرہیزگاراں بر نمی خیزد	زہر کنجِ خراباتِ مغاں برخاست جمشیدے

(۴) ترجمہ ۔ تیری زلف سلامتی کی رہزن ہو گئی ہی اور یہ کچھ عجیب بات نہیں اگر تو رہزن ہو تو سو قافلے لوٹے جا سکتے ہیں ۔
یعنی تیری زلف نے دلِ عشاق کی سلامتی لے لی ہی اور انکو پریشان کر دیا ہی کیوں نہ ہو اگر تجھ جیسی رہزن ہوں تو کسی قافلہ کی خیر نہیں ۔ یعنے تیری عہد کاروانِ دل کی سلامتی ناممکن ہی ۔
(۵) ترجمہ ۔ اگر تیرے وصال کی دولت دروازہ کھولدے ۔ تو اس خیال میں کئی سر آستانہ پر پٹک سکتے ہیں ۔
قاعدہ ہی کہ دروازہ پر دستک دینے سے دروازہ کھولدیا جاتا ہی ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر عشاق کو یہ خیال ہو کہ تیری وصال کا دروازہ کھولدیا جائیگا تو بجائے دستک کے کئی سر دروازہ پر پٹک دیں ۔ یعنی اس امید میں کہ دروازہ کھلے گا عاشق بجائے دستک کے اپنے سر دروازہ سے پٹکینگے ۔
(۶) ترجمہ ۔ ہمارا خمیدہ قد تجھے حقیر نظر آتا ہی لیکن تیری دشمنوں کی آنکھوں میں تیر کمان ہی سے مارا جا سکتا ہی ۔
سہل ۔ (۱) آسان ۔ (۲) ہموار زمین (۳) مجازاً حقیر ۔ بے قدر ۔ کم حیثیت ۔
مطلب یہ ہی کہ ہمارا قدِ خمیدہ کوئی حقیر چیز نہیں ہی ۔ یہ ایک کمان ہی جس سے تیری دشمنوں کی آنکھوں میں تیر

حفظ نہ کرلیا۔

حدیث عشق سے مراد خواجہ صاحب کا عاشقانہ کلام

خواجہ صاحب کے کلام کی دلکشی اور اسکے حفظ کر لینے کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۴۶۔۴۷ سوانحمری۔

غزل (۷۷)

۱ راہی بزن کہ آہی بر ساز آن توان زد — شعری بخوان کہ با او رطل گران توان زد

۲ بر آستان جانان گر سر توان نہادن — گلبانگ سربلندی بر آسمان توان زد

۳ در خانقہ نگنجد اسرار عشق و مستی — جام می مغانہ ہم با مغان توان زد

۴ شد رہزن سلامت زلف تو وین عجب نیست — گر راہزن تو باشی صد کاروان توان زد

۵ گر دولت وصالت خواہد دری کشودن — سرہا بدین تخیل بر آستان توان زد

۶ قد خمیدۂ ما سہلت نماید اما — بر چشم دشمنانت تیر از کمان توان زد

۷ از شرم در حجابم ساقی تلطفی کن — باشد کہ بوسہ چند بر آن دہان توان زد

۸ بر جویبار چشمم گر سایہ افگند دوست — بر خاک رہگذارش آب روان توان زد

۹ درویش را نباشد منزل سرای سلطان — ماییم و کہنہ دلقی کاتش درآن توان زد

۱۰ اہل نظر دو عالم در یک نظر ببازند — عشق ست و داو اول بر نقد جان توان زد

۱۱ با عقل و فہم و دانش داد سخن توان داد — چون جمع شد معانی گوی بیان توان زد

۱۲ عشق و شباب و رندی مجموعۂ مراد ست — ساقی بیا کہ جامی در این زمان توان زد

(۱۳) حافظ بحق قرآن کز زرق و شید باز آ — باشد کہ گوی عیشی در این میان توان زد (۱۳)

(۱) ترجمہ۔ ایسی ساز زندگی کر کہ اس کے ساز پر آہ کی جا سکے۔ کوئی ایسا شعر پڑھ جس سے شراب کا بڑا پیالہ پیا جا سکے۔

اہلِ عقبیٰ سود برد و طالبِ دنیا زیاں | گرمیِ بازارِ او سود و زیانِ من بسوخت

(۱۱) ترجمہ ۔ عقل فہم اور دانائی سے سخن کی داد دے سکتے ہیں ۔ جب معانی جمع ہوگئے ۔ تو بیان کی گیند ماری جاسکتی ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ مطالب معانی جمع کرنے کے لئے عقل وفہم کی ضرورت ہے اور جب مضامین جمع ہوگئے تو نظم یا نثر میں
ہر طرح ادا ہوسکتے ہیں ۔

(۱۲) ترجمہ ۔ عشق جوانی اور رندی مراد ونکا مجموعہ ہے ۔ اے ساقی آکہ شراب کا پیالہ اسی وقت پیا جاسکتا ہے ۔
یعنے عشق عہد شباب اور رندی کے ساتھ شراب ضروری ہے ۔ مراد کے دن ہیں اے ساقی جام شراب لا ۔
بعض قلمی دیوانوں میں اس شعر کی بجائے شعر ذیل ہے ۔

برعزم کامرانی فالے بزن چہ دانی | ممکن کہ گوئے عشرت در آں میاں تواں زد

(۱۳) ترجمہ ۔ اے حافظ تجھکو قرآن کا واسطہ ہے کہ مکر وریا سے باز آ ۔ تاکہ اگر اتفاق سے تو گوئے عیش لیجا سکے ۔
خواجہ صاحب اپنے آپ کو مخاطب کر کے بواسطہ قرآن مکر وفریب بچنے کی نصیحت کرتے ہیں فی الحقیقت یہ زاہدانِ ریا کو
نصیحت ہے کہ قرآن کریم کو دام تزویر نہ بنائیں ۔ کیونکہ اسی میں نجات اور سعادت ہے ۔
خواجہ صاحب حافظ قرآن تھے اس لئے قرآن کا واسطہ دیا ہے ۔ کہ حافظ ہو کر تو ایسے کام نہ کر بعض دیوانوں میں شعر مذ
کی بجائے شعر ذیل ہے ۔

حافظ بحق قرآں کز زرق و زرق بگریز | باشد کہ گوئے دولت بربامِ جاں تواں زد

غزل (۷۸)

روز وصل دوستداراں یاد باد	۱	یاد باد آں روزگاراں یاد باد
ایں زماں در کس وفاداری نماند	۲	زاں وفاداراں و یاراں یاد باد
کامم از تلخیِ غم چوں زہر گشت	۳	بانگ نوشِ بادہ خواراں یاد باد
من کہ در تدبیرِ غم بیچارہ ام	۴	چارۂ آں غمگساراں یاد باد
گرچہ یاراں فارغ اند از یادِ من	۵	از منِ ایشاں را ہزاراں یاد باد
مبتلا گشتم دریں دامِ بلا	۶	کوششِ آں حق گزاراں یاد باد

مارا جاسکتا ہی یعنی تیری عشق میں مجھ خمیدہ قد دیکھکر تیر ی اعدا کی آنکھوں میں تیر لگتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ میں بوجہ شرم حجاب میں ہوں اے ساقی مہربانی کر تاکہ چند بوسی اس دہن کے لئے جاسکیں۔

مطلب یہ ہی کہ میں بوجہ شرم وحجاب اتنی جرأت نہیں کر سکتا کہ دہن معشوق کی بوسی لوں۔ اے ساقی براہ لطف وکرم مجھ ایک جام شراب دی تاکہ بوجہ مستی میرا حجاب وحیا دور ہو اور اسکی دہن کی بوسے لے لوں۔

یار ادہر بدمستی میں بیخود تکلف برطرف	ایسی صحبت میں جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا

مرزا غالب بھی عذر مستی سے کام نکالنا چاہتے ہیں۔

ہم سی کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایکدن	ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایکدن

(۸) ترجمہ۔ میری آنکھوں کی جوئبار پر اگر معشوق سایہ ڈالی۔ تو اسکو راستہ کی خاک پر آب رواں جاری کرسکوں۔

بوجہ کثرت گریہ آنکھوں کو جوئبار کہا ہی اور سایہ سرو کے نیچے جوئبار کا جاری ہونا ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ درویش کی منزل محل سلطانی نہیں ہوتا۔ ہم ہیں اور ایک پرانی گدڑی کہ اس میں آگ بھی لگائی جاسکتی ہی یعنے ہم درویشوں کو اسباب جاہ اور محل شاہی سے کیا غرض ایک پرانی گدڑی ہی جسکی ہونے نہ ہونیکا کوئی غم نہیں چاہیں تو اسے بھی آگ لگادیں۔

خاک نشینی ست سلیمانیم	ننگ بود افسر سلطانیم
ہشت بہشت ست بہ یک جو فروش	کہنہ نشد چادر عریانیم

(۱۰) ترجمہ۔ اہل نظر دو نوجہانو کو ایک نظر میں ہار دیتی ہیں عشق کی بازی) ہی اور پہلا داؤ صرف نقد جان پر ہی لگا سکتے ہیں

داؤ۔ (۱) دیوار (۲) قمار میں جیتنا (۳) نوبت قمار۔ جوئے کا داؤ (۴) حیلہ۔

مطلب یہ ہی کہ قمار عشق میں دل درجان تو پہلے داؤں میں ہی ہار جاتے ہیں

قمار عشق میں اب کیا لگا ئینگے آزاد	جو نقد دل تھا وہ پہلے ہی ہار بیٹھے ہیں

آخر کار عاشق اسی بازی میں دنیا وعاقبت بھی ہار دیتا ہی۔ اور حقیقت یہ ہی کہ جب دل ہار دیا تو سمجھو کہ دونو جہاں ہار دیئے

کونین تک بھی ملتی جو دل کی مجھکو قیمت	افسوس اک نگاہ پر میں اسکو ٹال آیا

عاشق کو دنیا اور عقبے کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اسکا مطلوب صرف معشوق ہی دین اور دنیا کی اسکی سامنے کچھ حقیقت نہیں۔ دوزخ وبہشت سی مستغنے ہی۔ حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

من ارچہ در نظر یار خاکسار شدم	۲ رقیب نیز چنیں محترم نخواہد ماند
چو پردہ دار بشمشیر میزند ہمہ را	۳ کسی مقیم حریم حرم نخواہد ماند
توانگرا دل درویش خود بدست آور	۴ کہ مخزن زر و گنج درم نخواہد ماند
غنیمتے شمر اے شمع وصل پروانہ	۵ کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند
سروش عالم غیبم بشارتے خوش داد	۶ کہ بر در کرمش کس دژم نخواہد ماند
بریں رواق زبرجد نوشتہ اند بزر	۷ کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند
سرود مجلس جمشید گفتہ اند ایں بود	۸ کہ جام بادہ بیاور کہ جم نخواہد ماند
چہ جای شکر و شکایت ز نقش نیک و بدست	۹ کہ کس ہمیشہ گرفتار غم نخواہد ماند

(۱۰) ز مہربانی جاناں طمع مبر حافظ
کہ نقش جور و نشان ستم نخواہد ماند (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ خوشخبری پہنچی ہے کہ غم کے دن نہیں رہینگے۔ وہ حالت نہیں رہی یہ حالت بھی نہیں رہیگی۔

نیز اور ہم کا اجتماع برائے ضرورت شعری اور زینت کلام۔

مطلب یہ ہے کہ خوشی اور غم دونوں گذر جاتی ہیں۔ ہمیشہ ایک حالت نہیں رہتی غم کی حالت میں بھی اس امید میں خوش رہنا چاہیئے کہ یہ حالت چند روزہ ہے اور خوشی کے دن بھی آنے والے ہیں۔

بہار رفت و خزاں ہم بجا نخواہد ماند	ظہیر فاریابی	چنانکہ در کف خوباں حنا نخواہد ماند	

اسی مضمون پہ ہے۔

ز ہنا و ثبات جہانم ہمیں پسند آید	کہ زشت و خوب و بد و نیک در گذر دیدم

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دوران بقا چو باد صحرا بگذشت	تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ (ہر آسینہ مشکل کے متصل آسانی ہے۔ البتہ مشکل کے متصل آسانی ہے) (الانشراح) تلک الایام نداولہا بین الناس

(۲) ترجمہ۔ میں اگرچہ معشوق کی نظر میں خاکسار ہو گیا ہوں رقیب بھی (ہمیشہ) اسی طرح محترم نہیں رہیگا۔

(۷)	راز حافظ بعد ازیں ناگفتہ بماند ای دریغ از رازداراں یاد باد	(۷)

(۱) ترجمہ۔ دوستوں کے وصل کا زمانہ یاد رہے۔ وہ زمانہ یاد رہے یاد رہے۔

خواجہ صاحب نے یہ غزل "یادِ ایامِ عشرتِ فانی" پر لکھی ہے۔ گذرے ہوئے زمانہ کو یاد کرتے ہیں اور موجودہ اور گذشتہ حالت کا مقابلہ کرتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اس زمانہ میں کسی میں وفاداری نہیں۔ ان وفاداروں اور یاروں کی یاد بخیر ہو۔

(۳) ترجمہ۔ میرا تالو غم کی تلخی سے زہر کی مانند ہو گیا۔ شراب خواروں کی وہ شیریں آواز یاد ہو!

خواجہ صاحب گذشتہ بادہ نوشی کی شیریں آواز کی یاد سے ہی منہ میٹھا کرنا چاہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ میں چونکہ غم کے علاج میں بے بس ہوں۔ اُن غمگساروں کے علاج کی یاد بخیر ہو۔

یعنے غمِ عشق کی اب کوئی تدبیر نہیں۔ عہدِ گذشتہ کے غمگساروں کی یاد بخیر!

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ دوست میری یاد سے فارغ ہیں لیکن میں انکو ہزار بار یاد کرتا ہوں۔

یادم نہ کنی وز یادم نہ روی	عمرت دراز باد فراموشگار من

(۶) ترجمہ۔ میں اس بلا کے جال میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اُن حق گذاروں کی کوشش یاد آتی ہے۔

یعنے ان دوستوں کی یاد بخیر! جو دام بلا سے رہا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے راز کا اسکے بعد افشا نہ کرنا اچھا ہے۔ افسوس! وہ رازدار یاد آتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اب کوئی محرم راز نہیں جسکے سامنے رازِ دل بیان کریں عہدِ قدیم کے رازدار یاد آتے ہیں۔

اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں	معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

غزل (۷۹)

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند	۱	چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

شعر کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں فانی ہیں البتہ اہلِ کرم کی نیکی باقی رہتی ہے۔

نماند حاتم طائی ولیک تا بہ ابد	بماند نام نکوئش بہ نیکوئی مشہور

اسی مضمون پر ہے۔

نوشت است بر گور بہرام گور	کہ دست کرم بہ ز بازوئے زور
گرفتیم عالم بمردی و زور	ولیکن نہ بردیم با خود بگور

(۸) ترجمہ ۔ کہتے ہیں کہ مجلس جمشید کا راگ یہ تھا کہ شراب کا پیالہ لاؤ کیونکہ جمشید نہیں رہیگا۔
یعنی بزمِ جمشید میں ہمیشہ یہ گیت گایا جاتا تھا کہ زندگی مستعار ہے جامِ شراب لاؤ۔ کہ وقت خوشی سے گذرے دیکھو شعر ت ۱/۴

(۹) ترجمہ ۔ نیک اور بد نفس پر شکر و شکایت کا کیا موقعہ ہے۔ کیونکہ کوئی شخص ہمیشہ گرفتارِ غم نہیں رہیگا
یعنی خوشی کے وقت خوش ہونیکی اور غم کے وقت ناشاد ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ہمیشہ ایک حالت نہیں رہتی۔

ز رنج و راحتِ گیتی مرنجان دل و شو خندان	کہ آئین جہاں گاہی چنین گاہے چنان باشد

(۱۰) ترجمہ ۔ اے حافظ معشوق کی مہربانی سے ناامید نہ ہو کیونکہ ظلم کا نقش اور ستم کا نشان نہیں رہیگا ۔
مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں لفظ جور کی بجائے لفظ مہر ہے ۱۲۲۴ھ اور ۱۹۰۱ھ کے قلمی دیوانوں میں لفظ جور ہے اور یہی نسخہ بہتر ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ جور و ستم ہمیشہ نہیں رہتے۔ محبوب کی مہربانی سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے ۔

اصل نقدش لطف و داد و بخشش ست	قہر بروی چوں غبارے از غش ست

غزل (۸۰)

روشنے طلعت تو ماہ ندارد	۱	پیش تو گل رونق گیاہ ندارد
جانبِ دلہا نگاہدار کہ سلطان	۲	ملک نگیرد اگر سپاہ ندارد
دیدہ آمِ آن چشمِ دل سیہ کہ تو داری	۳	جانبِ ہیچ آشنا نگاہ ندارد
ای تشنہ خوبان بعاشقان نظری کن	۴	ہیچ ہی چوں تو این سپاہ ندارد

آج میں دوست کی نظروں میں ذلیل ہوں اور رقیب محترم ہے لیکن ہمیشہ یہی حالت نہ رہیگی۔ کبھی رقیب بھی میری طرح ذلیل ہوگا اور میں محترم ہونگا۔

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہیں رہیگا	مگر میں قاتل کو ادستمگر ہمیشہ تو بھی نہیں رہیگا

(۳) ترجمہ۔ جب پردہ دار تلوار سے سب کو مارتا ہے تو کوئی بھی حریم حرم کا مقیم نہیں رہیگا۔
دربان کی سخت گیری کی شکایت ہے کہ کسی کو بزم محبوب تک جانے نہیں دیتا اور حریم راز تک فی الحقیقت وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

حباب آسا محیط عشق ہے جو پار اترتے ہیں	گذرجاتے ہیں یہاں سر سے پیچھے پاؤں دھرتے ہیں

(۴) ترجمہ۔ اے تونگر اپنے درویش کے دل کو ہاتھ میں لے (دلجوئی کر) کیونکہ سونے کا مخزن اور زردرم کا خزانہ (ہمیشہ) نہیں رہیگا
تونگر سے مراد معشوق اور زر و درم سے مراد دولتِ حسن بھی ہوسکتی ہے۔
(۵) ترجمہ۔ اے شمع پروانہ کے وصل کو غنیمت جان۔ کیونکہ یہ معاملہ صبح تک نہیں رہیگا۔
صبح کو وقت شمع گل کردیجاتی ہے۔ اسی طرح حسن بھی ناپائدار ہے لہذا معشوق کو چاہیے کہ وصالِ عاشق کو غنیمت سمجھے۔ قریباً وہی مضمون ہے جو گذشتہ شعر کا ہے۔
(۶) ترجمہ۔ عالم غیب کے فرشتے نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ اس (معشوق) کی بخشش کے دروازہ پر کوئی محروم نہیں رہیگا
سَرُوش بفتحتین۔ نام جبرئیل علیہ السلام۔ ہر ایک فرشتہ کا نام جو خوشخبری لائے۔ دژم بفتحتین افسردہ۔ اندوہگین بایکسر اول و فتح ثانی۔ آشفتہ۔
مطلب یہ ہے کہ محبوب مطلق کے دروازہ سے کوئی محروم نہیں آتا۔ اسکا فیض عام ہے۔ سورۂ زمر میں ہے۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (میری طرف سے میرے اُن بندوں کو جنھوں نے اپنی نفس پر از حد تجاوز کیا۔ کہو کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہوں ہر آئینہ خدا تمام گناہوں کو بخشدیتا ہے۔ ہر آئینہ خدا بخشنے والا اور مہربان ہے) کہتے ہیں کہ تمام آیات قرآنی سے یہ آیت بہترین اور امیدا فزا ترین ہے۔
(۷) ترجمہ۔ آسمان پر آبِ زر سے لکھا ہے کہ اہل کرم کی نیکی کے بغیر کچھ چیز (دنیا میں) نہ رہیگی
رواق۔ وہ چھت جو مکان کے سامنے بنایا جاتا ہے۔ چھت کا وہ حصہ جو مکان سے بڑھا ہوا ہوتا ہے پیشگاہ خانہ۔ پردہ۔ زبرجد۔ ایک سبز رنگ زردی مائل جوہر کا نام۔ زمرد کی ایک قسم رواق زبرجد یعنی آسمان۔

(۶) ترجمہ۔ نرگس کی شوخی دیکھ کہ تیری آنکھ کے سامنے شگفتہ ہوئی۔ بے حیا کو ادب کا پاس نہیں۔
چشم دریدہ۔ بے ادب شوخ چشم۔ بے حیا۔ نرگس کو چونکہ آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں لہذا رعایت نرگس و چشم دریدہ ظاہر
مطلب یہ ہے کہ نرگس بہت بے ادب ہے کہ اپنی آنکھ کو معشوق کی آنکھ کے مقابلہ میں لاتی ہے۔
(۷) ترجمہ۔ خرابات کے مرید مجھے شراب کا بڑا پیالہ دو۔ اس شیخ کی خوشی (کے شکرانہ) میں جو خانقاہ نہیں رکھتا
مطلب یہ ہے کہ شیخ بے خانقاہ یعنی پیر خرابات کی خوشحالی کے شکرانہ میں شراب کا پیالہ دو۔ شادی شیخے
یعنے بہ شادی شیخے
(۸) ترجمہ۔ کہو کہ جا اور خون جگر سے آستین دھوئے جو شخص کہ اس آستانہ میں راہ نہ رکھتا ہو۔
یعنے جو شخص آستانۂ معشوق یا میخانہ کی طرف نہ آئے یا جس شخص کا مقام عشق میں گذر نہ ہو۔ وہ ہمیشہ خون
جگر سے آستین دھوتا رہیگا۔ محروم اور بد نصیب ہوگا اور لہو کے آنسو روتا رہے گا۔
(۹) ترجمہ۔ دیکھیو کہ تیرے چہرہ کے ساتھ میرے دل کا دھواں کیا کرتا ہے تو جانتا ہے کہ آئینہ آہ کی تاب نہیں رکھتا
مطلب یہ ہے کہ جس طرح آئینہ بوجہ صفائی اور نزاکت کے سانس۔ آہ یا دم کی تاب نہیں رکھتا اور مکدر ہو جاتا ہے
اسی طرح تیرا چہرہ جو آئینہ کی طرح صاف ہے میرے دل کے دھوئیں یعنی آہوں کی تاب نہیں لا سکیگا اس لئے تجھے میری
آہوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ خواجہ صاحب نے عاشقانہ پہلو اختیار کیا ہے۔ ورنہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اسی مضمون
کو ناصحانہ انداز میں تیز تر الفاظ میں بیان کر چکے تھے۔

آتش سوزان نکند با سپند	آنچہ کند دود دل مستمند

(۱۰) ترجمہ۔ خون پی اور خاموش ہو کر بیٹھ کہ وہ نازک دل داد خواہ کی فریاد کی طاقت نہیں رکھتا۔
یعنی معشوق نازک دل ہے اس کا دل عاشقوں کی فریاد کی تاب نہیں لا سکتا اس لئے خون جگر پی اور چپ رہ فریاد نہ کر۔

آہستہ گو کہ خاطر دلدار نازک است	بار گہر نمے کشد ایں تار نازک است

(۱۱) ترجمہ۔ میری آنکھوں کا منظر تیرا گوشہ آبرو ہے۔ بادشاہ بھی اس سے بہتر (زیادہ خوبصورت) گوشہ نہیں رکھتا
بعض قلمی دیوانوں میں منظر چشم کی بجائے منزل بہ نم ہے۔
مطلب یہ ہے کہ میرے نظارہ کے لئے تیرے ابرو کا گوشہ ہے۔ بادشاہوں کو بھی اس سے بہتر منظر نصیب نہیں۔
(۱۲) ترجمہ۔ حافظ نے اگر تجھکو سجدہ کیا ہے تو عیب نہ لگا۔ اے صنم عشق کا کافر کہے ہے کہ ایسا کرنا گناہ نہیں۔
مطلب یہ ہے کہ میں کافر عشق ہوں اپنے محبوب کی پرستش کرتا ہوں۔ گویا بت پرست ہوں۔ اس لئے

نی من تنہا کشم تطاول زلفت	۵	کیست بدل داغ این سیاہ ندارد	
شوخی نرگس نگر کہ پیش تو بشگفت	۶	چشم دریدہ ادب نگاہ ندارد	
رطل گرانم دہ ای مرید خرابات	۷	شادی شیخی کہ خانقاہ ندارد	
گو برو و آستین بخون جگر شوی	۸	ہر کہ درین آستانہ راہ ندارد	
تا چہ کند با رخ تو دود دل من	۹	آینہ دانی کہ تاب آہ ندارد	
خون خور و خامش نشین کہ آن دل نازک	۱۰	طاقت فریاد داد خواہ ندارد	
گوشہ ابروی تست منظر چشمم	۱۱	خوشتر ازین گوشہ پادشاہ ندارد	

(۱۲) حافظ اگر سجدہ تو کرد مکن عیب
کافر عشق ای صنم گناہ ندارد (۱۲)

(۱) ترجمہ۔ تیری چہرہ کی سی روشنی چاند بھی نہیں رکھتا تیری سامنے پھول گھاس کی رونق بھی نہیں رکھتا۔

بمیزان نظر حسن ترا با ماہ سنجیدم		میان این و آں فرق زمین و آسمان دیدم	(اصغر)
کون آیا چمن میں کہ خجالت سے ہٹے		پڑھ گئی زردی میں رخ عارض معزول پہ گل	(امیر مینائی)

(۲) ترجمہ۔ دلوں کی طرف نگاہ رکھ کیونکہ بادشاہ ملک فتح نہیں کر سکتا اگر سپاہ نہ ہو۔
یعنی عاشقوں کی دلداری کر کیونکہ انکے دل تیرا لشکر ہیں اور بادشاہ کے لئے لشکر کی دلجوئی ضروری ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں نے سیاہ دل والی آنکھ کو جو تو رکھتا ہے دیکھا ہے کہ کسی آشنا کی طرف نظر نہیں کرتی۔
یعنی تیری سیاہ آنکھ عاشقوں کی طرف نظر نہیں کرتی آنکھ کو دل سیاہ کہا کیونکہ آنکھ سیاہ ہوتی ہے اور خصوصاً
بلحاظ سیاہی مردم چشم۔

(۴) ترجمہ۔ اے حسینوں کی بادشاہ عاشقوں کی طرف نظر کر کیونکہ کوئی بادشاہ تیری طرح یہ فوج نہیں رکھتا۔
شاہ و سپاہ کی رعایت ظاہر ہے۔ دیکھو شعر (۲) غزل نمبر ۱۔

(۵) ترجمہ۔ صرف میں ہی تیری زلف کی ستم نہیں اٹھاتا۔ کون ہے جسکے دل میں اس سیاہ کا داغ نہ ہو۔
تطاول۔ دراز دستی (تطویل) ظلم۔ زلف (بوجہ درازی) و تطاول کی رعایت ظاہر ہے۔
سیاہ بمعنے زلف

چوں در افگندت دریں آلودہ زود	دمبدم میخواں و مبدم قل اعوذ

دال و ذال کے متعلق طوسی نے یہ رباعی لکھی ہی۔

آنانکہ بفارسی سخن میرانند	در معرض دال ذال بنشانند
ماقبل وے ار ساکن جز وائے بود	دال ست وگرنہ ذال معجم خوانند

گویا طوسی کی نزدیک اگر و - الف - ی - ساکن ماقبل ہو تو ذال پڑھیں گے ورنہ دال مثلاً دمید کو دمیذ پڑھینگے کیونکہ حرف ماقبل ی ساکن ہی۔ پس اس شعر میں نبیذ (لفظ عربی) کے مقابل میں دمیذ پڑھنا چاہئے لیکن عام استعمال میں دمید کے مقابل نبیذ کو نبید پڑھتے ہیں۔ اسی اصول پر ایک اور شاعر نے کہا ہی

تعین دال و ذال کہ در مغرب فتد	ز الفاظِ فارسی بشنو زانکہ مبہم است
حرفے صحیح و ساکن اگر پیش از و بود	دال است و ہر چہ ہست جز این ذال معجم است

یعنے اگر ماقبل حرف صحیح ساکن ہو تو دال پڑھینگے مثلاً کرد۔ اگر ماقبل و - آ - ی - ساکن ہو تو ذال پڑھیں گے۔ مثلاً دمید کو دمیذ پڑھینگے۔ حکیم انوری کی رباعی ہے۔

دستت بسخا چوں ید بیضا بنمود	از جودِ تو بر جہاں جہانے افزود
کس چوں تو سخی نہ ہست نہ خواہد بود	گو قافیہ ذال شو زہے عالم جود

انوری نے اختلاف قافیہ پر معذرت کی ہی ظاہر ہے کہ اصول بالا جو فارسی الفاظ پر حاوی ہی۔ عربی الفاظ پر اسکا اطلاق نہیں۔ پس لفظ جود جو عربی ہی وہ جود ہی صحیح ہے۔ لیکن بنمود۔ افزود اور بود جو فارسی الفاظ ہیں وہ حسب اصول مذکورہ بالا در اصل بنموذ۔ افزوذ اور بوذ ہیں اور چونکہ جود کے ساتھ ان کا قافیہ ہے اس لئے ضرورتِ معذرت پیش آئی۔

اس معذرت سے ثابت ہوتا ہے کہ و - آ - ی ساکن اگر ماقبل ہو تو فارسی الفاظ میں ہمیشہ ذال پڑھنا چاہئے لیکن عام استعمال میں دمید - داد - اود - دود وغیرہ الفاظ کو دمیذ داذ اور دوذ کوئی نہیں پڑھتا

اس شعر میں وظیفہ کا ہلکا سا تقاضا ہی یہ غزل خواجہ صاحب نے خواجہ قوام وزیر شاہ شجاع کو لکھکر بھیجی تھی تفصیل کیلئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸ اسوانحمری۔

(۲) ترجمہ۔ مرغ کی آواز آئی شراب کی صراحی کہاں ہی بلبل نے فریاد کی پھول کا نقاب کس نے اٹھایا۔ موسم بہار ہی پھول شگفتہ ہو گئے ہیں بلبلیں نغمسرائی کر رہی ہیں۔ مرغانِ چمن ہمصفیر ہو کر بول رہے ہیں۔

میرے مذہب میں معشوق کو سجدہ کرنا گناہ نہیں

غزل (۱) (۸)

رسید مژدہ کہ آمد بہار و سبزہ دمید	۱	وظیفہ گر برسد مصرفش گل است و نبید
صفیر مرغ برآمد بط شراب کجاست	۲	فغان فتاد بہ بلبل نقاب گل کہ درید
زروی ساقی مہوش گلی بچین امروز	۳	کہ گرد عارض بستان خط بنفشہ دمید
چنان کرشمہ ساقی دلم زدست ببرد	۴	کہ با کسی دگرم نیست برگ گفت و شنید
من این مرقع رنگین چو گل بخواہم سوخت	۵	کہ پیر بادہ فروشش بجرعہ نخرید
بکوی عشق منہ بے دلیل راہ قدم	۶	کہ گم شد آنکہ دریں رہ برہبری نرسید
زمیوہ ہای بہشتی چہ ذوق دریابد	۷	کسی کہ سیب زنخدان شاہدی نگزید
مکن زغصہ شکایت کہ در طریق ادب	۸	براحتی نرسید آنکہ زحمتی نکشید
عجائب رہ عشق ای رفیق بسیارست	۹	زپیش آہوی ایں دشت شیر نر برمید
خدای را مددے اے دلیل راہ حرم	۱۰	کہ نیست بادیہ عشق را کرانہ پدید
گلی نچید زبستان آرزو دل من	۱۱	مگر نسیم مروت دریں چمن نہ وزید
شراب نوش کن و جام زر بصوفی دہ	۱۲	کہ پادشہ زکرم جرم صوفیان بخشید

(۱۳) بہار میگذرد دادگسترا دریاب
کہ رفت موسم و حافظ ہنوز می نچشید (۱۳)

(۱) ترجمہ - خوشخبری پہنچی ہے کہ بہار آئی اور سبزہ اگا ہے اگر وظیفہ پہنچ جائے تو اسکو گل و مل پر صرف کریں -
نبید - خرما اور جو وغیرہ سے بنی ہوئی شراب - دراصل لفظ نبیذ ہے فارسی استعمال میں نبید پڑھنا بھی درست ہے

تحقیق حروف دال و ذال

دال اور ذال ایکدوسرے کی بجائے فارسی میں استعمال ہوتے ہیں اور کئی دفعہ دال کی مقابلہ میں قافیہ ذال ہوتا ہے مثلاً مولانا روم فرماتے ہیں -

	دھمکی میں مرگیا جو نہ باب نبرد تھا		عشق نبرد پیشہ طلب گار مرد تھا	

(۱۰) ترجمہ ۔ اے راہِ حرم کے رہنما خدا کے لئے مدد کر۔ کیونکہ بیابانِ عشق کا کنارہ ظاہر نہیں ہے۔

یعنے راہِ عشق بے پایان ہے۔ اے رہنما خدا کے لئے مدد کر۔ دیکھو شعر د ۳/۴ راہ عشق کے بے پایاں ہونے کے متعلق دیکھو شعر ت ۶۵/۵

(۱۱) ترجمہ ۔ آرزو کے باغ سے میرے دل نے ایک پھول بھی نہ چنا۔ شاید اس باغ میں مروت کی نسیم کبھی نہیں چلی۔

یعنے میری ایک آرزو بھی پوری نہ ہوئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے مروت (مہربانی) بالکل معدوم ہوگئی ہے۔

ایک قلمی دیوان میں یہ شعر غزل کا مقطع ہے "دل من" کی بجائے حافظ لکھا ہے۔

(۱۲) ترجمہ ۔ شراب پی اور سونے کا پیالہ صوفی کو دے۔ کیونکہ بادشاہ نے مہربانی سے صوفیوں کا جرم بخش دیا ہے۔

جام زر ۔ سونے کا پیالہ جو شراب پینے کے کام آئے۔ بعض دیوانوں میں جام رز لکھا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آجکل صوفی بھی شراب پی سکتے ہیں اجازت عام ہے۔ ممکن ہے شاہ شجاع کی اس حکم کیطرف اشارہ ہو جسکی رو سے بند میخانے کھولے گئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۵ سوانحعمری۔

(۱۳) ترجمہ ۔ بہار گذری جاتی ہے۔ اے منبع محبت معلوم کر کہ موسم گذر گیا اور حافظ نے ابھی تک شراب نہیں پی۔

یعنی اے معشوق دیکھ کہ موسم بہار جا رہا ہے اور میں شراب سے محروم ہوں ایک پیالہ عطا کر۔

ایک قلمی دیوان میں جو ۱۲۲۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ شعر نہیں ہے۔ مگر ۱۱۹۰ھ کے ایک قلمی دیوان میں اور مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہے۔

غزل (۸۲)

روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد — ۱ — زدم این فال و گذشت اختر و کار آخر شد

آن ہمہ ناز و تنعم کہ خزان میفرمود — ۲ — عاقبت در قدم باد بہار آخر شد

بعد ازین نور بہ آفاق دہیم از دل خویش — ۳ — کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد

آن پریشانی شبہائے دراز و غم دل — ۴ — ہمہ در سایۂ گیسوی نگار آخر شد

ساقیا عمر دراز و قدحت پر مے باد — ۵ — کہ بسعی تو ام اندوہ خمار آخر شد

خواجہ صاحب صراحئ مے کے طالب ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ چاند کے چہرہ والے ساقی کو رخسار سے آج ایک پھول چن۔ کیونکہ باغ کے عارض کے گرد خط بنفشہ اگا ہے۔
زمانہ شباب میں معشوق کے عارض پر سبزہ خط کا آغاز ہوتا ہے گویا موسم بہار میں تختہ گل پر بنفشہ اگتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ عارضِ چمن پر سبزہ بنفشہ کے خط کا آغاز ہے۔ یعنی موسم بہار ہے اس لئے تو بھی اپنے معشوق کے چمنِ عارض سے ایک پھول چن یا گل رخسار کا ایک بوسہ لے۔

(۴) ترجمہ۔ ساقی کے کرشمہ نے اسطرح میرا دل ہاتھ سے لے لیا کہ کسی دوسرے کے ساتھ مجھے گفت و شنید کی طاقت نہیں رہی۔
یعنے میں اپنے محبوب میں اسقدر محو ہو چکا ہوں کہ اسکے ماسوا تمام چیزوں سے قطع تعلق کر دیا ہے۔ عاشق حق کی نظروں میں بھی ماسوا اللہ کی کچھ حقیقت نہیں ہوتی۔

(۵) ترجمہ۔ میں اس پھول کیطرح رنگین خرقہ کو جلا دونگا۔ کیونکہ پیر بادہ فروش نے اسے ایک گھونٹ کے عوض نہ خریدا۔
مرقع۔ بضم میم و فتح را و تشدید قاف مفتوح۔ درویشوں کی گدڑی۔ چونکہ وہ رقعہ رقعہ اور پارہ پارہ ہوتی ہوتی ہے اس لئے مرقع نام ہوا
مطلب یہ ہے کہ میں اس خرقہ درویشی کو جو ایک ریائی لباس ہے، اور بظاہر رنگین ہے۔ جلا دونگا۔ کیونکہ جب ایک گھونٹ شراب بھی اسکے عوض نہیں ملتی۔ تو اس سے کیا فائدہ۔ یعنی زہد خشک اور ظاہری پرہیزگاری جام عشق کے ایک گھونٹ کے برابر بھی نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ عشق کے کوچے میں رہنما کے بغیر ایک قدم نہ رکھ کیونکہ جو شخص اس رستہ میں رہبر تک نہیں پہنچتا گمراہ ہو جاتا ہے۔
یہ شعر ضرورتِ مرشد پر ہے۔ تفصیل و تشریح کے لئے دیکھو اشعار د ۳/۲/۴

(۷) ترجمہ۔ بہشتی میوں سے وہ شخص کیا لذت حاصل کر سکتا ہے۔ جس نے کسی معشوق کے سیب زنخدان کو نہ کاٹا (نہ چوسا)
دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۴۴ سوالخمری

(۸) ترجمہ۔ غصہ کی شکایت نہ کر کیونکہ راہ ادب میں وہ شخص راحت تک نہیں پہنچ سکتا جو تکلیف برداشت نہ کرے
راہِ عشق کی دشواریوں کا مقابلہ کئے بغیر منزلِ معشوق تک پہنچنا محال ہے لہذا تنگی کا گلہ ناجائز۔

(۹) ترجمہ۔ اے رفیق (ہمراہ) عشق کے رستے کے عجائبات بہت ہیں اس جنگل کے ہرن سے بھی شیر نر بھاگ جاتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق بہت دشوار گذار ہے اور اسکی ادنی ادنی مصیبتوں کا مقابلہ کرنا بھی مشکل ہے۔ سالک کتنا ہی دلیر کیوں نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ اے ساقی تیری عمر لمبی ہو اور تیرا پیالہ شراب سے پُر رہے۔ کہ تیری کوشش سے ہمارے خمار کی تکلیف جاتی رہی۔
خمار کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے شراب پی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ شراب پلا کر تو نے ہمیں خمار کی تکلیف سے
بچایا ہے۔ خدا تیری عمر دراز کرے اور تیرا پیالہ ہمیشہ شراب سے پُر رہے۔
(۶) ترجمہ۔ خدا کا شکر ہے کہ پھول کے کلہ گوشہ کے اقبال سے بادِ خزاں کی نخوت اور کانٹے کی شوکت تمام ہوئی۔
کلہ گوشہ۔ ٹوپی کا کونہ۔ کلہ گوشہ شکستن بمعنے فخر کرنا۔ کلاہ گوشہ بآفتاب رسیدن۔ ٹوپی کا کونہ آفتاب
تک پہنچ جانا عزت حاصل ہونا سربلند ہونا۔ کلاہ کج کردن بمعنے فخر کرنا۔
شعر کا مطلب یہ ہے کہ پھول کی کج کلاہی اور حشمت کے اقبال سے بادِ خزاں و رخار کی رعونت جاتی رہی یعنی
بہار آئی اور موسمِ خزاں گذر گیا۔ پھول کلاہ کا ہمشکل ہوتا ہے۔ لہذا کلہ گوشہ گل۔
(۷) ترجمہ۔ زمانہ کی بیوفائی سے مجھے اب تک یقین نہیں ہے۔ رنج وغم کا قصہ جو وصال یار میں تمام ہوا۔
یعنی اگرچہ وصال یار ہونے سے رنج وغم دور ہو گئے لیکن زمانہ کی بدعہدی سے ڈرتا ہوں کہ پھر
وہی حالت نہ ہو جائے۔
(۸) ترجمہ۔ امید کی صبح جو پردہ غیب میں مقیم تھی۔ اسے کہو کہ باہر آئے۔ کیونکہ اندھیری رات کا کام تمام ہوا
یعنی شب ہجر گذر گئی ہے۔ صبح وصال کو کہو کہ پردۂ غیب سے باہر آئے۔
(۹) ترجمہ۔ اگرچہ میری پریشان حالی تیری زلف کی وجہ سے تھی۔ اس عقدہ کا حل بھی معشوق کے چہرہ سے ہوا
یعنی اگرچہ زلفِ معشوق نے مجھے پریشان حال کیا ہوا تھا۔ لیکن کشائش کار بھی آخر معشوق کے چہرہ سے
ہی ہوئی۔
(۱۰) ترجمہ۔ اگر کوئی شخص حافظ کو کسی شمار میں نہیں لاتا تھا۔ تاہم شکر ہے کہ وہ بے حد وحساب تکلیف ختم ہوئی
یعنی حافظ کی کوئی توقیر نہ تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ پہلی سی رنج وغم کی حالت اب نہیں رہی

غزل (۸۳)

زاہد خلوت نشین دوش بمیخانہ شد	۱	از سرِ پیمان گذشت و بر سرِ پیمانہ شد
شاہد عہد شباب آمدہ بودش بخواب	۲	باز بہ پیرانہ سر عاشق و دیوانہ شد

شکر ایزد کہ باقبال کلہ گوشہ گل	۶	نخوت باد دی و شوکت خار آخر شد	
باور م نیست ز بد عہدی ایام ہنوز	۷	قصۂ غصہ کہ در دولت یار آخر شد	
صبح امید کہ بد معتکف پردۂ غیب	۸	گو برون آی کہ کار شب تار آخر شد	
گرچہ آشفتگی کار من از زلف تو بود	۹	حل این عقدہ ہم از روی نگار آخر شد	

(۱۰) در شمار ار چہ نیاورد کسے حافظ را
شکر کان محنت بیحد و شمار آخر شد (۱۰)

اس غزل میں تسلسل مضمون موجود ہے۔ شرح صدر حاصل ہونے اور انوارِ معرفت سے سینہ پر نور ہونے پر لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ ہجر کا دن اور فراق یار کی رات تمام ہوئی۔ میں نے یہ فال نکالی۔ اختر گذرا اور کام سرانجام ہوا۔

اختر۔ (۱) ستارہ (۲) فال و شگون (۳) ایک فرشتے کا نام جو نیاز میں آمین! آمین!! کہتا ہوا پھرتا رہتا ہے اور جو دعا اسکی آمین کے برابر واقع ہو جائے۔ وہ مقبول ہو جاتی ہے۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں زمانۂ ہجر کے گذرنے کے متعلق فال نکالی اور دعا کرتا تھا کہ یہ زمانہ جلد گذر جائے آمین گو فرشتے نے اس دعا کے ساتھ آمین کہی چنانچہ فال نیک آمد ہوئی زمانہ ہجر و فراق گذر گیا اور وصل محبوب نصیب ہوا۔ اگر اختر کو بمعنی شگون مبارک لیا جائے۔ تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ میں نے فال نکالی نیک شگون ہوا اور کام سرانجام کو پہنچا۔

(۲) ترجمہ۔ وہ تمام ناز و تنعم جو خزاں ظاہر کرتی تھی۔ آخر کار بادِ بہاری کے قدموں میں تمام ہوگئے۔

یعنی خزاں کی تمام نخوت و رعونت کو بادِ بہاری نے برباد کر دیا۔ حاصل کلام یہ کہ خزاں گئی بہار آئی۔

(۳) ترجمہ۔ اسکے بعد ہم اپنے دل سے تمام جہان کو روشن کرینگے کیونکہ ہم خورشید تک پہنچ گئے ہیں اور غبار معدوم ہوگیا۔

یعنے ہم روشنی کے منبع تک پہنچ گئے ہیں۔ تاریکی جاتی رہی ہے اپنے دل کے نور سے اب ہم جہان کو نورانی کر دینگے

(۴) ترجمہ۔ لمبی راتوں کی وہ پریشانی اور دل کا وہ غم۔ تمام معشوق کے گیسو کے سایہ میں جاتے رہے۔

یعنے ہجر کی راتوں کی پریشانی اور غم و غصہ وصال محبوب کے حاصل ہونے پر جاتے رہے گیسوئے یار کو سیاہی اور درازی میں شب ہجران سے تشبیہ دیا کرتے ہیں اس لئے شب ہجران کی پریشانی کو معدوم کرنے کے لئے گیسوئے یار کو مد مقابل قرار دیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارا رونا بیکار نہیں گیا۔ ہمارا قطرۂ اشک گوہر یکدانہ بن گیا۔ یا ہماری گریہ وزاری کا نتیجہ ہوا کہ ہمیں معشوق کا وصال حاصل ہوا۔ گوہر یکدانہ سے مراد معشوق۔

(۶) ترجمہ۔ ساقی کی آنکھ نے افسوں گری کی آیت پڑھی۔ ہمارے وظائف کا حلقہ گردش پیمانہ ہوگیا

یعنی چشم ساقی نے ایسی جادوگری کی کہ حلقۂ زہاد میں بجائے ورد وظائف کے جام مے کا دور شروع ہوا

حاصل کلام یہ ہے کہ زاہد نے زہد خشک کی بجائے عشق اختیار کیا۔

(۷) ترجمہ۔ مجلس کا صوفی جو کل جام و قدح کو توڑتا تھا۔ رات شراب کے ایک گھونٹ سے عقلمند اور دانا ہوگیا

دی۔ گذشتہ دن۔ دوش۔ گذشتہ رات

شراب سے جو بیہوشی حاصل ہوتی ہے۔ اہل دل اسکو ہوش اور عقل کہتے ہیں۔

دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے	عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا

مطلب یہ ہے کہ صوفی ایک گھونٹ پی کر عاقل ہوگیا اور پھر جام و ساغر کا توڑنا چھوڑ دیا اور شراب نوشی شروع کر دی۔

(۸) ترجمہ۔ اب حافظ کا مقام کبریا کی بارگاہ ہے۔ دل دلدار کے پاس گیا۔ اور جان جانانہ کے پاس چلی گئی

مطلب یہ ہے کہ دل و جان معشوق مطلق کے حوالہ کرکے اب حافظ بارگاہ کبریائی میں پہنچ گیا۔

غزل (۸۴)

نفس برآمد و کام از تو بر نمے آید	۱	فغاں کہ بخت من از خواب در نمے آید
مگر بروی دلآرائے یار من ورنہ	۲	بہیچ گونہ دگر کار بر نمے آید
درین خیال بسر شد دریغ عمر عزیز	۳	بلای زلف سیاہت بسر نمے آید
چناں بحسرت خاک در تو مے میرم	۴	کہ آب زندگیم در نظر نمے آید
بسے حکایت دل ہست با نسیم سحر	۵	ولی بخت من امشب سحر نمے آید
قد بلند ترا تا ببر نمیگیرم	۶	درخت کام و مرادم ببر نمے آید
مقیم زلف تو شد دل کہ خوش ہوائی داشت	۷	وزاں غریب بلاکش خبر نمے آید

مغبچہ میگذشت راہزنِ عقل و دیں	۳	در پئی آں آشنا از ہمہ بیگانہ شد
آتشِ رخسارِ گل خرمنِ بلبل بسوخت	۴	چہرۂ خندانِ شمع آفتِ پروانہ شد
گریۂ شام و سحر شکر کہ ضائع نگشت	۵	قطرۂ بارانِ ما گوہرِ یکدانہ شد
نرگسِ ساقی بخواند آیتِ افسونگری	۶	حلقۂ اورادِ ما گردشِ پیمانہ شد
صوفیِ مجلس کہ دی جام و قدح می شکست	۷	دوش بیک جرعہ می عاقل و فرزانہ شد

(۸) منزلِ حافظ کنوں بارگہِ کبریاست (۸)
دل بر دلدار رفت جاں بر جانانہ شد

یہ غزل سنہ ۸۹۰ھ اور سنہ ۸۲۲ھ کے دو قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ ممکن ہے۔ الحاقی ہو۔

(۱) ترجمہ۔ خلوت نشین زاہد کل میخانہ میں گیا وعدہ کا خیال چھوڑ دیا اور پیالہ کے سر ہوا۔

پیمان سے مراد پیمانِ تقویٰ اور پیمانہ سے مراد پیمانۂ شراب ہے۔ پیمان و پیمانہ میں صنعت تجنیس ہے۔

ایک عمرے داشتم پیمانِ تقویٰ		مرا بر بادِ یک پیمانہ کردی

(۲) ترجمہ۔ عہدِ شباب کا معشوق اسے خواب میں آیا تھا۔ پھر اس پیرانہ سالی میں عاشق و دیوانہ ہوگیا۔

بظاہر اسی زاہد خلوت نشین کا ذکر ہے۔ درحقیقت اپنے حسب حال کہ رہے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ عقل و دین کا غارت گر مغبچہ پاس سے ہو کر گزرا۔ اس آشنا کیلئے تمام دنیا سے بیگانہ ہوگیا۔

یعنی اس مغبچہ کے عشق میں دنیا و ما فیہا سے بیگانہ ہوگیا۔ آشنا و بیگانہ کا مقابلہ لطیف۔

(۴) ترجمہ۔ پھول کے رخسار کی آگ نے بلبل کے خرمن کو جلا دیا۔ شمع کا خنداں چہرہ پروانہ کیلئے آفت ہوگیا۔

یعنی عشقِ گل کی آگ نے بلبل کے خرمنِ ہستی کو جلا دیا اور شمع کا خندہ پروانہ کیلئے آفت ہوگیا اس شعر کا مضمون بھی گذشتہ اشعار سے مسلسل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس غارت گرِ عقل و دین نے زاہد کے خرمنِ تقویٰ کو جلا دیا۔ پھول کی سرخی کو آگ سے اور شمع کے جلنے کو خندہ سے تشبیہ دی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ صبح و شام کا رونا شکر ہے کہ ضائع نہ گیا۔ ہمارا قطرۂ باراں گوہرِ یکدانہ ہوگیا۔

گوہرِ یکدانہ۔ وہ موتی جو صدف میں صرف ایک ہو۔ مقابلۃً بڑا اور زیادہ آبدار ہوتا ہے۔ دریتیم بھی کہتے ہیں۔

ایک قلمی دیوان میں یہ شعر اسطرح ہے۔

صبا بہ چشم من انداخت خاکے از کوئت	کہ آب زندگیم در نظر نمی آید

اس صورت میں چشم و نظر اور خاک و آب کا مقابلہ لطیف تر ہے۔

(۵) ترجمہ۔ دل کی بہت سی باتیں نسیم سحر (کہنی) ہیں۔ لیکن میری بدقسمتی سے آج رات صبح ہی نہیں ہوتی۔
ہجر کی رات ہے۔ خواجہ صاحب دردِ دل کے کئی قصے نسیم سحر کے ذریعہ معشوق تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ مگر نسیم
کہاں سے آئے۔ سحر ہی نہیں ہوتی۔ (ظاہر ہے کہ ہجر کی رات بہت لمبی معلوم ہوتی ہے)

(٦) ترجمہ۔ جب تک تیری بلند قد کو میں بغل میں نہیں لیتا۔ میرے مقصود اور مراد کا درخت بار آور نہیں ہوتا
یعنی جب تک تجھ سے ہم آغوش نہیں ہونگا۔ نامراد رہونگا۔ ببر اور ببر میں صنعت تجنیس تام ہے۔ قد بلند
اور درخت کی رعایت ظاہر۔

یہ شعر اور شعر (٧) ۱۱۹۰ھ اور ۱۲۲۶ھ کی دو قلمی دیوانوں اور ۱۳۲۲ھ کی ایک مطبوعہ (بمبئی) دیوان میں نہیں ہے۔

(٧) ترجمہ۔ دل تیری زلف میں مقیم ہو گیا کہ اچھی رز ور کہتا تھا۔ اور (اب) اس بلاکش غریب الوطن کی کوئی خبر ہی
نہیں آتی۔

مطلب یہ ہے کہ دل تیری آرزو میں اپنے وطن کو چھوڑ کر (یعنی میرے پہلو سے نکل کر) تیری زلف میں جا پھنسا اور اب اس کی
کوئی خبر ہی وہاں سے نہیں آتی۔ دیکھو شعر گذشتہ

(٨) ترجمہ۔ ہمنے عمر اور مال کو دوست پر قربان نہ کیا۔ افسوس کہ ہم سے عشق کا اتنا کام بھی نہیں ہو سکتا۔
ذوقِ عمل۔ جد و جہد اور سعی و طلب کے میدان میں سب سے بڑا اور سب سے مشکل کارنامہ ایثار ہے۔ خواجہ صاحب
کی الوالعزمی اور انکا استقلال دیکھو کہ طلب مقصود میں جان و مال قربان کرنے کو ایک معمولی چیز اور ایک کمینہ بازی
خیال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ افسوس ہم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ راہ طلب میں جان و مال قربان کر دیتے۔

سو دا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن	بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشقباز	اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

(٩) ترجمہ۔ میرا سحر کا تیر کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔ اب کیا ہو گیا کہ ایک بھی کارگر نہیں ہوتا
یعنے میرے نالہ ہائے سحر اب بے اثر ہو گئے۔

(١٠) ترجمہ۔ حافظ کا دل اکثر ہر ایک آدمی سے بھاگتا تھا۔ اب تیری زلف کے حلقہ سے باہر نہیں آتا۔

که کار عشق ز ما ایں قدرے نمے آید	۸	فدای دوست نکردیم عمر و مال دریغ
کنوں چه شد که یکی کارگرے نمے آید	۹	ہمیشہ تیر سحرگاہ من خطا نشدی

(۱۰)	زبسکه شد دل حافظ رمیدہ از ہمه کس کنوں ز حلقۂ زلفت بدر نمی آید	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ دم نکل گیا (جان نکل گئی) اور مقصد تجھ سے حاصل نہیں ہوتا۔ فریاد! کہ میرا بخت نیند سے نہیں جاگتا۔ مطلب یہ ہے کہ دم لبوں پر ہے اور مدعا حاصل نہیں ہوا۔ افسوس کہ ہماری قسمت اچھی نہیں اس شعر کی مختلف نسخے دیکھئے

(قلمی ۱۲۲۲ھ)	زخود بدر شدم و یار درنمے آید	۱	زدل بر آمدم و کام برنمے آید	
(قلمی ۱۱۹۱ھ)	زخود بیروں شدم و یار در نمے آید	۲	ز دل بر آمدم و کام برنمے آید	
(مطبوعہ ہر جا)	فغاں که بخت من از خواب برنمے آید	۳	نفس بر آمد و کام از تو بر نمے آید	

(۲) ترجمہ۔ شاید تیرے معشوق کی دل آرا چہرہ سے (مدعا حاصل ہو جائے) ورنہ اور کسی طرح مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ پہلے مصرعہ میں "برآمد" محذوف ہے۔ یہ شعر مطبوعہ دیوانوں میں ہے مگر ۱۲۲۲ھ کے ایک قلمی دیوان میں نہیں ہے۔

(۳) ترجمہ۔ افسوس کہ عزیز عمر اسی خیال میں بسر ہو گئی۔ کہ تیری زلف سیاہ کی بلا ختم نہیں ہوتی یعنے اسی خیال میں عمر گذر گئی کہ تیری زلف سیاہ کی بلا ختم ہو مگر ختم نہ ہوئی۔ یا اسطرح سمجھئے کہ عمر اسی خیال میں گذر گئی۔ مگر تیری زلف سیاہ کی بلا ختم نہ ہوئی۔

بعض قلمی دیوانوں میں پہلے مصرعہ میں بجائے "عزیز" "ہنوز" ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ اسی خیال میں عمر گذر گئی مگر اب تک تیری زلف سیاہ کی بلا ختم نہ ہوئی۔ پہلا مصرعہ خواجہ صاحب نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سے لیا ہے

(سعدی)	که آنچه در دلم ہست از درم فراز آید		دریں امید بسر شد دریغ عمر عزیز

(۴) ترجمہ۔ میں تیرے دروازہ کی مٹی کی حسرت میں اس طرح مرا جاتا ہوں کہ آب حیات بھی میری نظروں میں نہیں جچتا۔ یعنے تیرے دروازے کی خاک بوسی کی مجھ کو اتنی آرزو ہے جتنی آب حیات کی نہیں۔ تیری دروازہ کی مٹی ہی میرے لئے آب حیات ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ میں اس آب حیات کے لئے مر رہا ہوں۔ مگر نہیں ملتا۔ خاک و آب اور میرم و آب حیات کا مقابلہ لطیف ہے۔

عمرہا در پئے مقصود بجاں گردیدم	دوست در خانہ و من گردِ جہاں گردیدم

(۲) ترجمہ :- وہ موتی جو کون و مکان کی صدف سے باہر تھا۔ لبِ دریا کے گم گشتگاں سے طلب کرتا رہا۔

ان دونوں شعروں میں تسلسلِ مضمون ہے۔ جامِ جم سے مراد شرابِ عشق۔

گوہر سے مراد گوہرِ معرفت۔ گم شدگان لبِ دریا سے مراد خواجہ صاحب یا انسان۔ آدمی کو گم شدۂ لبِ دریا اسواسطے کہا ہے کہ انسان دریائے معرفت کے کنارے پر ہے۔ اور وہاں بھی وہ گم شدہ ہے۔ اپنی حقیقت کی بھی خبر نہیں حقائق عالیہ سے کسطرح آشنا ہو سکتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام روضۂ بہشت کو چھوڑ کر خراباتِ دنیا میں آئے۔ گویا دریائے معرفت سے نکل ساحل پر آئے اور وہاں بھی ایسے آئے کہ اپنی حقیقت کی معرفت سے بھی بے بہرہ۔ البتہ انسان کا دل جسکو گذرگاہ جلیل اکبر اور جلوہ گاہ انوار الٰہیہ کہا گیا ہے۔ ایک ایسی چیز ہے جسمیں نورِ معرفت کی روشنی اب تک کچھ موجود ہے۔ اور جہاں سے آدمی ذات ربّ الارباب کے معارف کا کچھ پتہ لگا سکتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دل ہم سے شرابِ عشق کی تمنا کرتا تھا اور ہمارے ذریعہ ذوقِ عشقِ الٰہی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مگر ہم تو خود اس نعمت سے بے بہرہ تھے۔ جو کچھ تھا دل کے اندر ہی موجود تھا۔ دل کو اپنی حقیقت اور عظمت کا علم نہ تھا۔ حقایق و معارف کا خزانہ خود اسکے اندر موجود تھا۔ اغیار سے بیفائدہ طلب کرتا رہا۔ معرفت کا موتی جو زمین و آسماں کی صدف (سیپ) ہیں اور کائنات کے سمندر میں بھی موجود نہ تھا ہم ساحلِ دریا کے گمشدگاں سے مانگتا تھا۔ حالانکہ وہ موتی خود اسکے پاس موجود تھا۔ حسن ازل کا پرتو جو زمین آسمان میں بھی نہیں سما سکتا خود انسان کے دل کے اندر ہے۔

پرتوِ حسنت نگنجد در زمین و آسمان	در حریمِ سینہ حیرانم کہ چوں جا کردۂ

ان دو نو شعروں میں خواجہ صاحب نے انسان کے دل کی عظمت اور وسعت کا بیان کیا ہے۔ مرزا عبدالقادر بیدل فرماتے ہیں

خیالِ نامحرم گریباں دواند ما۔ ابکوہ و صحرا	چہ سازد آوارۂ در دل کہ رہ بدیر و حرم نگیرد

نیاز نے اسی مضمون پر لکھا ہے اور خواجہ صاحب کی غزل پر غزل لکھی ہے

دل ما آنچہ ز اغیار تمنا میکرد بحریم حرم و دیر و کلیسا و کنشت عین دریاست حبابم بنگاہ تحقیق	شب در آئینۂ خود صاف تماشا میکرد ہر کہ می جست ترا آوارہ بیجا میکرد ورنہ ایں قطرہ چرا دعویٰ دریا میکرد

حدیثِ قدسی کیطرف اشارہ ہے۔ لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن۔

یعنے حافظ کا دل جو کسی شخص کے قابو میں نہیں آتا تھا۔ اب تیری زلفوں میں ایسا اسیر ہوا ہے کہ باہر ہی نہیں آسکتا۔ مولانا حالی نے دیباچہ مسدس میں سرسید احمد کے متعلق یہ شعر لکھا ہے

آن دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں	دیرینہ سال پیرے بردش بہ یک نگاہے

غزل (۸۵)

سالہا دل طلب جام جم از ما میکرد	۱	آنچہ خود داشت زبیگانہ تمنا میکرد
گوہری کز صدف کون و مکان بیروں بود	۲	طلب از گمشدگاں لب دریا میکرد
مشکل خویش بر پیر مغان بردم دوش	۳	کاو بتائید نظر حل معما میکرد
بیدلی در ہمہ احوال خدا با او بود	۴	او نمیدیدش و از دور خدارا میکرد
دیدمش خرم و خنداں قدح بادہ بدست	۵	و اندراں آینہ صد گونہ تماشا میکرد
گفتم ایں جام جہاں بیں بتو کی داد حکیم	۶	گفت آں روز کہ ایں گنبد مینا میکرد
آن ہمہ شعبدہ ہا عقل کہ میکرد آں جا	۷	سامری پیش عصا و ید بیضا میکرد
گفت آں یار کزو گشت سر دار بلند	۸	جرمش آں بود کہ اسرار ہویدا میکرد
فیض روح القدس ار باز مدد فرماید	۹	دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

(۱۰)	گفتمش سلسلۂ زلف بتاں از پی چیست گفت حافظ گلۂ از شب یلدا میکرد	(۱۰)

مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے خواجہ صاحب کی اس غزل پر ایک غزل لکھی ہے اور نہایت اچھی لکھی ہے اس کا مطلع ہے

صوفی آں سر حقیقت کہ ہویدا میکرد	ہر صدیثے کہ بپا کرد ہم از ما میکرد

(۱) ترجمہ۔ برسوں دل جام جم ہم سے طلب کرتا رہا۔ جو کچھ خود اسکے پاس موجود تھا۔ غیر سے مانگتا رہا۔

آنچہ مے جست ز بیت الحرم و مسجد و دیر	باخودش بود دلم وائے چہ بیجا میکرد	(مسائل شاہ)

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں

آں ولی کو مطلع مہتابہاست	بہر عارف فتحت ابوابہاست
باتو دیوار ست وبا ایشاں درست	باتو سنگ وبا عزیزاں گوہرست
پیر ایشانند کایں عالم نبود	جان ایشاں بود در دریائے جود
پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند	پیشتر از کشت بر بر داشتند

مولانا بحرالعلوم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ مولانا روم نے لکھا ہے مطلقاً پیروں کی متعلق صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان احکام کے مصداق ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ خواجہ حافظ کی ان شعروں میں پیر سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کیونکہ "آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی و نبی بود در ہر موطن قبل وجود ایں عالم بلکہ عوالم"

(۷) ترجمہ ۔ وہ تمام شعبدے جو عقل اس جگہ کرتی تھی۔ سامری عصا اور ید بیضا کے سامنے کرتا تھا۔

سامری ۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت کا ایک مشہور ساحر تفصیلی حالات کے لئے دیکھو شعر د ۲۴/۵ ۔عصا۔ ید بیضا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے دو معجزے ۔ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ (الشعرا)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر گرایا اور وہ ناگہاں ایک ظاہر و آشکار اژدہا ہو گیا۔ پھر انہوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا پس وہ ناگہاں سفید تھا دیکھنے والوں کی لئے حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون اور اسکی قوم کو سامنے یہ معجزے دکھائے عصا کی اژدہا ہو جانے پر فرعون ڈر گیا اور لوگ بھاگ گئے اس فرار میں مارے گئے۔ اسی طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنا گندم گوں ہاتھ فرعون کو دکھا کر گریبان کے اندر کر لیا اور پھر جب باہر نکالا۔ تو ہاتھ بجلی کی طرح درخشندہ اور سفید تھا کہتے ہیں کہ انکی ہاتھ کی شعاعیں سورج کی کرنوں کی طرح آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھیں۔ فرعونی ساحروں کی ساتھ جب مقابلہ ہوا تو ساحروں نے رسیاں اور عصا ہائے مجوف پر سیماب تیار کر کے زمین پر ڈالے۔ جو حرارت آفتاب سے حرکت کرنے لگا اور سانپ دکھائی دئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا۔ جو اژدہا بن کر سب سانپوں کو کھا گیا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ عقل کی جادوگری عشق کی معجزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ عشق کی ساتھ علم لدنی کی تائید ہوتی ہے عقل کا صرف فلسفہ پر اعتماد ہے اس لئے عشق کی مقابلہ میں عقل اسی طرح ناکام رہتی ہے جس طرح

میں نہ اپنی زمین میں سما سکا۔ نہ اپنے آسمان میں۔ مگر اپنے مومن بندہ کے دل میں سما گیا

مولانا روم فرماتے ہیں

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ ست	من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز	من نگنجم ایں یقیں داں اے عزیز
در دل مومن بگنجم اے عجب	گر مرا جوئی دراں دلہا طلب

(۳) ترجمہ۔ میں اپنی مشکل کل پیر مغاں کے پاس لیگیا۔ کیونکہ وہ نظر کی مدد سے معمونکو حل کرتا تھا

یعنے میرے دل میں جو شکوک اور جو مشکلات تھیں۔ وہ میں نے پیر مغاں کی خدمت میں عرض کیں۔ کیونکہ وہ ان مشکلوں کو ایک نظر سے حل کر دیتا تھا ظاہر ہے کہ اولیائے حقیقت و معرفت طالب کیطرف ایک نظر دیکھنے سے اسکے دل کی تمام مشکلات کو دور کر سکتے ہیں اور اسکے تمام شکوک رفع کر سکتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ ایک بیدل کہ ہر حال میں خدا اسکے ساتھ تھا۔ وہ اسکو نہیں دیکھتا تھا اور دور سے خدارا کرتا تھا

یہ شعر اکثر قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا ہر حال میں عاشق کے ساتھ ہوتا ہے۔ حالانکہ عاشق خدا کو نہیں دیکھتا اور دور سے ہی پکارتا رہتا ہے کہ خدارا مدد دے!

دوست نزدیکتر ز من بہ من است	ویں عجب تر کہ من ازوے دورم
چکنم با کہ تواں گفت کہ او	در کنارِ من و من مہجورم

(۵) ترجمہ۔ میں نے اسے دیکھا کہ خرم و خنداں ہے اور شراب کا پیالہ ہاتھ میں ہے اس آئینہ میں وہ سو طرح کے نظارے دیکھتا تھا۔

دیدمش میں ضمیر شین راجع بسوئے پیر مغاں (شعر ۳) مطلب یہ ہے کہ میں نے پیر مغان کو دیکھا کہ خوش و خرم ہے اور شراب کا پیالہ ہاتھ میں ہے اور اس پیالہ میں ہر طرح کے نظارے دیکھ رہا ہے۔ قدحِ بادہ سے مراد شرابِ عشق کا پیالہ یعنی پیر مغاں کا دل روشن ضمیر روشن۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پیر مغاں جسکا دل شرابِ عشق کا ایک پیالہ تھا اپنے دل میں حقائق و معارف کے کئی نظارے دیکھ رہا تھا۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ یہ جام جہاں بین تجھ کو حکیم نے کب دیا۔ کہا اُسدن جبکہ وہ اس گنبد مینا کو بناتا تھا۔

میں نے پیر مغان سے پوچھا کہ تو آئینۂ دل میں ہزار طرح کے نظارے دیکھ رہا ہے حکیم مطلق (خدا) نے یہ جام جہان نما (ضمیر روشن) تجھے کب سے عطا کیا ہے۔ جواب دیا کہ آفرینشِ کائنات کے وقت سے۔ گنبد مینا سے مراد آسمان مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ علیہم السلام کے دل روزِ اول سے ہی انوارِ معرفت سے روشن ہوتے ہیں۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے جب پیرِ مغاں سے پوچھا کہ زلفِ معشوق کا سلسلہ کیا چیز ہے اور یہ زنجیر کس کام آتی ہے تو اسنے جواب دیا کہ چونکہ عاشق شبِ ہجر کی تاریکی اور طوالت کی شکایت کیا کرتے ہیں اسکی سزا میں انکو زلف کی زنجیر میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ کہ دیکھو یہ شبِ ہجر سے بھی زیادہ طویل اور تاریک ہے

غزل ۸۶

سالہا دفترِ ما در گروِ صہبا بود	۱	رونقِ میکدہ از درس و دعای ما بود
نیکیِ پیرِ مغاں بین کہ چو ما بدمستاں	۲	ہرچہ کردیم بچشمِ کرمش زیبا بود
دل چو پرگار بہرسو دورانی میکرد	۳	واندراں دائرہ سرگشتۂ پا برجا بود
می گفتم ز طرب زانکہ چو گل برلبِ جوی	۴	بر سرم سایۂ آں سروِ سہی بالا بود
پیرِ گلرنگِ من اندر حقِ ازرق پوشاں	۵	رخصتِ بحث نداد ارنہ حکایتہا بود
دفترِ دانشِ ما جملہ بشوئید بہ می	۶	کہ فلک دیدم و در قصدِ دلِ دانا بود
مطرب از دردِ محبت غزلی می پرداخت	۷	کہ حکیماں جہاں را مژہ خوں پالا بود

(۸)	قلب اندودۂ حافظ بر او خرج نشد کہ معامل بہمہ عیبِ نہاں بینا بود	(۸)

(۱) ترجمہ — ہمارا دفتر برسوں شرابِ انگور کی رہن رہا۔ شراب خانہ کی رونق ہمارے درس و دعا سے ہوتی تھی۔

دفتر۔ حساب کی کتابوں کا مجموعہ۔ حساب کی کتاب۔ مطلق کتاب۔ صہبا۔ بفتح شرابِ انگوری شراب مائل بہ سرخی۔ صہبا مونثِ اصہب۔ اصہب صفت مشبہ از صہوبت۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم برسوں تک مقیم میکدہ رہے اور ہمارے درس و تدریس اور نماز و نیاز سے میکدہ میں رونق رہی اور ہمارا دفتر یا ہمارا اعمالنامہ رہنِ شراب رہا۔

(۲) ترجمہ — پیرِ مغان کی نیکی دیکھ کہ ہم جیسے بدمستوں نے جو کچھ کیا اسکی چشمِ عنایت میں زیبا نظر آیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم بدمستوں نے ہزاروں قصور کیے۔ سینکڑوں گناہ ہم سے سرزد ہوئے۔ لیکن پیرِ مغان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے سامنے سامری کی جادوگری۔

خوش باش کہ عشق عافیت سوز		برلشکر عقل گشت فیروز	(عرفی)
در معرض عشق بے محابا		عاجز شدہ عقل حیلہ اندوز	

(۸) ترجمہ۔ اس نے کہا کہ وہ دوست جس سے سولی کا سر اونچا ہوا۔ اسکا جرم یہ تھا کہ اسرار کو ظاہر کیا۔
یعنی پیر مغاں نے کہا کہ منصور حلاج کو اسلئے سولی دی گئی کہ اسنے راز کا افشا کیا۔ منصور کا انا الحق کہنا گویا اسکے ناقابل اظہار راز کا افشا تھا۔

دی گئی منصور کو سولی ادب کے ترک پر	تھا انا الحق حق مگر اک حرف گستاخانہ تھا

(۹) ترجمہ۔ روح القدس کا فیض اگر پھر مدد فرمائے۔ تو اور لوگ بھی وہ بات کر سکتے ہیں۔ جو مسیحا کرتا تھا۔
روح القدس۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ سورہ مریم میں ہے۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا (پس بھیجا ہمنے اسکی طرف اپنا روح) اس روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام یا روح القدس ہے۔ خدا تعالےٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تشریف و تشخیص کے باعث روح کی اضافت اپنی مقدس ذات سے کی اور اپنا روح کہا کہتے ہیں کہ جبرئیل نے مریم کے نزدیک آکر انکی آستین۔ گریباں یا دامن میں پھونکا اور وہ حاملہ ہو گئیں چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔
شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر تائید غیبی اور فضل خدا شامل حال ہو۔ تو ہر ایک آدمی ایسے کام کر سکتا ہے۔ جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے یعنی مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ اس شعر میں خواجہ صاحب نے ایک نہایت حوصلہ بخش اور امید افزا اصول کی تلقین کی ہے۔ حقیقت میں انسان کو بڑے سے بڑے کام کے سرانجام دینے سے بھی کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ انگریزی میں ایک مقولہ ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "جو کام ایک شخص نے کیا ہے۔ وہ کام دوسرا آدمی بھی کر سکتا ہے"۔

اگر حجاب از جانہا برخاستے	گفت ہر جانے مسیح آساستے

(۱۰) ترجمہ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو جانتا ہے کہ معشوقوں کی زلف کا سلسلہ کیا چیز ہے تو اس نے کہا کہ حافظ شب یلدا کی شکایت کرتا تھا۔
شب یلدا۔ اندھیری لمبی رات تحقیق کے لئے دیکھو شعر د ۲۶
زلف معشوق کو بوجہ سیاہی اور طوالت کے شب یلدا اور شب ہجراں سے تشبیہ دیا کرتے ہیں

جن کو وہ بیان کر سکتے تھے۔

کل خرابات میں اک گوشہ سے آتی تھی صدا	دل میں سب کچھ ہو مگر رخصت گفتار نہیں (حالی)

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ت ۵/۱۵

(۶) ترجمہ۔ ہماری عقل کا تمام دفتر شراب سے دھو ڈالو۔ کیونکہ میں نے آسمان کو دیکھا ہے کہ وہ دانا کے دل کے قصد میں ہے
یعنی آسمان ہمیشہ عاقل اور دانا کا دشمن رہا ہے اور عقل کے ساتھ تمام تکلیفیں اور مصیبتیں وابستہ ہیں اس لئے ہماری
دانائی کی کتاب کو شراب سے دھو ڈالو یعنی جام شراب پلا کر ہمیں عاقل سے دیوانہ بنا دو۔ تاکہ ہم دورِ گردوں کے حادثات اور
اثرات سے محفوظ ہو جائیں۔

عاقل مشو کہ تا تو غم دیگراں خوری	دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱ الف ۱۳/۱ ت ۲۳/۳ ت ۱۴/۴ ت ۵۹/۵ ت ۴۵/۱۱ ت ۵/۸ ت ۶۲/۲ ت ۲۲/۵
د ۶/۱-۲-۳ د ۸/۸ د ۲۹/۳ د ۵۸/۱ ۔

(۷) ترجمہ۔ مطرب محبت سے ایک ایسی غزل گاتا تھا کہ جہاں کے دانا خون کے آنسو روتے تھے۔

خون پالا۔ یعنی خون پالائیدہ۔ پالائیدہ بخون۔ پالائیدن۔ پالودن۔ پالیدن بمعنی صاف کرنا۔ مژہ خون پالا بودن بمعنی خون گریستن۔

مطلب یہ ہے کہ مطرب ایسی سوز اور درد سے غزل گاتا تھا کہ اسکے سماع سے عاقلوں پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ یہ
لسان الغیب خواجہ حافظ کے وقت کی باتیں ہیں۔ لسان العصر سید اکبر حسین موجودہ وقت کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہیں

دیکھئے قوال بیچارے کا اب کیا حشر ہو	شیخ صاحب کو تو لکچر پر بھی وجد آنے لگا
کیوں کریگا پیش ہم پر جلوۂ حور بہشت	جب تھیٹر کا سماں واعظ کو تڑپانے لگا

(۸) ترجمہ۔ حافظ کا ملمع کیا ہوا کھوٹا سکہ اسکے سامنے نہ چل سکا۔ کیونکہ معامل تمام پوشیدہ عیبوں کو دیکھتا تھا۔

قلب (۱) دل (۲) کھوٹا چاندی۔ سونا۔ **اندودہ** اسم مفعول از اندودن۔ لیپنا۔ پوتنا۔ ملمع کرنا۔

معامل۔ معاملہ کرنے والا۔ یہاں مراد معاملِ حقیقی۔ مالک یوم الحساب۔

مطلب یہ ہے کہ خدا کے ساتھ ہماری ریاکاری نہ چل سکی۔ ہمارے ملمع کئے ہوئے دل یا ہمارے ملمع کئے ہوئے کھوٹے سکے
کی اسکے نزدیک کچھ قدر نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ ظاہر پر نہیں جاتا۔ اور مخفی عیبوں سے واقف ہے۔

برائے پردہ پوشی کس چہ دست و پا زند شرف	بدیوانے کہ دست و پائے خود باشد گواہ آنجا۔

کی عیب پوشی اور عنایت دیکھو کہ ہمارے تمام فعل اسکو زیبا نظر آتے۔

(۳) ترجمہ۔ دل پرکار کیطرح ہر طرف گردش کرتا تھا۔ اور اس دائرہ میں سرگشتہ تھا لیکن پا بر جا تھا۔

دورانی۔ دَوَران۔ بفتحات ثلاثہ یعنی بفتح اول و ثانی و ثالث بمعنی گردش فلک۔ گردش۔ جو لفظ مصادر میں سے اس وزن پر ہوگا۔ اور اس میں معنی حرکت و انتقال بھی ہوگا۔ وہ ہمیشہ بفتحات ثلاثہ پڑھا جائیگا مثلاً دَوَران۔ جَرَیان۔ طَیَران۔ سَیَلان۔ حَیَران۔ فَیَضان۔ مَیَلان۔ خَفَقان۔ حَیَوان۔ جَوَلان۔ وغیرہ لیکن فارسی استعمال میں اکثر ان لفظوں کو بفتح ثانی پڑھتے ہیں۔ مثلاً دَوْران جَرْیان فَیْضان وغیرہ وغیرہ

مطلب یہ ہی کہ اگرچہ دل دائرہ کائنات یعنی عالم کثرت میں ہر طرف پھرتا ہی۔ لیکن پرکار کی طرح اسکا ایک پاؤں مرکز پر قائم ہی اور باوجود دائرۂ کثرت میں سرگرداں ہونے کے مرکز وحدت پر قائم ہی۔

ہمچو پرکاریم یک پا در شریعت مستقیم	پائے دیگر سیر ہفتاد و دو ملت میکند

بعض دیوانوں میں "دورانی میکرد" کی بجائے "نگراں میکردید" ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میں خوشی سے کھلا جارہا تھا کہ پھول کیطرح لب جو پر میرے سر پر اس سرو جیسی قد کا سایہ تھا جسطرح پھول لب جو پر سرو کے سایہ کے نیچے شگفتہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح نہر کے کنارہ پر عاشق کا دل بھی قامت بالائے معشوق کے سایہ میں شگفتہ ہوتا ہی۔

خواجہ صاحبؒ ان چار شعروں میں عاشق حق کی ایک خاص حالت طرب و قرب کا بیان فرمایا ہی۔

(۵) ترجمہ۔ میرے پھول کے رنگ والے پیر نے ازرق پوشوں کے حق میں بحث کی اجازت نہ دی۔ ورنہ کئی حکائتیں (قابل بیان) تھیں۔

ازرق۔ نیلگوں۔ کبودی رنگ۔ ازرق پوش۔ نیلگوں کپڑے پہننے والا فقیرانہ لباس والا فقیر یہاں مراد ریاکار فقیر۔

مطلب یہ ہی کہ ہمارے گلرو پیر نے ریاکار زاہدوں کے برخلاف ہمیں کچھ کہنے کی اجازت ہی نہ دی ورنہ انکے متعلق کئی حکائتیں بیان کرنے کے قابل تھیں۔

بعض شارحین نے ازرق پوش سے مراد عاشق رند مشرب لی ہی۔ اس صورت میں شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ پیر مغاں نے اپنے بادہ نوشوں کو گفتگو کی اجازت ہی نہ دی ورنہ کئی راز ہائے نہفتہ اُن کی سینے میں تھے

حتیٰ کہ اہل حرم سے بھی نخوت فروشی کرنے لگیں۔ اہل حرم طعنۂ آنکو سنا رہی تھیں۔ لونڈیوں نے اہل حرم کی سلطان سے شکایت کی سلطان نے فی البدیہہ کہا۔ ع۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ میرود

ہر چند بادشاہ نے کوشش کی دوسرا مصرعہ موزوں نہ ہوا شعرائے دربار بھی ناکام رہے سلطان نے یہ مصرعہ خواجہ صاحب کے پاس شیراز بھیجا جنہوں نے اس پر یہ غزل لکھی۔ دوسرے مصرعہ میں ثلاثہ غسالہ کا (جو تبرکاً واقعہ درست ہے) خواجہ صاحب کی کرامت سمجھنا چاہیئے۔ زیادہ تفصیل کیلئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۲-۲۵ سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ — اے ساقی سرو گل اور لالہ کی گفتگو ہوتی ہے اور یہ بحث ثلاثہ غسالہ کے ساتھ ہو رہی ہے۔

سرو و گل و لالہ — کے متعلق دیکھو تمہیدی نوٹ غزل ہذا۔ ثلاثہ غسالہ۔ (تین نہلانے والیاں) شراب کے تین پیالے جو علی الصباح پئے جاتے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک غم کو دھوتا ہے دوسرا کثافت بدنی کو دور کرتا ہے اور تیسرا کدورت بشریات کو زائل کرتا ہے۔ نیز دیکھو تمہیدی نوٹ غزل ہذا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے اور سرو گل و لالہ کی باتیں ہو رہی ہیں اور اس گفتگو کے ساتھ ثلاثہ غسالہ کا دور بھی جاری ہے۔

(۲) ترجمہ — شراب دے کہ باغ کی نئی دلہن کا حسن حد کمال پر پہنچ گیا ہے۔ اس وقت کام و لالہ کی صنعت سے چلتا ہے نوعروس چمن سے مراد چمن بحالت نوبہار۔ خواجہ صاحب نے نوعروس چمن سے کام برآری کیلئے و لالہ سے کی ضرورت بتائی ہے۔ شراب کے بغیر بہار کا لطف اور حظ نصیب نہیں ہو سکتا۔

(۳) ترجمہ — ہندوستان کی تمام طوطیاں شکر خور ہو جائینگی۔ اس فارسی قند سے جو بنگال جا رہا ہے۔

یعنی جب یہ غزل بنگال پہنچے گی تو اسکی شیرینی فصاحت اور بلاغت سے ہندوستان کے سخن فہم محظوظ ہونگے۔

(۴) ترجمہ — سلوک شعر میں طے مسافت اور وقت کو دیکھ کہ یہ ایک رات کا لڑکا ایک سال کی راہ پر جا رہا ہے۔

طفل یکشبہ سے مراد غزل ہذا جو غالباً خواجہ صاحب نے ایک ہی رات میں لکھی ہوگی رہ یکسالہ سے مراد شیراز اور بنگال کی درمیانی مسافت جو ان دنوں ایک سال کا رستہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ شعر و شاعری کا مسلک بھی عجیب ہے کہ اتنی تھوڑی عمر کا لڑکا اتنی بڑی مسافت کو طے کرنے لگا ہے۔ یعنی کلام کی اشاعت دیکھو کہ یہ غزل جو صرف ایک رات کے فکر کا نتیجہ ہے کتنی دور جا رہی ہے۔ خواجہ صاحب کا کلام انکی اپنی زندگی میں ہی تھوڑے عرصہ کے اندر اندر چاروں طرف پھیل گیا تھا اور انکی غزلیں بڑی بڑی مسافتیں طے کرکے دور دور پہنچیں۔

سورہ لقمان میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ یعنی خدا جانتا ہے اس چیز کو جو سینوں میں ہے
سورہ فاطر میں ہے۔ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ یعنی تحقیق وہ جانتا ہے اس چیز کو جو سینوں میں ہے
سورہ تغابن میں ہے۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۔ یعنی خدا جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھتا ہے۔ حاصل کلام
یہ ہے کہ خدا ہر ایک چیز اور ہر ایک فعل کی حقیقت کو جانتا ہے اس لئے اسکے سامنے عبادت ریائی اور زہد ظاہری کچھ کام نہیں آتی

غزل (۸۷)

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ میرود	۱	وین بحث با ثلاثہ غسالہ میرود
می دہ کہ نو عروس چمن حسن یافت	۲	کار این زمان ز صنعت دلالہ میرود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند	۳	زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود
طی مکان ببین و زمان در سلوک شعر	۴	کاین طفل یک شبہ رہ یک سالہ میرود
باد بہار می وزد از بوستان شاہ	۵	وز ژالہ بادہ در قدح لالہ میرود
آن چشم جادوانہ عابد فریب بین	۶	کش کاروان سحر بدنبالہ میرود
خوی کردہ می خرامد و بر عارض سمن	۷	از شرم روی او عرق از ژالہ میرود
ایمن مشو ز عشوہ دنیا کہ این عجوز	۸	مکارہ می نشیند و محتالہ میرود
چون سامری مباش کہ زر دید و از خری	۹	موسی بہشت و از پی گوسالہ میرود

(۱۰) **حافظ** ز شوق مجلس سلطان غیاث دین
خامش مشو کہ کار تو از نالہ میرود (۱۰)

یہ غزل خواجہ صاحب نے سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر فرمان روائے بنگالہ کو لکھکر بھیجی تھی۔
کہتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین ایک دفعہ بیمار ہوا۔ بیماری میں اس نے اپنی تین لونڈیوں کو جن میں سے ایک کا نام سرو دوسری کا گل اور تیسری کا لالہ تھا اور جن سے اسکو نہایت محبت تھی خدمت غسل سپرد کی۔ بیماری کے ایام میں وہ نا امی[illegible]
تنہائی میں۔ جب سلطان صحت یاب ہوا ان تینوں سے زیادہ محبت کرنے لگا [illegible] ہو گئیں

سامری۔ موسیٰ ۔ اور گوسالہ کے لئے دیکھو شعر د ۲۴/۵۔

(۱۰) ترجمہ :- اے حافظ سلطان غیاث الدین کی مجلس کے شوق میں۔ چُپ نہ ہو۔ کیونکہ تیری کام برآری نالہ ہی سے ہوتی ہے۔ یعنی اے حافظ سلطان کی مجلس میں پہنچنے کے شوق میں نالہ وزاری کئے جا۔ خاموش نہ ہو۔ اسی نالہ وزاری سے تیرا مقصد حاصل ہوگا۔ خواجہ صاحب شیراز چھوڑ کر بنگالہ تک جا تو نہ سکے۔ مگر دربار سلطان میں باریاب ہونے کے شوق کا اظہار کر دیا

غزل (۸۸)

	#	
سرو چمان من چرا میل چمن نمیکند	۱	ہمدم گل نمیشود یاد سمن نمیکند
تا دل ہرزہ گرد من رفت بچین زلف او	۲	زاں سفر دراز خود یاد وطن نمیکند
پیش کمان ابرویت لابہ ہمیکنیم ولے	۳	گوش کشیدہ است ازاں گوش بمن نمیکند
چوں ز نسیم میشود زلف بنفشہ پرشکن	۴	وہ کہ دلم چہ یاد آں عہد شکن نمیکند
با ہمہ عطر دامنت آیدم از صبا عجب	۵	کز گذر تو خاک را مشک ختن نمیکند
ساقی سیم ساق من گر ہمہ زہر میدہد	۶	کیست کہ تن چو جام می جملہ دہن نمیکند
دل بامید وصل تو ہمدم جان نمیشود	۷	جاں بہوای کوی تو فکر چمن نمیکند
دی گلہ ز طرہ اش کردم و از سر فسوس	۸	گفت کہ ایں سیاہ کج گوش بمن نمیکند
دست ستم جفا مکن آب رخم کہ فیض ابر	۹	بی مدد سرشک من در عدن نمیکند
تحفہ سای شد صبا دامن پاکت از چہ رو	۱۰	خاک بنفشہ زار را مشک ختن نمیکند

(۱۱) کشتہ غمزہ تو شد حافظ ناشنیدہ پند (۱۱)
تیغ سزاست ہر کرا درک سخن نمیکند

(۱) ترجمہ :- میرا سرو خراماں چمن کیطرف رغبت کیوں نہیں کرتا۔ پھول کا ہمدم نہیں ہوتا سمن کی یاد نہیں کرتا۔

(۵) ترجمہ۔ بادشاہ کے باغ کیطرف سے باد بہار چلتی ہے اور بارش (یا شبنم) کے قطروں سے لالہ کے پیالہ میں شراب گرتی ہے

ژالہ۔ لغوی تحقیق کے لئے دیکھو شعر ب ۴/۱

گل لالہ میں بارش یا شبنم کے قطرے لالہ کی سرخی کی وجہ سے سرخ معلوم ہوتے ہیں۔ گو یا پیالہ میں شراب پڑی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ باد بہاری چل رہی ہے اور گل لالہ میں بارش کے قطرے اسطرح معلوم ہوتے ہیں جسطرح پیالہ میں شراب۔ سلطان بنگالہ نے خواجہ صاحب کیطرف بطور انعام اور زادِ راہ وغیرہ کے لئے بہت سا روپیہ بھی بھیجا تھا۔ غالباً اس شعر میں اس انعام واکرام کا شکریہ بھی ہے۔ کیونکہ فرماتے ہیں کہ باد بہاری بادشاہ کے باغ کیطرف سے چلتی ہے

(۶) ترجمہ۔ اس جادوگر اور عابد فریب آنکھ کو دیکھ جسکے پیچھے پیچھے جادو کا قافلہ چلتا ہے۔

عابد فریب۔ عابدوں کو فریب دینے والی یعنی وہ آنکھ جو زاہدوں کو بھی فریفتہ کرے۔

(اکبر)	گال وہ صبح درخشاں کہ ملک پیار کریں		آنکھیں وہ فتنۂ دوراں کہ گنہگار کریں

مطلب یہ ہے کہ اس عابد فریب جادوگر آنکھ کے ساتھ جادو کے قافلے چلتے ہیں۔ یعنی از حد جادوگر ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۲۴/۵

قیاس کردم ازاں چشم جادوانہ مست ہزار ساحر چوں سامریش در گلہ بود

(۷) ترجمہ۔ پسینہ میں تر ہو کر ٹہلتا ہے اور چنبیلی کے رخسار پر۔ اسکے چہرہ کے (رشک و) شرم سے شبنم کا پسینہ آتا ہے

ژالہ لغوی تحقیق کے لئے دیکھو شعر ب ۴/۱

مطلب یہ ہے کہ عارض سمن پر جو شبنم کے قطرے پڑے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ میرے معشوق کے عارض پر پسینہ کے قطرے دیکھکر بوجہ رشک اور شرم کے چنبیلی کو پسینہ آگیا ہے۔ گو یا عارض معشوق پر پسینہ کے قطرے عارض سمن پر شبنم کے قطروں سے زیادہ خوشنما ہیں۔

راست چوں عارضِ گلگون عرق کردۂ یار	سعدی	ژالہ بر لالہ فرود آمدہ ہنگام سحر

(۸) ترجمہ۔ دنیا کی عشوہ گری سے بے فکر نہ ہو کہ یہ بڑھیا۔ مکر کرتی ہوئی بیٹھتی ہے اور حیلہ کرتی ہوئی چلتی ہے۔

محتالہ۔ زن حیلہ گر، مکار عورت۔

مطلب یہ ہے کہ عجوزۂ دنیا چلتے بیٹھتے حیلہ گری اور مکاری کرتی ہے۔ اسکے فریبوں سے بچنا چاہیئے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ت ۴/۱

(۹) ترجمہ۔ سامری کیطرح نہ ہو کہ اسنے سونا دیا اور بیوقوفی سے۔ موسیٰ کو چھوڑ دیا اور گوسالہ کے پیچھے گیا۔

مطلب یہ ہے کہ میرا دل تیرے وصال کی امید میں جان کو تنہا چھوڑ کر تیرے پاس چلا گیا ہے اور وہاں سے واپس نہیں ہوتا اور میری جان باغ کے سیر سے مستغنی ہے کیونکہ اسکے لئے تیرا کوچہ ہی باغ ہے اور وہ اسی باغ کی آرزو میں رہتی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میں کل اسکے طرہ کی شکایت کر رہا تھا کہ اس نے افسوس سے کہا کہ یہ سیاہ کج میری طرف کان نہیں دھرتا

سیاہ کج۔ زلف کو بوجہ سیاہی اور پیچ در پیچ ہونے کے سیاہ کج کہا ہے۔ یعنی نافرمان حبشی

مطلب یہ ہے کہ جب میں نے اسکے طرہ کی تطاول کی شکایت کی تو جواب دیا کہ افسوس ہے کہ وہ ہماری بات بھی نہیں مانتا اور نہ اسے سمجھاتے۔

(۹) ترجمہ۔ میرے رخسار کے پانی کو ستم کا دست کش نہ بنا کیونکہ بادل کا فیض بھی میرے آنسوؤں کی مدد کے بغیر عدن کا موتی نہیں بنا سکتا۔

دست کش۔ یا دست خوش۔ وہ چیز جو ہاتھ کی مالش سے فرسودہ ہو گئی ہو۔ مضمحل عاجز۔ زبون۔ زیر دست مغلوب۔ **آب رخ**۔ آنسو سرشک (یا بمعنے آبرو) **دُرِ عدن**۔ عدن کا موتی۔ مطلق یعنی موتی پہلے زمانہ کے لوگوں کا خیال تھا کہ بارش کا قطرہ جب سیپ میں گرتا ہے تو سیپ کا منہ بند ہو جاتا ہے اور وہ قطرہ دست قدرت کی صناعی سے کچھ مدت کے بعد موتی بن جاتا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔

	اے صدف تشنہ مبیر سوئے نیسان ہنگام		بہر یک قطرہ آب ز شکمت چاک کنند

خواجہ فرماتے ہیں کہ میرے آنسوؤں کو دست کش ستم نہ کر یعنی ذلیل نہ کر۔ کیونکہ میرے آنسو موتی جیسی قیمتی چیز ہیں۔ ابر نیساں انہی کی برکت سے دُرِ عدن پیدا کرتا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ بادِ صبا لخلخہ سائی کر رہی ہے۔ تیرا پاک دامن کس لئے بنفشہ زار کی خاک کو مشک ختن نہیں کرتا۔

لخلخہ۔ چند خوشبوؤں کا مرکب ہے۔ دماغ کی تقویت کیواسطے سونگھتے ہیں **بنفشہ زار**۔ وہ کھیت جس میں بنفشہ ہو۔ باغ کا وہ حصہ جہاں بنفشہ پیدا ہو۔

مطلب یہ ہے کہ بادِ صبا لخلخہ کی خوشبو پھیلا رہی ہے۔ یعنی موسم بہار ہے اور پھولوں کی خوشبو سے باغ مہک گیا ہے تیرا دامنِ پاک بنفشہ زار کو کیوں آکر معنبر نہیں کرتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ موسم بہار ہے۔ ہوا معطر ہے تو بھی باغ میں جلوہ پیرا ہو اور بنفشہ زار کو اپنی خوشبو سے مشکِ ختن بنا دے۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ جس نے نصیحت نہ سنی تیرے غمزہ کا مقتول ہوا۔ جو شخص بات نہ سمجھے اسکی سزا تلوار ہے (وہ تلوار کے لائق ہے)۔

سرو چماں ۔ سرو خراماں ۔ معشوق ہی قد ۔ قامتِ معشوق کو سرو سی تشبیہ دیتی ہیں ۔ لیکن چونکہ سرو پابند ہوتا ہی چل نہیں سکتا ۔ اس تمیز کیلیے معشوق کو سروِ چماں کہتی ہیں ۔ چمن اور چماں کی رعایت ظاہر ۔ ایک ہی مصدر سے مشتق ہیں

مطلب یہ ہی کہ موسم بہار ہے ۔ میرا معشوق باغ کی سیر کو کیوں نہیں نکلتا ۔

(۲) ترجمہ ۔ جب سے میرا آوارہ گرد دل اسکی زلف کی خم میں گیا ہی ۔ اپنے اس لمبے سفر سے وطن کی یاد نہیں کرتا ۔

سفرِ دراز زلفِ دراز کی رعایت سے آیا ہی ۔ اسی مضمون کیلیے دیکھو شعر د ۸۴/۱۰ ۔

(۳) ترجمہ ۔ تیری کمانِ ابرو کے سامنے عجز و نیاز کرتا ہوں لیکن اس نے کنارہ کشی کی ہوئی ہی اسلیے میری بات نہیں سنتی

لا یہ ۔ تملق ۔ چاپلوسی ۔ خوشامد ۔ مجاز آ بمعنے فریب و عجز و اخلاص

مطلب یہ ہی کہ تیرے ابرو کی کمان کے سامنے ہر چند تملق و چاپلوسی کرتا ہوں ۔ مگر وہ تیر اندازی سے باز نہیں آتی ۔ گوشۂ ابرو اور گوشۂ کمان کے لحاظ سے گوشہ کشیدہ اور گوش کی رعایت ظاہر ۔

(۴) ترجمہ ۔ جب نسیم سے بنفشہ کی زلف پر شکن ہوتی ہی ۔ تو میرا دل اس وعدہ شکن کی کیا کیا یاد نہیں کرتا ۔

یعنی نسیم جب بنفشہ کی زلف کو پریشان کرتی ہی ۔ تو مجھے وہ عہد شکن معشوق بہت یاد آتا ہی ۔ اور اسکی زلفِ پریشان کی یاد میں دل پریشان ہوتا ہے ۔ لفظ وہ برائے زینت کلام اور تا بمعنی کثرت کے لیے آیا ہی ۔ شکن اور شکن میں صنعت تجنیس ہی ۔

(۵) ترجمہ ۔ مجھے بادِ صبا سے تعجب آتا ہی اگر باوجود تیرے دامن کے اس تمام عطر کے وہ تیری گذر کی خاک کو مشکِ ختن نہ کرے

مطلب یہ ہی کہ تیرے دامن میں اس قدر خوشبو ہی کہ اگر تو ایکدفعہ کسی راستہ سے گذر جائے تو تمام زمین مشکِ ختن بن جائے ۔ با ایں ہمہ اگر ایسا نہ ہو تو مجھے بادِ صبا پر تعجب ہوگا ۔ کیونکہ بادِ صبا ہی خوشبو کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتی ہے

(۶) ترجمہ ۔ اگر میرا سیم ساق ساقی تمام کی تمام زہر بھی دے تو کون ہی جو پیالہ کیطرح اپنے تمام جسم کو منہ نہ بنا دے ۔

سیم ساق ۔ (ساق یعنی پنڈلی) چاندی کیطرح سفید اور صاف پنڈلی والا ۔ سیمین بدن ۔

مطلب یہ ہی ۔ کہ اگر میرا سیمین بدن معشوق بجائے شراب کے تمام تر زہر بھی دے تو بھی لوگ پیالہ کیطرح ہمہ تن دہن بنکر اسکو پی لینگے ۔ ظاہر ہے ۔ کہ پیالہ کا تمام جسم منہ ہی منہ ہوتا ہی ۔ قلمی دیوانوں میں بجائے لفظ زہر کے لفظ دُرد ہے ۔ ساقی اور ساق میں صنعت تجنیس ہی ۔ تسلیم و رضا کی تعلیم ہی ۔ یعنی خدا کیطرف سے جو آئے اس پر شاکر رہنا چاہیے

بجور ہرچہ آید ز دستِ حبیب — نہ بیمار دانا تر است از طبیب

(۷) ترجمہ ۔ دل تیرے وصل کی امید میں جان کا ہمدم نہیں ہوتا اور جان تیرے کوچہ کی آرزو میں باغ کا فکر نہیں کرتی ۔

(۲) ترجمہ - جب بلا کا فتراک باندھتی ہیں تو اسکے ساتھ جانیں باندھتی ہیں اور جب زلفِ عنبریں کو جھاڑتی ہیں تو اس میں سے دل جھاڑتی ہیں۔

فتراک - شکار بند وہ چمڑے کے تسمے جو زین کے دائیں بائیں شکار یا ضروری سامان باندھنے کیلئے لگی ہوتی ہیں الفاظ کی ترکیب قدرے پیچیدہ ہے - نثر میں عبارت اسطرح ہوگی - حسینان چو فتراکِ بلا بر بندند جانہا باو بر بندند وچوں زلفِ عنبریں بفشانند از و دلہا بفشانند۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق معشوقیت کے فتراک تو عاشقوں کی جانیں باندھتی ہیں اور انکی زلفوں میں اسقدر دل گرفتار ہوتے ہیں کہ زلف جھاڑنے سے دل جھڑنے لگ جاتے ہیں

کیا عہد کوئی اس بتِ سفاک سے باندھے	سر کاٹ کے عاشق کا جو فتراک سے باندھے
تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں	کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

(۳) ترجمہ - میری آنکھوں سے جب لعل رمانی برستے ہیں تو وہ ہنستے ہیں میرے چہرہ پر جب پوشیدہ راز دیکھتے ہیں تو اسی کو پڑھتے ہیں

لعل رمانی سرخ لعل - رمان معنی انار - مراد سرخ آنسو لہو کے آنسو۔

مطلب یہ ہے کہ جب میں لہو کے آنسو روتا ہوں تو وہ ہنستے ہیں۔

ما گریہ چوں نمک بجگر خستیم	تو بخندہ شکر افشانی ہنوز

اور جب میرے چہرہ پر عشق کے نہانی اسرار دیکھتے [illegible] تو ان اسرار کا مطالعہ کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں بعض شارحین نے میخوانند سے مراد "مجھے بلاتے ہیں" لی ہے۔

(۴) ترجمہ - [illegible] اگر ایک گھڑی بھی ہمارے ساتھ بیٹھتے ہیں تو اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور جب بیٹھتے ہیں تو شوق کا درخت ہمارے دل میں لگا دیتے ہیں۔

یعنی معشوق جب ہمارے پاس بیٹھتے ہیں تو ہمارے دل میں شوق پیدا کر دیتے ہیں لیکن تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد پھر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں

حیف قدر چشم زدن صحبت یار آخر شد	روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

(۵) ترجمہ - منصور کی طرح مراد سے وہی لوگ پھل پاتے ہیں جو سولی پر پہنچے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسے درد کی باوجود بھی علاج کے [illegible] تو محروم [illegible]

منصور - ایک کامل فقیر گذرے ہیں [illegible] پر سولی دی گئی تھی - انکا نام حسین تھا منصور انکے باپ کا نام تھا حسین ابن منصور [illegible] سے لوگ [illegible] منصور [illegible] انکا لقب ہے - وجہ تسمیہ یہ ہے کہ [illegible]

یعنی حافظ عشق کی مشکلات کو جانتا تھا۔ اور اسکو نصیحت بھی کی گئی تھی۔ کہ یہ رستہ پُر خطر ہے۔ مگر اس نے ایک نہ مانی۔ آخر نتیجہ دیکھ لیا۔ کہ تیری تیغِ ادا کا کشتہ ہوا۔

غزل (۸۹)

سمن بویان غبار دل چو بنشینند بنشانند	۱	پریرویان قرار دل چو بستیزند بستانند
بفتراک جفا جانها چو بربندند بربندند	۲	ز زلف عنبرین دلها چو بگشانند بفشانند
ز چشم لعل رمانی چو می بارند میخندند	۳	ز رویم راز پنهانی چو می بینند میخوانند
بعمری یک نفس با ما چو بنشینند برخیزند	۴	نهال شوق در خاطر چو بنشینند بنشانند
چو منصور از مراد آنان که بردارند بردارند	۵	که با این درد اگر دربند درمانند درمانند
سرشک گوشه گیران را چو دریابند دریابند	۶	رخ از مهر سحر خیزان نگردانند گردانند

(۷) بدین حضرت چو مشتاقان نیاز آرند ناز آرند
بدین درگاه حافظ را چو میرانند میخوانند (۷)

اس غزل میں خواجہ صاحب نے قافیہ کے متصل ہر ایک شعر میں ایک ایسا لفظ رکھا ہے جو قافیہ کے ساتھ یا تو صنعتِ تجنیس پیدا کرتا ہے یا لفظی اور گاہ بگاہ معنوی مقابلہ کی صورت میں واقع ہوتا ہے۔ مگر خواجہ صاحب کے کلام کا خاصہ ہے کہ ان صنائع لفظی و معنوی کے قیود اور تصنعات میں پڑ کر مضامین اور خیالات کی برجستگی اور آمد کا لطف کم نہیں ہوتا۔ خواجہ صاحب کی رنگ آمیزی قدرتی رنگ آمیزی نظر آتی ہے اور قدرتی خوبصورتی مصنوعی خال و خط میں پوشیدہ نہیں ہو جاتی۔

(۱) ترجمہ۔ سمن کی خوشبو والے جب بیٹھتے ہیں تو دل کی غبار کو بٹھا دیتے ہیں۔ پریرو جب لڑتے ہیں تو دل کا قرار لیجاتے ہیں۔

یعنی حسینوں کی صحبت سے دل کا غبار اور انکی ناراض ہونے سے دل کا قرار دور ہو جاتا ہے۔

پہلے مصرعہ کے لفظ دوسرے مصرعہ کے الفاظ سے بالترتیب مقابل واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً سمن بویان۔ پریرویاں اور غبار دل۔ قرار دل۔ الخ

غزل ۹۰

سحرم دولت بیدار ببالین آمد	۱	گفت برخیز که آن خسرو شیریں آمد
قدحی درکش و سرخوش بتماشا بخرام	۲	تا ببینی که نگارت بچہ آئیں آمد
مژدگانی بدہ ای خلوتی نافہ کشای	۳	کہ ز صحرائے ختن آہوی مشکیں آمد
گریہ آبی برخ سوختگاں باز آورد	۴	نالہ فریادرس عاشق مسکیں آمد
مرغ دل باز ہوادار کمان ابروئیست	۵	کہ کمیں صید گہش جان و دل و دیں آمد
در ہوا چند معلق زنی و جلوہ کنی	۶	ای کبوتر نگراں باش کہ شاہیں آمد
ساقیا می بدہ و غم مخور از دشمن و دوست	۷	کہ بکام دل ما آں بشد و ایں آمد
شادی یار پریچہرہ بدہ بادۂ ناب	۸	کہ می لعل دوای دل غمگیں آمد
رسم بدعہدی ایام چو دید ابر بہار	۹	گریہ‌اش بر سمن و سنبل و نسریں آمد

(۱۰)	چوں صبا گفتۂ حافظ بشنید از بلبل عنبر افشاں بتماشائے ریاحیں آمد	(۱۰)

اس غزل میں مضمون مسلسل ہے۔ شرح صدر کی کیفیت کا بیان ہے۔ دیکھو تمہیدی نوٹ غزل (۵۳) ردیف ہذا۔ خواجہ صاحب سحر خیز تھے اور دعائے سحری کے فوائد سے کیسے آگاہ تھے۔ آپ کو مشاہدۂ تجلیات محبوب حقیقی کی خوشخبری ہمیشہ بوقت سحر ملتی ہے۔

بباغ قدس بہ جرم گلے دگر شگفند		ازاں نفس کہ برآید ز دل سحرگاہے	

خواجہ صاحب کو معشوق کی آمد کی خوشخبری سنائی گئی اور یہ تمام نغمہ سرائی خواجہ صاحب نے اسی خوشی میں کی ہے اب ناظرین اپنے مذاق کے مطابق اس معشوق کو محبوب حقیقی سمجھیں یا معشوق مجازی۔

(۱) ترجمہ۔ (آج) سحر کے وقت بخت بیدار میرے سرہانے آیا۔ اور کہا کہ اٹھ کیونکہ وہ خسرو شیریں آگیا ہے خسرو۔ یالضم یا بکسر اول سیاوش بن کیکاؤس کے لڑکے کا نام۔ پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کا نام ہے

بنئے دھنئیے کی دکان پر بیٹھے تھے۔ اس نے کسی کام کو کہا اسنے انکار کیا کہ میں اپنے کام میں مشغول ہوں۔ انہوں نے فرمایا
جا میں تیرا کام کر دونگا وہ چلا گیا اور جب تھوڑی دیر کے بعد آیا تو دیکھا کہ دکان کی تمام روئی دھنی ہوئی ہے۔
بر دارند۔ یعنی بدار ہستند۔ سولی پر ہیں۔ بر دارند یعنی بر میخورند فائدہ حاصل کرتے ہیں پھل اٹھاتے ہیں۔
برخوردار ہوتے ہیں۔ درمانند یعنی درمان ہستند۔ در بندِ درمانند یعنی در بند درمان ہستند۔ علاج کے
درپئے ہیں۔ درمانند۔ از مصدر ماندن۔ رہ جاتے ہیں۔ عاجز رہ جاتے ہیں۔ محروم رہجاتے ہیں۔
شعر کا مطلب یہ ہے کہ بازئ عشق میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوسکتے ہیں جو منصور کیطرح جان قربان کردیتے ہیں
کیونکہ درد عشق کا علاج سوائے موت کے کوئی نہیں۔ یہ ایسا درد ہے جسکی دوا نہیں کرنی چاہیئے۔ جو عاشق دردِ عشق
کی دوا کرتے ہیں وہ گویا خود کو عشق کے فیض سے محروم کرتے ہیں۔

لذتِ زخمِ خدنگِ تو نداند ہرگز		ہر کہ در سینہ اش اندیشۂ مرہم گزرد	(جامی)

(۶) ترجمہ۔ گوشہ گیر آنسو کو اگر پاتے ہیں تو موتی حاصل کرتے ہیں سحر خیزوں کی محبت سے منہ نہ پھیریں اگر جانیں۔
گردانند۔ یعنی اگر دانند۔ مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کے آنسو کیقدر کرنے سے معشوقوں کو موتی حاصل ہوتے
ہیں۔ آنسو کے قطرہ اور موتی کی مشابہت ظاہر ہے کیونکہ موتی بھی قدیم عقیدہ کے مطابق پانی کے قطرے سے بنتے تھے
نیز موتی صدف میں پیدا ہوتا ہے اور آنسو آنکھ میں۔ آنکھ اور صدف کی مشابہت صوری ظاہر ہے۔ موتی
بھی گوشہ گیر ہوتا ہے اس لئے سرشک گوشہ گیر کی رعایت بھی ظاہر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر معشوق عاشقوں کے آنسوؤں
کے قطروں کی قدر کرینگے تو موتی حاصل کرینگے یعنے فائدہ اٹھائینگے اور اگر معشوقوں کو عاشق نوازی کے فوائد معلوم
ہوں تو پھر وہ انکی محبت سے منہ نہ پھیریں۔
(۷) ترجمہ۔ اس درگاہ میں مشتاق جب نیاز لاتے ہیں تو وہ (یعنے معشوق) ناز لاتے ہیں حافظ کو جب
اس درگاہ سے نکالتے ہیں۔ تو پھر بلا لیتے ہیں۔
نازارند۔ ناز آرند۔ ناز لاتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کی نیاز کے مقابلہ میں معشوق ناز کرتے ہیں۔ عاشق کو کبھی درگاہ سے نکالتے ہیں اور کبھی
واپس بلاتے ہیں۔ نازارند کو اگر بمعنے نیازارند یعنی آزار نمے دہند پڑھا جائے تو پہلے مصرعہ کا یہ
مطلب ہوگا۔ کہ عاشق جب معشوقوں کی درگاہ میں نیاز لاتے ہیں۔ تو آزار نہیں دیتے۔

مشہور شکاری پرندے کا نام ہے۔
یہ شعر ہر ایک غافل کی تنبیہ کے لیے ہے۔ دنیا کے زر و مال اور چند روزہ عیش و عشرت پر نازاں نہیں ہونا چاہئے۔
انقلابات دہر سے ڈرنا چاہیے۔ موت سر پر کھڑی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے ساقی شراب دے اور دشمن و دوست کا غم نہ کھا کیونکہ ہمارے دل کی مراد کے مطابق وہ گیا اور یہ آیا ہے
آں سے مراد دشمن اور ایں سے مراد دوست یعنی دشمن گیا اور دوست آیا ہے۔ دشمن و دوست اور آں و ایں میں
لف و نشر مرتب ہے۔

(۸) ترجمہ۔ پری رو معشوق کی خوشی کے صدقے خالص شراب دے کیونکہ سرخ شراب غمگین دل کی دوا ہے۔
شادی یار۔ اصل میں بشادی یار ہے۔ ب محذوف ہے۔ یعنی ہم غمگین ہیں۔ معشوق خوش ہے معشوق
کی خوشی کے صدقے ایک پیالہ ہمکو بھی دے۔ کہ ہمارا دل بھی خوش ہو جائے۔

(۹) ترجمہ۔ زمانہ کی بیوفائی کی رسم جب ابر بہار نے دیکھی۔ تو اسکو سمن سنبل اور نسرین پر رونا آیا۔
باغ میں کبھی بہار ہے کبھی خزاں چمن کبھی سرسبز ہے کبھی ویران زمانہ کی اس بدعہدی اور بیوفائی کو دیکھ
کر گویا موسم بہار کا بادل باغ پر روتا ہے کہ آج کیا حالت ہے۔ کل کیا ہو گی۔

(۱۰) ترجمہ۔ جب بادِ صبا نے بلبل سے حافظ کا کلام سنا عنبر افشانی کرتی ہوئی ریاحین کی تماشہ کو آئی۔
ریاحین۔ جمع ریحان۔ ناز بو۔ سبزہ زار۔ گلستاں۔ باغات۔
شاعرانہ فخر یہ شعر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ باغ میں بلبلیں بھی حافظ کی غزلیں گاتی ہیں اور بادِ صبا ان
غزلوں کو سنکر باغ میں آتی ہے اور عنبر افشانی کرتی ہے۔

غزل (۹۱)

ستارہ بدر خشید و ماہ مجلس شد	۱	دل رمیدۂ ما را انیس و مونس شد
نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت	۲	بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد
طرب سرائے محبت کنوں شود معمور	۳	کہ طاق ابروی یار منش مہندس شد
ببوی او دل بیمار عاشقان چو صبا	۴	فدای عارض نسرین و چشم نرگس شد

شیریں پر عاشق تہا۔ بعض محققین لکھتے ہیں کہ خسروؔ یعنے خوش رو (یا خوب رو) کا معرب ہی۔ یہ لفظ مجازاً ہر بادشاہ کے نام کے لئے استعمال ہوتا ہی معشوق کو بھی کہتے ہیں۔ خسرو شیریں یعنی شیریں معشوق۔ خسرو اور شیریں کی رعایت ظاہر

(۲) ترجمہ۔ ایک پیالہ پی اور سرخوش ہوکر نظارہ کرتے جا۔ تاکہ تو دیکھے کہ تیرا معشوق کس آئین انداز سے آیا ہی۔
سرخوش۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو ت ۲۳

(۳) ترجمہ۔ اے نافہ کشا خلوتی اس خوشخبری کا انعام دے۔ کیونکہ صحرائے ختن سے آہوئے مشکیں آیا ہے۔
مژدگانی۔ مژدہ کا انعام۔ خوشخبری دینے والے کو جو انعام دیا جائے۔
صحرائے ختن نافہ والے ہرنوں کے لئے مشہور ہی۔ مطلب یہ ہی کہ معشوق اپنے دیار سے تشریف فرما ہوا ہی۔ اس خوشخبری کا انعام دے۔ عاشق کو خلوتی نافہ کشا اس لئے کہا ہی کہ عاشق خلوت نشین ہوتے ہیں اور معشوق کی یاد اور پرستش کی خوشبو سے مشام جان کو معنبر کرتے رہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ رونا سوختہ جانوں کے چہرہ پر پھر آب لے آیا۔ نالہ مسکین عاشق کا فریاد رس ہوا۔
یعنے سوختگان عشق کے چہرہ کو گریہ و زاری سے پھر آب و تاب حاصل ہوئی اور مسکین عاشق کے نالے اس کے فریادرس ہوئے۔ گریہ۔ آب اور سوختگان کی رعایت ظاہر۔ خواجہ صاحب نے عشق میں گریہ زاری کے فوائد بیان کئے ہیں۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۹۲

(۵) ترجمہ۔ مرغ دل پھر اس کمان ابرو کا مشتاق ہوا ہی کہ اس کی کمینہ صید گاہ جان۔ دل اور دین ہیں۔
ہوا۔ معنے (۱) اشتیاق (۲) جوف جو آسمان و زمین کے درمیان ہی (۳) باد ساکن۔ کمین (۱) گھات (۲) کمینہ۔ کمتریں۔
معشوق کو کمان کی ابروؤں والا کہکر صیاد بنایا ہی۔ مرغ دل کو صید کہا ہی اور جان و دل و دین کو اس کی کمترین صیدگاہ بیان کیا ہی۔ مطلب یہ ہی کہ دل اب پھر اس معشوق کا مشتاق ہی جس پر جان و دل اور دین قربان کرنا ایک بہت معمولی اور کمترین بات ہی۔ مرغ۔ ہوا۔ کمان اور صیدگاہ کی رعایت ظاہر۔ کمان اور کمیں میں صنعت ایہام اور صنعت تجنیس ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہوا میں کب تک تو قلابازیاں کھائے گا اور جلوہ نمائی کریگا۔ اے کبوتر ہوشیار رہ کہ شاہین آیا۔
معلق زدن۔ قلابازی کھانا۔ بازی کرنا۔ لوٹن کبوتروں کا ہوا میں لوٹنیاں کھانا۔ شاہیں ایک

(۳) ترجمہ ۔ محبت کا طرب سرا (یعنی دل) اب معمور ہوگا کیونکہ میرے معشوق کی ابرو کا طاق اس کا مہندس بنا ہے ۔

معمور ۔ آباد ۔ بھرا ہوا ۔ پُر ۔ (عمارت کردہ شدہ) مہندس ۔ اندازہ کرنے والا ۔ علم ہندسہ اور اشکال کا عالم ۔ عمارتی کام کا ماہر ۔ انجینئر ۔

دل کو طرب سرائے محبت کہا ہے ۔ کیونکہ دل ہی عشق کے اسرار اور محبت کے انوار کا مقام ہے ۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اب میرے دل کا مکان تعمیر ہوجائیگا ۔ کیونکہ معشوق کی ابرو کا طاق اب اسکا معمار بنا ہے ۔ یعنی دل کی بنا اب درست ہوجائیگی ۔ کیونکہ ابروئے معشوق کے طاق کے اندازہ پر بن رہی ہے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دل اب آباد ہوجائیگا ۔ کیونکہ معشوق کی ابرو کا خیال ہر وقت دل میں رہتا ہے ۔ سرائے ۔ معمور ۔ طاق ۔ مہندس میں صنعت مراعات النظیر ۔

(۴) ترجمہ ۔ اسکی بو کی امید میں عاشقوں کا بیمار دل بادِ صبا کیطرح نسرین کے عارض اور نرگس کی آنکھ پر قربان ہوگیا ۔

یعنی بادِ صبا کیطرح عاشق جب نسرین و نرگس کو دیکھتے ہیں تو معشوق کے عارض و چشم یاد آتی ہیں اور عاشقوں کا دل معشوق کی خوشبو کی امید میں نسرین و نرگس پر قربان ہوتا ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ معشوق اب میخانہ کے صدر پر مجھے بٹھاتا ہے ۔ گدائے شہر کو (یعنی مجھے) دیکھ کہ میر مجلس ہوگیا

مصطبہ ۔ میخانہ ۔ شرابخانہ ۔ مَسطبہ ۔ مِصطبہ ۔ مِضطبہ بھی درست ہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ خدا کے لئے لب کو شراب کے قطرہ سے صاف کر ۔ کیونکہ میرے دل میں ہزاروں گناہوں کے وسوسے پیدا ہوگئے ہیں

یعنے تیرے لب پر شراب کے قطرے دیکھکر میرے دل میں کئی گناہوں کا خیال پیدا ہوگیا ہے ۔ اور کئی آرزوئیں دل میں آگئی ہیں ۔ برائے خدا لب صاف کر ۔

گال وہ صبح درخشاں کہ ملک پیمانہ کریں	آنکھیں وہ فتنۂ دوراں کہ گنہگار کریں

(۷) ترجمہ ۔ تیرے کرشمہ نے عاشقوں کو ایسی شراب پلائی ۔ کہ علم بیخبر ہوگیا اور عقل بیحس ہوگئی ۔

شراب علم اور عقل کے لئے دیکھو شعر الف ۱۰ ۔ معشوق کے کرشمہ اور غمزے عاشقوں کے لئے شراب کا کام کرتے ہیں ۔

(۸) ترجمہ ۔ آبِ حیات اور جام کیخسرو کا خیال باندھا ۔ ایک ہی گھونٹ پینے سے سلطان ابوالفوارس ہوگیا ۔

بصدر مصطبه ام می نشاند اکنون یار	۵	گدای شهر نگه کن که میر مجلس شد
لب از ترشح می پاک کن برای خدا	۶	که خاطرم بهزاران گنه موسوس شد
کرشمهٔ تو شرابی بعاشقاں پیمود	۷	که علم بیخبر افتاد و عقل بیحس شد
خیال آب خضر بست و جام کیخسرو	۸	بجرعه نوشی سلطان ابو الفوارس شد
چو زر عزیز جہاں ست شعر من آری	۹	قبول دولتیاں کیمیای ہر مس شد

(۱۰) ز راہ میکدہ یاران عنان بگردانید
چرا کہ حافظ ازین راہ رفت و مفلس شد (۱۰)

(۱) ترجمہ ۔ ایک ستارہ چمکا اور مجلس کا چاند بن گیا ۔ ہمارے بھاگے ہوئے دل کا انیس اور رفیق ہوا ۔
یہ شعر نعتیہ ہے ۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دنیا میں ایک ستارہ کیطرح آئے اور چاند کیطرح چمکر
بیکسی اور یتیمی کا زمانہ گذارا ۔ اسوقت بھی آپ کی راست بازی اور صداقت کا ستارہ چمکتا تھا ۔ نبوت ملی
اور دنیا کی انجمن میں چاند کیطرح نور ہدایت کا منبع بنے اور دنیا کو جو حقیقت کو چھوڑ کر گمراہ ہو چکی تھی ۔ پھر
صراط مستقیم پر لے آئے خدا اور خدا کی توحید سے بھاگے ہوئے دلوں کو از سر نو توحید کی تعلیم دی ۔
(۲) ترجمہ ۔ میرا معشوق جو کبھی مدرسہ میں نہ گیا اور خط نہ لکھا ۔ غمزہ سے صدہا مدرسوں کا استاد بن گیا ۔
نگار سے مراد یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں ۔ آپ اُمّی تھے ۔ یعنے نوشت و خواند نہ جانتے تھے صرف
غمزہ از راہ اشارہ و کنایہ سے دنیا کے استادوں کے استاد بن گئے ۔ مسئلہ آموز مسئلہ سکھانے والا یعنی استاد
آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علوم اکتسابی نہ رکھتے تھے ۔ انکو خدائے تعالےٰ نے علم لدنّی
بخشا جسکی برکت سے وہ تمام دنیا کے ہادی بنے ظاہر ہے کہ علم اکتسابی علم لدنّی کے مقابلہ میں کچھ چیز نہیں ۔
اور جس شخص کو خدا تعالےٰ نے علم لدنی دیا ہو ۔ وہ بہتر ہے کہ علوم اکتسابی سے بے بہرہ رہے ۔ کیونکہ علوم اکتسابی
ناقص ہیں اور انکا نتیجہ یقینی نہیں بلکہ گمان اور وسوسہ ہوتا ہے ۔ برخلاف اسکے علم لدنی کے معلومات یقینی
لہذا جس شخص کو علم لدنی بدرجہ کمال حاصل ہو ۔ اس کے سینہ میں علم اکتسابی کا ہونا مفید نہیں بلکہ مضر
ہوتا ہے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا امی ہونا بھی باقی انبیاء پر آپ کی
فضیلت ظاہر کرتا ہے ۔

(۲) ترجمہ :- اگر اسی طرح زلف کے خم کے نیچے خال کا دانہ رکھو تو عقل کے بہت سے پرندوں کو جال میں پھنسا لیگا
زلف کے خم کو دام اور خال کو دانہ سے تشبیہ دی ہے۔ عقل کو مرغ کہا ہے۔

خال تو دانہ دانہ و زلفِ تو دام دام	مرغیکہ دانہ چید گرفتارِ دام شد	

(۳) ترجمہ :- شراب صبح افروز کے پینے کا وقت وہ وقت ہے۔ جب رات خیمہ افق کے گرد شام کا پردہ ڈالے
(۴) ترجمہ :- دن بھر کسب ہنر کی کوشش کرکے دن کو شراب پینا آئینہ جیسے دل کو تاریکی کے زنگ میں ڈال دیتا ہے
یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ شراب پینے کا موزوں وقت شام کا وقت ہے۔ کیونکہ دن کو شراب پینا آئینہ دل کو زنگ آلود کر دیتا ہے۔ دن کسب ہنر کے لئے ہیں۔ ناظرین اپنے اپنے مذاق کے مطابق ان شعروں کی تعبیر کریں۔ خواہ یہ سمجھیں کہ دن بھر کام کاج کے لئے ہے۔ کسب معاش میں صرف کرنا چاہئے۔ یہ معاملات کا وقت ہے۔ ترک دنیا کرکے دن بھر تسبیح و تحمید میں مشغول اور شراب عشق سے مست رہنا بھی ایک نقطہ خیال سے مضر ہے دن بھر دنیا کے معاملات اور ضروری عبادات میں صرف کرنا چاہیئے۔ شراب عشق کی مستی کے لئے رات کا وقت موزوں ہے یا بصورت دیگر یہ خیال کریں کہ دن کسب معاش کے لئے ہے۔ شراب رات کے وقت پینی چاہئے۔ صبح فروغ صفت مے ہے۔ صبح کی روشنی والی یا صبح کو روشن کرنے والی۔
(۵) ترجمہ :- اس مست کی حالت بہت اچھی ہے جو دوست کے پاؤں میں سر اور دستار میں فرق نہ جانے کہ کسے گرائے
مستی میں سر سے دستار کا گرنا تو معمولی بات ہے۔ خوش نصیب مست ہے جسکی مستی اس درجہ کی ہو۔ کہ سر اور دستار میں فرق نہ جانے اور نہ سمجھے کہ کسے گرانا ہے سر کو یا دستار کو۔
(۶) ترجمہ :- اے زاہد سوچ کے کلاہ گوشہ تک سر اٹھا اگر تیرا نصیب اس ماہ کامل پر تیرا قرعہ ڈالے۔
ماہ تمام سے مراد معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا معشوق مل جائے تو زاہد کو خورشید کی رفعت نصیب ہو۔
خورشید اور ماہ۔ سر اور کلاہ کی رعایت ظاہر۔
(۷) ترجمہ :- خام طمع والا زاہد انکار پر ہی اڑا رہا۔ اگر شراب جام پر نظر ڈالے تو پختہ ہو جائے۔
یعنے زاہد شراب کا انکار ہی کرتا رہا۔ اور شراب طہور کی طمع خام میں ہی رہا۔ اگر وہ جام کی شراب پر نظر ڈالے تو پختہ ہو جائے۔

ناتجربہ کاری سے واعظ کی ہیں یہ باتیں	اس رنگ کو کیا جانے پوچھو تو کبھی پی ہے	(اکبر)	

(۸) ترجمہ :- اے حافظ شہر کے محتسب کے ساتھ شراب نہ پینا۔ کیونکہ وہ تیری شراب بھی پی جائیگا اور پیالہ پر پتھر بھی ماریگا

یعنے عاشق کرشمۂ معشوق کی شراب کو آب حیات اور جام کو جام کیخسرو سمجھتے ہیں اور ایک گھونٹ پینے سے ہی بادشاہ بن جاتے ہیں ۔

(۹) ترجمہ ۔ سونے کیطرح میری نظم جہاں کو پیاری ہے ۔ ہاں اہل دولت کی قبولیت ہر ایک مس کے لئے کیمیا ہو گئی ۔

یعنی میرے شعر اگرچہ بمنزلہ مس کے تھے ۔ مگر اہل قدر کی قدر دانی سے سونے کیطرح عزیز ہو گئے ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ شراب خانہ کی راہ سے اے دوستو باگ پھیر لو ۔ کیونکہ حافظ اسی رستہ سے گیا اور مفلس بن گیا ۔

غزل (۹۲)

ساقی ار بادہ ازین دست بجام اندازد	۱	عارفان را ہمہ در شرب مدام اندازد
ور چنین زیر خم زلف نہد دانہ خال	۲	ای بسا مرغ خرد را کہ بدام اندازد
آن زمان وقت می صبح فروغ ست کہ شب	۳	گرد خرگاہ افق پردۂ شام اندازد
روز در کسب ہنر کوش کہ میخوردن روز	۴	دل چون آئینہ در زنگ ظلام اندازد
ای خوشا حالت آن مست کہ در پای حریف	۵	سر و دستار نداند کہ کدام اندازد
زاہد ار راہ برندی نبرد معذور ست	۶	عشق کاریست کہ موقوف ہدایت باشد
زاہد خام کہ انکار ِ می و جام کند	۷	پختہ گردد چو نظر بر می خام اندازد

(۸)	بادہ با محتسب شہر ننوشی حافظ کہ خورد بادہ ات و سنگ بجام اندازد	(۸)

(۱) ترجمہ ۔ ساقی اگر شراب اس ہاتھ سے جام میں ڈالے ۔ تو عارفوں کو شرب مدام میں مشغول کر دے ۔
شرب مدام ۔ یعنی ہمیشہ پیتے رہنا یا شرب مدام یعنی شراب پینا ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر معشوق اپنے ہاتھ سے شراب دے تو عارف بھی پی لے ۔

اپنے ہاتھوں سے جو دو بھر کے انہیں جام شراب	اکبر	شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو

وکرم کیا۔ یا ان پر رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ کئی بار لکھا جا چکا ہے۔ کہ صبح کا وقت دعا و اجابت کے وصل کا اور امیدواروں کی امیدیں برآنے کا وقت ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جب صبح پر روشن ہوا (جب صبح کو معلوم ہوا) کہ آسمان کی محبت کا کیا حال ہے تو باہر آئی (نکلی) اور کامگاروں کے غرور پر قہقہہ لگایا۔

طلوع آفتاب کی روشنی کو خندۂ صبح کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب خندۂ صبح کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ جب صبح کو معلوم ہو جاتا ہے کہ گردون گرداں کی مہر و محبت ناپائدار اور بے ثبات ہے اور اسکے انقلابات سے کبھی دن اور کبھی رات ہے تو وہ پردۂ شب سے باہر نکلتی ہے اور دنیا کے کامگار لوگوں پر ہنستی ہے کہ یہ بیوقوف اپنی کامگاری پر مغرور ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ یہ کامگاری چند روزہ ہے جس طرح صبح مغرور انسان کے غرور پر ہر روز ہنستی ہے اسی طرح شام اس نادان انسان کی ناثباتی پر ہر روز روتی ہے۔ صبح و شام دور گردوں کے انقلابات کی دو بین نشانیاں ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔ صبح روشن اور مہر گردوں کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ میرا معشوق کل مجلس میں رقص کے ارادہ سے جب اٹھ کر کھڑا ہوا تو اس نے زلف سے گرہ کھولی اور یاروں کے دلوں پر گرہ لگادی۔

وہی گرہ جو اپنے گیسو سے کھولی مشتاقوں کے دلوں پر لگادی یعنی معشوق کے بال پریشان دیکھکر عاشقوں کے دل پر گرہ پڑ گئی

(۴) ترجمہ۔ میں نے اسی وقت رنگ صلاح سے خون دل کے ساتھ ہاتھ دھو دیئے۔ جب اسکی بادہ پیما آنکھ نے ہوشیاروں پر آوازہ لگایا۔

یعنے جس وقت اسکی مست آنکھ نے پکار کر کہا کہ جسکو ہوشیاری اور عقلمندی کا دعوےٰ ہے سامنے آئے۔ میں نے اسی وقت پرہیزگاری سے ہاتھ دھو دیئے۔ دست شستن از چیزے۔ کسی چیز سے مایوس ہو جانا۔ رنگ صلاح سے خون دل کے ساتھ ہاتھ دھو دیئے۔ یعنی صلاح و تقویٰ سے ایسا مایوس ہوا کہ دل خون ہو گیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تیری مست آنکھ کے سامنے مستوری کا دعویٰ فضول ہے اور تیرے عشق میں زہد و تقویٰ کا خیال خیال باطل

حریف جوشش دریا نہیں خودداری ساحل	جہاں ساقی ہو تو دعویٰ ہے باطل ہوشیاری کا

صلا سے مراد صلائے "الست بربکم" بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ عشق کی ابتدا روز ازل سے ہوئی

(۵) ترجمہ۔ کس آہن دل نے اسکو عیاری کا یہ طریقہ سکھایا ہے کہ اول سے ہی جب باہر نکلا شب زندہ داروں کو لوٹا

یعنی میرے معشوق نے رہزنی کا یہ طریقہ کہاں سے سیکھا ہے کہ سب سے پہلے عابدان شب بیدار اور سحر خیز کے دلوں کو

مطلب یہ ہے کہ محتسب شراب بھی پیتا ہے اور پیالہ کو بھی توڑتا ہے۔ محتسب در زاہد کے شراب ایبھو دکا بیان ہے۔

غزل (۹۳)

سحر چون خسرو خاور علم بر کوہساران زد	۱	بدست مرحمت یارم در امیدواران زد
چو پیش صبح روشن شد کہ حال مہر گردون چیست	۲	برآمد خندۂ خوش بر غرور کامگاران زد
نگارم دوش در مجلس بعزم رقص چون برخاست	۳	گرہ بکشود از گیسو و بر دلہای یاران زد
من از رنگ صلاح آن دم بخون دل بشستم دست	۴	کہ چشم بادہ پیمایش صلا بر ہوشیاران زد
کدام آہن دلش آموخت این آئین عیاری	۵	کز اول چون برون آمد رہ شب زندہ داران زد
خیال شہسواران پخت و شد ناگہ دل مسکین	۶	خداوندا نگہدارش کہ بر قلب سواران زد
منش با خرقۂ پشمین کجا اندر کمند آرم	۷	زرہ موئی کہ مژگانش رہ خنجر گذاران زد
نظر بر قرعۂ توفیق و یمن دولت شاہ است	۸	بدہ کام دل عاشق کہ فال بختیاران زد
شہنشاہ مظفر فر شجاع ملک دین منصور	۹	کہ جود بیدریغش خندہ بر ابر بہاران زد
ازان ساعت کہ جام می بدست او مشرف شد	۱۰	زمانہ ساغر شادی بیاد میگساران زد
ز شمشیر سرافشانش ظفر آن روز بدرخشید	۱۱	کہ چون خورشید انجم سوز تنہا بر ہزاران زد
تعالی اللہ زہی ذاتی کہ تا نیرنگ ہستی یافت	۱۲	صفائی ہمت پاکش دم از پرہیزگاران زد

(۱۳) دوام ملک و عمر او بخواہ از لطف حق حافظ (۱۳)
کہ چرخ این سکۂ دولت بنام شہسواران زد

(۱) ترجمہ۔ سحر کے وقت جب شاہ مشرق نے جھنڈا پہاڑوں پر گاڑا میرے یار نے رحمت کے ہاتھ سے امیدواروں کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

خسرو خاور۔ یعنی شاہ مشرق۔ مراد آفتاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب نے پہاڑوں پر جھنڈا گاڑا۔ یعنی جب آفتاب نکلا تو میری یار نے امیدواروں کے دروازہ پر رحمت کے ہاتھ سے دستک دی۔ یعنی تشریف فرما ہو کر ان پر لطف

منصور جو مظفر کے نشان والا ہے اور ملک دین کا شجاع ہے۔ مظفر۔ شجاع اور منصور میں صنعت ایہام ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ جس وقت سے جام ہے اسکے ہاتھ سے مشرف ہوا ہے۔ زمانہ نے خوشی کا ساغر میخواروں کی یاد میں پیا۔

یعنی جب سے منصور ایران کا بادشاہ ہوا ہے۔ امن و امان ہے اور زمانہ گذشتہ امن و امان کی یاد میں خوشی کے جام پی رہا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اسکی سرکاٹنے والی شمشیر سے فتح اس روز چمکی جب اس نے انجم سوز خورشید کیطرح تنہا ہزاروں پر حملہ کیا۔

شمشیر۔ مرکب ہے شم اور شیر سے۔ شم کے معنی ناخن یا شیر کی دم ہیں۔ چونکہ تیغ شیر کے ناخن سے مشابہ اور شیر کی دم کی ہمشکل ہے۔ اس لئے یہ نام ہوا۔ انجم سوز۔ ستاروں کو مات کرنیوالا جسطرح آفتاب تنہا ہزارہا سیاروں کے لشکر پر حملہ آور ہو کر انکو مات کر دیتا ہے اسی طرح جس دن منصور بادشاہ نے تنہا دشمن کے لشکر پر حملہ کیا۔ اسکی تیغ سے فتح چمکتی تھی۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صـ ۲۰۱۹ سوانح عمری۔ ایک قلمی دیوان میں سرافشاں کی جگہ زرافشاں ہے۔ اور دوسرے دیوان میں درخشاں ہے

(۱۲) ترجمہ۔ تعالی اللہ! عجیب بات ہے کہ جب سے نیرنگ ہستی پایا ہے اسکے جوہر پاک کی صفائی پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہے۔

تعالی اللہ۔ خدا بڑا ہے۔ کلمہ تعریف و تعجب و تحسین۔ مطلب یہ ہے کہ میرے ممدوح کی ذات عجیب ہے کہ جب سے ہستی پائی ہے اسکے جوہر پاک کی صفائی پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہے۔

اگر نیرنگ ہستی کو فاعل یافت کو فعل اور صفائے گوہر پاکش کو مفعول سمجھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا۔ تعالی اللہ عجیب ذات ہے کہ جب سے نیرنگ ہستی نے اسکے جوہر پاک کی صفائی پائی ہے۔ پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہے۔ یعنی جب سے میرے ممدوح کا جوہر پاک عدم سے ہستی میں آیا ہے۔ تو ہستی کو اسقدر صفائی حاصل ہوئی ہے کہ وہ پرہیزگاری کا دم مارنے لگی ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ اے حافظ خدا کے لطف و کرم سے اسکے ملک و عمر کا دوام طلب کر۔ کیونکہ آسمان نے دولت کا یہ سکہ شاہسواروں کے نام پر ضرب کیا ہے۔

یعنے دوام ملک و عمر شاہسواروں کو حاصل ہوتا ہے۔ میرا ممدوح بھی شاہسوار ہے اسلئے دعا کرنی چاہیئے کہ خدا اسکو دوام ملک و عمر نصیب کرے۔

غارت کرنا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میرے مسکین دل نے شہسواروں کا خیال پکایا اور یکایک (ان کے پیچھے) چلا گیا۔ خداوندا! اسے محفوظ رکھ کہ سواروں کے قلب پر حملہ کیا ہے۔

معشوق کو شاہسوار کہا ہے اور اپنے دل کو ایک مسکین پیادہ سے تشبیہ دی ہے عشق اختیار کرنا ایسا ہی مشکل اور خطرناک کام ہے جیسا کہ ایک پیادہ کا سواروں پر حملہ کرنا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں عشق کا خیال پیدا ہوا اور عاشق ہو گیا۔ اے خدا اسے اس مہم میں محفوظ رکھ!

(۷) ترجمہ۔ میرا پشمینہ کے خرقہ کے ساتھ اسکو کسطرح کمند میں لاؤں اس زرہ مو کو جسکی پلکیں خنجر گزاروں کو مارتی ہیں۔

زرہ۔ چلتہ۔ فولاد کا حلقہ دار کرتہ جو لڑائی میں پہنتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ میرے اوپر پشمینہ کا ایک خرقہ ہے۔ ہاتھ میں نہ تلوار ہے نہ تیر کمان برخلاف اسکے میرا معشوق زرہ مو ہے یعنی اسکے بال زرہ کا کام دیتے ہیں اور اسکی پلکوں کے تیر بڑے بڑے شمشیر زن بہادروں کو مار ڈالتے ہیں پس اس صورت میں اسکو کسطرح کمند میں لا سکتا ہوں۔ یعنی اسے کس طرح قابو کر سکتا ہوں۔ بعض علمی دیوانوں میں "زرہ موئے" کی جگہ "زہر موئے" ہے۔

(۸) ترجمہ۔ بادشاہ کی ذات کے دین و توفیق کے قرعہ پر نظر ہے۔ عاشق کے دل کا مدعا برلا کہ کامگاری کی فال ہے خواجہ صاحب نے عاشقانہ مضامین کے ضمن میں اپنے ممدوح کی مدح شروع کر دی ہے اسے گریز کہتے ہیں معشوق کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ہمارے دل کی مراد پوری کر۔ کیونکہ ہم نے اب بادشاہ کی کامگاری اور دین و توفیق کی فال نکالی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کی کامگاری کے صدقے عاشقوں کو بھی کامگار بنا۔

(۹) ترجمہ۔ شہنشاہ مظفر و شجاع ملک و دین یعنی منصور۔ کہ جسکی بے دریغ بخشش نے ابر بہاراں پر قہقہہ لگایا ابر بہار کی بخشش مشہور ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ممدوح کی بخشش ابر بہار پر بھی ہنسی اڑاتی ہے یعنی میرا ممدوح ابر بہار سے بھی زیادہ فیض رساں ہے۔

خواجہ صاحب کو مدح تو امیر منصور کی منظور ہے۔ لیکن ساتھ ہی امیر منصور سے پہلے کے بادشاہوں کا نام بھی لگئے امیر مبارز الدین مظفر اور شاہ شجاع منصور سے پہلے شیراز کے بادشاہ تھے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۴ تا ۲۰ سو کھیری۔ مظفر فر اور شجاع ملک دین یہاں ممدوح کی صفت کے طور پر واقع ہوئی ہیں یعنی

(۴) ترجمہ ۔ میں بیگانوں سے ہرگز نالاں نہیں ہوں۔ کیونکہ میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس دوست نے کیا ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

فریاد دوستاں ہمہ از دستِ دشمن است	فریاد سعدی از دلِ نامہربانِ دوست
از دشمناں برند شکایت بدوستاں	چوں دوست دشمن است شکایت کجا بریم
مبارزانِ جہاں قلبِ دشمناں شکنند	ترا چہ شد کہ ہمہ قلبِ دوستاں شکنی

اسی مضمون پر ہے ۔

آنچہ بہ فیضی نظیر دوست کرد	مشکل اگر دشمن جانی کند

جلال اسیر کا شعر ہے ۔

کے ز جور دشمناں رنجیدہ ام	از جفائے دوستاں رنجیدہ ام

(۵) ترجمہ ۔ پھول پر زلفِ سنبل کی نقاب ڈالی ۔ اگر غنچہ کی قبا کا بند کھولا ۔

شعر (۴) شعر ہذا اور شعر (۶) کا مضمون مسلسل ہے مطلب یہ ہے کہ میں معشوق کے ہاتھ سے نالاں ہوں کیونکہ اگر وہ غنچہ کی قبا کا بند کھولتا ہے تو گل پر نقاب ڈال دیتا ہے۔ یعنی اگر غنچہ دہن کو کھولتا ہے اور کوئی بات کرتا ہے تو گل رخسار پر زلف کا پردہ ڈال دیتا ہے۔ گویا پورا مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا ۔

(۶) ترجمہ ۔ اس رنگ و رخ سے میرے دل میں خون گرایا۔ اس باغ میں مجھ کو کانٹوں میں مبتلا کیا ۔

یعنے اسکے پھول جیسے سرخ اور نازک رخسار کی آرزو میں میرا دل خون ہو گیا اور اسکے گلشن لب و رخسار سے مجھ کو کوئی پھول نصیب نہ ہوا صرف کانٹے قسمت میں تھے ۔

(۷) ترجمہ ۔ ہر طرف بیدل بلبل فریاد کر رہی ہے۔ اور عیش و عشرت درمیان میں بادِ صبا کر گئی ۔

یعنے باغ میں بلبلیں تو حرمان نصیب ہیں اور فریاد کر رہی ہیں ۔ مگر بادِ صبا پھولوں سے ہم آغوش ہو رہی ہے اور عیش و تنعم میں گذار رہی ہے ۔

(۸) ترجمہ ۔ اگر میں نے بادشاہ سے کوئی طمع کی تو وہ میری غلطی تھی ۔ اور اگر معشوق سے وفا کا خواستگار ہوا تو اسنے الٹی جفا کی ۔

اپنی حرمان نصیبی کا گلہ ہے ۔ فرماتے ہیں کہ بادشاہوں سے طمع و توقع تو محض غلطی ہے ۔ باقی رہے معشوق ۔ وہ بھی بجائے وفا کے جفا کرتے ہیں ۔

غزل ۹۴

سحر بلبل حکایت با صبا کرد	۱	کہ عشق گل بما دیدی چہا کرد
غلام ہمت آن نازنینم	۲	کہ کار خیر بے روی و ریا کرد
خوشش باد آن نسیم صبحگاہی	۳	کہ درد شب نشیناں را دوا کرد
من از بیگانگاں ہرگز ننالم	۴	کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد
نقاب گل کشید و زلف سنبل	۵	گرہ بند قبائے غنچہ وا کرد
ازاں رنگ رخم خوں در دل افتاد	۶	دریں گلشن بخارم مبتلا کرد
بہر سو بلبل بیدل در افغان	۷	تنعم درمیان باد صبا کرد
گر از سلطان طمع کردم خطا بود	۸	ور از دلبر وفا جستم جفا کرد
وفا از خواجگان شہر با من	۹	کمال دین و دولت بوالوفا کرد

(۱۰) بشارت بر بکوی میفروشاں
کہ حافظ توبہ از زہد و ریا کرد (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت بلبل نے صبا سے بیان کیا کہ تو نے دیکھا ہے کہ پھول کے عشق نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔
یعنی میں عشق گل میں خستہ حال اور رسوا ہو گئی۔

(۲) ترجمہ۔ میں اس نازنین کی ہمت کا غلام ہوں جس نے نیکی کا کام روی و ریا کے بغیر کیا۔
یعنے میں صرف اس نیکی کا قائل ہوں۔ جس میں ریا نہ ہو۔

(۳) ترجمہ۔ صبح کی نسیم اسکے لئے خوش ہو جس نے شب نشینوں کے درد کی دوا کی۔
جملہ دعائیہ ہے مطلب یہ ہے کہ شب بیدار عاشقوں یا سالکوں کے درد دل کی دوا کرنے والے معشوق یا مرشد کو خدا صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نصیب کرے۔ یا یہ سمجھو کہ شب نشیناں کے دردمندوں کے چارہ ساز کو خدا صبح قیامت کی ٹھنڈی ہوا نصیب کرے۔

لبریز شراب ناز دکھا تو ساغر چشم کافر کو	تا زاہد پاک ملوث ہو تا صوفی دلکش میکش ہو
پڑی تسبیح زاہد پر نگاہ مست اگر اسکی	تو ٹپکے بادہ انگور اسکے دانہ دانہ سے

(۲) ترجمہ۔ جہاں کہیں وہ شاخ نرگس شگفتہ ہو۔ گلرخ اسکے لئے اپنی آنکھوں کو نرگس داں بناتے ہیں۔
نرگس داں۔ گل داں۔ پھولداں۔ گلدستہ رکھنے کا ظرف۔ گلدستہ دان۔ وہ گلداں جسمیں نرگس کے پھولوں کا گلدستہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میرا سہی قد اور نرگس چشم معشوق جہاں جلوہ آرا ہوتا ہے۔ دوسرے حسین اسکو آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔
(۳) ترجمہ۔ میرا معشوق جب سماع کا ارادہ کرتا ہے۔ قدسی (فرشتے) عرش پر رقص کرنے لگ جاتے ہیں۔
(۴) ترجمہ۔ تیرے بخت کا آفتاب نمودار ہوگا۔ اگر صبح کیطرح تیرا آئینہ روشن کردیں۔
صبح کا آئینہ روشن ہوتا ہے یعنی صبح صادق روشن ہوتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سورج نکل آتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تیرے آئینہ دل کو بھی صبح صادق کیطرح روشن کردیں یعنی تیرا دل صاف ہو جائے تو تیرے اقبال کا آفتاب جلوہ نما ہو جائیگا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر نیک بختی مطلوب ہے۔ تو دل کو صاف کرنا چاہئے
(۵) ترجمہ۔ میری آنکھ کی پتلی خون آلودہ ہوئی۔ ایسا ظلم انسان پر یہاں کرتے ہیں۔
یعنی میں تیرے عشق میں خون کے آنسو رویا کیا۔ چنانچہ آنکھ کی پتلی خون آلودہ ہو گئی۔ آدمی پر اتنا ظلم روا نہیں۔ مردم اور انسان کی رعایت ظاہر۔ صنعت ایہام ہے۔
(۶) ترجمہ۔ عاشقوں کو اپنے آپ کچھ اختیار نہیں۔ جو کچھ تیرا حکم ہوتا ہے۔ وہی کرتے ہیں۔
خواجہ صاحب نے یہاں مسئلہ جبر و اختیار پر اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے۔ دیکھو شعر الف
(۷) ترجمہ۔ میری آنکھ کے سامنے ایک قطرہ سے بھی کم ہے۔ وہ کہانی جو طوفان (نوح) کے متعلق بیان کیا کرتے ہیں
یعنی طوفان نوح میرے طوفان اشک کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ کثرت گریہ کا بیان ہے۔

بیا کہ گریہ من آنقدر زمیں نگذاشت	کہ در فراق تو خاکے بسر تواں کردن	(نسائی)

(۸) ترجمہ۔ اپنی دو آنکھوں سے نگاہ کرتا کہ جلدی۔ موت کو بیچاروں پر آسان کردیں
یعنے وقت نزع ہماری طرف نظر کرتا کہ جان آسانی سے نکل جائے۔
(۹) ترجمہ۔ تیرے رخسار کی عید کہاں ہے تاکہ عاشق۔ تیری وفا میں جان و دل کو قربان کریں۔
عید اور قرباں کی رعایت ظاہر۔ عاشقوں کی عید معشوق کا دیدار ہی اور اسپر عید پر جان و دل قربان

(۹) ترجمہ ۔ شہر کے امرا میں ہی میر ساتھ وفا۔ کمال دین و دولت ابوالوفا نے کی
کمال الدین ابوالوفا ممدوح کا نام ہے ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ مے فروشوں کے کوچہ میں خوشخبری لے جا۔ کہ حافظ نے زہد و ریا سے توبہ کرلی ہے۔
فی الحقیقت زہد ریا آمیز سے توبہ بھلی ۔

غزل (۹۵)

شاہداں گر دلبری زینساں کنند	۱	زاہداں را رخنہ در ایماں کنند
ہر کجا آں شاخ نرگس بشگفد	۲	گلرخانش دیدہ نرگسداں کنند
یار ما چوں سازد آہنگ سماع	۳	قدسیاں در عرش دست افشاں کنند
رخ نماید آفتاب دولتت	۴	گر چو صبحت آئینہ رخشاں کنند
مردم چشمم بخوں آغشتہ شد	۵	از کجا ایں ظلم بر انساں کنند
عاشقاں را بر سر خود حکم نیست	۶	ہر چہ فرماں تو باشد آں کنند
پیش چشمم کمترست از قطرہ	۷	آں حکایتہا کہ از طوفاں کنند
کن نگاہی از دو چشمت تا رواں	۸	مرگ را بر بیدلاں آساں کنند
عید رخسار تو کو تا عاشقاں	۹	در وفایت جان و دل قرباں کنند
ای جواں سرو قد گوئی بزن	۱۰	پیش ازاں کز قامتت چوگاں کنند
خوش برآی از غصہ ای دل کاہل راز	۱۱	عیش خوش در بوتہ ہجراں کنند

(۱۲) آن کشش حافظ ز آہ نیم شب
تا چو صبحت آئینہ رخشاں کنند (۱۲)

(۱) ترجمہ ۔ معشوق اگر اسی طرح دلبری کرتے رہیں گے۔ تو زاہدوں کے ایمان میں رخنہ ڈالیں گے ۔
ذوق نے اسی مضمون پر کہا ہے ۔

قدم منہ بخرابات جز بشرط ادب	۷	کہ ساکناں درش محرماں پادشہند	
بہوش باش کہ ہنگام باد استغنا	۸	ہزار خرمن طاعت بہ نیم جو نخرند	

(۹) جناب عشق بلندست ہمتی حافظ (۹)
کہ عاشقاں رہ بی ہمتاں بخود ندہند

(۱) ترجمہ۔ شراب صاف اور ساقی خوش رو رہستہ کے دو جال ہیں۔ کہ جہاں کے دانا ان کے کمند سے رہائی نہیں پاتے
بیغشش۔ غش بکسر بمعنے کدورت۔ وبالفتح۔ کسی کم قیمت چیز کی آمیزش زر و نقرہ اور مشک و
شراب میں بیغش بمعنے صاف۔ خالص۔

اس شعر میں خواجہ صاحب نے عشق کی ہمہ گیری بتائی ہے

(۲) ترجمہ۔ میں اگرچہ عاشق۔ رند مست اور نامہ سیاہ ہوں۔ ہزار ہزار شکر ہے کہ یاران شہر بیگناہ ہیں۔
اقلیم سخن کے اس شہنشاہ کو بارِ تحسین ادا کئے بغیر بن نہیں پڑتی۔ کس خوبصورتی سے مطلب ادا کیا ہے
مدعا یہ ہے کہ میں تو بیشک رند ہوں عاشق ہوں سیاہ اعمال ہوں اور جو کچھ ہوں سو ہوں۔ مگر یاران
شہر بھی اپنے گریبان میں نظر کریں اور دیکھیں کہ وہ کیسے ہیں یعنی وہ بھی ان عیوب سے پاک نہیں۔ مگر طرز بیان دیکھیو
کس خوبی سے مطلب ادا کیا ہے۔ اسی مضمون کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی ادا کیا ہے۔ مگر طرز ادا میں زمین و آسمان
کا فرق ہے۔

گر کند میل بخوباں دل من خردہ مگیر	کیں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند
عشق بازی نہ من آخر بجہاں آوردم	یا گناہیست کہ اول من مسکیں کردم
حدیث عشق اگر گوئی گناہ است	گناہ اول ز حوا بود و آدم

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ت ۲۴

(۳) ترجمہ۔ گدایان عشق کو حقیر نہ سمجھ کیونکہ یہ لوگ بغیر کمر بند کے بادشاہ اور بغیر تاج کے خسرو ہیں
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ
لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔ (بعض پریشان بال غبار آلودہ دھکے دیے گئے۔ دروازوں سے
اگر قسم کھاویں۔ اللہ پر البتہ سچ کرے اسکو)

کرتے ہیں۔

(۱۰) ترجمہ ۔ اے سرو قد جوان گیند مارلے پیشتر اسکے کہ تیرے قد کو چوگان کردیں۔
یعنے اے جوان اب وقت ہے کچھ کرلے ۔جب بوڑھا ہوکر تو چوگان (بلے) کیطرح خمیدہ قد ہوجائیگا اس وقت تو کچھ نہ کرسکے گا ۔

	کھیتوں کو دے لو پانی اب بہ رہی ہے گنگا		کچھہ کرلو نوجوانو اُٹھتی جوانیاں ہیں ۔	
	اے کہ دستت میرسد کارے بکن		پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار	سعدی

(۱۱) ترجمہ ۔ اے دل غصہ سے خوش خوش باہر آ کیونکہ اہل راز ۔فراق کی کٹھالی میں خوشی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔
جسطرح کٹھالی میں زر خالص و ناخالص کی تمیز ہوجاتی ہے اسی طرح فراق کی کٹھالی میں عاشق صادق و کاذب کا فرق معلوم ہوجاتا ہے اس لئے فراق کا زمانہ خوش و خرم گذار دینا چاہئے ۔

(۱۲) ترجمہ ۔ اے حافظ آدھی رات سے سر نہ پھیر تاکہ صبح کیطرح تیرے آئینہ کو روشن کردیں۔
خواجہ صاحب شب بیدار تھے اور ہمیشہ اپنے کلام میں شب بیداری کے فوائد بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں ۔کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا آئینہ دل صبح کیطرح روشن ہوجائے ۔ تو آدھی رات سے غافل نہ ہو۔

	بباغ قدس بہ ہر دم گلے دگر شگفد۔		ازاں نفس کہ برآید ز دل سحر گاہے	

دیکھیو شعر د ۲۷ اور ۳۸ ۔

غزل (۹۶)

شراب بیغش و ساقی خوش دو دام رہند	۱	کہ زیرکان جہان از کمندشان نرہند
من ارچہ عاشقم و رند و مست و نامہ سیاہ	۲	ہزار شکر کہ یاران شہر بیگنہند
مبین حقیر گدایان عشق را کایں قوم	۳	شہان بی کمر و خسروان بی کلہند
جفا نہ شیوہ درویشیست و راہروی	۴	بیار بادہ کہ ایں سالکان نہ مرد رہند
مکن کہ کوکبہ دلبری شکستہ شود	۵	چو چاکران بگریزند و بندگان بجہند
غلام ہمت دُردی کشان یکرنگم	۶	نہ آں گروہ کہ ازرق لباس و دل سیہند

باشد بقدر همت تو اعتبار تو	همت بلند دار که نزد خدا و خلق

غزل ۹۷

مصرع دوم		مصرع اول
بندۂ طلعت آں باش که آنے دارد	١	شاہد آں نیست کہ موئی و میانے دارد
خوبی آنست و لطافت که فلانے دارد	٢	شیوۂ حور و پری خوب و لطیف ست ولی
که بامید تو خوش آب روانے دارد	٣	چشمۂ چشم مرا ای گل خنداں دریاب
ہر بہاری که ز دنبال خزانے دارد	٤	مرغ زیرک نشود در چمنش نغمہ سرائے
بستد از دست ہر آنکس که کمانے دارد	٥	خم ابروی تو در صنعت تیر اندازی
نہ سواریست که در دست عنانے دارد	٦	گوی خوبی که برد از تو که خورشید آں جا
آری آری سخن عشق نشانے دارد	٧	دلنشیں شد سخنم تا تو قبولش کردی
ہر کسے بر حسب فہم گمانے دارد	٨	در رہ عشق نشد کس بیقین محرم راز
ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد	٩	با خرابات نشیناں ز کرامات ملاف

(١٠) مدعی گو برو و نکتہ بہ **حافظ** مفروش
کلک ما نیز زبانے و بیانے دارد (١٠)

(١) ترجمہ: معشوق وہ نہیں جو زلف و کمر رکھتا ہو۔ اسکے حسن کا غلام ہو جو ادا رکھتا ہو۔
یعنی معشوق کے لئے حسنِ صورت کے ساتھ آن و ادا بھی ضروری ہیں۔

	شاہد آنست کہ ایں دارد و آنے دارد	شاہد آں نیست کہ دارد خطِ سبز و لبِ لعل
از سلمان ساوجی	دیدہ ام طلعتِ زیبا ش کہ آنے دارد	ایں ہمہ شیفتہ من از پئے آں میگردم

اسی مضمون پر ہے۔

کیا وہ معشوق جس میں شان نہ ہو	حسن کس کام کا جو آن نہ ہو

(٢) ترجمہ۔ حور اور پری کا شیوہ اچھا ہے اور لطیف ہے لیکن خوبی اور لطافت وہ ہے جو فلاں حسین میں ہے

خاکساران جہان را بحقارت منگر		توچہ دانی کہ دریں خاک سوارے باشد

اسی مضمون پر ہے

بچشم کم مبین در نامۂ اعمالِ ما زاہد		کہ دیوار داز دل بر سیاہ بارانِ رحمت ہا

(۴) ترجمہ۔ جفا درویشی اور زاہدی (سالکی) کا شیوہ نہیں۔ شراب لا کہ یہ سالک مردانِ راہ نہیں ہیں۔
یعنے درویش اور سالک جفا شعار نہیں ہوتے۔ یہ سالک جو ایک دوسرے پر ستم روا رکھتے ہیں مردانِ راہ نہیں ہیں۔ شراب پی اور جفا کاری سے باز آ۔

(۵) ترجمہ۔ ایسا نہ کر کیونکہ دلبری کا کوکبہ برت جاتا ہے اگر نوکر بھاگ جائیں اور غلام مغرور ہو جائیں
کوکبہ۔ دبدبہ۔ شکوہ۔ حشمت۔ وغیرہ وغیرہ۔ مطلب یہ کہ عاشقوں کی دل آزاری نہ کر کیونکہ تیری حشمت ان لوگوں پر ہی منحصر ہے۔ اگر نوکر نہ ہوئے تو آقا کا فرق دست کو کس طرح قائم رہیگا۔

(۶) ترجمہ۔ میں یک رنگ دردی کشوں کی ہمت کا غلام ہوں۔ نہ ان لوگوں کا جنکے لباس نیلے اور دل سیاہ ہوتے ہیں
یعنے میں رندانِ یکرنگ کی ہمت کا قائل ہوں جن کے دل صاف میں نہ ان نیل پوش درویشوں کا جن کے دل سیاہ ہوتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ خرابات میں قدم شرطِ ادب کے بغیر نہ رکھ۔ کہ اسکے دروازے کے ساکن بادشاہ کے محرم ہیں۔
یعنے خرابات کے رہنے والے شہنشاہِ حقیقی کے محرم ہیں اسلئے وہاں ادب سے جانا چاہیے۔

(۸) ترجمہ۔ ہوش میں رہ کہ بادِ استغنا کے وقت۔ عبادت کے ہزار خرمنوں کو آدھے جو کے بدلے بھی نہیں خریدتے۔
استغنا۔ بے پرواہی۔ بے نیازی۔ غنا۔ اغنا۔
مطلب یہ ہے کہ تو اپنی عبادت پر مغرور نہ ہو۔ صرف خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھ۔ کیونکہ بارگاہِ الٰہی میں کسی عبادت اور اطاعت کی ضرورت نہیں استغنا کی ہوا تیری عبادت کے ہزاروں خرمن برباد کر سکتی ہے۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو شعر ف ۱/۵

(۹) ترجمہ۔ عشق کی درگاہ بلند ہے۔ اے حافظ ہمت (اختیار) کر۔ کیونکہ عاشق پست ہمتوں کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے
عالی ہمتی کی تعلیم ہے۔ دین و دنیا کے تمام کام ہمتِ بلند پر منحصر ہیں۔ پست ہمت آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔

وان نکتہ کہ اصل بود ناگفتہ بماند	ہر کس بپایہ عقل چیزے گفتند

(۹) ترجمہ۔ خراباتیوں کے ساتھ کرامات کی لاف نہ مار ہر بات کا کوئی محل اور ہر نکتہ کا کوئی مقام ہوتا ہے۔
یعنے ساکنانِ خرابات اور رندانِ مست کے مقابلہ میں بزرگی کا دم نہ مار یہ لوگ جو بظاہر خراب حال ہیں انکے
سینے اسرارِ معرفت سے پر ہیں۔ ہر بات اور ہر نکتہ کا اپنا اپنا محل ہوتا ہے اسلیے لوگوں کے مقابلہ میں لاف زنی
بے محل اور بے جا ہے۔
(۱۰) ترجمہ۔ مدعی کو کہو کہ جائے اور حافظ کے سامنے نکات فروشی نہ کرے (یعنی نکتے بیان کرکے
فخر نہ کرے) کیونکہ ہمارا قلم بھی زبان اور بیان رکھتا ہے۔
شاعرانہ فخریہ شعر ہے مطلب یہ ہے کہ ہمارے سامنے نکتے کیا بیان کرتا ہے۔ ہم بھی تو آخر نکات
بیان کرسکتے ہیں۔

غزل ۹۸

شراب عیش نہان چیست کار بی بنیاد	۱	زدیم بر صف رندان وہرچہ بادا باد
گرہ ز دل بگشا و ز سپہر یاد مکن	۲	کہ فکر ہیچ مہندس چنین گرہ نگشاد
ز انقلاب زمانہ عجب مدار کہ چرخ	۳	ازین فسانہ و افسون ہزار دارد یاد
قدح بشرط ادب گیر زانکہ ترکیبش	۴	ز کاسۂ سر جمشید و بہمن است و قباد
کہ آگہ است کہ جمشید و کی کجا رفتند	۵	کہ واقف است کہ چون رفت تخت جم برباد
ز حسرت لب شیرین ہنوز می بینم	۶	کہ لالہ میدمد از خاک تربت فرہاد
مگر کہ لالہ بدانست بیوفائے دہر	۷	کہ تا بزاد و بشد جام می ز کف ننہاد
نمیدہند اجازت مرا بسیر و سفر	۸	نسیم خاک مصلے و آب رکنا باد
بیا بیا کہ زمانی ز می خراب شویم	۹	مگر رسیم بگنجی درین خراب آباد
بنوش بادہ صافی بنالہ دف و چنگ	۱۰	کہ بستہ اند بر ابریشم طرب دل شاد

یعنی حور و پری سب حسین ہیں لیکن اصلی حسن و لطافت وہی ہے جو میرے معشوق میں ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے شگفتہ پھول میری آنکھ کے چشمہ کو دیکھ (حاصل کر) کیونکہ تیری امید میں وہ بہت اچھا آب و پانی رکھتا ہے

یعنی اے معشوق میں تیری آرزو میں ہمیشہ روتا رہتا ہوں۔ برائے خدا میری طرف توجہ کر گریہ و خنداں اور گل اور آب کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ دانا پرندہ اس بہار کے باغ میں کبھی نغمہ سرا نہیں ہوتا جسکے پیچھے خزاں لگی ہو۔

یعنی جس بہار کے پیچھے ضرور خزاں ہو۔ دانا پرندہ اس پر کبھی عاشق نہیں ہوتا۔ باغ دنیا کی ناپائداری بیان کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس چند روزہ بہار پر کبھی مست نہیں ہونا چاہیے۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے ابرو کا خم تیراندازی کی شہرت میں، جس شخص کے ہاتھ میں کمان ہو۔ لے لیتا ہے۔

یعنی تیری کمان ابرو تیراندازی کے فن میں ایسی کامل ہے۔ کہ کمان داروں کے ہاتھ سے کمان لے لیتی ہے گویا کوئی تیرانداز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے ہاتھ سے خوبصورتی کی گیند کون لیجائے کیونکہ آفتاب بھی اس جگہ ایسا سوار نہیں جسکے ہاتھ میں باگ ہو۔

یعنی خوبصورتی میں تجھ سے کوئی حسین گوئی سبقت نہیں لیجا سکتا تیرے مقابلہ میں شاہسوار آفتاب کے ہاتھ میں بھی عنان نہیں۔ یعنے بے اختیار ہے۔ گو و چوگان (پولو) کی کھیل سوار ہو کر کھیلی جاتی ہے۔ لہذا رعایت گو و سوار ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ میرا کلام موثر (دلنشیں) ہوگیا جب سے تو نے اسے قبول کیا۔ ہاں ہاں عشق کی بات نشانہ پر لگتی ہے۔

یعنی عشقیہ کلام موثر ہوتا ہی ہے تیری قبولیت نے اسے اور بھی موثر کر دیا نشیں و نشاں میں صنعت تجنیس ہے۔

(۸) ترجمہ۔ راز عشق میں کوئی شخص یقین کا محرم راز نہیں ہو سکتا ہر شخص اپنی اپنی سمجھ کے مطابق گمان رکھتا ہے۔

یعنی اسرار عشق کو کوئی شخص یقین کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا۔ اپنے اپنے فہم کے مطابق ہر ایک آدمی خیال کر لیتا ہے یقین و گمان کا مقابلہ ظاہر۔

اسرار وجود جملہ نہفتہ بماند	واں گوہر بس شریف ناسفتہ بماند

(سعدی)	بہ سر برکلاہِ مہی داشتم		کہ من فرّ فرماندہی داشتم
(عمر خیام)	بر تارک گِل لگد ہمی زد بسیار من ہمچو تو بودہ ام مرا نیکو دار		دی کوزہ گرے بدیدم اندر بازار واں گِل بزبانِ حال با او می گفت
(عمر خیام)	بر چہرۂ قرانِ اختراں خواہد بود ایوانِ سرائے دیگراں خواہد بود		خوش باش کہ غصہ بیکراں خواہد بود خشتے کہ ز قالب تو خواہند زدن
(عمر خیام)	در بندِ سرِ زلف نگارے بودست دستے ست کہ درگردن یارے بودست		ایں کوزہ چو من عاشقِ زارے بودست ایں دستہ کہ درگردنِ او می بینی

(۵) ترجمہ۔ کون جانتا ہی کہ جمشید و کے کہاں گئے۔ کسے معلوم ہی کہ سلیمان کا تخت کسطرح برباد ہوا۔

	آرامگہِ ابلق صبح و شام است قصرے ست کہ تکیہ گاہِ صد بہرام است		ایں کہنہ رباط کہ عالمش نام است بزمے ست کہ واماندہ صد جمشید است

(۶) ترجمہ۔ شیریں کے لب کی حسرت میں اب بھی دیکھتا ہوں کہ فرہاد کی قبر کی مٹی سے لالہ پیدا ہوتا ہی۔

گل لالہ کے اندر ایک داغ ہوتا ہی۔ اس لئے اسکو عاشق کے داغدار دل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ فرہاد شیریں کے لب لعل کی حسرت میں دل پر داغ لیکر قبر میں گیا اس لئے اب تک اس کی قبر پر گل لالہ اُگتا ہے۔ دیکھو شعر ۱۵/۲ ۔

مندرجہ ذیل اشعار بھی اسی قبیل سے ہیں۔

	ہو گا درخت گور پہ میری چنار کا		بجھنے کی دل کی آگ نہیں زیر خاک بھی
(رودکی)	ز خاکِ من ہمہ نرگس دمد بجائے گیاہ		نظر چگونہ بدوزم کہ بہر دیدنِ دوست
(غنیمت)	کہ سے روید کدو پر بادہ از خاکِ شہیدانش		دلے دارم خراب نرگس میخانہ سامانش

(۷) ترجمہ۔ شاید لالہ زمانہ کی بیوفائی کو جانتا تھا کہ جب سے پیدا ہوا مرنے تک جام شراب ہاتھ سے نہ رکھا۔

گل لالہ کو جام سے تشبیہ دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ گل لالہ نے ہمیشہ جام سے ہاتھ میں رکھا غالباً وہ زمانہ کی بیوفائی کو جانتا تھا اور اسے بیوفائی سے متوثر نہ ہونے کے لئے ایسا کیا۔

(۸) ترجمہ۔ مجھے سیر سفر کی اجازت نہیں دیتی خاک مصلی کی نسیم اور نہر رکنا باد کا پانی۔

مصلے۔ اور رکنا باد۔ کے لئے دیکھو شعر الف ۴/۲ ۔

زدست اگر نہہم جبام می مکن عیبم	۱۱	کہ پاکست بہ نیم حریف دست نداد

(۱۲) رسید در غم عشقش بہ حافظ آنچہ رسید
اگرچہ چشم زخم زمانہ بعاشقاں مرساد (۱۲)

(۱) ترجمہ ۔ عیش نہانی کی شراب کیا ہی؟ ایک بے بنیاد کام ہے ۔ ہم رندوں کی صف میں جا ملے ہیں ۔ جو کچھ ہو سو ہو
یعنے شراب لیہودا ایک بے ہودہ کام ہی ۔ ہم رندوں کی مجلس میں شامل ہو گئے ہیں اور علی الرغم انف
حاسداں علانیہ شراب نوشی کرتے ہیں ۔ جو کچھ ہو سو ہو ۔

(۲) ترجمہ ۔ دل ہو گرہ کھول اور آسمان (کی باتوں) کو یاد نہ کر ۔ کیونکہ کسی منجم کی عقل نے یہ گرہ نہیں کھولی
یعنی کوئی مہندس انقلابات چرخ کے عقدہ کو حل نہیں کرسکتا ۔ تو ان باتوں کو چھوڑ اور شاد و خرم زندگی
بسر کر ۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۳ پ

(۳) ترجمہ ۔ زمانہ کے انقلابات پر حیران نہ ہو ۔ کیونکہ آسمان کو ایسی ہزار فسانہ و افسوں یاد ہیں ۔
یعنے حوادث روزگار اور انقلابات چرخ پر حیران نہیں ہونا چاہیئے ۔ دور گردوں نے ایسے ہزار ہا انقلابات ظاہر
کئے ہیں

(۴) ترجمہ ۔ پیالہ ادب سے ہاتھ میں پکڑ کیونکہ اسکی ترکیب جمشید ۔ بہمن اور قباد کے سر کے کاسہ سے ہے ۔
یعنے یہ پیالہ جو تیرے ہاتھ میں ہی ۔ خدا جانے کتنے بادشاہوں کے کاسہ سر کی مٹی اس میں شامل ہوگی ۔
اسکو ذرا ادب سے پکڑ ۔ فی الحقیقت عبرت کا مقام ہی لاکھوں بادشاہ اور کروڑوں انسان مرکر خاک
ہوئی اور ان کی خاک ہی اب برتن اور انٹیں بنائی جا رہی ہیں ۔
وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ
إِلَّا قَلِيلًا ۔ (القصص) یعنے بہت ہلاک کئے ہیں ہم نے گاؤں اور گاؤں والے جو اپنی گذران میں حد
سے گذر گئے پس یہ ہے اب ان کے رہنے کی جگہ ۔ ان کی ہلاک کے بعد کوئی وہاں نہ ٹھیرا اسکر تھوڑا

عمر خیام	زلف صنمے و عارض جانانے ست انگشت وزیرے و سر سلطانے ست		خاکے کہ بزیر پاے ہر حیوانے ست ہر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانے ست
سعدی	سخن گفت با عابدے کلہ		شنیدم کہ یک بار در دجلہ

غزل (۹۹)

صوفی نہاد دام و سر حقہ باز کرد	۱	بنیاد مکر با فلک حقہ باز کرد
بازی چرخ بشکندش بیضہ در کلاہ	۲	زیرا کہ عرض شعبدہ با اہل راز کرد
ساقی بیا کہ شاہد رعنای صوفیاں	۳	دیگر بجلوہ آمد و آغاز ناز کرد
این مطرب از کجاست کہ ساز عراق ساخت	۴	وآہنگ بازگشت ز راہ حجاز کرد
ای دل بیا کہ ما بہ پناہ خدا رویم	۵	زانچہ آستیں کوتہ و دست دراز کرد
صنعت مکن کہ ہر کہ محبت نہ راست باخت	۶	عشقش بروی دل در معنی فراز کرد
ای کبک خوشخرام کجا میروی بایست	۷	غرہ مشو کہ گربہ عابد نماز کرد
فردا کہ پیشگاہ حقیقت شود پدید	۸	شرمندہ رہروی کہ نظر بر مجاز کرد

(۹) حافظ مکن ملامت رنداں کہ در ازل
مارا خدا ز زہد و ریا بے نیاز کرد (۹)

شیراز کے بادشاہ شاہ شجاع کے عہد میں خواجہ عماد فقیہ ایک مشہور عالم تھے۔ بادشاہ انکا بہت معتقد تھا۔ فقیہ موصوف کے پاس ایک بلی تھی۔ جو انکے ساتھ نماز پڑھا کرتی تھی۔ بادشاہ اس بات کو فقیہ صاحب کی کرامت سمجھتا تھا۔ مگر خواجہ حافظ ان باتوں کے کب قائل ہو سکتے تھے۔ فقیہ صاحب اور انکی بلی کے متعلق یہ غزل لکھی جس پر شاہ شجاع ان سے ناراض ہو گیا۔ تفصیلی حالات کیلئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۶-۱۷-۱۸- سوانحعمری۔ عام ریاکار زاہدوں اور بزرگوں کی پردہ دری کی گئی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ صوفی نے جال بچھایا اور ڈبیا کا منہ کھولا۔ حقہ باز آسمان کے ساتھ مکر کی بنیاد ڈالی۔

حقہ۔ بازی گر بھان متی کی ڈبیا جس میں کئی خانے ہوتے ہیں اور جس میں سے نئی نئی چیزیں نکال کر وہ تماشہ دکھاتا ہے۔ حقہ باز۔ بازی گر۔ بھان متی۔ مداری۔ عیار۔ مکار۔ حیلہ گر۔ فریبی۔ حقہ باز اور حقہ باز میں صنعت تجنیس ہے۔

یہاں خواجہ صاحب نے اس واقعہ کا اظہار کیا ہے۔ بیشک خاکِ مصلےٰ اور آبِ رکنا باد سے انکو اسقدر محبت تھی کہ باوجود ممالکِ غیر کے قدردانوں کے تقاضا و درخواست کے وہ شیراز کو نہ چھوڑ سکے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول سوانحعمری

گفتہ بودم کہ رخصت بربندم دست از دامنم نمے دارد		تا رو بصرہ گیرم و بغداد خاکِ شیراز و آبِ رکنا باد	(سعدی)

(۹) ترجمہ:- آ کہ کچھ مدت کے لئے شراب سے خراب ہولیں۔ شاید کہ اس خراب آباد میں کسی خزانہ تک پہنچ جائیں خزینے اور دفینے ہمیشہ خرابے ویران مقامات میں پائے جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ آ دا اس خراب آباد (دنیا) میں خزانہ حاصل کرنے کے لئے شراب سے خراب (مست) ہونا ضروری ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں گنجِ معرفت حاصل کرنے کے لئے شرابِ عشق کا ہونا ضروری ہے۔

(۱۰) ترجمہ:- شراب صاف دف و چنگ کی آواز کے ساتھ پی۔ کیونکہ خوش دل کو ابریشم طرب سے باندھا ہے۔

ابریشم:- (۱) ریشم۔ ریشم کی تار (۲) ساز کے تار۔ چنگ کے تار۔ چنانچہ ابریشم زدن بمعنی ساز بجانا آیا ہے۔ ابریشم طرب:- چونکہ چنگ ساز موجبِ طرب ہیں اس لئے چنگ کے تار کو بھی ابریشم طرب کہ سکتے ہیں۔ یا بصورت دیگر طرب کی تار۔ خوشی کی تار۔

مطلب یہ ہے کہ خوش و خرم دل کو عاملانِ قضا و قدر نے خوشی کی تار یا چنگ کی تار سے وابستہ کیا ہے یعنی دل کی خوشی چنگ کے تار یا رشتۂ طرب پر منحصر ہے۔ اس لئے خوش زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور چنگ و دف کے ساتھ شراب پینی چاہئے۔ چنگ اور ابریشم کی رعایت ظاہر۔

(۱۱) ترجمہ:- اگر میں ہاتھ سے جام کو نہ چھوڑوں تو میری عیب جوئی نہ کر۔ کیونکہ اس سے زیادہ پاک دست مجھے کبھی ہاتھ نہیں آیا۔

یعنے جام ہی پاکیزہ ترین دوست ہے۔

(۱۲) ترجمہ:- مسلک عشق کے غم میں حافظ پر جو حالت گذری گذری۔ زمانہ کی چشم زخم عاشقوں پر یہ نوبت نہ لائے۔

یعنے جو حالت عشق میں میری ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ زمانہ کی چشم بد عاشقوں کی وہ حالت نہ کرے

نزدیک گئے۔ فوراً جھپٹی اور دونو کو پکڑ کر چپت لگی۔ اسوقت سے گربہ عابد ایک ضرب المثل ہوگئی۔

(۸) ترجمہ۔ کل جب پیشگاہِ حقیقت کا ظہور ہوگا۔ وہ سالک شرمندہ ہونگے جو مجازی پر نظر رکھتے تھے۔

فردا سے مراد فردائے قیامت۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت کے ظاہر ہونے پر ریاکاروں کو شرمندہ ہونا پڑیگا اور مجاز کے عاشق محبوب حقیقی کے سامنے رسوا ہونگے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ رندوں کو ملامت نہ کر کیونکہ ازل میں خدا نے ہم کو زہد وریا سے (یا زہد ریا آمیز سے) بے نیاز کردیا۔

یعنے رندوں کو زہد ریا آمیز کی کچھ ضرورت نہیں وہ ان باتوں سے بے نیاز ہیں۔

غزل (۱۰۰)

صوفی ار بادہ باندازہ خورد نوشش باد	۱	ورنہ اندیشۂ ایں کار فراموشش باد
آنکہ یک جرعہ می از دست تواند دادن	۲	دست با شاہد مقصود در آغوشش باد
گیست آں شاہسوار خوش و خرم کہ دو کون	۳	بستۂ بند قباو علم دوشش باد
نرگس مست نوازش کن مردم دارش	۴	خون عاشق بخورد گر بقدح نوشش باد
چشمم از آئنہ داران خط و خالش گشت	۵	لبم از بوسہ ربایان لب نوشش باد
گرچہ از کبر سخن با من درویش نہ کرد	۶	جان فدای شکریں پستہ خاموشش باد
شاہ ترکاں سخن مدعیاں می شنود	۷	شرمی از مظلمۂ خون سیاوشش باد
پیر ما گفت خطا بر قلم صنع نرفت	۸	آفریں بر نظر پاک خطا پوشش باد

(۹) **حافظ** بغلامی تو مشہور جہاں شد حافظ
حلقۂ بندگی زلف تو در گوشش باد (۹)

(۱) ترجمہ۔ صوفی اگر شراب اندازہ سے پیئے۔ تو اسے نوشِ جان ہو۔ ورنہ بہتر ہے کہ اُسے اس کام کا خیال ہی بھول جائے۔ حکیم عمر خیام کا بھی یہی خیال ہے۔

(۲) ترجمہ۔ آسمان کی بازی اُسکو رسوا کر گئی۔ کیونکہ اس نے اہل راز کے ساتھ حیلہ بازی شروع کر دی ہے۔

بیضہ در کلاہ شکستن ۔ یا بیضہ در سر کسے شکستن۔ کسی کو منفعل کرنا۔ رسوا کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے ریا کار صوفی کو آسمان آخر کار رسوا کر گیا۔ کیونکہ آسمان اُس سے بھی زیادہ بازی گر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے ساقی آ کیونکہ صوفیوں کا شاہد رعنا۔ دوبارہ جلوہ افروز ہوا ہے اور اسنے ناز شروع کیا ہے۔

خواجہ صاحب نے ساقی کو طلب اسلئے کی ہے کہ ریا کار صوفیوں کے دام میں نہ آجائیں۔

(۴) ترجمہ۔ یہ مطرب کہاں ہے کہ عراق کا ساز شروع کیا (عراق کی تیاری کی) اور راہ حجاز سے واپسی کا آہنگ کیا (ارادہ کیا)۔

عراق (۱) دو علاقوں کا نام ہے ایک عراق عجم جسمیں خراسان اور اصفہان شامل ہیں دریائے جیحوں کے کنارہ پر ہے دوسرا عراق عرب جسمیں بغداد شامل ہے دریائے دجلہ کے کنارہ پر واقع ہے (عراق بمعنی کنارہ دریا) (۲) موسیقی کے مقامات میں سے ایک مقام کا نام ہے جو وقت چاشت سے مخصوص ہے۔ حجاز۔ (۱) عرب کا ایک علاقہ جس میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور نجد و غور کے درمیان کا ملک واقع ہے۔ (۲) مقامات موسیقی میں سے ایک مقام کا نام۔

ساز و آہنگ۔ عراق و حجاز کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل آ کہ ہم خدا کی پناہ مانگیں اس شخص سے جو آستین کو تاہ اور ہاتھ لمبا رکھتا ہو

یعنی ان ریا کار بزرگوں سے جو کوتاہ آستین ہو کر دست درازیاں کیا کرتے ہیں خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ کوتاہ آستین لوگ شیطان ہیں۔ انکی مکر سے بچنے کے لئے لاحول پڑھنا چاہیئے۔

(۶) ترجمہ۔ تصنع نہ کر (ریا کاری نہ کر) کیونکہ جو شخص سچی محبت اختیار نہیں کرتا عشق اسکے دل پر رنج و غم کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے خوش رفتار کبک کہاں جاتا ہے کھڑا ہو جا۔ اس بات پر نہ بھول کہ عابد بلی (یا عابد کی بلی) نے نماز پڑھی ہے۔

یعنے بلی کی نماز پر نہ جا جب تو نزدیک پہنچیگا تجھے پکڑ کر کھا جائیگی۔

مشہور قصہ ہے کہ جنگل میں ایک بلی تھی۔ جو بوجہ ضعیف العمری کے شکار کرنے سے رہ گئی تھی۔ عبادت میں مشغول ہو گئی۔ ایک بار زدہ چکوروں کے درمیان کچھ تنازعہ واقع ہوا۔ بلی کو ثالث مقرر کیا اور اسکے پاس گئے۔ ماجرا بیان کیا عابدہ مسکین بلی نے کہا کہ ذرا نزدیک آؤ۔ ریاضت مجاہدہ سے قوی کمزور ہو گئے ہیں دور سے نہیں سن سکتی۔ جب وہ بچارے

اپنی دامادی اور بادشاہی پر للچا کر بلا یا۔ چنانچہ سیاوش توران چلا گیا۔ افراسیاب نے کچھ مدت کے بعد اپنے بیٹے کے کہنے سننے پر داماد کو مرواڈالا۔ رستم انتقام کے لئے اٹھا۔ لشکر تیار کیا اور توران پر چڑھائی کی۔ افراسیاب کو شکست دی۔ ملک کو لوٹا مارا۔ اور کیخسرو سیاوش کے بیٹے کو ساتھ لے آیا۔ خونِ سیاوش (یعنے خون بےگناہ) اسی واقعہ کیطرف اشارہ ہے اور بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے۔

شاہ ترکاں سے مراد افراسیاب یعنی افراسیاب نے مدعیوں کے کہنے سننے پر ایک ناحق خون کیا اسی اس ظلم پر شرم کرنی چاہیئے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ معشوق رقیبوں کے کہنے پر عاشق بے کس کے قتل پر آمادہ ہے۔ اسے خونِ سیاوش کے واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

(۸) ترجمہ۔ ہمارے پیر نے کہا کہ قدرت کے قلم سے غلطی نہیں ہوئی۔ اسکی خطا پوش اور پاک نظر پر آفرین ہو۔

یعنے ہمارے پیر نے کہا کہ دستِ قدرت نے جو کچھ کیا ہے۔ اچھا کیا ہے اور مصلحت پر مبنی ہے۔ حکیم مطلق کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے جو چیزیں ہم کو بظاہر بری معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں بھی فی الحقیقت کچھ نہ کچھ مصلحت ضرور ہوتی ہے اور برے سے برا آدمی بھی مطلقاً برا نہیں ہوتا نسبتاً برا ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر کی نظر پاک ہے اور خطا پوش ہے۔ یعنی خطاکاروں کی خطا کو بھی حکیم مطلق کی حکمت کے ماتحت مصلحت پر مبنی سمجھکر گویا لوگوں کی خطا پوشی کرتا ہے۔ اسکی اس پاک نظر پر آفرین ہو۔

(۹) ترجمہ۔ تیری غلامی سے حافظ جہان میں مشہور ہو گیا۔ تیری زلف کی غلامی کا حلقہ اسکے کان میں ہو۔

یعنے خدا کرے کہ حافظ ہمیشہ تیرا حلقہ بگوش رہے۔ تیری غلامی نے اُسے مشہورِ عالم کر دیا ہے۔

غزل (۱۰۱)

صبا وقت سحر بوئی ز زلف یار می آورد	۱	دل شوریدهٔ ما از نو در کار می آورد
ز رشک تا ر زلف یار بر باد سحر میداد	۲	صبا هر نافهٔ مشکی که از تاتار می آورد
فروغ ماه میدیدم ز بام قصر او روشن	۳	که روی از شرم او خورشید در دیوار می آورد
عفی الله چین ابرویش اگرچه ناتوانم کرد	۴	برحمت هم پیامی بر سر بیمار می آورد
سر ابر خشن جانان طریق لطف و احسان بود	۵	اگر تسبیح میفرمود اگر زنار می آورد

گر بادہ خوری تو با خردمنداں خور بسیار مخور و رد مکن فاش مساز	یا با صنم لالہ رخ و خنداں خور اندک خور و گاہ خور و پنہاں خور

(۲) ترجمہ۔ جو شخص ایک گھونٹ شراب کا تھوڑا دے سکتا ہے۔ خدا کرے کہ اسکا ہاتھ شاہدِ مقصود کی آغوش میں ہو۔

یعنے شراب کا ایک گھونٹ بخشنے کے عوض خدا ساقی کو کامگار کرے۔

(۳) ترجمہ۔ وہ خوش خرم شاہسوار کون ہی کہ دونو جہاں اسکی قبا کے بند اور کندہی کے جھنڈی سی وابستہ ہوں۔
یعنے عالم سفلی اسکے بندِ قبا اور عالم علوی اسکی علم دوش کے زیر فرمان ہو۔ غالباً سید کونین حضرت رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سی مراد ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اسکی مست آنکھ جو نوازش کرنے والی اور مردم نواز ہے۔ اگر وہ عاشق کا خون پیالہ سی پیے تو ہر
نوشِ جان ہو۔

مردم بمعنے مردمِ چشم (پتلی) بھی استعمال ہوتا ہی۔ لہذا رعایت نرگس و مردم ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ میری آنکھ اسکی خط و خال کی آئنہ داروں میں سی ہو گئی۔ خدا کری کہ میرا لب اسکی لبِ شیریں کی بوسہ لینے والوں
میں سی ہو جائے۔

یعنے میری آنکھ کے سامنے ہمیشہ اسکی تصویر ہوتی ہی خدا کرے کہ اسکا بوسہ بھی مجھے نصیب ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اگرچہ اس نے غرور سی مجھ درویش کے ساتھ بات نہ کی۔ میری جان اسکی خاموش شیریں پستہ پر قربان ہو۔

پستہ سے مراد دہن۔

(۷) ترجمہ۔ ترکوں کا بادشاہ مدعیوں کی باتیں سنتا ہی۔ اسکو خونِ سیاوش کے ظلم سے شرم ہو۔

سیاوش۔ کاؤس بادشاہ ایران کے گھر ایک بچہ ہوا۔ نجومیوں نے کہا کہ یہ بچہ منحوس ہی رستم دربار میں موجود
تھا۔ وہ ان باتوں کو کب مانتا تھا۔ بچے کو بادشاہ سی لے لیا اور اپنے وطن سیستان میں اسکی پرورش کی
جب سیاوش جوان ہوا رستم اسے ساتھ دربارِ شاہی میں لے آیا۔ بادشاہ لڑکے کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اور حکم دیا
کہ ہمارے پاس رہا کرے۔ کاؤس کی ایک چہیتی بیوی اسپر عاشق ہو گئی اور در پردہ پیغام بھیجا۔ سیاوش
نے انکار کیا۔ وہ دشمن ہو گئی اور کاؤس سے الٹی چغلی کھائی بات نے طول پکڑا۔ آخر آگ بھڑکائی گئی
سیاوش اپنی سچ کے دعوے پر اس میں گیا اور بال بال سلامت نکل آیا۔

خونِ سیاوش۔ سیاوش باپ کیطرف سی شکستہ دل رہتا تھا۔ افراسیاب نے اسی پیغام سلام بھیجکر

کسی کو ایک طرف لگا یا ہو۔ کسی کو دوسری طرف۔ مگر اسکا لطف ہر ایک سے یکساں ہو۔

سلوک ہیں تیرے سب سے یکساں وہ گبر و ترسا ہوں یا مسلماں (حالی)
نہ اُن سے کچھ تیرا بیر پایا نہ ان سے کچھ تیرا پیار دیکھا

(۶) ترجمہ۔ میں نے اس صنوبر کی شاخ کو سینہ کے باغ سے اکھیڑ پھینکا۔ کہ اسکے غم سے جو پھول کھلتا تھا رنج وغم پھل لاتا تھا۔

شاخ صنوبر سے مراد دل۔ کیونکہ دل صنوبری شکل کا ہوتا ہو اور الٹا آویزاں ہوتا ہو۔ مطلب یہ ہو کہ میرا دل ہمیشہ مجھے رنج وغم میں مبتلا رکھتا تھا اس لئے میں نے اسے سینہ سے نکال پھینکا۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے اسکی آنکھ کی غارت گری کے ڈر سے خونیں دل کو چھوڑ دیا لیکن وہ راستہ میں خون گراتا تھا اور اس طرز میں لایا۔

ہنجار۔ راہ۔ جادہ۔ مجازاً بمعنے طرز۔ روش۔ قاعدہ۔ رنگ۔ لون۔

یعنے دل کو قفس سینہ سے رہا کرنے کے بعد بھی کچھہ فائدہ نہ ہوا۔ وہ اسی طرح خون گراتا رہا اور یہ طرز اختیار کرلی

(۸) ترجمہ۔ وہ وقت خوش تھا اور وہ گھڑی اچھی تھی کہ اسکی گرہ گیر زلف اسطرح دلوں کو چراتی تھی کہ دشمن بھی قائل ہوجاتا تھا۔

(۹) ترجمہ۔ میں گاہ بگاہ مطرب ساقی کے قول کے مطابق باہر جاتا تھا کہ اس مشکل رستہ سے قاصد مشکل خبر لاتا تھا

یعنے میں مطرب ساقی کے کہنے پر بعض دفعہ ایسے دشوار مقامات کی سیر کرتا تھا۔ جہاں سے قاصد بھی مشکل خبر لاسکتا تھا۔

(۱۰) ترجمہ۔ گذشتہ رات میں حافظ کو جام و پیمانہ میں مشغول دیکھکر حیران ہوا لیکن میں نے اسکو منع نہ کیا کیونکہ وہ صوفیوں کی طرح جام سے لاتا تھا۔

یعنے چونکہ وہ صوفیوں کے رنگ میں مینوشی کرتا تھا۔ اس لئے میں نے اسکو منع نہ کیا۔

غزل ۱۰۲

صبا بہ تہنیت پیر می فروش آمد	۱	کہ موسم طرب و عیش و ناز و نوش آمد
ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ گشا	۲	درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

من آن شکل صنوبر را ز باغ سینہ برکندم	۶	کہ ہر گل کز غمش بشکفت محنت بار می آورد
زبیم غارت چشمش دل خونین رہا کردم	۷	ولی میریخت خون در رہ بدین ہنجار می آورد
خوش آنوقت و خوش آنساعت کہ آن زلف گرہ بندش	۸	بدزدیدی چنان دلہا کہ خصم اقرار می آورد
بقول مطرب و ساقی برون رفتم گہ و بیگہ	۹	کزان راہ گران قاصد خبر دشوار می آورد
(۱۰)	عجب میدیدم دی شب ز حافظ جام و پیمانہ ولی منعش نمیکردم کہ صوفی وار می آورد	(۱۰)

(۱) ترجمہ ۔ صبا سحر کے وقت زلفِ معشوق کی خوشبو لاتی تہی ۔ ہمارے شوریدہ دل کو از سرِ نو کام پر لگاتی تھی

۔ یعنے ہمارے از کار رفتہ دل کو از سرِ نو قوت بخشتی تھی

(۲) ترجمہ ۔ معشوق کے تارِ زلف کے رشک سے صبح کی ہوا میں پھیلاتی تھی ۔ صبا کستوری کے ہر ایک نافہ کو جسے وہ تاتار سے لاتی تھی ۔

یعنے زلفِ معشوق کی خوشبو کے رشک سے بادِ صبا نافہ ہائے تاتار کی خوشبو کو صبح کے وقت ہوا میں پھیلاتی تھی ۔

(۳) ترجمہ ۔ اسکے محل کی چھت سے میں چاند کے فروغ کو روشن دیکھتا تھا ۔ کہ جسکے شرم سے خورشید بھی اپنا منہ دیوار میں چھپاتا تھا ۔

ظاہر ہے کہ جب چاند لبِ بام روشن ہوتا ہے ۔ آفتاب کی کمزور شعاعیں صرف دیوار و نیز باقی ہوتی ہیں اور آخر کار بالکل چھپ جاتی ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ جب میرا معشوق لبِ بام جلوہ افروز ہوتا ہے ۔ آفتاب کی شعاعیں بھی اسکی روشنی طلعت کے شرم سے منہ چھپانے لگ جاتی ہیں ۔

(۴) ترجمہ ۔ خدا اسکے چین ابرو کو معاف کرے اگرچہ اسنے مجھے ناتوان کیا لیکن رحمت کا پیام بھی تو ہمارے پاس وہی لاتی تھی ۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کا چین بہ جبیں ہونا اگرچہ عتاب کی نشانی ہے ۔ لیکن لطف و کرم کا پتہ بھی اسی سے ملتا ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ معشوق کی بخشش سراسر لطف و احسان کا طریقہ ہے ۔ خواہ وہ تسبیح کا حکم دیتا تہا ۔ خواہ زنار لاتا تھا

مطلب یہ ہے کہ خدا کا احسان عام ہے ۔ خواہ تسبیح ہو خواہ زنار ۔ اسی کے لطف و احسان پر منحصر ہے

جمعیتِ خاطر حاصل نہ ہوگی۔ جب تک دل سے شیطان دور نہ ہو۔ فرشتہ نہیں آتا۔

(۶) ترجمہ۔ میں نہیں جانتا کہ مرغِ سحر نے سوسنِ آزاد نے کیا سنا۔ کہ باوجود دس زبانوں کے وہ خموش رہی۔

مرغِ صبح۔ یا مرغِ سحر یعنے بلبل (بعض کے نزدیک خروس اور بعض کے نزدیک قمری) (د)

سوسن۔ ایک قسم کے آسمانی رنگ کے پھول کا نام جس کی چھے قسمیں ہیں اسکی شاخ بلند۔ پتے پتلے پھول میں پانچ پنکھڑیاں ہوتی ہیں جو کھلکر خمیدہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ شعرانے اس پھول کو اکثر زبان سے تشبیہ دی ہے۔ سوسن آزاد سفید رنگ کی سوسن کو کہتے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ معلوم نہیں بلبل نے گل سوسن کو کان میں کیا کہا۔ یا کہ وہ باوجود اتنی زبانیں رکھنے کے خاموش ہے۔ یعنی بلبل نے سوسن کو عشق کے عجیب و غریب اسرار کا پتہ دیا ہوگا۔ کہ وہ چپ ہوگئی۔ من عرف اللہ کل لسانہ۔ جو خدا کو پہچان لیتا ہے اسکی زبان بند ہو جاتی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ مجلسِ انس نامحرم کی صحبت کی جگہ نہیں ہے۔ پیالہ کو ڈھانپ دو کہ خرقہ پوش آیا۔

پہلے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے۔ خرقہ پوش سے مراد زاہد ظاہر پرست مطلب یہ ہے کہ زاہدان ناحرم ہیں۔ عشق و محبت کی مجلسوں میں بیٹھنے کے لائق نہیں اسلئے جب زاہد ظاہر پرست آئے۔ شراب کا پیالہ ڈھانپ دینا چاہیئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ظاہردار لوگ رموزِ عشق سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے اخفائے راز ہی اچھا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میں تجھ کو ایک اچھی بات کہتا ہوں آ اور شراب پی۔ کہ زاہد ہمارے پاس آگیا اور بادہ نوش بن گیا۔ یعنے زاہد گیا اور رند بادہ نوش آیا۔ یا یہ کہ زاہد ہمارے پاس آگیا اور بادہ نوش بن گیا۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ خانقاہ کو چھوڑ کر شرابخانہ میں جاتا ہے۔ شاید وہ زہد وریا کی مستی سے ہوش میں آگیا۔ بظاہر خانقہ ہوش کی جگہ ہے اور شرابخانہ مستی کا مقام ہے۔ مگر خواجہ صاحب خانقاہ کو مستی کی جگہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہاں کے رہنے والے زہد وریا میں مست ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے شرابخانہ کو ہوش کا مقام کہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں جاکر زہد وریا کی مستی دور ہو جاتی ہے۔ اور ہوش آجاتا ہے اسکے علاوہ مستی عشق کو ہوش سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ہوش کو دیوانگی کہتے ہیں۔

دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے		عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا	
جسکی آنکھیں ہیں وہ ہے دیوانہ چشم آفریں		عالم عرفاں میں جو ذی ہوش ہے بیہوش ہے	

تنور لالہ چناں برفروخت باد بہار	۳	کہ غنچہ غرق عرق گشت و گل بجوش آمد
بگوش ہوش ز من بشنو و بعشرت کوش	۴	کہ این سخن سحر از ہاتفم بگوش آمد
ز فکر تفرقہ باز آئی تا شوی مجموع	۵	بحکم آنکہ چو شد اہرمن سروش آمد
ز مرغ صبح ندانم کہ سوسن آزاد	۶	چہ گوش کرد کہ با دہ زباں خموش آمد
چہ جای صحبت نامحرم ست مجلس انس	۷	سر پیالہ بپوشاں کہ خرقہ پوش آمد
بگویمت سخن خوش بیا و بادہ بنوش	۸	کہ زاہد از بر یار رفت و بادہ نوش آمد

(۹) ز خانقاہ بمیخانہ میرود حافظ
مگر ز مستی زہد ریا بہوش آمد (۹)

خواجہ صاحب نے اس غزل میں موسم بہار کی آمد کا نقشہ کھینچا ہے۔

(۱) ترجمہ۔ بادِ صبا پیر میفروش کو مبارکباد کہنے آئی۔ کیونکہ خوشی، عیش اور ناز و نوش کا وقت آگیا۔

(۲) ترجمہ۔ ہوا مسیحا نفس ہوگئی اور صبا نافہ کشا ہوگئی۔ درخت سبز ہو گئے اور پرند شور کرنے لگے۔

مسیح نفس۔ یعنی زندگی بخش۔ نافہ کشا یعنی خوشبو پھیلانے والی۔

(۳) ترجمہ۔ بادِ بہاری نے لالہ کے تنور کو ایسا برافروختہ کیا۔ کہ غنچہ پسینہ پسینہ ہوگیا اور پھول جوش میں آیا۔ لالہ بوجہ سرخی اور ہم رنگِ آتش ہونے تنور سے تشبیہ دی۔ یعنی گلِ لالہ سرخ اور شگفتہ ہوگیا اور کلیوں پر شبنم کے قطرے پڑے ہیں اور گلاب پھول عین جوبن میں ہیں۔ تنور، عرق اور جوش کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ گوشِ ہوش کے ساتھ میری بات سن اور عیش کرنے کی کوشش کر کہ یہ بات میں نے صبح ہاتف سے سنی ہے۔

(۵)۔ ترجمہ۔ تفرقہ کے فکر سے باز آ تاکہ خاطر جمع ہو جائے۔ کیونکہ جب شیطان چلا جاتا ہے فرشتہ آجاتا ہے۔

اہرمن۔ شیطان۔ اعتقادِ مجوس کے مطابق شر کا فاعل۔ بمقابل یزدان فاعلِ خیر۔ سروش۔ بفتحتین۔ ہر فرشتہ جو پیغامِ خیر لائے۔ نام جبرئیل علیہ السلام۔

مطلب یہ ہے کہ تو خیالاتِ کثرت کو چھوڑ کر وحدت کا قائل بن تاکہ تجھے خاطر جمعی نصیب ہو یا یہ کہ نفاق کو ترک کر اور فرقہ بندی کے خیالات سے باز آ۔ کیونکہ جب تک تو خیالاتِ تفرقہ کو نہیں چھوڑیگا۔

لسان العصر سید اکبر حسین صاحب نے مصرع ثانی میں قدرے ترمیم کرکے اس پر حسب ذیل تضمین کی ہے اور پردہ کے مخالفین کی پردہ دری کی ہے۔

کس نماندہ است کہ دبشنیہ شکار بکند	تیغ گرد یکھو و فتح دیارے بکند
این زمان ہمت مردان ہمیں محدود است	زنے از پردہ برون آید و کارے بکند

(۴) ترجمہ۔ کسی کی طاقت نہیں ہے اسکے پاس ہمارا قصہ بیان کرے۔ شاید باد صبا (ہمارا حال) اسکے گوش گزار کردے۔

(۵) ترجمہ۔ میں نے اپنی نظر کے باز کو ایک تیلی رد پر چھوڑا ہے۔ شاید بخت اسے واپس بلائے اور وہ کوئی کوئی شکار کرے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر نصیب یاور ہوا تو میری نظر کا باز ضرور شکار کریگا۔ یعنی وصال محبوب حاصل ہوگا بعض شارحین کی رائے ہے کہ تدرو سے مراد معشوق مجازی ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ شاید بخت بیدار میری باز نظر کو تدرو کے تعاقب سے واپس بلائے۔ تاکہ وہ کوئی اور بڑا شکار کرے۔ یعنی معشوق حقیقی کا عشق اختیار کرے۔

(۶) ترجمہ۔ ایسا سخی کہاں ہے جسکی بزم طرب سے کوئی غمزدہ ایک گھونٹ (شراب) پی کر اپنے خمار کو دور کرے۔

(۷) ترجمہ۔ یا وفا یا وصل کی خبر یا رقیب کی موت۔ آسمان کی بازی ان میں سے ایک دو یا تین کام کرے یعنے ان تین چیزوں میں سے ایک یا دو یا سب کی سب نصیب ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ کل میں نے کہا کہ اسکا لعل لب کا علاج کریگا۔ ہاتف غیب نے آواز دی کہ ہاں کریگا۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو اسکے دروازے سے نہیں جائیگا۔ تو وہ بھی ایکدن تیرے سر پر کسی طرف سے گذر کریگا۔

یعنے اگر تو اسکے دروازہ پر مقیم ہو جائیگا۔ تو کسی نہ کسی دن وہ ضرور تیرے پاس سے ہو کر گذرے گا

آتے جاتے کبھی ٹھوکر وہ لگا ہی دینگے
جم گئے راہ میں ہم نقش کف پا ہو کر

غزل ۱۰۳

طائرِ دولت اگر باز گذاری بکند ۔ ۱ ۔ یار باز آید و با وصل قراری بکند

دیدہ را دستگہِ دُر و گہر گرچہ نماند ۔ ۲ ۔ بخورد خونی و تدبیرِ نثاری بکند

شہر خالیست ز عشاق مگر کز طرفی ۔ ۳ ۔ مردی از غیب برون آید و کاری بکند

کس نیارد بر او دم زدن از قصۂ ما ۔ ۴ ۔ مگرش بادِ صبا گوش گذاری بکند

دادہ ام باز نظر را بہ تذروی پرواز ۔ ۵ ۔ باز خواند مگرش بخت و شکاری بکند

کو کریمی کہ ز بزمِ طربش غمزدۂ ۔ ۶ ۔ جرعۂ درکشد و دفعِ خماری بکند

یا وفا یا خبرِ وصلِ تو یا مرگِ رقیب ۔ ۷ ۔ بازیِ چرخ ازین یک دو سہ کاری بکند

دوش گفتم بکند لعلِ لبش چارۂ دل ۔ ۸ ۔ ہاتفِ غیب ندا داد کہ آری بکند

(۹) حافظا گر نروی از درِ او ہم روزی
گذری بر سرت از گوشہ کناری بکند (۹)

(۱) ترجمہ ۔ بخت کا پرندہ اگر پھر ادہر سے گذرے ۔ معشوق واپس آئے اور وصل کا قرار کرے ۔
یعنے اگر بخت یاور ہو ۔ تو وصالِ محبوب نصیب ہو ۔

(۲) ترجمہ ۔ آنکھ کو اگرچہ دُر و گوہر کی طاقت نہیں رہی ۔ البتہ خون کہا کر نثار کی کوئی تدبیر کرے ۔
یعنے رو رو کر آنسو خشک ہو گئے اب آنکھوں کو چاہئے کہ لہو کے آنسو رونا شروع کر دیں ۔ گویا معشوق کے قدموں پر موتی نثار کرنے کی طاقت نہیں رہی ۔ اب لعل نثار کرنے چاہئیں ۔

(۳) ترجمہ ۔ شہر تو عاشقوں سے خالی ہو گیا شاید کسی طرف سے کوئی آدمی پردہ غیب سے باہر آئے اور کام کرے
مطلب یہ ہے کہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں اگر کوئی مرد پردۂ غیب سے آ کر کچھ کام کرے تو کرے ورنہ اہلِ زمانہ سے اب کوئی امید نہیں رہی ۔
موجودہ زمانہ میں خصوصاً ایسے آدمی کی ضرورت ہے ۔

(۲) ترجمہ۔ اسکے چہرہ نے ازل کے دن نقاب کے اندر سے جلوہ کیا۔ اسکے پرتو کا ایک عکس فہموں کے چہرہ پر پڑا۔
یعنے جلوہ چونکہ زیر نقاب تھا اس لئے صرف ایک پرتو ہی چہرہ عقل پر پڑا اور ہر ایک آدمی کی عقل نے اپنے اپنے بساط کے مطابق اسکی تعبیر کی ورنہ حقیقت تو در پردہ ہی رہی۔ دیکھو شعر د ۹۶/۴

(۳) ترجمہ۔ یہ تمام شراب کا عکس اور مخالف نقش جو نظر آرہے ہیں۔ ساقی کے چہرہ کا ایک جلوہ ہے جو جام میں پڑا۔
مطلب یہ ہے کہ آئینہ کائنات میں جو جلوہ ہے تو صرف اسی کے چہرہ کا ہے۔ البتہ نقش مختلف رنگوں اور مخالف طرزوں کے پیدا ہو گئے۔ دنیا میں نیک و بد مسلم و کافر سیاہ و سفید تمام اسی جلوہ کے مختلف رنگ ہیں۔

یک پرتواست کردہ جہانے پر از ظلال	یک جلوہ است مختلف آثار آمدہ	حزیں

عارف محمود تبریزی کا شعر ہے۔

ظلومی و جہولی ضد نور ند	ولیکن مظہر عین ظہور ند

(۴) ترجمہ۔ عشق کی غیرت نے تمام خاص لوگوں کی زبان کاٹ ڈالی۔ اسکے عشق کا بھید عام لوگوں کی زبانوں پر کس طرح چڑھ گیا۔
حقیقت میں یہ ایک معما ہے۔ کہ جب خاص لوگ جو اسرار معرفت سے آگاہ ہوتے ہیں افشائے راز نہیں کرتے تو عوام میں راز کی باتیں کس طرح شائع ہو جاتی ہیں۔ بقول سعدی

ایں مدعیاں از طلبش بیخبر انند	آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

معلوم ہوتا ہے کہ ان سربستہ اسرار میں سے بعض بھید خدا خود عوام کے دلوں میں ڈال دیتا ہے زیادہ تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۲/۲۵

(۵) ترجمہ۔ ہر دم مجھ دل سوختہ کے ساتھ اس کی تازہ مہربانی ہے۔ اس گدا کو (یعنے مجھے) دیکھو کہ کیسا انعام کے قابل ہوا۔

(۶) ترجمہ۔ پاک بیں پاک نظر سے مدعا کو پہنچ گیا اور بھینگا اپنی دو بین آنکھ سے طمع خام میں پڑا۔
احول۔ وہ شخص جسے ایک کے دو دو دکھائی دیں۔ یہاں اس شخص سے مراد ہے۔ جو کثرت کا قائل ہو اور مسئلہ وحدت کو نہ سمجھ سکے۔ پاک بیں سے وہ شخص مراد ہے جسکی نظر صحیح ہو اور جسے عالم کثرت

غزل ۱۰۴/۱

عکس روی تو چو در آینۂ جام افتاد	۱	عارف از پرتو می در طمع خام افتاد
جلوہ‌ای کرد رخش روز ازل زیر نقاب	۲	عکسی از پرتو آں بر رخ افہام افتاد
ایں ہمہ عکس می و نقش مخالف کہ نمود	۳	یک فروغ رخ ساقیست کہ در جام افتاد
غیرت عشق زبان ہمہ خاصان ببرید	۴	از کجا سر غمش در دہن عام افتاد
ہر دمش با من دل سوختہ لطفی دگرست	۵	ایں گدا بیں کہ چہ شایستۂ انعام افتاد
پاک بیں از نظر پاک بمقصود رسید	۶	احول از چشم دو بیں در طمع خام افتاد
زیر شمشیر غمش رقص کناں باید رفت	۷	کاں کہ شد کشتۂ او نیک سرانجام افتاد
در خم زلف تو آویخت دل از چاہ زنخ	۸	آہ کز چاہ بروں آمد و در دام افتاد
آں شد ای خواجہ کہ در صومعہ بازم بینی	۹	کار ما با رخ ساقی و لب جام افتاد
من ز مسجد بخرابات نہ خود افتادم	۱۰	اینم از روز ازل حاصل فرجام افتاد
چہ کند کز پی دوراں نرود چوں پرگار	۱۱	ہر کہ در دائرۂ گردش ایام افتاد

(۱۲) صوفیاں جملہ حریفند و نظرباز ولی
زیں میاں حافظ دلسوختہ بدنام افتاد (۱۲)

(۱) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کا عکس جب پیالہ کے آئینہ میں پڑا، عارف شراب کے پرتو سے طمعِ خام میں پڑ گیا۔

محبوبِ حقیقی کے چہرہ کا پرتو کائنات کے آئینہ میں پڑا ہے اور مشاہدۂ ذات کے لئے کائنات بمنزلہ مرآت کے ہے۔ لیکن عارف اسی پرتو کو اصل سمجھ کر طمعِ خام میں پڑ گیا اور حقیقت سے دور رہا۔ گویا جامِ شراب میں اصل چیز تو پرتوِ رُخِ جاناں ہے۔ شراب نہیں۔

دیکھو شعر الف ۴/۲

اول منم یکی که دریں شہر ہر شبی	۴	فریاد من بگنبد افلاک بر شود
ور زانکه من سرشک فشانم بزنده رود	۵	کشت عراق جمله بیکبار تر شود
وی درمیان زلف بدیدم رخ نگار	۶	بر ہیئتی که ابر محیط قمر شود
گفتم که ابتدا کنم از بوسه گفت نے	۷	بگذار تا که ماه ز عقرب بدر شود
ای دل بیاد لعلش اگر باده میخوری	۸	مگذار ہاں که مدعیاں را خبر شود

(۹) **حافظ** سر ازلحد بدر آرد بپای بوس
گر خاک او بپای شما پی سپر شود (۹)

(۱) ترجمہ۔ تیرا عشق سرسری نہیں ہے کہ سر سے نکل جائے۔ تیری محبت عارضی نہیں ہے کہ دوسری جگہ چلی جائے۔
(۲) ترجمہ۔ تیرا عشق میرے وجود میں اور تیری محبت میرے دل میں۔ دودھ کے ساتھ اندر گئی اور جان کے ساتھ باہر نکلیگی
یہ شعر دیوان میں دوبارہ لکھا گیا ہے۔ دیکھو شعر د $\frac{۲۹}{۱۳}$
(۳) ترجمہ۔ درد عشق ایک ایسا درد ہے کہ اسکے علاج میں۔ تو جتنی زیادہ کوشش کریگا۔ زیادہ ہوتا ہو جائیگا

مریض عشق پر رحمت خدا کی	مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

(۴) ترجمہ۔ اس شہر میں پہلا میں ہی ایک شخص ہوں کہ ہر رات۔ گنبد افلاک پر میری فریاد پہنچتی ہے۔
(۵) ترجمہ۔ اور اگر ایسا ہو کہ میں زندہ رود میں آنسو بہاؤں۔ تو عراق کی تمام کھیتیاں یکبار تر ہو جائیں۔
زندہ رود۔ بڑی نہر اصفہان کے تلے ایک ندی بہتی ہے۔ جسکا پانی بہت صاف اور شیریں ہے
کثرت گریہ کا بیان ہے
(۶) ترجمہ۔ کل میں نے زلف کے اندر معشوق کا چہرہ دیکھا۔ اسطرح تھا جیسے چاند کے گرد بادل محیط ہو۔
معشوق کے چہرہ کو چاند اور زلف کو ابر کہا ہے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر د $\frac{۵}{۳}$

باخیال زلف وروئش می روم باصد شتاب	یکقدم بر سایہ دارم یکقدم بر آفتاب

(۷) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ میں بوسے شروع کروں اس نے کہا کہ نہیں ٹھیر جا کہ چاند عقرب سے نکل جائے۔
عقرب۔ کژدم۔ بروج آسمان میں سے آٹھواں برج۔ مجازاً بمعنے منحوس۔ چاند کا برج عقرب میں ہونا منحوس خیال کیا جاتا ہے اور جب تک چاند برج عقرب میں ہو کوئی کام شروع نہیں کرتے۔

یہاں بھی وحدت نظر آئے۔

(۷) ترجمہ۔ اس کے غم کی تلوار کے نیچے رقص کرتے ہوئے جانا چاہیئے۔ کیونکہ جو اسکا کشتہ ہوا وہ نیک انجام ہوا۔

(۸) ترجمہ۔ چاہِ زنخدان سے نکل کر دل تیری زلف کے خم میں لٹک گیا۔ افسوس کہ وہ کنوئیں سے نکلا اور جال میں پھنسا چاہِ زنخدان کو چاہ اور خمِ زلف کو دام سے تشبیہ دی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے خواجہ وہ وقت گیا کہ پھر تو مجھ عبادت گاہ میں دیکھے اب ہمیں رخِ ساقی اور لبِ جام سے واسطہ پڑ گیا یعنے اب میں محوِ یار ہوں۔ عبادت کجا۔

(۱۰) ترجمہ۔ میں مسجد کو چھوڑ کر خرابات میں خود نہیں گیا۔ بلکہ روزِ ازل سے ہی میرے انجام کا حال مقرر ہوا تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۴۔

(۱۱) ترجمہ۔ کیا کرے اگر پرکار کیطرح زمانہ کی گردش نہ پھرے۔ وہ شخص جو گردشِ ایام کے دائرہ میں پڑ گیا ہو یعنے جو شخص دائرہ امکان میں آیا ہے مجبوراً پرکار کیطرح زمانہ کے پیچھے گردش کرنی پڑتی ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ تمام صوفی رندانہ اور نظر باز ہیں لیکن ان میں دل سوختہ حافظ بدنام ہو گیا۔

مطلب یہ ہے کہ صوفی بھی تمام رند اور عاشق اور نظر باز ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے زہدِ ظاہری کی وجہ سے نیکنام رہے اور ہم بدنام ہو گئے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہیچ کس بے دامن تر نیست اما دیگراں		باز مے پوشند و ما بر آفتاب افگندہ ایم

اسی مضمون پر ہے ؎

میں ہی رسوا نہیں دیکھے تیرے اکثر		حضرت شیخ بھی مانوس ہیں مخفی مخفی

غزل ۱۰۵

عشقت نہ سرسریست کہ از سر بدر شود	۱	مہرت نہ عارضیست کہ جای دگر شود
عشق تو در وجودم و مہر تو در دلم	۲	با شیر در درون شد و با جاں بدر شود
دردیست درد عشق کہ اندر علاج او	۳	ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود

(۱) ترجمہ ۔ بادشاہ بھی تیری نرگس مست کے غلام ہیں اور ہوشیار بھی تیری سرخ شراب کے مست ہیں۔
بادشاہ و غلام اور ہوشیار و مست کا مقابلہ لطیف ہے۔ دیکھو شرح ۳ب
(۲) ترجمہ ۔ بادِ صبا تیری غماز ہوئی اور آنسو میرے غماز ہوئے۔ ورنہ عاشق اور معشوق تو راز دار ہوتے ہیں۔
غماز یعنے چغل، چغل خور۔ صبا زلفِ معشوق کی خوشبو کو اطراف و اکناف عالم میں پھیلاتی ہے اور اس طرح غمازی کرتی ہے۔ آنسو عاشق کا راز افشا کرتے ہیں ورنہ عاشق بھی راز عشق کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔
آنسوؤں کی غمازی کے لئے دیکھو شعر د ۱/۱۲ ، ش ۲/۵ ، ع ۳/۵ ، م ۲/۴ ، م ۳/۶۶ ، م ۲/۸

ماجرائے دل انیس کرم بکس	آب تسنیم ترجمانی میکند	(سعدی)

(۳) ترجمہ ۔ جب تو چلتا ہو تو دیکھ کہ تیری زلفِ دوتا کے نیچے۔ دائیں بائیں کتنے بیقرار ہیں۔
یعنے اپنی زلفِ دوتا کے نیچے نظر کر کہ کتنے بیقرار دل تیری دائیں بائیں زلفوں میں اسیر پڑے ہیں۔
(۴) ترجمہ ۔ بادِ صبا کسطرح بنفشہ زار میں جا کر دیکھ۔ کہ تیری زلف کی دست درازی سے کتنے سوگوار بنے ہیں۔
بنفشہ کو زلفِ معشوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ خود بنفشہ بھی تیری زلف کے عشق میں غمزدہ بنا بیٹھا ہے۔
بنفشہ چونکہ سیاہ رنگ ہوتا ہے اور سیاہ رنگ ماتمی نشان ہے۔ لہذا سوگوار اور بنفشہ زار کی رعایت ظاہر۔
(۵) ترجمہ ۔ اے رقیب جا اور اتنی زیادہ نخوت نہ کر۔ کیونکہ درِ معشوق کے رہنے والے خاکسار ہوتے ہیں۔
یعنے درِ معشوق کے رہنے والے خاکسار ہوتے ہیں اور تو نخوت ظاہر کرتا ہے۔ یہاں نخوت والوں کا کام نہیں۔ جا چلا جا اور یہاں نخوت فروشی نہ کر۔
(۶) ترجمہ ۔ اے خدا شناس چلا جا۔ بہشت ہمارے حصہ میں ہے۔ کیونکہ بخشش کے حقدار گنہگار ہوتے ہیں۔
خواجہ صاحب زاہدانِ ریائی کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ جاؤ تمہارا بہشت میں کیا کام ہے یا ہمارے ساتھ تمہارا کیا مطلب ہے۔ بہشت ہم گنہگاروں کے لئے ہے۔ کیونکہ رحمت اور مغفرت گنہگاروں کے حصہ میں آئی ہے۔

بیگناہوں میں چلا زاہد جو اسکو ڈھونڈھنے	امیر مینائی	مغفرت بولی اِدھر آ میں گنہگاروں میں ہوں

(۷) ترجمہ ۔ صرف میں ہی اس گلِ عارض پر غزل سرا نہیں ہوں۔ بلکہ تیری بلبلیں ہر طرف ہزار ہا ہیں۔
ہزار یا ہزار داستان بلبل کا نام بھی ہے۔ لہذا عندلیب و ہزار کی رعایت ظاہر۔ صنعت ایہام ہے۔
مطلب یہ ہے کہ عارضِ معشوق کے پھول پر صرف میں ہی غزل سرائی نہیں کرتا۔ بلکہ چاروں طرف ہزار ہا بلبلیں اس پر نغمہ سرائی کر رہی ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہی کہ جب تک روح کا چاند جسم عنصری کے برج میں ہی۔ وصال ممکن نہیں عام عقیدہ ہی کہ مشاہدۂ ذات دنیا میں حاصل نہیں ہوسکتا۔ یا چاند سی مراد رخسار اور عقرب سے مراد زلف یعنے جب تک زلف چہرہ سی نہ ہٹائی جائے بوسہ ممکن نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ ے دل اگر تو اسکے لب لعل کی یاد میں شراب پیتا ہی۔ تو خبردار ایسا نہ ہو کہ مدعیوں کو خبر ہو جائے مطلب یہ ہی کہ خام طبع لوگوں کو اسرار عشق سے آگاہ نہیں کرنا چاہیے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ قبر سے پابوسی کے لئے سر باہر نکالے گا۔ اگر اسکی خاک آپکے پاؤں سے پامال ہو۔

یہ شعر بھی شعر (۲) کیطرح دیوان میں دوبارہ لکھا گیا ہے۔ دیکھو شعر (۹/۱۳۱)

غزل (۱۰۹)

غلام نرگس مست تو تاجدارانند	۱	خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند
ترا صبا و مرا آب دیدہ شد غماز	۲	وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند
بزیر زلف دوتا چوں گذر کنی بنگر	۳	کہ از یمین و یسارت چہ بیقرارانند
گذار کن چو صبا بر بنفشہ زار و ببیں	۴	کہ از تطاول زلفت چہ سوگوارانند
رقیب درگذر و بیش ازیں مکن نخوت	۵	کہ ساکنان در دوست خاکسارانند
نصیب ماست بہشت ای خداشناس برو	۶	کہ مستحق کرامت گناہگارانند
نہ من براں گل عارض غزل سرایم و بس	۷	کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند
تو دستگیر شو ای خضر پی خجستہ کہ من	۸	پیادہ میروم و ہمرہاں سوارانند
بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن	۹	مرو بصومعہ کانجا سیاہکارانند

(۱۰)	خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد کہ بستگان کمند تو رستگارانند	(۱۰)

مطلب یہ ہے کہ عشق اختیار کر تا کہ تجھ کو سرخروی حاصل ہو۔ زہد خشک اور ریا آمیز سے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ سرخ رو اور سیاہ اور پیاوہ مرد کا مقابلہ لطیف ہے۔ نیز دیکھو شعر دست ۱۰۲ شیخ علی حزیں نے کنج خرابات اور حلقۂ زہاد کا مقابلہ کیا ہے۔

زہر کنج خراباتِ مغاں بر خواست جمشیدے ۔ کسے از حلقۂ پرہیزگاراں بر نخیزد

خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

من از کنج خراباتے جمالے دیدہ ام اللہ ۔ کہ چندیں سال می جستم بمحراب مناجاتش

در صومعہ نیافت مشامم چو بوئے عشق ۔ بیروں دہم بکوچہ و بازار بنگرم
جستم براہ کعبہ ندیدم ازو نشاں ۔ یک راہ رو بخانۂ خمار بنگرم

(۱۰) ترجمہ ۔ خدا کرے کہ حافظ اس پیچ در پیچ زلف سے رہائی نہ پائے۔ کیونکہ تیری کمند کے گرفتار رستگار ہوتے ہیں۔

یعنے کمندِ عشق کے گرفتار حقیقت میں تمام قیود سے رہا ہوتے ہیں۔

بندِ معشوق چوں بہ بست بہ پائے ۔ از ہمہ بندہا رہا بودن (انوری)

دلے بغم ہے خواہی دلِ غمگیں بدست آور ۔ چو دل غمگین عشق آمد زغمہا جملہ بے غم شد (معین الدین)

غزل (۱۰۷)

۱ قتل این خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود ۔ ورنہ ہیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود

۲ یارب آئینۂ حسن تو چہ جوہر دارد ۔ کہ در و آہ مرا قوت تاثیر نبود

۳ سر ز حیرت بدر میکدہا بر کردم ۔ چوں شناسای تو در صومعہ یک پیر نبود

۴ من دیوانہ چو زلف تو رہا میکردم ۔ ہیچ لائق ترم از حلقۂ زنجیر نبود

۵ نازنین تر ز قدت در چمن حسن نرست ۔ خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نبود

۶ تا مگر ہمچو صبا باز بزلف تو رسم ۔ حاصلم دوش بجز نالۂ شبگیر نبود

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (بنی اسرائیل) یعنی سات آسمان اور زمین اور جو کچھ انکے اندر ہے خدا تعالی کی تسبیح کہتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اسکی تسبیح نہ کہتی ہو اور اسکی تعریف نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است		ولے داند دریں معنی کہ گوش است	
نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانے ست		کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانے ست	(سعدی)

عارف جامی فرماتے ہیں۔

عندلیبان ز سر سینہ بآواز بلند		ذکر آلائے تو در ہر چمنے میگویند	

اسی مضمون پر ہے۔

تنہا نہ منم اسیر عشقت		خلقے بتو عاشق است و من ہم	(سعدی)
ہر کسے را ہوسے در سر و گلے در سر شد		نہ کہ این ولولہ از بلبل تنہا برخواست	(سعدی)

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ت ۱۹/۹ د ۵۲/۹

ہمہ ذرات عالم ہمچو منصور		تو خواہی مست گیر و خواہ مخمور	
دریں تسبیح و تہلیل اند دائم		بدیں معنی ہمے باشند قائم	
اگر خواہی کہ گردد بر تو آسان		و ان من شیء را یکرہ فرو خواں	گلشن راز

آں شکر خندہ کہ پُر نوش دہانے دارد ـ سعدی ـ نہ دل من کہ دل خلق جہانے دارد

(۸) ترجمہ ـ اے مبارک قدم خضر تو میری دستگیری کر کہ میں پیادہ جا رہا ہوں اور ہمراہی سوار ہیں۔

یعنے میرے ہمراہی سوار ہیں اور میں پیادہ۔ اگر تو میری دستگیری نہ کرے تو میں ان کے ساتھ ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ یہ شعر ہندوستان کے موجودہ مسلمانوں کے عین مناسب حال ہے۔ مسلمان بیچارے پیادہ پا جا رہے ہیں اور ہمسایہ قومیں گھوڑوں پر سوار میدان ترقی میں اُڑی چلی جاتی ہیں۔ اگر خدا کا فضل خضر راہ نہ بنا تو انکا منزل مقصود پر پہنچنا محال ہے۔

اے قافلہ سالار چنیں تند چہ رانی		آہستہ کہ در کوہ دگر بازپسانند	(سعدی)

(۹) ترجمہ ـ شراب خانہ میں آ اور چہرہ سرخ کر۔ عبادت خانہ میں نہ جا کیونکہ وہاں سیاہ کار لوگ ہیں۔

تصویر میں کوئی چیز نہیں۔

عالم تصویر سے مراد دنیا۔ جسمیں مصورِ قدرت نے عجیب و غریب خوبصورت تصویریں بنائی تھیں۔

(۶) ترجمہ۔ تا کہ شاید بادِ صبا کیطرح پھر میں تیری زلف تک پہنچ جاؤں۔ کل رات سوائے نالہ شبگیر کے میرا کچھ کام نہ تھا۔

یعنی کل تمام رات میں نالہ و فریاد کرتا رہا تاکہ معشوق کی زلفِ معنبر کی خوشبو میرے مشامِ جان کو معطر کرے۔ ظاہر ہے کہ بادِ صبا تمام رات کی پریشانی کے بعد صبح کو وقت گیسوئے معشوق کی خوشبو حاصل کرتی ہے۔ شب او زلف کی رعائت (بوجہ سیاہی) ظاہر ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے ہجر کی آگ میں نے تیرے ہاتھوں سے وہ مصیبتیں اٹھائیں۔ کہ اپنے تئیں تیرے ہاتھ سے فنا ہونیکے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

شمع بھی رات بھر جلتی رہتی ہے اور اس مصیبت کا خاتمہ صرف اسی وقت ہوتا ہے جب کہ شمع گل کر دی جاتی ہے۔ عاشق بھی آتش ہجر سے جلتا رہتا ہے۔ اور صرف موت ہی اسکو اس مصیبت سے رہا کر سکتی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے بغیر حافظ کا غم عذاب کی ایک ایسی نشانی تھا کہ کسی کے سامنے اسکی بیان و تشریح کی ضرورت نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے ہجر میں حافظ پر جو مصیبتیں آئیں وہ عذابِ دوزخ کا ایک ایسا بیّن اور ظاہر نمونہ تھیں۔ کہ اُنکی تشریح کی ضرورت نہیں۔ آئت اور تفسیر کی رعائت ظاہر۔ بد مخفف بود کا اور اندہ مخفف اندوہ کا ہے۔

(عذاب دوزخ پر جو قرآنی آیات ہیں ان کی تفسیر کی تو ضرورت ہے۔ مگر آتشِ ہجراں کی تشریح کی ضرورت نہیں

اک نمودِ آفتابِ حشر داغوں کے حضور	وہ بھی اک چھوٹا سا انگارا ان انگاروں میں ہے

غزل (۱۰۸)

گرمی فروش حاجت رنداں روا کند	۱	ایزد گنہ ببخشد و دفع بلا کند
در کارخانۂ کہ رہ علم و عقل نیست	۲	وہم ضعیف رای فضولی چرا کند
مطرب بساز عود کہ کس بی اجل نمرد	۳	واں کو نہ ایں ترانہ سراید خطا کند

آں کشیدم ز تو ای آتشِ ہجراں کہ چو شمع	،	جز فنای خودم از دستِ تو تدبیر نبود
(۸)	آیتی بود زعذاب انده حافظ بی تو کہ برہیچکسش حاجتِ تفسیر نبود	(۸)

(۱) ترجمہ ۔ تیری تلوار سے قتل ہونا اس خستہ جان کے نصیب میں نہ تہا۔ ورنہ تیرے بیرحم دل نے تو کچہ کمی نہ چھوڑی خواجہ صاحب شمشیر معشوق سے قتل ہونیکو خوش نصیبی تصور کرتے ہیں ۔ اور فرماتے ہیں کہ میری قسمت میں ہی تیرے ہاتھ سے قتل ہونا نہ لکہا تھا۔ اس لئے میں اس سعادت سے محروم رہا ورنہ تیرے بیرحم دل نے تو مجہے قتل کرنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ۔ خواجہ صاحب قتل ہونے کو سعادت بھی سمجہتے ہیں اور ساتھ ہی معشوق کے دل کو بیرحم کہتے ہیں حقیقت میں معشوق کی بیرحمی کا اظہار بھی مطلوب ہے کیونکہ وہ عاشقوں کے قتل پر آمادہ ہوتا ہے

(۲) ترجمہ ۔ یارب! تیرے حسن کا آئینہ کیسا جوہر رکھتا ہے کہ اس میں میری آہ کو بھی تاثیر کی قوت نہیں ۔ ظاہر ہے کہ آئینہ کا جوہر اور اسکی صفائی نفس یا آہ کی تاب نہیں لا سکتی ۔ سانس سے آئینہ مکدر ہوجاتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیرے حسن کا آئینہ عجیب جوہر رکہتا ہے کہ اس پر آہ کا کچہ اثر نہیں ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ میں تیرے عشق میں آہ و زاری کر رہا ہوں اور تجہ پر اسکا کچہ اثر نہیں ۔

(۳) ترجمہ ۔ حیرت کی وجہ سے میں نے شرابخانوں کی دروازوں پر جانا شروع کیا ۔ کیونکہ عبادت خانہ میں تیرا پہچاننے والا کوئی پیر نہ تھا ۔

زاہدانِ ریاکار میں کوئی خداشناس نہیں ہوتا ۔ البتہ رندانِ بادہ خوار جو شرابِ عشق سے بدمست ہوتے ہیں شناسائے حقیقت ہوتے ہیں ۔ دیکھو شعر د ۱۰۶/۱ ۔

(۴) ترجمہ ۔ میں دیوانہ جب تیری زلف کو چھوڑتا تہا ۔ تو حلقۂ زنجیر سے زیادہ کوئی چیز میرے مناسبِ حال نہیں تہی ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مجنوں عاشق تیری زلف کے خم سے نکلے تو بہتر ہے کہ اسے زنجیر میں جکڑ دیا جائے ۔ یا یہ سمجہو کہ انسان معشوق حقیقی کی زلف کو چھوڑ کر یعنے عالم علوی کو چھوڑ کر دنیا میں آیا ۔ تو اسکے لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں قید رہے اگر بجائے لفظ چو لفظ چہ پڑہا جائے تو یہ معنی ہونگے ۔ کہ میں دیوانہ تیری زلف کو کیا چھوڑتا یعنے کسطرح چھوڑتا کیونکہ زنجیر میں جکڑا رہنا ہی میرے لئے مناسب ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ حسن کے باغ میں تیرے قد سے زیادہ نازنین کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی ۔ تیرے نقش سے زیادہ خوبصورت عالم

گرچہ تیر از کماں ہمے گزرد		از کماں دار بیند اہل خرد

لطیفہ۔ کہتے ہیں کہ ایک فقیر بازار میں ہمیشہ یہ کہتا پھرتا تھا کہ جو کچھ کرتا ہی خدا کرتا ہی۔ ایک روز کسی نابکار نے فقیر کے سر پر ایک پتھر مارا اور بھاگ گیا فقیر اسکے پیچھے دوڑا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ تو ہر وقت یہی کہتے رہتے ہیں کہ جو کچھ کرتا ہی خدا کرتا ہی۔ اب بھی یہی سمجھ کر چپ ہو رہو کہ جو کچھ کیا ہی خدا نے کیا ہے۔ فقیر نے جواب دیا کہ میں انتقام کی غرض سے اس شخص کا تعاقب نہیں کرتا۔ اب بھی میرا یہی یقین ہی کہ جو کچھ کیا ہی خدا نے کیا ہی صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ درمیان میں اس نے بدنام کس غریب کو کیا ہی۔

(۵) ترجمہ۔ ہم کو جو عشق کا درد اور خمار کی تکلیف ہی۔ انکا علاج یا معشوق کا وصل کرسکتا ہی یا صاف شراب درد عشق کا علاج وصلِ دوست اور خمار کی دوا شراب۔

(۶) ترجمہ۔ خدا کی قسم ہی کہ اسی وقت امان کی خوشخبری پہنچ جائے۔ اگر سالک وعدہ امانت کا الٹا ہو۔ وعدہ امانت سے مراد وعدہ قالوا بلی اور بار امانت جسکی تصریح آیۂ انا عرضنا الامانت میں ہی دیکھو شعر ۵۴/۵۔ مطلب یہ ہی کہ اگر ہم اپنی بندگی کے وعدہ کو پورا کریں تو خدا بھی اپنی شان کریمی کا اظہار کردے۔ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ۔ (میرا وعدہ وفا کرو تاکہ میں تمہارا وعدہ کو وفا کردوں) بقرہ

(۷) ترجمہ۔ اے ساقی عدل کا پیالہ سی شراب دے تاکہ گدا غیرت میں آ کر اور تمام جہان کو بلا میں نہ ڈال دے۔ یعنے درویشوں کی حاجت روائی کر ورنہ یہ لوگ غیرت میں آکر دنیا کو بلا میں مبتلا کرسکتے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ جان شراب کے خیال میں ہی چلی گئی اور حافظ غصہ سے جل گیا۔ کوئی عیسےٰ نفس کہاں ہی کہ ہم کو (از سرنو) زندہ کرے۔

غزل ۱۰۹

کلکِ مشکیں تو روزی کہ زما یاد کند	۱	ببرد اجر دو صد بندہ کہ آزاد کند
قاصد حضرت سلمیٰ کہ سلامت بادا	۲	چہ شود گر بسلامی دلِ ما شاد کند
یارب اندر دلِ آں خسروِ شیریں انداز	۳	کہ برحمت گذری بر سرِ فرہاد کند
حالیا عشوۂ عشقِ تو ز بنیادم برد	۴	تا دگر فکرِ حکیمانہ چہ بنیاد کند

گر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم	۴	نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند
مارا کہ درد عشق و بلای خمار ہست	۵	یا وصل دوست یا می صافی دوا کند
حقا کہ در زمان برسد مژدۂ اماں	۶	گر سالکی بعہد امانت وفا کند
ساقی بجام عدل بدہ بادہ تا گدا	۷	غیرت نیاورد کہ جہاں پر بلا کند

(۸)	جاں رفت در سر می و حافظ زعشقہ سوخت عیسیے دمے کجاست کہ احیای ما کند	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر مے فروش رندوں کی حاجت پوری کرے۔ تو خدا گناہ بخش دیگا اور بلا دور کریگا۔

(۲) ترجمہ۔ ایسے کارخانہ میں جہاں علم اور عقل کو دخل نہیں ضعیف وہم وہاں فضول رائے کیا دے۔
یعنے کارخانہ کائنات اور اسرار معرفت میں علم اور عقل کو بھی جنکے معلومات ایک حد تک یقینی ہوتے ہیں دخل نہیں۔ تو پھر وہم کو جو ایک نہایت ہی بے سروپا چیز ہے۔ ایسے معاملات میں اپنی فضول اور بیہودہ رائے نہیں دینی چاہیئے۔

(۳) ترجمہ۔ اے مطرب عود (ساز) بجا کہ کوئی آدمی بغیر اجل کے نہیں مرتا۔ اور جو شخص یہ ترانہ نہیں گاتا غلطی کرتا ہے۔
خواجہ صاحب مطرب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تیرے سرود کا مضمون یہ ہونا چاہیئے کہ کوئی آدمی اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مرسکتا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جس شخص کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو کہ موت کا وقت مقررہ ہے اور وقت سے پہلے موت نہیں آسکتی۔ صرف وہی شخص دنیا میں کچھ کام کرسکتا ہے۔ یہ خیال انسان کو ایثار اور جان نثاری پر آمادہ کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایثار کے بغیر ذوق عمل کی تکمیل نہیں ہوتی۔

دو روز حذر کردن از مرگ روا نیست روزیکہ قضا ہست کوشش نہ کند سود	*	روزیکہ قضا باشد و روزیکہ قضا نیست روزیکہ قضا نیست درو مرگ روا نیست

(۴) ترجمہ۔ اے حکیم اگر رنج تیرے پیش آئے یا راحت ملے۔ غیر سے اُس کی نسبت نہ کر کہ یہ تمام باتیں خدا کرتا ہے۔
یعنے جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے رنج و راحت کو غیر سے منسوب نہ کرنا چاہیئے۔

گر گزندت رسد ز خلق مرنج از خدا داں خلاف دشمن و دوست	کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج کہ دل ہر دو در تصرف اوست	(سعدی)

ضرورت نہیں۔

معشوق خوبرو چہ محتاج زیور است	گیسوئے عنبرینہ گردن تمام عود

(۶) ترجمہ۔ تجربہ کرکے دیکھ لیا کہ تیری مرادوں کی بہت سی خزانے دینگی۔ اگر مجھ جیسے خراب کو تیرا لطف آباد کردے بدہند کا فاعل عاملان قضاو قدر (محذوف) دفینے ویرانوں میں ہوتے ہیں لہذا گنج و خراب کی عادت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ بادشاہ کیلئے سو سال کی زاہدانہ عبادت سے بہتر ہے۔ تمام عمر میں وہ ایک گھڑی کی برابر وقت کہ جسمیں وہ انصاف کرے۔

یعنے بادشاہ کے لئے انصاف اور معدلت گستری کی ایک گھڑی سو سال کی عبادت سے افضل ہے ظاہر ہے کہ خدا کی حقوق کی عدم ادائیگی سے خدا کی ذات پر کچھ اثر نہیں پڑتا لیکن حقوق العباد میں قصور کرنے سے کئی بندگان خدا کی دلشکنی ہوتی ہے۔ اس لئے بادشاہ کے لئے منصف ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر انصاف نہ کیا اور عابد ہوا۔ تو کیا فائدہ؟۔

افسوس ہے کہ موجودہ زمانہ کے بہت سے مجسٹریٹ اور جج جو پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اور جمعہ کے دن تو خواہ مخواہ مسجد میں موجود ہو جاتے ہیں۔ عدالت کی کرسی پر بیٹھکر خدا سے مطلق نہیں ڈرتے اور بندگان خدا کے حقوق کو اس بیرحمی سے پامال کرتے ہیں۔ کہ کفار بھی توبہ! توبہ! کرتے ہیں۔ خدا جانے ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا!

(۸) ترجمہ۔ شیراز میں تو ہم اپنے مقصد تک پہنچ سکے۔ وہ دن مبارک ہوگا۔ جب حافظ بغداد کا رستہ لیگا۔ خواجہ صاحب نے کئی دفعہ بغداد جانیکا ارادہ کیا اور کئی مرتبہ سلطان اویس نے بلوا بھی بھیجا۔ مگر یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ خاک شیراز دامن نہیں چھوڑتی تھی۔ بقول سعدی۔

تا رہ بصرہ گیرم و بغداد	گفتہ بودم کہ رخت بر بندم
خاک شیراز و آب رکناباد	دست از دامنم نمے دارد

غزل (۱۰۱)

گفتا بچشم ہر چہ تو گوئی ہماں کنند	۱	گفتم کیم دہان و لبت کامراں کنند

گوہر پاک تو از مدحت ما مستغنیست	۵	فکر مشاطہ چہ با حسن خداداد کند
امتحان کن کہ بسے گنج مرادت بدہند	۶	گر خرابی چو مرا لطف تو آباد کند
شاہ را بہ بود از طاعت صد سالہ زہد	۷	قدر یک ساعت عمری کہ درو داد کند
(۸)	رہ نبردیم بمقصود خود اندر شیراز خرم آن روز کہ **حافظ** رہ بغداد کند	(۸)

یہ غزل خواجہ صاحب نے اپنے مربی اور ممدوح سلطان احمد بن اویس بادشاہ بغداد کو لکھ کر بھیجی تھی۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۲۔

(۱) ترجمہ۔ تیرا شکستہ قلم جس دن ہم کو یاد کرتا ہے۔ دو سو غلاموں کے آزاد کرنے کا اجر حاصل کرتا ہے یعنے جس دن تو ہمیں ایک خط لکھتا ہے تجھے اتنا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ جتنا دو سو غلاموں کے آزاد کرنے کا۔

(۲) ترجمہ۔ حضرت سلمی کا قاصد۔ خدا اسے سلامت رکھے کیا ہوا اگر ایک سلام سے ہمارے دل کو خوش کرے سلمے ملک عرب کی ایک معشوقہ کا نام۔ مجازاً ہر معشوق کو کہتے ہیں۔ سلما بھی لکھتے ہیں۔ یعنے اگر قاصد ہمارے معشوق کا سلام و پیام ہم تک پہنچائے تو اسکو لئے کوئی بڑی بات نہیں

(۳) ترجمہ۔ اے خدا اس شیرین معشوق کے دل میں یہ بات ڈال۔ کہ از راہ مہربانی فرہاد کے پاس سے ہو کر گذرے۔

خسرو شیریں۔ یعنی معشوق شیریں۔ پیارا معشوق۔ مطلب یہ ہو کہ خدا کرے کہ معشوق کو کبھی عاشق کے پاس تشریف فرما ہونے کا خیال ہو۔ خسرو۔ شیریں اور فرہاد کی رعایت ظاہر

(۴) ترجمہ۔ فی الحال تو تیرے عشق کو عشوہ نے مجھ بنیاد سے اکھیڑ پھینکا۔ دیکھئے حکیمانہ خیال اب کس بات کی بنیاد ڈالتا ہے۔

یعنے دیکھئے اب تجھے کیا منظور رہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیرا پاک گوہر ہماری تعریف سے بے نیاز ہے۔ خداداد حسن کے ساتھ مشاطہ کی عقل کیا کر سکتی ہے۔ مشاطہ۔ کنگھی کرنے والی عورت جسکا پیشہ کنگھی کرنے کا ہوتا ہے۔ بناؤ سنگار کرنے والی عورت۔ جسطرح خداداد حسن کے لئے کسی بناؤ سنگار کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح تجھے ہماری مدح کی

	زرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز	ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ	

(۳) ترجمہ۔ یعنے کہا کہ تیرے دہن کے نقطہ تک کون پہنچ سکا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ ایک ایسی بات ہے جو صرف نکتہ دانوں کو بتائی جاتی ہے۔

نقطہ اور نکتہ میں صنعت تجنیس ہے مطلب یہ ہے کہ نقطۂ دہن یعنی اسرار و رموز معرفت تک صرف نکتہ دان اور حقیقت شناس لوگ پہنچ سکتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ بُت پرست نہ ہو۔ خدا کا ہمنشین بن اس نے جواب دیا کہ عشق کے کوچہ میں یہ بھی کرتے ہیں اور وہ بھی کرتے ہیں۔

یعنے عشق حقیقی بھی ہے اور مجازی بھی اور دونو ضروری ہیں۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۴۴ سواں شعر

(۵) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ شراب کا سودا دل سے غم دور کر دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو کسی دل کو (کسی کے دل کو) خوش کرتے ہیں۔

یعنے میفروش خوش نصیب ہیں۔ کیونکہ وہ لوگوں کے دلوں کو خوش کرتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ شراب اور خرقہ مذہب کی آئین نہیں اسنے جواب دیا کہ یہ عمل پیر مغاں کے مذہب میں کرتے ہیں

میں نے کہا کہ شراب اور خرقہ دو متضاد چیزیں ہیں اور آئین مذہب کے خلاف ہیں اسنے جواب دیا کہ رندوں کے مذہب میں یہ کام جائز ہے۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے پوچھا کہ لبوں کے لعل شیریں سے بوڑھے کو کیا فائدہ اس نے جواب دیا کہ (شکریں (شیریں) بوسے سے اسکو جوان کرتے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ یعنے پوچھا کہ خواجہ کب حجلہ میں جائیگا۔ اس نے جواب دیا کہ جب مشتری اور ماہ کا قران ہوگا۔

حجلہ۔ بفتح۔ وہ کمرہ جو دلہن کے لئے آراستہ کیا جاتا ہے۔ قِران۔ بکسر۔ سورج کے سوا سات کواکب سیارہ میں سے دو سیاروں کا ایک برج میں اکٹھا ہونا۔ (۱) زہرہ کا مشتری سے (۲) ماہ کا زہرہ سے (۳) ماہ کا مشتری سے قران مسعود اور مبارک ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا کہ عاشق کو وصال محبوب کب نصیب ہوگا۔ جواب دیا کہ جب ساعت مسعود ہوگی اور مشتری و ماہ ایک برج میں ہونگے مشتری و ماہ یعنی عاشق و معشوق۔

(۹) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ حافظ کا ورد تیری دعا کی دولت ہے۔ اس نے کہا کہ سات آسمانوں کے فرشتے

گفتم خراج مصر طلب میکند لبت	۲ گفتا دریں معاملہ کمتر زیاں کنند
گفتم بنقطۂ دہنت خود کہ برد راہ	۳ گفت ایں حکایتیست کہ با نکتہ داں کنند
گفتم صنم پرست مشو با صمد نشیں	۴ گفتا بکوی عشق ہم ایں وہم آں کنند
گفتم ہوای میکدہ غم می برد ز دل	۵ گفتا خوش آں کساں کہ دلی شادماں کنند
گفتم شراب و خرقہ نہ آئیں مذہب است	۶ گفت ایں عمل بمذہب پیر مغاں کنند
گفتم ز لعل نوش لباں پیر را چہ سود	۷ گفتا ببوسۂ شکرینش جواں کنند
گفتم کہ خواجہ کے بسر حجلہ میرود	۸ گفت آں زماں کہ مشتری و مہ قراں کنند

(۹) گفتم دعای دولت تو ورد حافظ است

گفت ایں دعا ملائک ہفت آسماں کنند (۹)

اس غزل میں عاشق و معشوق کے درمیان ایک مکالمہ ہے۔ ہر ایک شعر میں سوال و جواب کا سلسلہ قائم ہے گفتم و گفتا کی پامال طرز کو بھی خواجہ صاحب نے اپنی شیریں کلامی سے دلاویز بنا دیا ہے۔

(۱) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیرا دہن اور لب مجھے کب کامیاب کرینگے۔ اس نے جواب دیا کہ سر آنکھوں سے جو کچھ تو کہتا ہے وہی کرینگے۔

بچشم۔ (۱) بسر و چشم۔ سر آنکھوں سے (۲) لیکن یہاں اس لفظ کا استعمال میں ایک اور خوبی ہے جو نہایت لطیف ہے۔ خواجہ صاحب معشوق کے دہان و لب سے کامران ہونا چاہتے ہیں۔ معشوق دہن و لب کی بجائے کہتا ہے کہ "بچشم" یعنے آنکھ ہی تو کامران کرینگے۔ ظاہر ہے کہ معشوق کی ترچھی نظریں۔ غمزے۔ کمانِ ابرو اور تیر مژگان قتل کرنے کا سامان ہیں۔ نہ کہ کامران کرنے کا۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیرے لب مصر کا خراج طلب کرتے ہیں اس نے کہا کہ اس معاملہ میں نقصان نہیں کرتے۔

مصر۔ قند و نبات کے لئے مشہور ہے۔ چنانچہ قندِ مصر کو مصری کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے لب اسقدر شیریں ہیں کہ قندِ مصری انکے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ وہ مصر سے بھی خراج مانگتے ہیں۔ یا یہ کہ تیرے لب اپنی شیرینی کی خراج میں ملکِ مصر طلب کرتے ہیں معشوق نے جواب دیا کہ اس سودے میں کچھ زیان نہیں۔ میرے لبوں کا خراج ملکِ مصر سے بھی زیادہ ہے۔

قلم بھی خطِ تحریر پر اپنا سر رکھ دیتا ہی اور لکھتا چلا جاتا ہی۔ جب تک کہ کاتب اسی اٹھا کر چاقو سی دوبارہ درست نہیں کرتا اور اسکا سر نہیں کاٹتا۔ خواجہ صاحب فرماتی ہیں کہ ہم نی بھی اسکی حکم پر سرِ اطاعت رکھا ہوا ہی۔ جب تک کہ وہ تلوار سی ہمارے سر کو نہ اٹھائی۔ یعنے جب تک ہم جیتے ہیں اس کے احکام کی بسر وچشم تعمیل کرتے رہیں گے۔

(۳) ترجمہ۔ وہی شخص تیری وصال سی شمع کیطرح روشنی حاصل کرسکتا ہی۔ جو تیری تلوار کے نیچے ہر گھڑی ایک نیا سر رکھتا ہو۔

پروانہ۔ (۱) تیتری مشہور اڑنے والا کیڑا جو شمع پر عاشق ہوتا ہی (۲) چراغ و شمع کا نور۔ روشنی۔ (یہاں یہی دوسرے معنے ہیں)

ظاہر ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد شمع کا سر کاٹا جاتا ہی۔ تاکہ روشنی بدستور تیز رہے۔ خواجہ صاحب فرماتی ہیں کہ شمعِ محفل کیطرح صرف اسی عاشق کی دل میں روشنی اور نور پیدا ہوسکتا ہی جو ہر دم تیغِ عشق سی ایک نیا سر کٹوانے کو تیار رہو۔ یعنی ہزار جان سی قربان ہونے کو تیار ہو۔ شمع و پروانہ کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ تیری پابوسی اسی شخص کو نصیب ہوتی ہی جو دہلیز کیطرح ہمیشہ اسی دروازہ پر سر رکھے

دہلیز چونکہ ہمیشہ دروازہ پر سر رکھے رہتی ہے اس لئی کبھی کبھی معشوق کی پاؤں چومنے کا اسی موقعہ مل جاتا ہی۔ یعنی معشوق گاہ بگاہ دہلیز پر پاؤں رکھدیتا ہی۔ اسی طرح عاشق بھی اگر درِ معشوق پر سر رکھکر بیٹھ جائے تو اسی بھی وقتاً فوقتاً معشوق کی پابوسی حاصل ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ میں زہدِ خشک سی بیزار ہوں۔ خالص شراب لا۔ کیونکہ شراب کی خوشبو میری دماغ کو ہمیشہ تر رکھتی ہی۔

عشق کے بغیر زہد بیشک ایک خشک چیز ہے۔ لفظ بادہ و مدام میں صنعت ایہام ہے۔

زاہدِ شہر کہ ہے سوختہ طبعی میں مثال	خشک ہی اسکو غریقِ یم صہبا کردیں	(اقبال)
اشارہ زاہدانِ خشک سی ہے دخترِ رز کا	ولی بنئے مریدِ حضرتِ پیرِ مغاں ہوکر	(اکبر)

(۶) ترجمہ۔ تیری دربان نی میری سینہ میں ایک روز تیر مارا۔ ازبسکہ تیری غم کی تیر نے میرے سینہ کو بے سپر کیا ہوا ہے۔

یہی دعا کرتے ہیں۔
یعنے نہ صرف تو بلکہ فرشتے بھی ہماری دعائے دولت میں مشغول ہیں۔

غزل (۱۱۱)

کسی کہ حُسن رخ دوست در نظر دارد	۱	محقق ست کہ او حاصل بصر دارد
چو خامہ بر خط فرمان او سر طاعت	۲	نہادہ ایم مگر او بہ تیغ بر دارد
کسے بوصل تو چوں شمع یافت پروانہ	۳	کہ زیر تیغ تو ہر دم سری دگر دارد
بپای بوس تو دست کسی رسید کہ او	۴	چو آستانہ بدین در ہمیشہ سر دارد
ز زہد خشک ملولم بیار بادہ ناب	۵	کہ بوی بادہ مدامم دماغ تر دارد
بزد رقیب تو روزی بسینہ ام تیری	۶	ز بسکہ تیر غمت سینہ بی سپر دارد
کسیکہ از رہ تقویٰ قدم بروں ننہاد	۷	بعزم میکدہ اکنوں سر سفر دارد
زبادہ ہیچت اگر نیست این نہ بس کہ ترا	۸	دمی ز وسوسۂ عقل بی خبر دارد
(۹)	دل شکستہ حافظ بخاک خواہد برد چو لالہ داغ ہوائے کہ بر جگر دارد	(۹)

(۱) ترجمہ۔ جس شخص کی نظر میں معشوق کی چہرہ کا حسن ہو۔ یقیناً وہ بینائی کا حاصل رکھتا ہے۔
محقق ۔ قاف اول مشدد مفتوح ۔ تحقیق شدہ ۔ یقینی امر ۔ تحقیق شدہ بات
مطلب یہ ہے کہ قوت بصر یعنے بینائی کی علت غائی یہ ہے کہ انسان معشوق کی چہرہ کے حسن کو دیکھے پس جس شخص نے ایسا کیا یقیناً حاصل بصر یعنے بینائی کی علت غائی اور بینائی کے فوائد سے مستفیض ہوا۔ حقیقت میں خلقت کائنات کا موجب یہی ہے۔ کہ مخلوق اپنے خالق کی حسن کو دیکھے ۔ حدیث قدسی کنت کنزا مخفی الخ کی طرف اشارہ ہے دیکھو شعر الف ۱
(۲) ترجمہ۔ قلم کیطرح اسکے حکم کی خط پر ہم نے بندگی کا سر رکھا ہوا ہے حتیٰ کہ وہ تیغ سے اُسے اٹھائے۔

(۱) ترجمہ۔ اگر میں تیری باغ سے ایک میوہ چن لوں تو کیا ہوگا۔ پاؤں کے سامنے تیری چراغ سے دیکھ لوں تو کیا ہوگا۔

یعنے تیرا کیا نقصان ہوگا۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تیری چراغ ہدایت یا تیری نور کے ذریعہ میں اپنے پاؤں کے سامنے یعنے اپنا راستہ دیکھ لوں۔ تو کیا ہوگا۔

(۲) ترجمہ۔ اے خدا اس سرو بلند کی پناہ میں اگر میں جلا ہوا (سوختہ دل) ایک دم کیلئے بیٹھ لوں تو کیا ہوگا۔

کنف۔ بفتحتین۔ جانب۔ کنارہ۔ پناہ۔

(۳) ترجمہ۔ اے سلیمان آثار جمشید کی مُہر (انگشتری) اگر تیرا عکس میرے لعل نگیں پر پڑے تو کیا ہوگا۔

جمشید۔ موصوف اور سلیمان آثار صفت۔ مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت رسول کریم صلعم اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے دیکھو شعرت ۹/۴۔ **لعل نگیں**۔ سے مراد دل۔ نگیں گویا انسانی جسم ہوا اور اسکے اندر دل بمنزلہ لعل کے ہوا۔

خواجہ صاحب چراغ احمدی سے درخواست کرتے ہیں کہ میرے دل کو روشن کردیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کے پرتو سے اپنے دل کی لعل کو نورانی کرنا چاہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ شہر کے زاہد نے جب بادشاہ اور کوتوال کی محبت اختیار کر لی۔ میں اگر کسی معشوق کی محبت اختیار کروں تو کیا ہوگا۔

یعنے جب زاہد بھی خدا کو چھوڑ کر بادشاہ اور کوتوال کی محبت اختیار کریں تو اگر ما و شما کسی معشوق کی محبت اختیار کریں تو کیا ہے۔ خواجہ صاحب اپنی شاہد پرستی کو زاہد کی بادشاہ پرستی سے بدرجہا افضل سمجھتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ بیش قیمت عمر معشوق اور شراب میں صرف ہوئی۔ دیکھئے اس سے کیا پیش آئے اور اس سے کیا ہو۔

معشوقہ۔ عربی قاعدہ کے مطابق لفظ معشوقہ کے آخر میں ہائے (علامت) تانیث ہے۔ مگر قانون فارسی کی رو سے یہ تانیث کی علامت نہیں۔ بلکہ زائد ہے۔ پس لفظ معشوقہ صیغہ مونث نہیں ہے۔ بلکہ بمعنے معشوق آتا ہے۔ چنانچہ سلیم کا شعر ہے۔

مفلس چو شدیم رو بباد آوردیم	معشوقہ روزِ بینوائی ست خدا

اسی طرح الفاظ عیارہ و رقیبہ میں ہائے زائد ہے۔ اور یہ الفاظ بمعنے عیار و رقیب استعمال ہوتے ہیں۔

یعنے دیکھئے معشوق کی محبت سے کیا فائدہ ملتا ہے اور شغل مے سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ آں کا مشارُ الیہ معشوق اور

یعنی میرا سینہ چونکہ تیر عشق کے تیروں کا عادی ہے اس لئے ہمیشہ بے سپر رہتا ہے یعنی ڈھال سامنے نہیں رکھتا اس لئے ایک روز تیرے دربان کا تیر بھی میرے سینہ میں آلگا۔

(۷) ترجمہ۔ وہ شخص جس نے تقوی کی راہ سے کبھی قدم باہر نہیں رکھا تھا شرابخانہ کا ارادہ پر اب سفر کا خیال کر رہا ہے۔

یعنی شرابخانہ کیطرف جانا چاہتا ہے اور زہد خشک کو چھوڑنا چاہتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ شراب سے اگر تجھے اور کوئی فائدہ نہیں تو کیا یہ کافی نہیں کہ وہ تجھ کو کچھ دیر کیلئے عقل کے وسوسہ سے بیخبر کر دیتی ہے۔

یعنی شراب کا اور کچھ فائدہ نہ ہی۔ کیا یہ فائدہ کم ہے کہ شراب تجھے تھوڑی دیر کے لئے عقل کے وسوسوں سے آزاد کر دیتی ہے۔ عقل کے وسوسے عاشق کیلئے سنگ راہ ہوتے ہیں۔ دیکھو شعر الف ۱ وغیرہ۔

مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو		یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہئے	(غالب)

(۹) ترجمہ۔ حافظ کا شکستہ دل قبر میں لیجائیگا۔ لالہ کیطرح آرزو کے اس داغ کو جو اسکے جگر پر ہے۔

یعنی داغ آرزو جو میرے دل پر ہے۔ قبر میں بھی ساتھ جائیگا۔ گل لالہ کا داغ مشہور۔

غزل ۱۱۲

گر من از باغ تو یک میوہ بچینم چہ شود	۱	پیش پائی بچراغ تو بہ بینم چہ شود
یارب اندر کنف سایہ آن سرو بلند	۲	گر من سوختہ یکدم بنشینم چہ شود
آخر اے خاتم جمشید سلیمان آثار	۳	گر فتد عکس تو بر لعل نگینم چہ شود
زاہد شہر چو مہر ملک و شحنہ گزید	۴	من اگر مہر نگارے بگزینم چہ شود
صرف شد عمر گرانمایہ بمعشوقہ و می	۵	تا از انم چہ بہ پیش آید ازینم چہ شود
عقلم از خانہ بدر رفت و اگر می اینست	۶	دیدم از پیش کہ در خانہ دینم چہ شود
منکہ در کوی بتان منزل و ماوا دارم	۷	گر دہی جای بفردوس برینم چہ شود
(۸) خواجہ دانست کہ من عاشقم و ہیچ نگفت		حافظ ار نیز بداند کہ چنینم چہ شود (۸)

(۱) ترجمہ ۔ جان گھل گئی کہ لعل کا کام پورا ہو مگر نہ ہوا۔ اسی آرزوئے خام میں ہم جل گئے مگر (آرزو پوری) نہ ہوئی۔

یعنے حصولِ مدعا کی آرزو میں جان بھی گھل گئی مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔

سعدی خیالِ بیہدہ بستی امید وصل	ہجرت بکشت و وصل ہنوزت تصوراست

(۲) ترجمہ ۔ افسوس کہ گوہرِ مقصود کے خزانہ کی طلب میں۔ میں غم سے دنیا میں تمام تر خراب و خستہ حال ہوا مگر کچھ نہ ہوا خزانہ ویران جگہوں میں ہوتا ہے۔ لہذا گنج و خراب کی رعایت لطیف۔

(۳) ترجمہ ۔ افسوس اس درد کہ گنجِ حضور کی جستجو میں۔ بزرگوں کے پاس گدائی کرنے کے لئے بہت دنوں گیا مگر کچھ نہ ہوا حضور سے مراد حضوری یا حضورِ دل۔ وصال ۔ مطلب یہ ہے کہ حضوری کی جستجو میں بڑے بڑے لوگوں کی دریوزہ گری کی۔ مگر یہ خزانہ ہاتھ نہ آیا۔

(۴) ترجمہ ۔ اس نے طنزاً کہا کہ میں کسی رات تیری محفل کا (تیرا) میرِ مجلس ہونگا۔ میں اسکی مجلس کا کمترین غلام بنا مگر کچھ نہ ہوا۔

یعنے میں ہر چند اسکی محفل میں گیا لیکن وہ محفل آرا نہ ہوا۔

(۵) ترجمہ ۔ اس نے کہلا بھیجا کہ میں رندوں کے ساتھ بیٹھونگا۔ رندی اور دُردکشی میں میرا نام (مشہور) ہوگیا۔ مگر (مدعا حاصل) نہ ہوا۔

"شُد برندی و دُردی کشیم نام" یعنے برندی و دُردی کشی مرا نام شد ۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق نے کہا تھا کہ میں رندوں کا ہم نشیں ہونگا اس امید پر میں نے رندی اختیار کی اور میرا نام رندی اور دُردکشی میں شہرہ آفاق ہوگیا لیکن معشوق نے وعدہ ایفا نہ کیا اور رندوں کی محفل میں نہ آیا۔

(۶) ترجمہ ۔ اگر پہلو میں دل کا کبوتر تڑپتا ہے تو بجا ہے کیونکہ اس نے اپنی راہ میں جال کے پیچ و تاب دیکھے اور پھر بھی نہ ہٹا۔
یعنے کبوترِ دل دامِ عشق کو دیکھکر دیدہ و دانستہ اس میں جا پھنسا۔ اب تڑپتا ہے تو تڑپے۔ خود کردہ را علاجے نیست۔

دیدہ بودم روئے تو دانستہ بودم خوئے تو	دیدہ و دانستہ خود را در بلا انداختم

(۷) ترجمہ ۔ عشق کے کوچہ میں راہنما کے بغیر قدم نہ رکھ۔ کیونکہ میں نے از خود سو اہتمام کئے۔ مگر کچھ نہ ہوا دلیل ۔ یعنے راہنما ۔ راہبر ۔ ہادی ۔ یہ شعر ضرورت مرشد پر ہے۔

این کا مشارٌ الیہ مے

(۶) ترجمہ ۔ میری عقل گھر سے چلی گئی اور اگر شراب یہی ہے تو مجھے پہلے سے ہی معلوم ہے کہ خانہ دین میں کیا ہوگا۔
یعنے شراب میری عقل کو تو دور کر چکی ہے اور اگر یہی شراب ہے، تو خانہ دین کو بھی ضرور برباد کر دیگی ۔

(۷) ترجمہ ۔ جب میرا مقام اور جائے پناہ معشوقوں کا کوچہ ہے تو اگر فردوس بریں میں تو مجھے جگہ دی تو کیا ہوگا
یعنے دنیا میں تو میں معشوقوں کے کوچہ میں مقیم ہوں عاقبت میں بھی اگر تو مجھے بہشت جو کہ حوروں کا مقام ہے
نصیب کرے تو کون سی بڑی بات ہے ۔

(۸) ترجمہ ۔ خواجہ کو یہ معلوم ہوگیا کہ میں عاشق ہوں اور اس نے کچھ نہ کہا ۔ حافظ بھی اگر جان لے کہ میں ایسا
ہی ہوں تو کیا ہوگا ۔
یعنے خدا کو ہمارے عشق کا معاملہ معلوم ہے اور وہ کچھ نہیں کہتا تو اگر دنیا کے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے ۔ کہ
ہم عاشق ہیں تو وہ کیا کر لیں گے

غزل ۱۱۳

گداخت جاں کہ شود کار دل تمام و نشد	۱	بسوختیم دریں آرزوی خام و نشد
فغاں کہ در طلب گنج گوہر مقصود	۲	شدم خراب جہانی ز غم تمام و نشد
دریغ و درد کہ در جستجوی گنج حضور	۳	بسے شدم بگدائے بر کرام و نشد
بطعنہ گفت شبی میر مجلس تو شوم	۴	شدم بمجلس او کمترین غلام و نشد
پیام کرد کہ خواہم نشست با رنداں	۵	بشد برندی و دُردی کشیم نام و نشد
رواست در بر اگر می طپد کبوتر دل	۶	کہ دید در رہ خود پیچ و تاب دام و نشد
بکوی عشق منہ بی دلیل راہ قدم	۷	کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد
بداں ہوس کہ بمستی ببوسم آں لب لعل	۸	چہ خوں کہ در دلم افتاد ہمچو جام و نشد

(۹)
ہزار حیلہ برانگیخت حافظ از سر مہر
بداں ہوس کہ شود آں حریف رام و نشد
(۹)

شعر تر - یعنے شعر دلپذیر - مطلب یہ ہی کہ غمگین دل سے لطیف اشعار کی کیا امید ہوسکتی ہے -

(۲) ترجمہ - تیرے لعل سے اگر میں انگشترِ زنہار حاصل کر لوں تو سلیمان کے سو ملک میرے زیرِ نگیں ہونگے -

انگشترِ زنہار - قتل عام کے ہنگامہ میں اگر بادشاہ کسی شخص کو امان بخشے اور قتل عام سے مستثنے کردے تو ایک انگوٹھی جسے انگشترِ زنہار کہتے ہیں اسے دی جاتی ہے - جو جان بخشی کے حکم کی تصدیق اور سند ہوتی ہے - ہنگامہ میں جب کسی سپاہی کو وہ انگشتری دکھائی جاتی ہے - تو سپاہی اس شخص سے تعرض نہیں کرتا - ایسے موقعوں پر جب مغلوب غالب سے جا کر پناہ مانگتا ہے تو اسکے سامنے جا کر انگشتِ شہادت اٹھاتا ہے اسکو **انگشت زنہار** کہتے ہیں - **زیرِ نگیں** - زیر فرمان -

مطلب یہ ہے - کہ اگر تیرے لب سے میں امان پاؤں تو تمام دنیا میرے زیرِ فرمان ہو جائے - لعل - انگشتری سلیمان اور نگین کی رعایت ظاہر -

(۳) ترجمہ - اے دل حاسدوں کی طعنوں سے غمناک نہیں ہونا چاہیے - شاید کہ جب تو غور سے دیکھے تو تیری خیر اسی میں ہو

وابینی - غور سے دیکھے آنکھ کھول کر دیکھے - نظرِ تحقیق سے دیکھے -

(۴) ترجمہ - جو شخص اس خیال انگیز قلم کو نہ سمجھے میں اسکا نقش نہیں خریدتا خواہ وہ خود چین کا نقاش ہو -

چین کے نقاش مشہور ہوتے ہیں - خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے خیال آفرین قلم کی جادو نگاری اور نقاشی کو نہ سمجھ سکے - اگر وہ نقاشِ چین بھی ہو - تو بھی میں اسکے نقش کو نہیں خریدتا - یعنی میرے دل میں اس کی قدر و منزلت نہیں "نقشش نخرم" یعنے اسکے نقش کسی قیمت کے نہیں - اسکی نقاشی فضول ہے -

(۵) ترجمہ - کسی کو شراب کا پیالہ اور کسی کو دل کا خون دیا گیا - قسمت کے دائرہ میں اسی قسم کی صورتیں ہوتی ہیں

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے	جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا	غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص تو عیش و تنعم میں مے نوشی کرتا ہے اور کوئی ہجوم افکار میں دل کا خون پیتا ہے قسامِ ازل کی تقسیم عجیب ہے -

(۶) ترجمہ - گلاب پھول کے معاملہ میں حکم ازلی یہی تھا - کہ وہ شاہد بازاری ہو اور یہ پردہ نشین رہے -

مطلب یہ ہے کہ پھول گلی کوچوں میں بکتا ہے اور ظاہر ہے - اسکے برخلاف گلاب یعنے پھول کا عرق پھول کی پنکھڑیوں میں یا بعدہ صراحیوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور پردہ نشین ہے -

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کئی اہتمام کئے کہ خود بخود منازلِ عشق کو طے کروں مگر نہ کر سکا لہذا رہنما کے بغیر اس کوچہ میں قدم نہیں رکھنا چاہیئے۔ مزید شرح کے لئے دیکھو اشعار د ۱۱۳ ب ۴

(۸) ترجمہ۔ اس آرزو میں کہ مستی کی حالت میں اس لبِ لعل کا بوسہ لوں۔ جام کیطرح کیا کیا خون میرے دل میں ہوئے مگر (آرزو پوری) نہ ہوئی۔

جام مے میں جب شراب سرخ ہوتی ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جام مے کا دل خون ہوگیا ہے۔ مگر جام مے کو تو دل خون کرنے پر لبِ لعل کا بوسہ نصیب ہوجاتا ہے۔ یعنی معشوق پیالہ کو منہ سے لگا کر مے نوشی کرتا ہے۔ مگر میں نے تو معشوق کے منہ سے منہ لگانے کی آرزو میں کئی دفعہ دل کا خون کیا۔ یعنی ہزار ہا مصیبتیں جھیلیں۔ مگر بوسہ نصیب نہ ہوا

(۹) ترجمہ۔ حافظ نے محبت کے طریقہ میں کئی حیلے کیے۔ اس امید میں کہ وہ معشوق قابو میں آ جائے۔ مگر نہ آیا۔ یعنے معشوق کو رام کرنے کے لئے کئی حیلے کئے۔ مگر کوئی کارگر نہ ہوا۔

غزل ۱۱۴

کی شعر تر انگیزد خاطر کہ حزیں باشد	۱	یک نکتہ دریں معنی گفتیم و ہمیں باشد
از لعل تو گر یابم انگشتر زنہار	۲	صد ملک سلیمانم در زیرِ نگیں باشد
غمناک نباید بود از طعن حسود ای دل	۳	شاید کہ چو وابینی خیر تو دریں باشد
ہر کو نکند فہمی زیں کلک خیال انگیز	۴	نقشش بحرام ار خود صورتگر چیں باشد
جام می و خون دل ہر یک بکسی دادند	۵	در دائرہ قسمت اوضاع چنیں باشد
در کار گلاب و گل حکم ازلی ایں بود	۶	کاں شاہد بازاری ویں پردہ نشیں باشد

(۷)　آں نیست کہ حافظ را رندی رود از خاطر
کایں سابقۂ رندی تا روزِ پسیں باشد　(۷)

(۱) ترجمہ۔ لطیف شعر کب پیدا کر سکتا ہے وہ دل جو غمگین ہو۔ اس معنی میں ہم نے ایک نکتہ بیان کیا اور یہی (اصل نکتہ) ہے۔

سرو ہوا سے جھومتے ہیں اور پھول حالت وجد میں مست اور خاموش ہوتا ہے۔ لیکن یہ نظارہ
بلبل کی نغمہ سرائی کے بغیر بے لطف ہوتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ باغ۔ پھول اور شراب اچھی چیزیں ہیں۔ لیکن معشوق کی صحبت کے بغیر اچھی معلوم نہیں ہوتیں
رفیع خاں باذل جو عہد عالمگیری کے خوانین میں سے تھا کہتا ہے

چہ نشاط بادہ بخشند بمن خراب بے تو ‎ ‎ بدلِ گرفتہ ماند قدحِ شراب بے تو

نعمت خاں عالی کا شعر ہے۔

بے تو ہر گاہ تماشائے گلستاں کردم	ہمچو گل دامن خود پر زگریباں کردم

(۵) ترجمہ۔ جو نقش عقل کا ہاتھ بناتا ہے۔ وہ نقش ونگار کے بغیر اچھا معلوم نہیں ہوتا
اگر "نقش ونگار" کی بجائے "نقشِ نگار" پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ کوئی نقش معشوق کے نقش کے بغیر اچھا
معلوم نہیں ہوتا۔

(۶) ترجمہ۔ میسکر لب اور گل اندام معشوق کی ساتھ۔ بوس و کنار کے بغیر کچھ لطف نہیں ہوتا۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ جان ایک حقیر چیز ہے۔ قربان کرنے کے لئے موزوں نہیں

غزل ۱۱۶

گفتم غم تو دارم گفتا غمت سر آید	۱	گفتم کہ ماہ من شو گفتا اگر بر آید
گفتم ز مہر ورزاں رسم وفا بیاموز	۲	گفتا ز ماہرویاں ایں کار کمتر آید
گفتم کہ بوی زلفت گمراہ عالمم کرد	۳	گفتا اگر بدانی ہم اوت رہبر آید
گفتم دل رحیمت کی عزم صلح دارد	۴	گفتا مگوش با کس تا وقت آں در آید
گفتم کہ بر خیالت راہ نظر بہ بندم	۵	گفتا کہ شبرو ست ایں از راہ دیگر آید
گفتم خوشا ہوائی کز باغ خلد خیزد	۶	گفتا خنک نسیمی کز کوئے دلبر آید
گفتم کہ نوش لعلت ما را بآرزو کشت	۷	گفتا تو بندگی کن کاں بندہ پرور آید

اسی طرح شاہدانِ بازاری اور گلعذارانِ حرم بھی اپنی اپنی قسمت کے نوشتہ کے مطابق بازار و حرم میں جلوہ افروز ہو رہی ہیں۔ اس لئے کسی شخص کو اپنی اچھی حالت پر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ غیرتِ الٰہی سے ڈرنا اور اسکے لطف و کرم کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

(۷) ترجمہ۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ حافظ کی مستی دل سے دور ہو جائے۔ کیونکہ یہ رندی کا سابقہ آخر کے دن تک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری رندی او مستی صبحِ ازل سے شروع ہوئی اور شامِ اجل تک برابر قائم رہیگی۔

غزل ۱۱۵

گل بے رخ یار خوش نباشد	۱	بی بادہ بہار خوش نباشد
طرف چمن و ہوای بستان	۲	بی لالہ عذار خوش نباشد
رقصیدن سرو و حالت گل	۳	بی صوت ہزار خوش نباشد
باغ و گل و مل خوش ست لیکن	۴	بی صحبت یار خوش نباشد
ہر نقش کہ دست عقل بندد	۵	بی نقش و نگار خوش نباشد
با یار شکر لب گل اندام	۶	بی بوس و کنار خوش نباشد

(۷) جان نقد محقر ست حافظ
از بہر نثار خوش نباشد (۷)

(۱) ترجمہ۔ معشوق کے رخسار کے بغیر پھول اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ شراب کے بغیر بہار اچھی معلوم نہیں ہوتی

عہد کردیم کہ بے دوست بصحرا نزدیم	بے تماشاگہ رویش بتماشا نزدیم	(سعدی)

(۲) ترجمہ۔ چمن کا گوشہ اور باغ کی ہوا۔ لالہ عذار (معشوق) کے بغیر اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

بوستان خانۂ عیش ست و چمن کوی نشاط	تا مہیا نشود عیش مہیا نزدیم	(سعدی)

(۳) ترجمہ۔ سرو کا رقص اور پھول کی حالت۔ بلبل کی آواز کے بغیر اچھی معلوم نہیں ہوتی۔
رقص۔ حالت (وجد) اور صوت کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ - میں نے کہا کہ تیرے لب لعل کی شیرینی نے ہم کو آرزو ہی میں مار ڈالا - اس نے جواب دیا کہ تو بندگی کرتا رہ تاکہ وہ بندہ نواز آجائے -

مطلب یہ ہے کہ عاشق کیلئے شکوہ و شکایت موزوں نہیں - اسے چاہئے کہ ہمیشہ بندگی میں مصروف رہے معشوق بندہ نواز ہے ضرور کسی وقت توجہ کریگا - کاں یعنے کہ آں - لعل اور کاں میں صنعت ایہام ہے -

(۸) ترجمہ - میں نے کہا کہ عیش کا زمانہ تو نے دیکھا کہ کسطرح ختم ہو گیا - اس نے کہا کہ اے حافظ خاموش رہ یہ رنج بھی دور ہو جائیگا -

تشریح کے لیے دیکھو اشعار د ۱۶۵ / ۷۹

که آئین جهان گاه چنین گاه چنان باشد	زرنج و راحت گیتی مرنجان دل مشو خندان

غزل ۱۱۷

گوہر مخزن اسرار ہماں ست کہ بود	۱	حقہ مہر بداں مہر و نشاں ست کہ بود
از صبا پرس کہ ما را ہمہ شب تا دم صبح	۲	بوی زلف تو ہماں مونس جاں ست کہ بود
طالب لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید	۳	ہمچناں در عمل معدن و کاں ست کہ بود
رنگ خون دل ما را کہ نہاں کرد خطت	۴	ہمچناں از لب لعل تو عیاں ست کہ بود
عاشقاں مخزن اسرار امانت باشند	۵	لاجرم چشم گہربار ہماں ست کہ بود
کشتہ غمزۂ خود را بزیارت می آ ی	۶	زانکہ بیچارہ ہماں دل نگراں ست کہ بود
زلف ہندی تو گفتم کہ دگر رہ نزند	۷	سالہا رفت و بداں سیرت و شاں ست کہ بود

(۸) **حافظا** باز نما قصہ خونابہ چشم
کہ دریں چشمہ ہماں آب رواں ست کہ بود (۸)

(۱) ترجمہ - اسرار کے خزانہ کا موتی وہی ہے جو کہ پہلے تھا - محبت کی ڈبیا پر وہی مہر اور نشاں ہے جو پہلے تھا حقہ - ڈبیا جیسیں زیوارت اور جواہرت رکھے جاتے ہیں -

(۸) گفتم زمانِ عشرت دیدی کہ چوں سر آمد
گفتا خموش حافظ کایں غصہ ہم سر آید (۸)

(۱) ترجمہ - میں نے کہا کہ میں تیرا غم رکھتا ہوں اس نے جواب دیا کہ تیرا غم ختم ہو جائیگا۔ میں نے کہا کہ تو میرا چاند بن اس نے کہا کہ اگر ہو سکا تو۔

یعنے اگر ہو سکا تو بنونگا۔ ماہ اور برآید (نکلنا) کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ - میں نے کہا کہ محبت کرنیوالوں سے وفا کی رسم سیکھ۔ اس نے کہا کہ چاند کے چہرہ والوں (معشوقوں) سے یہ بات نہیں ہو سکتی۔

مہر اور ماہ میں صنعت ایہام۔ کمتر سے عموماً نفی مراد ہوتی ہے۔

(۳) ترجمہ - میں نے کہا کہ تیری زلف کی خوشبو نے مجھے جہان کا گمراہ بنا دیا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تو سمجھے تو وہی تیری رہبر بھی بن جائے۔

زلف سے مراد عالم کثرت جو گمراہی کا موجب ہے۔ مگر اہل بصیرت کیلئے یہی عالم کثرت رہنما بن کر وحدت کیطرف رہبری کرتا ہے چشم بینا کیلئے کائنات ایک آئینہ ہے۔ جس سے واحدِ مطلق کی ذات کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

دیدم جمالِ دوست بہر ذرہ آشکار	ذراتِ کون مرأت آں باشد مرا

(۴) ترجمہ - میں نے پوچھا کہ تیرا مہربان دل کب تک صلح کا ارادہ کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جفا برداشت کرتے جاؤ جتے کہ صلح کا وقت آجائے۔

(۵) ترجمہ - میں نے کہا کہ تیری خیال پر نظر کا رستہ بند کر دونگا۔ اس نے کہا کہ یہ شب رو ہے دوسرے رستہ سے آجائیگا۔

شب رو - (۱) رات کو چوری کرنیوالا (۲) اہل اللہ جو رات کو جاگتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب معشوق کی صورت آنکھوں کے سامنے آتی ہے تو اسکا خیال عاشق کو دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر عاشق معشوق کے خیال کو آنکھوں کے راستہ سے دل میں نہ جانے دے۔ تو یہ خیال اور کسی طرح دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ معشوق کا خیال چور کیطرح خانۂ دل میں کئی رستوں سے پہنچ سکتا ہے۔

(۶) ترجمہ - میں نے کہا کہ وہ ہوا بہت اچھی ہوتی ہے جو باغ بہشت سے اٹھے اس نے کہا کہ وہ ہوا نہایت ہی لطیف ہوتی ہے جو معشوق کے کوچہ سے آئے۔

مطلب یہ ہے کہ عاشق تو سرِ عشق کی امانت کا امین ہوں اور رازدار ہیں۔ نہیں چاہتی کہ رازِ عشق افشا ہو جائے لیکن اشکبار آنکھ کو کیا کریں وہ غمازی کر دیتی ہے اور رازِ عشق افشا ہو جاتا ہے دیکھو شعر د ۲۶/۲ ۔

(۶) ترجمہ۔ اپنے غمزہ کے مقتول کو دیکھنے کے لئے آ۔ کیونکہ بیچارہ اسی طرح منتظر ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

دل نگراں یعنی منتظر۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق قبر میں بھی تیرے دیدار کا مشتاق ہے۔ اسے دیکھنے کے لئے تشریف آور ہو۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیری زلفِ سیاہ پھر رہزنی نہیں کرے گی لیکن کئی سال گذر گئے اور وہ اسی شان و سیرت پر قائم ہے۔ جیسے کہ پہلے تھی۔

یعنے تیری زلف حسبِ سابق رہزنی کر رہی ہے۔ ہندو (چور) اور رہزنی کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ آنکھ کے خونابہ کی حکایت پھر بیان کر۔ کیونکہ اس چشمہ سے وہی پانی دواں ہے جو پہلے تھا۔ یعنی آنکھیں بدستور خون باری کر رہی ہیں۔

غزل (۱۱۸)

کنون کہ در چمن آمد گل از عدم بوجود	۱	بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود
بنوش جام صبوحی بنالۂ دف و چنگ	۲	ببوس غبغب ساقی بنغمۂ نی و عود
بباغ تازہ کن آئین دین زردشتی	۳	کنون کہ لالہ برافروخت آتش نمرود
ز دست شاہد سیمین عذار عیسیٰ دم	۴	شراب نوش و رہا کن حدیث عاد و ثمود
جہان چو خلد برین شد بدور سوسن و گل	۵	ولی چہ سود کہ در وی نہ ممکن است خلود
شد از فروغ ریاحین چو آسمان گلشن	۶	زمین باختر میمون و طالع موجود
چو گل سوار شود بر ہوا سلیمان وار	۷	سحر کہ مرغ در آید بنغمۂ داؤد
بدور گل منشین بی شراب و شاہد و چنگ	۸	کہ ہمچو دور بقا ہفتہ بود معدود
بیار جام لبالب بیاد آصف عہد	۹	وزیر ملک سلیمان عماد دین محمود

گوہر مخزن اسرار سے مراد سِرّ عشق ہی جو عاشق کے دل میں ہوتا ہی۔ حقّہ مہر سی مراد عاشق کا دل ہی۔ مطلب یہ ہی کہ عاشق کے دل میں سِرّ عشق روز ازل سی لیکر آج تک بدستور موجود ہے اور محبت کا یہ گنجینہ یعنی عاشق کا دل جسمیں عشق الٰہی کا خزانہ ہی حسب سابق سربمہر ہے۔ محبوب حقیقی نے ازل کے دن اپنا عشق بندی کے دل میں ڈالا اور پھر اسے بند کر کے سربمہر کیا اور اپنا نشان اس پر کر دیا تاکہ اور کسی کو اسپر دسترس نہ ہو۔ خواجہ صاحب نے اس شعر میں خصوصاً اپنے دل کی کیفیت بیان کی ہی۔

گوہر۔ مخزن۔ حقّہ۔ مہر۔ نشان کی رعایت ظاہر۔ مہر اور مُہر میں صنعت تجنیس ہی۔

(۲) ترجمہ۔ صبا سی پوچھیہ کہ ہمارے لیے تمام رات صبح ہونے تک تیری زلف کی خوشبو اسی طرح مونس جان ہی جیسے کہ پہلے تھی۔

شب سی مراد شب ہستی یعنی تمام عمر **صبح** سی مراد صبح قیامت۔ مطلب یہ ہی کہ دام واپسین تک تیری محبت ہمارے دل میں رہیگی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں

من کہ مہر عارضت میورزم از صبح ازل	نگسلم از زلف تو پیوند تا شام اجل

(۳) ترجمہ۔ کوئی شخص لعل و گہر کا طالب ہی نہیں ورنہ آفتاب ہی طرح معدن و کان کے عمل میں لگا ہوا ہی جیسا کہ پہلے تھا۔

مطلب یہ ہی کہ آفتاب کی شعاعیں تو حسب دستور سابق کانوں میں لعل و جواہر پیدا کر رہی ہیں لیکن کوئی شخص اب لعل و گہر کا طالب ہی نہیں رہا جو کانوں سی تلاش کر کے انہیں نکالے۔ حاصل کلام یہ ہی کہ محبوب حقیقی کے الطاف و کرم بدستور ہیں کوئی سائل ہی نہیں۔ اجابت استقبال کو تیار ہی کوئی دعا ہی نہیں کرتا اور فیض کا سلسلہ بخشش و بینش جاری ہی لیکن کوئی قابل ہی نظر نہیں آتا۔ دیکھو شعر ردیف ت ۹۴ شعر ردیف ۱۵۲ ہ کا یہ شعر نہایت اچھا جواب ہی۔

(۴) ترجمہ۔ ہمارے دل کے خون کے رنگ کو تیرے خط نے تو پوشیدہ کر دیا لیکن تیرے لب لعل سی اسی طرح ظاہر ہی جیسا کہ پہلے تھا۔

یعنے ہمارے دل کے خون کا رنگ تیرے عارض اور تیرے لب کی سرخی سی عیاں تھا خط سبز نے عارض سی تو وہ رنگ پوشیدہ کر دیا مگر تیرے لب لعل کا رنگ ہمارے دل کے خون کے رنگ کا بدستور پتہ دی رہا ہی

(۵) ترجمہ۔ عاشق امانت کے اسرار کا خزانہ ہوتے ہیں لیکن ناچار گہربار آنکھ وہی ہی جو پہلی تھی۔

لطف اٹھائیں۔

(۴) ترجمہ۔ سیمیں عذار اور عیسیٰ نفس معشوق کے ہاتھ سے شراب پی اور عاد و ثمود کے قصوں کو چھوڑ

سیمیں عذار یعنے خوشرنگ لطیف و نازک رخسار والا۔

عاد۔ ایک قوم کا نام ہے جن میں ہود علیہ السلام پیغمبر ہوکر آئے تھے۔ یہ قوم عاد بن سام بن نوح کی اولاد سے تھی۔ خدا کی نافرمانی کے سبب طوفانِ باد سے یہ قوم تباہ ہوئی۔

ثمود۔ ایک شخص کا نام جو چار پشت پر نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ بنی ثمود جو اس سے منسوب ہے حضرت صالح علیہ السلام کی امت ہے۔ یہ قوم بھی شومئی اعمال سے جلا دی گئی۔

(۵) ترجمہ۔ سوسن و گل کے زمانہ میں دنیا بہشت بریں کیطرح ہوگئی ہے لیکن کیا فائدہ کہ اس میں ہمیشہ رہنا ممکن نہیں

خلد۔ بقائے دائم ہمیشگی۔ بہشت کا نام۔ خلود۔ ہمیشہ ہمیشگی۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار نے زمین کو فردوسِ بریں بنا دیا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ بہشت دائمی نہیں خواجہ صاحب بہار کی تعریف کرتے ہوئے دنیا کی چند روزہ بہار کی مذمت بھی کر گئے ہیں۔ خلدِ بریں میں تو بہشتی ہمیشہ رہینگے۔ ھم فیھا خالدون۔ لیکن دنیا میں خلود ناممکن ہے

ایک جھونکے میں ہے ادھر سے اُدھر بدتر اسکو سمجھ خزاں سے امیر	چار دن کی بہار ہے دنیا دیکھنے کو بہار ہے دنیا

(۶) ترجمہ۔ پھولوں کی فروغ سے باغ آسمان کیطرح ہوگیا ہے مبارک اختر اور مسعود ستارہ کے یمن سے۔

یعنے خوش نصیبی سے باغ میں پھول اسطرح فروزاں ہیں جیسے آسمان پر تارے۔

بعض قلمی دیوانوں میں یہ شعر اسطرح ہے۔

شد از فروغِ ریاحین چو آسمان روشن	زمین بہ اخترِ میمون وطالع مسعود

یعنے خوش قسمتی سے زمین پھولوں کے فروغ سے آسمان کیطرح روشن ہوگئی۔

(۷) ترجمہ۔ صبح کے وقت جب پھول سلیمان کیطرح ہوا پر سوار ہوتا ہے۔ تو پرندے داؤدی نغمے شروع کر دیتے ہیں۔

داؤد علیہ السلام نہایت خوش الحان تھے۔ لحنِ داؤدی مشہور ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے بیٹے تھے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۳ ۱۳۴/۲

(۱۰)	بود کہ مجلس حافظ بمین تربیتش ہر آنچہ می طلبد جملہ باشدش موجود	(۱۰)

یہ غزل خواجہ صاحب نے موسم بہار کی تعریف اور عماد بن محمود وزیر سلطان قطب الدین والی اصفہان کی مدح میں لکھی ہی اس وزیر کا خواجہ صاحب نے اپنے کلام میں اور بھی کئی جگہ ذکر کیا ہی چنانچہ دیکھو شعر ت ۵/۱۱ نیز دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۱ سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ۔ ایک پھول باغ میں عدم سی وجود میں آیا ہی بنفشہ اسکے قدموں پر سر بسجود ہو گیا ہی۔

(۲) ترجمہ۔ شراب صبح کا پیالہ دف اور چنگ کی آواز کے ساتھ پی اور ساقی کے چاہِ غبغب نے اور عود کے نغمہ کے ساتھہ چوم۔

(۳) ترجمہ۔ باغ میں زردشتی دین کی آئین کو تازہ کر۔ ایک لالہ نے آتش نمرود جلائی ہی۔

زردشت یا زرتشت یا زردہشت ۔ آتش پرستوں کے مذہب کے بانی کا نام ہی منوچہر کی نسل سی تہا۔ اور حکیم فیثاغورث کا شاگرد تہا گشتاسپ کے زمانہ میں نبوت کا دعوی کیا اور دین آتش پرستی کی بنیاد ڈالی مجوس اسی کو پیغمبر مانتے ہیں اور اسکا نام ابراہیم بتاتے ہیں اور کتاب ژند جو اسکی تصنیف ہی اسے آسمانی باور کرتے ہیں۔ یہ لفظ زر اور دہشت سے مرکب ہے، دہشت بمعنے زشت چونکہ وہ زشت تہا اور زر نہیں لیتا تہا۔ اس لئے اس نام سے موسوم ہوا۔ اکثر اہل اسلام اسی کاذب جانتے تھے۔ لیکن فاضل شہرزوری علامہ شیرازی اور علامہ دوانی اور میر صدر الدین اور کئی دوسرے عالم اسکو نبی اور کامل حکیم مانتے ہیں۔

آتش نمرود ۔ وہ آگ جو نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کے لئے ایک فرسنگ کے احاطہ میں جلائی تہی۔ اور اس میں اسقدر حرارت تہی کہ اس سے چار فرسنگ کے فاصلہ تک آدمی نہیں گذر سکتا تہا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں ڈالا گیا تو خداوند تعالی نے آگ کو سرد ہونے کا حکم دیا

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ۔ (ہم نے کہا اے آگ ابراہیم پر سرد اور سلامت ہوجا) سورہ الانبیاء

گل لالہ سرخ رنگ ہوتا ہی اور آگ کیطرح نظر آتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ باغ میں لالہ کے پھول نے آتش نمرود جلائی۔ آؤ ہم آتش پرستی کریں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرح اس آگ کا جو حقیقت میں گلزار ہی

گفتم کہ بسے خط جفا بر تو کشیدند	۷	گفتا ہمہ آں بود کہ بر لوح جبیں بود
گفتم کہ نہ وقت سفرت بود چنیں زود	۸	گفتا کہ مگر مصلحت وقت چنیں بود

(۹) گفتم کہ ز حافظ بچہ علت شدہ دور (۹)
گفتا کہ ہمہ وقت مراد اعیہ ایں بود

اس غزل میں سوال و جواب گفتم و گفتا کا سلسلہ مکمل ہے مضمون میں بھی تسلسل موجود ہے۔ یہ سمجھو کہ دم واپسیں کے وقت عاشق اپنی جان سے سوال و جواب کر رہا ہے۔ یا کسی اور مرنے والے کے ساتھ مکالمہ ہے۔

(۱) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تو نے غلطی کی ہے اور یہ تدبیر (اچھی) نہ تھی۔ اس نے جواب دیا کہ کیا کریں تقدیر ہی تھی

(۲) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ خدا نے تجھے تو وصال دیا مراد کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میری مراد اس کو وصال سے صرف یہی نہیں تھی بلکہ اور بہت خواہشیں اور آرزوئیں باقی ہیں۔ جو ابھی پوری نہیں ہوئیں

(۳) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ بری صحبت نے تجھے یہ دن دکھایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرا اپنا برا نصیب ہی میرا ہم صحبت تھا۔

یعنی کسی بری صحبت کا اثر نہیں۔ بلکہ برے نصیبوں کی بات ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اے چاند تو نے مجھ سے محبت کیوں قطع کر دی۔ اس نے جواب دیا کہ آسمان مجھ بدمہر (نامہربان) سے کینہ رکھتا تھا۔

ماہ و مہر میں صنعت ایہام ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اس سے پہلے تو نے خوشی کی کئی جام ہے۔ اس نے جواب دیا کہ شفا آخری پیالہ میں تھی۔
قدحِ بازپسین۔ یعنی موت کا پیالہ۔ جام فنا۔ مطلب یہ ہے کہ مکمل خوشی اور شفا صرف موت کے پیالہ میں ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اے عمر تو اتنی جلدی کیوں گذر گئی۔ اس نے جواب دیا کہ اے فلاں شخص! میں کیا کروں عمر اتنی ہی تھی۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ ظلم کے بہت سے خط تجھ پر کھینچے گئے۔ اس نے جواب دیا کہ سب کچھ وہی تھا۔ جو لوح جبیں (پیشانی) پر تھا۔

(۸) ترجمہ۔ موسم بہار میں شراب معشوق اور چنگ کے بغیر نہ رہ۔ کیونکہ زندگی کا زمانہ کیطرح یہ بھی ایک ہفتہ تک محدود ہے۔

معدود۔ شمار کیا گیا۔ تھوڑی چیز۔

جسطرح دور بقا یعنی زندگی کا زمانہ ایک ہفتہ شمار میں ہے۔ اسی طرح موسم بہار بھی چند روزہ ہے۔ اسکو لطف سے گذارنا چاہیئے۔ (زندگی کے زمانہ کو ایک ہفتہ کہا ہے وجہ یہ ہے کہ اول تو زندگی چند روزہ ہے دوم یہ کہ زندگی ہفتہ کے سات دنوں میں محدود ہے۔)

(۹) ترجمہ۔ آصف عہد ملک سلیمان کے وزیر یعنی عماد الدین محمود کی یاد میں لبریز پیالہ لا۔

عماد بن محمود۔ سلطان قطب الدین والئی صفہان کا وزیر تھا۔ آصف دراصل حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کا نام تھا۔ خواجہ صاحب سلطان قطب الدین کو سلیمان وقت اور عماد الدین کو آصف عہد کہتے ہیں دیکھو تمہیدی نوٹ غزل نمبر ۱ نیز دیکھو شعر ۱۵/۱۲

(۱۰) ترجمہ۔ شاید حافظ کی مجلس میں اسکی تربیت کی امید ہے جس چیز کی ضرورت ہو وہ موجود ہو جائے۔

تربیتش میں ضمیر شین راجع ہے بسوئے عماد الدین محمود شعر (۹) مطلب یہ ہے کہ عماد بن محمود کی کشادہ دلی سے ممکن ہے کہ حافظ کی مجلس میں تمام ضروریات موجود ہو جائیں۔

یہ شعر سلسلہ کلام کا ما تقاضا معلوم ہوتا ہے۔

غزل ۱۱۹

گفتم کہ خطا کردی و تدبیر نہ این بود ۔۔۔ ۱ گفتا چہ توان کرد کہ تقدیر چنین بود

گفتم کہ خدا داد مرادت بوصالش ۔۔۔ ۲ گفتا کہ مرادم بوصالش نہ ہمین بود

گفتم کہ قرین بدت افگند بدین روز ۔۔۔ ۳ گفتا کہ مرا بخت بد خویش قرین بود

گفتم ز من ای ماہ چرا مہر بریدی ۔۔۔ ۴ گفتا کہ فلک با من بدمہر بکین بود

گفتم کہ بسی جام طرب خوردی ازین پیش ۔۔۔ ۵ گفتا کہ شفا در قدح باز پسین بود

گفتم کہ تو ای عمر چرا زود برفتی ۔۔۔ ۶ گفتا کہ فلانی چہ کنم عمر ہمین بود

مطلب یہ ہی کہ اگرچہ واعظ تو اس بات کو نہیں سمجھتا لیکن یہ بالکل صحیح بات ہی کہ جب تک وہ ریاکاری اور مکاری
کرتا رہیگا۔ اسلام کے دائرہ سے خارج رہیگا۔

(۲) ترجمہ۔ رندی سیکھ اور بخشش کر کہ یہ کوئی ہنر کی بات نہیں ہی۔ اس حیوان کیلئے جو کہ شراب نہ پئے اور آدمی نہ بنے
مطلب یہ ہی کہ چارپائے اگرچہ شراب نہیں پیتے لیکن انسان بھی تو نہیں ہوتے اسی طرح تندخو اور سنگدل زاہد بھی اگرچہ
شراب نہیں پیتا لیکن شراب نہ پینا اسکو انسان نہیں بنا دیتا۔ وہ بھی گویا باقی حیوانوں کیطرح ہی جو شراب
نہیں پیتے لیکن کوئی ہنر کی بات نہیں ہنر انسان بننے میں ہی۔ پس تجھے چاہیئے کہ رندی سیکھے کیونکہ یہ
تجھے خوش اخلاق اور عالی حوصلہ اور بلند ہمت بنادیگی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ خوش اخلاق رند شراب پینے
کے باوجود بداخلاق زاہد سی جو شراب نہیں پیتا بدرجہ بہتر ہے۔ درندے چرندے بھی شراب نہیں
پیتے لیکن شراب نہ پینا ان کو انسان نہیں بنا دیتا۔ ان کے لیے یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ تندخو
زاہد بھی بمنزلہ ایک حیوان کے ہے جو شراب نہیں پیتا۔

(۳) ترجمہ۔ گوہر پاک چاہی تاکہ فیض کو قبول کر سکے۔ ورنہ ہر پتھر اور کیچڑ موتی اور مونگا نہیں ہو سکتا۔
مطلب یہ ہی کہ قبول فیض کیلئے استعداد چاہیئے۔ بارش کے فیض سی پتھر پر سبزہ نہیں اگتا۔ نااہل
کو تعلیم سی کچھہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ فیض عام ہی مگر فیض کو قبول کرنے والے کم یاب ہیں۔ آفتاب کی شعاعیں
ہر ایک پتھر پر پڑتی ہیں مگر تمام پتھر لعل یاقوت نہیں ہو جاتے۔ ہر ایک مٹی سی زعفران پیدا نہیں ہو سکتی۔
کیچڑ ہمیشہ مونگا نہیں بنتا۔ اس سی ظاہر ہے کہ فیض سی مستفیض ہونے کیلئے اپنے اندر قابلیت چاہیئے۔ گوہر یعنی
سرشت میں اور طینت میں پاکیزگی موجود ہونی چاہیئے۔ ورنہ کچھہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ زیادہ تشریح کے لئے
دیکھو شعر ت ۱۳ الف ۵ د ۲۲

چو استعداد نبود کار از اعجاز نکشاید	مسیحا کے تواند کرد روشن چشم سوزن را

(۴) ترجمہ۔ اسم اعظم اپنا اثر کرتا ہی آدمی تو خوش رہ۔ کیونکہ شیطان تو مکر اور حیلہ کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوتا۔
اسم اعظم۔ تمام اسمائے حق تعالی میں سب سے بڑا نام۔ اسکی تعیین میں اختلاف ہی۔ بعض کہتے ہیں کہ اسم اعظم
اللہ ہی۔ بعض کہتے ہیں ہو ہے۔ کوئی کہتا ہی۔ الحی القیوم ہی۔ کسی کی رائے ہے کہ الرحمن الرحیم ہے۔ بعض کے
نزدیک مہیمن ہی۔ قاضی حمید الدین ناگوری نے لفظ ہو کو اسم اعظم قرار دیا ہی۔
کہا جاتا ہی کہ شیطان کو اسم اعظم یاد ہی اور اسی کی برکت سی وہ آسمان پر چڑھ جاتا ہی اور اسرار الہیہ کو

یعنے میری پیشانی پر یہی کچھ لکھا تہا - میری قسمت یہی تہی -

(۸) ترجمہ - میں نے کہا کہ تیرے سفر کا وقت اتنا جلدی نہ تہا - اسنے جواب دیا کہ ہاں لیکن مصلحتِ وقت یہی تہی -

(۹) ترجمہ - مینے پوچھا کہ حافظ سے تو کس وجہ سے دور ہوگیا - اس نے جواب دیا کہ ہمیشہ سے میری یہی خواہش تہی - کہ تجھ سے دور ہو جاؤں)

داعیہ - خواہش - ارادہ - اسکی جمع دواعی ہے -

غزل ۱۲۰

گرچہ بر واعظ شہر این سخن آسان نشود	۱	تا ریا ورزد و سالوس مسلمان نشود
رندی آموز و کرم کن کہ نہ چندین ہنر است	۲	حیوانی کہ ننوشد مے و انسان نشود
گوہر پاک بباید کہ شود قابل فیض	۳	ورنہ ہر سنگ و گلی لولو و مرجان نشود
اسم اعظم بکند کار خود ای دل خوش باش	۴	کہ بہ تلبیس و حیل دیو مسلمان نشود
دردمندی کہ کند درد نہان پیش طبیب	۵	درد او بی سببی قابل درمان نشود
عشق می ورزم و امید کہ این فن شریف	۶	چون ہنرہای دگر موجب حرمان نشود
دوش میگفت کہ فردا بدہم کام دلت	۷	سببی ساز خدایا کہ پشیمان نشود
حسن خلقی ز خدای طلبم خوی ترا	۸	تا دگر خاطر ما از تو پریشان نشود
ہر کہ در پیش بتان از سر جان میل زد	۹	بی تکلف سر او لایق قربان نشود

(۱۰) ذرہ را تا نبود ہمت عالی حافظ
طالب چشمۂ خورشید درخشان نشود (۱۰)

(۱) ترجمہ - اگرچہ شہر کے واعظ کے لئے یہ بات آسان نہ ہو - (لیکن) جب تک وہ ریا اور مکر اختیار کئے رہیگا مسلمان نہیں ہوگا -

یعنے جو شخص عشق میں جان کے چلے جانے سے ڈرتا ہو۔ وہ اس قابل ہی نہیں کہ عشق میں قربان ہو مطلب یہ ہے
کہ جس شخص میں کمال ایثار نہ ہو وہ شہید عشق ہونے کے قابل نہیں ہوتا۔
(۱۰) ترجمہ ۔ اے حافظ جب تک فقیر کی ہمت بلند نہ ہو۔ روشن خورشید کے چشمہ کا طالب نہیں ہو سکتا۔
دہوپ میں ذرے خورشید کی طرف پرواز کرتے نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ذرہ ایک حقیر اور کم بضاعت
چیز ہے۔ مگر اسکی ہمت بلند ہے۔ حوصلہ عالی ہے۔ ورنہ چشمۂ آفتاب کی طرف پرواز کا کبھی ارادہ نہ کرے

دانم نرسد ذرہ بخورشید ولیکن — شوق طیران مے کشدار باب ہمم را (عرفی)

غزل (۱۲۱)

کارم ز دور چرخ بسامان نمیرسد	۱	خون شد دلم ز درد و بدرمان نمیرسد
برخاک راہ پست شدم ہمچو گرد و باز	۲	تا آب روے میرود م نان نمیرسد
از دستبرد جور زمان اہل فضل را	۳	این غصہ بس کہ دست سوے جان نمیرسد
سیرم ز جان خود بدل راستان ولی	۴	بیچارہ را چہ چارہ کہ فرمان نمیرسد
تا صد ہزار خار نمی روید از زمین	۵	از گلبنے گلے بگلستان نمیرسد
یعقوب را دو دیدہ ز حسرت سفید شد	۶	آوازۂ ز مصر بکنعان نمیرسد
بی پارۂ نمیکنم از ہیچ استخوان	۷	تا صد ہزار زخم بدندان نمیرسد
از حشمت اہل جہل بکیوان رسیدہ اند	۸	جز آہ اہل فضل بکیوان نمیرسد
صوفی بشوی زنگ دل خود باب مے	۹	زین شست و شوے خرقہ غفران نمیرسد

(۱۰) حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی — ہر کس کہ جان نداد بجانان نمیرسد (۱۰)

اس غزل میں خواجہ صاحب نے غزل گذشتہ کے شعر (۶) کیطرح آسمان کی سفلہ پروری اور اہل فضل کی بد
نصیبی کا ذکر کیا ہے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جاہل برسر کار رہیں اور عالم معطل و بیکار۔ اہل ہنر بے قدری کا شکار ہو جاتے ہیں

معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہاں بھی شہاب کے ذریعے ہٹایا جاتا ہے۔
خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ باوجود اسم اعظم یاد ہونیکے شیطان کافر ہے۔ تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مکروفریب مصروف رہتا ہے اسکی بداعمالی اسے مسلمان نہیں ہونے دیتی۔ ورنہ اسم اعظم تو اپنا اثر رکھتا ہے اور اگر اسمیں اثر نہ ہو تو ملعون اور مردود شیطان آسمان کے بالاترین طبقات تک کس طرح پہنچ جائے۔
اسی طرح اگر ایک شخص باوجود اسلام رکھنے کے پورا مسلمان نہ ہو۔ تو یہ اسکو اپنی بری افعال کا نتیجہ ہے اسلام اپنا اثر ضرور کرتا ہے
(۵) ترجمہ ۔ وہ دردمند جو اپنا درد طبیب سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ اسکا درد بے شک قابل علاج نہیں ہوتا۔
(۶) ترجمہ ۔ میں عشق اختیار کرتا ہوں اور امید ہے کہ یہ شریف فن۔ دوسرے ہنروں کی طرح مایوسی کا سبب ہوگا
اہل کمال کو ہمیشہ یہ شکایت رہی ہے کہ ہنر موجب حرمان ہے۔ ابنائے وقت ہنر کی قدردانی نہیں کرتے۔ آسمان بھی اہل ہنر کا دشمن ہے کہ بے ہنر لوگ بہرہ مند۔ اور ہنرمند بے بہرہ رہتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے:

قدردانی کی کیفیت معلوم	عیب کیا ہے اگر ہنر نہ ہوا
حسرت آئی کمال سخن ہے کیا کیجے	ستم بہائے متاع ہنر ہے کیا کہئے

مرزا غالب فرماتے ہیں۔

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے	بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دوسرے ہنر تو تمام موجب حرماں ہیں۔ اب میں فن عشق اختیار کرتا ہوں امید یہ ہے کہ یہ شریف فن موجب حرمان نہ ہوگا۔
(۷) ترجمہ ۔ کل وہ کہتا تھا کہ کل میں تجھے دل کی مراد دونگا۔ اے خدا ایسا سبب کر کہ وہ پشیمان نہ ہو جائے۔
یعنے اپنے وعدہ سے پشیمان نہ ہوجائے۔
(۸) ترجمہ ۔ میں تیری خو کیلئے حسن خلق خدا سے مانگتا ہوں۔ تاکہ ہمارا دل پھر تجھ سے پریشان نہ ہو۔
یعنے میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے خوش خلقی کی خو اور عادت ڈالے تاکہ ہمارے دل کو تیری جفاکاری سے امان ہو۔
(۹) ترجمہ ۔ جو شخص معشوقوں کے سامنے جان (جانے) کے خیال سے کانپتا ہے۔ بے شک اسکا سر قربان ہونے کے لائق نہیں ہوتا۔

کیوان - زحل ستارہ کا نام جو ساتویں آسمان پر ہی - مجازاً ساتواں آسمان -
مطلب یہ ہی کہ جاہل تو اپنی حشمت و ثروت سی ساتویں آسمان پر پہنچ گئے ہیں - اور اہل فضل کی صرف آہ ہی آسمان تک پہنچتی ہیں -

جہال در تنعم و ارباب فضل را	جز یک ہزارہ حیلہ یک نان نمی رسد
جاہل درونِ مجلس و عالم برون در	جو مند ہزار حیلہ بدربان نمی رسد

(۹) ترجمہ - اے صوفی شراب کے پانی سے اپنے دل کو زنگ کو دھو - خرقہ کی اس شست و شو سے مغفرت نہیں ملتی
یعنے خرقہ کی شست و شو سے کچھ حاصل نہیں - دل کو زنگ کو دھونا چاہیئے -

(۱۰) ترجمہ - اے حافظ صبر کر کہ عشق کی راہ میں جس شخص نے جان نہ دی جاناں تک نہیں پہنچ سکتا -
یعنے عشق میں ایثار ضروری ہے - جان دینے کے بغیر معشوق نہیں مل سکتا ظاہر ہے کہ محبوب حقیقی کی طلعت کا مشاہدہ مرنے سے پہلے نہیں ہو سکتا -

غزل (۱۲۲)

مرا بر ندی عشق آن فضول عیب کند	۱	کہ اعتراض بر اسرار علم غیب کند
کمال صدق محبت ببین نہ نقص گناہ	۲	کہ ہر کہ بی ہنر افتد نظر بعیب کند
چنان بزد رہ اسلام غمزۂ ساقی	۳	کہ اجتناب ز صہبا مگر صہیب کند
ز عطر حور بہشت آن زمان بر آید بوی	۴	کہ خاک میکدہ ما عبیر جیب کند
کلید گنج سعادت قبول اہل دل است	۵	مبادکس کہ درین نکتہ شک و ریب کند
شبان وادی ایمن گہی رسد بمراد	۶	کہ چند سال بجان خدمت شعیب کند

(۷) حافظ ز دیدہ خون بچکاند فسانہ
چو یاد عہد شباب و زمان شیب کند (۷)

(۱) ترجمہ - وہی فضول آدمی مجھ پر عشق کی رندی کا عیب لگاتا ہی - جو علم غیب کے اسرار پر اعتراض کرتا ہی -

اور بے ہنر لوگوں کو اہل زمانہ آسمان پر چڑھا دیتے ہیں۔ اسی مضمون پر دیکھو شعرت ۱۲ - د ۱۲ اور د ۱۲ -

(۱) ترجمہ - میرا کام دورِ آسمان سے سامان کو نہیں پہنچتا۔ میرا دل درد سے خون ہو گیا اور علاج کو نہیں پہنچا۔
یعنے دورِ آسمان کے ظلم سے میرا مدعا کبھی حاصل نہ ہوا اور میرا درد دل بے علاج رہا۔

(۲) ترجمہ - ہستی کی خاک پر گرد کی طرح میں پست ہو گیا۔ پھر بھی جب تک آبرو نہیں جاتی روٹی نصیب نہیں ہوتی
یعنے باوجود اس خاکساری کے بھی عزت کی روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ آب و ناں کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ - زمانہ کے ظلم کی دست برد سے اہل فضل کو - یہی غصہ کافی ہے کہ ہاتھ جان تک نہیں پہنچا۔
یعنے ارباب فضل اہل زمانہ کے جور و جفا کی وجہ سے جان سے بھی بیزار ہیں اور ان کے لئے یہی رنج کافی ہے کہ وہ مر نہیں سکتے۔

(۴) ترجمہ - مجھے راست باز دل کی قسم ہے کہ میں جان سے سیر ہوں لیکن بیچارہ کا کیا علاج ہے کہ حکم نہیں پہنچتا۔
یعنے جان سے بیزار ہوں لیکن اجل سے پہلے مر نہیں سکتا۔

(۵) ترجمہ - جب تک کہ کانٹے زمین سے نہیں اگتے - شاخ گل سے ایک پھول بھی باغ کو نہیں مل سکتا۔
یعنے باغ ہزار ہا کانٹوں کو اپنے دل میں جگہ دئے بغیر ایک پھول بھی نہیں اگا سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ ہزار ہا رنج و غم کے بعد ایک خوشی نصیب ہوتی ہے۔

ایک قطرہ عیش کا بھی ملا یا تبر گا	باران غم سے جب گلِ آدم بھگو چکے

(۶) ترجمہ - یعقوب کی دونوں آنکھیں حسرت سے سفید ہو گئیں - مصر سے کنعان تک کوئی آواز نہیں پہنچتی
مطلب یہ ہے کہ فراق یوسف علیہ السلام میں حضرت یعقوب اتنے روئے کہ انھیں سفید ہو گئیں لیکن مصر سے کوئی پیغام نہ آیا۔

(۷) ترجمہ - کسی ہڈی سے میں (گوشت کا) ٹکڑا نہیں کاٹ سکتا جب تک سو ہزار زخم دانتوں کو نہ پہنچے۔
پے کردن - پاؤں کے رگ و پے کو کاٹنا۔ مطلق کاٹنا۔

(۸) ترجمہ - حشمت سے اہل جبل کیوان تک پہنچ گئے ہیں - (لیکن) اہل فضل کی آہ کے بغیر کوئی چیز کیوان تک نہیں پہنچتی۔

لوگ پلا چکیں گے۔ تب ہم اپنے ریوڑ کو پانی پلائیں گی۔ کیونکہ ہم بکیس ہیں۔ وَ اَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ اور ہمارا باپ بڈھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو کہا کہ ان عورتوں کو پہلے پانی پلانے دو۔ ان کے انکار پر آنحضرت نے خود انکے ریوڑ کو پانی پلایا۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے ریوڑ لیکر گھر چلی گئیں۔

کہتے ہیں کہ یہ دو عورتیں حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکیاں تھیں۔ بڑی کا نام صفورا اور چھوٹی کا صفیرا تھا۔ جب لڑکیوں نے جاکر اپنے باپ کو تمام ماجرا سنایا۔ تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ چنانچہ وہ شعیب علیہ السلام کے گھر گئے۔ قصہ مختصر یہ کہ حضرت شعیبؑ نے اپنی بڑی لڑکی کا حضرت موسیٰؑ سے نکاح کر دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔

قَالَ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ۔ یعنے میں ارادہ کرتا ہوں کہ تجھے ایک لڑکی بیاہ دوں بشرطیکہ تو آٹھ سال میری نوکری کرے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال حضرت شعیبؑ کی شبانی کی انکے ریوڑ کو چراتے رہے۔ اور اسکے علاوہ دس سال اور انکے پاس رہے۔ جب چالیس سال کی عمر ہوئی۔ تو حضرت شعیبؑ کی اجازت سے پھر مصر جانے کا ارادہ کیا۔ اپنی زوجہ صفورا کو ہمراہ لیکر عازم مصر ہوئے۔

رستہ میں وادی ایمن سے جب گذر رہے تھے۔ تو بسبب زوجہ کے وضع حمل کے آگ کی تلاش ہوئی کوہ طور پر انکو نور نظر آیا اسے آگ سمجھکر نزدیک گئے۔ تو درخت سے اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کی آواز آئی واقعہ طور مشہور ہے۔ بیان کی ضرورت نہیں۔ یہ وادی چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دائیں جانب تھی اس لئے وادی ایمن نام ہوا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدمت کے عظمت نہیں ملتی۔ بغیر ہاتھ پاؤں ہلانے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا

(۷) ترجمہ۔ حافظ کا فسانہ آنکھوں سے خون ٹپکاتا ہے۔ جب وہ عہد جوانی اور زمانہ پیری کی یاد دلاتا ہے۔

غزل ۱۲۳

مژدہ ای دل کہ مسیحا نفسی می آید	۱	کہ ز انفاس خوشش بوی کسی می آید
از غم و درد مکن نالہ و فریاد کہ دوش	۲	زدہ ام فالی و فریاد رسی می آید

یعنے میں خود رند نہیں بنا۔ مجھ ایسا بنا یا گیا ہی۔ حکیم مطلق نے جو عالم الغیب ہی۔ میری رندی میں ہی مصلحت دیکھی ہو گی۔ اس لئے مجھے رند بنا یا۔ پس میری رندی پہ اعتراض کرنے والا اسرار غیب پہ اعتراض کرتا ہی۔

(۲) ترجمہ۔ محبت کے صدق کا کمال دیکھ نہ کہ گناہ کا نقص۔ کیونکہ جو شخص بے ہنر ہوتا ہی۔ وہی عیب پہ نظر کرتا ہی

یعنے لوگوں کے عیب نہ دیکھ انکے ہنر دیکھ۔ کیونکہ عیب پر وہی شخص نظر کرتا ہی جو خود بے ہنر ہوتا ہی۔

(۳) ترجمہ۔ ساقی کے غمزہ نے اسلام کی ایسی رہزنی کی۔ کہ اب شراب سے شاید صہیب ہی پرہیز کرے۔

صہیب۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مشہور صحابی کا نام۔ جو زہد وتقوی کے لئے شہرۂ آفاق تھے۔

شعر کا مطلب یہ ہے۔ کہ ساقی کے غمزہ نے مسلمانوں کو اپنا ایسا گرویدہ بنا لیا ہے۔ کہ حضرت صہیب جیسا متقی اور پرہیزگار شخص ہی اگر شراب سے اجتناب کرے تو کرے۔ اور کوئی نہیں کرتا۔ صہیب کو صہبا کی رعایت سے لائے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ دور جنت کے عطر سے اسوقت خوش ہوگی۔ جبکہ وہ ہمارے میخانہ کی مٹی کو اپنی عبیر کی خوشبو بناوے۔

عبیر۔ ایک قسم کی خشک خوشبو جو کپڑوں پر لگائی جاتی ہی۔ بعض کے نزدیک ایک خوشبو کا نام ہی جو صندل۔ گلاب اور مشک سے بنائی جاتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ سعادت کے خزانہ کی کنجی اہل دل کی قبولیت ہی۔ خدا کرے ایسا آدمی کوئی نہ ہو جو اس بات میں شک وشبہ کرے

یعنے اس بات میں مطلق کوئی شک وشبہ نہیں کہ اہل دل بزرگوں کی قبولیت آدمی کو سعادتمند بنا دیتی ہی

(۶) ترجمہ۔ وادی ایمن کا گڈریا اسوقت مراد کو پہنچتا ہے کہ کئی سال جان سے شعیب کی خدمت کرے۔

شبانِ وادئ ایمن۔ سے مراد موسے علیہ السلام۔ اس شعر میں ایک قرآنی قصہ کیطرف اشارہ ہی جو مفصل سورہ القصص میں درج ہے۔ جب حضرت موسے علیہ السلام نے ایک قبطی کو اسرائیلی کو مارتے دیکھا۔ تو قبطی کو منع کیا اس نے نہ مانا۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اسکو مار ڈالا۔ اور فرعون کے ڈر سے شہر سے بھاگ گئے

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۥ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدَانِ۔ (القصص) - اور جب مدین کے کنوئیں کے پاس پہنچے۔ تو دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے مواشی کو وہاں پانی پلاتے ہیں۔ اور دو عورتیں انسے علیحدہ کھڑی اپنی بھیڑ بکریوں کو روک رہی ہیں۔

جب موسے علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے مواشی کو کیوں روکتی ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ جبتک تمام

مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝ فَلَمَّا أَتٰهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يّٰمُوسٰى إِنِّي أَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ۝ (القصص)

جب موسے علیہ السلام حضرت شعیب کی نوکری کی میعاد گذار چکے تو مصر کو روانہ ہوئے۔ عیال ساتھ تھے۔ رات اندھیری اور سرد تھی۔ ان کی زوجہ کے وضع حمل کا وقت آیا۔ اس وقت آگ کی تلاش ہوئی۔ حضرت موسے علیہ السلام نے کوہ طور کیطرف آگ دیکھی اپنی زوجہ کو کہا کہ تم یہاں ٹھیرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔ ادھر جاتا ہوں۔ لوگونسے راستہ بھی پوچھونگا۔ اور تمہارے لئے آگ بھی لاؤنگا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے نزدیک پہنچے تو وادی ایمن کے کنارہ سے ایک درخت کی مبارک جگہ سے انکو آواز آئی۔ کہ اے موسےؑ میں تیرا اور تمام جہانوں کا خدا ہوں۔ کہتے ہیں۔ کہ جب موسیٰؑ نے درخت کیطرف نگاہ کی۔ تو ایک بے دود سفید نور نظر آیا۔ جس سے انکے دل میں لقائے محبوب کی آتش شوق شعلہ زن ہوئی۔ انکو اسی مقام پر عصا اور ید بیضا کے معجزے عطا ہوئے اور وہ رسول بنائے جا کر قوم موسیٰ کیطرف روانہ کئے گئے۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ وادیٔ ایمن کی آگ سے یعنی معشوق مطلق کی ذات وتجلیات کے نور سے صرف میں ہی خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرت موسےؑ جیسے پیغمبر بھی وہاں ایک چنگاری کی خاطر جایا کرتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ کوئی ایسا آدمی نہیں جسکو تیرے کوچہ میں کام نہ ہو۔ ہر ایک شخص اس جگہ کسی ہوس کی امید میں آتا ہے۔ وہی مضمون ہے جو گذشتہ شعر میں بیان ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے کوچہ میں ہر ایک شخص آرزو لے کر آتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ مقصود کی منزل گاہ کہاں ہے۔ البتہ اتنا ہے کہ جرس کی آواز آرہی ہے مطلب یہ ہے کہ منزل مقصود کا تو کچھ پتہ نہیں۔ البتہ جرس کی آواز آرہی ہے جس پر ہم چل رہے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ اہل کارواں اپنی روانگی کا اعلان کرنے کے لئے گھنٹہ بجایا کرتے ہیں۔ اور علاوہ اسکے ان کے مرکبوں کے گلے میں بھی گھنٹیاں ہوتی ہیں۔ جن کی آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ کارواں جارہا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دنیا کے کئی قافلے ہم سے پہلے منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے ہم بھی انکے پیچھے پیچھے جارہے ہیں۔ یہ تو کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ کہ منزل مقصود کہاں ہے اور کتنی دور ہے۔ البتہ آواز جرس ہے جس پر ہم بھی چل رہے ہیں۔ اس آواز کے علاوہ منزل مقصود کی بعد مسافت کا کچھ پتہ نہیں۔

زآتش وادی ایمن نہ منم خرم و بس	۳	موسی اینجا بامید قبسی می آید
ہیچکس نیست کہ در کوی تو اش کاری نیست	۴	ہر کس اینجا بامید ہوسی می آید
کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست	۵	این قدر ہست کہ بانگ جرسی می آید
جرعہ دہ کہ بمیخانہ ارباب کرم	۶	ہر حریفی ز پئے ملتمسی می آید
خبر بلبل این باغ مپرسید کہ من	۷	نالۂ می شنوم کز قفسے می آید
دوست را گر سر پرسیدن بیمار غم ست	۸	گو بیا خوش کہ ہنوزش نفسے می آید

(۹) یار دار د سر صید دل حافظ یاراں
شاہبازی بشکار مگسے می آید (۹)

(۱) ترجمہ۔ اے دل تجھے خوشخبری ہو کہ ایک مسیحا نفس آتا ہے کہ اس کے خوش انفاس سے کسی کی خوشبو آتی ہے۔

خواجہ صاحب نے یہ غزل بھی شرح صدر حاصل ہونے کے وقت لکھی ہے۔ عاشقانِ حق کو جب ایسا ہوتا ہے تو وہ اس قسم کی واقعات کو اسی قسم کے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے دل خوش ہو کہ ایک مسیحا نفس آتا ہے جس کے انفاس سے نفس الرحمن کی خوشبو آتی ہے۔ یعنے مجھے ایک ایسی کیفیت پیش آتی ہے۔ جو مشاہدۂ ذات کی امید دلاتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ غم اور درد سے فریاد نہ کر کہ کل میں نے فال نکالی (اور معلوم ہوا) کہ کوئی فریاد رس پہنچنے والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کل مجھے معلوم ہوا کہ سلطانِ عشق مجھ مظلوم کی فریاد رسی کو آتا ہے یعنے میرا سینہ اسرار معرفت کا گنجینہ بننے والا ہے اور محبوب مطلق کا مشاہدہ حاصل ہونے والا ہے۔ جو فراق کے زمانہ کے تمام رنج و غم کو دور کر دے گا۔

(۳) ترجمہ۔ وادی ایمن کی آگ سے صرف میں ہی خوش نہیں بلکہ موسیٰ بھی اس جگہ ایک چنگاری کی امید پر آتا ہے۔

آتش وادی ایمن۔ میں ایک قرآنی قصہ کیطرف اشارہ ہے۔

فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَھْلِہٖ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا
قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْا اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَۃٍ

غزل ۱۲۴

مطرب عشق عجب ساز و نوائی دارد	۱	نقش ہر پردہ کہ زد راہ بجائی دارد
عالم از نالہ عشاق مبادا خالی	۲	کہ خوش آہنگ و فرح بخش نوائی دارد
پیر دردی کش ما گرچہ ندارد زر و زور	۳	خوش عطا بخش و خطا پوش خدائی دارد
از عدالت نبود دور گرش پرسد حال	۴	پادشاہے کہ بہمسایہ گدائی دارد
محترم دار دلم کایں مگس قند پرست	۵	تا ہوا خواہ تو شد فرہمائی دارد
اشک خونین بطبیباں بنمودم گفتند	۶	درد عشق ست و جگر سوز دوائی دارد
ستم از غمزہ میاموز کہ در مذہب عشق	۷	ہر عمل اجری و ہر کردہ جزائی دارد
نغز گفت آں بت ترسا بچہ بادہ فروش	۸	شادی از روی کسی جو کہ صفائی دارد

(۹) خسروا حافظ درگاہ نشین فاتحہ خواند
وز زبان تو تمنائے دعائی دارد (۹)

(۱) ترجمہ۔ عشق کا مطرب عجیب ساز اور عجیب آواز رکھتا ہے۔ جس پردہ کے نقش کو بجاتا ہے وہ کسی خاص مقام کی طرف جاتا ہے۔

پردہ سے مراد پردہ ساز۔ مطلب یہ ہے کہ مطرب عشق کا ہر ایک سرود سامعین کو ایک خاص مقام کیطرف لے جاتا ہے۔ یعنی اسکے ہر ایک نغمہ میں عشق کے خاص مقامات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

واقف نہیں ہے تو ہی نوا کے راز کا		ورنہ یہاں جو پردہ ہے پردہ ہے ساز کا

(۲) ترجمہ۔ خدا کرے کہ جہاں عاشقوں کی نالہ سے خالی نہ ہو۔ کیونکہ وہ خوش آئند اور فرحت بخش آواز رکھتا ہے یعنے عاشقوں کا نالہ ایک عجیب خوش آیند اور فرحت بخش آواز رکھتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ہمارا دُرد کش پیر اگرچہ زر اور زور نہیں رکھتا۔ لیکن ایک اچھا عطا بخش اور خطا پوش

	سوارِ محمل کی جستجو میں ہزاروں دشتِ طلب میں دوڑے
(حالی)	نہ محمل آیا نظر نہ ناقہ فقط اِک اٹھتا غبار دیکھا

(۶) ترجمہ۔ ایک گھونٹ دے کہ ارباب کرم کے میخانہ میں۔ ہر ایک شخص کوئی نہ کوئی التماس لیکر آتا ہے۔

ملتمس۔ التماس کیا گیا۔ عرض کیا گیا۔ عرض۔ معروض۔ درخواست۔

وہی مضمون ہے جو شعر (۳) و (۴) غزل ہذا میں بیان ہوا۔

(۷) ترجمہ۔ اس باغ کی بلبل کی خبر نہ پوچھو کہ میں۔ ایک آواز سن رہا ہوں جو پنجرہ سے آتا ہے۔

یعنے اس باغ کی بلبل تو قفس میں اسیر ہے۔ اور بجائے نغمہ سنجی کے پنجرہ میں بیٹھی نالہ و فریاد کر رہی ہے۔ اسکا حال کیا پوچھتے ہو۔ باغ جہاں کی بلبلوں کا بعینہ یہی حال ہے۔ آزاد نہیں۔ گرفتار ہیں۔ انکے چہچہے فی الحقیقت نالے ہیں نغمے نہیں۔

	ہمچو سرو آزادگاں را پا در گل دیدہ ام		از گرفتاران این گلشن چہ میپرسی کہ من

اسی مضمون پر ہے۔

ہے یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لئے	اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کے گیت

بعض شارحین بلبل سے مراد روح اور قفس سے مراد وجود لیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ روح کے متعلق مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ قفس وجود سے بلبل روح کے نالے سن رہا ہوں یعنے سانس کے آنے جانے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور کچھ معلوم نہیں۔ وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کیا جاتا تھا۔ ارشادِ ربانی ہوا کہ ان لوگوں کو کہو کہ روح امر ربی ہے۔ اسکے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اگر دوست کو بیمارِ غم کی بیمار پرسی کا خیال ہے۔ تو اسکو کہو کہ خوشی سے آئے۔ کیونکہ بیمار کو ابھی سانس آتی جاتی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے دوست معشوق حافظ کے دل کے شکار کا خیال رکھتا ہے۔ گویا ایک شاہباز مکھی کے شکار کو آتا ہے۔

معشوق کو شاہباز کہا ہے اور اپنے آپ کو مکھی سے تشبیہ دی ہے

(۹) ترجمہ - اے بادشاہ حافظ درگاہ نشین نے فاتحہ پڑہی اور تیری زبان سے دعا کی آرزو رکھتا ہے۔

غزل ۱۲۵

۱ - من و انکار شراب این چہ حکایت باشد / غالباً این قدرم عقل کفایت باشد

۲ - منکہ شبہا رہ تقوی زدہ ام با دف و چنگ / این زمان سر بہ رہ آرم چہ حکایت باشد

۳ - زاہد ار راہ بہ رندی نبرد معذور است / عشق کاریست کہ موقوف ہدایت باشد

۴ - تا بغایت رہ میخانہ نمیدانستم / ورنہ مستوری ما تا بچہ غایت باشد

۵ - بندہ پیر مغانم کہ ز جہلم برہاند / پیر ما ہر چہ کند عین رعایت باشد

۶ - زاہد و عجب و نماز و من و مستی و نیاز / تا خود او را ز میان با کہ عنایت باشد

(۷) دوش از این غصہ نخفتم کہ حکیمے میگفت / حافظ ار بادہ خورد جای شکایت باشد (۷)

(۱) ترجمہ - میرا اور شراب سے انکار! یہ کیا بات ہے؟ غالباً مجھے اتنی ہی عقل کافی ہے۔
یعنے مجھے اتنی ہی عقل کافی ہو کہ شراب سے انکار نہ کروں۔ شراب چھوڑ کر زیادہ عاقل بننے کی ضرورت نہیں گویا شراب ترک نہ کرنا ہی بڑی عقلمندی کی بات ہو۔

(۲) ترجمہ - جب میں کئی راتوں دف و چنگ کے ساتھ پرہیزگاری کی رہزنی کرتا رہا ہوں اب اگر میں سر راہ پر آؤں تو کیا عجیب بات ہوگی
یعنے جب میں نے کئی راتیں سرمایۂ زہد و تقوی کو دف و چنگ سے غارت کرنے میں صرف کئے ہیں اب اگر میں دو سہ رستہ اختیار کر لوں تو معیوب ہوگا۔ مطلب یہ ہو کہ اب میں رندی کو چھوڑ کر تقوی اختیار نہیں کر سکتا۔

خدا رکھتا ہے۔

یعنے ہمارے پیر کے پاس اگرچہ زر وزور نہیں۔ مگر اسکو خدا پر بھروسہ ہے۔ جو بڑا فیاض اور غفور الرحیم ہے

ناخدا ور کشتی ما گرنہ باشد گو مباش		ما خدا داریم ما را ناخدا در کار نیست	

مطلب یہ ہے کہ ہم اسباب کے بندے نہیں۔ ہماری نظر مسبب الاسباب پر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ انصاف سے دور نہیں ہوگا اگر حال پرسی کرے وہ بادشاہ جسکے پڑوس میں ایک فقیر ہو۔

یعنے اگر بادشاہ اپنے ہمسایہ فقیر کی حال پرسی کرے تو بعید از انصاف نہ ہوگا۔ مدعا یہ ہے کہ آپ بادشاہ ہیں میں گدا ہوں۔ اگر آپ میری پرسش حال کریں تو قرین انصاف ہوگا۔

از بندہ پروری و نوازش بعید نیست		شاہاں اگر نگاہ بسوئے گدا کنند	(نیاز)

(۵) ترجمہ۔ میرے دل کی عزت کر کیونکہ یہ قند پرست تھی۔ جب سے تیری ہوا خواہ ہوئی ہے ہما کی شان رکھتی ہے۔

اپنے دل کو قند پرست کہی کہا ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرا دل ایک حقیر چیز ہے۔ لیکن تیرے عشق نے اس کو عالی شان کر دیا ہے

(۶) ترجمہ۔ میں نے اپنے لہو کے آنسو طبیبوں کو دکھائے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ درد عشق ہے اور جگر سوز دوا رکھتا ہے۔

یعنے درد عشق کا علاج ہی جگر سوز ہوتا ہے۔ اسلئے اس درد کو بے درماں چھوڑنا ہی بہتر ہے۔

(۷) ترجمہ۔ غمزہ سے ظلم کرنا نہ سیکھ کیونکہ عشق کے مذہب میں۔ ہر عمل کا اجر اور ہر فعل کی جزا ہوتی ہے

یعنے تیرے غمزے تو جفا کار ہیں تو بھی ان سے ستم شعاری کا سبق نہ سیکھ کیونکہ ہر عمل کا بدلہ ملتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اس بغروش ترسا بچہ معشوق نے کیا اچھا کہا کہ اس شخص کے چہرہ سے خوشی ڈھونڈ جو صفائی رکھتا ہو۔

یعنے خوشی اس شخص کے چہرہ سے مانگ۔ خوشحالی اس شخص سے طلب کر۔ جسکے دل میں صدق و صفا ہو (شائقین ترسا بچہ کی رعایت سے لفظ صفا کی نسبت غور کریں)

غزل (۱۲۶)

مسلماناں مرا وقتے دلی بود	۱	کہ باوے گفتمی گر مشکلے بود
دلی ہمدرد و یاری مصلحت بیں	۲	کہ استظہار ہر اہل دلے بود
بگردابے چو مے افتادم از غم	۳	بتدبیرش امید ساحلے بود
ز من ضائع شد اندر کوئے جاناں	۴	چہ دامنگیر یارب منزلے بود
بحال ایں پریشاں رحمت آرید	۵	کہ وقتے کاردان کاملے بود
مرا تا عشق تعلیم سخن کرد	۶	حدیثم نکتہ ہر محفلے بود
ہنر بے عیب حرماں نیست لیکن	۷	ز من محروم تر کی سائلے بود
سر شکم در طلب درہا فشانید	۸	ولے از وصل او بی حاصلے بود

(۹) مگو دیگر کہ حافظ نکتہ دانست
کہ ما دیدیم محکم غافلے بود (۹)

اس غزل میں بہی تسلسل مضمون موجود ہے۔ خواجہ صاحب اپنے دل کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک وقت ایسا تہا۔ کہ میرا دل میرا چارہ ساز اور ہمدرد تہا۔ ہر ایک مشکل میں میرا ساتہہ دیتا تہا۔ ہر ایک مصیبت کے وقت مجھے اس پر بہروسہ ہوتا تہا۔ وہ نہایت تجربہ کار اور مدبر تہا۔ لیکن اب کوئے جاناں میں میرا دل ضائع ہو گیا ہے اور میں بیکس ہو گیا ہوں۔

(۱) ترجمہ:- اے مسلمانو ایک وقت تہا کہ میرا بہی دل تہا۔ کہ اگر کوئی مشکل ہوتی تہی۔ تو میں اسی کو کہتا تہا۔ یعنے مشکل کے وقت میرا دل میری چارہ سازی کرتا تہا۔

(۲) ترجمہ:- میرا دل میرا ہمدرد تہا اور ایسا خیر اندیش دوست تہا۔ کہ ہر ایک اہل دل کا مددگار ہوتا تہا۔

(۳) ترجمہ۔ زاہد اگر رندی اختیار نہ کرے تو معذور ہے۔ عشق ایک ایسا کام ہے جو ہدایت پر منحصر ہے۔
یعنے بغیر ہادی راہ کی متابعت کے منازلِ عشق کو طے کرنا محال ہے اگر زاہد یہ رستہ اختیار نہیں کرتا تو معذور ہے۔ کیونکہ رہبر کی ہدایت سے محروم ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اب تک میں شراب خانہ کا رستہ نہ معلوم کر سکا۔ ورنہ ہماری مستوری کب تک رہ سکتی تھی۔

تا بغایت۔ اب تک۔ تا بچہ غایت کب تک

یعنے ہم جو اب تک ہوش میں رہے۔ تو اسکی وجہ یہ تھی کہ شراب خانہ کا رستہ معلوم نہ تھا ورنہ ہماری مستوری اور عقلمندی کب کی برباد ہو چکی ہوتی۔

حریفِ جوششِ دریا نہیں خود داریٔ ساحل	جہاں ساقی ہو تو دعویٰ ہے باطل ہوشیاری کا

(۵) ترجمہ۔ میں پیر مغاں کا غلام ہوں جس نے مجھے جہل سے چھڑایا۔ ہمارا پیر جو کچھ کرے عین رعایت ہے۔
مطلب یہ ہے کہ مستی شراب نے مجھے جاہل سے عاقل بنا دیا۔

دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے	عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا

(۶) ترجمہ۔ زاہد ہے اور اسکا غرور اور نماز۔ میں ہوں اور میری مستی اور نیاز۔ اب دیکھیے کہ خدا ہم دونوں میں سے کس کے ساتھ عنایت کرتا ہے۔
یعنے زاہد اپنی نمازوں پر مغرور ہے اور میں اپنی مستی اور کم بضاعتی پر نادم ہوں دیکھیے اب خدا کو کیا منظور ہے تجاہلِ عارفانہ ہے۔ خواجہ صاحب کو یقین ہے کہ ان کی مستی اور نیاز زاہد کے غرور اور نماز سے زیادہ مقبول ہونگے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر ت ۵/۱

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ	رند از رہِ نیاز بدار السلام رفت

(۷) ترجمہ۔ کل رات میرا اس غصہ سے نہ سویا کہ ایک حکیم کہتا تھا۔ کہ اگر حافظ شراب پیئے تو شکایت کا مقام ہوگا۔
غصہ اس بات کا ہے کہ حکیم ہو کر خلافِ حکمت بات کہتا ہے اور شراب سے روکتا ہے۔

(۹) ترجمہ ۔ پھر یہ نہ کہنا کہ حافظ نکتہ داں ہے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ وہ نہایت ہی غافل ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ لوگ حافظ کو نکتہ دان کہتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ اسرار و رموزِ معرفت سے آگاہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت ہی غافل ہے۔
مظہر جانجاناں کا یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہے۔

ہست مشہور کہ من شاعر خوش گفتارم		مظہر ایں اہل مدارد سخنے ساختہ اند

غزل ۱۲۷

معاشران ز حریف شبانہ یاد آرید	۱	حقوق بندگی مخلصانہ یاد آرید
چو در میان مراد آورید دست امید	۲	ز عہد صحبت ما در میانہ یاد آرید
چو عکس بادہ کند جلوہ در رخ ساقی	۳	ز عاشقان بسرود و ترانہ یاد آرید
بوقت سرخوشی از آہ و نالۂ عشاق	۴	بصوت نغمۂ چنگ و چغانہ یاد آرید
نمیخورید زمانی غم وفاداراں	۵	ز بیوفائے دور زمانہ یاد آرید
سمند دولت اگر چند سرکش ست ولے	۶	ز ہمرہاں بسر تازیانہ یاد آرید

(۷)	بوقت مرحمت اے ساکنان صدر جلال ز روی حافظ و آں آستانہ یاد آرید	(۷)

اس غزل کا مضمون بھی مسلسل ہے۔ خواجہ صاحب حریفان بادہ پیما سے کہتے ہیں کہ مینوشی کی محفل میں ہم کو بھی یاد کرنا۔ تم وصال کی مجلس میں مے و معشوق کا لطف اٹھا رہے ہو۔ ہم وصال سے محروم اور مہجور یہاں بیٹھے ہیں۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی		بیاد آر حریفانِ بادہ پیمارا

(۱) ترجمہ ۔ اے رفیقو! رات کے حریف کو یاد کرو۔ مخلصانہ بندگی کے حقوق کو یاد کرو
معاشر ۔ ہم صحبت ۔ رفیق

(۳) ترجمہ۔ جب میں کسی گرداب میں گرتا تہا۔ تو اسکی تدبیر سے ساحل کی امید ہوتی تہی
یعنے جب میں کسی گرداب بلا میں گرتا تہا۔ تو اپنے دل کی چارہ سازی سے امید ہوتی تہی کہ اس گرداب سے
نکل کر ساحل پر جا لگونگا۔

(۴) ترجمہ۔ وہ دل معشوق کے کوچہ میں مجہہ سے ضایع ہو گیا۔ اے خدا معشوق کا کوچہ کیا دامنگیر
جگہ تہی۔
دامنگیر مقام وہ ہوتا ہے جہاں سے واپس آنے کو جی نہ چاہے۔ گویا دامن کو پکڑ لیتا ہے اور آنے
نہیں دیتا۔ دل بہی کوے جاناں میں ایکدفعہ گیا تو وہیں کا ہو رہا۔

(۵) ترجمہ۔ اس پریشان حال کے حال پر رحم کرو۔ کہ ایک وقت یہ بہی کامل کارداں تہا۔
کارداں۔ کار آزمودہ۔ تجربہ کار۔ دانا۔
مطلب یہ ہے کہ میرا دل جو ایک کامل تجربہ کار دل تہا اب کوی جاناں میں پریشاں پڑا ہے اس پر رحم کرو
یا میں پہلے ایک کارداں کامل تہا۔ اب دل کے ضایع ہو جانے سے پریشاں حال ہو گیا ہوں
میرے حال پر رحم کرو

(۶) ترجمہ۔ جب سے مجھے عشق نے سخن گوئی کی تعلیم دی ہے۔ میری باتیں ہر محفل کا نکتہ ہو گئی ہیں۔
یعنے جب سے میں عشقیہ مضامین پر غزل گوئی کرنے لگا ہوں۔ میرا کلام ہر ایک محفل میں منظور و مقبول
ہو گیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ہنر اگرچہ عیب حرمان سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن مجہہ سے زیادہ محروم کبہی کوئی سائل نہ تہا۔
یعنے اگرچہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ہنر کے ساتہہ عیب حرمان لگا ہوا ہے۔ یعنے اہل ہنر دنیا
میں ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔ لیکن پہر بہی مجہسے زیادہ محروم کبہی کوئی سائل نہیں ہوا۔
دیکہو غزل (۱۲۱) ردیف ہذا۔ نیز دیکہو شعر ت ۱۱۱/۲ - د ۱۳۰/۶

	بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا		ہم کہاں کے دانا تہے کس ہنر میں یکتا تہے	

(۸) ترجمہ۔ میرے آنسوؤں نے طلب میں موتی جہاڑے۔ لیکن اسکے وصل سے محروم ہی رہے
مطلب یہ ہے کہ اسکی طلب میں ہم موتی نثار کرتے رہے یعنے روتے رہے۔ لیکن وصل
نصیب نہ ہوا۔

غزل ۱۲۸

من وصلاح وسلامت کس این گمان نبرد	۱	که کس برند خرابات ظن آن نبرد
من این مرقع پشمینه بهر آن دارم	۲	که زیر خرقه کشم می کس این گمان نبرد
مباش غره بعلم وعمل فقیه زمان	۳	که هیچکس ز قضای خدای جان نبرد
مشو فریفته رنگ و بو قدح درکش	۴	که زنگ غم ز دلت جز می مغان نبرد
اگرچه دیده بود پاسبان تو ای گل	۵	بهوش باش که نقد تو پاسبان نبرد

(۷)	سخن نبرد سخندان ادا مکن حافظ که تحفه کس در و گوهر بجر و کان نبرد	(۶)

(۱) ترجمہ ۔ میں اور صلاح وسلامت کوئی شخص یہ گمان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کوئی آدمی خرابات کے رند پر یہ ظن نہیں کر سکتا۔

یعنے میں خرابات کا رند ہوں۔ کوئی آدمی مجھہ سے صلاحیت اور درستی کی امید نہیں رکھہ سکتا۔ خراباتِ دنیا کے تمام ساکنوں کا یہی حال ہے۔

صلاح کار کجا ۔ من خراب کجا		ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا	

(۲) ترجمہ ۔ میں یہ اونی گدڑی اس لیئے پہنتا ہوں کہ خرقہ کے نیچے شراب پیا کروں اور کوئی شخص شک بھی نہ کرے۔ طریق ادا نہایت مستحسن ہے مطلب یہ ہے کہ زاہدانِ ظاہر دار اور صوفیانِ ریاکار نے فقیرانہ لباس صرف اس لیئے پہنا ہے کہ وہ شراب پیئیں اور اس لباس کی وجہ سے کوئی ان پر شک نہ کرے۔

واعظ کتابِ وعظ لیئے ہے تو کیا ہوا		بوتل شراب کی بھی تو پنہاں بغل میں ہے	

(۳) ترجمہ ۔ اے زمانہ کے فقیہ علم وعمل پر مغرور نہ ہو۔ کیونکہ کوئی آدمی خدا کی قضا سے جان نہیں بچا سکتا۔

یعنے اعمال پر مغرور نہ ہو۔ خدا جانے قسمت میں کیا لکھا ہے۔ اور خدا کو کیا منظور ہے۔

(۴) ترجمہ ۔ رنگ و بو پر فریفتہ نہ ہو۔ پیالہ پی۔ کیونکہ شراب مغاں کے بغیر کوئی چیز تیرے دل سے غم کا زنگ دور نہیں کر سکتی۔

یعنے کل میں بھی تمہارے ساتھ تھا۔ آج جدا ہوں۔ نہایت خلوص سے تمہاری خدمت کر تا رہا ہوں مجھے بھی یاد کرو

(۲) ترجمہ۔ جب مراد کی کمر میں تم اپنا ہاتھ ڈالو۔ تو درمیاں میں ہماری صحبت کے عہد کو بھی یاد کرو۔

میان بمعنے کمر۔ درمیان اور درمیانہ میں صنعت تجنیس۔

(۳) ترجمہ۔ جب شراب کا عکس ساقی کے چہرہ میں جلوہ افروز ہو۔ تو میری پرہیزگاری کو سرود و ترانہ سے یاد کرو۔

یعنے ساقی کے چہرہ میں شراب کا عکس دیکھکر تمہاری پرہیزگاری تو جاتی رہیگی۔ میری پرہیزگاری کو بھی یاد کرنا کہ وہ بھی جاتی رہے۔

(۴) ترجمہ۔ سرخوشی کے وقت عاشقوں کی آہ و نالہ سے۔ نغمۂ چنگ چغانہ کی آواز سے یاد کرو۔

سرخوشی۔ مستی کی ایک حالت تحقیق کے لیے دیکھو شعر ت ۲۳/۱

یعنے جب تم بزم وصال میں مست بیٹھے ہو اور نغمہ ہائے چنگ چغانہ کے سماع میں مصروف ہو۔ تو ان عاشقوں کے آہ و نالہ کو یاد کرو جو آتشِ فراق سے جل رہے ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ تم تھوڑی دیر کے لئے بھی وفاداروں کی غمخواری نہیں کرتے۔ دورِ زمانہ کی بیوفائی کو یاد کرو

فرماتے ہیں کہ ہم وفاداروں کی غمخواری کرو۔ اور دورِ زمانہ کی بیوفائی کو یاد کرو اگرچہ آج تم بزم وصال میں خوش و خرم بیٹھے ہو۔ لیکن زمانہ ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا۔

(۶) ترجمہ۔ دولت کا گھوڑا اگرچہ تند اور سرکش ہے۔ لیکن تازیانہ کے ذریعے ہمراہیوں کو یاد کرو۔

یعنے اگرچہ تم اسوقت دولتِ وصال سے مالا مال ہو اور خوش نصیب ہو اور خوش نصیبی انسان کو تند اور سرکش یعنے مغرور کر دیتی ہے۔ لیکن دولت کے سرکش گھوڑے کو تازیانہ لگاؤ اور قابو میں لاؤ اور اپنے پیادہ پا ہمراہیوں کو یاد کرو۔ ماتم مسندِ دولت پر سوار ہو۔ وہ بیچارے پیادہ پا چل رہے ہیں۔ ان کو مت بھولو غرور نہ کرو۔ انہیں اپنے ساتھ لے لو۔

(۷) ترجمہ۔ آصدرِ جلال کے رہنے والو حسرت کے وقت۔ حافظ کے چہرہ اور اس آستانہ کو یاد کرو۔

ساکنانِ صدرِ جلال سے مراد معشوق کے ہم نشیں۔ یا خود معشوق (بصیغۂ جمع)

مطلب یہ ہے کہ حافظ نے بھی مدتوں اس آستانہ پر سر (چہرہ) رکھا ہے۔ اسلئے وہ بھی نظرِ لطف کا مستحق ہے۔ اسے نہ بھولو۔

گل چینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی	اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

مزن دم ز حکمت کہ در وقت مرگ	۶	ارسطو دہد جان چو بیچارہ کرد
مکن رنج بیہودہ خرسند باش	۷	قناعت کن از نیت اطلس بہ برد
چناں زندگانی کن اندر جہاں	۸	کہ چوں مردہ باشی نگویند مرد

(۹) شود مست وحدت ز جام الست
ہر آنکو چو **حافظ** می صاف خورد (۹)

(۱) ترجمہ۔ مجھ شراب نے ایکدفعہ پہر بیخود کردیا۔ شراب نے دوبارہ مجھ پر غلبہ حاصل کیا۔
مرا از دست برد۔ یعنے مجھے بیخود کردیا۔ (مجھے ہاتھ سے لے گئی) **دستبرد**۔ غلبہ۔ دست برد اور دستبرد میں صنعت تجنیس ہے۔

(۲) ترجمہ۔ شراب سرخ پر ہزار آفریں ہو۔ کیونکہ وہ ہمارے چہرہ سے زردی کا رنگ اڑا لے گئی۔
شراب پینے سے چہرہ کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ خدا کرے وہ ہاتھ ہمیشہ رہے جسنے انگور چنے۔ اور وہ پاؤں کبھی نہ گرے جسنے ان کو نچوڑا۔
درہم فشرد۔ نچوڑا۔ مطلب یہ ہے کہ جن ہاتھوں نے انگور چنے اور شراب بنانے کے لئے ان کو نچوڑا۔ خدا کرے وہ سلامت رہیں۔

(۴) ترجمہ۔ اے زاہد جا میری عیب جوئی نہ کر۔ کہ خدا کا کام کوئی چھوٹا کام نہیں ہوتا
یعنے خدا نے جو کچھہ کیا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے اسکے تمام فعل حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ مجھے جیسا اس نے بنایا ہے ویسا ہی ہوں۔ میری عیب جوئی نہ کر۔

(۵) ترجمہ۔ روز ازل سے ہی عشق میری قسمت میں لکھا گیا۔ لکھی ہوئی تقدیر نہیں مٹا سکتے۔
یعنے عشق میری قسمت میں روز ازل سے لکھا ہے میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ فی الحقیقت عشق کی ابتدا صبح میثاق سے ہوئی۔

چو سرنوشت مرا کلک کردگار نوشت		خط غلامی خوبان روزگار نوشت	(جبرتی)

(۶) ترجمہ۔ حکمت کا دم نہ مار کہ موت کے وقت۔ ارسطو ایک بیکس کیطرح جان دیدیتا ہے۔
ارسطو۔ مخفف ارسطاطالیس سکندر اعظم کا اکیڈنی یہ مشہور حکیم گذرا ہے۔ یوناں کا باشندہ تھا۔ افلاطون

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۱۳/۱ ت ۲۲/۲ ت ۱۴/۱ ت ۷۵/۹ ت ۴۵/۱۱ ت ۵۰/۶ ت ۶۲/۳ ت ۸۲/۵ د ۶/۱-۲-۳ د ۹۸/۷ د ۸۶/۹ د ۲۹/۴ د ۵۸/۱ ۔

(۵) ترجمہ :- اے پہول اگرچہ آنکہہ تیری پاسبان ہی لیکن ہوش میں رہ کہ تیرا نقد پاسبان ہی نہ لے جائے۔

آنکہہ کو پاسبان اس لئے کہتے ہیں کہ وہ تمام بیرونی حوادث کی اطلاع وجود کو دیتی ہی۔ گویا وہ وجود کی نگہبان ہی کہ ہر قسم کے خطروں سے اسے آگاہ کرتی ہی۔ گویا وہ وجود کی نگہبان ہی۔ کہ ہر قسم کے خطروں سے اسے آگاہ کرتی ہی لیکن یہی آنکہہ کبھی کبھی رہزنی بھی کرتی ہی۔ کیونکہ انسان سے برے افعال پر اکثر آنکھوں کے ذریعے ہی مائل ہوتا ہی۔ آنکھہ دیکھتی ہی اور دل کو خبر دیتی ہی جس سے وہ گمراہ ہو جاتا ہی مطلب یہ ہی کہ آنکہہ اگرچہ تجھے نیک و بد سے آگاہ کرتی ہی لیکن ہوشیار رہنا چاہئے کہ یہی آنکہہ تجھے گمراہ نہ کردے اور تیرے نقد ایمان کو ضائع نہ کردے۔ خواجہ صاحب نے پہول کی تمثیل اس لئے دی ہے۔ کہ پہول خود آنکہہ کی شکل کا ہوتا ہے۔ اور اسکے اندر ایک زرد مادہ ہوتا ہی۔ جسے زرگل کہتے ہیں۔

(۶) ترجمہ :- اے حافظ سخندان کے نزدیک سخن ادا نہ کر۔ کیونکہ کوئی شخص موتی اور لعل کا تحفہ سمندر اور کان کے پاس نہیں لے جاتا۔

یعنے سمندر میں موتی بکثرت ہیں۔ اور کانوں میں لعل بہت ہیں۔ اس لئے ان کے پاس در و گوہر کا تحفہ لے جانا بیوقوفی ہی۔ اسی طرح سخندان آدمی کے سامنے اپنی فصاحت و بلاغت کا اظہار نا جائز ہے کیونکہ وہ خود ان سب باتوں کو جانتا ہی۔

غزل (۱۲۹)

مرا می دگر بارہ از دست برد	۱	بمن باز آورد می دستبرد
ہزار آفرین بر می سرخ باد	۲	کہ از روی ما رنگ زردی ببرد
بماناد دستی کہ انگور چید	۳	مریزاد پائی کہ درہم فشرد
بروز ازل خوردہ بر من مگیر	۴	کہ کار خدائی نہ کاریست خرد
مرا از ازل عشق شد سرنوشت	۵	قضای نبشتہ نشاید سترد

شراب لعل و جای امن و یار مہربان ساقی	۴	دلا کی بہ شود کارت اگر اکنون نخواہد شد
بیا تا در صف رندان بیانگ چنگ می نوشیم	۵	کہ ساز شرع زین افسانہ بی قانون نخواہد شد
نشد مجنون بلیلی گفت کای محبوب بی ہمتا	۶	ترا عاشق شود پیدا ولی مجنون نخواہد شد
رقیب آزارہا فرمود و جای آشتی نگذاشت	۷	مگر آہ سحر خیزان سوی گردون نخواہد شد
بیا تا در می صافیت راز دہر بنمایم	۸	کہ کار عشق ازین افسانہ بی افسون نخواہد شد

(۹) مشوی ای دیدہ نقش غم ز لوح سینہ حافظ
کہ زخم تیر دلدار است و رنگ خون نخواہد شد (۹)

(۱) ترجمہ۔ سیاہ چشموں کی محبت میرے سر سے باہر نہیں نکلے گی۔ یہ آسمان کی قضا ہی۔ دگرگوں نہیں ہوسکے گی
یعنے حسینوں کا عشق میری قسمت میں لکھا ہی۔ اس میں تغیر ممکن نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ ازل کے دن مجھے رندی کے بغیر اور کسی کام کا حکم نہ ملا۔ جو تقسیم کہ اس وقت ہوگئی وہ کم و بیش نہیں ہوسکتی۔

یعنے روزِ ازل سے ہی رندی میرے حصہ میں آئی ہے۔ اب اس نوشتہ میں کچھ کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔

(۳) ترجمہ۔ میری طاقت صرف یہی ہے کہ اس سے پوشیدہ پوشیدہ محبت کروں کنار و بوس اور آغوش کا ذکر ہی کیا کروں جب یہ ہونے کے ہی نہیں۔

یعنے کنار و بوس کی جب امید ہی نہیں تو اسکا ذکر ہی کیا۔ البتہ اسکو ساتھ دل سے محبت رکھتا ہوں ۔

(۴) ترجمہ۔ سرخ شراب۔ امن کی جگہ اور ساقی یار مہربان۔ اے دل تیرا کام کب اچھا ہوگا۔ اگر اب اچھا نہ ہوا۔

یعنے شراب سرخ موجود ہے۔ امن کا مقام ہے ساقی مہربان ہے اب بھی اگر دل کو فرحت نصیب ہوئی تو کب ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ آ تاکہ رندوں کی مجلس میں چنگ کی آواز سے شراب پئیں۔ کیونکہ شریعت کا ساز اس بات سے بے قانون نہیں ہو جائیگا۔

یعنے ہمارے شراب پینے سے کچھ بنتا بگڑتا نہیں ہے۔ چنگ۔ ساز اور قانون (۱) شہرہ۔ دستور

کا شاگرد تھا۔ معلم اول اسکا خطاب ہی

کُرد۔ صحرا نشینوں کا ایک گروہ۔ ایک جاہل قوم کا نام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حکمت اور فلسفہ، طب اور منطق قضا کو نہیں روک سکتے۔ موت کے سامنے جاہل اور عالم دونو مجبور رہتے ہیں۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک طبیب اور کُرد کی منظوم حکایت لکھی ہی۔

شبے کُرد ے از درد پہلو نخفت	طبیبے دراں ناحیت بود و گفت
ازیں دست کو برگ رز مے خورد	عجب دارم ار شب بیاباں برد
کہ در سینہ پیکانِ تیر تتار	بہ از نقل ماکولِ ناسازگار
قضارا طبیب اندراں شب بمرد	چہل سال ازیں رفت و زندہ است کُرد

(۷) ترجمہ۔ بیہودہ رنج نہ کر۔ خوش رہ۔ اگر اطلس نہیں تو معمولی کپڑے پر صبر کر۔

بُرد۔ ایک قسم کا کپڑا۔ جامۂ مخطط

(۸) ترجمہ۔ جہاں میں اسطرح زندگانی بسر کر۔ کہ جب تو مر جائے تو لوگ نہ کہیں کہ مرگیا ہی۔

یعنے زندگی اس طرح بسر کر۔ کہ مرنے کے بعد بھی تیرا نام رہے۔

(۹) ترجمہ۔ جام الست سے وحدت کا مست ہو جائیگا جس شخص نے حافظ کی طرح صاف شراب پی۔

جام الست سے مراد اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی۔ مطلب یہ ہی کہ جو شخص شراب صاف پیتا ہی عشقِ ازلی کے جام سے شرابِ وحدت پی کر مست ہو جاتا ہے۔

غزل ۱۲۰

مرا مہر سیہ چشماں ز سر بیروں نخواہد شد	۱	قضای آسماں ست ایں و دیگر گوں نخواہد شد
مرا روز ازل کاری بجز رندی نفرمودند	۲	ہراں قسمت کہ آنجا شد کم و افزوں نخواہد شد
مجال من ہمیں باشد کہ پنہاں مہر او ورزم	۳	کنار و بوس و آغوشش چہ گویم چوں نخواہد شد

غزل ۱۳۱

۱ معاشران گرہ از زلف یار باز کنید	شبی خوش ست بایں قصہ اش دراز کنید
۲ حضور مجلس انس ست و دوستاں جمع اند	وان یکاد بخوانید و در فراز کنید
۳ رباب و چنگ بہ بانگ بلند میگویند	کہ گوش ہوش بہ پیغام اہل راز کنید
۴ ہر آنکسی کہ دریں حلقہ نیست زندہ بعشق	برو چو مردہ بفتوائے من نماز کنید
۵ میان عاشق و معشوق فرق بسیار ست	چو یار ناز نماید شما نیاز کنید
۶ بجان دوست کہ غم پردہ بر شما ندرد	گر اعتماد بر الطاف کارساز کنید
۷ نخست موعظۂ پیر مے فروش اینست	کہ از معاشر ناجنس احتراز کنید
(۸) اگر طلب کند انعامی از شما حافظ	حوالتش بہ لب یار دلنواز کنید۔ (۸)

(۱) ترجمہ ۔ اے یاران مجلس معشوق کی زلف سے گرہ کہولو اچھی رات ہے اسی قصہ سے اسے لمبا کرو
یعنے صحبت کی رات ہے اسے جہاں تک ممکن ہو لمبا کرنا چاہیے۔ پس زلف معشوق کی گرہ کو کہولنا شروع کردو
کیونکہ اس گرہ کا کہولنا بہی ایک طویل کام ہے۔ زلف معشوق کو بوجہ سیاہی اور لمبائی کے شب دیجور سے تشبیہ
دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قصہ ہائے عشق میں رات بسر کرو۔

(۲) ترجمہ ۔ محبت کی مجلس کا حضور ہے اور دوست جمع ہیں۔ وان یکاد پڑہو اور دروازہ بند کردو
وان یکاد ۔ تحقیق کے لئے دیکھو شعر د ۳۳/۴ ۔ یہ آیت دفع نظر بد کے لئے پڑہتے ہیں۔
فراز ۔ یہ لفظ لغات اضداد میں سے ہے ۔ پہیلا ہوا ۔ بند ہوا ہوا ۔ کشادہ ۔ بند ۔ نزدیک ۔ دور ۔ آگے
پیچہے ۔ اوپر ۔ نیچے ۔ بلند ۔ پست ۔ بلندی ۔ نشیب ۔ ان تمام متضاد معنوں میں یہ الفاظ استعمال ہوتا
ہے ۔ یہاں بمعنے بند ۔
مطلب یہ ہے کہ دوست احباب جمع ہیں ۔ دروازہ بند کرو اور وان یکاد پڑہو تاکہ چشم زخم سے محفوظ رہو ۔

(۲) ساز کا نام) کی رعایت ظاہر۔

بیا کہ رونق ایں کارخانہ کم نہ شود	ز زہد ہمچو توئے وز فسق ہمچو منے

(۶) ترجمہ۔ ایک رات مجنوں نے لیلی کو کہا کہ اے بے نظیر معشوق۔ تیری عاشق تو پیدا ہو جائینگے۔ لیکن مجنوں کوئی نہ ہوگا۔

یعنے عاشق تو ہزاروں پیدا ہو جائینگے۔ لیکن مجھ جیسا عاشق ملنا محال ہے۔

ملا دُ ہوا سی کو نہ خاک میں جو دل ہی ملتا ہے	مری جان جائیے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے (داغ)

(۷) ترجمہ۔ رقیب نے تکلیفیں دیں اور صلح کی گنجائش نہ چھوڑی۔ لیکن کیا سحر خیزوں کی آہ آسمان کو نہ جائیگی؟

یعنے رقیب نے ہمیں ہر طرح کے آزار پہنچائے۔ لیکن اسے ڈرنا چاہئے کہ مظلوم کی آہ آسمان تک جاتی ہے

منجنیق آہِ مظلوماں بہ صبح	سخت گیرد ظالماں را در حصار

(۸) ترجمہ۔ آکہ تجھے صاف شراب میں زمانہ کا راز بتاؤں۔ کیونکہ عشق کا کام اس افسانہ سے بغیر افسوں کے نہ ہوگا

مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک فسانہ ہے۔ اس میں عشق کا کام بغیر کسی افسوں یعنی جادو کی مدد کے نہیں چل سکتا اور

وہ افسوں یہ ہے کہ تو شراب صاف پی کر زمانہ کی حقیقت کو معلوم کرے۔ شراب تجھے دنیا کی ناپائداری اور زمانہ کی

غداری سے آگاہ کردیگی۔ پھر دنیا میں تو عشق کا کام بخوبی سرانجام دے سکیگا۔ اگر دوسرا مصرعہ اس طرح ہو کہ ع

کہ کارِ عشق ازیں افسانہ وافسوں نخواہد شد

تو مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کے کاروبار اور ماسوا اللہ کی محبت ایک فسانہ و افسوں ہے اسلئے اس فسانہ

وافسوں میں عشق کا کام نہیں چل سکتا۔ پس تو شراب صاف پی تاکہ تو زمانہ کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے

(۹) ترجمہ۔ اے آنکھ حافظ کے سینہ کی تختی سے غم کا نقش نہ دھو۔ کیونکہ یہ معشوق کے تیر کا زخم ہے اور اس خون

کا رنگ نہیں جائیگا۔

یعنے میرے سینہ پر معشوق کے تیر کا زخم ہے۔ اور اس زخم کے خون کا رنگ ہونے سے دور نہیں ہو سکتا۔ اسلئے

اس نقش کو دھو کر صاف کرنے کی کوشش فضول ہے۔

(۸)	خوش ست بادۂ رنگیں وصحبت جاناں مدام حافظ بیدل دریں ہوس باشد	(۸)

(۱) ترجمہ - مجھ کو تیری وصل پر اگر دسترس ہو - تو پھر مجھے اپنی بخت سے اور کیا آرزو ہوسکتی ہی -
یعنے مجھے اپنی بخت سے اور کوئی آرزو نہیں -

(۲) ترجمہ - اگر دونو جہانوں میں ایکدم بھی دوست کے ساتھ گذاروں - تو مجھ کو دونو جہانوں سے حاصل وہی ایکدم ہوگا
یعنے دنیا اور آخرت میں کام کا وہی ایکدم ہے - جو معشوق کے ساتھ گذرے - ورنہ دونو جہان اور کس کام کے ہیں -

(۳) ترجمہ - تیرے آستانہ پر عاشقوں کا شور وغوغا کوئی عجیب بات نہیں جس جگہ شکرستان ہوتی ہی - مکھیاں ضرور ہوتی ہیں -

	ہر کجا چشمہ بود شیریں		مردم و مرغ و مور گرد آیند	(سعدی)

(۴) ترجمہ - اس ڈوبے ہوئی کو بچنے کی راہ کہاں مل سکتی ہی جسکے آگے پیچھے غم عشق کا طوفان ہو -
یعنے بحر عشق کے غریق کا بچنا محال ہی -

	اندر جہاں منم کہ محیط غمیم مرا		پایاں پدید نیست چہ پایاں کنارہم	

(۵) ترجمہ - عاشق کو قتل کرنے کے لئی تلوار کی کیا ضرورت ہی کیونکہ میری آدہی جان کو صرف ایک کرشمہ ہی کافی ہے -
یعنے میں پہلے ہی سے نیم جان ہوں میرے قتل کے لئی تلوار کی ضرورت نہیں - اشارہ ہی کافی ہی -

	مرگیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب		ناتوانی سی حریف دم عیسیٰ نہ ہوا	

الگزینڈر رے آزاد نے کہا ہے -

سامان قتل میرے لئے کیا ضرور ہے ابرو نہ ہو تو تیغ ستم ریز کھینچیے	خود نقص آپ میں نہ مری جاں نکالئے مژگاں نہ ہو تو خنجر براں نکالئے

(۶) ترجمہ - ہزار دفعہ مجھ سی تعارف ہوتا ہے اور پھر - جب مجھ دیکھتا ہی تو پوچھتا ہی کہ یہ کون ہی
معشوق کی بے اعتنائی کا ذکر ہے -

(۲) ترجمہ۔ رباب و چنگ بلند آواز سے کہتے ہیں کہ اہلِ راز کے پیغام کو گوشِ ہوش سے سنو۔

(۳) ترجمہ۔ جو شخص اس حلقہ میں عشق سے زندہ نہیں ہے۔ اس پر میرے فتوے سے مردہ کی طرح نمازِ جنازہ پڑھ دو

یعنی میں فتوے دیتا ہوں کہ جس شخص کا دل عشق سے زندہ نہیں وہ مردہ ہے اس پر جنازہ کی نماز پڑھ دو

مطلب یہ ہے کہ جس شخص میں عشق نہ ہو وہ زندہ نہیں ہوتا۔ اصلی زندگی عشق میں ہے۔

(۵) ترجمہ۔ عاشق اور معشوق کے درمیان بہت فرق ہے۔ جب معشوق ناز دکھلائے تو تم نیاز ظاہر کرو

(۶) ترجمہ۔ دوست کی جان کی قسم ہے کہ غم تمہاری پردہ دری کبھی نہ کریگا۔ اگر تم کارساز کی مہربانیوں پہ بھروسہ کرو

یعنے خدا کے لطف و کرم پر بھروسہ رکھو۔ غم تمہارے نزدیک نہیں آئیگا۔

(۷) ترجمہ۔ پیرِ میفروش کی پہلی نصیحت یہ ہے کہ ناجنس ہم صحبت سے پرہیز کرو۔

یعنے ناجنس کی صحبت سے بچو۔

(۸) ترجمہ۔ اگر حافظ تم سے انعام طلب کرے۔ تو اسکو دلنواز معشوق کے لب کے حوالہ کر دو

یعنے لبِ یار کا ایک بوسہ حافظ کے لئے کافی انعام ہے۔

غزل (۱۳۲)

مرا بوصل تو گر زانکہ دسترس باشد	۱	دگر ز طالع خویشم چہ ملتمس باشد
اگر بہر دو جہاں یک نفس زنم با دوست	۲	مرا ز ہر دو جہاں حاصل آن نفس باشد
بر آستاں تو غوغای عاشقاں چہ عجب	۳	کہ ہر کجا شکرستاں بود مگس باشد
رہِ خلاص کجا باشد آں غریقے را	۴	کہ سیل موجِ غمِ عشقش ز پیش و پس باشد
چہ حاجت است بشمشیر قتلِ عاشق را	۵	کہ نیم جاں مرا ایک کرشمہ بس باشد
ہزار بار شود آشنا و دیگر بار	۶	مرا بہ بیند و گوید کہ اینچہ کس باشد
ازیں سبب کہ مرا دست بخت کوتاہ است	۷	کلیم سیر بلند تو دسترس باشد

(۵) ترجمہ۔ ہر ایک پلک کی جڑ سے خون کے سو سو زیادہ قطرے ٹپکے جب کہ دل نے تیری جدائی کے ہاتھ سے فریاد کی۔

(۶) ترجمہ۔ بیدل حافظ تیری یاد میں شب روز مستغرق ہے اور تو اس دلخستہ غلام سے بالکل آزاد ہے یعنے تو مجھے بالکل یاد نہیں کرتا۔ بندہ اور آزاد کا مقابلہ لطیف ہے

ای کہ ہرگز فراموشت نکنم	ہیچت از بندہ یاد می آید	.

غزل ۱۳۴

مژدہ ای دل کہ دگر باد صبا باز آمد	۱	ہدہد خوشخبر از طرف سبا باز آمد
برکش اے مرغ سحر نغمہ داؤدی را	۲	کہ سلیماں گل از طرف ہوا باز آمد
لالہ بوی می نوشین بشنید از دم صبح	۳	داغ دل بود بامید دوا باز آمد
عارفی کو کہ کند فہم زبان سوسن	۴	تا بگوید کہ چرا رفت و چرا باز آمد
مردمی کرد و کرم بخت خدا دادہ من	۵	کاں بت سنگدل از راہ وفا باز آمد
چشم من از پی این قافلہ بس آب کشید	۶	تا بگوش دلم آواز درا باز آمد

(۷)	گرچہ ما عہد شکستیم و گنہ حافظ کرد لطف او بین کہ بصلح از در ما باز آمد	(۷)

اس غزل میں بھی تسلسل مضمون موجود ہے۔ گذشتہ غزل میں زمانہ فراق کا ذکر ہے۔ یہ غزل وصال کی خوشخبری ہے

(۱) ترجمہ۔ اے دل خوشخبری ہو کہ باد صبا پھر واپس آئی۔ اچھی خبر دینے والا ہدہد شہر سبا سے واپس آیا۔ ہدہد اور سبا کے لئے دیکھو شعر ۲۴/۱

مطلب یہ ہے کہ دیار محبوب سے قاصد آیا ہے اور معشوق کی تشریف لانے کی خبر لایا ہے (ہدہد شہر سبا سے ملکہ بلقیس کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس لایا تھا)

(۷) ترجمہ۔ چونکہ میرے بخت کا ہاتہہ چہوٹا ہی۔ اسلئے تیرے سرو بلند تک میری دسترس کب ہو سکتی ہی۔

بام ہے تبلایا بلند اور نارسا تبخشی کمند		رکھتے ہیں ہم اپنی معذوری پہ برہان اپنے پاس

(۸) ترجمہ۔ شراب اور معشوق کی صحبت بہت اچھی چیزیں ہیں۔ بیدل حافظ ہمیشہ اسی ہوس میں رہتا ہی۔

غزل ۱۴۳

میزنم ہر نفس از دست فراقت فریاد	۱	آہ اگر نالۂ زارم نرساند بتو باد
چہ کنم گر نکنم نالہ و فریاد و فغاں	۲	کز فراق تو چنانم کہ بد اندیش مباد
روز و شب غصہ و خون میخورم و چون نخورم	۳	چون ز دیدار تو دورم بچہ باشم دل شاد
تا تو از چشم من سوختہ دل دور شدی	۴	ای بسا چشمۂ خونین کہ دل از دیدہ کشاد
از بن ہر مژہ صد قطرۂ خون بیش چکید	۵	چون بر آورد دل از دست فراقت فریاد

(۶)	حافظ دل شدہ مستغرق یادیست بروز تو ازین بندۂ دلخستہ بکلی آزاد	(۶)

اس غزل کا مضمون مسلسل ہی۔ زمانۂ فراق کی المناک زندگی کا نقشہ کھینچا ہے

(۱) ترجمہ۔ میں ہر وقت تیری جدائی کی ہاتہہ سے فریاد کرتا ہوں۔ افسوس اگر میرا نالۂ زار تجہہ تک ہوا نہ پہنچائے یعنے تیرے فراق میں ہر وقت مصروف فغاں ہوں۔ اگر اب بہی تو میرے نالے نہ سنے تو افسوس ہوگا

(۲) ترجمہ۔ اگر میں نالہ فریاد اور فغاں نہ کروں تو کیا کروں۔ کیونکہ تیرے ہجر میں میری وہ حالت ہی کہ خدا دشمن کی بہی نہ کرے۔

(۳) ترجمہ۔ میں دن رات غصہ اور خون کہاتا ہوں اور کسطرح نہ کہاؤں۔ جب تیری دیدار سے دور ہوں تو اور کس چیز سے دل خوش کروں۔

(۴) ترجمہ۔ جب سے تو مجہہ سوختہ دل کی آنکہہ سے جدا ہوا ہی۔ خون کی کئی چشمے دل نے آنکہوں سے جاری کئے ہیں۔

غزل ۱۳۵

نقد ہارا بود آیا کہ عیارے گیرند	۱	تا ہمہ صومعہ داراں پی کارے گیرند
مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار	۲	بگذارند و خم طرۂ یاری گیرند
خوش گرفتند حریفاں سر زلف ساقی	۳	گر فلک شاں بگذارد کہ قراری گیرند
یارب این بچہ ترکاں چہ دلیرند بخوں	۴	کہ بہ تیر مژہ ہر لحظہ شکاری گیرند
رقص بر شعر تر و نالہ نی خوش باشد	۵	خاصہ رقصی کہ در و دست نگاری گیرند
قوت بازوی پرہیز بخوباں مفروش	۶	کہ دریں خیل حصاری بسواری گیرند
زاغ چوں شرم ندارد کہ نہد پا بر گل	۷	بلبلاں را نسزد دامن خاری گیرند
تا کنند اہل نظر خاک رہت کحل بصر	۸	عمرہا شد کہ سر راہ گذاری گیرند

(۹) حافظ ابنای زماں را غم مسکیناں نیست (۹)
زاں میاں گر بتواں بہ کہ کناری گیرند

(۱) ترجمہ۔ خدا کرے کبھی ایسا ہو کہ تمام نقدیوں کو پرکھا جائے۔ تاکہ تمام معبد نشین کسی کام میں لگ جائیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ان تمام زاہدانِ ظاہردار و عابدانِ ریاکار کے نقد اعمال کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ تو ضرور ہے کہ اکثر لوگوں کی نقدی کھوٹی نکلے گی۔ اگر ایسا کیا گیا تو پھر یہ لوگ اس ریاکاری کو چھوڑ کر کسی کام میں لگ جائیں گے۔ یعنے یا تو خلوص سے عبادت شروع کر دینگے۔ یا بالکل عبادت خانوں کا نام ہی نہ لینگے۔ موجودہ صورت میں یہ لوگ نہ اِدھر کے ہیں نہ اُدھر کے۔ نہ دین کے ہیں نہ دنیا کے۔

(۲) ترجمہ۔ میرے نزدیک مصلحت یہی ہے کہ یاران مشرب تمام کام چھوڑ دیں اور معشوق کی زلف کے خم کو پکڑ لیں۔

یعنے تمام کاموں سے اچھا کام یہی ہے۔ کہ ہم معشوق کے ہو رہیں اور اسکی زلف کے اسیر ہو کر تمام

(۲) ترجمہ۔ اے بلبل داؤدی نغمہ گا کیونکہ پہول کا سلیمان ہوا کی طرف سے واپس آیا۔

داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان ؑ کے والد تہے۔ نہایت خوش الحان تہے۔ لحن داؤدی مشہور ہے۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے۔ پہول شگفتہ ہوگئے ہیں۔ اے بلبل تو بہی خوش الحانی سے نغمہ سرائی کر۔ داؤد، سلیمان اور ہوا کی رعایت ظاہر ہے دیکہو شعر د ۱

(۳) ترجمہ۔ لالہ نے نسیم صبح سے خوش ذائقہ شراب کی خوشبو نہیں سونگہی۔ بلکہ دل کا ایک داغ تہا۔ جو دوا کی امید سے آیا

مطلب یہ ہے کہ یہ گل لالہ نہیں جو نسیم صبح سے شراب کی بو سونگہ کر باہر آیا ہے۔ بلکہ یہ عاشق کے دل کا داغ ہے۔ جو علاج کی امید پر نکلا ہے۔ (گل لالہ کے اندر داغ ہوتا ہے جسے داغ دل سے تشبیہ دیتے ہیں)

(۴) ترجمہ۔ کون ایسا عارف ہے جو سوسن کی زبان کو سمجہے۔ تاکہ وہ کہے کہ کیوں گئی اور کیوں واپس آئی۔

سوسن۔ ایک پہول ہے جسکی پتیوں کو بوجہ مشابہت صوری زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ سوسن زبان حال سے یہ بتا رہی ہے کہ وہ کیوں (موسم خزاں میں) چلی گئی اور (موسم بہار میں) واپس آئی۔ لیکن کوئی ایسا عارف نہیں جو اسکی زبان کو سمجہے۔

(۵) ترجمہ۔ میرے خداداد بخت نے جو انمردی اور مہربانی کی۔ کہ وہ سنگدل بت وفا کی راہ سے واپس آیا

یعنے میرے سنگدل معشوق نے وفاشعاری اختیار کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ میرا بخت بیدار ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میری آنکہوں نے اس قافلہ کیلئے بہت سا پانی چہڑکا۔ حتےٰ کہ میرے دل کے کانوں میں درا کی آواز سنائی دی۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کے قافلہ کے آنے کی امید میں میری آنکہیں رستہ میں چہڑکاؤ کرتی رہیں تاکہ گرد نہ اٹہے۔ اتنی مدت پانی چہڑکنے کے بعد اب رستے رستے جرس و درا کی آواز آتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قافلہ نزدیک آگیا۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ معشوق کے انتظار میں کتنی مدت میں روتا رہا۔ اب اسکے آنے کی خبر سنی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ ہم نے عہدشکنی کی اور حافظ نے گناہ کیا۔ لیکن اسکی (معشوق کی) مہربانی دیکہہ کہ صلح سے ہمارے دروازہ سے اندر آیا۔

یہ چھ شعر ے کر علیحدہ غزل کی صورت میں یہاں لکھ گئے ہیں ۔ کاتبوں کی غلطی ہے ۔ لہذا اس غزل کو نظر انداز کیا جاتا ہے ۔

غزل ۱۳۷

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند	۱	نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند
نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست	۲	کلاہ داری و آئین سروری داند
ہزار نکتہ باریکتر ز مو اینجاست	۳	نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
در آب دیدۂ خود غرقہ ام چہ چارہ کنم	۴	کہ در محیط نہ ہر کس شناوری داند
غلام ہمت آن رند عافیت سوزم	۵	کہ در گدا صفتی کیمیاگری داند
سواد نقطۂ بینش ز خال تست مرا	۶	کہ قدر گوہر یکدانہ گوہری داند
بباختم دل دیوانہ و ندانستم	۷	کہ آدمی بچۂ شیوۂ پری داند
بقد و چہرہ ہر آنکس کہ شاہ خوبان شد	۸	جہان بگیرد اگر دادگستری داند
وفای عہد نکو باشد ار بیاموزی	۹	وگرنہ ہر کہ تو بینی ستمگری داند
تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن	۱۰	کہ دوست خود روش بندہ پروری داند

(۱۱) ز شعر دلکش حافظ کسی شود آگاہ
کہ لطف طبع و سخن گفتن دری داند (۱۱)

(۱) ترجمہ ۔ ہر ایک شخص جو چہرہ کو چمکا لے دلبری نہیں جانتا ۔ ہر ایک شخص جو آئینہ بنا لے سکندری نہیں جانتا
آئینہ اور سکندر کے لئے دیکھو شعر الف ۳/۸

مطلب یہ ہے کہ صرف حسین ہونے سے آدمی معشوق نہیں بن سکتا اور صرف آئینہ بنا لینے سے کوئی آدمی سکندر نہیں ہو سکتا ۔

(۲) ترجمہ ۔ ہر ایک شخص جو ٹوپی کے کونہ کو ٹیڑھا کر کے رکھے اور مغرور ہو کر بیٹھے ۔ بادشاہی اور سروری کے آئین نہیں جانتا

قیود سے آزاد ہو جائیں

(۳) ترجمہ۔ حریفوں نے ساقی کی سر زلف کو خوب پکڑا ہی۔ بشرطیکہ آسمان انہیں اجازت دی کہ وہاں قرار پکڑیں

یعنے عاشق تو زلف معشوق میں گرفتار ہو چکی ہیں۔ بشرطیکہ دور چرخ انکو وہاں ٹھیرنے دے۔

(۴) ترجمہ۔ اے خدا یہ ترک بچے خون کرنے میں کتنے دلیر ہیں۔ کہ پلکوں کے تیر سے ہر لحظہ ایک شکار پکڑتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ پاکیزہ شعر اور بانسلی کی آواز پر رقص کرنا بہت اچھا ہوتا ہی۔ خصوصاً وہ رقص جس میں معشوق کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اپنے بازوئے پرہیز کی قوت حسینوں کے سامنے ظاہر نہ کر۔ کیونکہ اس لشکر میں ایک قلعہ کو صرف ایک سوار کے ذریعے فتح کر لیتے ہیں۔

یعنے تو حسینوں کے سامنے اس بات کا غرور نہ کر کہ تو اپنے آپ کو ان سی بچا سکتا ہی۔ کیونکہ حسینوں کی فوج کا تنہا ایک سوار بہی ایک قلعہ کو سر کر سکتا ہی۔

(۷) ترجمہ جب کوا پہول پر پاؤں رکہنے سے شرم نہیں کرتا۔ تو جائز ہوگا اگر بلبلیں کانٹے کا دامن پکڑلیں

یعنے جب نااہل اس مردم ناشناسی کے زمانہ میں بلند مراتب پر پہنچ جاتے ہیں اور اس امر سے شرم نہیں کرتے کہ جس چیز کے وہ لائق نہیں اس پر کیوں قبضہ رکہیں۔ تو پہر باکمال لوگ رنج و تعب میں عمر بسر نہ کریں تو اور کیا کریں ؎ احمقاں سرور شدستند وزبیم ✤ عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم ✤

(۸) ترجمہ۔ تاکہ اہل نظر تیرے رستہ کی مٹی کو آنکہوں کا سرمہ بنائیں۔ مدتیں گذر گئیں کہ وہ رستہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

یہ شعر بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہی۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ ابنائے وقت کو مسکینوں کا غم نہیں ہی۔ اگر ہو سکے تو بہتر ہے کہ ان سے کنارہ کشی کی جائے۔

غزل (۱۳۶)

اس غزل کی تمام اشعار غزل (۸۴) میں آچکے ہیں مطبوعہ دیوانوں میں غزل مذکورہ بالا میں سے

یعنے مجھے معلوم نہ تہا کہ تو پریوں کا شیوہ رکھتا ہی اور آدمیوں سی بہاگتا ہی۔ ورنہ میں دل نہ ہارتا۔

(۸) ترجمہ۔ قد اور چہرہ سی جو شخص حسینوں کا بادشاہ ہوگیا۔ اگر وہ انصاف کرنا جانتا ہو تو تمام جہان کو فتح کرسکتا ہے۔

یعنے یہی قد اور گلعذار معشوق اگر کم و بیش انصاف ہی کرے اور محض ستمگار ہی نہ ہو۔ تو جہاں کو اپنا شیدا بنا سکتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اگر تو وعدہ کو پورا کرنا سیکھ لے تو بیشک بڑی بات ہی وگرنہ جس کسی کو دیکھو ستمگری جانتا ہی۔

یعنے جفا تو ہر ایک شخص کرسکتا ہی۔ اگر ہو سکے تو وفا کر۔

(۱۰) ترجمہ۔ تو گدا اگروں کیطرح اجرت کی شرط پر بندگی نہ کر۔ کیونکہ معشوق خود بندہ پروری کی روش کو جانتا ہے مطلب یہ ہی کہ بہشت کے لئے نہیں بلکہ صدق دل اور خلوص سی عبادت کر اور اجر کا خیال نہ کر۔ خدا خود تیری ضرورتوں کو جانتا ہی۔ اور وہ بڑا بندہ نواز ہے۔

صلہ و مزد مبیندیش کہ در ریزش عام		لالہ از داغ و گل از چاک بہ شبنم نرسد		(غالب)

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ کی دلکش شعر سے صرف وہی شخص واقف ہو سکتا ہی جسکی طبیعت میں لطافت ہو اور فارسی شعرگوئی جانتا ہو۔

دری۔ سات فارسی زبانوں میں ہی ایک کا نام منسوب بدرہ کوہ۔ چونکہ زمانہ سابق میں جو لوگ پہاڑوں کی دروں میں رہتی تھے اور بیرونی دنیا سی انکا اختلاط نہ تہا انکی زبان بہی دوسری زبانوں سی مخلوط نہ ہوئی۔ اس لئے ان کی زبان کو زیادہ صحیح اور فصیح سمجہا جاتا تہا۔ جسے دری کہتی تھے۔ بعض کے نزدیک دری کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ بہمن کے زمانہ میں چونکہ اطراف و اکناف ملک سی لوگ دربار میں آتے تھے اور ایکدوسری کی زبان نہیں سمجھتے تھے بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک مشترکہ زبان وضع کریں جو دربار میں بولی جائے۔ چنانچہ اس زبان کا نام دری ہوا۔ فارسی زبان کی سات قسموں کے نام یہ ہیں۔

(۱) فارسی۔ (۲) دری۔ (۳) پہلوی۔ (۴) ہروی۔ (۵) سکزی (۶) زاولی (۷) سغدی۔ ان تمام میں سی سب سے زیادہ فصیح دری ہے۔

کلاہ داری۔ بادشاہی سلطنت۔ مطلب یہ ہے کہ بادشاہ ہونے کے لئے اور صدہا باتوں کی ضرورت ہے۔ صرف کج کلاہی اور غرور سے انسان بادشاہ نہیں بن سکتا۔

لسان العصر سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی فرماتے ہیں

نہ ہر کہ ووٹ بدید وخت ممبری داند	نہ ہر کہ بحث بیاموخت لیڈری داند
نہ ہر کہ ہیٹ بپوشید وکوٹ در برکرد	ادائے مغرب وآئین مسٹری داند

(۳) ترجمہ۔ اس جگہ ہزارہا نکتے بال سے بھی زیادہ باریک ہیں۔ ایک ہر شخص جو سر منڈائے قلندری نہیں جانتا۔ قلندر عموماً سر کے بال منڈوا دیتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ صرف سر منڈوانے سے آدمی قلندر نہیں بن سکتا۔ قلندر بننے کے لئے ہزاروں اور باتیں بھی ضروری ہیں۔ مو اور سر تراشیدن کی رعایت ظاہر۔ شعر ہذا اور شعر (۱) و (۲) میں ایک ہی مضمون ہے۔ اسی مضمون پر غالب نے کہا ہے۔

نے ہر ترانہ سنج نکیسا نوا بود	نے ہر سخن سرا بہ سحباں برابر است
نے ہر شتر سوار بہ صالح بود ہمال	نے ہر شباں بموسیٰ عمراں برابر است
نے ہر کہ گنج یافت ز پرویز گوے برد	نے ہر کہ باغ ساخت برضواں برابر است

(۴) ترجمہ۔ میں اپنی آنکھ کے دریا میں (یعنی آنسوؤں میں) خود غرق ہوں کیا کروں کہ سمندر میں ہر ایک شخص تیرنا نہیں جانتا۔

(۵) ترجمہ۔ میں اس عافیت سوز رند کی ہمت کا غلام ہوں۔ جو گداگری میں بھی کیمیاگری جانے یا جو گداگری کو کیمیاگری جانے۔

یعنے باوجود مفلس ہونیکی ہمت شاہانہ رکھے عافیت سوز وہ شخص جو خوشی اور غم کو برابر سمجھے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرا نقطۂ بینش کی سیاہی خال ہے۔ گوہر یکدانہ کی قدر صرف گوہری ہی جانتا ہے۔

نقطۂ بینش۔ یعنے مردم چشم۔ آنکھ کی پتلی۔ **گوہر یکدانہ**۔ جسے در یتیم کہتے ہیں۔ صدف میں اگر صرف ایک موتی ہو۔ تو وہ موتی بہت بڑا اور نہایت آبدار ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میری آنکھ کی پتلی کو سیاہی تیرے خال سیاہ سے حاصل ہوئی اور تیرے خال کی قدر میں ہی جانتا ہوں۔ ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے اپنے دیوانہ دل کو مار دیا اور نہیں جانتا تھا۔ کہ آدمی کا بچہ پری کا شیوہ جانتا ہوگا۔

لعبت ۔ کھلونا ۔ گڑیا ۔ تصویر ۔ پتلی ۔ لعبت بازی ۔ پتلیوں کا تماشا دکہانا

مطلب یہ ہو کہ میں اپنے خیالات کی لعبت بازی ۔ اس لئے کرتا ہوں کہ شائد کوئی اہل نظر آکر اس کو دیکھے یعنی میں یہ نغز گفتاری اور خیال آفرینی اس لئے کرتا ہوں کہ شاید کوئی اہل آکر اسی سنے

(۴) ترجمہ ۔ عشق کی راہ اگرچہ کمانداروں کی گہات کی جگہ ہی ۔ لیکن جو شخص دیکھہ بہال کر چلتا ہی ۔ وہ دشمنوں پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے ۔

یعنے ۔ راہ عشق میں اگرچہ ہر مقام پر کماندار گہات لگائے بیٹھے ہیں اور قدم قدم پر جان کا خطرہ ہی ۔ لیکن جو راہرو احتیاط سے چلتا ہے ۔ وہ دشمنوں سے بچ کر نکل جاتا ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ جادو معجزہ کی برابری نہیں کرسکتا بے فکر رہ ۔ سامری کون ہو کہ ید بیضا سے بازی لے جائے ۔

سامری کے لئے دیکھو شعر د ۲۲ **ید بیضا** ۔ چمکتا ہوا ہاتہہ ۔ سفید ہاتہہ ۔ حضرت موسیٰ اپنے ہاتہہ کو بغل میں لیجا کر باہر نکالتے تھے تو مثل آفتاب روشن ہو جاتا اور آنکھوں میں چکا چوند آنے لگتی تہی ۔ یہ انکا معجزہ ہو سورہ القصص میں ہی ۔ اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ ۔ یعنے اپنے ہاتہہ کو اپنے گریبان میں لے جا تاکہ سفید اور روشن نکلے ۔

(۶) ترجمہ ۔ شراب کی مینائی جام تنگدلی کو دور کرتا ہی ۔ اسے ہاتہہ سے نہ چھوڑ ورنہ غم کا طوفان تجہے بہا لے جائیگا ۔

سد رہ ۔ رستہ کی دیوار ۔ رستہ کی رکاوٹ ۔ مانع ۔ روکنے والا ۔ دور کرنے والا

(۷) ترجمہ ۔ اے باغبان میں تجہے خزاں سے بیخبر دیکہتا ہوں ۔ اس روز پر افسوس جب ہوا تیرے خوبصورت پہول کو خراب کر دے گی ۔

(۸) ترجمہ ۔ زمانہ کا رہزن سویا ہوا نہیں ہی اس سے بیفکر نہ ہو ۔ اگر آج نہیں لوٹا تو کل لوٹ لیجائیگا ۔

ان دونو شعروں میں دنیا کی ناپائداری بیان کی گئی ہی ۔ چند روزہ بہار پر مغرور نہیں ہونا چاہئے ۔ کیونکہ خزاں اسکے تعاقب میں ہی ۔ زمانہ ایک رہزن ہی جو کبھی بیکار نہیں بیٹھتا ۔ اگر آج کسی کی متاع حیات اسکے ہاتہہ سے بچ گئی ہی تو کل ضرور غارت ہو جائیگی ۔

(۹) ترجمہ ۔ بچھڑے کی آواز اگر بلند ہو تو اسکو دہوکہ میں نہ آ ۔ سہا خورشید صفا سے کب سبقت لے جاسکتا ہے

گاؤ ۔ سے مراد سامری کا بنایا ہوا وہ سونے چاندی کا گوسالہ جو زندہ بچھڑے کی طرح بولتا تہا ۔

غزل ۱۳۸

نیست در شهر نگاری که دل ما ببرد	۱	بختم ار یار شود رختم ازینجا ببرد
کو حریفی خوش و سرمست که پیش کرمش	۲	عاشق سوخته دل نام تمنا ببرد
در خیال این همه لعبت بهوس می بازم	۳	بو که صاحب نظری نام تماشا ببرد
راه عشق ارچه کمینگاه کمانداران ست	۴	هر که دانسته رود صرفه ز اعدا ببرد
سحر با معجزه پهلو نزند دل خوش دار	۵	سامری کیست که دست از ید بیضا ببرد
جام مینائی می سد ره تنگدلیست	۶	منه از دست که سیل غمت از جا ببرد
باغبانا ز خزان بیخبرت می بینم	۷	آه ازان روز که بادت گل رعنا ببرد
رهزن دهر نخفته است مشو ایمن ازو	۸	اگر امروز نبردست که فردا ببرد
بانگ گاوی چه صدا باز دهد عشوه مخر	۹	کی سها گوی ز خورشید مصفا ببرد
علم و فضلی که بچل سال دلم جمع آورد	۱۰	ترسم آن نرگس مستانه بیغما ببرد

(۱۱) حافظ ار جان طلبد نرگس مستانهٔ او
خانه از غیر بپرداز و بهل تا ببرد (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ شہر میں کوئی ایسا معشوق نہیں جو ہمارا دل لے لے۔ اگر میرا بخت یاور ہو تو میرا اسباب یہاں سے لے جائے۔

یعنے اس شہر میں تو کوئی ایسا معشوق نہیں۔ جو ہمارا دل لے لے۔ البتہ آب و دانہ اگر کسی اور جگہ لیجائے تو شائد کوئی ایسا معشوق مل جائے۔ بعض شارحین شہر سے مراد دنیا لیتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ ایسا خوش اور سرمست حریف کون ہے کہ اسکی مہربانی کے سامنے۔ سوختہ دل عاشق تمنا کا نام لے۔
یعنے ایسا معشوق کون ہے جسکی مہربانی کی امید پر اپنی آرزو بیان کی جائے۔

(۳) ترجمہ۔ میں خیال میں یہ تمام لعبت بازی اس امید پر کرتا ہوں کہ شاید کوئی صاحب نظر تماشا کا نام لے

یہ غزل خواجہ صاحب نے موسم بہار پر یا شرح صدر کی کیفیت پر لکھی ہو مضمون مسلسل ہو۔

(۱) ترجمہ۔ بادِ صبا کا سانس مشک نشاں ہو جائیگا۔ بوڑھا زمانہ از سرِ نو جوان ہو جائے گا۔

یعنے باد بہاری اپنی خوشبو سے دنیا کو از سرِ نو جوان کر دیگی

(۲) ترجمہ۔ ارغوان عقیق کا پیالہ چنبیلی کو دیگا۔ اور نرگس کی آنکھ شقائق کو دیکھنے لگے گی۔

ارغوان۔ ایک سرخ پھول تحقیق کے لئے دیکھو شعر د ۱۲۱ عقیق۔ سرخ رنگ کا ایک قیمتی پتھر

مجازاً شراب۔ شقایق۔ گل لالہ۔ مفرد اور جمع ہر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

خواجہ صاحب نے بزم چمن میں گل ارغواں کو جام عقیقی۔ سمن کو بادہ خوار۔ چشم نرگس کو عاشق کی آنکھ اور

گل لالہ کو معشوق کا سرخ چہرہ بیان کیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ پھول عزیز ہے اور اسکی صحبت کو غنیمت جانو۔ کیونکہ یہ باغ میں اس رستہ سے آیا۔ اس رستہ

سے چلا جائیگا۔

یعنے پھول کی بہار چند روزہ ہی اسے غنیمت جانو۔

(۴) ترجمہ۔ ظلم جو غم ہجراں سے بلبل نے اٹھائی۔ پھول کے سراپردہ تک نعرے مارتی چلی جائیگی۔

سراپردہ۔ بارگاہِ بادشاہی۔ بڑا پردہ جو بطور دیوار کے خیمہ کے آگے لگاتے ہیں گھر کا پردہ

مطلب یہ ہے کہ بلبل ہجر کے ظلم کی فریاد بارگاہِ گل میں لیجائیگی۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل اگر تو آج کی عشرت کو کل پر ڈالتا ہی۔ تو نقدِ ہستی کے سرمایہ کا ضامن کون ہوگا۔

مطلب یہ ہی کہ زندگانی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ کون ضامن ہو سکتا ہی کہ ہم کل تک زندہ رہینگے۔ اسلئے چاہیئے

کہ آج ہی عیش و عشرت کر لیں اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ر ۲ پ

(۶) ترجمہ۔ رمضان کے مہینہ میں پیالہ ہاتھ سے نہ چھوڑ کیونکہ یہ آفتاب (یعنے پیالہ) عید الفطر کی رات تک آنکھوں سے غائب

رہے گا۔

یعنے ماہ رمضان میں تو شراب کا پیالہ ملنے کا نہیں۔ تمام کسر ماہِ شعبان میں ہی نکال لو

گویند کہ ماہ رمضان گشت پدید	من بعد بہ سکر و بادہ نتواں گردید
در آخرِ شعباں خورم چنداں مے	کاندر رمضان مست بیفتم تا عید

(۸) ترجمہ۔ مطرب محبت کی مجلس ہے۔ غزل اور سرود سنا۔ کب تک تو کہیگا کہ ایسا ہی اور ویسا ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے بہت سے لوگ سامری نے اس جادوگری سے گمراہ کیئے۔ مزید معلومات کے لئے دیکھو شعر د ۲۴۔

سہا ۔ بنات النعش میں ایک باریک ستارہ کا نام ۔ بنات میں دوسرے ستارہ کے ساتھ واقع ہے ۔

مطلب یہ ہے ۔ کہ سہا جیسا ایک باریک ستارہ آفتاب سے گوئے سبقت نہیں لیجا سکتا۔ اسی طرح سامری کی جادوگری حضرت موسےٰ ع کے معجزوں پر غالب نہیں آسکتی ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ وہ علم و فضل جو میرے دل نے چالیس سال میں جمع کیا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ مست آنکھ یکمشت ہی لیجائیگی۔ یعنے معشوق کی مست آنکھ۔

(۱۱) ترجمہ ۔ اے حافظ اگر اسکی مست آنکھ جان مانگے۔ تو خانۂ وجود کو جان سے خالی کردے اور چھوڑ دے کہ وہ آئے لیجائے بعض دیوانوں میں دوسرا مصرع اسطرح ہے ع خانہ از غیر بپرداز و بہل تا ببرد ۔ یعنے خانۂ دل کو خیالات غیر اللہ سے خالی کر دے ۔

غزل (۱۳۹)

نفس باد صبا مشک فشاں خواہد شد	۱	عالم پیر دگر بارہ جواں خواہد شد
ارغواں جام عقیقی بہ سمن خواہد داد	۲	چشم نرگس بشقائق نگراں خواہد شد
گل عزیز ست غنیمت شمریدش صحبت	۳	کہ بباغ آمد ازیں راہ وازاں خواہد شد
ایں تطاول کہ کشید از غم ہجراں بلبل	۴	تا سراپردہ گل نعرہ زناں خواہد شد
ای دل ار عشرت امروز بفردا فگنی	۵	مایۂ نقد بقارا کہ ضماں خواہد شد
ماہ شعبان منہ از دست قدح کایں خورشید	۶	از نظر تا شب عید رمضاں خواہد شد
مطربا مجلس انس ست غزل خواں و سرود	۷	چند گوئی کہ چنیں رفت و چناں خواہد شد
گر ز مسجد بخرابات شدم عیب مکن	۸	مجلس وعظ دراز ست و زماں خواہد شد
حافظ از بہر تو آمد سوے اقلیم وجود	۹	قدمی نہ بوداعش کہ رواں خواہد شد

آتے ہیں ان میں سے کئی جلائے جانے کے قابل ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارا صوفی جو صبح کے ورد سے مست ہوتا تھا۔ شام کے وقت اسے دیکھو کہ (شراب پی کر) سرخوش ہوتا ہے۔

سرخوش۔ مستی کی ایک حالت تحقیق کے لئے دیکھو شعر ت ۱

مطلب یہ ہے کہ زاہد جو صبح کے وقت ورد وظیفہ سے مست ہوتا ہے۔ شام کو شراب پی کر مست ہو جاتا ہے۔ زاہد ریاکار کے شرب لہو و لعب کیطرف اشارہ ہے۔

(۳) ترجمہ۔ کیا اچھا ہو اگر تجربہ کی کسوٹی درمیان میں آئے۔ تاکہ سیاہ رو ہو جائے جس میں کہ میل ہو۔

محک۔ کسوٹی۔ سنگِ زرکش۔ جس پر سونے چاندی کی آزمائش کرتے ہیں۔

غش۔ کدورت۔ میل۔ آمیزش۔ ملاوٹ۔ کھوٹاپن۔ عیب۔ خیانت۔ تشویش۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تمام لوگوں کے نقدِ اعمال کو تجربہ کی کسوٹی پر لگایا جائے تو بہت اچھا ہو گا۔ کیونکہ کھوٹا کھرا معلوم ہو جائیگا جس شخص میں ذرا کدورت ہوگی وہ معرضِ امتحان میں آتے ہی سیاہ رو ہو جائیگا جسطرح کھوٹا سونا کسوٹی پر گھسنے سے سیاہی دیتا ہے۔ در وغش باشد یعنی در او غش باشد۔ دروغش باشد بھی پڑھا جا سکتا ہے یعنے جس میں جھوٹ ہو۔

(۴) ترجمہ۔ ناز و نعمت کا پلا ہوا شخص دوست تک نہیں پہنچ سکتا۔ عاشقی بلاکش رندوں کا کام ہے۔

یعنے عاشق کے لئے بلاکش اور رند ہونا ضروری ہے۔ اسے چاہیئے کہ ہر ایک قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے لئے طیار ہو۔ ناز و نعمت کے پلے ہوئے آدمی منازلِ عشق کو کبھی طے نہیں کر سکتے اور نہ منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ ساقی کا خط اگر اسی طرح پانی پر نقش بنائیگا۔ تو بہت سے ایسے چہرے ہونگے جو خون دل سے منقش ہو جائینگے

یعنے اگر اسی طرح ساقی کے سبزۂ خط کا عکس جام شراب میں پڑتا رہا اور عاشق دیکھتے رہے۔ تو اکثر ان کے چہروں پر لہو کے آنسوؤں کے نقش پیدا ہونگے۔ یعنے عاشق خون کے آنسو چہرہ پر گرائینگے

(۶) ترجمہ۔ دنیائے دوں کا غم تو کب تک کھائیگا۔ شراب پی۔ افسوس دانا دل پر افسوس ہے جو تشویش میں ہو۔

یعنے افسوس ہے اس دل پر جو دانا ہو کر مغموم رہے۔ دانائی یہی ہے کہ دل میں دنیائے دوں کا غم مطلق نہ ہو۔

حکیم ثنائی	ہمہ غمہا فروتر از این است		غم دین خور کہ غم غم دین است

یعنے جب تک تو چنیں و چناں کرتا رہیگا - بزم احباب ہی - نغمہ سرائی کر -

(۸) ترجمہ - اگر میں مسجد سے خرابات کیطرف چلا گیا تو عیب جوئی نہ کر - وعظ کی مجلس لمبی ہوتی ہی اور دیر ہوجائیگی -

مطلب یہ ہے کہ زندگی کا وقت تہوڑا ہی - کون مجلس وعظ میں اسی ضائع کرے -

(۹) ترجمہ - حافظ تیرے لئے ملکِ وجود کیطرف آیا - اسکو الوداع کہنے کے لئے قدم رنجہ فرما کہ اب وہ روانہ ہوجائیگا -

یعنے حافظ صرف تیرے دیکھنے کیلئے ملکِ عدم سے اقلیم وجود میں آیا - اب وہ پہر ملکِ عدم کو جا رہا ہے اسکو رخصت کرنے کے لئے تشریف لا -

غزل ۱۴۰

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بیغش باشد	۱	ای بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد
صوفی ما کہ ز ورد سحری مست شدی	۲	شامگاہش نگراں باش کہ سرخوش باشد
خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں	۳	تا سیہ روی شود ہر کہ در و غش باشد
ناز پرورد تنعم نبرد راہ بدوست	۴	عاشقی شیوہ رنداں بلاکش باشد
خط ساقی گر ازیں گونہ زند نقش بر آب	۵	ای بسا رخ کہ بخونابہ منقش باشد
غم دنیای دنی چند خوری بادہ بخور	۶	حیف باشد دل دانا کہ مشوش باشد

(۷) دلق و سجادۂ حافظ ببرد بادہ فروش
گر شرابش ز کف آں ساقی مہوش باشد (۷)

(۱) ترجمہ - صوفی کا نقد تمام تر صاف اور آمیزش سے خالی نہیں ہوتا - بہت سے ایسے خرقے ہیں جو جلائے جانے کے قابل ہیں -

یعنے صوفی کا نقدِ اعمال بالکل کھرا ہی نہیں - اس میں ریا کی آمیزش بہی ہی اور یہ پارسائی کی لباس جو نظر

یعنے کسی نے بھی تیرا چہرہ نہیں دیکھا صرف اپنے قیاس سے اسے ماہ و پروین سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ ورنہ تیرا چہرہ کہاں اور ماہ و پروین کہاں۔

آنانکہ وصفِ حسنِ تو تفسیر میکنند	خواب ندیدہ را ہمہ تعبیر میکنند

(۲) ترجمہ۔ ہمارے شورانگیز عشق کی داستان کا ایک حصہ ہے۔ یہ تمام کہانیاں جو لوگ شیریں فرہاد کی بیان کرتے ہیں

یعنے شیریں فرہاد کے عشق کے تمام قصے ہماری داستانِ عشق کا ایک ورق ہیں

اگر لیلی و مجنوں زندہ گشتے	حدیثِ عشق ازیں دفتر نوشتے

(۳) ترجمہ۔ گلعذار معشوقوں کے کوچہ کی مٹی جان بخش خوشبو رکھتی ہے عارفوں نے اس جگہ سے اپنی عقل کے مشام کو خوشبودار کیا ہے۔

یعنے عارفوں کے مشامِ جان کوئی محبوب کی خوشبو سے معطر ہوتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ خاکی انسان کاس الکرام کے گھونٹ سے محروم ہیں۔ اس ظلم کو دیکھو جو مسکین عاشقوں کے ساتھ کیا گیا

کاس ۔ پیالہ شراب۔ پیالہ کرام۔ جمع کریم۔ سخی لوگ۔ بزرگ لوگ

مطلب یہ ہے کہ خاکی انسان کو شرابِ عشق کے اس پیالہ سے محروم رکھا گیا ہے جس سے عالم علوی کے رہنے والے شراب پیتے ہیں۔ یہ ان بیچارے مسکین عاشقوں کے ساتھ بے انصافی کی گئی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ کوے اور چیل کو شہ شکار اور قید کے لائق نہیں۔ یہ بزرگی شاہباز اور شاہین کو ہی دی گئی ہے ظاہر ہے کہ کوئی آدمی کوے اور چیل کا شکار نہیں کرتا اور نہ انکو پکڑ کر پنجروں میں رکھتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حقیر اور مردار خوار جانور ہیں۔ اس عزت کے قابل نہیں کہ انکو شکار کیا جائے یا انکو پکڑا جائے۔ یہ عزت اور بزرگی صرف شہباز اور شاہین کو نصیب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صیاد کی نظر بھی اچھی چیزوں پر پڑتی ہے۔ چنانچہ دنیا میں سب سے زیادہ تکلیفات خدا کے نیک بندوں پر آتی ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اے ساقی شراب دے کہ ازل کے حکم کے ساتھ کوئی چارہ نہیں چل سکتا۔ جو کچھ مقرر کیا گیا ہے وہ تغیر و تبدل کے قابل نہیں۔

یعنے روز ازل سے ہی شراب ہماری قسمت میں ہے۔ اب کچھ تغیر نہیں ہو سکتا

(۷) ترجمہ۔ عقل سے بیگانہ ہو جا اور جان کی طرح بغل میں دبا لے دخترِ رز کو جس کا مہر نقدِ عقل مقرر کیا گیا

مطلب یہ ہے کہ دخترِ رز کا حق مہر عقل ہے۔ عقل اسکے حوالہ کر اور اسکو بغل میں لے۔ یعنی شراب پی

(۷) ترجمہ۔ حافظ کا خرقہ اور سجادہ (جائے نماز) میفروش سے ہے۔ اگر اس چاند کے چہرہ والے ساقی کے ہاتھ سے شراب ملے

یعنی اگر وہ ماہوش ساقی اپنے ہاتھ سے شراب دے۔ تو حافظ اپنا جبہ اور سجادہ شراب کے عوض دینے پر تیار ہے۔ یعنی ترک زہد کرنے پر تیار ہے۔

اپنے ہاتھوں سے جو دو بھر کے انہیں جام شراب		شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو۔

غزل ۱۴۱

نسبت رویت اگر با ماه پروین کرده اند ۱ صورت نادیده تشبیهی بتخمین کرده اند

شمه از داستان عشق شور انگیز ماست ۲ این حکایتها که از فرهاد و شیرین کرده اند

نکهت جان بخش دارد خاک کوی گلرخان ۳ عارفان زانجا مشام عقل مشکین کرده اند

خاکیان بی بهره اند از جرعه کاس الکرام ۴ این تطاول بین که با عشاق مسکین کرده اند

شهپر زاغ و زغن زیبای صید و قید نیست ۵ کاین کرامت همره شهباز و شاهین کرده اند

ساقیا می ده که با حکم ازل تدبیر نیست ۶ قابل تغییر نبود آنچه تعیین کرده اند

از خرد بیگانه شو چون جان بنش اندر بر بکش ۷ دختر رز را که نقد عقل کابین کرده اند

در سفالین کاسه رندان بخواری منگرید ۸ کاین حریفان خدمت جام جهان بین کرده اند

تیر مژگان دراز و غمزه جادو نکرد ۹ آنچه آن زلف دراز و خال مشکین کرده اند

یک شکر انعام ما بود و لبت رخصت نداد ۱۰ هم تو انصاف بده شیرین لبان این کرده اند

شاهدان از آتش رخسار رنگین دمبدم ۱۱ زاهدان را رخنه ها اندر دل و دین کرده اند

(۱۲)	شعر حافظ را که یکسر مدح احسان شماست هر کجا بشنیده اند از لطف تحسین کرده اند	(۱۲)

(۱) ترجمہ۔ اگر تیرے چہرہ کو ماہ و پروین سے نسبت کی ہے۔ تو بات یہ ہے کہ انہوں نے اک نادیدہ چیز کو تخمیناً تشبیہ دیدی ہے،

آہ آہ از دست صرافاں گوہر ناشناس	۹	ہر زماں خر مہرہ را با دُر برابر می کنند
بر در میخانۂ عشق ای ملک تسبیح گوی	۱۰	کاندر آنجا طینت آدم مخمر می کنند

صبحدم از عرش می آمد خروشی عقل گفت
قدسیاں گوئی کہ شعر حافظ از بر میکنند (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ یہ واعظ جو محراب و منبر پر جلوہ دکہاتے ہیں۔ جب خلوت میں جاتے ہیں تو وہ دوسرا کام کرتے ہیں
یہ شعر خواجہ صاحب کے مشہور ترین اشعار میں سے ہے اور اکثر تحریر و تقریر میں استعمال کیا جاتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ واعظ مجلس وعظ میں جن کاموں سے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔ خلوت میں خود انہیں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آن کار دیگر کا خاص اشارہ کسی ممنوع فعل کیطرف سمجھو۔

(۲) ترجمہ۔ میں ایک مشکل رکھتا ہوں مجلس کے دانشمند سے پوچھو کہ توبہ کی ہدایت کرنے والے خود توبہ کیوں نہیں کرتے۔
یعنے میرے لئے یہ بات ایک معما ہے اور سمجھ میں نہیں آتی کہ جو لوگ لوگوں کو توبہ سکھاتے ہیں خود توبہ کیوں نہیں کرتے۔ یعنے واعظ وعظ تو کرتے ہیں۔ لیکن خود عمل نہیں کرتے۔

ترک دنیا بمردم آموزند	خویشتن سیم و غلہ اندوزند	

(۳) ترجمہ۔ گویا ان لوگوں کو قیامت کے دن پر یقین نہیں ہے کہ خدا کے کام میں اسقدر دہوکا اور فریب کرتے ہیں
قلب کھوٹ۔ ناخالص دولت۔ **دغل**۔ مکر حیلہ۔ فریب کھوٹ۔ عیب۔ فساد۔
یعنے یہ ریاکار زاہد اور دغاباز واعظ شاید قیامت کے دن کو دل سے نہیں مانتے ورنہ خدا کے کاموں میں اسقدر دہوکا اور فریب نہ کرتے اور حقیقت یہی ہے۔ کہ ان لوگوں کو قیامت پر یقین نہیں

(۴) ترجمہ۔ اے خدا ان نودولت لوگوں کو انکے اپنے گدہے پر بٹھا۔ کیونکہ ترک غلام اور استر پر یہ لوگ اتنا ناز کرتے ہیں۔
نودولت۔ وہ لوگ جو نئے امیر بنے ہوں۔ عموماً ان لوگوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جو نہایت ہی حقیر حالت سے دولت مند بن جاتے ہیں۔
بر خر خود شاں نشاں۔ یعنے یہ لوگ گھوڑوں کے لایق نہیں جسطرح ابتدا میں یہ لوگ گدہوں پر بیٹھ

اور عقل سے بیگانہ ہو جا۔ ع ہوش کو بیچ کے لے دارو بیہوشی تو

(۸) ترجمہ۔ رندوں کے مٹی کے پیالہ کو نظرِ حقارت سے مت دیکھو۔ کیونکہ ان حریفوں نے جام جہاں بیں کی خدمت کی ہے
یعنے رندوں کے پاس اگرچہ مٹی کا پیالہ ہے۔ لیکن اِن لوگوں کے پاس جام جہاں بیں بھی ہے۔ جام جہاں بیں
سے یہاں مراد دل ہے۔ تحقیق کے لیے دیکھو الف ۳

(۹) ترجمہ۔ مژگانِ دراز کے تیر اور جادوگر غمزہ نے ہم پر اتنا ظلم نہیں کیا جتنا اُس زلفِ دراز اور خالِ سیاہ
نے کیا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ صرف ایک بوسہ ہمارا انعام تھا۔ تیرے لبنے اسکی بھی اجازت نہ دی۔ تو ہی انصاف کر کہ شیریں
لبوں نے کیا کیا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ معشوقوں نے رنگین رخسار کی آگ سے دمبدم۔ زاہدوں کے دل و دین میں رخنے کیے ہیں۔
یعنے حسینوں کے چہرہ کی خوبصورتی زاہدوں کے دل و دین کو بھی سلامت نہیں چھوڑتی۔

(۱۲) ترجمہ۔ حافظ کے شعر جو کہ تمہارے احسان کی تعریف میں ہیں۔ جہاں کسی نے سنے مہربانی
سے اُنکی تعریف کی۔

غزل ۱۴۲

۱ واعظان کین جلوه بر محراب و منبر میکنند — چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند
۲ مشکلی دارم ز دانشمند مجلس باز پرس — توبه فرمایان چرا خود توبه کمتر میکنند
۳ گوییا باور نمیدارند روز داوری — کاین همه قلب و دغل در کار داور میکنند
۴ یارب این نودولتان را بر خر خودشان نشان — کاین همه ناز از غلام ترک و استر میکنند
۵ بنده پیر خراباتم که درویشان او — گنج را از بی نیازی خاک بر سر میکنند
۶ ای گدای خانقه باز آ که در دیر مغان — میدهند آبی و دلها را توانگر میکنند
۷ حسن بی پایان او چندانکه عاشق میکشد — زمره دیگر بعشق از غیب سر بر میکنند
۸ خانه خالی کن دلا تا منزل جانان شود — کین هوسناکان دل و جان جای دیگر میکنند

(۱۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت عرش سے شور سنائی دیتا تھا عقل نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے حافظ کے شعروں کو یاد کر رہے ہیں۔

شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غزل ۱۴۳

هر که شد محرم دل در حرم یار بماند	۱	وانکه این کار ندانست در انکار بماند
اگر از پرده برون شد دل من عیب مکن	۲	شکر ایزد که نه در پرده پندار بماند
صوفیان واستدند از گرو می همه رخت	۳	خرقهٔ ماست که در خانهٔ خمار بماند
خرقه پوشان دگر مست گذشتند و گذشت	۴	قصهٔ ماست که در هر سر بازار بماند
داشتم دلقی و صد عیب مرا می پوشید	۵	خرقه رهن می و مطرب شد و زنار بماند
از صدای سخن عشق ندیدم خوشتر	۶	یادگاری که درین گنبد دوار بماند
هر می لعل کز آن جام بلورین ستدم	۷	آب حسرت شد و در چشم گهربار بماند
جز دلم کو ز ازل تا به ابد عاشق اوست	۸	جاودان کس نشنیدم که درین کار بماند
گشت بیمار که چون چشم تو گردد نرگس	۹	شیوهٔ آن نشدش حاصل و بیمار بماند
بر جمال تو چنان صورت چین حیران شد	۱۰	که حدیثش همه جا بر در و دیوار بماند

(۱۱) به تماشاگه زلفش دل حافظ روزی
شد که باز آید و جاوید گرفتار بماند (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ جو شخص دل کا محرم ہوا۔ معشوق کے حرم میں رہا۔ اور جس شخص نے یہ کام نہ جانا۔ انکار میں رہا
یعنے جس شخص نے اپنے دل کی حقیقت سمجھی (اس نے) خدا کو سمجھ لیا۔ اور جو آدمی اپنے دل کی کیفیت
سے نا آشنا رہا۔ وہ خدا کو بھی نہ پہچان سکا۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ یعنی جس شخص نے

سوار ہوتے تھے۔ اسی طرح ان کو اب بھی گدھوں پر ہی سوار کر۔ یعنے ان کو اپنے اصلی مرتبے میں رکھ

برخر نشاندن۔ رسوا کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ استر بمعنے خچر

مطلب یہ ہے کہ یہ نو دولت لوگ ترک غلاموں اور خچر گھوڑ دبیر اتنا ناز کرتے ہیں اور اپنی اصلی حالت

بھول گئے ہیں۔ اے خدا ان کو پھر اپنی اسلی حالت پر لے جا۔

(۵) ترجمہ ۔ میں پیر خرابات کا غلام ہوں کہ اسکے درویش۔ بے نیازی سے خزانہ کے سر پر خاک ڈالتے ہیں

پیر خرابات کے درویش یعنے رند لوگ اپنی بے نیازی سے دولت دنیا کے خزانہ کو حقیر اور ناچیز سمجھتے

ہیں۔

(۶) ترجمہ ۔ اے خانقاہ کے درویش واپس آ جا کہ دیر مغاں میں۔ ایک پانی دیتے ہیں اور دلوں کو امیر

کر دیتے ہیں۔

یعنے دیر مغاں میں شراب پلا کر دلوں کو تو انگر کرتے ہیں۔ اے خانقاہ کے فقیر تو بھی ادھر آ جا۔

(۷) ترجمہ ۔ اسکا بے حد حسن جتنے عاشقوں کو قتل کرتا چلا جاتا ہے غیب سے ایک اور گروہ اسکے عشق میں سر نکالتا ہے

یعنے جتنے عاشقوں کو وہ قتل کرتا چلا جاتا ہے۔ اتنے ہی اور عاشق پیدا ہوتے جاتے ہیں

(۸) ترجمہ ۔ اے دل گھر خالی کر تاکہ وہ معشوق کا مقام بن جائے۔ کیونکہ یہ ہوسناک لوگ دل و جان کو دوسروں کی جگہ

بناتے ہیں

یعنے اہل دنیا دل و جان کو دنیا کی محبت کی جگہ بناتے ہیں۔ لیکن چاہیئے کہ خانۂ دل کو غیر سے بالکل

خالی کیا جائے۔ تاکہ محبوب اس میں آکر ٹھیرے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک دل سے خیالات ماسوا کو دور نہ

کیا جائے۔ خدا کا خیال نہیں ہو سکتا۔

(۹) ترجمہ ۔ گوہر ناشناس صرافوں کے ہاتھ سے افسوس افسوس۔ یہ لوگ ہمیشہ کوڑی کو موتی کے برابر کرتے ہیں

اہل زمانہ کی ناقدر شناسی کی شکایت ہے

(۱۰) ترجمہ ۔ اے فرشتے میخانۂ عشق کے دروازہ پر تسبیح پڑھو۔ کیونکہ اسکے اندر آدم کی مٹی کو خمیر کرتے ہیں

یعنے آدم کی خاک کو عشق کے شراب خانہ میں گوندھا جا رہا ہے۔ اے فرشتو وہاں تسبیح پڑھو۔

دیکھو شعر ۵۴ ر

خاک ما را آب محبت سرشتہ اند		تخم ما را مزرعۂ عشق کشتہ اند	ظہیر

پیچھے رہ جاتی ہے گنبد دوار۔ پھرنے والا۔ گنبد یعنی آسمان حقیقت یہ ہے کہ تاریخ عالم میں کوئی داستان ایسی دلچسپ نہیں۔ جیسی داستان عشق۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے اس بلوری پیالہ سے جتنی سرخ شراب لی۔ وہ حسرت کا پانی بن کر میری اشکبار آنکھوں میں رہ گئی یعنی جتنی شراب میں نے ایکدفعہ پی۔ دوسری دفعہ پینے کی حسرت میں وہ تمام شراب آنسو بن کر نکل گئی۔ یعنی دوبارہ پینے کی حسرت میں روتا رہا۔ لعل۔ بلور۔ اور گوہر کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میرے دل کے سوا جو ازل سے لیکر ابد تک اسکا عاشق ہے۔ میں نے نہیں سنا کہ کوئی آدمی ہمیشہ اس کام میں رہا ہو یعنے میرے دل کے سوا اور کوئی دل ایسا نہیں۔ جو ازل سے لیکر ابد تک اسکا عاشق رہا ہو۔

(۹) ترجمہ۔ نرگس بیمار ہوئی تاکہ تیری آنکھ کی طرح ہو جائے۔ تیری آنکھ کا شیوہ تو اسے حاصل نہ ہوا البتہ ہمیشہ کیلئے بیمار بن گئی۔

معشوق کی آنکھ کو بوجہ مستی چشم بیمار کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نرگس بھی تیری آنکھ کی مشابہت کیلئے بیمار ہوئی لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمیشہ کیلئے بیمار تو ہو گئی۔ مگر تیری چشم بیمار کا شیوہ اسے حاصل نہ ہوا۔

(۱۰) ترجمہ۔ تیرے جمال سے چین کی تصویر ایسی حیران ہوئی۔ کہ اسکی باتیں تمام جگہ در و دیوار پر رہ گئیں۔

چین کی نقاشی زمانہ قدیم میں مشہور عالم تھی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ چین کی تصویریں جو بذات خود نہایت خوبصورت ہیں تیرے جمال کو دیکھکر ایسی حیران ہوئیں کہ انکے قصے در و دیوار پر رہ گئے۔ یعنی در و دیوار پر چین کی تصویریں جو نظر آتی ہیں اور ہمہ تن حیرت ہیں۔ وہ حقیقت میں تیرے جمال کو دیکھکر حیران ہیں اور حیران رہینگی۔ تصویر کی حیرت ظاہر۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ کا دل ایک دن تیری زلف کی تماشا گاہ کیطرف گیا کہ واپس آ جاؤنگا لیکن ہمیشہ کے لئے وہاں گرفتار ہو گیا۔

غزل ۱۴۴

ہر آنکو خاطر مجموع و یار نازنین دارد	۱	سعادت ہمدم او گشت و دولت ہمقرین دارد	
جناب عشق را درگہ بسی بالاتر از عقل ست	۲	کسی آن آستان بوسد کہ جان در آستین دارد	

اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اپنے خدا کو پہچان لیا

خیال امحرم گریبان واندارانکہ دہ صحرا	چہ سازد آوارہ دل کہ رہ بدیر و حرم نگیرد

(۲) ترجمہ۔ اگر میرا دل پردے سے باہر ہو گیا ہے تو عیب نہ لگا۔ خدا کا شکر ہے کہ پندار کے پردہ میں تو نہیں رہا

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرے دل نے مستوری کو ترک کر دیا ہے اور مستی اختیار کی ہے۔ تاہم یہ

اُن دلوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ جو پردۂ پندار میں رہتے ہیں۔ یعنے جن میں تکبر اور غرور ہے۔ عارفوں

کے نزدیک پندار بھی ایک بت ہے۔ تفصیلی بیان کے لئے دیکھو شعر د ۵۴

کفر و دیں چیست جز آلایش پندار وجود (غالب)	پاک شو پاک کہ ہم کفر تو دینِ تو شود

(۳) ترجمہ۔ صوفیوں نے تو تمام اسباب شراب کے رہن سے واپس لے لیا۔ صرف

ہمارا ہی خرقہ ہے جو خانہ خمار میں رہ گیا

یعنے صوفیوں نے شراب کے عوض جو اسباب میفروش کے پاس رہن کیا تھا وہ چھڑا لیا ہے۔ صرف

ہمارا خرقہ ابھی تک باقی ہے

صوفیوں کی شراب نوشی اور عدم استقلال پر حملہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تمام خرقہ پوش مست چلے گئے اور وہ وقت اور وہ باتیں بھی چلی گئیں۔ ہمارا

ہی قصہ ہے جو ہر سر بازار میں باقی رہا

مطلب یہ ہے کہ ہزاروں خرقہ پوش آئے اور چلے گئے اور ان کے قصے بھی ان کے ساتھ ہی

ختم ہو گئے۔ البتہ ہمارا قصہ ہے جو ہم سے بعد بھی گلی کوچوں میں مشہور ہے

(۵) ترجمہ۔ میرے پاس ایک خرقہ تھا جو میرے سو عیب چھپاتا تھا اب وہ تو مے و مطرب کے رہن ہو گیا

زنار باقی ہے۔

یعنے خرقہ تو رہن رکھ دیا ہے اب نیچے سے زنار ہی نظر آرہا ہے۔ یعنے اب میرے تمام

عیب نظر آرہے ہیں۔ کیونکہ خرقہ جو انکو چھپاتا تھا وہ نہیں رہا۔

(۶) ترجمہ۔ کوئی یادگار عشق کی باتوں کی آواز سے زیادہ اچھی میں نے نہیں دیکھی جو اس گنبد

دوار میں رہتی ہو۔

یعنے کوئی یادگار آسمان کے نیچے ایسی اچھی نہیں جیسی عشق کے قصہ کی یادگار جو عاشق کے

(۹) ترجمہ۔ حاجتمندوں کی دعا ول اور رجان سے بلا دور کرتی ہے۔ اس خرمن سے کون شخص نیکی دیکھ سکتا ہے جسکو خوشہ چین سے عار ہو۔

مطلب یہ ہے کہ جس خرمن سے کسی حاجتمند نے خوشہ چینی نہ کی ہو یعنی جس مال سے کسی محتاج کو فائدہ نہ پہنچا ہو۔ اسسے مالک کو کچھ فیض نہیں پہنچتا۔

چنانچہ قرآن شریف (سورہ قلم) میں اسکے متعلق ایک قصہ ہے۔ کما بلونا اصحب الجنۃ اذ اقسموا لیصرمنہا مصبحین ولا یستثنون ۔ فطاف علیہا طائف من ربک وھم نائمون فاصبحت کالصریم ہ فتنادوا مصبحین ہ ان اغدوا علی حرثکم ان کنتم صارمین ہ فانطلقوا وھم یتخافتون ہ ان لا یدخلنہا الیوم علیکم مسکین ہ وغدوا علی حرد قادرین ہ فلما راوھا قالوا انا لضالون ہ بل نحن محرومون ہ (جیسا ہم نے آزمایا باغ والوں کو) کہتے ہیں کہ ولایت یمن میں صنعا کے پاس ایک نیک بخت آدمی تھا جسکا ایک باغ تھا۔ میوہ چننے کے دن درویشوں کو باغ میں بلاتا تھا۔ اور انکو حصہ دیتا تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا۔ تو اسکے لڑکوں نے کہا کہ مال تھوڑا ہے اور عیال بہت ہے اگر ہم نے باپ کے طرز عمل کو اختیار کیا گیا تو معیشت ہم پر تنگ ہو جاویگی۔ صبح سویرے جب فقیروں کو خبر بھی نہ ہو ہم باغ میں جائیں اور میوہ لے آئیں چنانچہ (انہوں نے آپس میں قسم کی کہ صبح جا کر میوہ لائینگے اور انشاء اللہ نہ کہا) جس رات انہوں نے یہ نیت کی قضائے ازلی نازل ہوئی اور ایک طواف کرنے والی بلا خدا کی طرف سے باغ پر آئی اور وہ ابھی سو رہے تھے۔ پس انکا باغ اسطرح ہو گیا کہ گویا تمام میوہ چن لیا گیا ہے اور درختوں پر کچھ باقی نہ رہا۔ پس صبح ان لڑکوں نے اٹھکر ایکدوسرے کو بلایا۔ تاکہ صبح سویرے ہی جا کر میوے لے آئیں۔ پس وہ باغ کی طرف آہستہ آہستہ گئے۔ تاکہ فقیروں کو خبر نہ ہو جائے۔ اور وہ باغ میں پہنچ جائیں وہ اپنے اسی گمان میں باغ میں گئے۔ جب باغ کو ویران دیکھا تو حیران ہو گئے۔ بعض نے کہا کہ ہم راہ بھول آئے یہ ہمارا باغ نہیں۔ دوسروں نے باغ کی حد و دیوار کو پہچان لیا اور کہا کہ باغ تو یہی ہے البتہ اپنے بخل کی وجہ سے ہم محروم کئے گئے ہیں)

اسلئے ضروری ہے کہ تو محتاجوں کی حاجت روائی کرے تاکہ وہ تجھے دعا دیں۔ ان لوگوں کی دعا سے بلائیں دور ہوتی ہیں

کار درویش مستمند بر آر		کہ ترا نیز کارہا باشد	

شعر اول	نمبر	شعر دوم
بخواری منگر ای منعم ضعیفان و فقیران را	۳	کہ صدر مسند عزت فقیر رہ نشین دارد
دہان تنگ شیرینت مگر مہر سلیمان است	۴	کہ نقش خاتم لعلش جہان زیر نگین دارد
چو بر روی زمین باشی توانائی غنیمت دان	۵	کہ دوران ناتوانیہا بسی زیر زمین دارد
بلا گردان جان و دل دعای مستمندان است	۶	کہ بیند خیر از آن خرمن کہ ننگ از خوشہ چین دارد
صبا از عشق من رمزی بگو با آن شہ خوبان	۷	کہ صد جمشید و کیخسرو غلام کمترین دارد
لب لعل و خط مشکین چو آنش ہست و اینش ہست	۸	بنازم دلبر خود را کہ حسنش آن و این دارد

(۹)	اگر گوید نمیخواہم چو حافظ بندہ مفلس بگوییدش کہ سلطانی گدائی رہ نشین دارد	(۹)

(۱) ترجمہ۔ جس شخص کو جمعیت خاطر حاصل ہو اور نازنین معشوق بھی پاس ہو سعادت اسکی ہمدم اور دولت اسکی ہمنشین ہوتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جناب عشق کی درگاہ عقل سے بہت بلند ہے۔ اس آستانہ کو وہی شخص چوم سکتا ہے جسنے جان کو ہاتھ پر رکھا ہو۔

(۳) ترجمہ۔ اے دولتمند ضعیفوں اور فقیروں کو حقارت سے نہ دیکھ۔ کیونکہ مسند عزت کا صدر رہ نشیں فقیر کے پاس ہے یعنے اصلی عزت فقیروں کو ہی حاصل ہے۔ تو انکو حقارت سے نہ دیکھ۔ تیری دنیاوی عزت کچھ چیز نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ تیرا شیریں اور تنگ دہن شاید حضرت سلیمان کی مہر ہے۔ کہ اسکے لب لعل کی مہر کا نقش تمام جہان کو زیر حکومت رکھتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے لب لعل تمام جہان پر حکمرانی کر رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تیرا دہن سلیمان کی مہر ہے (حضرت سلیمان ؑ اپنی مہر کی برکت سے حکومت کرتے تھے) دہن کو انگشتری اور لب لعل کو اسکا نگین کہا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ جب تک تو روئے زمین پر ہے طاقت کو غنیمت جان۔ کیونکہ زمانہ زمین کے نیچے بہت ناتوانیاں رکھتا ہے

اے کہ دستت مے رسد کاری بکن	پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار

اسی مضمون پر ہے۔

جاگ تنہا ہی جاگ لے افلاک کے سائے تلے	حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سائے تلے

یعنے اہل وفا کی دلجوئی دافع بلیّات ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اگر تجھے خواہش ہو کہ معشوق قطع تعلق نہ کرے۔ تو تو آداب کا خیال رکہہ۔ تاکہ وہ بہی خیال رکہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں معشوق کی باتیں سوائے معشوق کے اور کسی کو نہیں کہتا۔ کیونکہ آشنا ہی آشنا کی باتوں کو محفوظ رکہہ سکتا ہی۔

یعنے سوائے معشوق کے عاشق کا کوئی رازدار نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ میرا سر اور مال دل اور جان اس معشوق پر قربان ہوں۔ جو مہر و وفا کی صحبت کے حق کو پہچانے۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل زندگی اسطرح بسر کر کہ اگر تیرا پاؤں پہسلے۔ تو فرشتہ تجہے دعا کو دو ہاتہوں سے محفوظ رکہے۔

نہایت قیمتی نصیحت ہی مطلب یہ ہے کہ ایسی پاکیزہ زندگی بسر کر کہ فرشتے تیرے محافظ ہو جائیں۔ اور اگر تیرا پاؤں بہی پہسلے تو بجائے آدمیوں کے فرشتے دونو ہاتہوں سے تجہے سہارا دیں اور گرنے نہ دیں۔ یعنی فرشتے بہی تیری حفاظت کے لئے دست دعا اٹہائیں

(۶) ترجمہ۔ اسنے ہمارے دل کو محفوظ نہ رکہا لیکن نارضگی کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ بندہ کے ہاتہہ سے کیا ہو سکتا ہی خدا خود محفوظ رکہے۔

یعنے انسان کے ہاتہہ میں کچہہ نہیں۔ جو کچہہ کرتا ہی خدا کرتا ہی۔ اس لئے کسی آدمی کی طرف سے اگر کچہہ رنج پہنچے تو ناراض نہیں ہونا چاہئے۔

اگرچہ تیر از کمان ہمیگذرد	از کمان دار بیند اہل خرد

(۷) ترجمہ۔ اے صبا اگر میرے دل کو تو معشوق کی زلف میں دیکہے۔ تو از روئے لطف اسکو کہو کہ اپنی جگہ کو نگاہ رکہے۔

یعنے میرے دل کو کہو کہ آداب کا خیال رکہے یا اپنی جگہ کو نہ چہوڑے اور ہمیشہ اسی زلف میں مقیم رہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے رستہ کا غبار کہاں ہی۔ تاکہ حافظ نسیم صبا کی یادگار میں اسے محفوظ رکہے

یعنے تیرے رستہ کا غبار ہی اگر مل جائے تو اسے نسیم صبا کی یادگار میں اپنے پاس رکھوں۔

(۷) ترجمہ۔ اے صبا میرے عشق کا کچھہ ذکر اس شہ خوباں سے جا کر کرو۔ کہ سو جمشید اور کیخسرو جسکے کمترین غلام ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ لبِ لعل اور خطِ مشکین معشوقوں کے حسن کا زیور ہیں۔ مجھے اپنے معشوق پر فخر ہے کہ جسکے حسن میں یہ دونو چیزیں موجود ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اگر وہ یہ کہے کہ میں حافظ جیسا مفلس غلام نہیں چاہتا۔ تو اسکو کہو کہ رہ نشین گدا اگر بادشاہی رکھتا ہے۔

یعنے حافظ اگرچہ مفلس ہی لیکن حقیقت میں بادشاہ ہے۔ اگر "سلطانی" کے بجائے "سلطانے" پڑھا جائے اور "رہ نشین" کی بجائے "ہمنشین" سمجھا جائے۔ تو دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہوگا کہ اسے کہو کہ یہی سمجھ کہ وہ ملک بادشاہ ہے اور میں ایک گدا ہوں جو اسکے پاس بیٹھا ہوں۔

غزل ۱۴۵

ہر آنکہ جانب اہلِ وفا نگہدارد	۱	خداش در ہمہ حال از بلا نگہدارد
گرت ہواست کہ معشوق نگسلد پیوند	۲	نگاہدار سر رشتہ تا نگہدارد
حدیث دوست نگویم مگر بحضرت دوست	۳	کہ آشنا سخن آشنا نگہدارد
سر و زر و دل و جانم فدای آن محبوب	۴	کہ حق صحبت مہر و وفا نگہدارد
دلا معاش چنان کن کہ گر بلغزد پای	۵	فرشتہ‌ات بدو دستِ دعا نگہدارد
نگہ نداشت دل ما و جای رنجش نیست	۶	ز دست بندہ چہ خیزد خدا نگہدارد
صبا در آن سر زلف ار دل مرا بینی	۷	ز روی لطف بگویش کہ جا نگہدارد

(۸) غبار راہگذارت کجاست تا حافظ
بیادگار نسیم صبا نگہدارد (۸)

(۱) ترجمہ۔ جو شخص اہلِ وفا کی طرف نظر رکھتا ہے خدا اسکو ہر حال میں بلا سے محفوظ رکھتا ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہی۔ کہ سانس کی حرکت کی وجہ سے بلبلہ پھوٹ کر معدوم ہوجاتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر معشوق کی چہرہ کا عکس ہمارے آئینہ دل میں پڑے اور ہمیں اسکا مشاہدہ نصیب ہوجاے۔ تو بلبلہ کیطرح ہم بھی کلاہ حیات سر سے اتار دیں یعنے فنا فی المحبوب ہوجائیں۔

یا یہ سمجھو کہ اگر معشوق کی چہرہ کا عکس ہمارے جام مے میں پڑے۔ تو ہم اتنے محظوظ ہوں کہ خوشی سے ٹوپی اتار کر پھینک دیں۔

(۳) ترجمہ۔ تیری بارگاہ میں جب ہوا کو بھی رستہ نہیں ملتا۔ تو ہمیں سلام کی مجال کا کب اتفاق ہوسکتا ہی۔

یعنے جب تیری بارگاہ میں ہوا کو بھی رسائی نہیں۔ تو ہماری کیا مجال ہی کہ ہم وہاں جاکر تجھے سلام کہیں۔

مولانا جامی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔

چوں شوم پیش تو محرم من محروم کہ نیست	با در از ہرۂ احرام حریم حرمت

(۴) ترجمہ۔ جب میری جان تیری لبوں پر فدا ہوئی تو میں خیال کرتا تھا۔ کہ تیرے زلال سے ایک قطرہ ہمارے حلق میں بھی پڑیگا۔

زلال۔ آب شیریں سرد و صاف۔ مطلب یہ ہی کہ مجھے خیال تھا کہ شاید تیرے لب لعل کا بوسہ نصیب ہو (مگر نہ ہوا) لبوں کو چشمہ آب حیات بھی کہتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ تیری زلف کی خیال نے کہا کہ جان کو وسیلہ بنا کہ اس قسم کی بہت سے شکار ہمارے جال میں پھنستے ہیں۔

یعنے یہ نہ سمجھ کہ جان کی وسیلہ سے تو کوئی کام نکال لیگا۔ ایسی ہزاروں جانیں یہاں گرفتار ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ جب بادشاہ بھی اس دروازہ کی خاک بوسی نہیں کر سکتے۔ تو ہمارے سلام کی جواب کا انہیں کب خیال ہی

ایں در سے مراد در معشوق یعنی معشوق کا دروازہ

(۷) ترجمہ۔ اس دار سے بھی ناامید ہوکر نہ جا۔ فال دیکھ۔ ممکن ہی کہ دولت کا قرعہ ہمارے نام پڑے۔

مطلب یہ ہی کہ در معشوق سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ ممکن ہی مدعا حاصل ہوجاے۔

(۸) ترجمہ۔ جس رات مراد کا چاند افق سے نکلے۔ ممکن ہی کہ نور کا پرتو ہمارے بام پر بھی پڑے۔

یعنے مراد کے چاند کے نور کا پرتو ہمارے بام پر پڑے۔ اور ہمیں مراد حاصل ہو۔

(۹) ترجمہ۔ تیرے کوچہ کی مٹی سے جسوقت حافظ دم مارتا ہی۔ تو جان کی باغ کی ہوا اس کے مشام میں جاتی ہے

دم زدن۔ (۱) دم لینا (۲) دعوی کرنا۔ یہاں دونوں معنوں کیطرف اشارہ ہی۔

غزل ۱۴۶

همای اوج سعادت بدام ما افتد	۱	اگر ترا گذری بر مقام ما افتد
حباب وار براندازم از نشاط کلاه	۲	اگر ز روی تو عکسی بجام ما افتد
ببارگاه تو چون باد را نباشد راه	۳	کی اتفاق مجال سلام ما افتد
چو جان فدای لبت شد خیال می بستم	۴	که قطرهٔ ز زلالت بکام ما افتد
خیال زلف تو گفتا که جان وسیله مساز	۵	کزین شکار فراوان بدام ما افتد
ملوک را چو ره خاک بوس این در نیست	۶	کی التفات جواب سلام ما افتد
بنا امیدی ازین در مرو بزن فالی	۷	بود که قرعهٔ دولت بنام ما افتد
شبی که ماه مراد از افق طلوع کند	۸	بود که پرتو نوری ببام ما افتد

(۹) ز خاکِ کوی تو هر گه که دم زند حافظ
نسیم گلشن جان در مشام ما افتد (۹)

(۱) ترجمہ۔ سعادت کی بلندی کا ہما ہمارے جال میں پھنس جائے۔ اگر ہمارے مقام پر کبھی تیرا گذر ہو۔

یہ شعر خواجہ حافظ کے مشہور ترین اشعار میں سے ہے۔ اور دعوتی تحریروں میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔ مطلب صاف ہے کہ اگر تو ہمارے مقام پر تشریف فرما ہو۔ تو ہم اپنے تئیں نہایت ہی سعادت مند اور نیک بخت تصور کرینگے

ظہیر فاریابی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

شبے اگر گذرت بر مقام ما افتد	نزولِ زہرہ ز گردوں ببام ما افتد

اسی مضمون پر ہے۔

دمے کہ یار گزارد قدم بخانۂ ما	سزد کہ کعبہ شود سنگ آستانۂ ما

(۲) ترجمہ۔ حباب کی طرح خوشی سے ٹوپی اتاروں گا۔ اگر تیرے چہرہ کا عکس ہمارے جام میں پڑے۔

بلبلہ کے نزدیک ہو کر اگر اسے دیکھا جائے تو آدمی کے چہرہ کا عکس اسمیں آجاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی

(۴) ترجمہ۔ میرے دل کیطرح تھوڑی دیر کے لئے پردہ سے باہر آ اور ادہر آجا۔ کیونکہ دوبارہ ملاقات نصیب ہو گی
از پردہ برون آمدن۔ پردہ سے باہر آنا مستوری ترک کرنا مستی اختیار کرنا بے اختیار ہونا
مطلب یہ ہے کہ جسطرح میرا دل بے اختیار ہے اور مستوری ترک کر چکا ہے تو بھی تھوڑی دیر کے لئے مستوری چھوڑ کر (پردۂ حیا کو دور کر کے) میرے پاس آجا۔ شاید پھر ملاقات کا موقع نصیب نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ اے بیش بہا موتی تو کب تک روا رکھے گا کہ تیرے غم سے لوگوں کی آنکھیں سراپا دریا بن جائیں
یعنے اے معشوق تو اپنے عشق میں کب تک لوگوں کو رُلاتا رہیگا۔ آنکھوں کے دریا ہونے سے مراد کثرت گریہ ہے۔ دُر اور دریا کی صنعت ظاہری و معنوی ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ میری ہر ایک پلک کی جڑ سے پانی رواں ہے آ۔ اگر تجھے لب جو اور تماشا کیطرف رغبت ہو۔
یعنے اگر تو لب جو کے نظارہ کا مشتاق ہے تو آ دیکھ کہ میری آنکھوں سے نہریں جاری ہیں۔ کثرتِ گریہ کا بیان ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تیری آنکھ ناز کی وجہ سے حافظ کیطرف التفات نہیں کرتی۔ ہاں کیوں نہ ہو۔ غرور نرگس شہلا کی ایک صفت ہے۔
شہلا۔ بفتح۔ (۱) زن میش چشم۔ (۲) نرگس کی ایک قسم جسکے پھول میں بجائے زردی کے سیاہی ہوتی ہے۔ چشم انسان کو مشابہ یہی نرگس ہے جس گل نرگس میں زردی ہوتی ہے اُسے عبہر کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک (۳) سیاہ آنکھ جو سرخی مائل ہو۔

غزل ۱۲۸

ہرگزم مہر تو از لوح دل و جان نرود	۱	ہرگز از یاد من آن سرو خرامان نرود
آن چنان مہر توام در دل و جان جای گرفت	۲	کہ گرم سر برود مہر تو از جان نرود
از دماغ من سرگشتہ خیال رخ دوست	۳	بجفای فلک و غصہ دوران نرود
آنچہ از بار غمت در دل مسکین من است	۴	برود دل ز من و از دل من آن نرود
در ازل بست دلم با سر زلفت پیوند	۵	تا ابد سر نکشد و ز سر پیمان نرود

مطلب یہ ہی کہ تیرے کوچہ کے غبار میں ہی گلشن روح وجان کی خوشبو ہی۔

غزل (۱۴۷)

ہر کرا با خط سبزت سر سودا باشد	۱	پای ازین دائرہ بیرون ننہد تا باشد
در قیامت کہ سر از خاک لحد بر گیرم	۲	داغ سودای توام سر سویدا باشد
ظل ممدود خم زلف توام بر سر باد	۳	کاندرین سایہ قرار دل شیدا باشد
چون دل من دمی از پردہ برآئی و درآئی	۴	کہ دگر بارہ ملاقات نہ پیدا باشد
تا کی ای در گرانمایہ روا خواہی داشت	۵	کز غمت دیدہ مردم ہمہ دریا باشد
از بن ہر مژہ ام آب روانست بیا	۶	اگرت میل لب جوی و تماشا باشد

(۷) چشمت از ناز بہ حافظ نکند میل آری
سرگرانی صفت نرگس رعنا باشد (۷)

(۱) ترجمہ۔ جس شخص کو تیرے خط سبز کا سودا ہو۔ وہ جب تک زندہ رہی اس دائرہ سے پاؤں باہر نہیں نکالتا۔

(۲) ترجمہ۔ قیامت کو جب میں خاک لحد سے سر باہر نکالونگا تیرے عشق کا داغ میرے سویدا کا راز ہوگا۔

سویدا۔ ایک سیاہ نقطہ جو انسان کے دل پر ہوتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے دل پر جو سیاہ نقطہ ہی حقیقت میں وہ تیرے عشق کا داغ ہی اور قیامت تک یہ داغ میرے دل پر رہیگا اس شعر کا دوسرا نسخہ یہ ہی

چون من از خاک لحد لالہ صفت برخیزم	داغ سودای توام بر دل شیدا باشد

(۳) ترجمہ۔ تیری زلف کے خم کا لمبا سایہ میرے سر پر ہو۔ کیونکہ اس سایہ میں دل شیدا کو قرار حاصل ہوتا ہی

ممدود۔ (از مد) کھنچا ہوا۔ دراز۔ لمبا

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیری زلف کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر ہو۔ کیونکہ میرے دل کو اسمیں آرام ہی۔ معشوق کی زلفوں کے لئے "ظل ممدود" اور دام ظلم کا خوب استعمال کیا ہی)

غزل ۱۴۹

ہوس باد بہارم بسوی صحرا برد	۱	باد بوی تو بیاورد و قرار از ما برد
ہر کجا بود دلی چشم تو برد از راہش	۲	نہ دل خستۂ بیمار مرا تنہا برد
جام می دی ز لبت دم ز روان بخشی زد	۳	آب وی زاں لب جاں بخش روان افزا برد
راہ ما غمزہ آں ترک کماں ابرو زد	۴	رخت ما ہندو آں سرو سہی بالا زد
دل سنگیں ترا اشک من آورد براہ	۵	سنگ را سیل تواند برہ دریا برد
(۶)	بحث بلبل بر حافظ مکن از خوش سخنی پیش طوطی نتواں نام ہزار آوا برد	(۶)

(۱) ترجمہ - بادِ بہاری کی ہوس مجھے صحرا کی طرف لیگئی - ہوا تیری خوشبو لائی اور ہم سے قرار لیگئی (ہمیں بیقرار کر دیا)

(۲) ترجمہ - جہاں کہیں کوئی دل تھا تیری آنکھ اسے اڑا لیگئی - صرف میرے بیمار اور خستہ دل کو ہی نہیں لے گئی -

اگر نہ دل بر آئے چہ دادی بہر او		آنکس کہ دید شکل وے و دل نداد کیست

(۳) ترجمہ - جام مے نے کل تیری لبوں کے مقابلہ پر جاں بخشی کا دعویٰ کیا - اسلئے اسکی آبرو جان بخش اور روان افزا لب لے گئے -

آب سے مراد آبرو زاں - از آں یعنے اس لئے مطلب یہ ہی کہ تیرے لبوں کی موجودگی میں جام مے نے جان بخشی کا غلط دعویٰ کیا ہی - اسلئے تیرے جان بخش اور روح پرور لبوں نے جام مے کی آبرو برباد کر دی

(۴) ترجمہ - اس کمان ابرو ترک کے غمزہ نے ہماری راہ لوٹی - اور ہمارا مال اس سرو سہی بالا کی زلف لیگئی -
یعنے اسکی زلف ہمارے نقدِ دل کو لوٹ لیگئی -

(۵) ترجمہ - تیرے سنگین دل کو میرے آنسو راہ پر لے آئے - کیونکہ سیلاب پتھر کو دریا کی راہ میں بہا سکتا ہے -
آنسوؤں کو سیلاب اور معشوق کے دل کو پتھر کہا ہی مطلب یہ ہی کہ میں نے رو رو کر تیرے دل کو نرم کیا ہی -

گر رود از پئے خوباں دلِ من معذور ست	۶	درد دارد چہ کند کز پے درماں نرود
(۷)	ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگرداں دل بخوباں ندہد در پئے ایناں نرود	(۷)

(۱) ترجمہ - تیری محبت ہرگز میری لوحِ دل و جان سے دور نہیں ہوگی - میری یاد سے ہرگز وہ سرو خراماں دور نہیں ہو سکتا

(۲) ترجمہ - تیری محبت اسطرح میرے دل اور جان میں جاگزیں ہوئی - کہ اگر میرا سر بھی چلا جائے تو تیری محبت جان سے دور نہیں ہو سکتی

(۳) ترجمہ - مجھ برگشتہ کے دماغ سے معشوق کے چہرہ کا خیال - آسمان کے ظلم اور زمانہ کے غصہ سے دور نہیں ہو سکتا -

یعنے زمانہ مجھ پر کتنا ظلم کرے تیرا خیال میرے دل سے دور نہیں ہو سکتا -

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار	غالب	لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

(۴) ترجمہ - تیرے غم کے بوجھ سے میرے مسکین دل میں جو کچھ ہے - میرا دل مجھ سے چلا جائیگا لیکن وہ نہیں جائیگا -

یعنے دل چلا جائے مگر تیرا غم دل سے نہیں جائیگا -

(۵) ترجمہ - ساز ازل میں میرے دل نے تیری زلف کے ساتھ عہد کیا - اور ابد تک وہ سرکشی نہیں کریگا اور عہد سے نہیں پھریگا

من کہ مہرِ عارضت میورزم از صبحِ ازل		نگسلم از زلفِ تو پیوند تا شامِ اجل

بعض قلمی دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے - ع تا ابد سر نکشد مہرِ تو از جاں نرود

یعنے جب تک ابد کی انتہا نہیں ہوتی تیری محبت جان سے نہیں دور ہو سکتی - ظاہر ہے کہ ابد کی کوئی انتہا نہیں اسلئے محبت کا بھی کبھی خاتمہ نہ ہوگا -

(۶) ترجمہ - اگر میرا دل حسینوں کے پیچھے جائے تو معذور ہے - درد رکھتا ہے - علاج کے پیچھے نہ جائے تو کیا کرے

یعنے میرا دل دردمند ہے اور اس درد کا علاج حسینوں کے پاس ہے - اس لئے میرا دل اگر حسینوں کے پیچھے جائے تو معذور ہے -

(۷) ترجمہ - جو شخص چاہتا ہے کہ حافظ کی طرح سرگرداں نہو - اسے چاہئے کہ دل حسینوں کو نہ دے اور ان کے پیچھے نہ جائے

ہلال کو رکابِ معشوق سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جب تیرا چہرہ شمع طرب روشن کرتا تھا۔ تو یہ جلا ہوا دل اسکا بے پروا پروانہ بنتا تھا۔ یعنے میرا دل تیری شمع رخسار کا پروانہ بے پروا ہوتا تھا۔ بے پروا یعنے مشتاق بدرجہ کمال جسے اپنے سود وزیاں ہستی اور نیستی کی بھی پروا نہ رہی۔

(۵) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جب پیالہ کا یاقوت ہنستا تھا تو میرے اور تیرے لب لعل کے درمیان کیا کیا باتیں ہوا کرتی تہی یعنے جام مے میں شراب سرخ کی جھلک دیکھکر میں تیرے لب لعل کی بوسہ لیا کرتا تھا۔ یا تیرے لب لعل کی سرخی کو شراب کی سرخی سے افضل بیان کیا کرتا تھا۔

(۶) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ اس اخلاق و آداب کی مجلس میں صرف شراب سرخ ہی تہی جو مستانہ قہقہہ لگاتی تہی۔ یعنے اس بزم ادب میں خندہ شراب کے سوا اور کوئی قہقہہ وغیرہ نہیں ہوتا تھا۔

(۷) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ شراب صبح پی کر اس بزم محبت میں میرے اور میرے شوق کی بغیر اور کوئی نہیں ہوتا تھا اور خدا ہمارے ساتھ ہوتا تھا۔

(۸) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ میر خرابانی او درست ہوتا تھا اور جو چیز آج میری مجلس میں کم ہے اس جگہ موجود تہی یعنے شراب (شراب معرفت سمجھو یا شراب شیراز)

(۹) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر کہ تیری اصلاح سے درست ہوتی تہی۔ ہر گوہر ناسفتہ کی نظم جو حافظ کی تہی۔

گوہر ناسفتہ۔ یعنے نئے خیالات۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ کے اشعار کی تو اصلاح کرتا تھا۔

غزل ۱۵۱

یاد باد آنکہ سر کوی توام منزل بود	۱	دیدہ را روشنی از خاک درت حاصل بود
راست چون سوسن و گل از اثر صحبت پاک	۲	بر زبان بود مرا آنچہ ترا در دل بود
دل چو از پیر خرد نقد معانی می جست	۳	عشق میگفت بشرح آنکہ بر او مشکل بود
آہ ازین جور و تظلم کہ درین دامگہ است	۴	وای ازان عیش و تنعم کہ دران منزل بود

(۹) ترجمہ۔ بلبل کی خوش گفتاری کی باتیں حافظ کی باتیں کر۔ کیونکہ طوطی کے سامنے بلبل کا نام نہیں لے سکتے۔

ہزار آوا مخفف ہزار آواز۔ بلبل۔ ہزار داستاں۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ ایک طوطی شیریں آواز ہے اسکے سامنے بلبل کا نام مت لو۔ بلبل اسکے مقابلہ میں کچھ چیز نہیں۔ معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غزل ۱۵۰

یاد باد آنکہ نہانت نظری با ما بود	۱	رقم مہر تو بر چہرۂ ما پیدا بود
یاد باد آنکہ چو چشمت بعتابم می کشت	۲	معجز عیسویت در لب شکرخا بود
یاد باد آنکہ مہ من چو کلہ بشکستے	۳	در رکابش مہ نو پیک جہاں پیما بود
یاد باد آنکہ رخت شمع طرب می افروخت	۴	وین دل سوختہ پروانۂ بی پروا بود
یاد باد آنکہ چو یاقوت قدح خندہ زدی	۵	درمیان من و لعل تو حکایتہا بود
یاد باد آنکہ دراں بزمگہ خلق و ادب	۶	آنکہ او خندۂ مستانہ زدی صہبا بود
یاد باد آنکہ صبوحی زدہ در مجلس انس	۷	جز من و یار نبودیم و خدا با ما بود
یاد باد آنکہ خرابات نشیں بودم و مست	۸	آنچہ در مجلسم امروز کم ست آنجا بود

(۹) یاد باد آنکہ باصلاح شما می شد راست
نظم ہر گوہر ناسفتہ کہ حافظ را بود (۹)

خواجہ صاحب نے یہ غزل ایام عیش گذشتہ کی یاد میں لکھی ہے۔ ناظرین اپنے اپنے مذاق کے مطابق اس پر حقیقی رنگ چڑھالیں یا مجازی۔

(۱) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جب ہم پر تیری بے انتہا توجہ تھی۔ تیری محبت کی تحریر ہمارے چہرہ سے ظاہر تھی۔

(۲) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جب تیری آنکھ عتاب سے ہم کو قتل کرتی تھی۔ تو اعجاز عیسوی تیرے لب شکرخا میں ہوتا تھا۔ یعنے تیرے غمزے ہمیں قتل کرتے تھے اور تیرے لبوں کے بوسے ہمیں ازسرنو زندگی بخشتے تھے۔

(۳) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جب میرا (چاند) معشوق ٹوپی ٹیڑھی رکھتا تھا۔ تو اسکی رکاب میں ہلال ایک جہاں پیما قاصد ہوتا تھا

یعنے دل اسرارِ معرفت اور معانی عقل سے طلب کرتا تھا لیکن عقل کیلیئے ان باتوں کا بیان مشکل تھا لیکن عشق ان باتوں کو بتوضیح وتشریح بیان کر دیتا تھا ظاہر ہے کہ معرفت کے معانی عقل بیان نہیں کر سکتی۔ صرف عشق بیان کر سکتا ہے اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر (۷) غزل ہذا۔

حل نکتہ کہ بر پیر خرد مشکل بود		از مو دیم بیک جرعہ می حاصل بود	(مہری)

(۴) ترجمہ۔ اس ظلم وستم پر افسوس ہے جو اس قیدخانہ میں ہے۔ اُس عیش وعشرت پر حسرت ہے جو اس منزل میں تھا۔
گذشتہ عیش وعشرت پر حسرت اور موجودہ پریشان حالی پر افسوس کا اظہار ہے۔
(۵) ترجمہ۔ میرے دل میں یہ خیال تھا کہ دوست کے بغیر ہرگز نہیں ہونگا۔ (لیکن) کیا کہوں کہ میری اور میرے دل کی کوشش بے سود تھی۔
یعنے میری آرزو باطل ہوئی اور تو مجھ سے جدا ہو گیا۔
(۶) ترجمہ۔ کل میں حریفوں کی یاد میں خرابات کیطرف گیا۔ خم مے کو میں نے دیکھا کہ اسکا دل میں خون ہے اور پا بگل ہے۔ خم کے اندر شراب سرخ ہوتی ہے۔ اس لئے کہا کہ اسکا دل پُر خون تھا اور خم کے نیچے زمین پر عموماً تھوڑا تھوڑا کیچڑ ہوتا ہے۔ لہذا پا در گل کہا۔ مطلب یہ ہے کہ میخانہ کا رونق لے والے مینوشوں کے نہ ہونے کی وجہ سے یاس وحسرت ٹپکتی تھی۔ اور خم مے خود خون در دل اور پا بگل تھی۔
(۷) ترجمہ۔ میں بہت پھرا کہ دردِ فراق کا سبب پوچھوں لیکن عقل کا مفتی اس مسئلہ میں بے عقل تھا۔
لایعقل بفتح تحتانی وکسر قاف۔ لام آخر استعمالِ فارسی میں ساکن ہے اگرچہ اصل میں متحرک ہے صیغہ فعل مضارع منفی ہے۔ استمرار کے لئے آتا ہے۔ حیوان کی صفت میں واقع ہوتا ہے جس سے کمالِ نادانی کا اظہار مطلوب ہوتا ہے یعنے اب بھی بے عقل ہے اور آئندہ بھی بے عقل رہیگا۔
مطلب یہ ہے کہ مسائل عشق کو عقل ہرگز حل نہیں کر سکتی۔ دیکھو شعر (۳) غزل ہذا تفصیلی بیان اور تشریح کے لئے دیکھو شعر ت ۱۵ د ش ۵ ل ۲۳۔

گفتم از مدرسہ پرسیم سبب حرمت مے		در ہر کس کہ زدم بیخود ولایعقل بود	(مہری)

(۸) ترجمہ۔ سچ ہے کہ بو اسحاقی فیروزہ کی انگشتری بہت اچھی چمکتی تھی لیکن ناپائدار دولت تھی۔
بو اسحاقی۔ نیشاپور میں فیروزہ کی کان ہے جسکو ابو اسحاق کے نام پر بو اسحاقی کہتے ہیں **مستعجل** شتابندہ شتاب کرنے والا۔ جلدی گزرنے والا۔ ناپائدار۔

دردلم بود کہ بی دوست نباشم ہرگز	۵	چہ توان گفت کہ سعی من و دل باطل بود
دوش بر یاد حریفان بخرابات شدم	۶	خم می دیدم خون در دل و پا در گل بود
بس بگشتم کہ بپرسم سبب درد فراق	۷	مفتی عقل درین مسئلہ لا یعقل بود
راستی خاتم فیروزۂ بو اسحاقی	۸	خوش درخشید ولی دولت مستعجل بود

(۹)	دیدی آن قہقہہ کبک خرامان حافظ کہ ز سرپنجۂ شاہین قضا غافل بود	(۹)

یہ غزل خواجہ صاحب نے ابواسحاق بادشاہ کے مرنے پر لکھی ہے۔ امیر شیخ ابواسحاق شیراز و دیگر ممالک فارس کا بادشاہ تھا سلطان ابو سعید بہادر خاں کے بعد بادشاہ ہوا۔ خواجہ صاحب کا مربی اور ممدوح تھا اس غزل میں خواجہ صاحب نے اس کی سلطنت کے سریع الزوال اور دولت مستعجل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ تھوڑی مدت سلطنت کرنے کے بعد امیر مبارز الدین ابن مظفر کے حکم سے ابواسحاق قتل کیا گیا۔ یہ غزل اسی واقعہ کی نوحہ خوانی ہے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۴۳۔ اسوالخضری۔

مہری ہروی نے ایک غزل خواجہ صاحب کی اس غزل پر لکھی ہے جسکے چند اشعار غزل ہذا کے مقابل اشعار کی شرح میں درج کئے گئے ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ وہ وقت یاد کر جب تیرے کوچہ میں میرا مقام تھا۔ آنکھوں کو تیرے دروازہ کی خاک سے روشنی حاصل تھی۔

(۲) ترجمہ یعنی سوسن اور گل کیطرح پاک صحبت کے اثر سے۔ جو کچھ تیرے دل میں ہوتا تھا میری زبان پر ہوتا تھا۔

سوسن کے پھول کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ اس پھول کی پنکھڑیاں علیحدہ علیحدہ زبان کیطرح ہوتی ہیں۔ برخلاف اسکے گل (گلاب کا پھول) پنکھڑیوں کا ایک گنجان مجموعہ ہوتا ہے۔ جسے دل سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جسطرح سوسن اور گل ہم نشین ہوتے ہیں اور جو کچھ گل کے دل میں ہوتا ہے وہ سوسن کی زبان پر ہوتا ہے (یعنی پنکھڑیاں گل کا دل اور سوسن کی زبان ہوتی ہیں) اسی طرح میں تیری پاک صحبت سے مستفیض ہوتا تھا اور جو کچھ تیرے دل میں ہوتا تھا میری زبان پر ہوتا یعنے میری زبان تیرے دل کی ترجمان تھی۔

خواستم سوز دل خویش بگویم با شمع		داشت او خود بزبان آنچہ مرا در دل بود (مہری)

(۳) ترجمہ دل عقل کے ہر کے معانی کا نقد ڈھونڈھتا تھا۔ عشق تشریح سے بیان کر دیتا تھا۔ جو اسکو نزدیک مشکل بات تھی۔

آب و تاب نے باقی پتھروں کو صیاد اور ممتاز کیا ہوا ہے لیکن انکا تصنع پائدار نہیں اُن میں حقیقی جوہر نہیں۔ بیرونی نمائش ہے۔ غیر اقوام میں تو پھر کچھ نہ کچھ موجود ہے مسلمان بالکل محروم ہیں۔ تابش خورشید بدستور ہے۔ ابر و باران کی سعی میں بالکل کمی واقع نہیں ہوئی باایں ہمہ کوئی لعل پیدا نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ لعل و گوہر کے طالب ہی نہیں ہیں جس چیز کو زمانہ مانگتا ہے۔ وہ اُن کے پاس موجود ہے جس مال کی خریداری نہ ہو۔ بازار میں کیونکر آئے۔ نورِ ایمان دلوں میں بہت کم ہے عشق الٰہی کا نام ہی نام رہ گیا ہے۔ رسول ؐ کی عزت بھی صرف تبرکاً باقی ہے۔ آپ خود انصاف کریں کہ ان حالات میں تابش خورشید کیا کرے اب مسلمانوں میں نہ اسلامی سخاوت ہے نہ شجاعت۔ نہ وہ پرانی بردباری ہے نہ خودداری۔ نہ وہ اگلی خوش اخلاقی ہے نہ پہلا سا تہور نہ اسلامی اخوت ہے نہ دوست پروری۔ بھائی کا بھائی دشمن ہے۔ دوستی میں اخلاص نہیں۔ اتفاق کی بجائے نفاق ہے۔ ذوقِ عمل باقی نہیں رہا۔ ایثار کا نام ہی نہیں۔ پیدل چلنا ہی بھول گئے سوار ہو کر میدان میں کسطرح آئیں۔ وہ بادہ نہیں وہ بادہ خوار نہیں۔ نہ خودی ہے اور نہ بیخودی نہ وہ مستی ہے اور نہ مستوری۔ صرف مغربی شراب باقی ہے جسے پیتے ہیں اور خدا کو بھول جاتے ہیں شرابِ انگور کی مستی کا دل میں شوق ہے۔ لیکن شرابِ طہور کا بالکل اس زمانہ میں سودا ہی نہیں۔ پھول ہزار کھلیں بلبل کو دل سے احساسِ عشق ہی اللہ گیا ہو۔ تو پھر کیا ہو حیاتِ جاوید کا کوئی طالب ہی نہ ہو تو خضر آئے بھی تو کیا کرے اور آبِ حیات ہو بھی تو کیا فائدہ جب بلبلیں نہیں تو شاخِ گل سے خون ہی پڑا ٹپکے۔ بادِ بہاری کو کیا پڑی ہے۔

یہ غزل موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی مذہبی اخلاقی۔ تمدنی اور ملکی حالت کا بالکل صحیح نقشہ ہے

(۱) ترجمہ۔ یاری ہم کسی میں نہیں دیکھتے۔ یاروں کو کیا ہوا۔ دوستی کا کب خاتمہ ہوا اور دوستداروں کو کیا ہوا

(۲) ترجمہ۔ آبِ حیات سیاہ ہو گیا ہے مبارک قدم خضر کہاں ہے۔ شاخ گل سے خون ٹپک پڑا ہے۔ بادِ بہاری کو کیا ہو گیا

آج کل اسلام اسی شاخِ گل کی طرح ہو گیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ لاکھوں پھول کھلے لیکن ایک پرندہ کی آواز بھی نہ آئی۔ بلبلوں کو کیا پیش آئی ہے۔ ہزاروں کو کیا ہوا ہے۔

ہزار سے مراد ہزار داستاں یعنے بلبل۔

(۴) ترجمہ۔ کئی سال ہوئے کہ مروت کی کان سے کوئی لعل نہیں نکلا۔ آفتاب کی تابش کو اور ابر و باران کی سعی کو کیا ہوا۔

شیخ ابو اسحاق بادشاہ شیراز کی دولتِ مستعجل کا بیان ہی۔

دولتے بود تماشا ئی رخت مہری را	حیف صد حیف کہ آن دولتِ مستعجل بود

(۹) ترجمہ:- اے حافظ تونے کبکِ خراماں کی اس قہقہہ کو دیکھا۔ کہ شاہینِ قضا کے پنجہ سے غافل تھا۔ کبک خراماں سے یہاں مراد شیخ ابو اسحاق۔ قہقہہ سے مراد اسکی چند روزہ عیش و عشرت کی سلطنت اور شاہینِ قضا سے مراد موت۔

غزل (۱۵۲)

یاری اندر کس نمی بینیم یاراں را چہ شد	۱	دوستی کے آخر آمد دوستداراں را چہ شد
آبِ حیواں تیرہ گوں شد خضر فرخ پی کجاست	۲	خوں چکید از شاخ گل بادِ بہاراں را چہ شد
صد ہزاراں گل شگفت و بانگِ مرغی بر نخاست	۳	عندلیباں را چہ پیش آمد ہزاراں را چہ شد
لعلے از کانِ مروت بر نیامد سالہاست	۴	تابشِ خورشید و سعی ابر و باراں را چہ شد
زہرہ سازِ خود نمیگیرد مگر عودش بسوخت	۵	کس ندارد شوقِ مستی میگساراں را چہ شد
کس نمیگوید کہ یاری داشت حقِ دوستی	۶	حق شناساں را چہ حال افتاد یاراں را چہ شد
گوی توفیق و کرامت درمیاں افگندہ اند	۷	کس بمیداں درنمی آرد سواراں را چہ شد

(۸) حافظ اسرارِ الٰہی کس نمیداند خموش
از کہ می پرسی کہ دورِ روزگاراں را چہ شد (۸)

بظاہر خواجہ صاحب نے یہ غزل اپنے زمانہ کے متعلق لکھی تھی۔ مگر واقعات کو دیکھا جائے۔ تو یہ غزل لسان الغیب نے اسوقت کے لئے نہیں بلکہ موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لئے لکھی ہی۔ اُس زمانہ میں تو پھر گوئے "توفیق و کرامت" کو میدان میں دیکھکر سوار و نکا دل للچاتا ہوگا۔ مگر موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں تو بالکل اس بات کا احساس ہی نہیں رہا۔ اُن دنوں میں تو کانِ مروت کی کئی لعل موجود تھے جنکی درخشندگی نے کئی سو سال بعد تک بھی زمانہ کو روشن رکھا لیکن آج فی الحقیقت کانِ مروت سے ایک لعل بھی دستیاب نہیں ہوتا۔ چند ایک سنگریزے ہیں جنکو مصنوعی

ان اسباب سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتا۔ کیا وجہ ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ چپ رہ۔ خدا کے بھید کو کوئی نہیں سمجھ سکتا تو کس سے پوچھتا ہے کہ دور روزگار کو کیا ہوا

مطلب یہ ہے کہ اسرار الہی کا کسی شخص کو علم نہیں۔ تو کس سے پوچھ رہا ہے کہ یہ کیا ہوا اور کیوں ہوا۔

غزل ۱۵۳

یک دو جامم دی سحر گہ اتفاق افتادہ بود	۱	وز لب ساقی شرابم در مذاق افتادہ بود
از سر مستی دگر با شاہد عہد شباب	۲	رجعتی میخواستم لیکن طلاق افتادہ بود
نقش می بستم کہ گیرم گوشۂ زاں چشم مست	۳	طاقت صبر از خم ابروش طاق افتادہ بود
ساقیا جام دمادم دہ کہ در سیر طریق	۴	ہر کہ عاشق وش نباشد در نفاق افتادہ بود
ای معبر مژدہ فرما کہ دوشم آفتاب	۵	در شکر خواب صبوحی ہم وثاق افتادہ بود
در مقامات طریقت ہر کجا کردیم سیر	۶	عافیت را با نظر بازی فراق افتادہ بود
گر نبودی شاہ یحیی نصرت الدین از کرم	۷	کار ملک و دین ز نظم و انساق افتادہ بود
(۸)	حافظ آں ساعت کہ ایں نظم پریشاں می نوشت طائر فکرش بدام اشتیاق افتادہ بود	(۸)

(۱) ترجمہ۔ کل صبح کے وقت ایک دو پیالہ شراب پینے کا مجھے اتفاق ہوا اور لب ساقی سے شراب میرے منہ میں پڑی

مذاق۔ محل ذائقہ۔ چکھنے کی جگہ۔ دہن و کام۔

مطلب یہ ہے کہ لب ساقی کے بوسہ نے مجھے مست کر دیا

(۲) ترجمہ۔ مستی کی وجہ سے عہد شباب کے معشوق کیطرف میں دوبارہ رجوع کرنا چاہتا تھا لیکن طلاق ہو چکی تھی

رجعت۔ بالفتح۔ مرد کا زن مطلقہ کیطرف رجوع کرنا۔ مطلق رجوع کرنا۔ بعض قسم کی طلاقوں میں طلاق کے ہمیشہ کے لئے واقع ہو جانے سے پہلے رجعت ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن طلاق واقع ہو جانے کے بعد رجعت نہیں

مروت ۔ بضمتین و تشدید واؤ مفتوحہ ۔ مردمی ۔ مردی ماخوذ از مر بمعنی مرد

تابش خورشید اور ابر و باراں کا اثر سے پتھر لعل بنتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کوئی لعل نظر نہیں آتا تابش خورشید کو کیا ہوا ہی مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی مرد پیدا نہیں ہوتا ۔ دستِ قدرت کو کیا ہوا اس سوال کا جواب خواجہ صاحب خود شعر د ۱۱۲ میں دے چکے ہیں ۔

طالبِ لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید		ہمچناں در عملِ معدن و کانست کہ بود

اسی مضمون کو ہے ۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں	راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہی جوہر قابل ہی نہیں	جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

(۵) **ترجمہ** ۔ زہرہ اپنا ساز نہیں لیتی ۔ شائد اسکا عود جل گیا ۔ کسی کو مستی کا شوق نہیں شرابخواروں کو کیا ہوا

زہرہ ۔ ایک ستارہ کا نام جسے رقاصۂ فلک بھی کہتے ہیں ۔ **عود** ۔ ایک ساز کا نام ہی جسے بربط بھی کہتے ہیں ۔ ایک سیاہ لکڑی کا نام بھی ہی ۔ جو جل کر نہایت عمدہ خوشبو دیتی ہی ۔ عود اور سوخت کی رعایت ظاہر ۔ مطلب یہ ہے کہ زہرہ کو رقص و سرود بھول گئے اور میخواروں کی مستی ہی نہیں ۔ زمانہ کی کیفیت ہی دگرگوں ہی ۔

(۶) **ترجمہ** ۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ایک دوست تھا جسے دوستی کا حق حاصل تھا ۔ حق شناسوں کا کیا حال ہوا اور یاروں کو کیا پیش آئی ہے ۔

یعنے کوئی شخص حقِ دوستی نہیں پہچانتا ۔ رابطہ محبت معدوم ہوا جاتا ہی ۔

(۷) **ترجمہ** ۔ توفیق اور کرامت کی گیند درمیان پڑی ہی کوئی شخص میدان کیطرف رخ نہیں کرتا ۔ سواروں کو کیا ہو گیا ہے ۔

توفیق ۔ خداوند تعالے کا انسانوں کی خواہش کے مطابق اسباب پیدا کرنا تاکہ وہ خواہش پوری ہو

کرامت ۔ بزرگی ۔ عطا ۔ عنایت ۔

مطلب یہ ہی کہ عاملانِ قضا و قدر نے (خدا نے) اسباب پیدا کر دیئے ہوئے ہیں لیکن کوئی شخص

یعنے طائر فکر آزاد نہ تہا۔ دام اشتیاق میں گرفتار تہا۔

غزل (۱۵۴)

یارم چو قدح بدست گیرد	۱	بازار بتان شکست گیرد
در بحر فتادہ ام چو ماہی	۲	تا یار مرا بشست گیرد
در پاش فتادہ ام بزاری	۳	آیا بود آنکہ دست گیرد
ہر کس کہ بدید چشم او گفت	۴	کو محتسبے کہ مست گیرد

(۵) خرم دل آنکہ ہمچو حافظ
جامے زمی الست گیرد (۵)

(۱) ترجمہ۔ میرا معشوق جب پیالہ ہاتہ میں لیتا ہی تو اور معشوقوں کا بازار سرد پڑجاتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میں سمندر میں مچھلی کیطرح پڑا ہوں تاکہ معشوق مجھو کانٹے سے پکڑ لے

شست ۔ بفتح ۔ اس لفظ کے کئی معنے ہیں جن میں کی دو یہ ہیں۔ (۱) حلقۂ زلف (۲) مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

مطلب یہ ہی کہ میں اس انتظار میں ہوں کہ معشوق اپنے خم زلف میں مجھ کو گرفتار کرلے۔

(۳) ترجمہ۔ میں اسکے پاؤں میں عاجزی سے گرا ہوا ہوں۔ شاید کہ وہ میرا ہاتہ پکڑ لے۔

(۴) ترجمہ۔ جس شخص نے اسکی آنکہ دیکھی کہا کہ محتسب کہاں ہی کہ اس مست کو پکڑ لے جائے۔

یعنے اسکی آنکہ مست ہے۔ محتسب اور مستوں کو پکڑتا ہے۔ اسی کیوں نہیں پکڑتا۔

(۵) ترجمہ۔ اس شخص کا دل خوش ہی۔ جس نے حافظ کیطرح شراب الست سے پیالہ لیا۔

مئے الست ۔ سے مراد شراب عشق۔ الست بربکم قالوا بلیٰ کیطرف اشارہ ہی۔ جب خالق و مخلوق کے درمیان سلسلۂ عشق قائم ہوا۔ دیکھو شعر الف ۱۔

خواجہ صاحب نے یہاں پہر اپنی شراب کی تشریح کردی ہی۔ اب بہی اگر کوئی شخص خواجہ حافظ کی

ہو سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ مستی کی حالت میں میں دوبارہ عہد شباب کا لطف حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن شباب جا چکا تھا اور ہمیشہ کے لئے جا چکا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ میں ارادہ کرتا تھا کہ اس چشم مست سے کنارہ کشی اختیار کر لوں لیکن صبر کی طاقت اسکے خم ابرو سے زائل ہو چکی تھی۔

یعنے کنارہ کشی کی طاقت نہیں رہی تھی۔ دل بے صبر ہو گیا تھا۔ طاق افتادن یعنے برطاق افتادن بھول جانا۔ زائل ہو جانا۔ گوشہ و چشم اور خم ابرو و طاق کی رعائت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ ساقی پے در پے (متواتر) جام دے کہ راہ طریقت میں جو شخص عاشق نما نہیں ہوتا وہ منافق ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ عاشق ہمیشہ مست ہوتے ہیں اس لئے جو عاشق مستوری کا اظہار کرے اور عاشقوں کیطرح مست نظر نہ آئے وہ منافق ہوتا ہے۔ لہذا چاہئے کہ پے در پے شراب پیتے جائیں۔ تاکہ ہمیشہ مست ہی رہیں اور مست ہی نظر آئیں مستوری نام کو نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ تعبیر کرنے والے خوشخبری سنا کہ کل آفتاب صبح کی میٹھی نیند میں میرا ہم منزل تھا۔

معبر۔ تعبیر کرنے والا۔ خواب کی تعبیر بیان کرنے والا **وثاق**۔ خانہ۔ حرم سرائے۔ حرم منزل۔

مطلب یہ ہے کہ میں کل صبح کی میٹھی نیند میں تھا کہ خواب میں آفتاب کو اپنے ساتھ ایک مکان میں دیکھا۔ خواجہ صاحب اسکی تعبیر یہ چاہتے ہیں کہ معشوق انکے گھر تشریف لائیگا۔ عموماً خواب سحر سچی سمجھی جاتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہم نے مقامات طریقت میں جہاں کہیں سیر کی۔ یہی دیکھا کہ آرام نظر بازی سے دور رہتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آرام اور عشق دو متضاد باتیں ہیں۔ جہاں عشق ہوگا۔ آرام حرام ہوگا۔ عاشق کو آرام نصیب نہیں ہوتا۔

(۷) ترجمہ۔ اگر شاہ یحیی نصرت الدین کی کرمفرمائی نہ ہوتی۔ تو ملک و دین کا نظم و نسق بگڑ چکا تھا۔

یہاں خواجہ صاحب نے عشقیہ مضامین سے ممدوح کی مدح کیطرف گریز کیا ہے۔ شاہ یحیی کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ (۱۹) سوانحعمری۔

(۸) ترجمہ۔ جسوقت حافظ یہ پریشان نظم لکھتا تھا اسکی فکر کا پرندہ شوق کی جال میں پھنسا ہوا تھا۔

ردیف ر

غزل (۱)

الا اے طوطی گویاے اسرار	۱	مبادا از شکر خالیت منقار
سرت سبز و دلت خوش باد جاوید	۲	کہ خوش نقشے نمودے از خط یار
سخن بستہ گفتی با حریفاں	۳	خدارا زین معما پردہ بردار
بروے ما زن از ساغر گلابی	۴	کہ خواب آلودہ ایم ای بخت بیدار
چہ رہ بود اینکہ زد در پردہ مطرب	۵	کہ می رقصند باہم مست و ہشیار
ازیں افیوں کہ ساقی در می افگند	۶	حریفان را نہ سر ماند نہ دستار
خرد ہر چند نقد کائنات ست	۷	چہ سنجد پیش عشق کیمیا کار
سکندر را نمی بخشند آبے	۸	بزور و زر میسر نیست ایں کار
بیا و حال اہل درد بشنو	۹	بہ لفظ اندک و معنی بسیار
بستوراں مگو اسرار مستی	۱۰	حدیث جاں مپرس از نقش دیوار
بت چینی عدوی دین و مال ست	۱۱	خداوندا دل و دینم نگہدار
خداوندی بجاے بندگاں کرد	۱۲	خداوندا ز آفاتش نگہدار

(۱۳) بہمین دولت منصور شاہی (۱۳)
علم شد حافظ اندر نظم اشعار

شراب پر اعتراض کرے تو اسکی عقل پر افسوس!

ردیف ذ

غزل (۱)

بنویس دلا بیار کاغذ	۱	بفرست بہ آن نگار کاغذ
اے باد صبا بر آں شوخ	۲	از عاشق بے قرار کاغذ
ہرگز ننویسد او جوابے	۳	گر بنویسم ہزار کاغذ
تا نام تو نقش شد براو ماند	۴	بر صفحہ روزگار کاغذ

(۵) بنویس ز روے مہربانی — بر حافظ دل فگار کاغذ (۵)

(۱) ترجمہ۔ اے دل معشوق کو خط لکھہ۔ اس معشوق کیطرف خط بھیج۔

(۲) ترجمہ۔ اے بادِ صبا اس شوخ کے پاس عاشقِ بیقرار کا خط لے جا۔

(۳) ترجمہ۔ وہ ہرگز جواب نہیں لکھتا۔ اگر میں ہزار خط بھی اسکو لکھوں۔

(۴) ترجمہ۔ جبسے تیرا نام اس پر نقش ہوا ہی صفحہ روزگار پر کاغذ باقی رہ گیا ہی۔
یعنے جبسے تیرا نام کاغذ پر لکھا گیا ہی۔ اسکی برکت سی کاغذ صفحہ روزگار پر قائم اور باقی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ براہ مہربانی حافظِ خستہ دل کیطرف خط لکھہ۔

(۸) ترجمہ - سکندر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہیں دیتی۔ یہ کام زور اور زر سے حاصل نہیں ہوتا۔
مطلب یہ ہی کہ سکندر ایک بہت بڑا بادشاہ تھا خضر علیہ السلام اسکو راہنما تھے۔ پھر بھی آب حیات کا ایک گھونٹ اسی نصیب نہ ہوا۔ یہ کام زور اور زر سے نہیں چلتے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست	تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی مضمون پر ہے۔

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل	کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

(۹) ترجمہ - آ اور اہل درد کا حال سن۔ تھوڑے سے لفظوں میں اور بہت سے معنوں میں۔
یعنے اہل درد کا بیان تھوڑے لفظوں میں ہوتا ہی لیکن بلحاظ معانی بہت جامع ہوتا ہے۔
(۱۰) ترجمہ - مستوروں سے مستی کا اسرار بیان نہ کر۔ جان کی باتیں دیوار کی تصویر سے نہ پوچھ۔
مطلب یہ ہی کہ زاہدان ظاہر پرست سے عشق کا اسرار وحقائق بیان نہ کر یہ لوگ صرف دیوار کی تصویر ہیں۔ ان میں جان نہیں ظاہری عبادت ایمان کی تصویر ہے۔ عشق الہی اسکی جان ہے۔
(۱۱) ترجمہ - معشوق چینی دین ومال کا دشمن ہی۔ اے خدا میرا دل اور دین اس سے بچا۔
بت چینی - چین کی تصویریں مجسمے بہت خوبصورت ہوتے تھے۔ اس لئے معشوقوں کو بت چینی کہتے ہیں۔
(۱۲) ترجمہ - اس شاہ بندوں کے حق میں خداوندی کی۔ اے خدا اس کو آفتوں سے محفوظ رکھ۔
یعنے اسکے لطف وکرم اور عدل وانصاف کی عوض خدا اسے تمام آفات سے بچائے۔
(۱۳) ترجمہ - منصور شاہی دولت کے یمن سے حافظ شعر نظم کرنے میں ممتاز ہوگیا ہے۔
علم شدن - نشان ہونا۔ ممتاز ہونا۔ بلند ہونا۔ (علم بمعنے جھنڈا)
منصور شاہ - شاہ یحیی کے بعد شیراز کا بادشاہ ہوا۔ خواجہ صاحب کا مربی اور ممدوح تھا۔ اور کئی غزلوں میں بھی خواجہ صاحب نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھو غزل (۲۰) ردیف و۔
تفصیلی حالات کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۹ - ۲۰ سنہ ہجری۔

(۱) ترجمہ۔ ہاں اے اسرار بیان کرنے والی طوطی۔ تیری چونچ شکر سے کبھی خالی نہ ہو۔
(۲) ترجمہ۔ سر تیرا سبز اور دل تیرا ہمیشہ خوش رہے۔ کہ تو نے معشوق کے خط سے بہت اچھا نقش پیدا کیا ہے
(۳) ترجمہ۔ تو نے حریفوں کو سربستہ (پوشیدہ) بات کہی ہے۔ خدا کے لئے اس معمہ سے پردہ اٹھا۔

گذشتہ ہرسہ اشعار میں خطاب طوطی کو یا اسرار کیطرف ہے اور مضمون مسلسل ہے

بعض کے نزدیک طوطی سے یہاں مراد مرشد ہے۔ جو اسرار معرفت بیان کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی باغ توحید کے خوش گفتار طوطی تھے اور دنیا کو اسرار حقیقت سے آگاہ کیا۔ اس صورت میں خط یار سے مراد قرآن کریم ہوگی۔ اگر زیادہ تاویلوں کی ضرورت نہ ہو تو دیار معشوق کے قاصد کو طوطی کہو کیونکہ وہ بھی اسرار و رموز عشق بیان کرتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ ہمارے چہرہ پر ساغر سے گلاب چھڑک۔ کیونکہ بخت بیدار ہماری خواب آلودہ ہے۔
نیند سے بیدار کرنے کے لئے عموماً پانی یا گلاب چہرہ پر چھڑکا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب یا تو بخت بیدار کو ہی مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ ہم کو خواب غفلت سے بیدار کر اور ہمارا ساتھ ہو۔ یا ساقی کو بخت بیدار کہا ہے۔ اور التماس کی ہے کہ ساغر سے گلاب ہمارے چہرہ پر چھڑک۔ اس صورت میں گلاب سے مراد شراب ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ یہ کیا سرود تھا جو مطرب نے پردہ ساز میں گایا۔ کہ مست و ہشیار سب یکجا رقص کر رہے ہیں۔

راہ زدن۔ سرود کہنا۔ نغمہ سرائی کرنا۔ گانا۔

مطلب یہ ہے کہ مطرب نے یہ کیسی نغمہ سرائی کی ہے۔ کہ مست و ہشیار تمام کے تمام حالت وجد میں آ گئے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اس افیوں سے جو ساقی نے شراب میں ڈالی ہے۔ حریفوں کا سر رہا ہے نہ پگڑی
مطلب یہ ہے۔ کہ سالک نے اسرار عشق کے بیان کرنے میں جو رموز معرفت ظاہر کئے ہیں۔ ان کے سننے سے نہ سر کی ہوش رہی ہے نہ دستار کی۔

(۷) ترجمہ۔ عقل ہر چند کائنات کا نقد ہے۔ لیکن کیمیاگر عشق کی نظروں میں نہیں جچتی۔
یعنے عقل بہت اچھی چیز ہے لیکن عشق کا مقابلہ نہیں کر سکتی عشق کی مستی عقل کی مستوری سے بدرجہا افضل ہے تشریح کے لئے دیکھو شعرت ن ۲ د ن ۵ د ۱۵ ل ۵۔ نقد و کیمیا کی رعایت ظاہر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس ناپائدار دنیا کے مال و جاہ کے لئے غم نہیں کرنا چاہئے۔

بس بگردید و بگردد روزگار	دل بدنیا درنہ بند د ہوشیار

غزل (۳)

ای بردہ گوی حسن ز خوبان روزگار	۱	قدت براستی چو سہی سرو جویبار
الحق وجود نقش و نشان دہان تو	۲	موہوم نقطہ ایست نہ پنہاں نہ آشکار
دادیم دل بدست خط و زلف و خال تو	۳	از دست ہر سہ تا چہ کشد این دل فگار
بلوا ہزار دشمن اگر یار با منست	۴	دانم مصاف را و نترسم ز کارزار
عشقت چو در سراچہ دل جایگیر شد	۵	زین در اگر بدر شوم آیم باضطرار
گر سرو پیش قد تو سر کشیدہ مرنج	۶	عقل طویل را نبود ہیچ اعتبار

(۷) منصوبہ ہوای تو حافظ کنون چو باخت
در ششدر غمت دل شل فتادہ مہرہ وار (۷)

(۱) ترجمہ ۔ کہ تو تمام جہاں کے حسینوں سے گوی حسن لے گیا ہے تیرا قد راستی میں جویبار کے سرو سہی کی طرح ہے۔
سرو عموماً لب جو لگائے جاتے ہیں۔ اس لئے سرو جویبار کہا۔

(۲) ترجمہ ۔ فی الحقیقت تیرے دہن کے نقش و نشان کا وجود ایک موہوم نقطہ ہے۔ جو نہ پوشیدہ ہے نہ ظاہر ہے۔
یعنے تیرا دہن تنگ ایک موہوم نقطہ ہے جو نہ معدوم ہے نہ موجود

دہنت را کہ خرد جوہر فردش خواند	جز بمنطق لبت اثبات وجودش نکند (جامی)

(۳) ترجمہ ۔ ہم نے تیرے خط ۔ زلف اور خال کے ہاتھ میں اپنا دل دیدیا ہے ۔ دیکھیں ان تینوں کے ہاتھوں سے ہمارا زخمی دل کیا کیا تکلیفیں اٹھاتا ہے۔

(۴) ترجمہ ۔ اگر دوست میرے ساتھ ہو تو ہزار دشمن ہوں (کچھ پرواہ نہیں) لڑائی جانتا ہوں اور جنگ سے نہیں ڈرتا ۔ ع

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

غزل (۲)

ای باد مشکبو بگذر سوئے آں نگار	۱	بکشا گرہ ز زلفش و بوے بمن بیار
با او بگو کہ اے مہ نا مہربان من	۲	باز آ کہ عاشقانِ تو مردند ز انتظار
دل دادہ ایم و مہر ترا از جاں خریدہ ایم	۳	بر ما جفا و جور فراقت روا مدار
کردی چو روزگار فراموش بندہ را	۴	زنہار عرض یار وفادار گوش دار
ای دل بساز با غمِ ہجران و صبر کن	۵	ای دیدہ در فراقش ازیں بیش خوں مبار
باری خیالِ دوست زپیش نظر مشوے	۶	چوں بر وصالِ یار نداریم اختیار

(۷) حافظ تو تا بکی غم مال جہاں خوری
بسیار غم مخور کہ جہاں نیست پایدار (۷)

یہ غزل بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اے خوشبودار ہوا اس معشوق کیطرف جا اسکی زلف سے گرہ کہول اور اسکی خوشبو مجہ تک لا۔

(۲) ترجمہ۔ اسکو کہو کہ اے میرے نا مہربان معشوق۔ واپس آجا تیرے عاشق انتظار میں مر رہے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ ہم نے دل دیا ہے اور تیری محبت جان سے خریدی ہے۔ ہم پر اپنے فراق کا جور و جفا روا نہ رکہہ۔
یعنے ہم کو اپنی جدائی کے رنج و غم میں مبتلا نہ کر

(۴) ترجمہ۔ تو نے زمانہ کیطرح بندہ کو فراموش کر دیا ضرور یارِ وفادار کی عرض کو سُن۔
یعنے تو نے زمانہ کی طرح بیوفائی کی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل غمِ ہجر کے ساتھہ موافقت پیدا کر اور صبر کر۔ اے آنکھ اسکے فراق میں اس سے زیادہ خون کے آنسو نہ رو۔

(۶) ترجمہ۔ ہاں معشوق کے خیال کو آنکھوں کے سامنے سے دور نہ کر جبکہ ہم کو وصالِ یار پر اختیار نہیں۔
یعنے وصال پر اختیار نہیں اسلئے کم از کم اتنا ضروری ہے کہ اسکی تصویر ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تو کب تک دنیا کے مال کا غم کہائیگا۔ بہت غم نہ کہا کیونکہ دنیا ناپایدار ہے۔

اندیشہ از محیط فنا نیست ہر کرا	۴	بر نقطۂ دہان تو باشد مدار عمر
در ہر طرف ز خیل حوادث کمینگہ است	۵	زاں رو عناں گسستہ دواند سوار عمر
ایں یک دو دم کہ دولت دیدار ممکن ست	۶	دریاب کار دل کہ نہ پیداست کار عمر
تا کی می صبوح و شکر خواب صبحدم	۷	بیدار گرد ہاں کہ نماند اعتبار عمر
وی در گذار بود و نظر سوے ما نکرد	۸	بیچارہ دل کہ ہیچ ندید از گذار عمر

(۹) حافظ سخن بگوی کہ در صفحۂ جہاں
این نقش ماند از قلمت یادگار عمر (۹)

(۱) ترجمہ ۔ اے کہ تیرے چہرہ کے فروغ سے عمر کا باغ سرسبز ہے۔ واپس آ کہ تیری چہرہ کے پہول کے بغیر عمر کی بہار خراب ہو رہی ہے۔

(۲) ترجمہ ۔ آنکہوں سے اگر آنسو بارش کیطرح جائیں تو جائز ہے۔ کیونکہ تیرے غم میں زندگی کا زمانہ بجلی کیطرح گذر گیا۔
مطلب یہ ہے کہ تیرے فراق میں زندگی گذر رہی ہے۔ ہم جتنی اشکباری کریں۔ جائز ہے۔ (عمر چونکہ بجلی کی طرح گذرتی ہے اور بجلی کے ساتہہ بارش بہی ضروری ہے اس لئے آنکہوں سے بارش کیطرح آنسو جاتے ہیں)

(۳) ترجمہ ۔ میں عمر کے بغیر زندہ ہوں اور اس بات پر بہت حیران نہ ہو۔ ہجر کے دن کو عمر میں کون شمار کرتا ہے۔
یعنے جو دن ہجر میں گذرتے ہیں وہ گویا کسی شمار میں نہیں۔ زمانۂ عمر میں انکو کوئی شمار نہیں کرتا۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ آج کل میں بغیر عمر کے زندہ ہوں۔

(۴) ترجمہ ۔ اس شخص کو محیطِ فنا سے کوئی ڈر نہیں جسکی عمر کا مدار تیرے دہن کی نقطہ پر ہو۔
دہن کو خود ایک نقطۂ موہوم کہتے ہیں۔ پس جس شخص کی زندگی کا مدار ہی ایک نقطۂ موہوم پر ہوا۔ اس کو بقا و فنا سے کیا غرض۔ یوں بہی دہن معشوق کو زندگی بخش اور لب یار کو چشمۂ آب حیات کہتے ہیں اسصورت میں بہی فنا کا ڈر نہیں رہتا۔

(۵) ترجمہ ۔ ہر طرف حوادث کا لشکر گہات لگائے ہے اس لئے عمر کا سوار (گہوڑی کو) بگٹٹ دوڑا رہا ہے
یعنے عمر اسلئے جلدی گزرتی ہے کہ چاروں طرف سے حوادث کا ڈر ہے۔ جتنا جلدی انسان اس کمینگاہِ دنیا سے گذر جائیگا اتنا ہی حوادث سے محفوظ رہتا ہے۔ عمرِ دراز کے ساتہہ حوادث کا بہی ایک طویل سلسلہ وابستہ ہوتا ہے۔

(۵) ترجمہ - تیرا عشق جب سے میرے دل کی منزل میں جا گزین ہوا ہے اس دروازہ سے اگر میں باہر چلا جاؤں تو بیقرار ہی سے واپس آتا ہوں -

مطلب یہ ہے کہ چونکہ دل معشوق کی منزل ہے اس لئے میں بھی اب درِ دل پر مقیم ہو گیا ہوں اور اگر وہاں سے چلا جاتا ہوں تو پھر بیقرار ہو کر وہاں ہی جا رہتا ہوں -

چہ سازد آوارہ درِ دل کہ رہ بدیں حرم نگیرد	خیال نامحرم گریبان دواندما را بکوہ وصحرا

(۶) ترجمہ - اگر سرو تیرے قد کے مقابلہ پر سر اٹھاتا ہے تو آزردہ نہ ہو - لمبے قد والے کی عقل پر اعتبار نہیں ہوتا -

مشہور ہے - کہ "کل طویل احمق" اور "کل قلیل فتنۃ" یعنے تمام دراز قد احمق اور تمام پستہ قد فتنہ پرداز ہوتے ہیں - چونکہ سرو دراز قد ہے اسلئے احمق ہے - اگر تیرے قد کی برابری کا دعویٰ کرے تو معذور ہے -

(۷) ترجمہ - حافظ نے چونکہ اب تیرے عشق کی بازی لگائی ہے - تیرے غم کے ششدر میں اسکا دل مہرہ کیطرح گرفتار ہو گیا ہے -

منصوبہ - کوئی شے برپا کی ہوئی - کسی کام کی تدبیر - بازی شطرنج - نرد کی سات بازیوں میں سے ساتویں بازی کا نام ششدر - وہ جگہ جہاں سے رہائی دشوار ہو - مجازاً بمعنے حیران - عاجز اور متحیر ہونا - ششدر حقیقت میں نرد کی کھیل میں چھ خانہ کا نام ہے - اس کھیل میں دو تختے ہوتے ہیں فی تختہ بارہ بارہ در بنے ہوئے ہوتے ہیں - اسطرح کہ ہر تختہ کی دائیں بائیں چھ چھ در ہوتے ہیں - دائیں اور بائیں در وں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہوتا ہے جسوقت مہرہ اس در میں جو منتہائے تختہ پر ہوتا ہے بند ہو جاتا ہے اور اپنی طرف کے چھ خانوں میں سے کسی خانہ میں نہیں جا سکتا - اسوقت اسکی رہائی حریف کو رہائی دینے کے بغیر ناممکن ہو جاتی ہے - اس لئے مہرہ کا ششدر میں ہونا گویا اسکی گرفتاری کی دلیل ہے -

غزل (۴)

بازآ کہ رخیت بی گل رویت بہار عمر	۱	ای خرم از فروغ رخت لالہ زار عمر
کاندر غمت چو برق بشد روزگار عمر	۲	از دیدہ گر سرشک چو باراں رود رواست
روزِ فراق را کہ نہد در شمار عمر	۳	بی عمر زندہ ام من و زیں بس عجب مدار

خامی وسادہ دلی شیوۂ جانبازاں نیست	۸	خبرے ازبرآں دلبرعیار بیار
شکرآں راکہ تودرعشرتی ای مرغ چمن	۹	باسیراں قفس مژدۂ گلزار بیار
کام جاں تلخ شدازصبرکہ کردم بیدوست	۱۰	عشوۂ زاں لب شیریں شکربار بیار

(۱۱) دلق حافظ بچہ ارزد بمیش رنگین کن — واہکنش مست وخراب ازسر بازار بیار (۱۱)

(۱) ترجمہ:- اے صبا معشوق کے دروازہ کی خاک کی خوشبو لا۔ دل کا غم دور کر اور معشوق کی خوشخبری لا۔

(۲) ترجمہ:- معشوق کے دہن سے کوئی روح افزا نکتہ بیان کر۔ عالم اسرار سے خوشخبری کا نامہ لا۔

یعنے معشوق کے دہن کے متعلق یا معشوق کے دہن سے نکلا ہوا نکتہ بیان کر۔ اسرار سے مراد اسرارِ الٰہیہ۔

(۳) ترجمہ:- تاکہ میں تیری نسیم کی لطافت (خوشبو) سے دماغ معطر کروں۔ معشوق کی نفس کی خوشبوؤں سے تھوڑی سی خوشبو لا۔

نفحات الرحمن کیطرف اشارہ ہے۔

(۴) ترجمہ:- تجھے اپنی وفا کی قسم ہے کہ اس یارِ عزیز کے رستہ کی مٹی بغیر آمیزش اس غبار کے جو اغیار سے پیدا ہو۔ لا۔

یعنے معشوق کی اس راہ سے جس پر اغیار نے قدم نہ رکھا ہو۔ خاک لا۔ مطلب یہ ہے کہ خیالات ما سوا اللہ سے بے مجھے بیگانہ کر دے۔

(۵) ترجمہ:- مدت ہوئی کہ دل نے مراد کا چہرہ نہیں دیکھا۔ اے ساقی وہ آئینہ صفات پیالہ لا۔

یعنے جام مے لا جس سے چہرۂ مقصود نظر آئے۔

(۶) ترجمہ:- علی الرغم دشمنانِ معشوق کے رستہ کی خاک۔ اس خونبار آنکھ کی آسائش کے لئے لا۔

بکوری رقیب۔ یعنے علی الرغم رقیب۔ دشمن کی خواہش اور مراد کے خلاف۔ دشمن کے اندھا کرنے کے لئے۔ مطلب یہ ہے کہ رقیب کی خواہش کے خلاف راہ یار کی خاک لا۔ جسے سرمۂ چشم بناؤں تاکہ خونبار آنکھوں کو راحت ہو۔

(۷) ترجمہ:- میرا دیوانہ دل زنجیر سے نہیں ڈرتا۔ اس زلفِ طرار کے خم سے ایک حلقہ لا۔

یعنے میرا دیوانہ دل اور کسی زنجیر میں نہیں بند ہوتا۔ اس کے لئے زلفِ معشوق کا ایک حلقہ لا۔ تاکہ اس میں بند

(۶) ترجمہ۔ اس ایک دم میں کہ دولتِ دیدار ممکن ہے۔ دل کا مقصد پورا کر کیونکہ عمر کا کچھ پتہ نہیں۔
یعنی زندگی کا بھروسہ نہیں۔ زمانۂ وصال کے ایک دم کو بھی غنیمت جان۔

(۷) ترجمہ۔ صبح کی شراب اور صبح کی میٹھی نیند کب تک ہوگی۔ ہاں! بیدار ہو۔ کہ عمر کا اعتبار نہیں رہا۔
مطلب یہ ہے کہ صبح کی شراب اور صبح کی نیند کے نشہ میں غافل نہ رہ۔ اٹھ بیدار ہو کہ وقت تھوڑا ہے۔

جاگنا ہو جاگ لے افلاک کے سائے تلے		حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سائے تلے

(۸) ترجمہ۔ کل وہ گزر رہا تھا اور ہماری طرف نظر نہ کی۔ بیچارہ دل کہ اس نے عمر کے گزرنے سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔
مطلب یہ ہے کہ کل معشوق یہاں سے گذرا اور ہماری طرف نظر نہ کی ہمارے بیچارہ دل نے زندگی سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔
یا یہ سمجھو کہ کل ہمارا بیچارہ دل جو زندگی کے تمام فوائد سے محروم رہا۔ ہم کو چھوڑ کر چلا گیا اور ہماری طرف نہ دیکھا۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ شعر کہہ کیونکہ صفحۂ جہاں پر تیرے قلم کا یہ نقش تیری زندگی کی یادگار رہے گا۔
یعنے تیرا کلام تیری یادگار رہے گا۔ خواجہ صاحب کی یہ پیشینگوئی بالکل سچی ثابت ہوئی ہے۔ فی الحقیقت
ان کی غزلوں کا دیوان اُن کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔ جب تک زبانِ فارسی اور زبانِ فارسی کے سمجھنے والے
موجود ہونگے۔ خواجہ کا نام صفحۂ روزگار پر آفتاب کیطرح روشن رہیگا۔

سخن از پیش پیشیں ماند ہمانا زیں پس		نام ما نیم و گیتی سخن از ما ماند

غزل (۵)

ای صبا نکہتے از خاکِ درِ یار بیار	۱	بر اندوہ دل و مژدہ دلدار بیار
نکتۂ روح فزا از دہنِ یار بگوی	۲	نامۂ خوش خبر از عالم اسرار بیار
تا معطر کنم از لطفِ نسیم تو مشام	۳	شمۂ از نفحاتِ نفسِ یار بیار
بوفای تو کہ خاکِ رہِ آں یار عزیز	۴	بے غباری کہ پدید آید از اغیار بیار
روزگاریست کہ دل چہرۂ مقصود ندید	۵	ساقیا آں قدحِ آئینہ کردار بیار
گردی از رہگذرِ دوست بکوریِ رقیب	۶	بہر آسایشِ ایں دیدۂ خونبار بیار
دلِ دیوانہ ز زنجیر نمی اندیشد	۷	حلقۂ از خمِ گیسوی آں طرۂ طرار بیار

اس غزل کے قافیہ میں یائے مجہول اور یائے معروف کا تفاوت معلوم ہوتا ہے۔ جائز ہوگا

(۱) ترجمہ ۔ اے صبا فلاں (معشوق) کے کوچہ سے میرے لئے خوشبو لا۔ میں غم سے زار اور بیمار ہوں۔ میرے لئے جان کی راحت لا۔

یعنے میری جانِ بیمار کی راحت کے لئے کوچۂ یار کی خوشبو لا۔

(۲) ترجمہ ۔ ہمارے بے حاصل دل پر مراد کی اکسیر لگا۔ یعنی درِ دوست کی خاک سے مجھ تک نشانی لا۔

قلب ۔ (۱) کھوٹی دہات۔ کھوٹا سکہ (۲) دل۔ لہذا قلب اور اکسیر کی رعایت ظاہر۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارا دل بے مراد ہے۔ اسے بامراد کردے جسطرح اکسیر سے ناقص دہات قیمتی دہات بن جاتی ہے۔ اسی طرح درِ دوست کی خاک سے میرا بے مراد دل بامراد ہوجائیگا۔

(۳) ترجمہ ۔ نظر کی کمینگاہ میں مجھ اپنے دل سے لڑائی ہے۔ اسکے ابرو اور غمزہ سے میرے لئے تیر و کمان لا۔

ابرو و غمزہ اور تیر و کمان میں لف و نشر غیر مرتب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری اپنے دل سے لڑائی ہے معشوق کے غمزہ وابرو کے تیر و کمان مجھے لادو۔ تاکہ کمین گاہِ نظر سے دل پر انکا وار کروں۔ ظاہر ہے کہ دل پر عشق کے تمام ولولہ آنکھوں کے ذریعے ہوتے ہیں۔ کیونکہ پہلے آنکھ دیکھتی ہے۔ پھر دل بیقرار ہوتا ہے۔

(۴) ترجمہ ۔ میں مسافری۔ فراق اور دل کے غم سے بوڑھا ہوگیا ہوں۔ شراب کا پیالہ کسی نوجوان کے ہاتھ سے مجھے لادے تاکہ میں دوبارہ جوان ہوجاؤں۔

(۵) ترجمہ ۔ منکروں کو بھی اسی شراب کے دو تین پیالے پلادے۔ اگر وہ نہ لیں۔ تو جلدی میرے پاس لے آ۔

منکر سے مراد منکرِ شراب۔ مطلب یہ ہے کہ منکروں کو بھی کسی نوجوان کے ہاتھ سے شراب پلا۔ تاکہ وہ آئندہ شراب کا انکار نہ کریں۔

شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو		اپنے ہاتھوں سے جو دو بھر کے انہیں جام شراب

اور اگر منکرانِ شراب شراب پینے سے انکار کریں تو انکا حصہ بھی مجھے لادو (خوب!)

(۶) ترجمہ ۔ اے ساقی آج کی عیش کو کل پر نہ ڈال۔ یا دیوانِ قضا سے مجھے خط امانی لادے۔

خط امانی ۔ امان کا پروانہ۔ یعنے اس امر کا پروانہ کہ میں کل تک زندہ رہوں گا

مطلب یہ ہے کہ آج کی عیش کو کل پر نہ چھوڑ۔ اگر چھوڑتا ہے تو قضا و قدر کے دفتر سے مجھے اس امر کا پروانہ لادے کہ کل تک مجھے موت سے امان ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کل کا کوئی اعتبار نہیں اسلئے جو عیش آج ہو

رہے۔ طرار بمعنے حیلہ گر۔ کیسہ بُر۔ تیز زبان۔

(۸) ترجمہ۔ خامی اور سادہ دلی جانبازوں کا شیوہ نہیں۔ اس عیار معشوق کی کوئی خبر لا۔

عیاری ضد ہے خامی اور سادہ دلی کی۔ مطلب یہ ہے کہ اس عیار معشوق کیطرف سے کوئی خبر لا۔ کیونکہ ہم جانباز ہیں اور سادہ دلی اور خامی ہمارا شیوہ نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اے مرغ چمن اس بات کے شکریہ میں کہ تو عیش میں ہے قفس کے اسیروں کو باغ کی خوشخبری لا دے۔

(۱۰) ترجمہ۔ جان کا حلق اس صبر سے جو میں نے معشوق کے بغیر کیا تلخ ہوگیا ہے اُس شکر بار اور شیریں لب سے کوئی عشوہ لا یعنے فراق میں صبر کرنے سے جان تلخ ہو گئی ہے معشوق کے لب شیریں کی کوئی بات سنا۔ تاکہ جان کی تلخی دور ہو

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ کا خرقہ کس کام کی چیز ہے اسی شراب سے رنگین کر اور پھر اس کو مست اور خراب بازار سے لے آیا مطلب یہ ہے کہ حافظ کا خرقہ جو زہد ریائی کی علامت ہے ایک بیکار چیز ہے۔ اسی شراب سے رنگین کر کے حافظ کو بازار سے مست و خراب لے آ۔ تاکہ تمام لوگ دیکھیں کہ وہ آتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زہد ریائی کی نیکنامی سے رندی کی بدنامی بدرجہا افضل ہے۔

غزل (۶۱)

ای صبا نکہتے از کوی فلانی بمن آر	۱	زار و بیمار غمم راحت جانی بمن آر
قلب بیحاصل ما را بزن اکسیر مراد	۲	یعنی از خاک در دوست نشانی بمن آر
در کمینگاہ نظر با دل خویشم جنگ ست	۳	ز ابرو و غمزہ او تیر و کمانی بمن آر
در غریبی و فراق و غم دل پیر شدم	۴	ساغری ز کف تازہ جوانی بمن آر
منکران را ہم ازیں می دو سہ ساغر بچشاں	۵	وگر ایشاں نستانند روانی بمن آر
ساقیا عشرت امروز بفردا مفگن	۶	یا ز دیوان قضا خط امانی بمن آر

(۷)	دلم از پردہ بشد دوش کہ حافظ می گفت اے صبا نکہتے از کوی فلانی بمن آر	(۷)

(۳) ترجمہ ۔ اغیار کے خرمن سے ہوا کیطرح تو کب تک خوشہ چینی کریگا ۔ ہمت سے توشہ اُٹھا اور آخر خود بھی تو بیج بو

ایک نہایت زرین اصول ہے اور بہت قیمتی نصیحت ہے ۔ فرماتے ہیں کہ ہوا کیطرح دوسرے لوگوں کے خرمنوں سے

کب تک خوشہ چینی کریگا ۔ خود کمر ہمت باندھ اپنے ہاتھ پاؤں ہلا ۔ اور خود بیج بو تاکہ تو بھی خرمن کا مالک ہو

اور دوسرے لوگ تیرے خرمن سے خوشہ چینی کریں ۔ ایک عام فہم مثال سے خواجہ صاحب نے ایک عظیم الشان اصول کی

تعلیم دی ہے ۔ ذوقِ عمل پر اس سے بہتر کوئی شعر نہیں ہو سکتا ۔ ذوقِ عمل اور اسرار خودی پر آپ ایک پوری

مثنوی لکھیں ۔ مگر وہ تمام مثنوی اس ایک شعر کی قیمت کی نہ ہوگی ۔

(۴) ترجمہ ۔ روزی بخشنے والے (خدا) نے مجھکو دنیا اور عاقبت کی مراد بخشی اول تو میرے کانوں میں چنگ کی

آواز اور پھر میرے ہاتھ میں معشوق کی زلف دی ۔

یعنے دولت دنیا سے مجھے چنگ کی آواز اور دولتِ عاقبت سے معشوق کی زلف میرے لیے کافی ہے ۔ خدا نے

مجھے یہ دو نعمتیں عطا کی ہیں یعنی دنیا میں چنگ کی آواز سن رہا ہوں اور خوش ہو رہا ہوں اور عاقبت

میں زلفِ محبوب میرے ہاتھ میں ہوگی یعنی وصالِ محبوبِ حقیقی مجھے حاصل ہوگا ۔

(۵) ترجمہ ۔ میں جانتا ہوں کہ تیرا مکان نگارستانِ چین نہیں ہوگا ۔ لیکن رنگ آمیز قلم کی نوک سے کوئی

نقش تو آخر تیار کر ۔

نگارستان چین ۔ زمانہ قدیم میں چین کی نقاشی مشہورِ عالم تھی ۔ ارژنگ جو مانی کا نظیر تھا

چین کا مشہور نقاش تھا ۔ بعض کے نزدیک مانی اور ارژنگ ایک ہی شخص کا نام ہے

چنانچہ نگارخانہ مانی کو ہی نگارستانِ چین کہتے ہیں ۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ مان لیا کہ تو اپنے گھر کو

نگارستان چین نہیں بنا سکے گا ۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ تو بالکل خاموش ہو کر بیٹھ جائے آخر کچھ نہ کچھ

کرنا چاہیے ۔ نگارستانِ چین نہ سہی ایک نقش ہی سہی ۔

نہایت عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کی تعلیم ہے ۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ انسان کسی کام کرنے پر آمادہ ہوتا ہے ۔

لیکن اسکے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ میں کیا ہوں اور میری بساط کیا ہے ۔ میں کیا کر سکونگا ۔ یہ بزدلانہ

خیالات نہایت مضر ہوتے ہیں ۔ خواجہ صاحب ان خیالات سے نفرت رکھتے ہیں ۔ اور فرماتے

ہیں ۔ کہ نتیجہ خدا پر چھوڑ دو ۔ جو کچھ ہو سکتا کر دو تھوڑا کر سکو ۔ یا بہت اسکی پرواہ نہ کرو ۔ مگر شعر گذشتہ

سے پیوستہ شعر کی طرح یہ شعر بھی ذوقِ عمل کی تعلیم دیتا ہے ۔ مذہبی معاملات میں اکثر لوگ بھی عذر لنگ

سکتی ہو۔ اسی کل پر نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ دیکھو شعر د ۱۳۹/۵

ای دل ار عشرتِ امروز بفردا فکنی		مایۂ نقدِ بقا را کہ ضمان خواہد بود

(۷) ترجمہ۔ میرا دل بے اختیار ہو گیا۔ جب حافظ نے کل کہا کہ اے بادِ صبا فلاں (معشوق) کے کوچہ سے میرے لئے خوشبو لا۔

یعنے حافظ کا یہ مصرعہ سنکر میرا دل بے اختیار ہو گیا۔ چونکہ وارداتِ عشق کا ہر ایک شخص کو تجربہ ہوتا ہے۔ اس لئے ایک عاشق کی کوئی بات سنکر دوسرے آدمی کا بے اختیار ہو جانا غیر معمولی بات نہیں۔

غزل (۷)

دلا چندم بریزی خون ز دیدہ شرم دار آخر	۱	تو نیز ای دیدہ خوابی کن مراد دل برآر آخر
منم یارب کہ جاناں را ز عارض بوسہ می‌چینم	۲	دعای صبحدم دیدی کہ چوں آمد بکار آخر
چو باد از خرمن غیراں بودن خوشہ تا چند	۳	ز ہمت توشہ بردار و خود تخمے بکار آخر
مراد دنیا و عقبیٰ بمن بخشید روزی بخش	۴	بگوشم قول چنگ اول بدستم زلف یار آخر
نگارستان چین دانم نخواہد شد سرابستیت	۵	بنوک کلک رنگ آمیز نقشی می‌نگار آخر

(۶)	بتی چوں ماہ زانو زدہ می چوں لعل پیش آورد تو گوئی تائبم حافظ ز ساقی شرم دار آخر	(۶)

(۱) ترجمہ۔ اے دل تو کب تک میرا خون آنکھوں سے گرائے گا آخر شرم کر۔ تو بھی اے آنکھ کبھی تو سو اور دل کی مراد بر لا۔

خواجہ صاحب اپنے دل کو خون باری سے اور آنکھوں کو دن رات کی بیداری سے منع کرتے ہیں۔ مگر یہ دونو چیزیں عشق میں ضروری ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اے خدا میں ہی ہوں جو عارضِ جاناں سے بوسہ لیتا ہوں۔ تو نے دیکھا کہ صبح کی دعا آخر کار کس طرح کارگر ہوئی۔

یعنی عارضِ جاناں کے بوسہ کی دولت مجھ ہی نصیب ہے اور یہ دولت دعائے سحری کی برکت سے ہے۔

غزل (۸)

دیگر ز شاخ سرو سہی بلبل صبور	۱	گلبانگ زد کہ چشم بد از روی گل بدور
ای گل بشکر آنکہ شگفتی بکام دل	۲	با بلبلان بیدل شیدا مکن غرور
زاہد اگر بہ حور و قصورست امیدوار	۳	ما را شراب خانہ قصورست و یار حور
از دست غیبت تو شکایت نمیکنم	۴	تا نیست غیبتی ندہد لذتے حضور
گر دیگران بعیش و طرب خرم اند و شاد	۵	ما را غم نگار بود مایۂ سرور
می خور ببانگ چنگ و مخور غصہ ور کسے	۶	گوید ترا کہ بادہ مخور گو ہو الغفور

(۷) حافظ شکایت از غم ہجراں چہ میکنی
در ہجر وصل باشد و در ظلمت ست نور (۷)

(۱) ترجمہ۔ سرو سہی کی شاخ سے پھر صابر بلبل نے خوشی کا نعرہ لگایا ہے کہ پھول کے چہرہ سے نظر بد دور ہو!
بدور۔ میں ب زائد ہے۔ بلبل کو صابر اس لئے کہا کہ موسم خزاں میں وہ صابر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے
کہ باغ میں پھر بہار آئی ہے اور بلبلیں پھولوں کو دیکھکر چشم بد دور! کہہ رہی ہیں۔
(۲) ترجمہ۔ اے پھول اس بات کے شکرانہ میں کہ کھل کر تیرے دل کی مراد پوری ہوئی۔ بیدل اور شیدا
بلبلوں کے ساتھ غرور نہ کر۔ ع

کامگارا نظرے کن سوئے ناکامے چند

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۳/۱۳۔
(۳) ترجمہ۔ زاہد اگر حور و قصور کا امیدوار ہے۔ تو ہمارے لئے شراب خانہ ہی قصور ہے اور معشوق ہی حور ہے
یعنے زاہد کو تو بہشت میں حور و قصور کے ملنے کی امید ہے۔ ہمیں دنیا میں ہی یہ نعمتیں حاصل ہیں۔ شراب خانہ ہمارے
لئے بہشتی محل ہے اور اپنا معشوق حور کے برابر ہے۔ قصور۔ جمع قصر۔ محل۔
(۴) ترجمہ۔ میں تیرے فراق کی بابت شکایت نہیں کرتا۔ کیونکہ جب تک فراق نہ ہو وصال کی لذت نہیں ملتی۔

پیش کرتے ہیں۔ کہ ہم اور کون سے اچھے کام کرتے ہیں۔ کہ یہ اچھا کام کریں۔ یہ عذر محض فضول ہے جب تک ہو سکے اور جس حد تک ہو سکے کوشش کرنی چاہیئے۔ دل میں اس خیال کو کبھی جاگزین نہ ہونے دو۔ کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم کریں تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اے دل اگر شب بیداری کے ملک میں تو غم سے نہ بھاگے۔ تو صبح کا وقت اس معشوق کیطرف سے تیری پاس کئی خوشخبریاں لائے گا۔

خواجہ صاحب خود سحر خیز اور شب بیدار تھے۔ اپنے کلام میں ہر جگہ شب بیداری کے فوائد پر زور دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تو شب بیداری کی تکلیفوں کو برداشت کریگا اور رات کا وقت خواب غفلت میں نہیں بلکہ محبوب حقیقی کی بندگی میں صرف کریگا۔ تو صبح کے وقت تجھے دیار محبوب سے کئی خوشخبریاں ملیں گی۔ یعنے عبادتِ شب کے بعد دعائے سحر قبول ہوگی اور گوہر مقصود تیرے ہاتھ آ جائیگا۔

سورہ مزمل میں ہے۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْـًٔا وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ؕ

(بہر آئینہ رات کا قیام زیادہ قوی ہے نفس بہیمہ کو پامال کرنے میں اور زیادہ درست ہے تلفظ میں) یعنے رات کا وقت اور رات کی عبادت بوجہ رنج و تکلیف اور ترک خواب و راحت کے نفس پر بہت شاق ہے علاوہ ازیں دل کو فراغت ہوتی ہے۔ کیونکہ دن بھر تو کار و بار معیشت کی مشغولیوں میں گزرتا ہے اور رات کے وقت انسان کا دل خواطر گوناگوں سے فارغ ہوتا ہے۔

خاموش شد عالم یہ شب تا چست باشی در طلب	زیرا کہ بانگِ عربدہ تشویش خلوت گاہ تست

(۷) ترجمہ۔ چاند جیسا معشوق دو زانو ہو کر بیٹھا ہے اور لعل جیسی (سرخ) شراب سامنے لایا ہے۔ اے حافظ تو کہتا ہے کہ میں نے توبہ کر لی ہے۔ آخر ساقی سے شرم کر۔

زانو زدن۔ مودب بیٹھنا۔ دو زانو بیٹھنا۔ آداب بجالانا۔

مطلب یہ ہے۔ کہ ان حالات میں توبہ سے توبہ کر اور شراب پی۔ کیا تجھے ساقی سے بھی شرم نہیں۔ کہ توبہ کا نام لیتا ہے۔

(۱۰) حافظ آراستہ کن بزم و بگو واعظ را
کہ ببین مجلسم و ترک سر منبر گیر (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ چہرہ دکھا اور مجھ سے کہہ کہ جان سے دل برداشتہ ہوجا۔ مجھے کہ شمع کے سامنے پروانہ کی آگ کو جان میں لگا دے۔

شمع سے مراد شمعِ رخسار اور آتش پروانہ سے مراد آتشِ عشق۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنا چہرہ دکھا تاکہ میں جان قربان کرنے پر تیار ہوجاؤں اور تیرے شمعِ رخسار کے سامنے اپنی جان کو پروانہ بنا کر اسے آتشِ عشق سے جلا دوں۔

(۲) ترجمہ۔ میرے پیاسے لب کو دیکھ اور پانی دینے میں دریغ نہ کر۔ اپنے مقتول کے پاس آ اور اسے زمین سے اٹھا یعنی میں تیرا کشتہ ہوں۔ لب پیاس سے خشک ہو گئے ہیں۔ آ اور مجھے خاک سے اٹھا اور پانی دے

(۳) ترجمہ۔ چنگ بجا اور اسے درست کر۔ اگر عود نہیں تو کیا ڈر ہے۔ میرے عشق کی آگ میرے دل کو عود اور میرے وجود کو مجمر فرض کرلے۔

عود (۱) ایک ساز کا نام ہے۔ (۲) ایک لکڑی ہے جلانے سے خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ عموماً عیش و طرب کی مجلس میں جلائی جاتی ہے۔

مجمر۔ عوددان۔ وہ انگیٹھی جسمیں عود جلاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ چنگ بجا اور بزمِ طرب کو گرم کر۔ اگر عود نہیں تو کیا پرواہ ہے۔ میرا جسم انگیٹھی ہے جسمیں آتشِ عشق سے میرا دل عود کیطرح جل رہا ہے۔ پھر اور عود کی کیا ضرورت ہے۔ چنگ و عود میں صنعت ایہام ہے۔

(۴) ترجمہ۔ سماع میں آ اور رقص میں سر سے خرقہ اتار کر پھینکدے۔ ورنہ گوشہ میں جا اور ریا کا خرقہ پہن لے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر مجلس سماع میں آتا ہے تو رندانہ آ۔ حالتِ وجد و رقص میں خرقہ اتار کر پھینکدے۔ ورنہ جا اور گوشۂ تنہائی میں ریاکاری شروع کردے۔ یا رندوں میں شامل ہو

یعنے "قدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آمد" (سعدی)

(۵) ترجمہ۔ اگر دوسرے لوگ عیش و طرب سے خوش و خرم ہیں۔ تو ہمارے لئے معشوق کا غم ہی مایۂ عیش و عشرت ہے

یعنے ہم غم عشق میں ہی خوش ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ چنگ کی آواز کے ساتھہ شراب پی غصہ نہ کہا۔ اور اگر کوئی تجھے یہ کہے کہ شراب نہ پی تو کہو کہ خدا بخشنے والا ہے۔

یعنے غم غلط کرنے کے لئے شراب پی اور اگر کوئی آدمی تجھے کہے کہ شراب پینا گناہ ہے۔ تو کہو کہ خدا غفور الرحیم ہے معاف کردیگا۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ غم فراق کی تو کیا شکایت کرتا ہے ہجر سے ہی وصل ملتا ہے اور اندھیرے سے ہی نور نکلتا ہے قرآن کریم میں ہے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ہ یعنے ہر دشواری کے بعد آسانی اور ہر دشواری کے بعد آسانی ہے۔

غزل (۹)

روی بنما و مرا گو کہ دل از جان برگیر	۱	پیش شمع آتش پروانہ بجان گو درگیر
در لب تشنہ من بین و مدار آب دریغ	۲	بر سر کشتہ خویش آی و ز خاکش برگیر
چنگ بنواز و بساز ار نبود عود چہ باک	۳	آتشم عشق و دلم عود و تنم مجمر گیر
در سماع آی و ز سر خرقہ برانداز و برقص	۴	ورنہ در گوشہ رو و دلق ریا در سر گیر
دوست گو یار شو و ہر دو جہان دشمن باش	۵	بخت گو پشت مکن روی زمین لشکر گیر
ترک درویش مگیر ار نبود سیم و زرش	۶	در غمت سیم شمار اشک و رخش را زر گیر
میل رفتن مکن ای دوست دمی با ما باش	۷	بر لب جوی طرب جوی و بکف ساغر گیر
رفتہ گیر از برم و ز آتش و آب دل و چشم	۸	گونہ ام زرد و لبم خشک و کنارم تر گیر
صوف برکش ز سر و بادۂ صافی درکش	۹	سیم در باز و بزر سیمبری در بر گیر

غزل (۱۰۱)

روی بنما و وجود خودم از یاد ببر	۱	خرمن سوختگان را ہمہ گو باد ببر
ما کہ دادیم دل و دیدہ بطوفان بلا	۲	گو بیا سیل غم و خانہ زبنیاد ببر
زلف چون عنبر خامش کہ ببوید ہیہات	۳	ای دل خام طمع ایں سخن از یاد ببر
سینہ گو شعلۂ آتشکدۂ پارس بکش	۴	دیدہ گو آب رخ دجلہ بغداد ببر
سعی ناکردہ دریں راہ بجائی نرسی	۵	مزد اگر می طلبی طاعت اُستاد ببر
دوش میگفت بمژگان درازت بکشم	۶	یا رب از خاطرش اندیشۂ بیداد ببر
روز مرگم نفسے وعدۂ دیدار بدہ	۷	وانگہم تا بلحد فارغ و آزاد ببر
دولت پیر مغاں باد کہ باقی سہل ست	۸	دیگری گو برو و نام من از یاد ببر
بعد ازیں چہرۂ زرد من و خاک در دوست	۹	بادہ پیش آر و بیکجا غمم از یاد ببر

(۱۰) **حافظ** اندیشہ کن از نازکی خاطر یار
برو از درگہش ایں نالہ و فریاد ببر (۱۰)

(۱) ترجمہ — چہرہ دکہا تا کہ میرا اپنا وجود مجہی بہول جائے۔ ہم دل جلوں کی خرمن کو بیشک ہوا ہی اڑا کر لیجاتے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنے مشاہدہ سے بیخود کر دے تا کہ ہمارا خرمنِ ہستی برباد ہو جائے اور ہم آپ کو بہول جائیں۔

(۲) ترجمہ — ہم نے جب اپنے دل اور آنکہہ کو طوفانِ بلا کے سپرد کر دیا ہے۔ تو غم کے سیلاب کہو آنے دو تا کہ وہ گہر کو بنیاد سے اکہاڑ کر لیجائے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل میں غم عشق ہے اور آنکہوں سے طوفانِ اشک جاری ہے۔ یہی حالت رہی تو میری خانہ ہستی کو یہ سیلاب بنیاد سے بہا کر لیجائے گا۔

یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہاں		دیکہنا ان بستیوں کو تم کہ ویران ہو گئیں۔

(۳) ترجمہ — اے خام طمع دل اس بات کو یاد سے بہلا دے کہ افسوس اسکی عنبرِ خام جیسی زلف کیا خوشبو دیتی ہے۔ پہلے مصرعہ ثانی اور پہر مصرعہ اول کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تیری آرزو بیفائدہ ہے۔ زلفِ معشوق کو خوشبو

یار یا کاروں میں۔

خرقہ انداختن۔ سے مراد اپنے گناہ کا اعتراف کرنا۔ عاجز ہونا۔ خودی چھوڑ دینا بھی ہے

(۵) ترجمہ۔ دوست اگر مہربان ہو جائے تو دونوں جہاں بیشک دشمن بن جائیں بخت اگر پیٹھ نہ دکھائے تو بیشک تمام روئے زمین لشکر ہو جائے۔

یعنے دوست اگر مہربان ہو تو دشمنوں کی دشمنی سے کچھ خطرہ نہیں اور نصیب اگر یاور ہو تو تمام روئے زمین کے لوگ اگر لشکر بن کر حملہ آور ہوں تو بھی کبھی شکست نہ ہوگی۔

(۶) ترجمہ۔ درویش کو نہ چھوڑ اگرچہ اس کے پاس سونا چاندی نہیں۔ اپنے عشق میں اسکے آنسوؤں کو چاندی اور اسکے چہرہ کو سونا فرض کر۔

آنسوؤں کو بوجہ سفیدی چاندی اور چہرہ کو بوجہ زردی سونا کہا ہے

(۷) ترجمہ۔ اے دوست جانے کا ارادہ نہ کر تھوڑی دیر ہمارے پاس رہ۔ نہر کے کنارے پر خوشی (طلب) کر اور پیالہ ہاتھ میں لے۔

جوئی اور جوئی میں صنعت تجنیس تام ہے۔

(۸) ترجمہ۔ میرے دل کی آگ اور آنکھوں کا پانی مجھ سے گیا ہوا سمجھ۔ میرا چہرہ زرد۔ لب خشک اور میرے آغوش کو تر دیکھ۔

آتش و آب اور دل و چشم میں لف و نشر مرتب ہے۔

گونہ۔ یعنے رخسار۔ چہرہ کی زردی اور لب کی خشکی آتش دل کی وجہ سے ہے۔ اور کنار و آغوش آنکھوں کے پانی سے یعنے رو رو کر تر ہو گئے ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ صوف سر سے اتار دے اور صاف شراب پی۔ چاندی کو ہار اور جا کسی سیمبر معشوق کو بغل میں لے۔

صوف۔ بعض حیوانات کی پشم۔ ایک پشمی کپڑا۔ صوفیوں کا لباس

مطلب یہ ہے کہ زہد ظاہری کو چھوڑ شراب پی اور کسی سیمبر معشوق کو بغل میں لے۔ زر و مال دنیا کو چھوڑ۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ مجلس آراستہ کر اور واعظ کو کہو کہ میری مجلس دیکھ اور منبر کو چھوڑ۔

یعنے واعظ کو اپنی بزم طرب کی شان و شوکت دکھا کر اپنے حلقہ میں شامل کرنے کی کوشش کر۔

(۱۰) ترجمہ:- اے حافظ معشوق کی نازک مزاجی کا خیال کر۔ چلا جا اور اسکی درگاہ پر یہ نالہ و فریاد نہ کر یعنے اپنے نالہ و فریاد سے اسکی نازک طبیعت کو پریشان نہ کر۔

غزل (۱۱)

۱ ساقیا مایۂ شباب بیار ۔ یک دو ساغر شراب ناب بیار

۲ دارو درد عشق یعنی مے ۔ کوست درماں شیخ و شاب بیار

۳ آفتاب ست و ماہ بادہ و جام ۔ درمیاں مہ آفتاب بیار

۴ غم دوراں مخور کہ رفت و نرفت ۔ نغمۂ بربط و رباب بیار

۵ می کند عقل سرکشی تمام ۔ گردنش راز می طناب بیار

۶ بزن ایں آتش مرا آبی ۔ یعنی آں آتش چو آب بیار

۷ گل اگر رفت گو بشادی رو ۔ بادۂ ناب چوں گلاب بیار

۸ غلغل قمری ار نماند رو است ۔ قلقل شیشۂ شراب بیار

۹ یا صواب ست یا خطا خوردن ۔ گر خطا ہست و گر صواب بیار

۱۰ وصل او جز بخواب نتواں دید ۔ دارو ی کوست اصل خواب بیار

۱۱ گرچہ مستم سہ چار جام دگر ۔ تا بکلی شوم خراب بیار

(۱۲) یک دو رطل گراں بہ حافظ دہ ۔ گر گناہ است و گر ثواب بیار (۱۲)

غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ تمام اشعار میں طلب شراب ہے

(۱) ترجمہ:- اے ساقی جوانی کا سرمایہ لا۔ شراب خالص کے ایک دو پیالے لا۔

مایہ شباب سے مراد شراب

(۲) ترجمہ:- درد عشق کی دوا یعنے شراب جو بوڑھے اور جوان کا علاج ہے لا۔

تجھے کب نصیب ہوسکتی ہے۔ اس خیال کو چھوڑ۔

(۴) ترجمہ: سینہ کو کہو کہ آتشکدۂ پارس کے شعلہ کو بجھادے۔ آنکھ کو کہو کہ دجلۂ بغداد کے چہرہ کی آبرو کو لیجائے۔

آتشکدۂ پارس۔ پارسیوں کا آتشکدہ جس میں ہمیشہ آگ جلتی رہتی ہے اور شب و روز سالہا سال سے اسی طرح جلتی ہے۔ دجلۂ بغداد۔ دریائے دجلہ جسکے کنارہ پر شہر بغداد واقع ہے۔ مجازاً ہر ایک دریا کو دجلہ کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ عاشق کے سینہ کی آگ ایسی ہونی چاہئے کہ پارسیوں کا آتشکدہ بھی اسکے سامنے کچھ حقیقت نہ دکھتا ہو۔ اور آنکھوں سے اسقدر سیلاب اشک جاری ہوں کہ دریائے دجلہ بھی اُن کے سامنے خشک رود نظر آئے۔ آتش و آب اور پارس و بغداد کا مقابلہ ظاہر۔

(۵) ترجمہ: کوشش کے بغیر اس رستہ میں منزل تک نہیں پہنچیگا۔ اگر تو صلہ چاہتا ہے تو استاد کی خدمت کر

مطلب یہ ہے کہ بغیر سعی کے تو منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکیگا۔ لیس للانسان الا ما سعی۔ خواجہ صاحب اگرچہ جبری خیالات کے ہیں مگر سعی اور کوشش کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اُنکا عقیدہ یہ ہے کہ نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن انسان کو کوشش ضرور کرنی چاہئے۔ کوشش کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

گفت پیغمبر بآواز بلند	با توکل زانوئے اشتر ببند
رمز الکاسب حبیب اللہ شنو	از توکل در سبب کاہل مشو
رو توکل کن تو در کسب اے عمو	جہد میکن کسب میکن مو بمو
جہد کن جدے نما تا وارہی	ور تو از جہد شش بمانی وارہی

(۶) ترجمہ: کل وہ کہتا تھا کہ میں مژگانِ دراز سے تجھے قتل کرونگا۔ اے خدا اسکے دل سے اس ظلم کا خیال دور کر۔

(۷) ترجمہ: میری موت کے دن تھوڑی دیر کے لئے دیدار کا وعدہ دے۔ پھر تو قبر تک مجھے فارغ اور آزاد لے جا۔

یعنے اگر مرتے وقت بھی تو مجھے دیدار کا وعدہ دیگا تو میری موت آسان ہوجائیگی اور میں قبر میں بھی خوش ہونگا

(۸) ترجمہ: پیر مغاں کی دولت ہمیشہ رہے! کیونکہ باقی آسان ہے۔ دوسرا کوئی جاتا ہے تو جائے اور میرا نام بھی یاد سے بھلادے

یعنے ہم پیر مغان کی دولت کی بقا کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور کسی کی ضرورت نہیں۔ باقی سب معمولی باتیں ہیں کوئی جائے نہ جائے ہمیں بھول جائے یا یاد رکھے ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔

(۹) ترجمہ: اسکے بعد میرا زرد چہرہ ہوگا اور درِ معشوق کی خاک۔ شراب لا! اور میرا غم ایک ہی دفعہ بھلادے۔

(۱۲) ترجمہ۔ ایک دو بڑے پیالے حافظ کو دے۔ خواہ عذاب ہو یا ثواب شراب لا۔

غزل (۱۲)

شب وصل است وطے شد نامۂ ہجر	۱	سلام ہی حتے مطلع الفجر
دلا در عاشقی ثابت قدم باش	۲	کہ در ایں رہ نباشد کار بی اجر
من از رندی نخواہم کرد توبہ	۳	ولو اٰذیتنی بالہجر والحجر
دلم رفت و ندیدم روی دلدار	۴	فغان از ایں تطاول آہ ازیں زجر
برآی اے صبح روشن دل خدارا	۵	کہ بس تاریک می بینم شب ہجر

(۶)	وفا خواہی جفاکش باش حافظ فان الربح والخسران فی التجر	(۶)

(۱) ترجمہ۔ وصل کی رات ہے اور ہجر کا نامہ طے ہو گیا۔ طلوع فجر تک اس میں سلامتی ہے۔

ہَجر۔ بالفتح مصدر ہے بمعنے جدائی کردن مثلاً۔ وَاھْجُرْھُمْ ھَجْراً جَمِیْلاً (مزمل)

(۲) ہِجر۔ بالکسر اسم مصدر ہے بمعنے جدائی۔ اس شعر میں ہجر بالفتح آیا ہے۔

ہجر اور ہجر کا لطیفہ ایک دن نواب سعادت علی خان اور جان بیلی صاحب ریزیڈنٹ اودھ کے درمیان علمی مضامین پر گفتگو ہو رہی تہی۔ اسی دوران میں نواب نے کہا کہ ہَجر بالفتح ہی درست ہے جان بیلی صاحب نے کہا کہ خلافِ محاورہ ہے۔ سعادت علی خان بولے کہ خیر لغت کے اعتبار سے جب درست ہے۔ تو استعمال میں کیا مضائقہ۔ اتنے میں سید انشا آ گئے۔ ریزیڈنٹ صاحب نے پوچھا کہ کیوں سید صاحب لفظ ہجر ہے یا ہِجر۔ سید صاحب کو یہاں کی خبر نہ تہی کہدیا کہ ہِجر بالکسر۔ مگر ساتہ ہی سعادت علیخان کی تیوری تاڑ گئے۔ اور فوراً بولے۔ حضور! جبہی تو خواجہ حافظ فرماتے ہیں۔

شب وصل است طے شد نامۂ ہجر	سلام ہی حتے مطلعِ الفجر

یہ سنتے ہی سعادت علیخان شگفتہ ہو گئے اور اہل دربار ہنس پڑے۔ (آب حیات)

(۳) ترجمہ۔ شراب اور پیالہ چاند اور سورج ہیں۔ مہتاب میں آفتاب لا۔
آفتاب و ماہ اور بادہ و جام میں لف و نشر مرتب ہے۔ شراب کو آفتاب اور بادہ کو مہتاب کہا مطلب یہ ہے کہ پیالہ میں شراب لا۔

	مہتاب میں آفتاب دیدے		ساقی قدحِ شراب دیدے

لفظ آفتاب فارسی محاورہ میں بمعنی شراب بھی آتا ہے۔
(۴) ترجمہ۔ زمانہ کا غم نہ کہا کہ یہ ہوا وہ نہ ہوا۔ بربط و رباب کا نغمہ لا۔
یعنے زمانہ کے واقعات کے ہونے نہ ہونے کا غم نہ کہا نغمہ بربط و رباب سے دل خوش کر۔
(۵) ترجمہ۔ عقل سرکشی کرتی ہے اسکی گردن میں شراب سے رسی ڈال
عقل اور شراب کے لئے دیکھو شعر الف ۱ وغیرہ۔
(۶) ترجمہ۔ میری اس آگ پر پانی ڈال۔ یعنے وہ پانی جیسی آگ لا۔
آتش چو آب سے مراد شراب سرخ۔ مطلب یہ ہے کہ میری آتشِ شوق کو شراب سے فرو کر۔
(۷) ترجمہ۔ پھول اگر گیا ہے تو کہو کہ خوشی سے جائے۔ گلاب کی طرح خالص شراب لا۔
مطلب یہ ہے کہ موسم گل اگر گزر چکا ہے تو کچھ پرواہ نہیں۔ گلاب کی طرح خوشبودار شراب پھول کا نعم البدل ہے۔
(۸) ترجمہ۔ قمری کا غلغلہ اگر نہیں رہا تو نہ سہی۔ صراحئ شراب کی قلقل لا۔
یعنے قلقلِ صراحی غلغلِ قمری سے زیادہ خوش آیند آواز ہے۔
(۹) ترجمہ۔ شراب پینا یا صواب ہے یا گناہ۔ خواہ گناہ ہے خواہ صواب شراب لا۔
یعنے شراب پینا یا صواب ہوگا یا گناہ تیسری صورت تو کوئی ہو نہیں سکتی۔ پس ان دونو صورتوں میں کوئی صورت ہو میں شراب پینے پر تیار ہوں شراب لا۔ صواب و گناہ کا مجھ کو کچھ خیال نہیں۔
(۱۰) ترجمہ۔ اسکا وصل خواب کے بغیر نہیں دیکھ سکتے۔ وہ دوا جو نیند کی اصل ہے لا۔
یعنے شراب چونکہ نیند لاتی ہے اس لئے میں اسے پیتا ہوں۔ تاکہ خواب میں معشوق کا دیدار کر سکوں۔ خواب کے بغیر اسے دیکھنا تو محال ہے۔
محبوب حقیقی کا مشاہدہ بھی بغیر شرابِ عشق پی کر بے خود ہونیکے حاصل نہیں ہوتا۔
(۱۱) ترجمہ۔ اگرچہ میں مست ہوں تاہم تین چار پیالے اور لا تاکہ میں بالکل مست ہو جاؤں۔

غزل (۱۳)

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
صبا ز منزل جاناں گذر دریغ مدار	۱	وزو بعاشق مسکین خبر دریغ مدار
بشکر آنکه شگفتی بکام دل ای گل	۲	نسیم وصل ز مرغ سحر دریغ مدار
مراد ما همه موقوف یک کرشمهٔ تست	۳	ز دوستان قدیم این قدر دریغ مدار
حریف بزم تو بودم چو ماه نو بودی	۴	کنوں که ماه تمامی نظر دریغ مدار
جهان و هر چه درو هست سهل و مختصرست	۵	ز اهل معرفت این مختصر دریغ مدار
مکارم تو بآفاق می برد شاعر	۶	ازو وظیفه و زادِ سفر دریغ مدار
چو ذکر خیر طلب میکنی سخن اینست	۷	که در بهای سخن سیم و زر دریغ مدار
کنوں که چشمهٔ نوشست لعل شیرینت	۸	سخن بگوی و ز طوطی شکر دریغ مدار

(۹) غبار غم برود حال به شود حافظ
تو آب دیده ازین رهگذر دریغ مدار (۹)

(۱) ترجمہ :- اے صبا منزلِ جاناں کی طرف جانے سے دریغ نہ کر اور معشوق کیطرف سے مسکین عاشق کے پاس خبر لانے سے دریغ نہ کر یعنے منزلِ جاناں کیطرف جا اور وہاں سے کوئی پیغام عاشق کو لاکر سنا۔

(۲) ترجمہ :- اے پھول اس بات کی شکریہ میں کہ تو اپنے دل کی مراد کے مطابق شگفتہ ہوا۔ وصل کی خوشبو بلبل کو پہچانے سے دریغ نہ کر اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۲ ش۔

(۳) ترجمہ ۔ ہماری تمام مراد تیری ایک کرشمہ پر موقوف ہے۔ پرانے دوستوں کے ساتھ اس ذراسی بات سے تو دریغ نہ کر مطلب یہ ہے کہ جب ایک اشارہ سے تو ہماری تمام آرزوئیں پوری کرسکتا ہے۔ تو ہم نیازمندانِ قدیم کی مقصد برای سے کیوں دریغ کرتا ہے۔

(۴) ترجمہ ۔ جب تو ماہِ نو (ہلال) کیطرح تہا تو میں تیری مجلس کا ہمنشیں تہا۔ اب جبکہ تو ماہِ کامل (بدر) ہوگیا ہے ہماری طرف ایک نظر دیکھنے سے دریغ نہ کر۔

سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۵ یہ آیت سورہ القدر میں ہی اور لیلۃ القدر کے متعلق ہی۔ مطلب یہ ہی کہ یہ رات طلوعِ فجر کے وقت تک محض سلامتی ہی۔ شعر کا مطلب یہ ہی کہ شب وصل ہی اور ہجر کا زمانہ گزر چکا ہی۔ یہ رات صبح تک عین سلامتی ہی۔

(۲) ترجمہ۔ اے دل عاشقی میں ثابت قدم رہو۔ کیونکہ اس راستہ میں کوئی کام بغیر اجر کے نہیں۔ یعنے راہِ عشق کی تمام تکلیفوں کا اجر عاشق کو مل جاتا ہی۔

(۳) ترجمہ۔ میں رندی سے توبہ نہیں کرونگا۔ خواہ تو مجھے بازداشت سے (یا پتھر سے) اور ہجر سے تکلیف دے۔ حَجْر۔ حِجْر۔ حُجُر۔ یعنے حرام۔ کسی کو تصرف سے روکنا۔ بازداشت۔ حَجَر یعنے پتھر۔ ہجر۔ یعنے جدائی کرنا (۴) ہذیان۔ ناسزا کہنا۔ گالی دینا۔

بعض دیوانوں میں بالہجر والہجر ہے۔ بعض میں بالحجر والہجر ہے اور بعض میں بالہجر والحجر ہے ناظرین ان الفاظ کے مختلف تلفظ و معانی کا خیال کر کے حسب منشا تقدیم و تاخیر کر سکتے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہی کہ کسی تکلیف اور اذیت سے ڈر کر میں عاشقی نہیں چھوڑونگا۔

(۴) ترجمہ۔ میرا دل چلا گیا اور میں نے معشوق کا چہرہ بھی نہ دیکھا۔ اس ظلم اور اس تعدی سے فریاد ہی

(۵) ترجمہ۔ اے روشن دل صبح خدا کیلئے نکل۔ کیونکہ میں فراق کی رات کو بہت تاریک پاتا ہوں یعنے ہجر کی رات بہت تار و تاریک ہی خدا کرے کہ صبح صادق کا طلوع ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو وفا چاہتا ہی تو جفاکش بن۔ کیونکہ تجارت میں نفع بھی ہوتا ہی نقصان بھی۔ رِبح بالکسر۔ نفع جو تجارت سے حاصل ہو۔ خُسران بضم۔ زیان۔ نقصان۔ تجر تجارت۔ مطلب یہ ہی کہ جسطرح تجارت میں بغیر نقصان کے نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عشق میں بھی جفا برداشت کرنے کے بغیر وفا کی امید فضول ہی۔

(عرفی)	گوہر ہر سود در جیب زیاں انداختہ	اے متاعِ درد در بازارِ جان انداختہ

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

شرط ست جفا کشیدن از یار
خمر ست و خمار و گلبن و خار

۸ ای دل جناب عشق بلندست ہمتی | نیکو شنو حدیث و تو این قصہ گوش دار

۹ زانجا کہ پردہ پوشی لطف عمیم تست | بر نقد ما بپوش کہ قلبی ست کم عیار

۱۰ ترسم کہ روز حشر عناں بر عناں رود | تسبیح شیخ و خرقۂ رند شراب خوار

(۱۱) حافظ چو رفت روزہ و گل نیز میرود | ناچار بادہ نوش کہ از دست رفت کار (۱۲)

(۱) ترجمہ۔ عید [illegible] موسم بہار [illegible] یار لوگ انتظار میں ہیں۔ اے ساقی بادشاہ کے چہرہ پر چاند دیکھ اور شراب لا۔ قاعدہ ہے کہ جب لوگ نیا چاند دیکھتے ہیں تو کسی نہایت ہی عزیز چیز یا عزیز آدمی کو دیکھتے ہیں۔ یہاں ماہ سے مراد ہلال عید ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میں موسم بہار سے دل برداشتہ تھا لیکن زمانہ کے پاک لوگوں کی ہمت نے کچھ کام نہ کیا۔

مطلب یہ ہے کہ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ موسم بہار میں شراب نہیں پیونگا یعنی میں نے توبہ کر لی تھی لیکن میں اس ارادہ پر قائم نہ رہ سکا اور زمانہ کے پاک لوگوں کی دعا اور ہمت بھی میری توبہ کو مضبوط نہ رکھ سکی۔ چنانچہ میں نے بہار آتے ہی شراب نوشی شروع کر دی۔

بعض قلمی دیوانوں میں یہ شعر اس طرح ہے۔

دل بر گرفتم از مے و از فصل گل دے | کار [illegible]

یعنے میں بوجہ رمضان کے شراب اور بہار سے دل برداشتہ تھا لیکن روزہ دار [illegible]

(۳) ترجمہ۔ اگر سحری نہیں ملی تو کیا نقصان ہے شراب صبح تو باقی ہے معشوق کے طالب شراب سے روزہ کھولتے ہیں

سحور۔ رمضان میں سحر گہی کا کھانا۔

مطلب یہ ہے کہ رمضان میں سحری اور افطاری دونو شراب سے کرنی چاہئیں۔

(۴) ترجمہ۔ شراب کس طرح ملے کہ نقد جان کے علاوہ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں اور اسکو بھی ساقی کے کرشمہ پر نثار کرتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ ایک جان ہے جسے ساقی کے کرشمہ پر قربان کرتا ہوں اسکے علاوہ میرا پاس کیا ہے جسکے عوض شراب لوں

(۵) ترجمہ۔ فیاض مہربان بادشاہ خوش نصیب اور خوش و خرم ہے۔ اے خدا اسکو زمانہ کی نظر بد سے محفوظ رکھ ممدوح کی طرف اشارہ ہے معشوق کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ جہاں او رجو کچھ اسمیں ہی معمولی اور مختصر چیز ہے۔ اہل معرفت کو یہ مختصر سی چیز دینے سے دریغ نہ کر۔

یعنے دنیا اور مافیہا ایک تہوڑی سی حقیر چیز ہے۔ اگر اہل معرفت کو یہ مل جائے تو کیا ہرج ہے۔

(۶) ترجمہ۔ شاعر تیری مہربانیوں کو تمام جہاں میں مشہور کریگا۔ اس کو وظیفہ اور زادِ سفر دینے سے دریغ نہ کر

اس شعر میں مخاطب ممدوح ہی اور صلہ کی درخواست ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تو نیکنامی چاہتا ہی تو اصل بات یہ ہی کہ شعر کی قیمت میں سونے چاندی سی دریغ نہ کر۔

مطلب یہ ہی کہ اگر تو نیکنامی چاہتا ہی۔ تو شعر کے صلہ میں فیاضی سی کام لے۔

(۸) ترجمہ۔ اب کہ تیرے لبِ شیریں شہد کا چشمہ ہیں۔ بات کر اور طوطی سے شکر دریغ نہ رکھہ

معشوق کے لبِ شیریں کو شکرستان اسکی باتوں کو شکر اور عاشق کو طوطی کہا ہی۔ مطلب یہ ہے کہ

کہ اپنی شیریں کلامی سی عاشق کو محظوظ کر۔

(۹) ترجمہ۔ غم کا غبار دور ہو جائیگا اور حالت اچھی ہو جائیگی۔ اے حافظ تو اس رستہ میں آنسو بہانے

سے دریغ نہ کر۔

جسطرح چہڑکاؤ سے رستہ کی گرد بیٹھ جاتی ہی۔ اسی طرح راہِ عشق میں غبارِ غم کو بٹھانے کے لئے

ضروری ہے۔ کہ اشکباری کی جائے۔

غزل ۱۴

عیدست و موسمِ گل و یاراں در انتظار	۱	ساقی بروی شاہ ببیں ماہ و می بیار
دل برگرفتہ بودم از ایامِ گل ولے	۲	کاری نکرد ہمتِ پاکانِ روزگار
گر فوت شد سحور چہ نقصان صبوح ہست	۳	از می کنند روزہ کشا طالبانِ یار
جز نقدِ جان بدست ندارم شراب کو	۴	کان نیز بر کرشمۂ ساقی کنم نثار
خوش دولتیست خرم و خوش خسروِ کریم	۵	یا رب ز چشمِ زخمِ زمانش نگاہدار
می خور بشعرِ بندہ کہ زیبی دگر دہد	۶	جامِ مرصعِ تو بدیں درِّ شاہوار
دل در جہان مبند و زمستی سوال کن	۷	از فیضِ جام و قصۂ جمشیدِ کامگار

غزل ۱۵

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار	۱	تشنۂ دردم مرا با وصل و با ہجراں چہ کار
از لب جاناں نمی یابم نشاں زندگی	۲	پس مرا ای جان من با جان و با جاناں چہ کار
کشتۂ عشقم مرا از شحنۂ دوراں چہ غم	۳	مفلس و عورم مرا با زمرۂ دیواں چہ کار
قبلہ و محراب من ابروی دلدار است و بس	۴	این دل شوریدہ را با این چہ با آں چہ کار
چونکہ اندر ہر دو عالم یار مے باید مرا	۵	با بہشت و دوزخ و با حور و با غلماں چہ کار
ہر کہ از خود شد مجرد در طریق عاشقی	۶	از غم و دردش چہ آگاہی و با درماں چہ کار
صورت مرداں چہ خواہی سیرت مرداں گزیں	۷	مرد عاشق پیشہ را با صورت ایواں چہ کار

(۸)	حافظا گر عاشق و مستی دگر رہ باز گوی عاشق یارم مرا با کفر و با ایماں چہ کار	(۸)

(۱) ترجمہ۔ میں یار کا عاشق ہوں مجھ کو کفر اور ایماں سے کیا کام۔ میں درد (یا ذرد) کا پیاسہ ہوں مجھ کو وصل اور ہجر سے کیا کام۔

مطلب یہ ہے کہ میں عاشق ہوں اور میرا مذہب عشق ہے کفر و ایمان سے میرا کچھ واسطہ نہیں۔

ملت عشق از ہمہ دینہا جدا است	عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ میں درد عشق کا طالب ہوں۔ میں وصل و ہجر کو نہیں سمجھتا۔ اسی خواہش میں مستغرق ہوں کہ درد عشق بڑھتا جائے

(۲) ترجمہ۔ معشوق کے لب سے میں زندگی کا نشاں نہیں پاتا۔ پس اے میری جان مجھ جان و جاناں سے کیا غرض یعنے معشوق جب مجھ اپنے لب کے بوسہ سے زندگی نہیں بخشتا۔ تو مجھ جان و جاناں سے کیا کام ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں عشق کا کشتہ ہوں مجھ زمانہ کے کوتوال سے کیا غم میں مفلس اور برہنہ ہوں میرا اہل فن سے کیا کام عور۔ برہنہ۔ ننگا۔

(۶) ترجمہ۔ میرے شعر کے ساتھ شراب پی کیونکہ تیرا جڑاؤ پیالہ اس شاہوار موتی کی ساتھ عجیب لطف دیگا۔

درشاہوار۔ وہ موتی جو بادشاہوں کے لایق ہو۔

خواجہ صاحب نے اپنے شعر کو درشاہوار کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو شراب پیتے وقت میری شعر پڑھیگا۔ تو شراب پینے کا لطف دوبالا ہو جائیگا۔

(۷) ترجمہ۔ دنیا سے دل نہ لگا اور پیالہ کی فیض اور جمشید کامگار کے قصہ کی متعلق کسی مست سے پوچھ

مطلب یہ ہے کہ دنیا ناپائدار ہے دل لگانے کے لایق نہیں جمشید جیسی کامگار بادشاہ اور اس کی مشہور جام کی اب حکائیتیں باقی ہیں۔ وہ نہیں رہا۔

(۸) ترجمہ۔ اے دل عشق کی درگاہ بہت بلند ہے ہمت کر۔ اس بات کو اچھی طرح سن اور اس قصہ کو کان دھر کر سن

مطلب یہ ہے کہ عشق کی درگاہ بہت بلند ہے۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے بڑی ہمت درکار ہے۔ عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے بغیر یہاں کچھ نہیں بن سکتا۔

(۹) ترجمہ۔ چونکہ تیرا لطف عام پردہ پوشی کرتا ہے۔ ہمارے نقد کی بھی پردہ پوشی کر کیونکہ یہ نہایت ہی ناخالص اور کھوٹا سکہ ہے۔

یعنے ہمارے نقد اعمال کی پردہ پوشی کر۔ کیونکہ ہمارے اعمال محک امتحان کی لایق نہیں۔

یارب بلطف خویش گناہان ما بپوش		روزی کہ رازہا فتد از پردہ برملا	(سعدی)

(۱۰) ترجمہ۔ مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے روز برابر برابر ہونگی۔ شیخ کی تسبیح اور شراب خوار رند کا خرقہ۔

مطلب یہ ہے کہ شیخ کی ریا آمیز پرہیزگاری اور رند کی علانیہ میخواری قیامت کے دن برابر سمجھی جائینگی۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱۴۴

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ جب رمضان گذر گیا ہے اور موسم بہار بھی گذر رہا ہے۔ تو ناچار شراب پی کہ موقع ہاتھ سے نکل رہا ہے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ موسم بہار جا رہا ہے۔ پھر یہ موقع ہاتھ نہیں آئیگا۔ رمضان بھی گذر چکا ہے۔ اب ضرور شراب پینی چاہیئے۔

غزل ۱۶

گر بود عمر بمیخانه روم بار دگر	۱	بجز از خدمت رندان نکنم کار دگر
خرم آں روز که با دیدۂ گریاں بروم	۲	تا زنم آب در میکده یکبار دگر
معرفت نیست دریں قوم خدایا مددی	۳	تا برم گوہر خود را بخریدار دگر
عافیت مے طلبد خاطرم ار بگذارند	۴	غمزۂ شوخش و آں طرۂ طرار دگر
گر مساعد شودم دائرۂ چرخ کبود	۵	ہم بچرخ آورمش باز بپرگار دگر
راز سربستہ ما بیں کہ بدستاں گفتند	۶	ہر زماں با دف و نی بر سر بازار دگر
یار اگر رفت و حق صحبت دیریں نشناخت	۷	حاش للہ کہ روم من ز پی یار دگر
ہر دم از درد بنالم کہ فلک ہر ساعت	۸	کندم قصد دل زار بآزار دگر

(۹) باز گویم نہ دریں واقعہ حافظ تنہاست
غرقہ گشتند دریں بادیہ بسیار دگر (۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر زندگی ہوئی تو میخانہ میں پھر جاؤنگا۔ رندوں کی خدمت کے بغیر اور کوئی کام نہیں کرونگا۔

(۲) ترجمہ۔ وہ دن مبارک ہوگا۔ جب میں دیدہ گریاں کے ساتھہ جاؤنگا اور میخانہ کے دروازہ پر ایکدفعہ پھر آبپاشی کرونگا۔

یعنے آنسوؤں سے در میخانہ پر چھڑکاؤ کرونگا۔

(۳) ترجمہ۔ اس قوم میں معرفت نہیں اے خدا مدد کر تا کہ میں اپنا جوہر کسی اور خریدار کے پاس لے جاؤں

یعنے اس قوم میں قدر شناسی نہیں خدا کرے کہ کسی اور جگہ جا کر اپنے کمال کی داد لوں

(۴) ترجمہ۔ میری طبیعت آرام ڈھونڈھتی ہے۔ بشرطیکہ اسکا شوخ غمزہ اور طرار زلف اسے آرام کرنے دیں

(۵) ترجمہ۔ اگر چرخ کبود کا دائرہ میرا مددگار ہوا۔ تو کسی اور پرکار سے میں اسے دائرہ میں لاؤں گا۔

(۴) ترجمہ۔ میرا قبلہ اور محراب معشوق کا ابرو ہی اور بس۔ اس شوریدہ دل کو اس ہی اور اس سے کیا کام۔
یعنے میرے شوریدہ دل کو قبلہ و محراب سے کیا کام ہے میرا قبلہ اور محراب معشوق کا طاقِ ابرو ہے

قبلۂ اہلِ نظر حز رخ جاناں نبود	ہر کہ رو تا ابد ازیں قبلہ مسلمان نبود

(۵) ترجمہ۔ چونکہ دونو جہانوں میں مجھے معشوق چاہیئے اس لئے بہشت اور دوزخ۔ حور و غلمان سے میرا کچھ واسطہ نہیں۔
یعنے دین و دنیا میں میرا مطلوب صرف معشوق ہی نہ بہشت کی خواہش ہی نہ دوزخ کا ڈر۔

اگر تو طالب یاری وصالِ دوست طلب	بہشت و حور مجو کاں قصور خواہد کرد (امعین الدین)

اسی مضمون پر ہے۔

نہ جنت خواہم و نے حور و نے انہار میخواہم	ز تو وا رزانی ای زاہد ہمہ من یار میخواہم

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۱ (کو الف بہشت)
(۶) ترجمہ۔ جو شخص طریق عاشقی میں اپنے آپ سے علیحدہ ہوگیا درد کے غم کو نہیں جانتا اور نہ اسی درماں سے کچھ سروکار ہوتا ہے۔
یعنے جس عاشق نے خودی چھوڑ دی۔ اسکو درد و درماں کی کچھ پرواہ نہیں رہتی۔
(۷) ترجمہ۔ مردوں کی صورت کیا مانگتا ہے۔ ان کی سیرت اختیار کر۔ عاشق پیشہ مرد کو محل کی تصویر سے کیا کام۔
مطلب یہ ہے کہ سیرت کے بغیر صورت ایسی ہی ہی۔ جیسی دیوار پر کی تصویر۔

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا	سرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو عاشق اور مست ہی تو دوبارہ کہو کہ" میں یار کا عاشق ہوں مجھے کفر و ایمان سے کیا سروکار۔
مقطع کا مصرعہ ثانی وہی ہی جو مطلع کا مصرعہ اول ہی۔
چونکہ مصرعہ ذرا تیز ہے اس لئے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تو عاشق و مست ہی تو اس مصرعہ کو دوبارہ کہہ۔ مطلب یہ ہے کہ خواہ لوگ کچھ کہیں۔ میں اس خیال کو ظاہر کرنے سے نہیں ڈرتا۔

نعیم ہر دو جہاں پیش عاشقاں بدو جو	۳	کہ این متاع قلیل ست و آن بہای حقیر
معاشری خوش و رودی بساز میخواہم	۴	کہ درد خویش بگویم بنالہ بم و زیر
بران سرم کہ ننوشم مے و گنہ نکنم	۵	اگر موافق تدبیر من شود تقدیر
دل رمیدہ ما را کہ پیش میگیرد	۶	خبر دہید بمجنون خستہ از زنجیر
چو قسمت ازلی بی حضور ما کردند	۷	گر اندکی نہ بوفق رضاست خردہ مگیر
بعزم توبہ نہادم قدح ز کف صد بار	۸	ولی کرشمہ ساقی نمیکند تقصیر
چو لالہ در قدحم ریز ساقیا می ناب	۹	کہ نقش خال نگارم نمے رود ز ضمیر
مے دو سالہ و محبوب چاردہ سالہ	۱۰	ہمیں بس ست مرا صحبت صغیر و کبیر
نگفتمت کہ حذر کن ز زلف اوای دل	۱۱	کہ میکشند دراں حلقہ باد در زنجیر
بیار ساغر یاقوت فیض در خوشاب	۱۲	حسود گو کرم آصفی ببین و بمیر
بنوش بادہ و عزم وصال جاناں کن	۱۳	سخن شنو کہ زنندت زبام عرش صفیر
حدیث توبہ دریں بزمگہ مگو واعظ	۱۴	کہ ساقیان کمان ابروت زنند بہ تیر

(۱۵)　چہ جای گفتہ خواجو و شعر سلمان ست
کہ شعر **حافظ** شیراز بہ ز شعر ظہیر　(۱۵)

(۱) ترجمہ۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں سن اور بہانہ نہ کر۔ جو کچھ تجھے مہربان ناصح کہے اسے مان لے

(۲) ترجمہ۔ جوانوں کے چہرہ کے دیدار سے بہرہ اندوز ہو۔ کیونکہ بوڑھے زمانہ کا مکر عمر کی گھات میں ہے
مطلب یہ ہے کہ کہن سال آسمان ہر وقت تیری عمر کی گھات میں ہے اور زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں
اس لئے تجھے چاہیئے کہ حسینوں کے دیدار سے مستفیض ہولے اب وقت ہے۔

(۳) ترجمہ۔ دونو جہانوں کی نعمتیں عاشقوں کے نزدیک دو جو کی قیمت کے ہیں۔ کیونکہ یہ تھوڑی
متاع ہے اور وہ حقیر چیز ہے۔
مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کے نزدیک دنیا و عاقبت کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔

اہل عجبے اسود یرد و طالب و نیاز یاں	معین الدین	گرمئی بازار او سود و زیان من بسوخت

دائرہ چرخ کبود سے مراد چرخ نیلی یعنے آسمان۔ مطلب یہ ہو کہ اگر آسمان نے میری مدد کی یعنے اگر نصیب یاور ہوئے تو میں کسی نہ کسی تجویز سے معشوق کو اپنے قابو میں لاؤنگا۔ چرخ اور چرخ میں صنعت تجنیس۔ دائرہ و پرکار کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ دیکھ کہ ہمارے مخفی بھید کو داستان کیطرح۔ دف و نے کیساتھ ہر وقت سر بازار بیان کرتے ہیں

مطلب یہ ہو کہ ہمارے عشق کے سربستہ اسرار ہر وقت سر بازار بیان کئے جاتے ہیں حقیقت بھی یہی ہو کہ جو معمولی باتیں لوگ افسانہ کے طور پر سر بازار بیان کرتے ہیں۔ یا جو کچھ دف و نے سے گاتے ہیں وہ عشق کے مخفی بھید ہوتے ہیں ہر ایک عاشق کے دل میں وہ کیفیت موجود ہوتی ہے۔ سنتا ہے اور حیران ہوتا ہے کہ یہ راز جو میرے سینہ میں تھا ظاہر کسطرح ہوا۔

(۷) ترجمہ۔ معشوق اگرچہ چلا گیا ہو اور دیرینہ صحبت کا حق نہیں پہچانا۔ تاہم میں ہرگز ہرگز دوسرے معشوق کے پیچھے نہیں جاؤنگا۔

حاش للّٰہ یا حاشا للّٰہ۔ خدا کو اس کام سے پاکی اور دوری ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا ہرگز نہیں

(۸) ترجمہ۔ میں ہر وقت درد سے روتا ہوں کہ آسمان ہر گھڑی میرے دل زار کو نئے نئے آزار دینے کا قصد کرتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس واقعہ میں صرف حافظ ہی مبتلا نہیں۔ اس صحرا میں دریکی لوگ بھی تباہ ہوگئے۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۶ غ ۱۰۲

ز من خام طمع عشق تو میورزم و بس	کہ چو من سوختہ در خیل تو بسیارے ہست	(سعدی)

غزل ۱۷۱

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر	۱	ہر انچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر
ز وصل روے جواناں تمتعے بردار	۲	کہ در کمینگہ عمرست مکر عالم پیر

کے ذمہ دار نہیں ہم وہی کام کرتے ہیں جو ہماری قسمت میں روز ازل سے لکھا ہے۔ اس لئے اگر ہمارا کوئی کام تمہیں نامناسب نظر آئے تو ہم پر عیب نہ لگا۔

مرزا غالب اپنی سیکدوشی کی ایک عمدہ وجہ بیان کرتے ہیں۔

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق	آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

(۸) ترجمہ۔ توبہ کے ارادہ پر میں نے سو دفعہ پیالہ ہاتھ سے رکھا لیکن ساقی کا کرشمہ (توبہ شکنی میں) کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا۔

یعنے میں تو توبہ کا ارادہ کرتا ہوں اور جام سے ہاتھ میں لیکر چھوڑ دیتا ہوں لیکن ساقی کا کرشمہ توبہ نہیں کرنے دیتا۔

(۹) ترجمہ۔ اے ساقی لالہ کیطرح میرے پیالہ میں خالص شراب ڈال۔ کیونکہ معشوق کے خال کی تصویر میرے دل سے دور نہیں ہوتی گل لالہ پیالہ کا ہمشکل ہوتا ہے اور اسکے اندر ایک داغ بھی ہوتا ہے جسکی وجہ سے اُسے داغدار دل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ لہذا لالہ۔ قدح اور خال کی رعایت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ دو سالہ شراب اور چودہ سالہ معشوق۔ میرے لئے صغیر و کبیر کی یہی صحبت کافی ہے۔

ظاہری مطلب ظاہر ہے۔ بڑوں میں سے دو سال کی پرانی شراب اور چھوٹوں میں سے چودہ سال کا کمسن معشوق میرے لئے کافی ہیں۔ اور کسی چھوٹے بڑے کی مجھے ضرورت نہیں۔ حقیقی معانی کے شایق سے دو سالہ سے مراد قرآن مجید لیں۔ باعتبار نزولہ مرتین وشمولہ مرتین۔ قرآن مجید دو دفعہ نازل ہوا۔ ایکدفعہ تو تمام قرآن شریف یکبار ماہ رمضان میں شبقدر کو بارگاہ احدیت و لوح محفوظ سے دنیا کے آسمان پر نازل ہوا۔ اور دوسری دفعہ دلوں سے ۲۳ سال کے عرصہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نجماً نجماً نازل ہوا۔ تیرہ سال مکہ معظمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں۔ علاوہ ازیں ایکدفعہ تمام قرآن شریف کا علم یکبار خدا اے تعالے نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دل عرش منزل کو عطا فرمایا۔ چنانچہ ابتدائے بعثت میں جب جبریل ؑ وحی لاتے تھے جناب رسالتمآب پوری وحی ادا ہونے سے پہلے تلاوت شروع کر دیتے تھے۔ اس پر ارشاد ربانی ہوا کہ لا تعجل بالقران من قبل ان یقضیٰ الیک وحیہ۔ یعنے قرآن شریف کے پڑھنے میں جلدی نہ کر پیشتر اسکے کہ اسکی وحی پوری نازل ہو۔ دوسری دفعہ قرآن شریف بذریعہ وحی نجماً نجماً آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل ہوا۔

(۴) ترجمہ۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم نشیں خوش وخرم ہو اور رود وساز میں ہو۔ تاکہ میں اپنے درد کو زیر و بم کے نالہ کے ساتھہ بیاں کروں۔

رود۔ ایک ساز کا نام ہے۔ زیر۔ گانے میں دھیمی اور باریک آواز کا نام۔ بم بلند اور بڑی آواز جو نقارہ و رود سے نکلتی ہے۔ مقابل زیر۔

مطلب یہ ہے کہ مجلس میں یار بھی ہو اور رود چنگ بھی تاکہ اپنے درد دل کا قصہ زیر و بم میں بیان کروں۔

(۵) ترجمہ۔ میرا ارادہ ہی کہ شراب نہ پیوں اور گناہ نہ کروں بشرطیکہ تقدیر میری تدبیر کے موافق ہو۔

یہاں خواجہ صاحب نے مسئلہ جبر و قدر پر اپنی رائے بیان کی ہے۔ مطلب یہ ہی کہ بغیر تائید ایزدی کے آدمی خود بخود گناہوں سے توبہ نہیں کر سکتا۔ دیکھو شعر الف ہے ت۔

(۶) ترجمہ۔ ہمارے بھاگے ہوئے دل کو کون سامنے سے آکر روکتا ہے۔ زنجیر سے نکلے ہوئے مجنوں کی خبر دو۔

پیش گرفتن۔ کسی شخص کو سامنے سے آکر روک لینا۔ بھاگتے ہوئے آدمی کو مقابل سے آکر پکڑ لینا۔ حائل ہونا۔ حاجب ہونا۔ (بہار عجم)

خواجہ صاحب نے اپنے دل رمیدہ کو مجنون جستہ از زنجیر کہا ہے۔ یعنے وہ ایک دیوانہ ہی جو زنجیر سے نکل کر بھاگ گیا ہے۔

شعر کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہمارا دیوانہ دل اختیار سے باہر ہو کر بھاگ گیا ہے۔ اب ہمیں اس کا کچھ پتا نہیں۔ کوئی ایسا شخص ہے؟ جو اس دیوانہ کو سامنے سے آکر روک لے اور ہمیں اسکی کچھ خبر آکر دے۔ یا یہ کہ اس مجنون کے بھاگ جانے کی لوگوں کو خبر کردو تاکہ کوئی شخص اسکو پکڑ لے۔

(۷) ترجمہ۔ جب قسمت ازلی ہماری غیر حاضری میں ہوئی ہی تو اگر تھوڑے بہت کام رضا کے موافق نہیں تو عیب جوئی نہ کر۔

مطلب یہ ہی کہ جب خدا نے ازل کے دن ہماری قسمت ہماری غیر حاضری میں مقرر کی ہی اور اس تقسیم میں ہماری رائے اور خواہش کو کچھہ دخل نہیں دیا گیا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ ہم اس نوشتہ قسمت

غزل ۱۸۱

یوسفِ گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور	۱	کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور
ایں دلِ غمدیدہ حالش بہ شود دل بد مکن	۲	ویں سرِ شوریدہ باز آید بسا ماں غم مخور
دورِ گردوں گر دو روزی بر مرادِ ما نگشت	۳	دایماً یکساں نماند کار دوراں غم مخور
گر بہارِ عمر باشد باز بر تختِ چمن	۴	چترِ گل بر سر کشی ای مرغِ خوشخواں غم مخور
ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سرِ غیب	۵	باشد اندر پردہ بازیہای پنہاں غم مخور
ہر کہ سرگرداں بعالم گشت و غمخواری نیافت	۶	آخر الامر او بغمخواری رسد ہاں غم مخور
در بیاباں گر بشوقِ کعبہ خواہی زد قدم	۷	سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور
حالِ ما در فرقتِ جاناں و ابرامِ رقیب	۸	جملہ میداند خدای حال گرداں غم مخور
ای دل ار سیلِ فنا بنیادِ ہستی بر کند	۹	چوں ترا نوح ست کشتیباں ز طوفاں غم مخور
گرچہ منزل بس خطرناک ست و مقصد ناپدید	۱۰	ہیچ راہی نیست کو را نیست پایاں غم مخور

۱۱	حافظا در کنجِ فقر و خلوتِ شبہای تار تا بود وردت دعا و درسِ قرآں غم مخور	۱۱

یہ غزل آیۂ کریمہ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ٥ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ٥ کی بہت اچھی تفسیر ہے اور غمدیدہ دلوں کی تسکین کی نہایت اعلیٰ تدبیر ہے۔

(۱) ترجمہ۔ گم گشتہ یوسف پھر کنعاں میں واپس آجائیگا غم نہ کہا۔ غم کا مقام ایک روز باغ ہو جائیگا۔ غم نہ کہا۔

(۲) ترجمہ۔ اِس غم دیدہ دل کی حالت اچھی ہو جائیگی بد دل نہ ہو۔ اور یہ پریشان (دیوانہ) دماغ پھر باسر و سامان ہو جائیگا غم نہ کہا۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کا دور اگر ایک دو روز ہماری مراد کے مطابق نہیں ہوا۔ تو زمانہ ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا۔ غم نہ کہا۔

ز رنج و راحتِ گیتی مرنجاں دل مشو خنداں	کہ آئینِ جہاں گاہی چنیں گاہی چناں باشد

معشوق چاردہ سالہ کا اس صورت میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہوگا۔ چاردہ سالہ یعنی ۴×۱۰=۴۰ سالہ۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کی گئی تھی۔

(۱۱) ترجمہ:- اے دل کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اسکی زلف سے ڈر تا رہ۔ کیونکہ اس حلقہ میں ہوا کو بھی (پابزنجیر) قید کر لیتے ہیں۔

یعنی اسکی زلف کے حلقہ میں ہوا جیسی لطیف چیز بھی اسیر ہو سکتی ہے۔ تو دل کا اسیر ہونا تو معمولی بات ہے۔ اے دل تو نے میرا کہنا نہ مانا اسکی زلف کی طرف گیا اور وہاں قید ہوا۔

(۱۲) ترجمہ:- یاقوتی پیالہ لا اور خوش آب موتی کا فیض۔ حاسد کو کہو کہ آصف کی فیاضی دیکھ اور مر

خوشاب:- خوش آب یعنی اچھی آب والا۔ **در**:- موتی۔ جواہر۔ درِ خوشاب سے مراد شراب خوش رنگ اور بعض نے کہا ہے۔ کہ اشعار آبدار

آصف:- حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کا نام۔ یہاں مراد **عماد الدین محمود** سے ہے جو سلطان قطب الدین والی اصفہان کا وزیر تھا۔ خواجہ صاحب اسے اکثر آصف اور آصفِ عہد کہ کر یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو شعر د ۱۱/۸

(۱۳) ترجمہ:- شراب پی اور معشوق کے وصال کا ارادہ کر۔ بات سن کہ بام عرش سے تجھے آواز دیتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ عرش سے جس شراب اور جس معشوق کے لئے آواز آتی ہے وہ شراب کونسی ہے اور وہ معشوق کون ہے

(۱۴) ترجمہ:- اے واعظ اس بزم میں توبہ کی بات نہ کر۔ ورنہ کمان ابرو ساقی تجھے تیر سے مارینگے۔

تیر سے مراد تیر غمزہ یا تیر مژگان

(۱۵) ترجمہ:- خواجو کا کلام اور سلمان کے شعر تو کس شمار میں ہیں۔ حافظ شیراز کے شعر ظہیر کے شعروں سے بھی اچھے ہیں۔

معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔ شاعری میں اسے جائز سمجھا جاتا ہے۔

خواجو:- کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۸ سوانحعمری **سلمان** ساوجی خواجہ صاحب کے وقت کا ایک شاعر۔ **ظہیر**:- فاریابی۔ ایک مشہور شاعر سن وفات ۵۵۸ھ

بعض پرانے قلمی دیوانوں میں یہ شعر نہیں ہے۔ ان دیوانوں میں غزل کا مقطع شعر (۱۴) ہے جس میں بجائے واعظ کے لفظ حافظ لکھا ہے۔

درخت سمرہ کا نام ہے۔ جسے طلح بھی کہتے ہیں اور یہ بڑے بڑے خاردار درخت ہیں جو ریگستان عرب میں پائے جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تجھ حج کا شوق ہے تو رستے کی تکالیف کا سامنا فراخ حوصلگی سے کرنا چاہیئے۔ دنیا میں کوئی کام بغیر سعی۔ کوشش اور تکلیف کے نہیں ہو سکتا۔ سفر حجاز میں کانٹوں سے ڈرنا۔ موتیوں کی تلاش میں موج سے خطرہ بزدلوں کا کام ہے۔ خواجہ صاحب نے جا بجا اپنے کلام میں اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ بغیر جد و جہد کے دین و دنیا کے مقاصد کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔

(۸) ترجمہ۔ معشوق کے فراق اور رقیب کی رنج دہی سے جو کچھ ہمارا حال ہے۔ وہ حالت تبدیل کرنے والا خدا سب جانتا ہے۔ غم نہ کھا۔

ابرام۔ استوار کرنا۔ غمگین کرنا۔ ملول کرنا۔

مطلب یہ ہے کہ خدا جو حالتوں کو تبدیل کرنے والا ہے۔ ہماری حالت سے واقف ہے۔ ضرور ہماری اس بدحالی کو خوشحالی میں تبدیل کر دیگا۔

(۹) ترجمہ۔ اے دل اگرچہ فنا کا سیلاب زندگی کی بنیاد کو اکھاڑ دیتا ہے لیکن جب نوح تیرا کشتیبان ہے تو طوفان سے نہ ڈر

مطلب یہ ہے کہ جب نوح ۴ مددگار ہے تو طوفان سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔ اسی طرح جب خداوند تعالیٰ تمہارا والی و مددگار ہے تو تم کو حوادث سے بالکل بیفکر رہنا چاہیئے اور چند روزہ عارضی تکلیف سے بیدل نہیں ہونا چاہیئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا نغمہ یہ شعر ہے۔

چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد نوح کشتیباں	چہ غم دیوار امت را کہ باشد چوں تو پشتیباں

(۱۰) ترجمہ۔ اگرچہ منزل بہت خطرناک ہے اور مقصد کا پتہ بھی نہیں لیکن کوئی ایسا رستہ نہیں جسکا انجام نہ ہو غم نہ کھا

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ منزل بہت خطرناک ہے رستہ دشوار گذار ہے۔ چپہ چپہ پر جان کا ڈر ہے اور منزل مقصود کا بھی کچھ پتہ نہیں۔ کہ کہاں ہے اور کتنی دور ہے۔ تاہم تجھے ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ مردوں کیطرح رستہ کو طے کرتا جا اور تمام مصیبتوں کو برداشت کرتا جا۔ آخر کار تو ضرور منزل مقصود پر پہنچ جائیگا

نہایت زریں اصول ہے۔ مردان راہ کے لئے نہایت جرأت آموز سبق ہے۔ اور ذوق عمل و سعی کی نہایت پاکیزہ تعلیم ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ فقر کے گوشہ اور سیاہ راتوں کی خلوت میں جب تک دعا اور قرآن کا درس تیرا ورد ہوگا۔ تجھے

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۵ باب ۵۹

(۴) ترجمہ ۔ اگر عمر کی بہار رہی (یعنے زندگانی ہوئی) تو پھر تختۂ چمن پر پھول کا تاج تو سر پر رکھیگا غم نہ کہا۔

یعنے اے بلبل اگر زندگانی نے وفا کی تو پھر باغ میں بہار آئیگی اور تجھے وصل گل نصیب ہوگا۔

(۵) ترجمہ ۔ جب تو غیب کے بھیدونسے واقف نہیں ہے۔ تو ہرگز نومید نہ ہو۔ پردہ کے اندر پوشیدہ بازیاں ہونگی غم نہ کہا۔

مطلب یہ ہے کہ جب تو غیب کے اسرار سے واقف نہیں۔ تو ظاہری چندروزہ تکلیف پر غمگین کیوں ہوتا ہے۔ کیونکہ پردۂ غیب میں تیرے حسب مراد کئی کام ہو رہے ہیں جو آخر کار ہونگے۔ اور تیری موجودہ تکلیفیں آنے والی عظیم الشان خوش حالی کا پیش خیمہ ہیں۔

(۶) ترجمہ ۔ جو شخص جہاں میں سرگردان پھرتا ہے اور کوئی غمخوار اسے نہیں ملتا۔ اخرالامر اسے بھی ضرور کوئی غمخوار مل جائیگا۔ غم نہ کہا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں

اذا اشتملت علی الیاس القلوب	وضاق لما بہ الصدر الرحیب
واوطنت المکارہ والمہانت	وارست فی اماکنہا الکروب
ولم یر لانکشاف الضر وجہ	ولا اغنی بحیلتہ الاریب
اتاک علی قنوط منک غوث	یمن بہ اللطیف المستجیب
وکل الحادث اذا تناہت	فموصول بہا فرج قریب

یعنے جب دل ناامید ہو جائیں اور سینے تنگ۔ غم و محنت جاگزیں ہو جائیں۔ اور اس تکلیف سے رہائی کی تجویز کسی عاقل کو نہ سوجھتی ہو۔ تو تیری اس ناامیدی کے بعد ایک فریادرس آئیگا جو لطف و مہربانی کریگا تمام حوادث کا جب وقت اخیر ہوتا ہے۔ تو اسکے ساتھ ہی خوشی نصیب ہوتی ہے۔

(۷) ترجمہ ۔ اگر کعبہ کے شوق میں تو بیابان میں قدم رکھنا چاہتا ہے۔ تو اگر ببول کے کانٹے سرزنش کریں تو غم نہ کہا۔

مغیلاں ۔ درخت ببول۔ کیکر۔ دراصل یہ لفظ اُمّ غیلان ہے۔ یعنی دیووں کی ماں۔ اُم بمعنے مادر و غیلان جمع غول بمعنے دیو۔ پس مغیلاں جمع مغیل کی نہیں جیساکہ بعض کا خیال ہے۔ قاموس میں لکھا ہے کہ مغیلاں

(۱) ترجمہ۔ اے ناز حسن کے سرو تو ناز سے خوشخرامی کرتا ہے۔ عاشقوں کو تیرے ناز پر ہر وقت سو نیاز ہیں۔

یعنے تیرے ایک ایک ناز پر عاشق سو سو نیاز ظاہر کرتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ تجھے ناز کی خلعت مبارک ہو کہ ازل کے دن ہی تیرے سرو جیسے قد پر ناز کا لباس قطع کیا گیا۔

یعنے روز ازل سے ہی تجھے ناز دیا گیا۔ لہذا تجھے ناز مبارک ہو۔

(۳) ترجمہ۔ جس شخص کو تیری زلف عنبریں کی خوشبو کی آرزو ہے۔ اسے چاہئے کہ جلتی ہوئی آگ پر عود کی طرح جلے اور اس سوزش سے موافقت پیدا کرے۔

عود۔ ایک لکڑی جو آگ پر جلانے سے خوشبو دیتی ہے۔ نیز ایک باجہ کا نام ہے۔

ساز۔ از مصدر ساختن۔ موافق ہونا۔ کسی حالت کے ساتھہ طبیعت کو مانوس کر لینا۔ رنج و غم اور تکلیف کی حالت کا عادی ہو جانا اور اسکے ساتھہ موافقت پیدا کر لینا۔ نیز بمعنے باجہ لہذا عود و ساز کی رعایت ظاہر مطلب یہ ہے۔ کہ بغیر جد و جہد اور کامل ایثار کے گوہر مقصود ہاتھہ نہیں آتا۔

بعض قلمی دیوانوں میں آتش سوزاں کی بجائے آتش سودا ہے۔ یعنے آتش شوق۔ اور یہ نسخہ زیادہ موزوں نظر آتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ رقیب کے طعنوں سے میرا عیار کم نہیں ہوتا۔ خواہ سونے کیطرح مجھے مقراض کے منہ سے کاٹیں۔

عیار۔ کھرا پن۔ خالص ہونا۔ کھرائی۔ خلوص۔ **گاز**۔ دانت۔ مقراض جس سے کپڑا کاغذ یا سونا چاندی کاٹتے ہیں۔ سونے کو اگر دہن مقراض سے ٹکڑے ٹکڑے ہی کر ڈالیں۔ تو بھی سونا خالص ہی رہتا ہے۔ اسی طرح اگر رقیب مقراض دہن سے مجھے کاٹے یعنے مجھے مورد لعن و طعن کرے تو اس سے میرے خلوص اور باخلاص میں کمی واقع نہ ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ پروانے کا دل تو شمع کی موجودگی سے جلتا ہے۔ لیکن میرا دل تیرے رخسار کے شمع کے موجود نہ ہونے سے گھلا جاتا ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ پروانہ تو شمع کے سامنے جلتا ہے۔ لیکن عاشق کا دل معشوق کے سامنے نہ ہونے سے جلتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ جو دل تیرے کوچے کے کعبہ کے طواف سے واقف ہو گیا۔ وہ اس حریم کے شوق میں حجاز کا خیال چھوڑ دیتا ہے۔

یعنے جو دل کوئی معشوق سے ایک دفعہ ہو آیا وہ اس حریم حرم کا ایسا دلدادہ ہو جاتا ہے کہ حریم کعبہ کا دل سے خیال ہی

کچھ ڈر نہیں۔

خواجہ صاحب کی سوانحعمری پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی تمام عمر درسِ قرآن میں گذری۔ آپ پرلے درجے کے شب بیدار اور سحر خیز عابد تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب تک دعا اور درسِ قرآن تیرا ورد ہے۔ تجھے کچھ خطرہ نہیں۔ سعادت دارین تجھ کو حاصل ہوگی۔

ہر ایک مسلمان کو یہ نصیحت گوشِ ہوش سے سننی چاہیے۔ کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی بہبودی قرآن کریم سے وابستہ ہے۔

ردیف ز

غزل (۱)

ای سرو ناز حُسن کہ خوش میروی بناز	۱	عشاق را بناز تو ہر لحظہ صد نیاز
فرخندہ باد خلعت نازت کہ در ازل	۲	ببریدہ اند بر قد سروت قبای ناز
آں راکہ بوی عنبر زلف تو آرزوست	۳	چوں عود گو بر آتش سوزاں بسوز وساز
از طعنۂ رقیب نگردد عیار کم	۴	چوں زر اگر برند مرا در دہانِ گاز
پروانہ را ز شمع بود سوز دل ولے	۵	بی شمع عارض تو دلم را بود گداز
دل کز طواف کعبۂ کویت وقوف یافت	۶	از شوق آں حریم ندارد سرِ حجاز
ہر دم بخونِ دیدہ چہ حاصل وضو چو نیست	۷	بی طاق ابروی تو نمازِ مرا جواز
صوفی ما کہ توبہ ز مے کردہ بود دوش	۸	بشکست عہد چوں در میخانہ دید باز

(۹)

چوں بادہ مست بر سرِ خم رفت کف زناں

حافظ کہ دوش از لب ساغر شنید راز

(۹)

(۱) ترجمہ۔ میکدہ کی راہ میں عاشق اسی نیاز سے تگ و تاز کرتے ہیں۔ جس سے حاجی حجاز کے رستہ میں۔

یعنے جس نیاز سے حاجی راہ حجاز کو طے کرتے ہیں۔ اسی نیاز سے عاشق شرابخانہ کے رستے کو طے کرتے ہیں

(۲) ترجمہ۔ میں تجھ کیا کہوں کہ دل کے سوز سے میری کیا حالت ہے۔ یہ بات آنسوؤں سے پوچھ۔ میں چغل نہیں ہوں

مطلب یہ ہے کہ میرا سوز دروں میری اشکباری سے ظاہر ہو رہا ہے میرے بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی غماز ہوں کہ راز عشق کا افشا کروں۔ آنسوؤں کی غمازی کے لئے دیکھو شعر د ۱

(۳) ترجمہ۔ حسن کا کرشمہ ظاہر کرنے سے مراد تھی ورنہ محمود کے جمال دولت کو زلف ایاز کی کیا ضرورت تھی۔

مطلب یہ ہے کہ محمود کو جو ایک عظیم الشان بادشاہ اور فاتح تھا اپنے ایک ادنے سے غلام ایاز پر عاشق ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ ایاز سے بڑھکر حسین اور بہت تھے۔ لیکن خدا کو حسن کا یہ کرشمہ حسن کی طاقت اور اسکا یہ اعجاز ظاہر کرنا منظور تھا۔ کہ ایک بادشاہ بھی اپنے غلام پر عاشق ہو سکتا ہے۔ یعنی حسن اگر غلام میں بھی ہو تو بادشاہ اسکا غلام ہو جاتا ہے۔

محمود غزنوی کہ ہزاراں غلام داشت	عشقش چناں گرفت غلام غلام شد

(۴) ترجمہ۔ دوست کی درگاہ کو چھوڑ کر اب میں کسی دروازہ پر نہیں جاؤنگا۔ جب میں نے کعبہ پالیا تو بت پرستی سے باز آجاؤنگا۔

(۵) ترجمہ۔ میں سحر کے وقت اپنی بخت سے ایسی رات مانگونگا۔ کہ اپنی سرگذشت کا بیان تجھ سے شروع کرونگا۔

دعائے سحر عموماً قبول ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں سحر کے وقت دعا کرونگا۔ کہ مجھ کو کوئی ایسی رات نصیب ہو کہ تو میرے پاس ہو تاکہ میں اپنا حال تجھ سے عرض کروں۔

(۶) ترجمہ۔ میرا جسم تیرے فراق میں دنیا سے آنکھیں بند کرنا چاہتا تھا کہ تیرے وصل کی دولت کی امید نے مجھے از سرنو جان دی۔

یعنے میں تیرے ہجر میں مر چکا تھا لیکن وصال کی امید نے از سرنو زندگی بخشی۔

(۷) ترجمہ۔ لمبی ہجر کی راتوں میں وصال کے دن کی امید پر سوز سے میں نے دل کے دروازے پر بہت زنجیر کھٹکھٹائے حلقہ بر در زدن۔ دروازے کا کنڈا کھٹکھٹانا۔ دروازہ کھلوانا۔ گھر والے کو دروازہ کھولنے کے لئے بلانا۔ مطلب یہ ہے کہ ہجر کی لمبی راتوں میں میں نے دل کو روز وصال کی امید دلایا کرتا تھا۔

جاتا رہتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ہر وقت لہو کے آنسوؤں سے وضو کرنے کا کیا فائدہ۔ جب کہ تیرے محراب ابرو کے بغیر میری نماز ہی جائز نہیں یعنی تیرے محراب ابرو کے بغیر میری نماز جائز نہیں۔ اور جب یہ محراب ہی میرے سامنے نہیں۔ تو ہر وقت خونِ دل سے وضو کرنیکا کیا فایدہ۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے ہجر میں خون رونے سے کیا حاصل۔

(۸) ترجمہ۔ ہمارے صوفی نے کل شراب سے توبہ کی تھی۔ جب پھر میخانہ کا دروازہ دیکھا۔ تو توبہ کا عہد توڑ دیا

(۹) ترجمہ۔ حافظ جام کے کیطرح مست اور جوش کرتا ہوا خم کے پاس گیا۔ کیونکہ کل سنے لب ساغر سے راز کی بات سنی تھی۔

بادہ ۔ (۱) شراب (۲) شراب کا پیالہ۔ **کف** (۱) ہتھیلی (۲) جھاگ۔ کف زناں سے مراد بحالتِ جوش یعنے حافظ چونکہ کل شراب پی کر اسرار سے واقف ہو گیا تھا۔ اس لئے پھر جوش و مستی کی حالت میں خم کے پاس پہنچا۔ تاکہ اور شراب پیئے۔

غزل (۲)

براہ میکدہ عشاق است در تگ و تاز	۱	ہماں نیاز کہ حجاج را براہ حجاز
چہ گویمت کہ ز سوز درون چہ می بینم	۲	ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز
غرض کرشمۂ حسن است ورنہ حاجت نیست	۳	جمال دولت محمود را بزلف ایاز
بہیچ در نروم بعد ازیں ز حضرت دوست	۴	چو کعبہ یافتم آیم ز بت پرستی باز
شبی چنیں بسحرگہ ز بخت میخواہم	۵	کہ با تو شرح سرانجام خود کنم آغاز
تنم ز ہجر تو چشم از جہاں فرو میدوخت	۶	امید دولت وصل تو داد جانم باز
چہ حلقہ ہا کہ زدم بر در دل از سر سوز	۷	ببوی روز وصال تو در شبان دراز
چو غنچہ سر نہفتہ نہاں کجا ماند	۸	دل مرا کہ نسیم صباست محرم راز

(۹) ز شوق مجلس آں ماہ خرگہی حافظ
گرت چو شمع جفائی رسد بسوز و بساز (۹)

نوش ہوں۔
یعنے اب تک آرزو میں رہا تیرے لب کا بوسہ نصیب ہوا۔ اور اب تک درد پی رہا ہوں شراب تلخ نصیب ہوئی
(۲) ترجمہ۔ میرا دین پہلے روز ہی تیری زلفوں کے خیال میں صرف ہو گیا۔ ابھی دیکھیں کہ اس سودا میں میرا سر انجام کیا ہوتا ہے
زُلفین۔ عربی دان فارسیوں نے زلف کا تثنیہ بنا یا ہے۔ یعنے دائیں بائیں کی دو زلفیں۔ زُلف۔
در اصل زُلَف ہے جمع زلفہ کی۔ رات کا ایک حصہ۔ فارسیوں نے تصرف کر کے زُلف کہنا شروع کر دیا
اور مجازاً معشوق کے بالوں کا جو کانوں کے پاس ہوتے ہیں۔ بوجہ غائت سیاہی زلف کہدیا۔ بعض کے نزدیک زُلف
مخفف زُلفین کا ہی یعنے زنجیر۔ معشوق کے بالوں کو پیچدار خمدار اور حلقہ در حلقہ ہونے کی وجہ سے زُلفیں اور بعدۂ زُلف
کہنے لگ گئے۔
(۳) ترجمہ۔ غلطی سے ایک رات میں نے تیرے بالوں کو مشکِ ختن کہدیا اس لئے تیرے بال ہر لحظہ میرے جسم پر تیر مار رہے ہیں
یعنے اس غلطی کی سزا میں کہ میں نے تیرے بالوں کو مشکِ ختن جیسی ایک حقیر چیز سے کیوں تشبیہ دی۔ اب تک تیرے
بال مجھ پر تیر مار رہے ہیں۔ خطا و ختن میں صنعت ایہام ہے۔
(۴) ترجمہ۔ ایک دن معشوق کے لب پر میرا نام بھولے سے آ گیا۔ اسلئے اب اہل دل لوگوں کو میرے نام سے جان کی خوشبو آتی ہے
یعنے معشوق کے جان بخش لب پر آنے سے میرے نام میں یہ تاثیر پیدا ہو گئی ہے کہ اب تک عاشقوں کو میرے نام سے
جان کی خوشبو آتی ہے۔
(۵) ترجمہ۔ آفتاب نے تیرے چہرے کے پرتو کو میری خلوت میں دیکھا اسلئے اب تک سایہ کیطرح ہر وقت میرے لب بام
پر دوڑتا پھرتا ہے۔
آفتاب کا لب بام آنا ایک معمولی روزمرہ کی بات ہے۔ خواجہ صاحب اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ آفتاب نے میری خلوت گاہ
میں میرے معشوق کے چہرہ کے نور کو کہیں دیکھ لیا ہے اب ہر وقت اسی شوق میں ادھر آتا جاتا ہے۔ صنعت حسن تعلیل ہے
آفتاب کو روئے معشوق کے پرتو کے مقابلہ میں سایہ کہا ہے۔ جب آفتاب غروب ہونے کو ہوتا ہے تو سایہ دیوار دوڑ
دوڑ کر مکان پر چڑھ جاتا ہے۔ تاکہ آفتاب کو دیکھ سکے۔ اسی طرح آفتاب میرے معشوق کو میری خلوت میں دیکھنے
کے لئے سایہ کیطرح لب بام پر آجاتا ہے۔
(۶) ترجمہ۔ ازل میں تیرے لب لعل کو ساقی نے ہم کو ایک ایسے ساغر سے گھونٹ پلایا کہ میں اب تک اس جام
کا مست ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ غنچہ کی طرح میرے دل کا چھپا ہوا بھید کب پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ جب کہ نسیم صبا اس کی محرم راز ہے جسطرح نسیم صبا غنچہ کو شگفتہ کردیتی ہے اور اسکی خوشبو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتی ہے اسی طرح عاشق کے دل کے راز یعنے رازِ عشق کو بھی نسیم صبا افشا کردیتی ہے۔ صبا کی غمازی کے لئے دیکھو شعر ۱۰/۲

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ اگر اس ماہِ خرگہی کی مجلس کے شوق میں شمع کیطرح تجھ پر کوئی ظلم ہو تو جل اور اس جلنے کو گوارا کر۔ ماہ خرگہی۔ وہ چاند جسکے گرد ہالہ ہو۔ یعنی معشوق۔ کیونکہ اسکے چاند جیسے چہرہ کے گرد زلف کا ہالہ ہوتا ہے۔ ساز۔ دیکھو شعر ۱/۲

شمع اندھیری رات میں جلتی ہے۔ گویا چاند کی صحبت کے شوق میں جل رہی ہے۔ اسی طرح اگر تو بھی اپنے معشوق کے چاند جیسے چہرہ کے دیدار کے شوق میں جلتا ہے تو اس جلنے سے موافقت پیدا کر اور اس سوز کو گوارا کر۔

غزل (۳)

برنیامد از تمنای لبت کامم ہنوز	۱	بر امید جام لعلت دُردی آشامم ہنوز
روز اول رفت دینم در سر زلفین تو	۲	تا چہ خواہد شد درین سودا سر انجامم ہنوز
از خطا گفتم شبی موی ترا مشک ختن	۳	میزند ہر لحظہ تیری مو بر اندامم ہنوز
نام من رفتست روزی بر لب جانان بسہو	۴	اہل دل را بوی جان می آید از نامم ہنوز
پرتو روی ترا در خلوتم دید آفتاب	۵	میرود چون سایہ ہر دم بر لب بامم ہنوز
در ازل دادست ما را ساقی لعل لبت	۶	جرعۂ جامی کہ من سرگرم آن جامم ہنوز
ساقیا یکجرعہ دہ زان آب آتشگون کہ من	۷	در میان پختگان عشق او خامم ہنوز
ای کہ گفتی جان بدہ تا باشدت آرام دل	۸	جان بغمہایش سپردم نیست آرامم ہنوز

(۹) در قلم آورد حافظ قصۂ لعل لبش
آب حیوان میرود ہر دم ز اقلامم ہنوز (۹)

(۱) ترجمہ۔ تیرے لب کی تمنا میں اب تک میرا مقصد پورا نہ ہوا تیری سرخ شراب کے جام کی امید میں اب تک دُرد

(۱) ترجمہ۔ صبا پھول کے خیر مقدم میں پیر روح کو خوشی بخش رہی ہی۔ خوش گفتار بلبل کہاں ہی؟ اسے کہو کہ آواز نکالی۔

راحِ روح۔ (۱) روح کی خوشی۔ روح کی تازگی۔ (۲) باربد کے تیس لحن میں سے ایک کا نام۔

مطلب یہ ہی کہ موسم بہار آگیا ہی۔ باد صبا اپنی خوشبو سے دماغوں کو تازہ کر رہی ہی۔ بلبل کو کہو کہ نغمہ سرائی کرے

راحِ روح اور آواز میں صنعت ایہام۔

(۲) ترجمہ۔ اے دل ہجر سے فریاد نہ کر کیونکہ جہان میں غم اور خوشی۔ کانٹا اور پھول پستی اور بلندی لازم ملزوم ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ میں غم سے کمان کیطرح جھک گیا ہوں لیکن اب بھی میں کمان ابرو اور تیر انداز معشوقوں کو ترک نہیں کرتا۔

(۴) ترجمہ۔ شب ہجر کے قصے دشمنوں سے بیان نہ کر کیونکہ ارباب کینہ کا سینہ محرم راز نہیں ہوتا

(۵) ترجمہ۔ تیرے طرّہ سے میرے دل کی پریشانی ظاہر ہوگئی۔ ہاں مشک سے کیا عجب ہی اگر غمازی کرے۔

مشک (کستوری) کا خاصہ ہی کہ اگر پردے میں بھی ہو تو اپنی خوشبو ہر طرف پھیلا دیتی ہی۔ گو یا راز درون پردہ کو فاش کرتی ہی اور غمازی کرتی ہی۔ معشوق کی زلف کو بوجہ خوشبو کے مشک سے تشبیہ دیتے ہیں۔ زلف معشوق کی پریشانی سے عاشق کا دل بھی پریشان ہو جاتا ہے اور رازِ عشق افشا ہو جاتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیری زلف مشکیں نے میرے دل کی پریشانی کو ظاہر کر دیا۔ کیونکر نہ ہو۔ مشک ہمیشہ غماز (چغل) ہوتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہزارہا آنکھیں تیرے چہرہ کو دیکھتی ہیں اور تو خود ناز کی وجہ سے کسی کے چہرہ کیطرف نہیں دیکھتا۔

(۷) ترجمہ۔ اے دل اگر درد تجھے جلائے تو درد سے نالہ و فریاد نہ کر۔ اس کے عشق کا دم مار اور درد سے موافقت پیدا کر۔

یعنے عشق میں درد کو گوارا کر۔ اور نالہ و فریاد نہ کر۔

(۸) ترجمہ۔ سالک دل کا غبار دشمن کی آنکھ کو اندھا کرتا ہی۔ اے حافظ تو نیاز کی وجہ سے خاک پر منہ رکھ۔

مطلب یہ ہی کہ ہمیں خاکساری اختیار کرنی چاہئے اور نیاز کی وجہ سے سر خاک پر رکھنا چاہئے کیونکہ خاکساروں کے دل کی کدورت دشمنوں کو اندھا کرتی ہے۔ غبار چشم اور خاک کی رعایت ظاہر

یعنے روز ازل تیری محبت کا جام ہم نے پیا اور اب تک اسی جام سے مست ہیں ۔ الست بربکم قالو بلیٰ کی طرف اشارہ ہے ۔

الست از ازل ہمچناں شان بگوش		بفریاد قالو بلیٰ در خروش

(۷) ترجمہ :۔ اے ساقی اس آب آتشگوں سے ایک گھونٹ دے کیونکہ میں اسکے عشق کے پختہ دماغوں میں سے ابھی خام ہوں آب آتشگوں سے مراد شراب سرخ ۔

(۸) ترجمہ :۔ اے مخاطب تو کہتا ہے کہ جان دیدے ۔ تاکہ تجھ کو دل کا آرام حاصل ہو ۔ میں نے اپنی جان اُسکے غموں کے حوالے کر دی لیکن اب تک آرام نصیب نہیں ہوا ۔

(۹) ترجمہ ۔ حافظ نے اسکے لب لعل کا قصہ قلم سے لکھا ۔ اس لئے میرے قلموں سے اب تک آب حیات بہتا ہے معشوق کے لبوں کو آب حیات کے چشمہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں اس لئے لب لعل کی تعریف لکھنے سے قلم ہی چشمۂ حیوان ہو گیا ۔

غزل (۴)

صبا بمقدم گل راح روح بخشد باز	۱	کجاست بلبل خوش گوی گو برآر آواز
دلا ز ہجر مکن نالہ زانکہ در عالم	۲	غم ہست و شادی و خار و گل و نشیب و فراز
دو تا شدم چو کمان از غم و نمی گویم	۳	ہنوز ترک کمان ابروان تیر انداز
حکایت شب ہجران بدشمناں مکنید	۴	کہ نیست سینہ ارباب کینہ محرم راز
ز طرۂ تو پریشانی دلم شد فاش	۵	ز مشک نیست غریب آری ار بود غماز
ہزار دیدہ بروی تو ناظرند و تو خود	۶	نظر بروی کسے بر نمیکنی از ناز
اگر بسوزدت ای دل ز درد نالہ مکن	۷	دم از محبت او میزن و بدرد بساز

(۸) غبار خاطر ما چشم خصم کور کند
تو رخ بخاک نہ ای حافظ از مقام نیاز (۸)

آستین خیال اور آستانِ وصال کا لفظی کا اور معنوی مقابلہ بہت لطیف ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیری آستانہ پر مجھہ شوریدہ دل نے اِسوقت سر نہیں رکھا۔ بلکہ روزِ ازل سے ہی میں نے وہاں سر رکھا ہے۔

یعنے میں روزِ ازل سے ہی عاشق ہوں اور اِس آستانہ پر سر رکھا ہی۔ آج عاشق نہیں ہوا

(۵) ترجمہ۔ اے دل اِس شام سے نہ رو جسکے پیچھے صبح لگی ہوئی ہو۔ کیونکہ ڈنگ اور تریاق بلندی اور پستی باہم ہوتے ہیں۔

نیش ۔ نوک کی تیزی۔ جیسے چھری کی نوک۔ بچھو یا سانپ کا ڈنگ۔ **نوش**۔ شہد شیریں گوارا۔ آب حیات۔ تریاق۔ زندگی

یعنی شامِ ہجر کی مصیبتوں پر رونا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اُسکے بعد صبحِ وصال آنے والی ہے پستی کے بعد بلندی ہے اور ہر تلخی کے بعد شیرینی۔ اس لئے کسی حالت میں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

(۶) ترجمہ۔ اگر تو مجھے زمین کی خاک کیطرح ہی خوار کرے تو کچھہ بات نہیں لیکن تو ناز سے چل اور میری خاک پر سایہ ڈال۔

مطلب یہ ہی کہ اگر تو مجھے خاکِ راہ ہی بنادے تو منظور ہے۔ لیکن شرط یہ ہی کہ تو اس خاک پر اپنا سایہ ڈالے اور اُدہر سے ہو کر گذرے۔

(۷) ترجمہ۔ میرا دل سینہ کے اندر کبوتروں کیطرح تڑپتا ہے۔ یہ کیسی آگ ہی کہ تونے ہماری جان میں لگا دی ہی۔

(۸) ترجمہ۔ میرا دل تیرے بلند قد کا خیال کرتا ہی۔ تو میرا چھوٹا ہاتھہ اور لمبی آستین دیکھہ

یعنے میں کہاں اور تیرا قدِ بلند کہاں۔ میری وہاں تک کسطرح رسائی ہو سکتی ہی۔ لیکن پھر بھی میرا دل تیرے قد کا خیال کرتا ہے دیکھہ کہ میری بساط کیا ہی اور آرزوئیں کتنی بڑی ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اے مدعی میرے درد کی حکایت آج سے نہیں۔ حافظ تو روزِ ازل ہی سے رند اور شاہد باز ہے۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو د ۲۵/۱ ت ۱۵/۸ ت ۱۵/۲ د ۲۳/۲ ت ۱/۱ د ۱/۵

غزل (۵۱)

منم غریب دیار و توئی غریب نواز	۱	دمی بحال غریب دیار خود پرداز
بهر کمند که خواهی بگیر و باز م بند	۲	بشرط آنکه ز کارم نظر نگیری باز
بر آستین خیال تو مید هم بوسه	۳	بر آستان وصالت چو نیست دست نیاز
نه این زمان من شوریده دل نهادم روی	۴	بر آستان تو کاندر ازل نهادم باز
مولا منال ز شامی که صبح در پئے اوست	۵	که نیش و نوش بهم باشد و نشیب و فراز
کرم چو خاک زمین خوار میکنی سهل ست	۶	خرام میکن و بر خاک سایه می انداز
درون سینه دلم چون کبوتران بطپید	۷	چه آتشی ست که بر جان ما نهادی باز
خیال قد بلند تو میکند دل من	۸	تو دست کوته من بین و آستین دراز

(۹) حدیث درد من ای مدعی نه امروز ست
که **حافظ** از ازل اورند بود و شاهد باز (۹)

(۱) ترجمہ۔ میں غریب الوطن ہوں اور تو غریب نواز ہے۔ اپنے شہر کے مسافر کے حال پر تھوڑی دیر کے لئے توجہ کر۔

(۲) ترجمہ۔ جس کمند سے تو چاہیئے مجھے پکڑ اور پھر باندھ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تو میرے کام کو نظر انداز نہ کرے۔ یعنے بشرطیکہ تو میری طرف ہمیشہ متوجہ رہے۔ اور میرے مدعا کو پورا کرے۔ جسطرح چاہیئے تو مجھے پکڑ اور باندھ سکتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں تیرے خیال کی آستین پر ہی بوسہ دیتا ہوں۔ جب کہ میرا دست نیاز تیرے آستانِ وصال پر نہیں پہنچ سکتا۔

مطلب یہ ہے کہ جب تیرا وصال ممکن نہیں۔ تو صرف خیال میں ہی تیری تصویر کو بوسے دیتا ہوں۔

ہمارے مفتیِ عشق و محبت کا یہ فتویٰ ہے	نمازِ عشق میں خونِ جگر سے وضو لازم

(۵) ترجمہ:- اول طریقت کی مشکلات سے باگ نہ موڑ۔ کیونکہ مسافر رستے کی بلندی اور پستی سے نہیں ڈرتا۔
مطلب یہ ہے کہ سالک کو راہِ عشق کی تمام مشکلات کا مردانگی سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ ہمت نہیں ہارنی چاہیئے

(۶) ترجمہ:- اس مقامِ مجازی میں پیالہ کے سوا اور کچھ نہ لے۔ اس بازی گاہ میں بازیٔ عشق کے سوا اور کوئی بازی نہ کھیل۔

مقامِ مجازی اور **سراچہ بازیچہ** سے مراد دنیا۔ قرآن کریم میں ہے۔ **وما الحیٰوۃ الدنیا الا لعب ولھو**۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا مقامِ مجازی ہے اور ہر وقت خطرہ ہے کہ انسان حقیقت سے دور جا پڑے اس لئے چاہیئے کہ شرابِ عشق کے پیالہ کے بغیر انسان اور کچھ چیز ہاتھ میں نہ لے۔ کیونکہ باقی تمام چیزیں مجاز کے ساتھ وابستگی پیدا کرتی ہیں اور حقیقت سے ناآشنا کرتی ہیں۔ صرف جام ہے ایک ایسی چیز ہے۔ جو حقیقت کیطرف رہنمائی کرتی ہے۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا ایک بازیچۂ اطفال ہے بازیٔ عشق کے سوا اور کوئی بازی یہاں نہیں کھیلنی چاہیئے۔ ورنہ بچوں کی طرح تمام عمر ضائع کر دوگے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

(۷) ترجمہ:- مجھے سخن چینیٔ نسیم سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جب کہ سروِ راست قد بھی اس باغ میں محرمِ راز نہیں ہے۔
مطلب یہ ہے کہ سروِ راست قد باوجود اپنی راستی کے جب محرمِ راز نہیں تو نسیم جو کہ مشہور غماز ہے اور زلفِ جاناں کی خوشبو کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہے کس اعتبار کے قابل ہو سکتی ہے اور اس پر رازِ عشق کے پوشیدہ رکھنے کی کسطرح امید ہو سکتی ہے۔

(۸) ترجمہ:- اگرچہ تیرا حسن غیر کے عشق سے مستغنی ہے لیکن میں وہ نہیں ہوں جو اس عشقبازی سے باز آؤں۔
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تجھے ہمارے عشق کی ضرورت نہیں لیکن ہم کسی صورت میں عشقبازی سے باز نہیں آسکتے کیونکہ ہمیں تجھ جیسا اور کوئی حسین نہیں ملتا

ترا بندہ از من بہ افتد بسے	مرا چوں تو دیگر نیفتد کسے

(۹) ترجمہ:- ناہید کی غزل سرائی اس جگہ کبھی غالب نہیں ہو سکتی۔ جہاں حافظ آواز نکالے۔
ناہید:- زہرہ ستارہ جو تیسرے آسمان پر ہے۔ اسے مطربِ فلک بھی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مطربِ فلک بھی حافظ کی غزل سرائی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

غزل (۶)

منم کہ دیدہ بدیدار دوست کردم باز ۔ ۱ ۔ چہ شکر گویمت اے کارساز بندہ نواز

نیازمند بلا گو رخ از غبار مشوے ۔ ۲ ۔ کہ کیمیای مرادست خاک کوی نیاز

بیک دو قطرہ کہ ایثار کردی ای خواجہ ۔ ۳ ۔ بسا کہ در رخ دولت کنی کرشمۂ ناز

طہارت ار نہ بخون جگر کند عاشق ۔ ۴ ۔ بقول مفتی عشقش درست نیست نماز

ز مشکلات طریقت عنان متاب اے دل ۔ ۵ ۔ کہ مرد راہ نیندیشد از نشیب و فراز

دریں مقام مجازی بجز پیالہ مگیر ۔ ۶ ۔ دریں سراچہ بازیچہ غیر عشق مباز

من از نسیم سخن چین چہ طرف بر بندم ۔ ۷ ۔ چو سرو راست دریں باغ نیست محرم راز

اگرچہ حسن تو از عشق غیر مستغنی ست ۔ ۸ ۔ من آں نیم کہ ازیں عشقبازی آیم باز

(۹) غزل سرائی ناہید صرفہ نبرد
دراں مقام کہ حافظ برآورد آواز (۹)

(۱) ترجمہ ۔ میں نے معشوق کے دیدار پر آنکھیں کھولی ہیں ۔ اے بندہ نواز کارساز تیرا شکر کہاں تک ادا کروں

(۲) ترجمہ ۔ نیازمند عشق کو کہو کہ چہرہ سے غبار نہ دھو ۔ کیونکہ کوچۂ نیاز کی خاک کیمیائے مراد ہے

مطلب یہ ہے کہ خاکساری سے تمام مرادیں حاصل ہوجاتی ہیں اس لئے چاہیئے کہ انسان اپنے چہرہ سے غبار نیاز کو دور نہ کرے ۔

(۳) ترجمہ ۔ اے خواجہ ان ایک دو قطروں کی بدولت جو تو نے قربان کئے ۔ دولت کے چہرہ پر تو بہت کرشمہ و ناز کریگا یعنے ایک دو قطرے آنسوؤں کے جو تو نے انتظار میں بہائے ۔ ان کی برکت سے تجھے دولتِ دیدار نصیب ہوگی ۔

(۴) ترجمہ ۔ اگر عاشق خونِ جگر سے وضو نہ کرے ۔ تو مفتی عشق کے فتویٰ کے مطابق اسکی نماز جائز نہیں

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۱۱/۱۴ د ۱۳/۱۴

قضا و قدر نے اسکی مست آنکھوں کو سرمۂ ناز سے سیاہ کرکے ایک جہاں کو فتنہ میں مبتلا کیا ہی جو اسکی سیاہ اور مست آنکھوں کو دیکھتا ہی مبتلا ہو جاتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اس شکریہ میں کہ مجلس معشوق رونق افروز ہی۔ اگر تجھ پر شمع کیطرح کوئی جفا ہو تو جل اور اس جلنے سے موافقت کر۔

مطلب یہ ہی کہ جسطرح شمع محفل دوست میں جلتی ہی۔ تو بھی جل۔ دوسرا مصرعہ وہی ہی جو شعر نمبر ۲ کا ہی۔ مضمون بھی قریباً وہی ہی۔

(۶) ترجمہ۔ غم عشق سے جو ملامت میرے چہرہ پر ہوئی۔ اسکا قصہ میرے آنسوؤں سے پوچھ کیونکہ میں بخیل نہیں ہوں۔

مطلب یہ ہی کہ غم عشق میں (رو رو کر) جو حال میرے چہرہ کا ہوا ہی۔ وہ آنسوؤں سے پوچھ۔ دوسرا مصرعہ وہی ہے جو شعر نمبر ۲ میں ہی مضمون بھی وہی ہی۔

(۷) ترجمہ۔ میں اپنے بلند بخت سے تیرے قد کی امید رکھتا تھا اور لمبی عمر سے تیری زلف کی خوشبو چاہتا تھا۔

مطلب یہ ہی کہ مجھ اپنے نصیبے سے صرف یہی سوال ہی کہ تیرے قدِ بلند کو دیکھ لوں اور اپنی لمبی عمر سے صرف یہی چاہتا ہوں کہ ایکدفعہ اپنی عمر میں تیری زلف کی خوشبو سونگھ لوں۔ قد اور بخت بلند۔ زلف اور عمر دراز کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ آدھے بوسہ پر کسی اہل دل کی دعا خرید لے۔ تاکہ دشمن کے مکر سے تیرے جسم اور جان کو محفوظ رکھے۔

مطلب یہ ہی کہ ایک آدھا بوسہ دیکر کسی اہل دل کی دعا لے لے تاکہ دشمنوں کی مکر و فریب سے محفوظ رہے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ شیراز کی غزلوں کی آواز نے۔ حجاز اور عراق میں عشق کا زمزمہ ڈال دیا۔

مطلب یہ ہے کہ حافظ شیراز کی غزلیں حجاز اور عراق میں پہنچکر لوگوں میں عشق کا جوش اور چرچا پیدا کر رہی ہیں۔ (نہ صرف حجاز و عراق بلکہ تمام دنیا میں حافظ کی غزلوں نے عشق کا چرچا پھیلایا)

غزل (۸)

بیا و کشتی ما در شط شراب انداز	۱	غریو و ولولہ در جان شیخ و شاب انداز

غزل (۷)

ہزار شکر کہ دیدم بکام خویشت باز	۱	ز راہ صدق و صفا گشتہ با دلم دمساز
روندگانِ حقیقت رہِ بلا سپرند	۲	رفیق عشق چہ غم دارد از نشیب و فراز
غم حبیب نہان بہ ز جستجوی رقیب	۳	کہ نیست سینۂ ارباب کینہ محرمِ راز
چہ فتنہ بود کہ مشاطۂ قضا انگیخت	۴	کہ کرد نرگس مستش سیہ بسرمۂ ناز
بدین سپاس کہ مجلس منورست بدوست	۵	گرت چو شمع جفائی رسد بسوز و بساز
ملامتی کہ بروی من آمد از غم عشق	۶	ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز
امید قد تو میداشتم ز بخت بلند	۷	نسیم زلف تو میخواستم ز عمر دراز
بہ نیم بوسہ دعائی بخر ز اہل دلے	۸	کہ کید دشمنت از جان و جسم دارد باز

(۹) فگند زمزمۂ عشق در حجاز و عراق (۹)
نوای بانگ غزلہای حافظ شیراز

(۱) ترجمہ۔ ہزار شکر ہی کہ میں نے تجھے پھر اپنے مقصود کے ساتھہ دیکھا ہی۔ تجھے اپنے مقصود کے ساتھہ اور اپنے آپ کو تیرے ساتھہ موافق دیکھا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ راہِ حقیقت کے چلنے والے بلا کی راہ طی کرتے ہیں۔ عشق کا سالک بلندی پستی سے نہیں ڈرتا۔

وہی مضمون ہی جو شعر نمبر ۶ کا ہے۔ دوسرا مصرعہ بھی اسی شعر سے لیا گیا ہی۔

(۳) ترجمہ۔ رقیب کی دریافت پر معشوق کا غم پوشیدہ رکھنا ہی اچھا ہے۔ کیونکہ اہل کینہ کا سینہ محرم راز نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہی کہ رقیب سے اپنا عشق پوشیدہ رکھنا چاہیئے۔ دوسرا مصرعہ وہی ہی جو شعر ذیل ۴ میں ہے

(۴) ترجمہ۔ قضا کی مشاطہ نے کیا فتنہ اٹھایا کہ اسکی مست آنکھہ کو سرمۂ ناز سے سیاہ کر دیا ہے۔

مشاطہ۔ وہ عورت جسکا پیشہ دوسری عورتوں کو بنانے سنوارنے کا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہی کہ عاملانِ

(۷) ترجمہ ۔ ایسا نہ ہونے دی کہ مرنے پر مجھے خاک کے سپرد کریں ۔ مجھ کو شرابخانہ میں لیجا اور شراب کے مٹکے میں ڈالدے

یعنے بجائے دفن کرنے کے مجھے خم شراب میں غرق کردو۔

(۸) ترجمہ ۔ اگر حافظ کا دل بال برابر بھی تجھ سے سرکشی کرے ۔ تو اسکو اپنی زلف کے خم میں گرفتار کرکے پیچ و تاب میں ڈال ۔

مو اور زلف کی رعایت ظاہر ۔

غزل (۹)

حال خونین دلاں کہ گوید باز	۱	وز فلک خون جم کہ جوید باز
جز فلاطون خم نشیں شراب	۲	سر حکمت بما کہ گوید باز
شرمش از چشم مے پرستان باد	۳	نرگس مست اگر بروید باز
ہر کہ چوں لالہ کاسہ گرداں شد	۴	زیں جفا رخ بخوں بشوید باز
بسکہ در پردہ چنگ گفت سخن	۵	ببرش موئے تا نموید باز
بگشاید دلم چو غنچہ اگر	۶	ساغر لالہ گوں ببوید باز

(۷) گرد بیت الحرام خم حافظ (۷)
گر تواند بسر بپوید باز

(۱) ترجمہ ۔ خونین دلوں کا حال کون بیان کرے ۔ آسمان سے جمشید کے خون کا کون بدلہ لے

مطلب یہ ہے کہ زمانہ نے کیسے دلوں کا خون کیا ہے کون انکے قصے بیان کرے اور جمشید جیسے ہزاروں کا آسمان نے خون کیا

ہے ۔ کون انتقام لے جمشید جام اور مجلس طرب کے لئے مشہور تھا ۔

(۲) ترجمہ ۔ شراب کے خم نشین افلاطوں کے سوا حکمت کے راز ہم کو کون بتائے ۔

افلاطون ۔ ایک مشہور یونانی فلاسفر جو سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا ۔ حکمائے اشراقیہ میں سب سے زیادہ

مشہور گذرا ہے ۔ کہتے ہیں کہ اسنے زمین کے اندر مٹکے دفن کئے ہوئے تھے جن میں بیٹھکر اسرار و رموز حقائق و معرفت

معلوم کرتا تھا اور شاگردوں کو تعلیم دیتا تھا ۔

مرا بکشتی بادہ درافکن ای ساقی	۲	کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز
زکوی میکدہ برگشتہ ام ز راہ خطا	۳	مرا دگر ز کرم در رہ صواب انداز
بیار ازاں می گلرنگ مشکبو جامے	۴	شرار رشک و حسد در دل گلاب انداز
اگرچہ مست و خرابم تو نیز لطفے کن	۵	نظر بریں دل سرگشتہ خراب انداز
بہ نیم شب اگرت آفتاب میبابد	۶	زروی دختر گلچہر رز نقاب انداز
مہل کہ روز وفاتم بخاک بسپارند	۷	مرا بمیکدہ بر در خم شراب انداز

(۸) گراز تو یک سر مو سرکشد دل حافظ
بگیر و در خم زلفش بہ پیچ و تاب انداز (۸)

(۱) ترجمہ۔ آ اور ہماری کشتی کو شراب کے دریا میں ڈال۔ بوڑہے اور جوان کی جان میں جوش و خروش پیدا کردے
شط۔ رود۔ کنارہ دریا۔ نہر۔ کشتی۔ علاوہ معنی معروف۔ ایک قسم کا شراب کا پیالہ
(۲) ترجمہ۔ اے ساقی مجھ شراب کی کشتی میں ڈال دے۔ مثل مشہور ہے کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال۔
بے شک مثل مشہور ہے کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال مگر اسکا مطلب یہ ہے کہ نیکی کر اور بھول جا یا بغیر توقع مزد نیکی کر
لیکن خواجہ صاحب اس سے عجیب معنے لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ تو یہ نیکی کر کہ مجھے شراب کے دریا میں ڈال دے
(۳) ترجمہ۔ میں غلطی سے میکدہ کے دروازہ سے پھر گیا ہوں۔ مجھے پھر مہربانی کر کے صحیح رستہ میں ڈال۔
یعنے پھر شرابخانہ کا رستہ بتا۔ میری غلطی تھی۔ کہ میں نے اس رستہ سے روگردانی کی۔
(۴) ترجمہ۔ اس پھول کے رنگ والے اور مشک کی خوشبو والے شراب سے ایک پیالہ لا۔ اور گلاب کے دل میں رشک و حسد کی
آگ لگا دے۔
یعنے گلاب بھی شراب کے رنگ و بو پر حسد کرے۔
(۵) ترجمہ۔ اگرچہ مست اور خراب ہوں تو بھی مہربانی کر اور اس خراب سرگشتہ دل پر ایک نظر ڈال۔
(۶) ترجمہ۔ آدھی رات کے وقت اگر تجھے آفتاب چاہئے تو شراب گلرنگ کے چہرہ سے پردہ اٹھا۔
دختر گلچہر رز یعنے سرخ شراب
یعنے شراب سرخ آدھی رات کے وقت بھی سورج کیطرح چمکتی ہے۔

بسر سبز تو ای سرو کہ چون خاک شوم	۴	ناز از سر بنہ و سایہ بران خاک انداز
دل ما را کہ ز مار سر زلف تو بخست	۵	از لب خود بشفا خانۂ تریاک انداز
غسل در اشک زدم کاہل طریقت گویند	۶	پاک شو اول و پس دیدہ بران پاک انداز
یا رب آن زاہد خود بین کہ بجز عیب ندید	۷	دود آہیش در آئینۂ ادراک انداز
چشم آلودہ نظر از رخ جانان دور است	۸	بر رخ او نظر از آئینۂ پاک انداز

(۹) چون گل از نکہت او جامہ قبا کن حافظ
آن قبا در رہ آن قامت چالاک انداز (۹)

(۱) ترجمہ۔ اٹھہ اور سونے کے پیالہ میں شراب ڈال پیشتر اسکے کہ سر کا پیالہ خاک میں مل جائے۔

آب طربناک۔ سے مراد شراب ہوتی ہی۔ **خاک انداز** یعنے درخاک انداختہ شدہ مٹی میں ملا ہوا

(۲) ترجمہ۔ آخر کار ہمارا مقام قبرستان ہی اسوقت تو گنبد افلاک میں شور و غلغلہ ڈال دی۔

وادئ خاموشاں ۔ یا شہر خموشاں ۔ قبرستان ۔

مطلب یہ ہی کہ اب وقت ہی جو کچھہ کرنا ہی کرلے۔ انجام کار خاموشی ہی۔ اب منہ میں زبان ہی اپنی خوش کلامی سے غلغلہ ڈال دی۔ یہ وقت پہر ہاتھہ نہیں آئیگا۔

عاقبت در شہر خاموشان روی	از خودی بیگانہ و بیخود شوی
از عمل معزول اعضائے تو سرد	روئے تو چون حال معزول زرد
حالیا دستت رسد کاری بکن	غلغلہ انداز در چرخ کہن

(مولف)

یہ شعر خواجہ صاحب کے مشہور ترین اشعار میں ہی سے ہے۔

(۳) ترجمہ۔ تو جانتا ہی کہ اس کھیتی کی ملک کو ثبات نہیں۔ ساغر کے جگر سے آسمانوں میں آگ لگا دے۔

مطلب یہ ہی کہ دنیا ناپائدار ہے۔ شراب کا پیالہ پی اور مستئ عشق میں زمین و آسمان کو بہول جا۔

(۴) ترجمہ۔ اے سرو تجھے اپنی سرسبزی کی قسم ہی کہ جب میں خاک ہو جاؤں ناز کو سر سے اتار اور اس خاک پر سایہ ڈال یعنے جب میں مر جاؤں تو تہوڑی دیر کے لئے تو غرور چہوڑ کر میری قبر پر آ۔

(۵) ترجمہ۔ ہمارے دل کو جسے تیری زلف کے سانپ نے کاٹا ہی اپنے لب سے شفا خانہ تریاک میں ڈال۔

یہاں خواجہ صاحب نے شراب کو افلاطون خم نشین کہا ہی۔ مطلب یہ ہے کہ صرف شراب ہی اسرار حکمت بیان کر سکتی ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعرت ۵۶ ۳ ۴ ۔

(۳) ترجمہ۔ نرگس مست اگر پھر پیدا ہو تو اسے مے پرستوں کی آنکھ سے شرم کرنی چاہیئے۔

مطلب یہ ہی کہ مے پرستوں کی مست آنکھوں کی موجودگی میں نرگس مست کو ظاہر نہیں ہونا چاہیئے۔

(۴) ترجمہ۔ جو شخص لالہ کیطرح کاسہ گرداں ہوا۔ وہ اس ظلم کی وجہ سے خوں سے منہ دہوئیگا۔

گل لالہ بشکل پیالہ ہوتا ہی اور سرخ رنگ کا ہوتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ گل لالہ کیطرح جو شخص کاسہ گرداں ہوگا یعنے سائل بنے گا وہ غم و غصہ میں مبتلا ہوگا۔

(۵) ترجمہ۔ چونکہ چنگ نے پردہ میں بہت سی باتیں کہی ہیں۔ اسکے بال کاٹ دو۔ تاکہ پھر نہ بولے۔

موئید۔ از مصدر موئیدن۔ رونا۔ مردہ پر رونا۔ نوحہ کرنا۔ آواز۔ لحن۔

مطلب یہ ہی کہ چونکہ چنگ نے پردہ کی باتیں کی ہیں اسلئے اس کی تار کاٹ دو تاکہ پھر نہ بول سکے۔

پردہ بمعنے پردہ ساز و معنے معروف۔

(۶) ترجمہ۔ اگر لالہ گوں (سرخ) ساغر کی خوشبو آئے تو میرا دل غنچہ کیطرح شگفتہ ہوجاتا ہی۔

یعنے جس طرح غنچہ بادِ صبا سے شگفتہ ہوتا ہے۔ میرا دل بھی شراب سرخ کی خوشبو سے شگفتہ ہوجاتا ہی۔

(۷) ترجمہ۔ خم کے بیت الحرام کے گرد اگر ہوسکا تو حافظ سر کے بل پھریگا۔

بیت الحرام۔ حرمت کی جگہ۔ عزت و حرمت کا وہ گھر جس میں بعض مباحات سے منع کیا گیا ہی۔ خانہ کعبہ۔

یہاں خم یعنے شراب کے مٹکے کو خواجہ صاحب نے بیت الحرام کہا ہی۔ لطف یہ ہی کہ ایک تو خم مے مینوشوں کے لئے بمنزلہ کعبہ کے ہے اور دوسرا یہ کہ خم میں شراب ہوتی ہی جو حرام ہے۔ مطلب یہ ہی کہ حافظ خم مے کے گرد طواف کریگا۔ کیونکہ اسکا کعبہ یہی ہی۔

غزل (۱۰)

خیز و در کاسۂ زر آب طربناک انداز	۱	پیشتر زانکہ شود کاسۂ سر خاک انداز
عاقبت منزل ما وادیِ خاموشان ست	۲	حالیا غلغلہ در گنبد افلاک انداز
ملک این مزرعہ دانی کہ ثباتی نکند	۳	آتشے از جگرِ جام در املاک انداز

بیا کہ ہاتف میخانہ دوش با من گفت	۶	کہ در مقام رضا باش و از قضا مگریز
پیالہ در کفنم بند تا سحرگہ حشر	۷	بمی ز دل ببرم ہول روز رستاخیز

(۸)	میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز	(۸)

(۱) ترجمہ ۔ میرا دل ایک لولی وش جو فتنہ انگیز دروغ وعدہ قتال وضع اور رنگ آمیز ہے لے گیا ہے ۔

لولی ۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر الف ۶/۱۴

شور انگیز ۔ دروغ وعدہ ۔ قتال وضع اور رنگ آمیز صفتیں ہیں ۔ لولی وش موصوف

(۲) ترجمہ ۔ معشوقوں کی پیرہن چاک پر فدا ہوں ۔ ہزار جامے تقویٰ کے اور ہزار خرقے پرہیزگاری کے

مطلب یہ ہے کہ جامۂ تقویٰ اور خرقۂ پرہیز سے معشوق کا پیرہن چاک بدرجہا بہتر ہے ۔ یعنی زہد خشک سے عشق بہت افضل ہے ۔

(۳) ترجمہ ۔ اے ساقی فرشتہ نہیں جانتا کہ عشق کیا ہے ۔ پیالہ لا اور آدم کی خاک پر شراب گرا ۔

ساقی میخانۂ عشق کو مخاطب کر کے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ فرشتوں کو معلوم نہیں کہ عشق کیا چیز ہے یہ نعمت انسان کے حصہ میں ہی آئی ہے ۔ اس لئے شراب صرف آدم کی خاک پر ہی گرانی چاہیئے ۔ پہلے کئی بار لکھا جا چکا ہے کہ رابطۂ عشق صرف خدا اور انسان کے درمیان ہی ہے خدا اور فرشتوں کے درمیان نہیں عشق کی شراب صرف آدم کی مٹی میں ہی ملائی گئی ۔ چنانچہ دیکھو شعر د ۵/۱۴ نیز دیکھو شعر الف ۱/۱

(۴) ترجمہ ۔ میں ان کلمات کا غلام ہوں جو آگ بھڑکائیں ۔ نہ یہ کہ تیز آگ پر باتوں میں سرد پانی ڈالا جائے ۔

یعنے میں ایسے کلام کو پسند کرتا ہوں جس سے آتش عشق تیز تر ہو ۔ یہ نہیں کہ الٹا آتش عشق پر ٹھنڈا پانی ڈالے ۔ مطلب یہ ہے کہ میں عاشقانہ کلام کا شائق ہوں فلسفیانہ بحثیں دل کو ٹھنڈا کر دیتی ہیں ۔

(۵) ترجمہ ۔ میں تیری درگاہ میں فقیر اور خستہ حال آیا ہوں رحم کر کیونکہ تیری محبت کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں

دستاویز ۔ سند جس سے اپنا مطلب ثابت کریں ۔ کوئی چیز جس کا سہارا ہو ۔ مرکب از دست و آویزہ از مصدر آویختن ۔

(۶) ترجمہ ۔ اے کہ شراب خانہ کی ہاتف نے کل مجھ کو کہا کہ رضا کے مقام میں رہ اور قضا سے نہ بھاگ ۔

تریاک - یا تریاق - زہر مہرہ - زہر کی دوا

مطلب یہ ہو کہ میرے دل کو جسے تیری زلف نے پریشان کر دیا ہے لب لعل کا ایک بوسہ اطمینان بخش -

(۶) ترجمہ - میں نے آنسوؤں سے غسل کیا کیونکہ اہل طریقت کہتے ہیں کہ پہلا خود پاک ہو اور پھر اس پاک کو دیکھ -
لوگ تو پانی سے نہاتے ہیں عاشق آنسوؤں سے غسل کرتے ہیں -

(۷) ترجمہ - اے خدا وہ خود بین زاہد جو سوائے عیب کے اور کچھ نہیں دیکھتا - اس کی عقل کے آئینہ پر آہ کا دھواں ڈال
ظاہر ہے کہ سانس اور آہ سے آئینہ پر کدورت آجاتی ہے مطلب یہ ہے کہ مغرور زاہد جو ہمیشہ عیب جوئی اور نکتہ چینی
ہی کرتا رہتا ہے خدا کرے کہ اسکی عقل کے آئینہ پر آہ کے دہوئیں سے کدورت آجائے - یعنے کسی مظلوم کی بد دعا سے اسکے
فہم و ادراک پر پردہ آجائے -

(۸) ترجمہ - آلودہ نظر آنکھ معشوق کے چہرہ سے دور رہتی ہے - اسکے چہرہ پر پاک آئینہ سے نظر ڈال -
یعنے معشوق کو پاک آنکھوں سے دیکھنا چاہیئے - ناپاک آنکھیں اسکے چہرہ کو نہیں دیکھ سکتیں - محبوب حقیقی کے مشاہدہ
کے لئے ضروری ہے کہ آئینہ دل ہر قسم کی کدورتوں سے پاک اور صاف ہو اور خیالات ماسوائے آلودہ نہ ہو -

(۹) ترجمہ - اے حافظ پھول کیطرح اسکی خوشبو سے جامہ چاک کر دے اور اس جامہ کو اس چالاک قد کی راہ میں ڈالدے
جسطرح باد صبا کی نکہت سے پھول شگفتہ ہوتے ہیں اور اپنا جامہ چاک کرتے ہیں - اور آخر کار پھول کی پنکھڑیاں باد صبا
کی راہ میں گرجاتی ہیں - اسی طرح عاشق کو بھی چاہیئے کہ معشوق کی آمد کی خبر میں اپنا جامہ چاک کرے اور اسکی راہ میں فنا
ہو جائے -

غزل (۱۱۱)

دلم ربودۂ لولی وشیست شور انگیز	۱	دروغ وعدہ و قتال وضع و رنگ آمیز
فدای پیرہن چاک ماہرویان باد	۲	ہزار جامہ تقوی و خرقہ پرہیز
فرشتہ عشق نداند کہ چیست ای ساقی	۳	بیار جام و شرابی بخاک آدم ریز
غلام آن کلماتم کہ آتش افروزد	۴	نہ آب سرد زند در سخن بر آتش تیز
فقیر و خستہ بدرگاہت آمدم رحمے	۵	کہ جز ولای توام نیست ہیچ دستاویز

گو عروس فلکی رخ منمای از مشرق	۲	کہ مرا دیدن آن ماہِ تمام ست امروز
زاہدی راکہ نبودی چو صوامع جائی	۳	بیں کہ در کنج خرابات مقام ست امروز
صبحدم بلبل مستا ز چہ سبب می نالد	۴	کار او چون ز بہاران بنظام ست امروز
محتسب بیہدہ گو نیدہ مدہ رنداں را	۵	کانکہ با شاہد و می نیست کدام ست امروز
(۶)	گو بگویند خلائق کہ ہمی حافظ را چشم بر روی نگار و لب جام ست امروز	(۶)

یہ غزل اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے ممکن ہے الحاقی ہو۔ واللہ اعلم۔

(۱) ترجمہ۔ آج عیش و طرب کا دن ہے اور ماہِ رمضان ہے۔ آج دل کی مراد حاصل اور زمانہ حسب مراد ہے۔

عیش و طرب اور رمضان کے لیے دیکھو شعرت ۳ د ۱/۳ ش ۲/۳

(۲) ترجمہ۔ عروس فلک کو کہو کہ آج مشرق سے چہرہ نہ دکہائے۔ کیونکہ آج میں نے اس ماہِ تمام کو دیکھنا ہے۔

عروس فلک۔ آفتاب۔ **ماہ تمام** پورا چاند۔ چودہویں کا چاند۔ مراد معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کے سامنے آفتاب کی روشنی کی بہی کچہہ حقیقت نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ زاہد جسکے نزدیک عبادتگاہوں کے برابر اور کوئی جگہ ہی نہ تہی۔ دیکہہ کہ آج اسکا مقام کنجِ خرابات ہے۔

(۴) ترجمہ۔ صبح کے وقت مست بلبل کس لئے روتی ہے۔ جبکہ اسکا کام بہار کی وجہ سے درست ہو گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے اور باغ میں پہول شگفتہ ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ آج کل بہی بلبل روتی ہے اس سوال کا جواب خواجہ صاحب بلبل کی زبانی پہلے دے چکے ہیں۔ چنانچہ دیکھو شعرت ۵۸/۱ ۱/۲ ۔

(۵) ترجمہ۔ محتسب کو کہو کہ رندوں کو بیہودہ پند و نصیحت نہ کرے۔ کیونکہ آج ایسا کون آدمی ہے جسکے پاس معشوق اور شراب نہ ہو۔

یعنے موسم بہار ہے۔ آج کل تمام لوگ مئے و معشوق کے شغل میں ہیں۔ محتسب رندوں کو شاہد بازی اور میخواری سے کیوں منع کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ لوگ بے شک کہیں کہ آج حافظ کی آنکہہ معشوق کے چہرہ پر اور اسکے لب پر ہے۔

یعنے لوگوں کو کہو کہ وہ بیشک ایسا کہیں۔ مجہے کسی کے طعنوں کی پرواہ نہیں۔

ہاتف - آواز دینے والا۔ وہ فرشتہ جو غیب سے آواز دے۔ مطلب یہ ہے کہ شرابخانہ میں آ اور شراب پی کیونکہ شراب تجھے رضا وتسلیم کی تعلیم دے گی اور تجھے بتائے گی کہ قضا سے بھاگنا بے سود ہے۔

(۷) ترجمہ۔ میرے کفن میں پیالہ باندھ تاکہ حشر کی صبح کو دل سے روزِ قیامت کے ڈر کو شراب کے ذریعہ دور کروں

مطلب یہ ہے کہ میرے کفن میں شراب کا ایک پیالہ بھی رکھ دو تاکہ حشر کے دن اسے پی کر ہنگامۂ رستاخیز کے ڈر سے اپنے دل کو بچاؤں۔ غم اور شراب کے لئے دیکھو شعر الف ۲/۱ الف ۳/۱ ت ۲۴/۱ ت ۷/۱ ت ۵۹/۹ ت ۴۵/۱۱ ت ۵/۲ ت ۲۲/۲ ت ۹/۸ د ۱۰/۱-۱ د ۲۱/۳ د ۵۰/۱ د ۲۸/۷ د ۹۶/۹ د ۱۲/۸۴ غالباً اسی شعر سے ناراض ہو کر ڈاکٹر اقبال نے خواجہ صاحب کے متعلق اپنی مثنوی اسرارِ خودی میں کہا ہے کہ

رہن ساقی خرقۂ پرہیز او		مے علاجِ ہولِ رستاخیز او	

لیکن خواجہ صاحب نے خود اپنے کلام میں اپنی شراب اور مستی کی وضاحت اور تشریح کر دی ہے۔ لہذا اس قسم کے اعتراضوں کی قدر و قیمت معلوم۔ ظاہر ہے کہ شرابِ شیراز تو ہولِ رستاخیز کا علاج نہیں ہو سکتی۔ یہ کوئی اور ہی شراب ہو گی۔

(۸) ترجمہ۔ عاشق اور معشوق کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔ اے حافظ اپنا پردہ تو آپ ہے۔ خود درمیان سے اٹھ جا۔ یعنے تیرے اور محبوبِ حقیقی کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔ البتہ تیری خودی کا پردہ درمیان میں حائل ہے۔ اسے اٹھا دے اور مشاہدۂ محبوب حاصل کر۔ خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

گفتمش تا چند در پردہ نہان خواہی شدن		وقت آن آمد کہ دیگر رونمو شانی زما
گفت من بے پردہ ام گر پردہ بینی آن توئی		تا تو ہستی در ہزاران پردہ پنہانی زما

اسی مضمون پر ہے۔

نقابِ ہستی خود را تو از میان بردار		دگر بہ بیں کہ جمالِ کسے شود پیدا	(امین الدین)
ہست ما رست بہ گنجِ جمالش اے نیاز		بگنج مے آید بدست از گشتہ گرد مار ما	

غزل ۱۲

روز عیش و طرب و ماہ صیام ست امروز	۱	کامِ دل حاصل و ایام بکام ست امروز

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن	اجابت از در حق بہر استقبال مے آید	(سعدی)

(۵) ترجمہ۔ میں نے قلم کیطرح تیرے سودا پر سر رکہا ہوا ہی۔ باوجودیکہ تو نے مجہہ بیخبر کا سر کاٹ دیا۔

سودا۔ عشق۔ دیوانگی جسم انسان کی چار خلطوں میں سے ایک کا نام ہی جسکا رنگ سیاہ ہوتا ہی۔ سیاہ رنگ عورت کو بہی کہتے ہیں۔ سرزدہ۔ بے خبر۔ سرزدۂ۔ از مصدر سرزدن۔ گردن مارنا سر کاٹ کر علیحدہ کرنا۔

ظاہر ہے کہ قلم کا سر ہمیشہ کاٹا جاتا ہی لیکن باوجود اسکے وہ کاتب کے ہاتہہ میں سرنگوں ہوتا ہی اور ہمیشہ سیاہ حرفوں پر سر رکہے رہتا ہی۔ اسی طرح عاشق کا سر بہی اگرچہ معشوق کاٹتا ہی لیکن عاشق پہر بہی اُسکے عشق سے باز نہیں آتا اور سر جھکائے رہتا ہی لفظ سودا (بوجہ سیاہی) اور قلم کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ دل کا کہرا نقد جسے میں نے آنکھوں سے صاف کیا ہی۔ میرے چہرہ کی سکہ پر تو نے اسی پہر سونے پر مارا ہی مطلب یہ ہی کہ میں نے رو رو کر اپنے دل کے نقد کو صاف کر دیا ہے یعنی آنکھوں کے پانی سے اسے دہو تا رہا ہوں نتیجہ یہ ہوا ہے کہ میرا چہرہ سونے کیطرح زرد ہوگیا ہی حاصل کلام یہ ہی کہ خون دل رو رو کر اب نقد دل تو باقی نہیں رہا البتہ اسکی بجائے چہرہ سنہری ہوگیا ہی یعنے زرد ہوگیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تو نے غالیہ سے شکر اور قند کو خوب برہم کیا ہی۔ آج تو نے گل اور شکر پر حملہ کیا ہے۔

غالیہ۔ مشہور خوشبو ہی۔ مشک۔ عنبر۔ کافور وغیرہ سے مرکب ہے۔

مطلب یہ ہی کہ تیرا غالیہ گل و شکر سے بڑھ کر ہے۔ اسکی سامنے گل و شکر کچھہ چیز نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے عشق کی شہباز کے لئے حافظ کا دل کبوتر ہے ہشیار رہ کہ تو نے کبوتر کے شکار پر باز چہوڑا ہے مطلب یہ ہے کہ تیرا عشق باز ہے اور حافظ کا دل کبوتر۔ ڈر ہی کہ یہ کبوتر اس باز سے جانبر نہ ہوسکیگا اس لئے تجہے چاہئے کہ اس کبوتر کی جان کا خیال رکہے۔

غزل ۱۴

درآ کہ در دل خستہ تواں درآید باز	۱	بیا کہ در دل مردہ رواں درآید باز
بیا کہ فرقت تو چشم من چناں بربست	۲	کہ فتح باب وصالت مگر کشاید باز

غزل ۱۳

زلفین سیہ خم بخم اندر زدۂ باز	۱	وقت من شوریدہ بہم برزدۂ باز
زان روی نکو چشم بد از دور کہ امروز	۲	بر مہ زدہ طعنہ و بر خور زدۂ باز
بر ساغر عیشم زدۂ سنگ و لیکن	۳	با تو چہ تواں گفت کہ ساغر زدۂ باز
از دود دل خستہ ام ای دوست حذر کن	۴	کاتش بمن خستہ دل بر زدۂ باز
من سر چو قلم بر سر سودای تو دارم	۵	با آنکہ من سر زدہ را سر زدۂ باز
نقد سرہ قلب کہ پالودہ ام از چشم	۶	بر سکہ رویم ہمہ بر زر زدۂ باز
از غالیہ بر ہم زدۂ خوش شکر و قند	۷	امروز ہمہ بر گل و شکر زدۂ باز

(۸) شہباز غمت است کبوتر دل حافظ
ہشدار کہ بر صید کبوتر زدۂ باز (۸)

یہ غزل بھی بعض پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ غالباً الحاقی ہے

(۱) ترجمہ۔ تونے پھر اپنی دو سیاہ زلفوں کو پیچ در پیچ کیا ہے اور مجھ شوریدہ دل کو وقت کو پھر پریشان کیا ہے
یعنے اپنی زلفوں کے پیچ و تاب سے میرے دل کو پریشان کیا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اس خوبصورت چہرہ سے بدوں کی آنکھ دور ہو (یا چشم بد دور) کہ آج تو نے چاند پر طعنہ مارا ہے اور پھر خورشید پر بھی طعنہ زنی کی ہے۔
یعنے تیرے چہرہ کی روشنی چاند اور سورج کی روشنی کو مات کرتی ہے۔ چشم بد دور با

(۳) ترجمہ۔ تونے میری عیش کے پیالہ پر پتھر مارا ہے لیکن تجھ کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ تونے شراب پی ہے۔
یعنے تو نے میرے ساغر عیش کو توڑ دیا ہے۔ لیکن تو نے یہ کام مستی میں کیا ہے۔ تجھے کچھ کہہ نہیں سکتے۔

(۴) ترجمہ۔ اے دوست میرے خستہ دل کے دھوئیں (آہ) سے پرہیز کر۔ کیونکہ مجھ دل جلے کو تو نے پھر آگ لگادی۔
مطلب یہ ہے کہ میرے دل کو تونے جلادیا۔ اس آگ کے دھوئیں یعنی میری آہوں سے ڈر۔

احرام بمقررہ مقاموں سے زیارتِ کعبہ سے پہلے کچھ دنوں بعض حلال و مباح چیزوں کا اپنے اوپر حرام ٹھرا لینا حرم میں آجانا۔ قصد و نیت۔ **احرام بستن** حج سے پہلے مقررہ رسوم اسلامی کا ادا کرنا۔ قصد و نیت کرنا مطلب یہ ہے کہ مسافر کو دلیر ہونا چاہیے۔ اور راہ کی مشکلات سے بددل نہیں ہونا چاہیے۔ خواہ رستہ ایسا دشوار گذار ہو کہ وہاں سے واپسی کی بھی امید نہ ہو لیکن مرد راہ اس بات سے ہرگز نہیں ڈرتا۔

گئے وہ کود آنکھ بند کرکے نہ وار دیکھا نہ پار دیکھا۔		طلب میں تیری نکل گئے جو نہ جھجکے دریائے پرخطر سے

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر حج اور زیارت کعبہ کا شوق ہے۔ تو بیابانِ حجاز کی مشکلات سے نہ ڈرو کمر ہمت باندھو اور بڑھے چلو۔ دیکھو شعر ۲/۴۸ ذوقِ عمل اور ایثار کی تعلیم ہے۔

(۴) ترجمہ ۔ اس مثل کے مطابق کہ رات حاملہ ہے خدا اسے تجھ سے دور رکھے۔ میں (رات بھر) ستارے گنتا رہتا ہوں کہ رات کیا جنتی ہے۔

دور از تو جملہ دعائیہ معترضہ ہے۔ اسے چھوڑ کر شعر کا مطلب یہ ہے کہ مثل مشہور ہے کہ رات واقعات اور حادثات کی حاملہ ہے یعنی رات سے حوادث پیدا ہوتے ہیں اس لئے تمام رات ستارے گنتا رہتا ہوں یعنی جاگتا رہتا ہوں یا علم نجوم کے ذریعے معلوم کرتا رہتا ہوں کہ رات کیسے واقعات پیدا کرتی ہے۔ اور کل کیا پیش آتا ہے۔

ستارہ شمردن یعنی رات بھر جاگتے رہنا محاورہ ہے۔ رات کے حاملۂ حوادث ہونے کے متعلق مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

برائے عاشقاں اندوہ زائد بجائے شیر از دلہا ملکہ خوں کزیں ساں بچہ اش خونخوار باشد		شب آبستن بود آندم کہ آید جو آرد از مشیمہ بچہ بیروں ازاں مادر کہ برخوردار باشد؟

(۷) ترجمہ ۔ آکہ حافظ کے فکر کی پسندیدہ بلبل تیرے وصل کے باغ کی خوشبو سے پھر نغمہ سرائی کرے (یا کرتی ہے)

خواجہ صاحب نے اپنی طبیعت کو بلبل خوش گفتار کہا ہے۔

بہ پیش آینۂ دل ہر آنچہ می‌دارم	۳	بجز خیال جمالت نمی‌نماید باز
غمی کہ چون سپہ زنگ ملک دل بگرفت	۴	ز خیل شادی روم رخت زداید باز
ز خوف بادیہ دل بد مکن ببند احرام	۵	کہ مرد راہ نیندیشد ار چہ ناید باز
بدان مثل کہ شب آبستن است روز از تو	۶	ستارہ می‌شمرم تا کہ شب چہ زاید باز

(۷) بیا کہ بلبل مطبوع خاطر حافظ
ببوی گلشن وصل تو می‌سراید باز (۷)

(۱) ترجمہ ۔ آکہ میری خستہ دل میں پھر طاقت آجائے۔ آکہ میرے مردہ دل میں پھر جان پڑ جائے۔

(۲) ترجمہ ۔ آکہ تیری فراق نے میری آنکھیں اسطرح بند کی ہیں کہ تیرے وصل کے دروازے کے کھلنے پر ہی شاید کھلیں یعنے میری آنکھیں بند ہوگئی ہیں۔ اب صرف تیرے آنے پر ہی کھل سکتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صرف تیرے دیدار سے ہی اب آنکھیں روشن ہوسکتی ہیں۔

(۳) ترجمہ ۔ دل کے آئینہ کے سامنے جو کچھ میں رکھتا ہوں تیرے جمال کے خیال کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ مطلب یہ ہے کہ ذرات عالم میں تیری ہی ذات اور صفات کا پرتو دیکھتا ہوں۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس میں تیرے ہی جمال کا نقشہ نہ ہو۔

اے نہاں در کنج غیب از دیدۂ ابصار ما	نیست جز تو کس عیاں در کوچہ بازار ما

(۴) ترجمہ وہ غم جس نے زنگی لشکر کی طرح ملک دل پر قبضہ کر لیا ہے۔ تیرے چہرہ کے روم کی خوشی کے لشکر سے ہی تباہ ہوسکتا ہے۔

زنگ ۔ زنگبار۔ براعظم افریقہ کا ایک مشہور ملک ۔ زدائد ۔ از مصدر زدائیدن ۔ زدودن ۔ زُدودن ۔ صاف کرنا ۔ زنگ دور کرنا ۔ صیقل کرنا۔

غم ہجر کو لشکر زنگ سے تشبیہ دی ہے۔ دیدار کی خوشی کو روم کا لشکر کہا ہے مطلب یہ ہے کہ جسطرح لشکر زنگ کو روم کی فوج شکست دے سکتی ہے اسی طرح غم ہجر کو دیدار کی خوشی ہی دور کرسکتی ہے۔ زنگ اور زدائد کی رعایت ظاہر ہے۔ روم کے لوگ چونکہ سرخ و سفید ہوتے ہیں اس لئے معشوق کے چہرہ کو روم کہا ہے۔

(۵) ترجمہ ۔ بیابان کے خوف سے بددل نہ ہو احرام باندھ کیونکہ مرد راہ نہیں ڈرتا اگرچہ وہ واپس نہ آئے۔

کرتے ہیں۔ ممکن ہے اس غزل میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہو اور یہ غزل اُسی کو لکھکر بھیجی ہو۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول
صفحہ ۲۱-۲۲ سوانحعمری

(۲) ترجمہ۔ سلمیٰ جس پر ہماری طرف سے ہر دم سو سلام ہوں اُسکی منزل کو صدائے ساربان اور آواز جرس کے (جب) تو دیکھو۔

(۳) ترجمہ۔ پہلے معشوق کے محمل کو بوسہ دے اور پھر زاری سے عرض کر کہ اے مہربان میں تیرے فراق سے جل گیا ہوں میری فریاد سن۔

یہ دو نو شعر قطعہ بند ہیں۔ سلمیٰ۔ عرب کی ایک معشوقہ کا نام۔ اب ہر ایک معشوق کے واسطے بولتے ہیں۔
دونو شعروں کا مطلب یہ ہے کہ جب تو بانگ جرس اور صدائے ساربان سن کر میرے معشوق کی منزل پر پہنچے۔ پہلے اس محمل کو جس میں معشوق ہو بوسہ دے اور پھر عرض کر کہ میں تیری ہجر میں جل گیا ہوں۔ میری فریاد سن

(۴) ترجمہ۔ رات کے وقت عشرت کر اور شراب پی کیونکہ راہ عشق میں شبرو لوگوں کو کوتوال سے آشنائی ہوتی ہے۔
شبگیر (۱) رات سحرگاہ (۲) رات کو سفر کرنا (۳) ایک پرندہ جو سحر کے وقت غمگین آواز کرتا ہے۔ (۴) وہ آدمی جو آخر شب عبادت کیلئے اٹھے۔ شبرو۔ وہ چور جو رات کے وقت چوری کرنے جاتے۔ (۲) اہل اللہ لوگ جو رات کو عبادت کرتے ہیں عسس تفتیش۔ وہ شخص جو رات کے وقت شہر کی محافظت کرنے کے لئے پھرتا رہے عسس جمع عاس کی ہے بمعنے شحنہ شب۔ چوکیدار۔ مگر استعمال فارسی میں یہ لفظ بمعنی مفرد استعمال ہوتا ہے۔
میر عسس۔ چوکیداروں کا امیر یعنے کوتوال۔ میر شبگیر بھی کہتے ہیں۔
شعر کا مطلب ظاہری یہ کہ رات کو شراب پی اور عشرت کر اور کوتوال سے نہ ڈر کیونکہ کوتوال ہمیشہ چوروں کا دوست ہوتا ہے حقیقی معنے یہ کہ شب بیدار رہو اور رات کو عبادت کر کیونکہ خدا شب بیداروں سے دوستی رکھتا ہے۔ شبگیر۔ شبرو اور میر عسس کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ میرا دل خوشی سے جان کو معشوق کی مست آنکھ کے حوالے کرتا ہے۔ اگرچہ ہوشیار لوگ اپنا اختیار کسی کو نہیں دیتے۔
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ زمام اختیار دوسرے کے ہاتھ دینا ہوشیاری اور دانائی نہیں لیکن میرا دل رضا و رغبت سے جان کو معشوق کی چشم مست کے حوالے کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں تو واعظوں کی بات کو رباب کی آواز جانتا تھا لیکن ہجر نے ایسے کان مروڑے ہیں کہ بس یہی نصیحت کافی ہے
مطلب یہ ہے کہ میں پہلے واعظوں کی بات کو رباب کی آواز سمجھتا تھا یعنی جب وہ عشق سے منع کرتے تھے تو اُن کی بات کو بیہودہ اور لغو جانتا تھا لیکن ہجر نے ایسی تکلیف دی ہے کہ اب کان ہو گئے ہیں۔ رباب اور گوشمالی کی رعایت ظاہر

ردیف س

غزل (۱)

ای صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس	۱	بوسہ زن برخاک آن وادی و مشکین کن نفس
منزل سلمی کہ بادش ہر دم از ما صد سلام	قلع	پر صدای ساربان بینی و آہنگ جرس
محمل جانان ببوس آنگہ بزاری عرضہ دار	۳	کز فراق سوختم ای مہربان فریاد رس
عشرت شبگیر کن می نوش کاندر راہ عشق	۴	شبروان را آشنائیہاست با میر عسس
دل بغربت می سپارد چشم مست یار	۵	گرچہ ہشیاران ندادند اختیار خود بکس
منکہ قول ناصحان را خواندمی بانگ رباب	۶	گوشمالی خوردم از ہجران کہ اینم پند بس
طوطیان در شکرستان کامرانی می کنند	۷	وز تحسر دست بر سر میزند مسکین مگس
عشقبازی کار بازی نیست ای دل سر بباز	۸	زانکہ گوی عشق نتوان زد بچوگان ہوس

(۹) نام حافظ گر برآید بر زبانِ کلک دوست
از جناب حضرت شاہم بس ست این ملتمس (۹)

(۱) ترجمہ - اے صبا اگر تو نہر ارس کے کنارے سے گذرے تو اس وادی کی خاک کو بوسہ دے اور اپنے نفس (سانس) کو خوشبودار کر۔

اَرَس - بفتحتین۔ (۱) ایک شہر کا نام (۲) ایک نہر کا نام جو آذربیجان کے کنارہ پر ہے۔ (آذربایجان ایران کی شمال مغربی حد میں ایک مشہور علاقہ کا نام ہے۔ جسکا دار الخلافہ تبریز ہے)

خواجہ صاحب اکثر اپنے کلام میں سلطان احمد بن اویس والی بغداد کو جو اُن کا قدردان تھا۔ یاد

(۲) ترجمہ۔ چونکہ تیرا لطف شاملِ حال اور خلقِ کریم ہی۔ گذشتہ جرموں کو معاف کر دی اور ماجرا نہ پوچھہ۔

لطفِ شامل ۔ لطفِ عام۔ لطف جو ہر کسی کے شاملِ حال ہو۔ **خلقِ کریم** ۔ کرم کی عادت

بعض قلمی دیوانوں میں "جرمِ گزشتہ" کی بجائے "جرمِ نکردہ" ہی یعنی ہمارے جرم کرنے سے پہلے ہی ہمارا جرم معاف کر دے۔

(۳) ترجمہ۔ اگر تو چاہتا ہی کہ سوزِ عشق کا حال تجھہ پر ظاہر ہو جائے۔ تو شمع سی یہ بات پوچھہ بادِ صبا سی نہ پوچھہ۔

مطلب یہ ہی کہ شمع عاشقِ صادق ہی سر تا پا جل جاتی ہی لیکن استقلال کو ہاتھہ سی نہیں دیتی۔ بے صبری اور بیقراری کا اظہار نہیں کرتی۔ برعکس اسکے بادِ صبا ہرجائی ہی عشق کی مصائب سی ناآشنا ہی اور مزید براں شمع کی پاس سے ہو کر گذرے تو اس کو بھی بجھا دیتی ہی اس لئے اگر تو سوزِ عشق کی حال سی آگہی حاصل کرنا چاہتا ہی تو شمع سی جا کر حاصل کر وہ اِس سوز سے آشنا ہے۔ بادِ صبا اس سوز سی بیگانہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اس شخص کو عالمِ درویشی سی بالکل واقفی نہیں تھی۔ جس نے تجھے کہا کہ درویش کا حال نہ پوچھہ۔

(۵) ترجمہ۔ عبادت گاہ کے خرقہ پوش (زاہد) سی نقدِ عیش نہ ڈھونڈھ۔ یعنی مفلسوں سے کیمیا کی باتیں نہ پوچھہ۔

مطلب یہ ہی کہ مفلس لوگ علمِ کیمیا نہیں جانتے (ورنہ مفلس کیوں رہتے) اس لئے ان سی کیمیا کی باتیں نہیں پوچھنی چاہئیں۔ اسی طرح زاہدوں سی عیش وطرب کی طلب نہ کر وہ خود اس نعمت سی محروم ہیں تجھے کیا دینگے۔ حاصلِ کلام یہ ہی کہ زاہدانِ خشک اسرارِ حقائق ومعارف سی ناآشنا ہوتے ہیں۔ یہ باتیں کسی عارف سی پوچھہ۔

(۶) ترجمہ۔ طبیبِ عقل کی کتاب میں عشق کا باب ہی نہیں۔ اے دل درد کا عادی ہو جا اور دوا کا نام نہ پوچھہ۔

مطلب یہ ہی کہ طبیبِ عقل دردِ عشق کی دوا نہیں جانتا۔ اس لئے دوا کا نام نہ لے اور درد برداشت کرنے کی عادت ڈال۔ عقل وعشق کے لئے دیکھو ت ن ۶ د پ ۵ د ب ۱۵ ر ب ۱ ل ہ ۸

عاشقی پیدا است از زاریٔ دل ۔۔۔ نیست بیماری چو بیماریٔ دل
علتِ عاشق ز علت ہا جدا است ۔۔۔ عشق اصطرلاب اسرارِ خدا ست
عقل در شرحش چو خر در گل بخفت ۔۔۔ شرحِ عشق و عاشقی ہم عشق گفت
(مولانا روم)

(۷) ترجمہ۔ حقوقِ خدمت۔ اخلاص اور بندگی کی نقش کو لوحِ سینہ سی مٹا دی اور ہمارا نام نہ پوچھہ۔

یعنے ہماری اخلاص۔ بندگی اور حقِ خدمت کو بھول جا اور ہمارا نام بھی نہ پوچھہ۔ اگر یہ شعر مطلع کی ساتھہ ہوتا اور اسکی ساتھہ قطعہ بند ہوتا۔ تو زیادہ موزون تھا۔

(۷) ترجمہ - طوطی شکرستان میں کامیابی سے مزے اڑا رہی ہیں۔ اور مسکین مکھی حسرت سے سر پر ہاتھ مارتی ہے
مکھی کو دیکھو تو اکثر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سر پر ہاتھ مارتی ہے۔ گویا افسوس کرتی ہے مطلب یہ ہے کہ رقیب عیش و عشرت
کر رہے ہیں اور میں ہجر میں کف افسوس مل رہا ہوں۔

(۸) ترجمہ - اے دل عشقبازی کھیل نہیں ہے۔ سر ہار دے۔ کیونکہ عشق کی گیند کو ہوس کے بلے سے نہیں مارتے۔

حباب سا محیط عشق سے جو پار اترتے ہیں		گزر جاتے ہیں پہلا سر سے پیچھے پاؤں دھرتے ہیں	

(۹) ترجمہ - اگر معشوق کے قلم کی زبان پر حافظ کا نام آجائے۔ تو حضرت شاہ کی درگاہ سے میری یہی التماس ہے اور بس
ملتمس - بفتح میم ثانی۔ التماس - عرض - خواہش - مطلب یہ ہے کہ میری آرزو بس یہی ہے کہ وہ میری طرف
ایک خط لکھ دے۔

غزل (۲)

جاناں ترا اگر گفت کہ احوال ما مپرس	۱	بیگانہ گرد و قصۂ ہیچ آشنا مپرس
زانجا کہ لطف شامل و خلق کریم تست	۲	جرم گذشتہ عفو کن و ماجرا مپرس
خواہی کہ روشنت شود احوال سوز عشق	۳	از شمع پرس قصہ ز باد صبا مپرس
ہیچ آگہی ز عالم درویشیش نبود	۴	آنکس کہ با تو گفت کہ درویش را مپرس
از دلق پوش صومعہ نقد طرب مجوے	۵	یعنی ز مفلساں سخن کیمیا مپرس
در دفتر طبیب خرد باب عشق نیست	۶	اے دل بدرد خو کن و نام دوا مپرس
نقش حقوق خدمت و اخلاص و بندگی	۷	از لوح سینہ محو کن و نام ما مپرس
ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم	۸	از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

(۹)	حافظ رسید موسم گل معرفت مخواں دریاب نقد عمر و زچون و چرا مپرس	(۹)

(۱) ترجمہ - جان من اگر تجھ سے کسی نے کہہ دیا ہے کہ ہمارا حال نہ پوچھ۔ بیگانہ ہو جا - اور کسی آشنا کی بات نہ پوچھ۔

(۴) ترجمہ - مجھ کو گوشہ نشینی اور سلامتی کی آرزو تھی لیکن وہ فتنہ انگیز آنکھ اتنے فتنے بپا کرتی ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔

سلامتی سے مراد دل و دین کی سلامتی۔

(۵) ترجمہ - اے زاہد ہمارے پاس سے سلامتی سے چلا جا کیونکہ وہ سرخ شراب دل و دین کو اسطرح ہاتھ سے لیجاتی ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔

یعنے اگر ہماری مجلس شرب میں کچھ دیر بیٹھیگا تو شراب سرخ ہماری طرح تیرے بھی دل و دین کو بھی سلامت نہیں چھوڑیگی - کیونکہ جو شخص اسے ایکدفعہ دیکھ لیتا ہے اس پر شیدا ہوجاتا ہے - اس لیے اگر تجھ کو دل و دین کی سلامتی چاہیئے - تو رندوں کی بزم میں مت آ -

(۶) ترجمہ - میں نے کہا کہ آسمان کی گیند سے میں صورت حال پوچھتا ہوں اس نے کہا کہ میں آسمان کو اپنے خم چوگان سے اسطرح کھینچتا ہوں کہ کچھ نہ پوچھ۔

دوسرا مصرعہ مقولہ معشوق ہے مطلب یہ ہے کہ آسمان ایک گیند ہے جو میرے بلے کی مطیع ہے - اسکی کیا حقیقت ہے کہ اس سے صورت حال پوچھتا ہے - سب کچھ میرے اختیار میں ہے -

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں	کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

(۷) ترجمہ - میں نے اس سے کہا کہ کس کینہ کے لئے تو نے زلف کھولی ہے اس نے جواب دیا کہ اے حافظ قرآن کی قسم کہ یہ قصہ بہت لمبا ہے کچھ نہ پوچھ

میں نے پوچھا کہ کس کی شامت آئی ہے کہ آپ اسطرح زلفیں پریشاں کئے بیٹھے ہیں - جواب دیا کہ یہ قصہ بہت دراز ہے قابل بیان نہیں - دراز اور زلف کی رعایت ظاہر - مطلب یہ ہے کہ کس کس کا نام لوں ہزاروں کے دل اس زلف پیچاں کو دیکھکر پریشان ہوجائینگے - اصطلاح تصوف میں زلف کو عالم کثرت سے تشبیہ دیتے ہیں - اسصورت میں یہ مطلب ہوگا کہ خدا نے کائنات کو جو عالم کثرت ہے - پیدا کر کے ہزاروں لاکھوں عاشقوں کے دلوں کو فریفتہ کیا اور یہ سلسلہ اتنا طویل ہے کہ معرض بیان میں نہیں آسکتا -

ز ذرات جہاں آئینہ ہا ساخت	ز روئے خود بہر یک عکس انداخت	
رخ خود شمع زاں آتش بر افروخت	بہر کاشانہ صد پروانہ را سوخت	(جامی)

غزل (۴)

درد عشقے کشیدہ ام کہ مپرس	۱	زہر ہجرے چشیدہ ام کہ مپرس

(۸) ترجمہ ۔ ہم نے سکندر اور دارا کا قصہ نہیں پڑھا ۔ ہم سے مہر و وفا کی حکایت کے بغیر اور کچھ نہ پوچھ ۔
یعنے ہم عشق کے قصے جانتے ہیں ۔ بادشاہوں کے قصے ہمیں یاد نہیں ۔

(۹) ترجمہ ۔ اے حافظ بہار کا موسم آگیا ہے معرفت کی باتیں چھوڑ ۔ نقد عمر کو حاصل کر اور چوں و چرا نہ پوچھ ۔
معرفت مخواں ۔ یعنے معرفت کے قصے بیان نہ کر ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ موسم بہار ہے زندگی کا لطف حاصل کر
ان معرفت کی باتوں کو چھوڑ ۔ چوں و چرا سے کیا فائدہ ۔ وہی مضمون ہے جو شعر ت ۲۷ میں ہے ۔

غزل (۳)

دارم از زلف سیاہت گلہ چنداں کہ مپرس	۱	کہ چناں زو شدہ ام بے سر و ساماں کہ مپرس
کس بامید وفا ترک دل و دیں مکناد	۲	کہ چنانم من ازیں کردہ پشیماں کہ مپرس
بہ یکے جرعہ کہ آزار کسش در پی نیست	۳	زحمتی می کشم از مردم ناداں کہ مپرس
گوشہ گیری و سلامت ہوسم بود ولے	۴	فتنۂ میکند آں نرگس فتاں کہ مپرس
زاہد از ما بسلامت بگذر کاں می لعل	۵	دل و دیں می برد از دست بداں ساں کہ مپرس
گفتم از گوی فلک صورت حالی پرسم	۶	گفت آں می کشم اندر خم چوگاں کہ مپرس

(۷)	گفتمش زلف بکیں کہ کشادی گفتا حافظ ایں قصہ درازست بقرآں کہ مپرس	(۷)

(۱) ترجمہ ۔ مجھے تیری زلف سیاہ سے اتنی شکائتیں ہیں کہ کچھ نہ پوچھ ۔ کیونکہ میں اس سے اتنا بے سر و ساماں ہو گیا ہوں کہ کچھ نہ پوچھ ۔

(۲) ترجمہ ۔ کوئی شخص وفا کی امید پر دل و دین کو نہ چھوڑے ۔ کیونکہ میں یہ کام کر کے اتنا پشیمان ہوا ہوں کہ کچھ نہ پوچھ ۔
یعنے میں نے اس امید پر دل و دین کو چھوڑ دیا کہ معشوق مجھ سے وفا کرے گا لیکن آخر میں اس فعل پر پشیمان ہوا اس لئے آئندہ کوئی شخص معشوقوں کی وفا کی امید پر دل و دین نہ ہارے ۔ کیونکہ حسین کبھی وفادار نہیں ہوتے ۔

(۳) ترجمہ ۔ ایک گھونٹ شراب کے لئے کہ کسی کو اس سے آزار نہیں پہنچتا ۔ نادان لوگوں سے میں اتنی تکلیفیں برداشت کرتا ہوں کہ نہ پوچھ

ستمگیر یا اور سرخ لبوں کے بوسے لئے ہیں۔ اور اب انکار کر رہا ہوں۔ تو ہونٹ کاٹ کاٹ کر مجھ کو کیا منع کرتا ہے۔ میں ضرور انکار کرونگا۔

(۷) ترجمہ۔ راہ عشق میں مسافر حافظ کیطرح میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ کچھ نہ پوچھ یعنے اعلےٰ مقامات پر پہنچ گیا ہوں۔

غزل (۵)

در ضمیر ما نمیگنجد بغیر از دوست کس	۱	ہر دو عالم را بدشمن دہ کہ مارا دوست بس
یار گندم گون ما گر میل کردی نیم جو	۲	ہر دو عالم پیش چشم ما نمودی یکعدس
میری عجب شمع و جمعی از پس و پیشت دواں	۳	نی غلط گفتم نباشد شمع را خود پیش و پس
غافل ست آں کو بشمشیر از تو می پیچد عناں	۴	قند را لذت مگر نیکو نمیدانند مگس
خاطرم وقتی ہوس کردی کہ بینم چیزہا	۵	تا ترا دیدم نکردم جز بدیدارت ہوس
مرداں را از عسس شب گر خیالی در سرست	۶	من چنانم کز خیالم باز نشناسد عسس
کو بیت از شکم چو دریا گشت و می ترسم کہ باز	۷	بر سر آنید این رقیباں سبکسارت چو خس

(۸)	حافظا این رہ بپای لاشہ لنگ تو نیست بعد ازین بنشین کہ گردی برنخیزد زین فرس	(۸)

(۱) ترجمہ۔ ہمارے دل میں سوائے معشوق کے کچھ نہیں سماتا۔ دونوجہاں دشمن کو دیدو کیونکہ ہمیں معشوق کافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل میں ماسوا اللہ کی گنجائش نہیں۔ دنیا و عاقبت ہمیں نہیں چاہیئے ہمارے لئے ہمارا دوست کافی ہے

تسبیح ملک را و صفا رضواں را دنیا جم را و قیصر خاقاں را	دوزخ بد را و بہشت مرنیکاں را جانان ما را و جان ما جاناں را	(ابو سعید ابوالخیر)

(۲) ترجمہ۔ ہمارا گندمی رنگ معشوق اگر نصف جو کے برابر بھی ہماری طرف رغبت کرتا۔ تو دونوجہاں ہماری آنکھوں میں مسور کا دانہ نظر آتے۔

گشته ام در جہاں و آخر کار	۲	دلبری برگزیدہ ام کہ مپرس
آں چناں در ہوای خاک درش	۳	می رود آب دیدہ ام کہ مپرس
بے تو در کلبہ نہانے خویش	۴	رنجہائی کشیدہ ام کہ مپرس
من بگوش خود از دہانش دوش	۵	سخنانی شنیدہ ام کہ مپرس
سوی من لب چہ میگزی کہ مگوی	۶	لب لعلی گزیدہ ام کہ مپرس

(۷) ہمچو حافظ غریب در رہ عشق
بمقامی رسیدہ ام کہ مپرس (۷)

(۱) ترجمہ۔ میں نے عشق کا وہ درد برداشت کیا ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔ ہجر کی ایسی زہر چکھی ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔
یعنے عشق اور ہجر میں وہ تکلیفیں برداشت کی ہیں کہ قابل بیان نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ تمام جہان پھرا ہوں اور آخر کار ایسا معشوق انتخاب کیا ہے کہ کچھ نہ پوچھ
یعنے ایک لاثانی معشوق ڈھونڈ نکالا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اُس کے دروازے کی آرزو میں میری آنکھوں سے اتنا پانی جاتا ہے کہ کچھ نہ پوچھ
یعنے درِ معشوق کی خاکبوسی کی آرزو میں اسقدر رو رہا ہوں کہ بیان سے باہر ہے۔ خاک اور آب کا مقابلہ اور ہوا کی رعایت ظاہر

(۴) ترجمہ۔ اپنے گوشۂ تنہائی میں تیرے بغیر۔ اسقدر تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ کچھ نہ پوچھ

(۵) ترجمہ۔ میں نے اپنے کانوں سے کل اسکے منہ سے ایسی باتیں سنی ہیں کہ نا قابلِ بیان ہیں۔
خدا جانے خواجہ حافظ نے اپنے شرح صدر کی کسی کیفیت کا ذکر کیا ہے یا عہدِ میثاق کی گفتگو کیطرف اشارہ ہے۔
یہ بھی ممکن ہے کہ سورہ نجم کی آیت ذیل کے مضمون کیطرف اشارہ ہو۔ فَاَوْحیٰٓ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَآ اَوْحیٰ
یعنے وحی کیا خدا نے اپنے بندے کیطرف جو کچھ کہ وحی کیا۔ مطلب یہ ہے کہ جو باتیں خدا تعالےٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی معراج کے وقت کہیں وہ بیان نہیں ہو سکتیں۔

(۶) ترجمہ۔ تو میری طرح کیا ہونٹ کاٹتا ہے کہ نہ بول۔ میں نے ایسے لب لعل کاٹے ہیں کہ کچھ نہ پوچھ
قاعدہ ہے کہ جب کوئی آدمی ناگفتنی بات کہتا ہے تو دوسرا آدمی اسکو اشارہ سے منع کرتا ہے اور اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں سے دباتا ہے۔ گویا اسطرح سمجھاتا ہے کہ منہ بند کرو۔ خاموش ہو جاؤ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے نہایت

غزل (۶)

دلا رفیق سفر بخت نیک خواہت بس	۱	نسیم روضۂ شیراز پیک راہت بس
دگر ز منزل جاناں سفر مکن درویش	۲	کہ سیر معنوی و کنج خانقاہت بس
بصدر مصطبہ بنشین و ساغر می نوش	۳	کہ اینقدر ز جہاں کسب مال و جاہت بس
زیادتی مطلب کار بر خود آساں کن	۴	کہ شیشۂ می صاف و بت چو ماہت بس
فلک بمردم ناداں دہد زمام مراد	۵	تو اہل دانش و فضلی ہمیں گناہت بس
وگر کمیں بکشاید غمی بہ کشور دل	۶	حریم درگہ پیر مغاں پناہت بس
ہوای مسکن مالوف و عہد یار قدیم	۷	ز رہروان سفر کردہ عذر خواہت بس
بمنت دگراں خو مکن کہ در دو جہاں	۸	رضای ایزد و انعام پادشاہت بس
(۹)	بہیچ ورد دگر نیست حاجت ای حافظ دعای نیم شب و درد صبحگاہت بس	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اے دل تیرا رفیقِ سفر تیرا نیک خواہ بخت کافی ہو اور باغِ شیراز کی نسیم تیری لئے کافی پیک راہ ہے

روضہ۔ باغ۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ **پیک**۔ قاصد۔ بدرقہ

(۲) ترجمہ۔ اے درویش منزلِ معشوق سے سفر نہ کر کیونکہ معنوی سیر اور کنجِ خانقاہ تیرے لئے کافی ہے

معنوی سیر سے مراد روحانی سیر ہے مطلب یہ ہے کہ سالک کنجِ خانقاہ میں ہی بیٹھ کر تمام عالم بلکہ ہر دو عالم کی سیر کر سکتا ہے۔ لہذا منزلِ معشوق میں ہی مقیم رہنا چاہیئے۔

خیالِ محرم گریباں و دامن مارا بکوہ و صحرا	چہ سازد آوارۂ دردِ دل کہ رہ بدیر و حرم نگیرد (بیدل)

(۳) ترجمہ۔ میخانہ کے صدر پر بیٹھ اور شراب کا پیالہ پی کیونکہ تیرے لئے دنیا میں یہی کسبِ مال و جاہ کافی ہے۔

مَصطَبہ۔ شراب خانہ۔ قاموس میں لکھا ہے کہ مِصْطَبہ مُصْطَبہ اور مَصْطَبہ ہر طرح درست ہے

مطلب یہ ہے کہ میخانہ کے صدر پر بیٹھنا کافی مرتبہ اور شراب پینا کافی دولت ہے۔ زیادہ جاہ و مال کی ضرورت نہیں

گندم - جو اور عدس کی رعایت ظاہر -

(۳) ترجمہ - تو شمع کی مانند چار ہاہی اور لوگ تیری آگے پیچھے دوڑ رہی ہیں - نہیں نہیں!! میں نے غلط کہا ہی شمع کا پس و پیش تو ہوتا ہی نہیں -

یعنے شمع کی روشنی چاروں طرف ہوتی ہی اس لئے اسکا پس و پیش کوئی نہیں ہوتا -

(۴) ترجمہ - وہ شخص غافل ہی جو تلوار کی ڈر سی تجھہ سی منہ موڑتا ہی - شاید مکھی قند کی لذت کو اچھی طرح نہیں جانتی -

مطلب یہ ہی کہ جو شخص درد عشق کو برداشت نہ کرکے عشق سی باز آتا ہی وہ گویا معشوق کی حسن و شیرینی سی ناواقف ہے

(۵) ترجمہ - ایک وقت تہا کہ میرا دل بہت چیزوں کو دیکھنے کی آرزو کرتا تہا جب سے تجھکو دیکھا ہی تیری دیدار کے سوا اور کسی چیز کی ہوس نہیں رہی -

(امیر مینائی)	ہیں مہر و ماہ دونو نظر سے گرے ہوئے -		جب سے پڑی ہی آنکھہ کسی روئے صاف پر

(۶) ترجمہ - لوگوں کو رات کی وقت کوتوال کا کچھہ خیال (ڈر) ہوگا میرا تو یہ حال ہی کہ کوتوال میری خیالات کی تہ تک پہنچ ہی نہیں سکتا -

یا یہ کہ مجھہ میں اور ایک خیالی تصویر میں امتیاز ہی نہیں کر سکتا - پہر مجھے کیا کہے گا -

(۷) ترجمہ - تیرا کوچہ میری آنسوؤں سی دریا کیطرح ہوگیا ہی اور مجھی ڈر ہی کہ تیرے سبکسار رقیب تنکی کیطرح اوپر نہ چڑھہ آئیں -

ظاہر ہے کہ تنکا غرق نہیں ہوتا - پانی کی اوپر تیرا آتا ہی - خواجہ صاحب فرماتی ہیں کہ اگرچہ میں نے تیری کوچہ کو آنسوؤں سے دریا کیطرح کر دیا لیکن پہر بہی مجھی ڈر ہے کہ رقیب جو خس و خاشاک کیطرح ہیں غرق نہیں ہونگی بلکہ تیر کر اوپر آجائینگے -

(۸) ترجمہ - اے حافظ یہ رستہ تیرے اسپ لنگ کے پاؤں کی لائق نہیں - اسکو بعد بیٹھہ جا کہ یہ گہوڑا ہلاک نہ ہوجائے -

لاشہ زبون - لاغر - دبلا ضعیف - کمزور خواہ انسان ہو خواہ حیوان - اور اکثر یہ صفت گہوڑے اور گدہے کی واقع ہوتی ہی اور گدہے کے معنے میں بہی آتا ہے - گرد بر خاستن از چیزے - پامال ہونا تباہ اور برباد ہونا ہلاک ہونا -

مطلب یہ ہی کہ یہ رستہ نہایت دشوار گذار اور خطرناک ہی ضعیف اور لنگڑے گہوڑوں سی طے نہیں ہوسکتا اس رستہ میں قدم نہ رکھہ ہلاکت کا ڈر ہے - ایں راہ سے مراد راہ عشق -

بنشین برلب جوی و گذر عمر ببین	۴	کاین اشارت ز جہان گذران مارا بس
نقد بازار جہان بنگر و آزار جہان	۵	گر شمارا نه بس این سود و زیان مارا بس
یار با ماست چه حاجت که زیادت طلبیم	۶	دولت صحبت آں مونس جان مارا بس
از در خویش خدارا به بہشتم مفرست	۷	که سر کوی تو از کون و مکان مارا بس
نیست مارا بجز از وصل تو در سر ہوسے	۸	وین تجارت ز متاع دو جہان مارا بس

(۹) حافظ از مشرب قسمت گله بی انصافیست
طبع چوں آب و غزلہای رواں مارا بس (۹)

(۱) ترجمہ۔ دنیا کے باغ سے ایک گلعذار ہمارے لئے کافی ہے اس چمن میں اس سرو رواں کا سایہ ہمارے لئے کافی ہے۔
سرو رواں سے مراد معشوق راست قد

(۲) ترجمہ۔ میں اور اہل ریا کی صحبت! خدا مجھے اس سے دور رکھے۔ دنیا کی بڑی چیزوں میں سے میرے لئے شراب کا بڑا پیالہ کافی ہے

(۳) ترجمہ۔ بہشت کے محل تو عمل کے بدلے میں دیتے ہیں۔ ہم رند اور گدا ہیں ہمارے لئے دیر مغاں ہی کافی ہے۔
اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہے فرماتے ہیں کہ بہشت کے محل تو اعمال کے عوض دیے جاتے ہیں ہمارے پاس نقد عمل تو نہیں ہے اور نہ ہم اس بیع و شری کے قائل ہیں۔ ہم گدا ہیں ہمارے لئے شرابخانہ ہی بہشت کے محلوں کے برابر ہے مطلب یہ ہے کہ ہم عاشق ہیں عابد نہیں ہیں کہ عبادت پر بھروسہ ہو۔

(۴) ترجمہ۔ نہر کے کنارے پر بیٹھ جا اور عمر کی روانی دیکھ۔ کیونکہ گذرنے والے جہاں کا یہی اشارہ ہمارے لئے کافی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ جسطرح نہر کا پانی بہ رہا ہے اسی طرح عمر بھی گذر رہی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ بازار جہاں کا نقد اور جہاں کا آزار دیکھ۔ اگر تیرے لئے یہ سود و زیاں کافی نہیں تو ہمارے لئے تو کافی ہے
مطلب یہ ہے کہ بازار جہاں میں ذرا سے فائدہ اور آرام کے لئے ہزاروں تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں گویا نفع کم ہے اور نقصان زیادہ اگر تیرے لئے یہ سود و زیان عبرت آموز نہیں تو ہمارے لئے تو یہ کافی عبرت ہے۔

(۶) ترجمہ۔ یار ہمارے ساتھ ہے کیا ضرورت ہے کہ زیادہ مانگیں۔ اس مونس جان کی صحبت کی دولت ہمارے لئے کافی ہے
یعنے ہمارے لئے معشوق کی صحبت کافی ہے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ خدا کے لئے اپنے دروازہ سے مجھے بہشت کی طرف نہ بھیج۔ کیونکہ کون و مکاں میں میرے لئے تیرا کوچہ کافی ہے۔

(۴) ترجمہ زیادہ نہ مانگ اپنے لئے کام آسان کر۔ کیونکہ شراب صاف کا شیشہ اور چاند جیسا معشوق تیرے لئے کافی ہے یعنے مے و معشوق پر اکتفا کر۔ اس سے زیادہ ہوس نہ کر۔ اور اپنے آپ کو مشکلات میں نہ ڈال۔

سبکسار مردم سبکتر روند		حق اینست صاحبدلان بشنوند

(۵) ترجمہ۔ آسمان ناداں لوگوں کے ہاتھ میں مراد کی باگ دیتا ہے۔ تو دانا اور اہل فضل ہے تیرا یہی گناہ کافی ہے۔ قاعدہ ہے کہ دانا ہمیشہ تنگ حال اور ناداں ہمیشہ بامراد ہوتے ہیں۔ اہل کمال ناسازی زمانہ کو شاکی رہتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ آسمان ہمیشہ ناداں لوگوں کو بامراد کرتا ہے اس لئے تیری دانائی اور فضیلت ہی تیرے لئے موجب حرمان ہے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۱۲۶/۷ د ۱۲۰/۲ ت ۱۸۱/۳ اور غزل (۱۲۱) ردیف دال۔

احمقاں سرور شدند و ز بیم		عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم	(امرالقادم)

(۶) ترجمہ۔ اگر ملک دل پر کوئی غم گھات لگائے۔ تو پیر مغان کی درگاہ کی حریم تیرے لئے کافی پناہ ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غم تیرے دل کے نزدیک آئے۔ تو پیر مغاں کے پاس جاکر شراب پی اور غم کو دور کر۔

(۷) ترجمہ۔ وطن مالوف کی محبت اور یار قدیم کا عہد سب ہمراہان مسافر کے پاس تیری عذر خواہی کرنے کے لئے کافی ہے یعنے تیرے دوست سفر پر چلے گئے اور تو ان کے ساتھ نہ گیا۔ اُن کی شکایت کا تیرے پاس یہ کافی جواب ہے کہ وطن مالوف کی محبت اور یاران قدیم کا حق صحبت دامن گیر ہے۔

(۸) ترجمہ۔ دوسروں کے احساں کا عادی نہ ہو کیونکہ دونو جہانوں میں۔ خدا کی رضا اور بادشاہ کا انعام تیرے لئے کافی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ تجھ کو کسی اور ورد کی ضرورت نہیں۔ آدھی رات کی دعا اور صبح کا ورد تیرے لئے کافی ہے۔ خواجہ صاحب جابجا اپنے کلام میں شب بیداری سحر خیزی کے فوائد بیان کرتے ہیں۔ وہ خود شب بیدار تھے

غزل (۷)

زیں چمن سایۂ آں سرو رواں ما را بس	۱	گلعذاری ز گلستان جہاں ما را بس
از گرانان جہاں رطل گراں ما را بس	۲	من و ہمصحبتی اہل ریا دورم باد
ما کہ رندیم و گدا دیر مغاں ما را بس	۳	قصر فردوس بپاداش عمل می بخشند

کمال دلبری و حسن در نظر بازیست	۸	بشیوۂ نظر از ناظراں دوراں باش
(۹)	خموش حافظ و از جور یار نالہ مکن ترا کہ گفت کہ بر روی خوب حیراں باش	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر تو مشفق رفیق ہی تو وعدہ کا پکا ہو۔ حجرہ۔ گرمابہ اور باغ کا ساتھی بن

گرمابہ یا گرما دہ۔ حمام غسلخانہ۔ مطلب یہ ہی کہ کسی وقت ساتھ نہ چھوڑ۔ گھر میں باغ میں صحرا میں حمام

میں ہر وقت پاس رہ۔

(۲) ترجمہ۔ زلف پریشان کے شکن کو ہوا کے ہاتھ میں نہ دی۔ یہ نہ کہو کہ عاشقونکا دل بیشک پریشان ہو۔

معشوق کی زلف کی پریشانی سی عاشق کا دل پریشان ہوتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اپنی زلف کو ہوا سے

پریشان نہ ہونے دو۔ اور یہ نہ کہو کہ عاشقونکا دل پریشاں ہوتا ہی تو ہونے دو۔

(۳) ترجمہ۔ اگر تجھے یہ آرزو ہی کہ تو خضر کے ساتھ ہمنشیں ہو تو آب حیات کی طرح سکندر کی آنکھ سی پوشیدہ رہ۔

مطلب یہ ہی کہ اگر تجھے حیات جاوداں کی خواہش ہی تو اہل دنیا سی اپنے آپ کو پوشیدہ رکھ۔ خضر اور

خضر دو نو طرح درست ہی۔ یہاں خضر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ رموز عشق کی نغمہ سرائی ہر پرندہ کا کام نہیں۔ آ اور اس بلبل غزلخواں کا تازہ پھول بن

یعنے ہر پرندہ رموز عشق سی واقف نہیں۔ یہ بلبل کا ہی کام ہی۔ اس لئی آ اور بلبل کا معشوق بن۔ این بلبل

غزلخواں سی مراد خود خواجہ حافظ

(۵) ترجمہ۔ خدمت کا طریقہ اور بندگی کرنے کا قاعدہ خدا کے لئے چھوڑ آ اور بادشاہ بن

یعنے غلامانہ زندگی بسر کرنا اچھا نہیں۔ خود بادشاہ بن۔ مطلب یہ ہی کہ آزاد خیال ہو اور دل کا بادشاہ بن جا

اغیار کی خدمت اور بندگی کو چھوڑ (علو ہمت اور آزاد منشی کی تعلیم ہے)

(۶) ترجمہ۔ صید حرم پر خبردار پھر تلوار نہ کھینچ۔ جو کچھ ہمارے دل کی ساتھ تو نے کیا ہی اسی سی پشیمان ہو۔

حرم کعبہ میں جو چیز داخل ہو جائے۔ وہ محفوظ ہو جاتی ہی انسان یا پرندوں وغیرہ کا قتل کرنا یا شکار کرنا

اس جگہ منع ہی۔ شاعر عموماً عاشق کے دل کو صید حرم کہتی ہیں۔ کیونکہ خانۂ کعبہ کی طرح دل کو بھی خانہ خدا

کہا گیا ہی۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اگر تو طالب یاد ی وصالِ دوست طلب		بہشت و حور مجو کاں قصور خواہد کرد	

(۸) ترجمہ۔ تیری وصل کے سوا ہمارے سر میں اور کوئی ہوس نہیں۔ دونو جہانوں کے متاع سے ہمارے لئے یہی تجارت کافی ہے

اہل عقبیٰ سود برد و طالبِ دنیا زیاں		گرمیٔ بازار او سود و زیانِ من بسوخت	اسعین الدین
غلافلاں در کارِ خویش و عاقلاں در کارِ دوست	معین الدین	عاشقان زیں ہر دو فارغ محو در دیدار دوست	

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ قسمت کے طریق پر گلہ کرنا بے انصافی ہے پانی کی طرح روان طبیعت اور پانی کی طرح رواں غزلیں ہمارے لئے کافی ہیں۔

یعنے قسمت کا گلہ کرنا کہ ہم کو کچھ نہیں ملا۔ بے انصافی میں شامل ہے۔ کیا طبیعت کی روانی اور یہ روان غزلیں جو ہمارے حصہ میں آئی ہیں۔ کافی دولت نہیں؟

ردیف ش

غزل (۱)

اگر رفیق شفیقے درست پیماں باش	۱	حریفِ حجرہ و گرمابہ و گلستاں باش
شکنج زلف پریشاں بدست باد مدہ	۲	مگو کہ خاطرِ عشاق گو پریشاں باش
گرت ہواست کہ با خضر ہمنشیں باشی	۳	نہاں ز چشم سکندر چو آبِ حیواں باش
رموز عشق نوازی نہ کارِ ہر مرغیست	۴	بیا و نوگل این بلبل غزلخواں باش
طریق خدمت و آئیں بندگی کردن	۵	خدای را کہ رہا کن بیا و سلطاں باش
دگر بصید حرم تیغ برمکش زنہار	۶	از انچہ با دل ما کردہ پشیماں باش
تو شمع انجمنے یک زبان و یک دل شو	۷	خیال کوشش پروانہ بیں و خنداں باش

غزل نہیں۔

(۱) ترجمہ۔ اے دل جہاں کے بادشاہ کا غلام ہو اور بادشاہ بن ہمیشہ لطفِ خدا کی حمایت میں ہو۔

شاہ جہاں سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ یا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۲) ترجمہ۔ ہزار خارجی کو ایک جو کے بدلے نہیں خریدتے۔ اگرچہ وہ پہاڑ سے لیکر پہاڑ تک مشرق و مغرب پناہ ہو۔

خارجی۔ اہل اسلام کا ایک فرقہ جو رافضیوں کے مخالف ہیں اصحاب ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر۔ عمر۔ اور عثمان رضی اللہ تعالی عنہم کو اچھا کہتے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نہیں مانتے۔ چونکہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خروج کیا لہذا یہ نام پایا دوسرے مصرعہ کی ترکیب قدرے مشتبہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر خارجی کو تمام دنیا کی پناہ ہو تو بھی ایک جو کی قیمت کا نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے روز میرے شفیع ہونگے تو یہ میرا بلاکش وجود سراسر گناہ ہو بھی بہو (تو بھی کچھ پروا نہیں)

(۴) ترجمہ۔ جس شخص کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوستی نہیں وہ کافر ہے۔ اگرچہ وہ زمانہ کا زاہد اور شیخ طریقت ہو۔

(۵) ترجمہ۔ یا علی آج میں تیری محبت سے زندہ ہوں کل اماموں کے روح پاک کے طفیل تو میرا گواہ بن کل سے مراد روزِ قیامت

(۶) ترجمہ۔ امام ہشتم سلطان دین علی موسی رضا کی قبر کو جان سے بوسہ دے اور اسی بارگاہ کے دروازہ پر مقیم ہو۔

(۷) ترجمہ۔ تیرا ہاتھ نہیں پہنچتا کہ شاخ سے تو پھول چنے۔ البتہ تو ان (دروازہ امام) کے گلبن کے نیچے گھاس بن جا۔

گلبن۔ درختِ گلِ سرخ۔ گلاب کا پیڑ۔

(۸) ترجمہ۔ مردِ خدا جو زاہد اور تقوی طلب ہو۔ وہ خواہ سفید جامہ ہو۔ خواہ سیاہ لباس ہو۔

در عمل کوش و ہر چہ خواہی پوش ترک دنیا و شہوتست و ہوس	تاج بر سر نہ و علم بر دوش پارسائی نہ ترکِ جامہ و لبس	(سعدی)

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ شاہ کی بندگی کا طریقہ اختیار کر۔ پھر طریقت میں مردانِ راہ کی طرح ہو جا۔

شاہ سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ مطابق مطلع غزل۔

غزل (۳)

باز آی و دل تنگ مرا مونس جاں باش	۱	ویں سوختہ را محرم اسرار نہاں باش
زاں بادہ کہ در مصطبۂ عشق فروشند	۲	ما را دو سہ ساغر بدہ و گو رمضاں باش

خونِ صاحب نظراں ریختی ای کعبۂ حسن	خونِ اینان که روا داشت که صیدِ حرام اند

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو کچھ تو نے میرے دل کے ساتھ کیا ہے۔ اسی سے پشیمان ہو اور آئندہ عاشقوں کے دلوں پر تیغِ ستم نہ کھینچ۔

(۸) ترجمہ۔ دلبری اور حسن کا کمال نظربازی میں ہے۔ شیوۂ نظر ہیں زمانہ کے نظربازوں سے ہو۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ چپ رہ اور معشوق کی جور سے فریاد نہ کر۔ تجھے کس نے کہا تھا کہ خوبصورت چہرہ پر عاشق بن؟

دوسرے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ تجھے عاشق بننے کے لئے کس نے کہا تھا۔ کہ اب فریاد کرتا ہے۔ جب خود بخود عاشق ہوا ہے تو معشوق کی جور و ستم کو بھی برداشت کر۔

غزل (۲)

ای دل غلام شاہ جہان باش و شاہ باش	۱	پیوستہ در حمایت لطف الہ باش
از خارجی ہزار بیک جو نمی خرند	۲	گو کوہ تا بکوہ منافق پناہ باش
چوں احمدم شفیع بود روز رستخیز	۳	گو ایں تن بلاکش من پرگناہ باش
آں را کہ دوستی علی نیست کافرست	۴	گو زاہد زمانہ و گو شیخ راہ باش
امروز زندہ ام بولای تو یا علی	۵	فردا بروح پاک اماماں گواہ باش
قبر امام ہشتم سلطان دیں رضا	۶	از جاں ببوس و بر در آں بارگاہ باش
دستت نمی رسد کہ بچینی گلی ز شاخ	۷	باری بپای گلبن ایشاں گیاہ باش
مرد خدا کہ زاہد تقوی طلب بود	۸	خواہی سفید جامہ و خواہی سیاہ باش

(۹)	حافظ طریق بندگی شاہ پیشہ کن وانگاہ در طریق چو مرداں راہ باش	(۹)

یہ غزل الحاقی ہے تفصیل کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۳۰۔۳۹ سوانحمری سنہ ۱۱۹۰ھ کے ایک قلمی دیوان میں بھی یہ

غزل (۴۸)

باغباں گر پنج روزی صحبت گل بایدش	۱	بر جفای خار ہجراں صبر بلبل بایدش
ای دل اندر بند زلفش از پریشانی منال	۲	مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش
با چنیں زلف و رخی بادش نظر بازی حرام	۳	ہر کہ روی یاسمین و جعد سنبل بایدش
رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار	۴	کار ملک ست آنکہ تدبیر و تامل بایدش
تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست	۵	راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش
نازہا زیں نرگس مستانہ می باید کشید	۶	ایں دل شوریدہ گر آں زلف و کاکل بایدش
ساقیا در گردش ساغر تعلل تا بچند	۷	دور چوں با عاشقاں افتد تسلسل بایدش

(۸) کیست حافظ تا ننوشد بادہ بی آواز چنگ
عاشق مسکیں چرا چندیں تجمل بایدش (۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر باغباں کو چند روزہ پھول کی صحبت چاہیے [illegible] خار ہجر کی جفا پر بلبل کی طرح صبر کرنا چاہیے۔

(۲) ترجمہ۔ اے دل اس کی زلف کی قید سے پریشان [illegible] پرندہ جال میں جا پڑتا ہے تو اسے تحمل کرنا [illegible]

مرغ زیرک۔ یا مرغ زیرک سانہ دانا پرندہ [illegible] ساتھ ایک ہی پاؤں سے لٹک جاتا ہے اور برابر حق حق بولتا رہتا ہے بعض کے نزدیک طوطی بعض کے نزدیک روت مار بعض شیطان سے بھی مراد لیتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ ایسی زلف و رخ کے باوجود جو شخص چنبیلی کے چہرے اور سنبل کی زلف کی آرزو رکھتا ہے اس پر نظربازی حرام ہے۔
چنیں زلف و رخ سے مراد زلف و رخ معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کے چہرے اور زلف کے مقابلہ میں شخص سمن و سنبل کے دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس پر عاشقی حرام ہے۔

(۴) ترجمہ۔ عالم سوز رند کو مصلحت بینی سے کیا کام ہے۔ تدبیر و تامل سے کام لینا بادشاہوں کا کام ہے۔
مطلب یہ ہے کہ رندوں کو سراپا شوق ہونا چاہیے۔ انہیں مصلحت و تدبیر سے کیا کام؟

درخرقہ چو آتش زدی ای عارف سالک	۳	جہدی کن و سر حلقۂ رندان جہاں باش
آں یار کہ گفتا بتو ام دل نگراں ہست	۴	گو میرسم اکنوں بسلامت نگراں باش
خوں شد دلم از حسرتِ آں لعل رواں بخش	۵	آں درج محبت بہماں مہر و نشاں باش
تا بر دلش از غصہ غباری ننشیند	۶	ای سیل سرشک از عقب نامہ رواں باش

(۷) **حافظ** کہ ہوس میکند از جام جہاں بیں
گو در نظرِ آصف جمشید مکان باش (۷)

(۱) ترجمہ - واپس آ اور میرے تنگدل کا مونسِ جان بن اور اس سوختہ دل کے پوشیدہ اسرار کا محرم بن

یعنے آ اور میرا مونسِ جان اور محرمِ راز بن -

(۲) ترجمہ - اس شراب سے جو عشق کی شراب نہیں بکتی ہے مجھکو دو تین پیالے دو خواہ رمضان ہی ہو

ظاہر ہے کہ شرابِ عشق کے لئے رمضان و شعبان کی کوئی تمیز نہیں - رمضان و شراب کے لئے دیکھو ق ۳ ج ۱۱۳ غ ۱۲ ش ۱

(۳) ترجمہ - اے عارفِ سالک جب تونے خرقہ کو آگ لگادی ہے تو کوشش کر اور جہاں کے رندوں کا سرگروہ بن

(۴) ترجمہ - وہ یار جس نے کہا ہے کہ تیرے لئے میرا دل منتظر ہے اسے کہو کہ میں آتا ہوں سلامتی سے منتظر رہے -

(۵) ترجمہ - اس جان بخش لب کی حسرت سے میرا دل خون ہوگیا اور وہ محبت کی ڈبیہ اسی مہر و نشان کے ساتھ ہے

دُرجِ محبت سے مراد معشوق کا منہ - دُرج جواہرات اور زیورات کی ڈبیہ - مطلب یہ ہے کہ میرا دل لب لعل کے بوسہ کی

آرزو میں خون ہوگیا اور معشوق نے اپنے دُرجِ دہن کو اسی طرح با مہر و نشاں بند رکھا ہوا ہے اور مجھے اپنے لعل کے بوسہ سے محروم رکھا ہے

درج اور لعل کی رعایت ظاہر -

(۶) ترجمہ - تاکہ اسکے دل پر غصہ سے غبار نہ بیٹھے - اے آنسوؤں کے سیلاب خط کے پیچھے تو بھی روانہ ہوجا

یعنے اگر میرے خط کو دیکھکر معشوق کی طبیعت پر غبارِ ملال آجائے تو اسکو دھونے کے لئے سیلِ اشک روانہ کرتا ہوں

مطلب یہ ہے کہ میں اس خیال میں رو رہا ہوں کہ معشوق میرے خط کو دیکھکر ناراض نہ ہوجائے -

(۷) ترجمہ - حافظ چونکہ جامِ جہاں بیں کی ہوس رکھتا ہے اسے کہدو کہ آصفِ جمشید مکان کی نظر میں رہے *

آصفِ جمشید مکان سے مراد عماد بن محمود وزیرِ سلطان قطب الدین دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۲ سوانحعمری مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرا

ممدوح وزیر ہے لیکن جمشید کا مرتبہ رکھتا ہے اس لئے اگر جام کی خواہش ہے تو اسی سے درخواست کرنی چاہئے *

(۷)	دوا سے تو دوا سے تست حافظ لب نوشش لب نوشش لب نوشش	(۷)

(۱) ترجمہ۔ سنگین دل اور سیمیں بناگوش معشوق۔ مجھ سے قرار طاقت اور ہوش لیگیا۔

بناگوش۔ نرمہ گوش۔ کان کی لو۔ کان کا نیچے کا حصہ جو نرم ہوتا ہے۔ سیمین چاندی کی طرح صاف اور سفید۔ سنگین دل اور سیمین بناگوش معشوق کی صفتیں ہیں۔ سنگ وسیم کا مقابلہ لطیف ہے۔

(۲) ترجمہ۔ حسین چالاک شوخ اور پریرو۔ حریف مہوش ترک اور قبا پوش۔

پہلے شعر سے قطعہ بند ہے یہ تمام صفتیں ہیں بت کی۔

(۳) ترجمہ۔ اس کے عشق کے سودا کی آگ کی تپش سے۔ دیگ کیطرح ہمیشہ جوش کہا رہتا ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ پیراہن کیطرح میں آسودہ خاطر ہوجاؤنگا۔ اگر تجھ قبا کی طرح بغل میں لے لوں

پیراہن ڈھیلا اور کھلا جامہ ہے۔ قبا تنگ اور جسم کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر قبا کیطرح تجھ بغل میں تنگ بھینچ لوں۔ تو پیراہن کیطرح آسودہ خاطر (فراخ) ہو جاؤنگا۔

(۵) ترجمہ۔ اگر میری ہڈیاں بوسیدہ بھی ہوجائیں۔ تو بھی اسکی محبت میری جان سے فراموش نہیں ہوسکتی۔

سروسامان وجودم شر رِ عشق بسوخت		زیر خاکستر دل سوز نہانم باقیست	(انیاز)

(۶) ترجمہ۔ میرا دل اور دین میرا دل و دین لیگیو۔ اسکا سینہ اور کندھا اسکا سینہ اور کندھا سینہ اور کندھا

تکرار الفاظ تحسین کلام اور تاکید کے لئے ہے

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تیری دوا ہے تیری دوا ہے اسکا لب شیریں اسکا لب شیریں۔ لب شیریں۔ نوش۔ شہد۔ شیریں۔ گوارا۔ آب حیات۔ تریاق۔ لفظ دوا اور نوش کی رعایت ظاہر۔

غزل (۶)

بجد و جہد چو کارے نمی رود از پیش	۱	بکردگار رہا کردہ بہ مصالح خویش
بپادشاہے عالم فرو نیارد سر	۲	اگر ز سر قناعت خبر شود درویش

(۵) ترجمہ ۔ تقویٰ اور دانائی پر بھروسہ کرنا طریقت میں کافری ہے۔ مسافر اگر سو ہنر بھی رکھتا ہو تو بھی سو توکل چاہئے۔
مطلب یہ ہے کہ سالک کو صرف اپنے تقویٰ اور دانش پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ باوجود اپنے تقویٰ کے خدا پر توکل رکھنا چاہئے اور
باوجود تدبیر کے تقدیر کا قائل رہنا چاہئے۔ مسئلہ جبر و اختیار پر خواجہ صاحب کا مذہب عین تعلیم اسلامی کے مطابق ہے۔ دیکھو شعر
الف ۳ ت ش۱۱ د ن ۵

گفت پیغمبر بآواز بلند		بر توکل زانوئے اشتر ببند (مولانا روم)

اسی مضمون پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

گر انجیز و طاعت خویش اعتماد نیست		آں بے بصر بود کہ کند تکیہ بر عصا

(۶) ترجمہ ۔ اس شوریدہ دل کو اس نرگس مست کے ناز برداشت کرنے چاہئیں اگر اسی وہ زلف و کاکل چاہئیں
مطلب یہ ہے کہ اگر دل کو معشوق کی زلف و کاکل کا شوق ہے تو اسکی چشم مست کے ناز بھی برداشت کرنے ہونگے ۔
(۷) ترجمہ ۔ اے ساقی ساغر کی گردش میں کب تک دیر و تعلل کریگا ۔ جب عاشقوں تک دور جام پہنچے تو اسے متواتر جاری رکھنا چاہئے
تعلل ۔ علت انگیزی سبب پوچھنا ۔ تاخیر ۔ بہانہ جوئی ۔ دیر ۔ درنگ ۔ اصطلاح اطبا میں کسی چیز کا تھوڑا تھوڑا کھانا
(۸) ترجمہ ۔ حافظ کون ہے جو آواز چنگ کے بغیر شراب پئے ۔ مسکین عاشق کو اتنی شان و شوکت کیوں چاہئے ۔
یعنے حافظ کی کیا حیثیت ہے کہ وہ بغیر چنگ رباب و سرود و سماع کے شراب نہ پئے مسکین آدمی کو اتنا تجمل نہیں چاہئے
اگر مطرب نہیں تو نہ سہی ۔ صرف شراب ہی مل جائے تو غنیمت سمجھے ۔

غزل (۵)

بت سنگیں دل و سیمیں بناگوش	۱ ق	ببرد از من قرار و طاقت و ہوش
حریفی مہوشی ترکی قباپوش	۲	نگاری چابکی شوخی پری وش
بسان دیگ دائم میزنم جوش	۳	ز تاب آتش سودای عشقش
گرت ہمچوں قبا گیرم در آغوش	۴	چو پیراہن شوم آسودہ خاطر
نگردد مہرش از جانم فراموش	۵	اگر پوسیدہ گردد استخوانم
بروددوش بروددوش بروددوش	۶	دل و دینم دل و دینم ببردہ است

زسنگ تفرقہ خواہی کہ منحنی نشوی	۳	مشو بسان ترازو تو در پی کم و بیش
ریای زاہد سالوس جان من فرسود	۴	قدح بیار و بزن مرہمی برین دل ریش
[illegible]ش بادہ کہ قسام صنع قسمت کرد	۵	[illegible] آفرینش لذ انواع نوشدار و نیش
بیا حلال شمارند جام بادہ حرام	۶	زہی طریقت و ملت زہی شریعت و کیش
[illegible] اگر خود سر آمدی چہ عجب	۷	گر از نور حسن تو بود از اساس عالم بیش

(۸)	دہان تنگ تو دلخواہ جان حافظ شد بجان بود خطرم زین دل محال اندیش	(۸)

(۱) ترجمہ۔ جب جد و جہد سے کام نہیں چلتا۔ تو بہتر یہی ہے کہ اپنی مصلحت کو خدا پر چھوڑ جائے۔
مطلب یہ ہے کہ صرف جد و جہد کافی نہیں خدا پر توکل کرنا بھی ضروری ہے اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر د ۵/۲ ش ۵/۴ اور د ۱۲/۳ ا۔الف

	جملہ افتادند از تدبیر و کار		ماند کار و حکمہائی کردگار	(مولانا روم)

(۲) ترجمہ۔ جہاں کی بادشاہی کیلئے بھی سر نہ جھکائے گا اگر [illegible] قناعت کے بھید سے واقف ہو جائے۔
حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر قناعت کی دولت مل جائے۔ تو پھر بادشاہی بھی کچھ چیز نہیں۔

	قناعت کن اے نفس بر اندکے چو مشتی خسرو بخواہش روی		کہ سلطان و درویش بینی یکے چو پیکیو نہادی طمع خسروی	(سعدی)

(۳) ترجمہ۔ اگر تو چاہتا ہے کہ سنگ تفرقہ سے خمیدہ نہ ہو جائے۔ تو ترازو کی طرح کم و بیش کے درپے نہ ہو۔
معنی۔ خمیدہ۔ کوزہ پشت جھکا ہوا مجازاً ضعیف۔ ناتواں۔ لاغر۔ سنگ تفرقہ۔ (۱) پاسنگ۔ وہ پتھر جو ترازو کو برابر کرنے کی خاطر اسکے ایک پلڑے میں باندھتے ہیں (۲) تفرقہ کی تکلیف۔ وہ تکلیف جو سود و زیاں کے خیال سے ہوتی ہے۔ سنگ تفرقہ۔ ترازو۔ کم و بیش کی رعایت ظاہر
ترازو کی ایک پلڑی میں اگر ذرا بھر بھی چیز زیادہ ہو۔ تو ادھر جھک جاتا ہے اسی طرح دو پلڑوں میں وزن کی کمی بیشی سے ترازو ادھر ادھر جھکتا رہتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تو سیدھا رہے اور خمیدہ قد نہ ہو۔ تو کم و بیش کا فکر چھوڑ دے کیونکہ اگر تو کم و بیش کے درپے ہوگا۔ تو ضرور ہے کہ ترازو کی طرح تجھ کو جھکنا پڑیگا۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو اگر راحتی

ہیئے پارسا بن کر لوگوں کو اپنے زہد و تقوی کا معتقد بنا تا رہ۔ بادہ و بہار کے لئے دیکھو شعرت ۳۲

(۳) ترجمہ۔ جب عشق کا پیر سالک تجھے شراب کے حوالے کرے۔ تو پی لے اور خدا کی رحمت کا منتظر رہ

وہی مضمون ہے جو شعر الف ۲۱ میں ہے۔ شراب عشق پی کر خدا کی رحمت کا منتظر رہنا کوئی عجیب بات نہیں علاوہ بریں

رحمت سے تیری ہو گئی میخوار جنتی	سارے گناہ دھو دئے جام شراب نے

(۴) ترجمہ۔ اگر تجھے یہ آرزو ہے کہ جم کیطرح تو غیب کے رازوں کو پہنچ جائے۔ تو آ اور جام جہاں نما کا ہمدم بن جا

یعنے جام مے تجھے اسرار غیب سے واقف کر دیگا۔ دیکھو شعرت ۵۶/۱۴۴ ش ۱۵/۵

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ جہاں کا کام غنچہ کیطرح فروبستگی ہے لیکن تو باد بہاری کیطرح گرہ کشا بن جا۔

غنچہ گرہ کیطرح بند ہوتا ہے۔ باد بہاری آکر گرہ کشائی کرتی ہے اور اسکو شگفتہ کرتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جہاں کا کام تو غنچہ کیطرح گرہ لگانا ہی ہے لیکن تو باد بہاری کیطرح گرہ کشا بن جا یعنی اگر زمانہ فروبستگی پیدا کرتا ہے تو اپنے لئے تو خود کشائش کار پیدا کر۔

(۶) ترجمہ۔ کسی سے وفا نہ ڈھونڈھ اور اگر تو میری بات نہیں سنتا تو فضول سیمرغ اور کیمیا کو ڈھونڈھتا رہ

مطلب یہ ہے کہ سیمرغ اور کیمیا کیطرح وفا کا بھی نام ہی نام ہے ورنہ دنیا میں اسکا وجود نہیں اسلئے تو کسی سے وفا کی امید نہ رکھ اگر رکھتا ہے تو یہی سمجھ کہ سیمرغ اور کیمیا کو ڈھونڈھ رہا ہے جو کبھی نہیں ملینگے۔ سیمرغ یا عنقا اور کیمیا مجہول الجسم اور معروف الاسم چیزیں ہیں۔

یوں وفا اٹھ گئی زمانے سے	گویا اس جہاں میں تھی ہی نہیں

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اغیار کی بندگی کا مرید نہ ہو۔ بلکہ رندان آشنا کا مصاحب بن

مطلب یہ ہے کہ غیروں یعنی زاہدوں کی طاعت کا معتقد نہ ہو بلکہ رندان بادہ خوار کا ہم نشین بن۔ یا یہ کہ اغیار کی اطاعت نکر بلکہ اپنے ہم مشرب رندوں کی صحبت میں رہ۔

غزل (۸)

من خرابم زغم یار خراباتی خویش	۱	میزند غمزۂ او ناوک غم بر دل ریش
بانو پیوستم و از غیر تو دل ببریدم	۲	آشنای تو ندارد سر بیگانہ و خویش

تا مجمع امکان و وجوب نوشتند		مورد متعین نشد اطلاق اعم را
تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل		سلمائے حدوث تو ولیلائے قدم را

حدیث ہے - اول ما خلق اللہ نوری - یعنی جو چیز خدا نے سب سے پہلے پیدا کی وہ میرا نور تھا -

(۸) ترجمہ - حافظ کی جان تیری تنگ دہن کو دل سے چاہتی ہے. مجھے اپنے محال اندیش دل سے جان کا خطرہ ہو گیا ہے -

مطلب یہ ہے کہ میرا دل تیرے دہن کا طالب ہے اور چونکہ تیرا دہن ایک معدوم اور محال (ناممکن الوجود) چیز ہے اور قاعدہ ہے کہ ناممکن چیزوں کے طالب کو ہمیشہ جان کا خطرہ رہتا ہے اس لئے میرا دل گویا میری جان کا دشمن ہے -

غزل (۷)

بدور لالہ قدح گیر و بی ریا می باش	۱	ببوی گل نفسے ہمدم صبا می باش
نگویمت کہ ہمہ سال می پرستی کن	۲	سہ ماہ می خور و نہ ماہ پارسا می باش
چو پیر سالک عشقت بمی حوالہ کند	۳	بنوش و منتظر رحمت خدا می باش
گرت ہواست کہ چون جم بسر غیب رسے	۴	بیا و ہمدم جام جہان نما می باش
چو غنچہ گرچہ فرو بستگیست کار جہان	۵	تو ہمچو باد بہاری گرہ کشا می باش
وفا مجوی ز کس ور سخن نمی شنوی	۶	بہرزہ طالب سیمرغ و کیمیا می باش

(۷)	مرید طاعت بیگانگان مشو حافظ ولی معاشر رندان آشنا می باش	(۸)

(۱) ترجمہ - لالہ کے موسم میں پیالہ لے اور بے ریا بن کر رہ. پھول کی خوشبو کیلئے کچھ دیر صبا کا ہمدم ہو جا -

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار میں شراب پی اور ریا کاری چھوڑ - باغ میں جا کر پھول کی خوشبو اور باد صبا سے مشام جان کو معطر کر -

(۲) ترجمہ - میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ تمام سال شراب پیتا رہ - تین مہینے شراب پی اور نو مہینے پارسا بنا رہ

چہ خوب فرماتے ہیں کہ بارہ مہینے شراب پینے کو کون کہتا ہے صرف بہار کے تین مہینے شراب پی اور باقی نو

پس زانو نشستن - سوچ میں پڑنا - تامل کرنا (محاورہ ہے)

مطلب یہ ہے کہ رزق کے لئے غم نہ کہا - کیونکہ تیرے غم کہانے سے رزق بڑھ نہیں سکتا -

چوں رزق تو آنچہ عدل قسمت فرمود	یک ذرہ نہ کم شود نہ خواہد افزود
آسودہ زہر چہ نیست مے باید شد	وآزادہ زہر چہ ہست مے باید بود

(۸) ترجمہ - جب یہ بے سود کوشش تجھ کو کوئی فائدہ نہیں دیتی - تو ای دور اندیش! اپنے دل کو غم سے آزردہ نہ کر - یہ پہلی شعر کے ساتھ مضمون مسلسل ہے

(۹) ترجمہ - خدا کے لئے مجھ جلے ہوئے کے دل کا حال پوچھ - بادشاہ کے لئے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ گدا پر نوازش کرے -

(۱۰) ترجمہ - حافظ نے تیرے لب لعل کے تریاق سے کبھی مقصد حاصل نہ کیا جب تک کہ اسکے زخمی دل پر دو ہزار ڈنک نہ لگے یعنے تیر ہجراں سے ہزار ہا زخم دل پر کہانے کے بغیر کبھی لب لعل کا بوسہ نصیب نہ ہوا -

غزل (۹)

چو برشکست صبا زلف عنبر افشانش	۱	بہر شکستہ کہ پیوست تازہ شد جانش
کجاست ہمنفسی تا کہ شرح غصہ دہم	۲	کہ دل چہ میکشد از روزگار ہجرانش
نسیم صبح وفا نامہ کہ برد بدوست	۳	زخون دیدہ ما بود مہر عنوانش
زمانہ از ورق گل مثال روی تو بست	۴	ولی ز شرم تو در غنچہ کرد پنہانش
بسی شدیم و نشد عشق را کرانہ پدید	۵	تبارک اللہ ازین رہ کہ نیست پایانش
جمال کعبہ مگر عذر رہروان خواہد	۶	کہ جان زندہ دلاں سوخت در بیابانش
دلم کہ مہر تو از غیر تو نہاں میداشت	۷	ببین کہ دیدہ کند فاش پیش یارانش
بدیں شکستہ بیت الحزن کہ می آرد	۸	نشان یوسف دل از چہ زنخدانش
بگیرم آن سر زلف و بدست خواجہ دہم	۹	کہ داد من بستاند مگر ز دستانش

(۱۰) سحر بطرف چمن می شنیدم از بلبل
نوای **حافظ** خوش لہجہ غزل خوانش (۱۰)

مفارقت پر غم کیا کرتے تھے شکستہ بیت الحزن سے مراد عاشق۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق کا دل معشوق کے چاہ زنخدان میں اسیر ہے۔ اسکا پتہ کون لاتا ہے؟ بیت الحزن۔ یوسف اور چاہ کی رعایت لطیف ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں اسکی سر زلف کو لیکر خواجہ کے ہاتھ میں دونگا۔ شاید وہ اسکے ہاتھوں سے میرا انصاف لے۔ یعنے میں معشوق کی زلف کے ہاتھ سے ظلم اٹھا رہا ہوں اسکی زلف کو بادشاہ کے حوالہ کرونگا کہ وہ اسکے ہاتھوں سے مجھے بچائے اور میرا انصاف کرے۔ دستاں جمع دست۔ ہاتھ۔

(۱۰) ترجمہ۔ کل میں باغ کے گوشہ میں بلبل سے اسکے غزل خواں اور خوش لہجہ حافظ کے آواز سنتا تھا۔
ضمیر ش۔ راجع بسوئے معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ اپنے معشوق کا خوش لہجہ غزل خوان ہے بلبلیں بھی باغ میں حافظ کی غزلیں گاتی ہیں معمولی شاعرانہ فخر یہ شعر ہے۔

غزل (۱۰)

چو جام لعل تو نوشم کجا بماند ہوش	۱	چو چشم مست تو بینم بجا نماند گوش
منم غلام تو ورز انکہ از من آزادی	۲	مرا بکوزہ فروش شرابخانہ فروش
بہوئے آنکہ ز میخانہ کوزۂ یابم	۳	روم سبوی خراباتیاں کشم بردوش
مراگوی کہ خاموش باش و دم درکش	۴	کہ در چمن نتواں یافت مرغ را خاموش
اگر نشان تو جویم کدام صبر و قرار	۵	و گر حدیث تو گویم کدام طاقت و ہوش
شراب پختہ بخامان دل فسردہ مدہ	۶	کہ بادہ آتش تیز ست و پختگان در جوش
نعیم روضۂ جنت بذوق آں نرسد	۷	کہ یار نوش کند بادہ و تو گوئی نوش

(۸)	مرا چو خلعت سلطان عشق مے دادند ندا زدند کہ حافظ خموش باش خموش	(۸)

یہ غزل اکثر قلمی دیوانوں میں نہیں ہے ممکن ہے الحاقی ہو۔ واللہ اعلم

(۱) ترجمہ۔ جب میں تیرا جام سرخ پیوں تو ہوش کہاں رہے۔ جب تیری مست آنکھ دیکھتا ہوں تو کان اپنی جگہ پر نہیں رہتے

(۱) ترجمہ - جب صبا نے اسکی عنبرافشاں زلف کو پریشان کیا تو جس شکستہ دل کے ساتھ جا کر وہ ملی اسکی جان تازہ ہو گئی۔
یعنے بادِ صبا اسکی زلف معنبر کی خوشبو پہنچا کر عاشقوں کے دل شکستہ کو از سر نو تازہ زندگی دیتی ہے جسطرح معشوق کی
زلف کی خوشبو عاشق کو تازہ دم کرتی ہے اسی طرح نفس الرحمن کی خوشبو سے سالک کو فرحت اور نور ایمان حاصل ہوتا ہے

اگر زلفین مشکیں برفشاند	بعالم در یکے کافر نماند		
گِلِ آدم شد آں لحظہ مخمر	کہ داد شس بوئے آں زلفِ معطر		(محمود تبریزی)

(۲) ترجمہ - ایسا محرم راز کہاں ہے جس سے غم کا بیان کروں کہ اسکی ہجر کا زمانہ دل پر کیا کیا ظلم کرتا ہے۔
(۳) ترجمہ - نسیم صبح جو وفا نامہ میری طرف سے معشوق کے پاس لیگئی اسکے عنوان پر ہماری آنکھوں کے خون کی مہر تھی۔
مطلب یہ ہے کہ نسیم صبح ہمارے خون رونے کی خبر معشوق تک پہنچاتی ہے۔
(۴) ترجمہ - زمانہ نے پھول کی پنکھڑی سے تیرے چہرہ کا نقش بنایا لیکن تیرے شرم سے اسی غنچہ میں پوشیدہ کردیا
مطلب یہ ہے کہ قدرت نے تیرے چہرہ کو ورقِ گل کے نمونہ پر بنایا لیکن تیرا چہرہ پھول سے بھی زیادہ خوبصورت تیار ہوا۔
اس شرم سے پھول کی پنکھڑیونکو قدرت تیرے چہرے کے مقابلہ میں ظاہر نہ کرسکی اور انکو غنچہ میں پوشیدہ کردیا (ظاہر ہے کہ
پھول کی پنکھڑیاں غنچہ کی صورت میں وابستہ اور پوشیدہ ہوتی ہیں شگفتہ ہوکر ظاہر ہوتی ہیں) حسنِ تعلیل ہے۔
(۵) ترجمہ - ہم بہت دور تک گئے لیکن تیرے عشق کا کوئی کنارہ ظاہر نہ ہوا تبارک اللہ کہ اس رستہ کی کوئی انتہا نہیں
تبارک اللہ - کلمہ تحسین و تعجب مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق کی کوئی انتہا نہیں جتنا آگے جاؤ منزلِ مقصود اتنی ہی دور
ہوتی جاتی ہے۔

نگردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدنہا	کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا	(غنیمت)

(۶) ترجمہ - کعبہ کا جمال شاید مسافرونکا عذرخواہ ہوگا۔ کیونکہ زندہ دلوں کی جان اسکے بیابان میں جل گئی۔
مطلب یہ ہے کہ مسافرانِ حجاز کو بیابانِ عرب کی جسقدر تکلیفیں ہوتی ہیں کعبہ کی زیارت اُن سب تکلیفوں کی تلافی کردیتی
ہے اسی طرح امید ہے کہ راہِ عشق میں عاشقوں کو جتنی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان سب کی تلافی معشوق کے وصال سے ہوجائیگی
(۷) ترجمہ - میرا دل تیری محبت کو اغیار سے پوشیدہ رکھتا تھا - دیکھ کہ آنکھ اسکو یاروں کے سامنے ظاہر کرتی ہے۔
یعنے میرا دل تو رازِ عشق کو چھپاتا ہے مگر چشمِ گریاں غمازی کرتی ہے - آنکھ کی غمازی کیلئے دیکھو شعر ۲/۵۱ د ۱۹/۱ ۶/۵
(۸) ترجمہ - اس بیت الحزن کے شکستہ دل کے پاس معشوق کے چاہِ زنخداں سے یوسفِ دل کا کون پتہ لائے۔
بیت الحزن (۱) غم کدہ - غم کا گھر (۲) غریبوں بے کسوں کا گھر (۳) وہ گھر جس میں یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام

گر آں شیریں پسر خونم بریزد	(۸)	دلا چوں شیر مادر کن حلالش
(۹)	چرا حافظ چو می ترسیدی از ہجر نکردی شکر ایام وصالش	(۹)

خواجہ صاحب کے دل میں حبِ وطن بہت زیادہ تھی اور اسی محبت نے انہیں شیراز سے باہر نہ نکلنے دیا۔ حالانکہ ممالک غیر کے قدردان خواجہ کو ہمیشہ بلاتے رہے۔ یہ غزل خواجہ صاحب نے شہر شیراز نہر رکنا باد مصلے اور اللہ اکبر کی تعریف میں لکھی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ شیراز اور اسکی بے نظیر وضع بہت اچھی ہے۔ اے خدا اسکو زوال سے محفوظ رکھ۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارے رکنا باد پر سو لوحش اللہ ہو۔ کیونکہ اسکا صاف پانی خضر کی زندگی بخشتا ہے۔

لوحش اللہ۔ اصل میں "لا اوحشہ اللہ" تھا۔ یعنی خدا اُسے وحشت نہ دے۔ خدا اسے پریشان نہ کرے۔ خدا اسے محفوظ رکھے۔ فارسی محاورہ میں تعظیم و استعجاب کے موقع پر خواہش و تحسین کے معنے میں استعمال کرتے ہیں۔ رکنا باد کے لئے دیکھو شعر الف ۲/۶

(۳) ترجمہ۔ جعفر آباد اور مصلی کے درمیان۔ اسکی ہوا خوشبودار آتی ہے۔

گذشتہ شعر سے قطعہ بند ہے یعنے رکنا باد کی ہوا۔ **مصلی** کے لئے دیکھو شعر الف ۲/۶

جعفر آباد۔ نام مقام

(۴) ترجمہ۔ شیراز میں آ اور اسکے اہل کمال لوگوں سے فیض روح القدس حاصل کر۔

(۵) ترجمہ۔ قندِ مصری کا نام شیراز میں کون لیتا ہے کہ اسکے شیریں اسکو شرمندہ نہیں کرتے۔

یعنے شیراز کے شیریں لب معشوقوں کے سامنے قندِ مصری کا نام لینے سے شرم آتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے صبا اس سرمست عیار معشوق کی تجھے کچھ خبر ہے کہ اسکا کیا حال ہے۔

لولی۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر الف ۲/۶ **شنگول یا شنگل**۔ شوخ۔ عیار۔ زیبا۔ رہزن

(۷) ترجمہ۔ خدا کے لئے مجھے اس خواب سے نہ جگا۔ کیونکہ میں اسکے خیال (یا خیالی تصویر) کے ساتھ خوب عیش کر رہا ہوں

ضمیر شین راجع بسوئے لولی شنگل سرمست۔ در شعر گذشتہ

(۸) ترجمہ۔ اگر وہ شیریں دہن معشوق میرا خون بہی گرا دے۔ تو اے دل اسکے لئے شیر مادر کیطرح میرا خون حلال کر۔

جام لعل سے مراد مئے سرخ کا پیالہ۔ یا لب لعل کا بوسہ۔ بجا ماندگوش سے مراد یہ ہے کہ کان اپنی جگہ پر نہیں رہتے بلکہ آنکھوں کی جگہ آنا چاہتے ہیں کہ وہ بھی تیری مست آنکھوں کو دیکھ سکیں۔

(۲) ترجمہ۔ میں تیرا غلام ہوں اگرچہ تو مجھ سے آزاد ہے مجھ کو شرابخانہ کے کوزہ فروش کے پاس بیچ دے اس غلامی میں بھی فائدہ ہے۔ کوزہ فروش کے پاس بک کر شراب تو مل سکیگی۔

(۳) ترجمہ۔ اس امید پر کہ شرابخانہ سے مجھ کوزہ شراب ملیگا۔ جاتا ہوں اور شراب فروشوں کے گھر کو کندھوں پر اٹھاتا ہوں

(۴) ترجمہ۔ مجھ سے نہ کہو کہ بات نہ کر اور چپ رہ۔ کیونکہ باغ میں بلبل خاموش نہیں رہ سکتی۔

(۵) ترجمہ۔ مجھ صبر و قرار کہاں ہے کہ تیرا پتہ نکالوں۔ طاقت اور ہوش کہاں ہے کہ تیری باتیں کروں

(۶) ترجمہ۔ پرانی شراب دل خام مزاجوں کو نہ دے۔ کیونکہ شراب تیز آگ ہے اور پختہ مزاج لوگ جوش میں ہیں۔ یعنے پختہ مغز لوگ شراب کے لئے جوش کر رہے ہیں۔ خام مزاجوں کو نہیں دینی چاہئے۔

(۷) ترجمہ۔ باغ بہشت کی ہوا کا اتنا لطف نہیں جتنا اس بات میں کہ یار شراب پئے اور تو کہو کہ پی۔ یعنے عاشق کے لئے نسیم بہشت سے زیادہ پر لطف یہ بات ہے کہ وہ شراب پئے اور تو کہو کہ ہاں پی۔

(۸) ترجمہ۔ جب سلطان عشق کی خلعت مجھے دی گئی۔ تو کہا گیا کہ اے حافظ چپ رہ چپ۔ یعنے جب سلطان قضا و قدر نے مجھ خلعت عشق پہنائی تو کہا کہ راز عشق افشا نہ کرنا۔

غزل (۱۱)

خوشا شیراز و وضع بیمثالش	۱	خداوندا نگہدار از زوالش
ز رکنا باد ما صد لوحش اللہ	۲	کہ عمر خضر می بخشد زلالش
میان جعفر آباد و مصلی	۳	عبیر آمیز مے آید شمالش
بشیراز آی و فیض روح قدسی	۴	بجواہ از مردم صاحب کمالش
کہ نام قند مصری برد آنجا	۵	کہ شیرینان ندادند انفعالش
صبا زاں لولی شنگول سرمست	۶	چہ داری آگہی چون ست حالش
مکن بیدار ازین خوابم خدارا	۷	کہ دارم عشرتی خوش باخیالش

(۲) ترجمہ۔ صوفی عبادت خانہ کی گوشہ سے نکلکر خم شراب کے پاس جا بیٹھا جب سے اُس نے دیکھا ہی کہ محتسب کاندھا کندہ ہو پر لیے پھرتا ہے

یعنے اس عہد میں جب محتسب ہی شراب لیے پھرتا ہی تو صوفی نے خود شراب خانہ میں جانا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ شیخ اور قاضی کی چھپ کر شراب پینے کا حال میں نے صبح کے وقت پیر مے فروش سے پوچھا۔

(۴) ترجمہ۔ اسنے جواب دیا کہ اگرچہ تو محرم ہی لیکن بات کہنی کی نہیں چپ رہ۔ پردہ کا خیال رکھ اور شراب پیتا جا

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ شرب الیہود۔ چھپ کر شراب پینا لغوی معنی ہیں یہودیوں کا شراب پینا۔ چونکہ یہودی مسلمانوں کی ڈر سے شراب چھپ کر پیتے تھے۔ اس لئے پوشیدہ طور پر شراب پینے کا یہی نام ہوا۔ دونو شعروں کا مطلب یہ ہی کہ شیخ اور قاضی کی شرب الیہود کے متعلق جب میں نے پیر مے فروش سے سوال کیا تو اُسنے کہا کہ چپ رہ۔ تو بھی پردہ میں شراب پیتا رہ

(۵) ترجمہ۔ اے ساقی موسم بہار آگیا ہی اور شراب خریدنے کی استطاعت نہیں ہی۔ فکر کر کہ دل کا خون غم سے جوش میں آگیا۔

(۶) ترجمہ۔ عشق ہی اور مفلسی۔ جوانی ہی اور نو بہار۔ میرا عذر قبول کر اور جرم کو بخشش کے دامن سے ڈھانپ لے۔

مطلب یہ ہی کہ موسم بہار ہی جوانی کا زمانہ ہی دل میں عشق بھی ہی لیکن ظلم یہ ہی کہ ساتھ ہی افلاس بھی ہی کچھ کر نہیں سکتے تیری مہربانی اور بخشش پر ہی بھروسہ ہی۔

(۷) ترجمہ۔ اے صورت اور معنی کی بادشاہ کہ تیری مثال نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہی اور نہ کسی کان نے سنی ہی۔

(۸) ترجمہ۔ اتنی دیر زندہ رہ کہ تیرا جوان بخت دلق پوش بوڑھے آسمان سے کبودی خرقہ قبول کرے۔

یہ شعر دعائیہ ہے اور گذشتہ شعر کے ساتھ قطعہ بند ہے۔

ازرق۔ نیلا۔ کبودی۔ ژندہ۔ دلق۔ مرقع۔ گدڑی۔ کہتے ہیں کہ ایران کی بادشاہوں میں یہ رواج تھا کہ جب بادشاہ تخت نشیں ہوتی تھی۔ تو ایک کبودی خرقہ پہنکر مسند شاہی پر بیٹھتے تھے۔ اور جب بہت بوڑھے اور ضعیف ہو جاتے تھے۔ تو یہ خرقہ کبودی اپنی جانشین ولیعہد کو دیکر خود ایک دلق پہنکر گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تھی شعر کا مطلب یہ ہی کہ اے میرے جوان بخت ممدوح خدا تجھکو اتنی لمبی عمر عطا کرے کہ دلق پوش بوڑھا آسمان ضعیف ہونے کی وجہ سے خود دنیا کی سلطنت سے معزول ہو کر اپنا خرقہ کبودی تجھے پہنا دے۔ یعنی اپنا قائم مقام تجھے بنا دے۔

(۹) ترجمہ۔ شمع کسطرح کب تک تو زبان آوری کریگا۔ اے دوست مراد کا پروانہ آگیا ہی۔ خاموش ہو جا۔

زبان آوری۔ زیادہ گفتگو کرنا۔ شمع۔ زبان اور پروانہ کی رعائت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ کل رات غیب سے میرے دل کے کان میں آواز آئی۔ کہ اے حافظ غم نہ کھا بیٹھ اور شراب پی۔

(۹) ترجمہ ۔ جب حافظ ہجر سے ڈرتا تھا ۔ تو اسکو وصال کی دنوں کا شکر کیوں نہیں کرنا ۔
مطلب یہ ہی کہ غم ہجر میں شکرِ وصال کرنا چاہیئے ۔

غزل ۱۲۱

در عہد پادشاہ خطابخش جرم پوش	۱	حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش
صوفی ز کنج صومعہ در پای خم نشست	۲	تا دید محتسب کہ سبو می کشد بدوش
احوال شیخ و قاضی و شرب الیہود شان	۳ ق	کردم سوال صبحدم از پیر می فروش
گفتا نہ گفتنیست سخن گرچہ محرمی	۴	درکش زبان و پردہ نگہدار و می بنوش
ساقی بہار میرسد و وجہ می نماند	۵	فکری بکن کہ خون دل آمد ز غم بجوش
عشق است و مفلسی و جوانی و نوبہار	۶	عذرم پذیر و جرم بذیل کرم بپوش
ای پادشاہ صورت و معنی کہ مثل تو	۷	نادیدہ ہیچ دیدہ و نشنیدہ ہیچ گوش
چندان بمان کہ خرقۂ ازرق کند قبول	۸ ق	بخت جوانت از فلک پیر ژندہ پوش
تا چند ہمچو شمع زبان آوری کنی	۹	پروانۂ مراد رسید ای محب خموش

(۴) دی شب ندا از غیب بگوش دلم رسید
حافظ تو غصہ کم خور و بنشین و می بنوش (۱۰)

اس غزل میں "پادشاہ" سے مراد شاہ شجاع ہے جو امیر مبارز الدین محمد بن مظفر کا بیٹا تھا امیر مبارز الدین کے حکم سے میخانے بند کیے گئے تھے ۔ شاہ شجاع نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ۔ چنانچہ اس غزل میں اور غزل (۱۴۲) ردیف ہذا میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے تفصیلی حالات کے لیے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۴ ۔ ۱۵ اسوا لخمری ۔ اس غزل کے متعلق ایک لطیفہ بھی مشہور ہے ۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۵۴ سوالخمری ۔

(۱) ترجمہ ۔ جرم پوش اور خطا بخش بادشاہ کے عہد میں ۔ حافظ قرابہ کش ہوگیا اور مفتی پیالہ نوش ہوگیا
قرابہ یا قرّابہ شراب رکھنے کا شیشہ صراحی ۔ مطلب یہ ہے کہ شاہ شجاع کے عہد میں حافظ اور مفتی تمام شراب نوش ہوگئے ۔

(۴) ترجمہ۔ شراب خانہ کی کوچہ میں روتے ہوئے اور سر نیچے ڈالے ہوئی جاؤنگا۔ کیونکہ مجھو اپنی بضاعت سے شرم آتی ہی یعنی میری بضاعتِ اعمال بہت تھوڑی ہی۔ قیامت کے دن صاحب میزان کی پاس شرمندہ اور سرنگوں جاؤنگا۔ شاید وہ مجھو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لے۔

(۵) ترجمہ۔ نہ خضر کی عمر ہمیشہ رہیگی اور نہ سکندر کا ملک ہمیشہ رہا۔ ای درویش اس کمینہ دنیا پہ جھگڑا نہ کر۔ مطلب یہ ہی کہ جب خضر کی عمر کا سلسلہ بہی باوجود امتدادِ زمانہ کی آخر کار منقطع ہوجائیگا اور سکندر اعظم جیسے عظیم الشان بادشاہوں کی سلطنت بہی باقی نہیں ہی۔ تو عمر اور دولت کا کیا بھروسہ ہی اس لئی اس دنیائی دوں کے لئے نزاع و جنگ جائز نہیں۔

اے سکندر نہ رہی تیری بہی عالمگیری	آپ کے روز جیا کس سے دارا مارا

(۶) ترجمہ۔ میں اُن شوخ عافیت کش مژگان پر نازاں ہوں۔ جن کی نوک پر آبِ حیات لہریں مارتا ہے۔ یعنے اگرچہ میرے معشوق کی تیرِ مژگاں دل کو زخمی کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کی نوک پر آبِ حیات یا تریاق ہے۔ جو اس زخم کو اچھا کر دیتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ طبیبوں کی آستینوں سے ہزار ہا قطری خون کے ٹپکیں اگر وہ تجربہ کرنے کیلئے میرے زخمی دل پر ہاتھ رکھیں۔

نہ میری نبضوں پر ہاتھ کبھی بلا ہی گرمی حکیم صاحب	مجھی یہ ڈر ہی نصیب عدا کہیں نہ تم کو بخار آئے

(۸) ترجمہ۔ ای دل تو غلام ہی بادشاہ کی شکایت نہ کر۔ کیونکہ ہم دوست پر شکایت کرنا عاشقوں کا کام نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ ای حافظ اُس کمر پر تیرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ گنج قارون سی بہی بڑا خزانہ مہیا کر۔ یعنی معشوق کی کمر پر ہاتھ پہنچانے کے لئی گنج قارون سی بہی زیادہ خزانہ پاس ہونا چاہئی۔ مفلس فقیر کو یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح مشاہدہ ذات کے لئے بہی اعمال صالح کا بہت بڑا سرمایہ ضروری ہے۔

غزل ۱۴۱

سحر ز ہاتف غیبم رسید مژدہ بگوش	۱	کہ دورِ شاہ شجاع است می دلیر بنوش
شد آنکہ اہل نظر بر کنارہ می رفتند	۲ ق	ہزار گونہ سخن بر دہان و لب خاموش
بہ بانگ چنگ بگوئیم آن حکایتہا	۳	کہ از نہفتن او دیگ سینہ میزد جوش

غزل ۱۳

دلم رمیده شد و غافلم من درویش ۱ که آن شکاری سرگشته را چه آمد پیش

چو بید بر سر ایمان خویش میلرزم ۲ که دل بدست کمان ابروئیست کافر کیش

خیال حوصلۂ بحر می پزم هیهات ۳ چهاست بر سر این قطرۂ محال اندیش

بکوی میکده گریان و سرفگنده روم ۴ چرا که شرم همی آیدم ز حاصل خویش

نه عمر خضر بماند نه ملک اسکندر ۵ نزاع بر سر دنیای دون مکن درویش

بنازم آن مژۂ شوخ عافیت کش را ۶ که موج میزندش آب نوش بر سر نیش

ز آستین طبیبان هزار خون بچکد ۷ گرم بتجربه دستی نهند بر دل ریش

تو بندۂ گله از پادشه مکن ای دل ۸ که شرط عشق نباشد شکایت از کم و بیش

(۹) بدان کمر نرسد دست هر گدا حافظ
خزینۂ بکف آور ز گنج قارون بیش (۹)

(۱) ترجمہ ۔ میرا دل بھاگ گیا اور میں درویش ابھی غافل ہوں ۔ (معلوم نہیں کہ اس سرگشتہ شکاری کو کیا پیش آئی ہے ۔ شکاری سرگشتہ سے مراد دل ۔

(۲) ترجمہ ۔ بید کیطرح میں اپنے ایمان کیلئے کانپ رہا ہوں ۔ کیونکہ میرا دل ایک کافر مذہب کمان ابرو کے پاس ہے ۔ یعنی چونکہ میرا دل ایک بت کافر کے قبضہ میں ہے اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایمان بھی ضائع نہ ہو جائے ۔ بید سے مراد بید لرزاں ۔

(۳) ترجمہ ۔ میں سمندر کی فراخی کا خیال پکا رہا ہوں افسوس کہ اس محال اندیش قطرے کو کیا ہو گیا ۔ مطلب یہ ہے کہ میرا دل ایک قطرہ کی مثال ہے اور عشق ایک بحر بے پایاں ہے ۔ قطرہ کی کیا بساط ہے کہ سمندر کی وسعت حاصل کرے ۔ یہ ایک محال یعنی ناممکن بات ہے

غم عشقت فراوان است و من یک غنچہ دل دارم | چہ سان در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیابان را

مطلب یہ ہے کہ روشن ضمیر بادشاہ کا دل نور تجلی کا مقام ہے۔ اگر تو اسکا قرب چاہتا ہے تو تو بھی آئینہ دل کو صاف کر

(۸) ترجمہ۔ اسکے جلال کی تعریف کے سوا اور کوئی ورد دل کیلئے نہ بنا۔ کیونکہ اسکے دل کا کان فرشتہ غیب کے پیام کا محرم ہے

یعنے ہمیشہ اسکے جلال کی تعریف ہی دل میں کرتا رہ۔ کیونکہ اسکا دل پیام غیبی کا محرم ہے۔

(۹) ترجمہ۔ بادشاہ اپنے ملک کی مصلحت کے راز کو خود جانتے ہیں۔ اے حافظ تو ایک گوشہ نشین گدا ہے شور نہ کر۔

مطلب یہ ہے کہ بادشاہ اپنے ملک امور اپنی سلطنت کی بہبودی کے راز کے خود محرم ہیں اور انکو تجھ سے زیادہ اپنے ملک کی مصلحت کا خیال ہے تو ایک گوشہ نشین مسکین آدمی ہے۔ ملکی معاملات میں کیوں شورش پیدا کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حافظ نے یہ غزل اور اسطرح کی باقی تمام غزلیں شاہ شجاع کی منشا کے مطابق ذیر عنوان لکھی ہیں۔ یہ شعر اور گذشتہ دو اشعار گویا ایک قسم کی معذرت ہے کہ بادشاہ ناراض نہ ہو جائے اس شعر کے متعلق دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۵ سو انحعمری

غزل ۱۵

شراب تلخ میخواہم کہ مردافگن بود زورش	۱	کہ تا یکدم بیاسایم ز دنیا و شر و شورش
بیاور می کہ نتوان شد ز مکر آسمان ایمن	۲	بہ لعب زہرہ چنگی و بہرام سلحشورش
کمند صید بہرامی بیفگن جام جم بردار	۳	کہ من پیمودم این صحرا نہ بہرام ست و نہ گورش
نظر کردن بدرویشان منافی بزرگی نیست	۴	سلیمان با چنان حشمت نظرہا بود با مورش
بیا تا در می صافیت راز دہر بنمایم	۵	بشرط آنکہ ننمائی بکج طبعان دل کورش
ز لعل می بنوشم من از جام زمردگون	۶	کہ زاہد افعی وقت ست میسازم ازین کورش
سماط دہر دون پرور ندارد شہد آسائش	۷	مذاق حرص و آز ای دل بشوی از تلخ و از شورش

(۸) کمان ابروی جانان نمی پیچد سر از حافظ
ولیکن خندہ می آید بدین بازوی بی زورش (۸)

(۱) ترجمہ۔ میں تلخ شراب مانگتا ہوں کیونکہ اسکا زور مردافگن ہے۔ تاکہ تھوڑی دیر کیلئے دنیا اور اسکے شور و شر سے آسودہ ہو جاؤں

شراب کو مردافگن اسواسطے کہا ہے کہ جوان آدمی بھی شراب پی کر مست ہو جاتا ہے اور گر جاتا ہے

شراب خانگی از بیم محتسب خوردن	۴	بروی یار بنوشیم و بانگ نوشانوش
ز کوی میکده دوشش بدوش می بردند	۵	امام شهر که سجاده میکشید بدوش
دلا دلالت خیرت کنم براه نجات	۶	مکن بفسق مباهات و زهد هم مفروش
محل نور تجلیست رای انور شاه	۷	چو قرب او طلبی در صفای نیت کوش
بجز ثنای جلالش مساز ورد ضمیر	۸	که هست گوش دلش محرم پیام سروش

(۹) رموز مصلحت ملک خسروان دانند
گدای گوشه نشینی تو حافظا مخروش (۹)

اس غزل کو مئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۴۱۔ ۱۵۱۔ سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت ہاتف غیب نے یہ خوشخبری میرے کانوں میں پہنچائی کہ شاہ شجاع کا زمانہ ہی دلیری سے شراب پی

(۲) ترجمہ۔ وہ زمانہ گیا کہ اہل نظر علیحدگی اختیار کرتے تھے۔ منہ میں ہزاروں باتیں ہوتی تھیں اور لب خاموش ہوتے تھے۔

(۳) ترجمہ۔ اب چنگ کی آواز کے ساتھ ہم وہی باتیں کہتے ہیں۔ جن کے چھپانے سے سینہ کی دیگ جوش کھاتی تھی۔

یہ دو تو شعر قطعہ بند ہیں۔ مطلب یہ ہی کہ اب شاہ شجاع کا زمانہ ہے اور ہر طرح سے آزادی ہے۔ علانیہ شراب پیتے ہیں اور جو دل میں آتی ہے کہتے ہیں۔ امیر مبارز الدین کا وقت گیا۔

(۴) ترجمہ۔ محتسب کے ڈر سے گھر میں ہی شراب پیا کرتے تھے۔ اب معشوق کے سامنے اور "پیو پیو" کی آواز کے ساتھ شراب پیتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ امام شہر جو جانماز کو کندھے پر لئے پھرتا تھا۔ کل اسے شراب خانہ کی کوچے سے کندھے پر اٹھا کر لئے جاتے تھے۔

مطلب یہ ہی کہ زاہد جو ہر وقت سجادہ کندھے پر لئے پھرتا تھا اور اپنے زہد کی نمائش کرتا تھا۔ کل شب شرابخانہ میں شراب پی کر ایسا مست ہوگیا کہ گھر تک چل کر نہ جاسکا۔ لوگ کندھے پر اٹھا کر اسے لے گئے۔ دوش اور دوش میں صنعت تجنیس ہی۔

(۶) ترجمہ۔ اے دل میں تجھے نجات کے رستہ کی نیک رہبری کرتا ہوں۔ فسق پر فخر نہ کر اور زہد فروشی بھی نہ کر۔

فسق۔ خدا کے حکم سے باہر نکلنا۔ گناہ کرنا۔ بدکاری۔ گناہگاری۔ **مباہات**۔ فخر کرنا۔ مطلب یہ ہی کہ اپنے زہد کی نمائش بھی نہیں کرنی چاہیے اور گناہگاری پر فخر بھی نہیں کرنا چاہیے۔

(۷) ترجمہ۔ بادشاہ کی روشن رائے نور تجلی کا مقام ہی۔ اگر تو اسکا قرب چاہتا ہی تو نیت کو صاف کرنے کی کوشش کر

ہنسی اس بات پر آتی ہے کہ ایسی پر زور چیز کو حافظ جیسے کمزور آدمی پر استعمال کرتا ہے۔ دیکھو شعر د ۱۴۲!

غزل ۱۶۱

صوفی گلی بچین و مرقع بخار بخش	۱	وین زہد خشک را بمی خوشگوار بخش
طامات و زرق در رہ آہنگ چنگ نہ	۲	تسبیح و طیلساں بمی و میگسار بخش
زہد گراں کہ ساقی و شاہد نمی خرند	۳	در حلقہ چمن بہ نسیم بہار بخش
راہم شراب لعل زد ای میر عاشقاں	۴	خون مرا بچاہ زنخداں یار بخش
یارب بوقت گل گنہ بندہ عفو کن	۵	وین ماجرا بسرو لب جویبار بخش
ای آنکہ رہ بمشرب مقصود بردہ	۶	زین بحر قطرہ بمن خاکسار بخش
شکرانہ کہ روی ترا چشم بد ندید	۷	ما را بعفو و لطف خداوندگار بخش

(۸) ساقی چو شاہ نوش کند بادہ صبوح
گو جام زر بہ حافظ شب زندہ دار بخش (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے صوفی پھول چن اور خرقہ کو کانٹوں کے حوالہ کر دے اور اس خشک زہد کو خوشگوار شراب پر قربان کر دے۔ ظاہر ہے کہ پھول چنتے وقت کپڑے کانٹوں کے حوالہ کرنے پڑتے ہیں یعنی کپڑے پھٹ جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زہد خشک چھوڑ کر عشق اختیار کر اور گوہر مقصود حاصل کرنے میں تکلیفیں برداشت کر۔

(۲) ترجمہ۔ لاف گزاف اور ریاکاری کو آواز چنگ کے رستہ میں ڈال دے تسبیح اور چادر کو شراب اور شراب فروش کے حوالہ کر دے طیلساں تالسان کا معرب ہے۔ ایک قسم کی چادر جو قاضی اور خطیب پہنتے ہیں۔ یہ لفظ طیلَساں طیلِساں طیلُساں ہر طرح درست ہے۔

(۳) ترجمہ۔ زہد گراں کو جسے ساقی اور معشوق نہیں خریدتے چمن کے حلقہ میں نسیم بہار کے حوالہ کر دے۔ زہد گراں سے مراد وہ زہد ریا آمیز جس پر فخر کیا جائے مطلب یہ ہے کہ ایسے زہد کی معشوق کے دربار میں کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔ اس زہد کو چھوڑ اور باغ میں جا کر صنعت کردگار دیکھ اور اس کی تعریف کر۔

(۲) ترجمہ۔ شراب لا کیونکہ آسمان کی مکر سے محفوظ نہیں ہو سکتے۔ زہرہ چنگی کی کہیل اور اسکی سلحشور بہرام کی وجہ سے۔

زہرہ۔ ایک ستارے کا نام ہے۔ جیسے رقاصۂ فلک۔ مطرب فلک وغیرہ بہی کہتے ہیں۔ دنیا میں رقص و سرود اسی کے اثر سے ہے زہرہ کو زہرۂ چنگی بہی اسی رعایت سے کہا ہے۔ بہرام سے یہاں مراد ستارۂ مریخ۔ دنیا میں خون ریزی۔ لڑائی شجاعت اسی کے اثر سے ہے۔ سلحشور۔ ہتھیار والا سپاہی۔ مرکب ہے سلح اور شور سے۔ سلح مخفف سلاح بمعنی ہتھیار اور شور از مصدر شوریدن۔ یعنی زیادہ ہتھیار استعمال کرنے والا۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان زہرہ و مریخ وغیرہ سیارگان کی وجہ سے جو مکر کرتا ہے اس سے امین نہیں ہو سکتے بغیر اسکے کہ شراب پئیں اور اسکی برکت سے مکر آسمان سے محفوظ ہو جائیں

(۳) ترجمہ۔ بہرام کی شکار کیلئے کمند نہ ڈال اور جام مے لے۔ کیونکہ میں اس صحرا میں بہت پہرا ہوں نہ بہرام دیکہا نہ اسکا گور

بہرام۔ عراق کے ایک بادشاہ کا نام جو بہت عادل اور سخی تہا۔ چونکہ اکثر گورخر کا شکار کرتا تہا اسی لئے اسے بہرام گور کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ دنیا فانی ہے نہ بہرام رہا ہے نہ اسکی گور۔ اس لئے بہرام بننے کی کوشش نہ کر جام شراب لے اور پی۔

نوشتست بر گور بہرام گور — کہ دست کرم بہ ز بازوی زور

اگر گیتی عالم بمردی و زور — ولیکن نبردیم با خود بگور

(۴) ترجمہ۔ درویشوں پر مہربانی کرنا بزرگی کے منافی نہیں سلیمان باوجود اتنی جاہ و حشمت کے چیونٹیوں کا بہی خیال رکہتا تہا۔

(۵) ترجمہ۔ آ تاکہ تجہے صاف شراب میں زمانہ کا راز دکہاؤں بشرطیکہ تو وہ راز کور دل کج طبع لوگوں کو نہ بتائے۔

شراب کے کاشف رازِ دہر ہونے کے متعلق دیکہو شعر الف ۳/۴ ت ۵۶/۴۴ ش ۴۔

(۶) ترجمہ۔ میں زمرد کے رنگ والی پیالہ سے شراب سرخ پیتا ہوں کیونکہ زاہد زمانہ کا سانپ ہے اسکو اس کے سبب اندہا کرتا ہوں

زمرد۔ ایک سبز رنگ جوہر ہے۔ کہتے ہیں کہ اسکے سامنے لانے سے سانپ اندہا ہو جاتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ کمینہ پرور زمانہ کے دسترخوان پر آرام کا شہد نہیں ہے۔ اے دل حرص اور لالچ کا مذاق اسکی کڑواہٹ اور نمکینی سے دہو ڈال۔

سماط۔ دسترخوان۔ مذاق۔ ذائقہ کا مقام۔ یعنی منہ۔ زبان۔ حلق وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ زمانہ کے دسترخوان پر آرام کی شیرینی موجود نہیں ہے۔ صرف رنج و تعب کی کڑواہٹ اور نمکینی ہے۔ حرص و آز کے منہ میں یہی کڑواہٹ ڈال۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زمانہ سے آسودگی کی امید نہ رکہہ۔

(۸) ترجمہ۔ معشوق کے ابرو کی کمان حافظ سے منہ نہیں پہیرتی۔ لیکن مجہے اسکی اس طاقت در بازو پر ہنسی آتی ہے۔

(۱۰)	دل حافظ کہ بدیدار تو خوگر شدہ است ناز پرورد وصالست مجو آزارش	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ بلبل کا خیال صرف یہی ہے کہ پھول اسکا دوست ہوگیا۔ پھول اس خیال میں ہے کہ اس پر شیدا کس طرح کرے۔
یعنے عاشق اس خیال میں ہے کہ معشوق اس پر مہربان ہوگیا اور معشوق اس خیال میں ہے کہ کس طرح عاشق پر مشق ستم کرے
(۲) ترجمہ۔ معشوق کا صرف یہی کام نہیں کہ عاشقوں کو قتل کرے۔ آقا وہی ہوتا ہے جسکو اپنے نوکروں کا خیال بھی ہو۔

غمم دادی و غمخواری نکردی		دلم بردی و دلداری نکردی
(اکبر) دل لیا پر آپنے فرمائی دلداری نہ کی		غم دیا اپنا مگر پروائے غمخواری نہ کی

(۳) ترجمہ۔ جائز ہے اگر لعل کا دل رشک سے خون ہوجائے۔ اس افسوس سے کہ ٹھیکری کی قدر بازار کو سرد کر رہی ہے۔
تغابن۔ ایک دوسرے کا نقصان کرنا۔ زیانکاری۔ مجازاً معنے افسوس۔ مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں نااہل آرام و
تنعم میں ہیں اور اہل کمال ہزار طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اسلئے اگر اہل کمال کا دل اس افسوس سے خون ہو
جائے۔ تو کوئی عجیب بات نہیں۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ردیف ب ۳۵!
(۴) ترجمہ۔ بلبل نے پھول کے فیض سے یہ نغمہ سنجی سیکھی ہے۔ ورنہ یہ قول و غزل اسکی چونچ میں بات نہیں تھی۔
یعنے بلبل کو یہ دلکش نغمہ سرائی پھول کے عشق نے سکھائی ہے ورنہ یہ غزل گوئی فطرتاً اسکی چونچ میں نہ تھی۔ شاعر کے دل میں
بھی جب تک درد عشق نہ ہو۔ موثر اور دلپذیر غزلیں نہیں کہہ سکتا۔

کہ خلق از ذکر ایشان لب ببستند		بسا مرغان خوش الحان کہ هستند
(جامیؒ) حدیث بلبل و پروانہ گویند		چو اہل دل ز عشق افسانہ گویند

(۵) ترجمہ۔ وہ سفر پر گیا ہوا کہ جسکے ساتھ دلوں کے سو قافلے ہیں۔ اے خدا جہاں کہیں بھی وہ ہو اسے سلامت رکھ
اس شعر میں کسی خاص عزیز کی طرف اشارہ ہے جو سفر پر گیا ہوا ہوگا۔
(۶) ترجمہ۔ اگر نفس و ہوا کے وسوسہ سے دور رہوتا۔ تو بیشک اسکی حرم دیدار میں بار یابی ہوتی
یعنے ہوا و ہوس کی مطابعت چھوڑنے سے مشاہدہ معشوق ہو سکتا ہے۔
(۷) ترجمہ۔ اے وہ شخص جو ہمارے معشوق کے کوچہ سے گذرتا ہے۔ خبردار رہ کہ اسکی دیواریں سر توڑ دیتی ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ کوئی معشوق سے دل و دین کو سلامت لیجانا محال ہے۔

(۴) ترجمہ — اے عاشقوں کے سردار شراب صبح نے (میرا دل و دین) غارت کر دیا معشوق کے چاہ زنخداں کو میرا خون بخشدے۔
یعنے معشوق کے چاہ زنخداں میں اگر میری جان جاتی رہے تو مواخذہ نہ کر۔

(۵) ترجمہ — اے خدا موسم بہار میں بندہ کے گناہ کو معاف کر دے۔ اور یہ ماجرا لب نہر کے سرو کے طفیل بخشدے۔
مطلب یہ ہے کہ موسم بہار میں اگر سرو لب جو کے نیچے بیٹھکر عاشق شراب پئے تو وہ قابل معافی ہے۔ کیونکہ موسم بہار میں باغ کا نظارہ توبہ شکن ہوتا ہے۔

(۶) ترجمہ — اے مخاطب تو مشرب مقصود پر پہنچ گیا ہے۔ اس بحر سے ایک قطرہ مجھ خاکسار کو بھی عطا کر مشرب پینے کی جگہ لہذا مشرب و بحر کی رعایت اور قطرہ و خاک کا مقابلہ لطیف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تو گوہر مقصود حاصل کر چکا ہے۔ میری بھی مدد کر۔

(۷) ترجمہ — اس بات کے شکریہ میں کہ تجھے چشم بد سے نقصان نہیں پہنچا ہے خدا کے عفو و لطف کے طفیل معاف کر دے۔

(۸) ترجمہ — اے ساقی جس وقت بادشاہ شراب صبح پئے تو اس کو کہہ کہ ایک زریں پیالہ شب بیدار حافظ کو بھی عطا کرد
صبوح و شب کا مقابلہ لطیف ہے۔ اپنی شب بیداری کے طفیل ساقی کے ذریعہ سے پیالہ شراب طہور کی درخواست کرتا ہے

غزل (۷۱)

فکر بلبل ہمہ آنست کہ گل شد یارش	۱	گل در اندیشہ کہ چوں عشوہ کند در کارش
دلربائی ہمہ آں نیست کہ عاشق بکشند	۲	خواجہ آنست کہ باشد غم خدمتگارش
جای آنست کہ خون موج زند در دل لعل	۳	زیں تغابن کہ خزف می شکند بازارش
بلبل از فیض گل آموخت سخن ورنہ نبود	۴	ایں ہمہ قول و غزل تعبیہ در منقارش
آں سفر کردہ کہ صد قافلہ دل ہمرہ اوست	۵	ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش
اگر از وسوسۂ نفس و ہوا دور شدے	۶	بیشکی رہ ببرے در حرم دیدارش
ای کہ از کوچۂ معشوقۂ ما میگذری	۷	باخبر باش کہ سر می شکند دیوارش
صحبت عافیتت گرچہ خوش افتاد ای دل	۸	جانب عشق عزیز ست فرومگذارش
صوفی ار سرخوش ازنیست کہ کج کرد کلاہ	۹	بدو جام دگر آشفتہ شود دستارش

معشوق مل جائے

یعنے نئے نئے خیالات منظوم کرتا ہوں۔ تاکہ اس طریقہ سے کوئی معشوق ہاتھہ آجائے۔ یا کوئی قدردان مل جائے۔

(۴) ترجمہ۔ صحبت کی رات کو غنیمت جان اور اچھی طرح سے خوشدلی کرے۔ کیونکہ چاندنی دل فروز ہے اور باغ کا گوشہ خوش نما ہے۔

(۵) ترجمہ۔ ساقی کی آنکھوں کے پیالہ میں نام خدا کیسی شراب ہے کہ عقل کو ساتہہ مستی کرتی ہے اور اسکو اچھا خمار لاتی ہے

بنام ایزد۔ نام خدا۔ کلمہ تحسین و تعجب۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی مست آنکھیں ہوش رباہیں۔

بخیال چشم کہ میزند قدح جنون دل تنگ ما	(بیدل)	کہ ہزار میکدہ مے دود بر کاب گردش رنگ ما	
	مے حاجت نیست مستیم را		در چشم تو تا خمار باشد (امیر خسرو)

(۶) ترجمہ۔ جس شخص کے دل پر کسی دلبر کے عشق کا بوجھہ ہے۔ اسے کہو کہ آگ پر سپند جلاؤ کہ وہ بہت اچھا کاروبار رکھتا ہے یعنے جس شخص کے دل میں غم عشق ہو وہ بہت خوش نصیب ہے۔ اسلئے اسکو چاہئے کہ آگ پر سپند ڈالے تاکہ نظر بد سے محفوظ رہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تیری عمر غفلت میں گذر گئی ہمارے ساتہہ شرابخانہ میں آ کہ مست شوخ معشوق تجھکو کوئی اچھا کام سکھلادے

شنگول کے لئے دیکھو شعر شرح ۱۱۔ مطلب یہ ہے کہ عمر غفلت میں گذری شرابخانہ میں چل تاکہ تجھے کاروبار عشق کی تعلیم دیں۔

غزل ۱۹

ما آزمودہ ایم درین شہر بخت خویش	۱	باید برون کشید ازین ورطہ رخت خویش
از بسکہ دست می گزم و آہ می کشم	۲	آتش زدم چو گل بتن لخت لخت خویش
دوشم ز بلبلی چہ خوش آمد کہ می سرود	۳ ق	گل گوش پہن کردہ ز شاخ درخت خویش
کای دل صبور باش کہ آن یار تندخوی	۴	بسیار تندخوی نشیند ز بخت خویش
گر موج خیز حادثہ سر بر فلک زند	۵	عارف بآب تر نکند رخت بخت خویش
خواہی کہ سخت و سست جہان بر تو بگذرد	۶	بگذر ز عہد سست و سخنہای سخت خویش

(۸) ترجمہ۔ اے دل اگرچہ آرام کی صحبت تجھے اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن عشق کا پہلو بھی عزیز ہے اسے نہ چھوڑ۔

یعنے عشق نہ کرنے میں آرام تو بیشک ہے لیکن عشق میں بھی ایک عجیب لطف ہے۔ اسے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

(۹) ترجمہ۔ صوفی اگر اسی بات سے خوش ہے کہ اس نے ٹوپی ٹیڑھی رکھی تو ایک دو پیالے اور پی کر اسکی پگڑی بھی کھل جائیگی

یعنے مغرور صوفی کی متانت بھی شراب کی مستی کا مقابلہ نہ کر سکیگی۔

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ کا دل جو تیرے دیدار کا عادی ہوگیا ہے۔ وصال کا ناز پروردہ ہے اسکو تکلیف نہ دے۔

یعنے اپنے ہجر کی تکلیف اسے نہ دے۔

غزل (۱۸)

کنار آب و پای بید و طبع شعر و یاری خوش	۱	معاشر دلبر شیرین و ساقی گلعذاری خوش
الا ای دولت طالع کہ قدر وقت میدانی	۲	گوارا بادت این عشرت کہ داری روزگاری خوش
عروس طبع را زیور ز فکر بکر می بندم	۳	بود کز نقش ایامم بدست افتد نگاری خوش
شب صحبت غنیمت دان و داد خوشدلی بستان	۴	کہ مہتاب دل افروزست و طرف لالہ زاری خوش
چہ می در کاسۂ چشم است ساقی را بنام ایزد	۵	کہ مستی میکند با عقل و می آرد خماری خوش
ہر آنکس را کہ بر خاطر ز عشق دلبری باریست	۶	سپندی گو بر آتش نہ کہ داری کار و باری خوش

(۷)	بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمیخانہ کہ شنگولان سرمستت بیاموزند کاری خوش	(۸)

(۱) ترجمہ۔ پانی کا کنارہ بید کا سایہ طبیعت موزون اور حسین معشوق۔ ہمصحبت شیرین دلبر اور ساقی ایک خوبصورت گلرو۔

مطلب یہ ہے کہ خوبی قسمت سے یہ تمام نعمتیں حاصل ہیں اور عجیب لطف کی مجلس ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اے اُو بخت بیدار وقت کی قدر کر۔ یہ عیش تجھے نصیب ہو کہ تو اچھا وقت رکھتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ طبیعت کی عروس کو تازہ خیالات کا زیور پہناتا ہوں۔ شاید کہ زمانہ کی مساعدت سے کوئی خوبصورت

سخت کا مقابلہ لطیف ہے

(۷) ترجمہ ۔ اے حافظ اگر دائمی مراد حاصل ہوتی ۔ تو جمشید بھی اپنے تخت سے دور نہ ہوتا ۔
یعنے جب جمشید کی بزم عشرت ہی نہیں رہی ۔ تو اور کس کو دائمی مراد حاصل ہوسکتی ہے دنیا کی ناپائداری بتائی ہے

غزل (۲۰)

مجمع خوبی و لطف است عذار چو مہش	۱	لیکنش مہر و وفا نیست خدایا بدہش ۔
دلبرم شاہد و طفل است و بازی روزے	۲	بکشد زارم و در شرع نباشد گنہش ۔
چاردہ سالہ بتی چابک و شیریں دارم	۳	کہ بجاں حلقہ بگوش است مہ چاردہش ۔
من ہماں بہ کہ ازو نیک نگہدارم دل	۴	کہ بد و نیک ندیدہ است و ندارد نگہش
بوی شیر از لب ہمچوں شکرش مے آید	۵	گرچہ خوں میچکد از شیوۂ چشم سیہش
در پی آں گل نورستہ دل ما یارب	۶	خود کجا شد کہ ندیدیم دریں چند گہش
یار دلدار من ار قلب بدینساں شکند	۷	ببرد زود بہ سرداری خود پادشہش ۔
(۸)	جاں بشکرانہ کنم صرف گر آں دانہ دُر صدف دیدۂ حافظ شود آرامگہش	(۸)

(۱) ترجمہ ۔ اسکا چاند جیسا چہرہ خوبی و لطف کا مجموعہ ہے لیکن اس میں مہر و وفا نہیں خدایا اسے مہر و وفا بھی دے ۔

(۲) ترجمہ ۔ میرا دلبر معشوق ہے اور لڑکا ہے کسی دن کھیل کھیل میں مجھے بیرحمی سے مار ڈالے گا اور شریعت میں اس سے باز پرس بھی نہ ہوگی قانون و شریعت میں طفل نابالغ کا فعل قابل مواخذہ نہیں ہوتا اور کھیل میں تو ارادۂ قتل بھی نہیں ہوتا ۔

(۳) ترجمہ ۔ میں چودہ سالہ میاں اور شیریں معشوق رکھتا ہوں ۔ کہ چودھویں کا چاند بھی دل و جان سے اسکا حلقہ بگوش ہے ۔

(۴) ترجمہ ۔ یہی بہتر ہے کہ میں اپنے دل کو اس سے اچھی طرح بچا کر رکھوں ۔ کیونکہ اس نے نیک و بد دیکھا نہیں اور میرے دل کی نگہداشت نہیں کریگا
یعنے ناتجربہ کار ہے اور میرے دل جیسی نازک چیز کو محفوظ نہیں رکھے گا ۔ اسلئے بہتر یہی ہے کہ میں اپنے دل کی خود نگہداشت کروں اور اسکے حوالے نہ کروں ۔

(۸)	ای حافظ ار مراد میسر شدی مدام جمشید نیز دور نماندی ز تخت خویش	(۸)

(۱) ترجمہ۔ ہم نے اس شہر میں اپنا بخت آزمایا ہے اس گرداب سے اپنا اسباب باہر لیجانا چاہیئے۔

یعنے اس شہر میں تو ہمیں آرام نصیب نہ ہوا۔ اب کسی اور جگہ جانا چاہیئے۔ اس شہر سے شہر شیراز سمجھے یا یہ دارِ فانی۔ خواجہ صاحب کو ہر چند اہل شیراز سے گلہ و شکایت تھی۔ مگر رکنا باد کے پانی اور مصلی کی خاک نے انہیں اور کہیں کا نہ چھوڑا

(۲) ترجمہ۔ ازبسکہ میں ہاتھ کاٹتا ہوں اور آہیں کھینچتا ہوں۔ پھول کیطرح میں نے اپنی پارہ پارہ جسم میں آگ لگا دی ہے۔

پھول اسرخ آتشیں رنگ ہوتا ہے اور مختلف پنکھڑیوں کا مجموعہ ہوتا ہے گویا اسکے تن لخت لخت میں آگ لگی ہے۔

دست گزیدن سے مراد دستِ حسرت گزیدن۔

(۳) ترجمہ۔ کل مجھے بہت اچھا معلوم ہوا کہ بلبل گاتی تھی اور پھول نے اپنے پودے کی شاخ سے کان کھولے تھے۔

(۴) ترجمہ۔ کہ اے دل صبر کر کہ وہ تند خو معشوق اپنے بخت کی وجہ سے اسقدر تند خو بیٹھا ہے۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ دوسرا شعر بلبل کا مقولہ ہے مطلب یہ ہے کہ کل بلبل کہتی تھی اور پھول سنتا تھا کہ اے دل صبر کر کیونکہ معشوق کی تند خوئی اپنے بخت کی وجہ سے ہے۔ پھول کی بہار چونکہ چند روزہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ خود اپنی ناپائداری پر تند بیٹھا ہے۔ بلبل کی دل آزاری مطلوب نہیں۔

	بھلا گل تو تو ہنستا ہے ہماری ناثباتی پر		تیا روتی ہے کس کی ہستی موہوم پر شبنم	

اسی مضمون پر دیکھو شعرت ۵۴/۲

(۵) ترجمہ۔ اگر حوادث کی تند موج آسمان تک بھی پہنچ جائے۔ تو عارف اپنے بخت کے اسباب کو پانی سے تر نہیں ہونے دیتا

حوادثِ دہر کو پانی کی موج سے تشبیہ دی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر حوادث کی موج آسمان تک بھی چڑھ جائے اور زمین و آسمان کے اندر حوادث کی ہی موج پھیل جائے۔ تو بھی عارف اس موج سے اپنا دامن تر نہیں ہونے دیگا یعنی عارف کے دل پر حوادث کا کچھ اثر نہ ہوگا۔

	پختہ طبعوں پر حوادث کا نہیں ہوتا اثر		کوہساروں میں نشانِ نقشِ پا ملتا نہیں	(اکبر)

(۶) ترجمہ۔ اگر تو چاہتا ہے کہ جہاں کی سختی سستی کا تجھ پر اثر نہ ہو۔ تو اپنی سست (کچے) وعدوں اور سخت باتوں سے باز آجا۔

یعنے عاشقوں سے جھوٹے وعدے اور سخت کلامی نہ کر تاکہ جہاں کی سختی نرمی کا تجھ پر اثر نہ ہو۔ سخت دست اور سست و

(۱) ترجمہ۔ مجھ اپنے دل کے ساتھہ ایک مشکل کام ہی کہ جس مشکل کو میں بیان بھی نہیں کر سکتا۔

(۲) ترجمہ۔ تیرا خیال جانتا ہی اور میری جان کہ غم کی وجہ سی ہر رات مجھ اپنے دل کے ساتھہ کیا ماجرا ہوتا ہی۔
یعنے تیرے خیال میں رات بھر دل و جان غم سی بسر کرتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ جو پیچھے رہ گئی ہیں انکو بھی آخر یاد کر۔ اے دوست تو اپنے محمل کو کیوں تیز لئے جاتا ہی۔
مطلب یہ ہی کہ سفر میں سوار کو اپنے پیادہ ہمراہیوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے اس طرح سفر دنیا میں طاقت ور لوگوں کو کمزوروں کی نگہداشت کرنی چاہیئے۔ اسی مضمون پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

اے قافلہ سالار چنیں تند چہ رانی	آہستہ کہ در کوہ دگر بار پسانند

(۴) ترجمہ۔ میں مجنوں کی طرح کوہ و صحرا میں بہت پھرا۔ تاکہ شاید اپنی منزل کا کوئی سراغ ملے۔ لیکن نہ ملا۔

(۵) ترجمہ۔ میں پہلی ہی منزل میں لوٹا گیا میری کشتی کبھی اپنے ساحل پر نہ لگی۔
راہ افتادن۔ ڈاکہ پڑنا۔ رستہ کا لٹنا۔ نقصان پہنچنا۔ (محاورہ ہی) کم بمعنے نفی۔ بعض دیوانوں میں "کم" کی بجائے "گم" ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ میری کشتی اپنے ساحل پر ہی گم ہوگئی۔ یعنی چلنے سے پہلے ہی غرق ہوگئی۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کتنے فرصت کے موقع ضائع کر دیئے اپنے غافل خوابناک بخت کی وجہ سی۔
یعنے اپنی بدبختی اور غفلت سی کئی موقع ہاتھہ سی جاتے رہے۔ اور ہم نے کچھہ نہ کیا۔

(۷) ترجمہ۔ آخر ہماری رستہ میں تیز روی تھوڑی کر۔ جب حافظ نے اپنے جسم کو خاک کر دیا ہے۔
آب و گل سی مراد جسم۔ تن۔ وجود۔ مطلب یہ ہی کہ حافظ نے اپنے وجود کو خاک کر کے راہ میں ڈال دیا ہی۔ اس لیے تو اس رستہ میں اتنی تندرانی اور جولانی نہ کر۔

غزل (۲۲)

ہاتفے از گوشۂ میخانہ دوش	۱	گفت ببخشند گنہ می بنوش
عفو الٰہی بکند کار خویش	۲	مژدۂ رحمت برساند سروش
این خرد خام بمیخانہ بر	۳	تا می لعل آوردش خون بجوش

(۵) ترجمہ۔ اس کے شکر جیسے لبوں سے اب تک دودھ کی بو آتی ہے۔ اگرچہ اُسکی سیاہ آنکھوں کے شیوہ سے خون ٹپکتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اُسکی سیاہ آنکھیں خونخوار ہیں لیکن ابھی تک وہ بچہ ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعرت ۳۱/۴ شیر اور شکر کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ یا خدا اس گلِ نورستہ کے پیچھے ہمارا دل کدھر چلا گیا کہ ہم نے اتنے دنوں سے اُسے نہیں دیکھا۔

(۷) ترجمہ۔ میرا دل دار معشوق اگر اسی طرح سے قلب شکنی کریگا۔ تو بادشاہ جلدی ہی اسے اپنی سرداری میں لیگا۔
قلب۔ (۱) دل (۲) لشکر کا درمیانی حصہ۔ یہاں دونو معنوں کیطرف اشارہ ہے۔ صنعت ایہام ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اگر میرا معشوق اسی طرح قلب شکنی (دل شکنی) کرتا رہا تو بادشاہ اُسے فوج کا سپہ سالار بنا دیگا۔ تاکہ دشمنوں کے لشکر کے قلب کو شکست دے۔

(۸) ترجمہ۔ میں جان شکرانہ میں قربان کردونگا اگر حافظ کی آنکھوں کی صدف اس موتی کے دانہ کی آرام گاہ ہو جائے۔
مطلب یہ ہے کہ اگر معشوق حافظ کی آنکھوں میں منزل بنا لے تو حافظ اس شکرانہ میں جان قربان کردیگا یعنی اگر مشاہدۂ ذات نصیب ہو تو جان قربان کردوں اور ظاہر ہے کہ جان قربان کرنے کے بغیر مشاہدہ نصیب بھی نہیں ہوتا

غزل ۲۱

مرا کاریست مشکل با دلِ خویش	۱	کہ گفتن می نیارم مشکل خویش	
خیالت در اندو جان من از غم	۲	کہ ہر شب در چہ کارم با دل خویش	
ز واپس ماندگان یاد کن آخر	۳	چہ رانی تند یارا محمل خویش	
بگشتم چو مجنوں کوہ و صحرا	۴	مگر یابم سراغ از منزل خویش	
مراد اول منزل رہ افتاد	۵	کم آمد کشتیم در ساحل خویش	
چہ فرصتہا کہ گم کردم درین راہ	۶	ز بخت خوابناک غافل خویش	

(۷) کم از جولانے آخر در رہِ ما
چو حافظ خاک کرد آب و گل خویش (۷)

(۷) ترجمہ۔ دین کا عالم شاہ شجاع جس کے حکم کا حلقہ روح الامین کے کان میں ہے

یعنے روح الامین بھی شاہ شجاع کا حلقہ بگوش ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے عرش کی بادشاہ اسکی مراد پوری کر۔ اور چشم بد کے خطرے سے اسے محفوظ رکھ۔

ملک العرش سے مراد خدا۔ **گوش داشتن**۔ متوجہ ہونا۔ محافظت کرنا۔ نگاہ رکھنا۔ بچانا۔ سنبھالے رکھنا۔ شاہ شجاع کے حق میں دعا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ کی رندی عیب پوش بادشاہ کی بخشش کے مقابلہ میں کوئی بڑا گناہ نہیں۔ یعنے بخشی جائیگی۔

غزل ۲۳

یارب آن نوگل خندان که سپردی بمنش۔	۱	می سپارم بتو از چشم حسود چمنش
همره او ست دلم باد بهر جا که رود	۲	همت اهل کرم بدرقه جان و تنش
گر بسر منزل سلمی رسی ای باد صبا	۳	چشم دارم که سلامی برسانی ز منش
بادب نافه کشائی کن ازان زلف سیاه	۴	جای دلهای عزیز ست بهم بر مزنش
چون دلم حق وفا با خط و خالش دارد	۵	محترم دار در آن طره عنبر شکنش
گرچه از کوی وفا گشت بصد مرحله دور	۶	دور باد آفت دور فلک از جان و تنش۔
در مقامیکه بیاد لب او می نوشند۔	۷	سفله آن مست که باشد خبر از خویشتنش
عرض و مال از در میخانه نشاید اندوخت	۸	هر که این آب خورد رخت بدریا فگنش
هر که ترسد ز ملال انده عشقش نه حلال	۹	سر ما و قدمش یا لب ما و دهنش۔

(۱۰) شعر حافظ همه بیت الغزل معرفت است
آفرین بر نفس دلکش و لطف سخنش (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ اے خدا وہ نوشگفتہ پھول جسے تو نے میرے حوالہ کیا۔ باغ کے حاسدوں کی آنکھ سے میں اسے تیرے حوالے کرتا ہوں

عفو خدا بیشتر از جرم ماست	۴	نکتهٔ سربسته چه گوئی خموش
گرچه وصالش نه بکوشش دهند	۵	هر قدر ای دل که توانی بکوش
گوش من و حلقهٔ گیسوے یار	۶	روی من و خاک در می فروش
داور دین شاہ شجاع آنکه کرد	۷	روح قدس حلقهٔ امرش بگوش
ای ملک العرش مرادش بده	۸	وز خطر چشم بدش دار گوش

(۹) رندی حافظ نه گناهیست صعب
با کرم پادشه عیب پوش (۹)

(۱) ترجمہ۔ میخانہ کے گوشہ سے کل ایک ہاتفِ غیب نے آواز دی کہ گناہ بخش دینگے شراب پیو۔

(۲) ترجمہ۔ غیب کا خوشخبری سنانے والا رحمت کی یہ خوشخبری سناتا ہے کہ خدا کی بخشش اپنا کام کر گئی۔

(۳) ترجمہ۔ اس کچی عقل کو شراب خانہ میں لیجا۔ تاکہ سرخ شراب اسکی خون کو جوش میں لائے۔

یعنے شراب عقلِ خام کو پختہ کر دیتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ خدا کی بخشش ہمارے جرموں سے زیادہ ہے۔ یہ پوشیدہ راز ہے۔ کیوں بتاتا ہے۔ خاموش رہ۔
فی الحقیقت خدا کی بخشش اور عفو ہمارے گناہوں سے بہت زیادہ ہے لیکن یہ نکتہ ہر نا اہل کے کانوں تک نہیں پہنچانا چاہیے کیونکہ اسکا اثر ایسے لوگوں کے دلوں پر برا ہوتا ہے۔

اے آنکہ پدید گشتم از قدرت تو	پروردہ شدم بناز و نعمت تو	
صد سال بامتحاں گنہ خواہم کرد	یا جرمِ من است بیش یا رحمت تو	(عمر خیام)

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ اسکا وصال کوشش سے نہیں ملتا لیکن اے دل جہاں تک ہوسکتا ہے تو کوشش کر۔
یہاں خواجہ صاحب نے پہ مسئلہ جبر و اختیار پر اپنی میانہ روی کا ثبوت دیا ہے جو عین تعلیم اسلامی کے مطابق ہے۔
خواجہ صاحب جابجا جد و جہد اور سعی و عمل کی تعلیم دیتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی بتاجاتے ہیں کہ ہماری کوششوں کا نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ دیکھو شعر د ش ۵/۲ ش ۵/۴ ش ۶/۱

(۶) ترجمہ۔ میرا کان ہے اور گیسوے یار کا حلقہ۔ میرا چہرہ ہے اور در میفروش کی خاک
یعنے میں زلفِ معشوق کا اسیر ہوں اور میفروش کے دروازہ کی خاک پر سر رکھا ہے۔

غزل ۲۴

ای همه شکل تو مطبوع و همه جای تو خوش	۱	دلم از عشوهٔ شیرین شکرخای تو خوش
همچو گلبرگ طری هست وجود تو لطیف	۲	همچو سرو چمنی هست سراپای تو خوش
هم گلستان خیالم ز تو پر نقش و نگار	۳	هم مشام دلم از زلف سمنسای تو خوش
شیوهٔ ناز تو شیرین خط و خال تو ملیح	۴	چشم و ابروی تو زیبا قد و بالای تو خوش
پیش چشم تو بمیرم که بدان بیماری	۵	میکند درد مرا از رخ زیبای تو خوش
در رهِ عشق که از سیل وفا نیست گذار	۶	می کنم خاطر خود را بتمنای تو خوش

(۷) در بیابان فنا گرچه ز هر سو خطرست
می رود حافظ بیدل بتولای تو خوش (۷)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تیری تمام شکل دلپذیر اور تیرے تمام اعضا خوشنما ہیں میرا دل تیری شیریں شکرخا عشوہ سے خوش ہے۔

(۲) ترجمہ۔ پھول کی تر و تازہ پنکھڑی کی طرح تیرا جسم لطیف ہے۔ اور سرو چمنی کی طرح تیرے تمام اعضا خوشنما ہیں۔
سراپا۔ معشوق کے تمام اعضا۔ معشوق کے تمام اعضا کی تعریف۔

(۳) ترجمہ۔ میرے خیالات کا باغ بھی تجھ سے پر نقش و نگار ہے اور میرے دل کا مشام بھی تیری سمن بو زلف سے معطر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیری ناز کا شیوہ شیریں ہے اور تیرے خط و خال ملیح ہیں۔ تیری آنکھ اور ابرو زیبا ہیں اور تیرا قد بالا خوشنما ہے۔
ملیح۔ نمکین۔ سبز رنگ۔ گندمی رنگ

(۵) ترجمہ۔ میں تیری آنکھوں کے سامنے مرجاؤں [illegible] تیرے خوبصورت چہرہ کے ذریعے اچھا کرتی ہے۔
معشوق کی مست آنکھ کو بیمار کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ تیری چشم بیمار کے سامنے ہی مروں کیونکہ تیری آنکھ اپنی بیماری (مستی) کے باوجود تیرے خوبصورت چہرے کے سامنے میرے درد کو اچھا کرتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ عشق کی راہ میں جہاں سیلاب فنا سے گذر نا مشکل ہے۔ میں اپنے دل کو تیری تمنا میں خوش رکھتا ہوں۔
یعنے عشق کی راہ اگرچہ خطرناک ہے اور سیلاب فنا سے سلامت نکل جانا محال ہے تاہم میں تیرے شوق میں اپنے دل کو خوش رکھتا ہوں

یعنے اُسے چشمِ حاسد سے محفوظ رکھہ ۔

(۲) ترجمہ ۔ میرا دل اسکے ہمراہ ہے۔ جہاں کہیں وہ جائے ۔ اہلِ کرم کی دعا اُسکی جان وتن کی محافظ ہو۔

(۳) ترجمہ ۔ اے بادِ صبا اگر تو سلمیٰ کی منزل پر پہنچے ۔ مجھے امید ہے کہ تو میرا سلام اُسے پہنچائیگی۔

سلمیٰ عرب کی ایک معشوقہ کا نام ۔ مجازاً ہر معشوق کو کہتے ہیں ۔

(۴) ترجمہ ۔ اس زلفِ سیاہ کی نافہ کشائی ادب سے کر ۔ کئی عزیز دلوں کی وہاں جگہ ہے اسکو درہم برہم نہ کر۔
یعنے زلفِ معشوق میں کئی دل اسیر ہیں اسلئے اسکو آرام اور ادب سے کہول اور خوشبو حاصل کر اس شعر میں بہی مخاطب بادِ صبا ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ چونکہ میری دل کو اسکے خط وخال پر حقِ وفا ہے ۔ اسلئے اسکو اس لطفِ معنبر میں محترم رکہہ ۔
یہاں بہی بادِ صبا مخاطب ہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ اگرچہ وہ وفا کے کوچہ سے کئی سو منزلیں دور رہ گیا تاہم خدا کرے کہ اس کی جان وتن سے دورِ فلک کی آفت دور رہے
یعنے اگرچہ میرا معشوق بے وفا ہے تاہم میری دعا ہے کہ خدا اُسے آفتِ دہر سے بچائے رکھے۔

(۷) ترجمہ ۔ جس جگہ اسکی لب کی یاد میں شراب پیئیں ۔ وہاں اگر کسی مست کو اپنی خبر رہے ۔ تو وہ کمینہ ہے ۔
یعنے جس عاشق کو مےٓ عشق پی کر بہی اپنے آپ کی خبر رہے وہ عاشقِ صادق نہیں ۔

(۸) ترجمہ ۔ شراب خانہ کے دروازے سے مال ومتاع جمع نہیں کرنا چاہئے ۔ جو شخص یہ پانی (شراب) پیئے اسکا اسباب کہہ دریا میں ڈال دو ۔

عرض ۔ گہر کا مال ومتاع ۔ اسباب مطلب یہ ہے کہ شرابِ عشق پی کر مال ومتاعِ دنیا کی ہوس نہیں رہنی چاہئے ۔

(۹) ترجمہ ۔ جو شخص تکلیف سے ڈرتا ہے اس پر غمِ عشق حرام ہے ۔ ہمارا سر ہے اور اسکے قدم یا ہمارے لب ہیں اور اسکا منہ ۔
لب و دہن سے مراد بوسہ

(۱۰) ترجمہ ۔ حافظ کے شعر معرفت کے نہایت اچھے بیت ہیں ۔ اسکے دلکش نغمے اور لطفِ سخن پر آفرین ہو
بیت الغزل ۔ منتخب اور بہتر شعر ۔
معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے ۔

پر عمل کرنا چاہئے۔ نہ دنیاوی سود پر خوشی کرنی چاہئے اور نہ ایسے زیاں پر افسوس۔ ورنہ زمانہ ہمیشہ طبیعت کو پریشاں رکھے گا اور اطمینانِ قلب کبھی حاصل نہیں ہوگا۔

سبکسار مردم سبکتر روند	حق این ست صاحب دلان بشنوند

(۳) ترجمہ۔ پھر اس نے مجھ کو ایک پیالہ دیا جسکے نور سے آسمان پر زہرہ رقص کرنے لگی اور بربط بجا کر کہا کہ پیو۔

در داد کا فاعل راز دانے تیز ہوش

(۴) ترجمہ۔ جب تک تو آشنا نہیں ہوگا اس پردہ سے کچھ بو نہیں سونگھ سکیگا کیونکہ نامحرموں کے کان پیغام سروشِ غیب کے سننے کے قابل نہیں ہوتے۔

مطلب یہ ہے کہ پردۂ معرفت کا راز جب تک تو محرم نہ ہوگا تجھ کو معلوم نہیں ہوسکے گا۔

(۵) ترجمہ۔ حریم عشق میں گفت و شنید کا دم نہیں مار سکتے۔ کیونکہ اس جگہ ہمہ تن آنکھ اور کان ہوجانا چاہئے۔

یعنے حریم عشق میں جاکر ہمہ تن آنکھ ہوکر محو دیدار ہوجانا چاہئے اور ہمہ تن کان ہوکر گفتار معشوق کے سننے میں مصروف ہوجانا چاہئے وہاں گفتگو کے لئے زبان کو دنا بے محل ہے۔ مرزا بیدل نے اسی محویت اور مصروفیت کا ذکر کیا ہے۔

ز اکتساب نگاہست آغوش مینا خانۂ حیرت	مژہ برہم مزن تا نشکنی رنگ تماشا را

(۶) ترجمہ۔ نکتہ دانوں کی بساط پر خود فروشی جائز نہیں۔ اے دانا آدمی یا بات سوچ سمجھ کر کہہ یا خاموش رہ

خود فروشی ۔ اپنی لیاقت وغیرہ کی نمائش کرنا۔ لوگوں کے سامنے اپنی اور اپنے باپ کی تعریف کرنا۔

(۷) ترجمہ۔ جام کیطرح خونیں دل کے باوجود لب خنداں رکھ۔ یہ نہیں کہ اگر تجھ کو ایک زخم بھی پہنچے تو نے کیطرح فریاد کرنے لگ جائے۔

پیالہ میں چونکہ سرخ شراب ہوتی ہے اسلئے وہ خونین دل ہے اور چونکہ لب جام کو ہمیشہ خندہ سے تشبیہ دیتے ہیں اسلئے کہا ہے کہ جام کیطرح باوجود دل کے خونین ہونے کے تجھے چاہئے کہ چہرہ کو بشاش اور خنداں رکھ۔ یعنے اگر مصیبتوں اور تکلیفوں سے تیرا دل خون بھی ہوگیا ہو۔ تو بھی بشاش اور خنداں رہنے کی کوشش کرنی چاہئے یہ نہیں کہ ذرا سے صدمہ پر نے کیطرح فریاد کرنے لگ جائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انسان کیلئے استقلال صبر تحمل اور حوصلہ ضروری ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے بیٹے نصیحت سن دنیا کے لئے غم نہ کھا میں نے تجھے موتی جیسی بات کہی ہے اگر ہوسکے تو کان دھر کے سن۔

در اور گوش کی رعایت ظاہر

(۹) ترجمہ۔ اے ساقی شراب دے کیونکہ عیب پوش حرم بخش اور صاحبقراں بادشاہ نے حافظ کی رندی کو معاف کردیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ بیابانِ فنا میں اگرچہ چاروں طرف سے خطرہ ہے۔ لیکن حافظ بیدل تیری محبت میں خوش جارہا ہے۔ وہی مضمون ہے جو گذشتہ شعر میں بیان ہوا۔

غزل ۲۵

دوش با من گفت پنہان کاردانی تیز ہوش | ۱ ق | کز شما پنہان نشاید داشت راز می فروش

گفت آسان گیر بر خود کارہا کز روی طبع | ۲ | سخت میگیرد جہان بر مردمان سخت کوش

وانگہم در داد جامی کز فروغش بر فلک | ۳ | زہرہ در رقص آمد و بربط زنان میگفت نوش

تا نگردی آشنا زین پردہ بوئی نشنوی | ۴ | گوش نامحرم نباشد جای پیغام سروش

در حریم عشق نتوان زد دم از گفت و شنید | ۵ | زانکہ آنجا جملہ اعضا چشم باید بود و گوش

در بساط نکتہ دانان خودفروشی شرط نیست | ۶ | یا سخن دانستہ گو ای مرد بخرد یا خموش

با دلِ خونین لب خندان بیاور ہمچو جام | ۷ | نی گرت زخمی رسد آئی چو چنگ اندر خروش

گوش کن پند ای پسر از بہر دنیا غم مخور | ۸ | گفتمت چون در حدیثی گر توانی دار گوش

(۹) ساقیا می دہ کہ رندیہای حافظ عفو کرد
خسرو صاحبقران جرم بخش عیب پوش (۹)

(۱) ترجمہ۔ ایک تیز ہوش رازدان نے کل خفیہ طور پر مجھ سے کہا کہ تجھ سے میفروش کا راز پوشیدہ نہیں رکھ سکتے۔

(۲) ترجمہ۔ کہا کہ اپنے اوپر کام کو آسان کیونکہ طبعاً جہان سخت کوشش کرنے والے آدمیوں کو سخت پکڑتا ہے۔

یہ دو نو شعر قطعہ بند ہیں مطلب یہ ہے کہ کل مجھ سے ایک ہوشیار رازدان نے کہا کہ تجھ سے راز کی بات پوشیدہ نہیں کہ سکتے اس لئے بتاتے ہیں کہ دنیا میں مختصر گیری اور سہل گیری اختیار کرو۔ کیونکہ تم جتنی کوشش کروگے زمانہ اتنی سختی تم سے کریگا۔ ظاہر ہے۔ کہ اگر ایک شخص قانع ہو کر بیٹھ جائے اور کم و بیش کے لئے اپنے دل کو غم میں مبتلا نہ کرے تو اسکی زندگی بڑی آسانی اور آرام سے گذر جائیگی اور اگر چاروں طرف ہاتھ پاؤں پھیلانے کی کوشش کریگا۔ تو زمانہ اسکو ہمیشہ رنج و تعب میں رکھیگا۔ جہاں تک ممکن ہو طبیعت کو تعلقات سے آزاد رکھنا چاہیئے۔ ع ہر چہ ضروریست بدان شغل گیر۔

کان کے بدلے ۔ دانت دانت کے بدلے اور زخموں کا قصاص ۔ مطلب یہ ہے کہ محتسب نے شراب کا مٹکا توڑا ہے اسکے بدلے

میں اسکا سر توڑا ۔ اور یہی حکم ہے ۔

(۳) ترجمہ ۔ ہمارے مطرب نے ایسا سرود گایا کہ آسمان پر زہرہ کی طرح مشتری بھی ناچنے لگا ۔

زہرہ ملو رقاصہ فلک مشہور ہے مشتری جو قاضی فلک کہلاتا ہے وہ بھی ہمارے مطرب کے سرود پر ناچنے لگا ۔

(۴) ترجمہ ۔ سمندر سے موتی کب نکال سکتا ہے جب تک غوطہ زن سر کو ہتھیلی پر نہ رکھے ۔

مطلب یہ ہے کہ بغیر ایثار کامل اور جد و جہد کے گوہر مقصود کبھی ہاتھ نہیں آتا ۔ ذوق عمل کی تعلیم ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ نقد عشق سے ڈھونڈھ نہ کہ عقل سے تاکہ خالص سونے کی طرح تو خالص ہو جائے ۔

خلاص ۔ خالص ۔ برگزیدہ ۔ سنار کی کٹھالی ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو خالص ہونا چاہتا ہے تو عشق کو اپنا رہبر

بنا نہ کہ عقل کو تشریح کے لئے دیکھو شعر ت ۲/۸ د ۶/۵ د ۱۵۱/۴ ل ۴/۵ ر ۱/۲ س ۱/۲

(۶) ترجمہ ۔ حافظ نے سب سے پہلے معشوق کے چہرہ کی کتاب سے الحمد اور سورہ اخلاص پڑھی ۔

الحمد سے مراد سورۂ فاتحہ اور **اخلاص** سے مراد سورۂ اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد ۔ الآیۃ

ز جبریل امیں قرآں بہ پیغامے نمی خواہم		ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

غزل ۲

نیست کس را ز کمند سر زلف تو خلاص	۱	میکشی عاشق مسکین و نترسی ز قصاص
عاشق سوختہ دل تا بہ بیابان فنا	۲	نرود در حرم دل نشود خاص الخاص
جان نہادم بمیان شمع صفت از سر شوق	۳	کردم ایثار تن خویش ز روی اخلاص
آتشے در دل دیوانۂ ما در زدۂ	۴	گرچہ بودیم ہمیشہ بہوایت رقاص
کیمیای غم عشق تو تن خستہ را	۵	زر خالص کند ارچند بود ہمچو رصاص
بہواداری آں شمع چو پروانہ بسوز	۶	تا نسوزی نشوی از خطر عشق خلاص
ناوک غمزہ او دست بر آرد ز ستم	۷	حاجب ابرو او برد گرہ از و قاص

صاحب قران ۔ وہ شخص جسکی ولادت کے وقت زحل اور مشتری کا قران ہو۔ ایسا شخص نہایت ہی اقبالمند ہوتا ہی اور اسکی سلطنت دیرپا ہوتی ہے ۔

ردیف (ص)

غزل (۱)

از رقیبت دلم نیافت خلاص	۱	زانکه القاص لا یحب القاص
عشقت بسم شکست دندان مرا	۲	سن بالسن الجروح قصاص
مطرب ما رہی بزد که بچرخ	۳	مشتری ہمچو زہره شد رقاص
گوہر از بحر کے برون آرد	۴	ترک سر تا نمی کند غواص
نقد ی از عشق جوی نه از عقل	۵	تا که خاص شوی چو زر خلاص

(۶) حافظ اول ز مصحف رخ دوست
خواند الحمد و سورهٔ اخلاص (۶)

(۱) ترجمہ ۔ تیرے رقیب سے میرے دل نے کبھی خلاصی نہ پائی ۔ کیونکہ قصہ خواں قصہ خواں کو دوست نہیں رکھتا ۔

قاص ۔ قصہ خواں ۔ واعظ کسی کے پیچھے لگنے والا ۔ خبر دینے والا ۔ مطلب یہ ہے کہ میرا دل رقیب کیطرف سے ہمیشہ آزردہ رہتا ہے کیونکہ ع بود ہم پیشه با ہم پیشه دشمن

(۲) ترجمہ ۔ تیرے عشق نے توڑا میرے دانت اسکا سر ۔ دانت کے بدلے دانت اور زخم کا قصاص ۔

دوسرا مصرعہ ایک قرآنی آیت کا حصہ ہے ۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (المائدہ) یعنے ہم نے ان پر لازم کیا کہ آدمی آدمی کے بدلے آنکھ آنکھ کے بدلے ناک ناک کے بدلے کان

ردیف ض

غزل (۱)

بیا که می‌شنوم بوی جان ازان عارض	۱	که یافتم دل خود را نشان ازان عارض
بگل بمانده قد سرو ناز ازان قامت	۲	خجل شده است گل گلستان ازان عارض
معانیی که ز حوران بشرح میگویند	۳	ز حسن و لطف بپرس این بیان ازان عارض
گرفته نافهٔ چین بوی مشک ازان گیسو	۴	گلاب یافته بوی چنان ازان عارض
بشرم رفته تن یاسمین ازان اندام	۵	بخون نشسته گل ارغوان ازان عارض
ز مهر روی تو خورشید گشته غرق عرق	۶	نزار مانده مه آسمان ازان عارض

(۷) ز نظم دلکش حافظ چکید آب حیات　چنانکه خوی شده جانان چکان ازان عارض (۷)

(۱) ترجمہ ۔ آ کہ میں اس چہرہ سے جان کی خوشبو سونگھتا ہوں ۔ اور مجھے اپنے دل کا پتا اسی رخسار سے ملا ہے ۔

(۲) ترجمہ ۔ اس قد کے شرم سے سرو ناز کا قد خاک میں گر گیا ۔ اور باغ کا پھول اس رخسار سے شرمندہ ہو گیا ہے ۔

سرو پا بہ گِل ہوتا ہے صنعت حسن تعلیل ہے ۔

کدام گل کہ بروئے تو اند اندر باغ	کدام سرو کہ با قامتت سر افرازد (سعدی)

(۳) ترجمہ ۔ وہ معانی جو حوروں سے شرح و تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں ۔ ان کا بیان حسن و لطف کے ساتھ اس عارض سے پوچھ ۔

مطلب یہ ہے کہ حسن و لطف جو اس عارض میں ہے ۔ حوروں میں بھی نہیں ۔

(۸) قیمت دُرِ گرانمایہ چہ دانند عوام (۸)
حافظا گوہرِ یکدانہ مدہ جز بخواص

(۱) ترجمہ۔ تیری زلف کی کمند سے کسی شخص کو خلاصی نہیں ہے مسکین عاشق کو تو قتل کرتا ہے اور قصاص سے نہیں ڈرتا۔

(۲) ترجمہ۔ سوختہ دل عاشق جب تک بیابانِ فنا میں نہیں پہنچتا۔ حرم دل میں خاص الخاص نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ جب تک عاشق فنا فی المعشوق نہیں ہوتا حریمِ حرمِ عشق میں باریاب نہیں ہو سکتا۔

ب فنا مخود میسر نیست دیدار شما	ے فروشند خویش را دل خریدار شما

(۳) ترجمہ۔ شمع کی طرح شوق سے میں نے جان درمیان رکھدی اور اخلاص سے اپنے وجود کو قربان کر دیا۔

(۴) ترجمہ۔ ہمارے دیوانہ دل میں تونے ایسی آگ لگائی ہے کہ ہم تیری آرزو میں دو مونیں کی طرح ہمیشہ جگر لگاتے رہتے ہیں

(۵) ترجمہ۔ تیرے عشق کے غم کی کیمیا خاکی جسم کو سونے کیطرح کردیتی ہے اگرچہ وہ رانگ کی طرح ہی ہو۔

رصاص قلعی۔ رانگ مطلب یہ ہے کہ عشق الٰہی کی برکت سے خاکی وجود زرِ خالص کیطرح قیمتی ہوجاتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اس شمع کی آرزو میں جب تک پروانہ کی طرح تو اپنے وجود کو نہیں جلائیگا عشق کے خطرہ سے خلاصی نہیں پائے گا۔

(۷) ترجمہ۔ اسکے غمزہ کا تیر رستم پر غالب آگیا۔ اور اسکا ابرو کا چوبدار وقاص سے بڑھ گیا

حاجب۔ دربان۔ پردہ دار۔ چوبدار۔ ابرو وقاص۔ گردن توڑنے والا جنگجو۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک صحابی کا نام جو فن تیراندازی میں ماہر کامل تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اسکے غمزہ کا تیر رستم کو شکست دیتا ہے اور اسکی ابرو وقاص سے زیادہ تیرانداز ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ گرانمایہ موتی کی قیمت عوام الناس کیا جانتے ہیں۔ اے حافظ گوہر یکدانہ سوا خاص خاص آدمیوں کے کسی کو نہ دے

گوہر یکدانہ۔ یعنے دُرِ یتیم۔ وہ موتی جو صدف میں صرف ایک ہی ہو۔ ایسا موتی بہت بڑا۔ آبدار اور قیمتی ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ رموزِ عشق ہر کس و ناکس کو نہیں بتانے چاہئیں۔

مقتبس - بضم میم وکسر بار - آگ لینے والا - روشنی لینے والا (مادہ قبس)

(۳) ترجمہ - تیرے چہرہ کے حسن کو دیکھنا تمام خلقت پر واجب ہے - اور تیری درگاہ کا سجدہ زمین کے تمام بادشاہوں پر فرض ہے -

فرض و واجب کا مقابلہ لطیف -

(۴) ترجمہ - اگر تیرا روح پرور لب مجھ کو گلقند نہ دے - تو میرا دردمند جسم اس مرض سے کب شفایاب ہوسکتا ہے یعنے درد عشق کا علاج صرف تیرے لب لعل کا بوسہ ہے - یہ شعر الحاقی معلوم ہوتا ہے - اکثر سرے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے - اور نہ ہی ارض - قرض - فرض کے مقابلہ میں لفظ مرض (بفتحتین) درست قافیہ ہوسکتا ہے -

(۵) ترجمہ - اسکی خاک پا کا بوسہ مجھے کب حاصل ہوسکتا ہے - حافظ ہمارے شوق کا قصہ اسکے پاس جاکر کون بیان کرے؟

ردیف ط

غزل (۱)

گرد عذار یار من تا بنوشت حسن خط	۱	ماہ ز مہر روی او راست فتادہ در غلط
از ہوس لبش کہ آن ز آب حیات خوشتر است	۲	گشت روان ز دیدہ ام چشمہ آب ہمچو شط
خال سیاہ را بران عارض سیم رنگ بین	۳	راست ز مشک ماند آن بر رخ ماہ یک نقط
موی گشادہ کردہ خوی تا بچمن در آمدی	۴	شد رخ گل چو زعفران مشک و گلاب شد سقط
گر بہواش میدہم گرد مثال جان و دل	۵	گاہ بآب میکشم آتش عشق ہمچو بط
گر بغلامی خودم شاہ قبول میکند	۶	تا بمبارکی دہم بندہ بہ بندگیش خط

(۷)
آب حیات حافظا گشتہ خجل ز نظم تو
کس بہوای عشق و شعر نگفتہ زین نمط
(۷)

(۴) ترجمہ۔ نافہ چین کو اسی زلف سے کستوری کی خوشبو ملی ہے اور اسی رخسار سے گلاب کو ایسی اچھی خوشبو حاصل ہوئی ہے

(۵) ترجمہ۔ چنبیلی کا جسم اسکے اعضا سے شرم میں ہے اور ارغوان کا پھول اسی رخسار سے خون میں بیٹھا ہے۔
یعنے گل ارغوان عارضِ معشوق کے رشک سے خون ہو گیا (ارغوان نہایت سرخ رنگ ہوتا ہے لہذا خون)

(۶) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کی محبت سے یا تیرے چہرہ کے آفتاب سے سورج بھی پسینہ میں غرق ہے اور آسمان کا چاند اس رخسار سے عاجز ہو گیا ہے۔

مہر اور خورشید میں صنعت ایہام ہے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کی دلکش نظم سے آب حیات ٹپکتا ہے جسطرح کہ اے معشوق اس رخسار سے پسینہ ٹپکتا ہے
شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح عارضِ جاناں سے پسینہ کے قطرے ٹپکتے ہیں اور آب حیات کا حکم رکھتے ہیں۔ اسی طرح حافظ کے شعروں سے آب حیات ٹپکتا ہے۔

غزل (۲)

حسن و جمال تو جہاں جملہ گرفت طول و عرض	۱	شمس فلک خجل شدہ از رخ خوب ماہ ارض
از رخ تست مقتبس خور ز چہارم آسماں	۲	ہمچو زمین ہفتمین ماندہ بزیر بار قرض
دیدن حسن روی تو بر ہمہ خلق واجبست	۳	سجدۂ درگہ تو شد بر ہمہ شاہ ارض فرض
گر لب روح پرورت گاشکری ننخشدم	۴	ای تن دردمند من رستہ شو از ین مرض

بوسہ بجا کیا ملی و دست کجا دہد ترا
قصۂ شوق حافظا خود کہ رساندش بعرض

(۱) ترجمہ۔ تیرے حسن و جمال نے تمام جہاں کے طول و عرض پر قبضہ کر لیا ہے۔ آسمان کا سورج زمین کے چاند کے چہرہ سے شرمندہ ہے
مطلب یہ ہے کہ تیرے حسن و جمال کا شہرہ تمام عالم میں ہے اور کوئی شے ایسی حسین نہیں آفتاب بھی تیرے رخسار کے نور سے شرمندہ ہے۔ ماہ ارض سے مراد معشوق۔

(۲) ترجمہ۔ چوتھے آسمان کا آفتاب تیرے چہرہ سے نور مستعار حاصل کرتا ہے۔ ساتویں زمین کیطرح اس قرض کا زیر بار ہے۔

(۷) ترجمہ – اے حافظ تیری نظم سے آبِ حیات بھی شرمندہ ہو گیا ہے کسی نے اُس کے عشق کی آرزو میں ایسے شعر نہیں کہے۔
یعنے تیرے شعر آبِ حیات سے بھی زیادہ جان بخش ہیں۔ کیونکہ محبوب کے عشق میں کہے گئے ہیں۔

ردیف ظ

غزل (۱)

ز چشم بد رخ خوب ترا خدا حافظ ۱ کہ کرد جملہ نکوئی بجاے ما حافظ

اگرچہ خون دلت خورد لعل او بستان ۲ بکام دل ز لبش بوسہ خون بہا حافظ

بزلف و خال بتان دل مبند دیگر بار ۳ اگر بجستے ازین بند و این بلا حافظا

بیا کہ نوبت صلح ست و دوستی و صفا ۴ کہ با تو نیست مرا جنگ و ماجرا حافظا

ترا زکجا و امید وصال او ز کجا ۵ بدامنش نرسد دست ہر گدا حافظ

چہ ذوق یافت دل من ز وصل آن محبوب ۶ مراست تحفہ جان بخش غمزدا حافظ

(۷) بیا بخوان غزل خوب و طرفہ و پرسوز
کہ شعر تست فرح بخش و جانفزا حافظا

(۱) ترجمہ – تیرے خوبصورت چہرے کا چشم بد سے خدا حافظ ہو۔ کیونکہ اے حافظ اس نے ہمارے ساتھ تمام نیکیاں کی ہیں۔
پہلے مصرعہ میں مخاطب معشوق ہے اور دوسرے مصرع میں حافظ خود مخاطب اور معشوق کا ذکر بطور صیغہ غائب ہے،
(۲) ترجمہ – اگرچہ اسکے لب لعل نے تیرے دل کا خون پیا ہے۔ لیکن تو بھی اے حافظ خون بہا کے طور پر اسکے لب کا بوسہ دل کی
خواہش کے مطابق لے لے۔
(۳) ترجمہ – اے حافظ اگر ایک بار اس قید اور بلا سے تو رہائی پائے تو دوسری دفعہ معشوقوں کی زلف اور خال میں دل کو

(۱) ترجمہ۔ میرے معشوق کے گال کے گرد جیسے حسن نے خط لکھا ہے۔ چاند اس کے چہرہ کو آفتاب سے بالکل غلطی میں پڑ گیا۔

مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کا چہرہ سبزہ خط کے آگنے پر بیش از بیش روشن اور منور ہو گیا۔ حتی کہ چاند نے غلطی سے اسے آفتاب سمجھا۔ بعض نسخوں میں "بنوشت" کی بجائے "ننوشت" ہے یعنی جب تک سبزہ خط نہ اُگا تھا چاند عارضِ یار کو آفتاب سمجھتا رہا۔ راست اور غلط کی ترکیب لطیف ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اس کے لب کی آرزو میں جو آبِ حیات سے بھی اچھا ہے۔ میری آنکھوں سے دریا کی طرح پانی کا چشمہ بہ رہا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اس چاندی کے رنگ والے رخسار پر سیاہ تل کو دیکھ۔ بالکل اسطرح ہے جیسے چاند کے چہرہ پر کستوری کا ایک نقطہ پڑ گیا ہے۔

معشوق کے لب عارض پر خال سیاہ کو شاعروں نے کئی مختلف تشبیہیں دی ہیں مثلاً

(۱)	یکے خال سیاہ بگرد بر کنج لب لعلش	توگوئی بر لب آب بقا بنشستہ ہندوئے	(ظہیر فاریابی)
(۲)	خالے کہ بعارضش فتادہ	زنگی بچہ رو بہ چین نہادہ	(حسن)
(۳)	اے خالِ رخِ یار تجھے خوب بناتے	جا چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھ کر	
(۴)	آتشیں رخ پہ ترے خال کا آنا کیسا	قائم النار یہ بارود کا دانہ کیسا۔	
(۵)	مصحف روئے ترا خال نگہبان شدہ است	این غلامِ حبشی حافظ قرآن شدہ است	(مخفی)

(۴) ترجمہ۔ بال کھولے ہوئے پسینہ میں تر جب تو باغ میں آیا۔ پھول کا چہرہ زعفران کی طرح (زرد) ہو گیا اور مشک اور گلاب پانی پانی ہو گئے

یعنے پھول تیرے چہرہ کے رشک سے زرد ہو گیا۔ مشک تیرے بالوں کے رشک سے زبون اور گلاب تیرے پسینے کے رشک سے ناچیز ہو گیا

(۵) ترجمہ۔ کبھی جام کی طرح دل کو ہنسی کی آرزو میں گرد کی طرح برباد کرتا ہوں اور کبھی صراحی کی طرح آتش عشق کو پانی سے فرو کرتا ہوں۔

یعنے صراحی کی طرح آتشِ عشق کو شراب سے فرو کرتا ہوں بط شراب کی صراحی۔ ہوا۔ گرد۔ آب و آتش چہار عناصر کو خوب جمع کیا ہے۔ اگر بط سے مراد بطخ لی جائے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح بطخ اپنی گرمی کو پانی میں تیر کر فرو کرتی ہے اسی طرح میں آتشِ عشق کو روکر آنسوؤں کے پانی سے فرو کرتا ہوں۔

(۶) ترجمہ۔ اگر بادشاہ مجھے اپنی غلامی میں قبول کرے۔ تو اس مبارک خبر کے شکریہ میں بندہ اسے خطِ بندگی لکھ کر دے دے گا۔

یعنے میں غلامی کا اقرار نامہ لکھ دونگا۔

واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) ترجمہ۔ شاہ شجاع کے جاہ وجلال اور حشمت کی قسم ہو کہ میرا مال وجاہ کی وجہ سے کسی کے ساتھہ نزاع نہیں ہی۔

یعنے فقیہ عماد سے میرا کوئی تنازعہ اس لئی نہیں ہو کہ وہ صاحب مال وجاہ ہی اور بادشاہ کا منظور نظر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے پیالے کے ایک گہونٹ کی فیض کے پیاسے ہیں لیکن دلیری نہیں کرتے اور تکلیف نہیں دیتے۔

یعنے مانگنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

(۳) ترجمہ۔ خدا کے لئے میرے خرقہ کو شراب سے دہو ڈالو۔ کیونکہ ان طریقوں سے مجھے خیر کی بو نہیں آتی۔

یعنی زمانہ کی موجودہ وضع ریا کی ہی اور اس وضع سے خیر کی امید نہیں۔ اس سے تو رندی ہی بہتر ہے۔ غالباً اس شعر میں بہی فقیہ عماد کی زہدِ ریاآمیز کی طرف اشارہ ہی۔

(۴) ترجمہ۔ دیکہہ کہ چنگ کی آواز کے ساتھہ ناچتا ہوا جا رہا ہی وہ شخص جو پہلے سرود سننے کی اجازت نہیں دیتا تہا۔

استماع سننا۔ **سماع** بفتح سین ناچ بجہر گانا سننا۔ مجازاً بمعنے سرود و نغمہ۔ یہاں یہ لفظ بمعنے سرود استعمال ہوا ہی۔ اور اسی شعر کی سند پر اکثر لغت نویس اس لفظ کے معنے سرود کرتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اس نعمت کی شکریہ میں عاشقوں پر نظرِ عنایت کر۔ کہ میں فرماں بردار غلام ہوں اور تو فرمانروا بادشاہ ہی۔

(۶) ترجمہ۔ اے ناصح جا اور نصیحت نہ کر کہ پہر تو مجہے اس کے بعد کبہی مکانوں کے گوشہ میں نہ دیکہیگا۔

یعنے اب میں گوشہ نشینی ترک کرکے رندی اختیار کرتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے زہد اور اس کی لاف وگزاف سے میں ملول ہوں۔ رود چہا اور سرود وسماع پر غزل کہہ۔

یعنے اس زہد ریاآمیز سے میں بیزار ہوں۔ سرود وسماع شروع کرنا چاہئے۔ غالباً اس شعر میں بہی خواجہ عماد کے زہد پر حملہ ہے۔

غزل (۲)

بعزِ دولتِ گیتی فروز شاہ شجاع	۱	کہ ہست در نظرِ من جہان حقیر متاع
صراحی و حریفی خوشم ز دنیا بس	۲	کہ غیر ازیں ہمہ اسباب تفرقہ است و صداع
ز مسجدم بخرابات میفرستد عشق	۳	بسر ہمیروم ای جان منکنیم نزاع

گرفتار نہ کرنا۔

(۴) ترجمہ۔ آ کہ صلح دوستی اور صفائی کی باری ہے۔ کیونکہ اے حافظ تجھ سے میری لڑائی اور ماجرا نہیں ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تو کہاں اور اسکی وصال کی امید کہاں سے اے حافظ اُس کے دامن تک ہر گدا کا ہاتھ نہیں پہنچتا۔

(۶) ترجمہ۔ اس محبوب کے وصل سے میرے دل نے کیا لذت پائی۔ کہ اے حافظ میرے لئے وہ جان فزا اور غم ربا تحفہ بن گیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ آ اور خوب طرفہ پرسوز غزل پڑھ۔ کیونکہ اے حافظ تیرے شعر فرحت بخش اور جانفزا ہیں۔

ردیف ع

غزل ۱

قسم بہ حشمت جاہ وجلال شاہ شجاع	۱	کہ نیست با کسم از بہر مال و جاہ نزاع
بہ فیض جرعۂ جام تو تشنہ ایم و لی	۲	نمی کنیم دلیری نمی دہیم صداع
خدای را بہ میم شستشوی خرقہ کنید	۳	کہ من نمی شنوم بوی خیر ازیں اوضاع
ببیں کہ رقص کناں میرود بنالہ چنگ	۴	کسی کہ اذن نمیدادی استماع سماع
بعاشقان نظری کن بشکر ایں نعمت	۵	کہ من غلام مطیعم تو بادشاہ مطاع
برو ادیب و نصیحت مگو کہ دیگر تو	۶	نہ بینیم پس ازیں ہیچگہ بکنج بقاع

(۷) ز زہد حافظ و طامات او ملول شدم
بساز رود و غزل گوی بر سرود و سماع (۷)

فقیہ عماد کی کرامت کا ایک غزل میں طنز آ ذکر کرنے کی وجہ سے خواجہ صاحب اور شاہ شجاع کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی تھی جسکے تفصیلی حالات لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۹ اسلاح عنوان شعری پر درج ہیں اور قابل ملاحظہ ہیں۔ اس غزل میں بھی اس

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے ماتھے اور چہرے کو خدا شاہ شجاع کی بلند بارگاہ کی خاک سے کبھی جدا نہ کرے

غزل (۳)

بامدادان کہ ز خلوتگہ کاخ ابداع	۱ ق	شاہ خاور فگند بر ہمہ اطراف شعاع
برکشد آینہ از جیب افق چرخ زنان	۲ ق	بنماید رخ گیتی بہزاران انواع
در زوایائے طربخانۂ جمشید فلک	۳ ق	ارغنون ساز کند زہرہ بآہنگ سماع
چنگ در غلغلہ آید کہ کجا شد منکر	۴	جام در قہقہہ آید کہ کجا شد مناع
وضع دوراں بنگر ساغر عشرت برگیر	۵	کہ بہر حال ہمیں است بہین اوضاع
طرۂ شاہد دنیا ہمہ مکر است و فریب	۶	عارفاں بر سر ایں رشتہ نجویند نزاع
عمر خسرو طلب ار نفع جہاں می طلبی	۷ ق	کہ وجودیست عطا بخش و کریم نفاع
مظہر لطف ازل روشنی چشم امل	۸	جامع علم و عمل جان جہاں شاہ شجاع

(۹) حافظ ار بادہ خوری با صنمے گلرخ خور
کہ ازیں بہ نبود در دو جہاں ہیچ متاع (۹)

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت جب دنیا کے محل کی خلوت گاہ سے، مشرق کا بادشاہ (یعنی آفتاب) چاروں طرف شعاعیں ڈالتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ افق کی جیب سے گھومتا ہوا آئینہ نکالتا ہے۔ اور زمانہ کے چہرہ کو ہزاروں رنگ میں دکھاتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ جمشید فلک کے عشرت خانہ کے گوشوں میں زہرہ سرود کے ارادہ پر ارغنون کو بجانا شروع کرتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اس وقت چنگ شور کرتی ہے کہ منکر کہاں ہے۔ پیالہ قہقہہ لگاتا ہے کہ منع کرنے والا کہاں ہے۔

یہ چاروں شعر قطعہ بند ہیں۔ ابداع۔ کسی نئی چیز کا پیدا کرنا۔ مراد دنیا۔ کائنات۔ عالم حوادث ہے۔ شاہ خاور۔ مشرق کا بادشاہ۔ یعنی آفتاب۔ ارغنون۔ ایک ساز کا نام ہے۔

بس است ورد شبانہ می مغانہ بیار	۴	حریف بادہ رسید ای رفیق توبہ وداع
ہنر نمی خرد ایام و غیر ازینم نیست	۵	کجا روم بتجارت باین کساد متاع
بیار می کہ چو خورشید مشعل افروزد	۶	رسد بکلبۂ درویش نیز فیض شعاع

(۷) جبین و چہرۂ حافظ خدا جدا نکناد
زخاک بارگہ کبریاے شاہ شجاع (۷)

(۱) ترجمہ۔ شاہ شجاع کی بارگاہ عزو دولت کی حشمت کی قسم ہے کہ میری نظر میں دنیا ایک حقیر متاع ہی۔

(۲) ترجمہ۔ دنیا کی دولت سے مجھے شراب کی صراحی اور ایک حسین معشوق کافی ہی۔ کیونکہ اس کے علاوہ سب چیزیں تفرقہ اور تکلیف کا موجب ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ عشق مجھے مسجد سے خرابات کی طرف بھیجتا ہے۔ آ جان میں سر وچشم سے جاتا ہوں جھگڑا نہیں کرتا

(۴) ترجمہ۔ رات کا ورد کافی ہی۔ پیر مغاں کی شراب لا۔ شراب کا حریف پہنچ گیا ہی۔ توبہ کو رفیق خدا حافظ!

مطلب یہ ہی کہ رات کی عبادت کافی ہی اب شراب کا وقت ہی شراب لا۔ جب شراب آتی ہی تو توبہ رخصت ہو جاتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ زمانہ ہنر کی قدر نہیں کرتا اور ہنر کے بغیر میرے پاس اور کچھ بھی نہیں۔ اس کھوٹے مال کے ساتھ میں کہاں تجارت کرنے جاؤں۔

یعنے اس زمانہ میں متاع ہنر کا کوئی خریدار نہیں اور میرے پاس متاع ہنر کے سوا اور کوئی متاع بھی نہیں کیا کروں۔ ہنر کو متاع کساد اسلیے کہا ہے۔ کہ اسکی قدر نہیں۔ اہل ہنر کو نا قدر دانی کی ہمیشہ شکایت رہتی ہی۔

قدر دانی کی کیفیت معلوم		عیب کیا ہی اگر ہنر نہ ہوا

(۶) ترجمہ۔ شراب لا۔ کیونکہ جب سورج مشعل روشن کرتا ہی۔ تو درویش کی جھونپڑی میں بھی شعاعوں کا فیض پہنچ جاتا ہے۔

مطلب یہ ہی کہ خدا کی رحمت عمل پر ہی منحصر نہیں۔ جب بحر کرم موجزن ہوتا ہی۔ تو گنہگار بیگناہ سب فیضیاب ہوجاتے ہیں۔ اس لئے رحمت پر بھروسہ کر اور شراب لا۔ خدا بخشنے والا ہے

صلائے ومژدہ میندیش کہ در ریزش عام		لالہ از داغ و گل از چاک بہ شبنم نرسد (غالب)

بی جمال عالم آرای تو روز من شب است	۳	با کمال عشق تو در عین نقصانم چو شمع
رشتهٔ صبرم بمقراض غمت ببریده شد	۴	همچنان در آتش هجر تو سوزانم چو شمع
گر کمیت اشک گلگونم نبودے تیز رو	۵	کی شدی پیدا بہ گیتی راز پنهانم چو شمع
روز و شب خوابم نمی آید بچشم غم پرست	۶	بسکه در بیماری هجر تو گریانم چو شمع
در میان آب و آتش همچنان سرگرم تست	۷	این دل زار نزار اشکبارانم چو شمع
در شب هجران مرا پروانهٔ وصلی فرست	۸	ورنه از آهے جہانے را بسوزانم چو شمع
سرفرازم کن شبی از وصل خود ای ماهرو	۹	تا منور گردد از دیدارت ایوانم چو شمع
همچو صبحم یک نفس باقیست بی دیدار تو	۱۰	چهره بنما دلبرا تا جان برافشانم چو شمع

(۱۱)	آتش مهر ترا حافظ عجب در سر گرفت آتش دل کی بآب دیده بنشانم چو شمع	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ میں تیرے عشق کی دنیا میں شمع کیطرح حسینوں میں مشہور ہوں۔ سر بازوں اور رندوں کے کوچہ میں شمع کیطرح رات بھر جاگتا رہتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے غم کی آہ سے میرے صبر کا پہاڑ موم کیطرح نرم ہو گیا۔ جب سے شمع کیطرح میں تیرے عشق کی آب و آتش میں جل رہا ہوں۔ لفظ آب کو شمع کے ساتھ یہ نسبت ہے کہ شمع موم پگھل کر پانی کیطرح ہو جاتا ہے۔ یا بہ رعایت روغن۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے عالم آرا جمال کے بغیر میرا دن رات کی مانند ہوتا ہے اور شمع کیطرح تیرے کمال عشق سے میں عین نقصان میں ہوں یعنے ہجر کا دن رات کیطرح سیاہ ہوتا ہے اور ہجر کی رات شمع کیطرح جلتے گذر جاتی ہے۔

اشبم از روشنی داغ بروزم خندد		روزم از تیرگی خویش بہ شبہا ماند (غالب)

(۴) ترجمہ۔ میرے صبر کا تاگا تیرے عشق کی قینچی سے کاٹا گیا۔ تیرے ہجر کی آگ میں اسی طرح شمع کی مانند جل رہا ہوں جسطرح بتی کا سرا کاٹنے سے شمع اور تیز جلنے لگتی ہے۔ اسی طرح عاشق کے صبر کا رشتہ مقراض غم سے جب کٹ جاتا ہے۔ تو وہ اور بیقرار ہو جاتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اگر میرے سرخ (لہو کے) آنسوؤں کا گھوڑا اتنا تند رفتار نہ ہوتا۔ تو شمع کیطرح جہاں میں میرا پوشیدہ راز کب ظاہر ہوتا۔

مطلب یہ ہی کہ صبح کے وقت جب سورج افق سے آئینہ کیطرح گھومتا ہوا نکلتا ہی اور اسکی شعاعیں دنیا میں ہزاروں رنگ پیدا کرتی ہیں۔ اور آسمان پر زہرہ بہی چنگ ارغوان بجاکر نغمہ سرائی شروع کرتی ہی۔ اس وقت رندوں کی مجلس بہی گرم ہوتی ہی اور چنگ رباب باآواز بلند پکارتے ہیں کہ سرود و سماع کے منکر کہاں ہیں اور شراب کا پیالہ قہقہہ لگاتا ہے کہ شراب سے منع کرنے والے کہاں ہیں۔ اگر جرأت ہی تو سامنے آئیں۔ یعنے اس وقت نہ کوئی سرود و سماع سے انکار کرسکتا ہی اور نہ شراب سے منع۔

(۵) ترجمہ۔ زمانہ کی وضع دیکہہ در عشرت کا پیالہ لے۔ کیونکہ بہر حال تمام وضعوں سے یہی وضع اچھی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ شاہدِ دنیا کی زلف تمام مکر و فریب ہے۔ عارف اس نکتہ پر جھگڑا نہیں کرتے۔

مطلب یہ ہی کہ دنیا سراسر مکر و فریب ہی۔ اعتماد اور محبت کے قابل نہیں۔ عارف دنیا پر جھگڑا نہیں کرتے۔ یا اس بات پر متفق ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ خسرو کی عمر کی زیادتی مانگ اگر تجہے جہاں کا فائدہ چاہیئے۔ کیونکہ اسکا وجود عطا بخش سخی اور فائدہ مند ہے۔

خسرو سے مراد شاہ شجاع۔

(۸) ترجمہ۔ لطفِ ازل کا مظہر۔ چشم امید کی روشنی۔ علم و عمل کا جامع۔ جہاں کی جان یعنی شاہ شجاع۔

پچہلے شعر سے قطعہ بند ہے۔ لفظ خسرو کی توضیح کی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو شراب پیتا ہے۔ تو گلرو معشوق کے ساتہہ پی۔ کیونکہ دونوں جہانوں میں اس سے بہتر کوئی متاع نہیں۔

غزل (۴۳)

در وفای عشق تو مشہور خوبانم چو شمع کوہ صبرم نرم شد چوں موم از دست غمت	شب نشین کوی سربازان و رندانم چو شمع تا در آب و آتش عشقت گدازانم چو شمع

بچہرہ گل سوری نگاہ میکردم	۲	کہ بود در شب تاری بروشنی چو چراغ
چناں بحسن و جوانی خویشتن مغرور	ق ۳	کہ داشت از دل بلبل ہزار گونہ فراغ
کشادہ نرگس رعنا بحسرت آب از چشم	۴	نہادہ لالہ احمر بجان و دل صد داغ
زباں کشیدہ چو تیغی بسرزنش سوسن	۵ ق	دہاں کشادہ شقائق چو مرد ماں بناغ
یکی چو بادہ پرستاں صراحی اندر دست	۶	یکی چو ساقی مستان بکف گرفتہ ایاغ

(۷) نشاط و عیش جوانی چو گل غنیمت داں
کہ حافظا نبود بر رسول غیر بلاغ (۷)

غزل کا مضمون مسلسل ہی۔ موسم بہار میں باغ کے منظر کو ایسے دلکش پیرایہ میں بیان کیا ہی کہ خواجہ صاحب کا ہی حصہ ہے۔ مقطع میں نتیجہ کے طور پر ایک نصیحت بھی کردی ہے۔ جو گوش ہوش سے سننے کے قابل ہے۔

(۱) ترجمہ۔ سحر کے وقت بیدل بلبل کیطرح میں تھوڑی دیر کے لئے باغ میں گیا۔ تاکہ بلبل بیدل کیطرح میں بھی دماغ کا علاج کروں

بیشک سیرِ باغ دماغ کا بہترین علاج ہے۔

(۲) ترجمہ۔ گلِ سرخ کے چہرہ کو میں دیکھتا تھا کہ اندھیری رات میں چراغ کی طرح روشن ہی۔

(۳) ترجمہ۔ وہ اپنے حسن اور جوانی پر اتنا مغرور تھا کہ بلبل کے دل سے ہزار طرح کی بے اعتنائی رکھتا تھا۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ نرگس رعنا حسرت سے آنکھوں سے پانی بہا رہی تھی۔ لالۂ سرخ کی جان و دل پر سو داغ تھے۔
نرگس کو آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ شبنم کو جو گلِ نرگس پر پڑتی تھی۔ آنسو کہا ہی۔ گلِ لالہ کے اندر چونکہ ایک داغ ہوتا ہے۔ اس لئے اسکو عاشق کے دل سے تشبیہ دی جاتی ہی۔ غالباً نرگس کی حسرت اور لالہ کا داغ گلِ سرخ کے عشق کی وجہ سے ہی۔ پہلا مصرعہ بعض قلمی دیوانوں میں اسطرح ہے۔ ع

کشادہ نرگس رعنا دو دیدہ از حسرت

(۵) ترجمہ۔ سوسن نے تلوار کیطرح سرزنش کے لئے زبان نکالی تھی۔ اور شقائق نے دو جو روزدائے مردوں کی طرح منہ کھولا تھا۔

مطلب یہ ہو کہ میں تو رازِ عشق کو چھپاتا ہوں۔ مگر آنسو غمازی کرتے ہیں۔ شمع کا رونا ہی مشہور۔ اشک کی غمازی کے لیے دیکھو شعر د ۱۵۲/۲ د ۲۶/۱ ش ۹/۲ ۔ ع ۶/۵ م ۲۴/۲ م ۱۵/۱ ن ۵/۲

(۶) ترجمہ۔ میری غم پرست آنکھوں میں ان رات نیند نہیں آتی۔ کیونکہ میں شمع کی طرح تیرے ہجر کی بیماری میں بہت روتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ میرا زار و نزار اور اشکبار دل شمع کی طرح آب و آتش میں اسی طرح تیرے شوق میں سرگرم ہے۔

آب و آتش سے مراد آبِ اشک و آتشِ عشق۔ مطلب یہ ہو کہ اگرچہ میں تیرے عشق میں جل رہا ہوں اور رو رہا ہوں لیکن پھر بھی تیرے شوق میں سرگرم ہوں۔ شمع کے ساتھ آب و آتش کی نسبت ظاہر ہے۔

(۸) ترجمہ۔ ہجر کی رات میں میرے پاس وصل کا پروانہ بھیج۔ ورنہ ایک آتشین آہ سے شمع کیطرح ایک جہان کو جلا دونگا۔

(۹) ترجمہ۔ آ اور کسی رات مجھے اپنے وصل سے سرفراز کر۔ تاکہ شمع کیطرح تیرے دیدار سے میرا مکان روشن ہو جائے۔

(۱۰) ترجمہ۔ تیرے دیدار کے سوا صبح کیطرح میری زندگی کا ایک دم باقی ہے۔ اے معشوق چہرہ دکھا تاکہ شمع کیطرح جان دیدوں۔ صبح کی زندگی چند لمحوں کی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں تیرے ہجر میں جاں بلب ہوں۔ دیدار سے مشرف کر کہ جان دیدوں۔ صبح کی چہرہ نمائی پر شمع بجھا دی جاتی ہے۔ اس لیے "ہمچو صبحم" کا تعلق "چہرہ بنما" سے بھی ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ تیرے عشق کی آگ حافظ کے سر میں عجیب طور سے لگی ہے۔ شمع کی طرح دل کی آگ کو آنکھوں کے پانی سے کسطرح فرو کروں یعنے جسطرح شمع کی آگ شمع کے رونے سے فرو نہیں ہوتی اسی طرح میرے رونے سے بھی آتشِ عشق فرو نہیں ہوسکتی ہے۔ آگ دل میں ہے اور پانی آنکھوں میں۔ فرو کسطرح ہو۔

ردیف غ

غزل (۱)

سحر چو بلبل بیدل همی شدم در باغ	۱	کہ تا چو بلبل بیدل کنم علاج دماغ

ابرو دوست کی شود دستکش خیال من	۶	کس نزدست زین کمان تیر مراد بر ہدف
بیخبرند زاہدان جام بخواہ و لاتقل	۷	مست ریاست محتسب بادہ بنوش و لاتخف
صوفی شہر بین کہ چون لقمۂ شبہہ میخورد	۸	پاردمش دراز باد این حیوان خوش علف
من بجدام دل خوشی می خورم و طرب کنم	۹	کز این و بیش خاطرم لشکر غم کشیدہ صف

(۱۰) **حافظ** اگر قدم زنی در رہ خاندان عشق
بدرقۂ رہت شود ہمت شحنۂ نجف (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ نصیب اگر یاری کرے تو اس کو دامن کو ہاتھ میں لاؤں۔ اگر بپرابر اپنے ساتھ کھینچوں تو زہے خوشی اور اگر وہ مجھ قتل کرے تو زہے عزت۔

(۲) ترجمہ۔ میرے امید دل نے کسی کی مہربانی سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اگرچہ باد صبا میرا قصہ چاروں طرف پھیلاتی رہی۔ **طرف بستن** تحقیق لغوی کے لئے دیکھو الف ۲/۱۲۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرے عشق کے قصہ کو باد صبا اطراف و اکناف عالم میں پھیلاتی رہتی ہے مگر کسی معشوق سے مجھے فائدہ نہ ہوا۔

(۳) ترجمہ۔ میں سنگدل معشوقوں کے عشق کو کب تک نا زرتے پالوں۔ یہ ناخلف بیٹے باپ کو بھی یاد نہیں کرتے پھر مجھے ان سے کیا امید ہوسکتی ہے

(۴) ترجمہ۔ تیرے ابرو کے خم سے مجھ کو کوئی کشائش (آسودگی) حاصل نہ ہوئی۔ واہ کہ اس ٹیڑھے خیال میں میری عزیز عمر تلف ہوگئی۔

کج اور ابرو کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے عشق سے فائدہ اٹھانے کا خیال ایک کج خیال ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں ایک گوشہ نشین زاہد کے خیال میں ہوں اور طرفہ یہ کہ مغبچے ہر طرف سے چنگ و دف بجا کر مجھ اپنی طرف راغب کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ میں زاہد گوشہ نشین کا مرید بننا چاہتا ہوں اور مغبچے اپنی طرف کھینچتے ہیں ع۔

پا بدستِ دگرے دست بدستِ دگرے

(۶) ترجمہ۔ معشوق کا ابرو میرے خیال کا دستکش کب ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس کمان سے کسی نے مراد کا تیر نشانہ پر نہیں لگایا۔ **دستکش**۔ ہاتھ سے کھینچنے کی چیز۔ جیسے کمان وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی کمان ابرو تک کبھی خواب و خیال

سوسن۔ نیلے (سوسنی) رنگ کا ایک پہول جسکی پتیوں کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ **شقائق**۔ لالہ کا پہول۔ مفرد اور جمع دونو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ **نبارغ یا انبارغ یا نبارج**۔ سوکن۔ ایک ہی شوہر کی دو بیویاں۔

دوجورو کا خاوند مشہور ہی کہ ہمیشہ پشیمان اور پریشان رہتا ہی۔ منہہ کہولنا ہی پریشانی کی علامت۔ گل لالہ کو پیالہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کیونکہ اسکا منہ کہلا ہوتا ہی۔

(۶) **ترجمہ**۔ ایک کے ہاتہہ میں بادہ پرستوں کیطرح صراحی تہی۔ دوسرے نے مستوں کے ساقی کیطرح پیالہ ہاتہہ میں لیا ہوا تہا پہچلے شعر سے قطعہ بند ہی۔ مطلب یہ ہی کہ سوسن کی ہاتہہ میں صراحی اور لالہ کی ہاتہہ میں پیالہ تہا۔ سوسن صراحی نما اور گل لالہ پیالہ کی شکل کا ہوتا ہے۔

(۷) **ترجمہ**۔ جوانی کی عیش و نشاط کو پہول کیطرح غنیمت سمجہہ۔ اے حافظ رسول کا صرف یہی فرض ہی کہ پیغام پہنچا دے مطلب یہ ہی کہ پہول کیطرح جوانی کی بہار بہی چند روزہ ہی اس لئے اسے غنیمت سمجہو اور حتی الامکان اس سے مستفید ہو۔ یہ وقت پہر ہاتہہ نہیں آئیگا۔ ہمارا کام صرف اتنا ہی کہ بتا دیں ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے

وما علینا الا البلاغ

ردیف (ف)

غزل (۱)

طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف	۱	گر بکشم زہی طرب ور بکشد زہی شرف
طرف کرم ز کس نبست این دل پر امید من	۲	گرچہ صبا ہمی برد قصہ من بہر طرف
چند بناز پرورم مہر بتان سنگدل	۳	یاد پدر نمیکنند این پسران ناخلف
از خم ابروی توام ہیچ کشایشی نشد	۴	وہ کہ درین خیال کج عمر عزیز شد تلف
من بخیال زاہدی گوشہ نشین و طرفہ آنکہ	۵	مغبچہ ز ہر طرف میزندم بچنگ و دف

چگونه باز کنم بال در هوای وصال	۵	که ریخت مرغ دلم پر در آشیان فراق
بسی نماند که کشتی عمر غرقه شود	۶	ز موج شوق تو در بحر بیکران فراق
فلک چو دید سرم را اسیر چنبر عشق	۷	ببست گردن صبرم بریسمان فراق
کنون چه چاره که در بحر غم بگردابی	۸	فتاده کشتی صبرم ز بادبان فراق
چگونه دعوی وصلت کنم بجان که شدست	۹	تنم وکیل قضا و دلم ضمان فراق
فراق و هجر که آورد در جهان یارب	۱۰	که روز هجر سیه باد و خانمان فراق

(۱۰)　به پای شوق گر این ره بسر شدی حافظ　(۱۱)
بدست هجر ندادی کسی عنان فراق

(۱) ترجمہ۔ قلم کی زبان فراق کا حال بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ ورنہ فراق کی داستان میں تجھ سے مفصل بیان کرتا۔

(۲) ترجمہ۔ ہم خیال کی قافلہ کے رفیق ہیں اور صبر کے ہمرکاب ہیں۔ غم و اندوہ کے ساتھی ہیں اور فراق کے مونس ہیں۔
یعنے تیرے خیال میں صبر کرکے بیٹھے ہیں اور غم و اندوہ کا دل میں ہجوم ہے۔

(۳) ترجمہ۔ افسوس ہے کہ میری عمر کا زمانہ وصال کی امید میں ختم ہو گیا اور فراق کے زمانہ کا خاتمہ نہ ہوا۔

(۴) ترجمہ۔ وہ سر جسے میں فخر کے ساتھ آسمان سے ملاتا تھا۔ اب عاجزی سے فراق کے آستانہ پر رکھدیا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ وصال کی آرزو میں بازو کس طرح کھولوں۔ کیونکہ میرے دل کے پرندے نے فراق کے گھونسلے میں پر گرا دیئے ہیں۔
یعنے آرزوئے وصال میں اڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہوا اور بال کشادن کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ فراق کے بحر ناپیدا کنار میں تیرے شوق کی موج سے عمر کی کشتی اب تھوڑی مدت میں غرق ہو جائیگی۔

(۷) ترجمہ۔ آسمان نے جب دیکھا کہ میرا سر حلقہ عشق میں گرفتار ہے تو میرے صبر کی گردن کو فراق کی رسی سے باندھ دیا۔
چنبر۔ حلقہ۔ طوق۔ کمند۔ قید۔ دائرہ کا محیط۔

(۸) ترجمہ۔ اب کیا علاج ہے کہ بحر غم میں فراق کے بادبان سے صبر کی کشتی گرداب میں پڑ گئی۔

(۹) ترجمہ۔ میں اب جان سے تیرے وصل کا دعوی کس طرح کروں کہ میرا تن قضا کا وکیل اور میرا دل فراق کا ضامن ہو گیا ہے۔

میں بھی میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

(۷) ترجمہ۔ زاہد بخبر ہیں۔ پیالہ مانگ اور کچھ نہ کہہ محتسب رہا ہیں مست ہو شراب پی اور بالکل نہ ڈر۔

(۸) ترجمہ۔ شہر کے صوفی کو دیکھ کہ شبہ کا لقمہ کسطرح کہاتا ہے۔ اس خوشخوراک جانور کے گردن کے بال اور دم لمبی ہے
لقمہ شبہ حرام کا مال۔ یال گردن کے بال گھوڑی کی گردن کے بال۔ خوش علف۔ اچھا چارہ کہانے
والا طنزاً کہا ہے۔ مراد حرام کہانے والے سے ہے۔ زاہد اور عابد عموماً دوسروں کی کمائی سے پیٹ بھرنے
کے عادی ہوتے ہیں۔ اس لئے خواجہ نے ان کی خوراک کو لقمہ شبہ کہا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں کون سی دل کی خوشی پر شراب پیوں اور خوشی کروں۔ کیونکہ لشکر غم نے میرے دل کے چاروں طرف
صفیں باندھی ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ خاندان عشق کے رستے میں اگر تو قدم رکھے گا۔ تو شحنۂ نجف کی دعا تیرے رستہ کا بدرقہ ہو
جائیگی۔

بدرقہ۔ رہنما۔ رفیق راہ شحنۂ نجف یا شاہ نجف۔ مراد امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نجف عراق
عرب میں ایک مشہور شہر ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدفون ہیں۔

ردیف (ق)

غزل (۱)

زبان خامہ ندارد سر بیان فراق	۱	وگرنہ شرح دہم با تو داستان فراق
رفیق خیل خیالم و ہمرکاب شکیب	۲	قرین محنت و اندوہ و ہمعنان فراق
دریغ مدت عمرم کہ بر امید وصال	۳	بسر رسید و نیامد بسر زمان فراق
سری کہ بر سر گردون بفخر مے سودم	۴	زروی عجز نہادم بر آستان فراق

(۶) ترجمہ - فراق کو تیرے فراق میں ایسا مبتلا کروں - کہ فراق کی آنکھوں سے لہو ٹپک آتے -
فراق کو ایک شخصیت فرض کر کے فرماتے ہیں کہ فراق کو بھی تیرے ہجر میں مبتلا کرنا چاہتے تاکہ اسکا
دل بھی خون ہو - اور اسے معلوم ہو کہ دوسرے لوگوں کا فراق میں کیا حال ہوتا ہے -
(۷) ترجمہ - حافظ تیرے عشق کے داغ سے بلبل سحری کی طرح رات دن فراق کے خون فشان نالے کرتا ہے -

غزل (۳)

مقام امن و می بیغش و رفیق شفیق ۱ گرت مدام میسر شود زہے توفیق -
جہان و کار جہان جملہ ہیچ در ہیچ ست ۲ ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق
دریغ و درد کہ تا این زمان ندانستم ۳ کہ کیمیای سعادت بود رفیق شفیق
بمامنے رو و فرصت شمر غنیمت وقت ۴ کہ در کمینگہ عمر ند قاطعان طریق
کجاست اہل دلے تا کند دلالت خیر ۵ کہ ما بدوست نبردیم رہ بہیچ طریق
فدای غمزۂ ساقی ہزار جان آن دم ۶ کہ تر کند لب لعل از شراب ہمچو عقیق
حلاوتی کہ ترا در چہ زنخدان ست ۷ بکنہ او نرسد صد ہزار فکر عمیق
اگرچہ موی میانت بچون منی نرسد ۸ خوش ست خاطرم از فکر این خیال دقیق
اگر برنگ عقیق ست اشک من چہ عجب ۹ کہ مہر خاتم چشم من ست ہمچو عقیق
بیا کہ توبہ ز لعل نگار و خندۂ جام ۱۰ تصوریست کہ عقلش نمیکند تصدیق

(۱۱) بخندہ گفت کہ حافظ غلام طبع توام
ببین کہ تا بچہ قدرم ہمیکند تحمیق (۱۱)

(۱) ترجمہ - امن کا مقام شراب صاف اور مہربان دوست - اگر یہ چیزیں تجھے ہمیشہ میسر آئیں تو زہے قسمت -
(۲) ترجمہ - جہان اور جہان کے تمام کام بالکل ہیچ ہیں - میں نے ہزار دفعہ اس نکتہ کی تحقیق کی ہے -
یعنی میں ہزار بار آزما چکا ہوں کہ دنیا اور مافیہا تمام ناپائدار اور ہیچ ہیں - کل من علیہا فان -

یعنی جسم موت کا وکیل اور دل ہجر کا ضامن ہو گیا ہی صرف جان باقی ہی۔ وصل کا دعوی کسطرح کروں۔ کون مدد کریگا۔ دعوی۔ وکیل اور ضمان قانونی اصطلاحیں اکٹھی کی ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے خدا فراق اور ہجر کو جہاں میں کیوں لے آیا۔ کہ ہجر کا روسیاہ ہو اور فراق کا خانمان (برباد) ہو

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ اگر شوق کے پاؤں ہی یہ رستہ طی ہو سکتا۔ تو فراق کی باگ کوئی شخص ہجر کے ہاتھ میں نہ دیتا۔ یعنے وصل و ہجر اگر شوق کے اختیار میں ہوتے۔ تو ہجر و فراق کا نام ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ شوق ہمیشہ وصال کا طالب ہوتا ہے۔

غزل (۲)

مبادکس چو من خستہ مبتلای فراق	۱	کہ عمر من ہمہ بگذشت در بلای فراق
غریب و عاشق و بیدل فقیر و سرگردان	۲	کشیدہ محنت ایام و درد ہای فراق
اگر بدست من افتد فراق را بکشم	۳	بہ آب دیدہ دہم باز خونبہای فراق
کجا روم چہ کنم حال دل کرا گویم	۴	کہ داد من بستاند دہد جزای فراق
ز درد ہجر و فراقم دمی خلاصی نیست	۵	مگر کہ زاد مرا مادر از برای فراق
فراق را بفراق تو مبتلا سازم	۶	چنانکہ خون بچکانم ز دیدہای فراق

(۷) بداغ عشق تو حافظ چو بلبل سحری
زند بروز و شبان خونفشان نوای فراق (۷)

(۱) ترجمہ۔ مجھ خستہ جان کیطرح کوئی بھی فراق میں مبتلا نہ ہو۔ کیونکہ میری تمام عمر فراق کی مصیبت میں گذر گئی۔

(۲) ترجمہ۔ میں غریب عاشق بیدل فقیر اور سرگرداں ہوں۔ زمانہ کی تکلیف اور فراق کا درد برداشت کرتا ہوں۔

(۳) ترجمہ۔ اگر میرے ہاتھ لگے تو فراق کو قتل کر دوں اور اس کے قتل کے خوں بہا میں آنسو ونکا پانی دوں۔ یعنے فراق کو قتل کرنے کے بدلے روتا ہوں۔ (مگر رونا حصولِ مراد کی خوشی کا ہوگا)

(۴) ترجمہ۔ کہاں جاؤں کیا کروں دل کا حال کس کو کہوں۔ جو میرا انصاف کرے اور فراق کو سزا دے

(۵) ترجمہ۔ ہجر اور فراق کے درد سے مجھے ایکدم بھی خلاصی نہیں۔ شاید ماں نے مجھے فراق کے لئے ہی پیدا کیا ہے

ردیف (ک)

غزل ۱

اگر شراب خوری جرعهٔ فشاں بر خاک	۱	ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک
بزن براوج فلک حالیا سراوق عشق	۲	کہ خود برد اجلت ناگہاں بہ تیرہ مغاک
مخور دریغ و بخور می بشاہد دف و چنگ	۳	کہ بے دریغ زند روزگار تیغ ہلاک
بخاک پای تو ای سرو ناز پرور من	۴	کہ روز واقعہ پا وا مگیر از سر خاک
چہ دوزخی چہ بہشتی چہ آدمی چہ ملک	۵	بمذہب ہمہ کفر طریقت ست امساک
فریب دختر رز طرفہ میزند رہ عقل	۶	مباد تا بقیامت خراب طارم تاک

(۷) براہ میکدہ حافظ خوش از جہاں رفتے
دعای اہل دلت باد مونس دل پاک (۷)

(۱) ترجمہ۔ جب تو شراب پئے تو ایک گھونٹ زمین پر گرا دے۔ جس گناہ سے کسی اور کو فائدہ پہنچے۔ اس سے کیا ڈر۔ شراب پینے والوں کا دستور ہے کہ پینے سے پہلے تھوڑی سی شراب زمین پر گرا دیتے ہیں۔ تاکہ ان شراب خواروں کو اس کا فیض پہنچے۔ جو زیر زمین دفن ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ شراب جیسی چیز کا گرانا گناہ ہے لیکن چونکہ دوسروں کا فائدہ مقصود ہے اس لئے اس گناہ سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔ یا یہ سمجھو کہ شراب پینا اگرچہ گناہ ہے۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی اوروں کو بھی پلائی جاتی ہے۔ اس لئے گناہ نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اس وقت آسمان کی بلندی پر عشق کا پردہ لگا۔ کیونکہ خود موت تجھے ناگاہ تاریک گڑھے میں لیجائیگی۔
سراوق سراپردہ۔ خیمہ۔ وہی مضمون ہے جو شعر نمبر ۲ میں گذر چکا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ دریغ نہ کر اور شاہد دف و چنگ کے ساتھ شراب پی۔ کیونکہ زمانہ بیدریغ ہلاکت کی تلوار مارتا ہے۔

(۳) ترجمہ ۔ افسوس صد افسوس! کہ اب تک مجھ کو یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ مہربان دوست کیمیائے سعادت ہوتا ہے۔
یعنے مہربان دوست کی صحبت فیوض کا چشمہ اور سعادت کا منبع ہوتی ہے۔
(۴) ترجمہ ۔ کسی امن کی جگہ میں جا اور وقت کی متاع کو غنیمت جان۔ کیونکہ رہزن عمر کی گھات میں لگ ہوئی ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ متاع عمر کے لوٹے جانے کا ہر وقت خطرہ ہے۔ وقت کو غنیمت جان اور کوئی امن کی جگہ تلاش کر۔
(۵) ترجمہ ۔ کوئی اہل دل کہاں ہے کہ نیک ستہ دکہائے۔ کہ ہم کسی رستہ سے دوست تک پہنچ سکے ۔
یعنے کوئی ایسا عارف سالک مل جائے۔ جو منزل محبوب تک ہماری رہبری کرے ۔ ہم خود بخود تو وہاں نہیں پہنچ سکے ۔ یہ شعر ضرورت مرشد پر ہے۔
(۶) ترجمہ ۔ اس وقت ساقی کے ایک غمزہ پر ہزار جانیں قربان ہوں جب وہ اپنے لب لعل کو شراب سرخ سے تر کرتا ہے۔
لعل اور عقیق کی رعایت ظاہر۔ یہاں دونو بمعنے سرخ آئے ہیں۔
(۷) ترجمہ ۔ تیری چاہ زنخداں میں جو شیرینی ہے۔ اسکی حقیقت کو لاکہہ گہری عقل بہی نہیں پہنچ سکتی ۔
چاہ اور عمیق کی رعایت ظاہر۔
(۸) ترجمہ ۔ اگرچہ تیری بال جیسی کمر مجھ جیسوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ تاہم میرا دل اس باریک خیال کی فکر سے خوش ہے
یعنے اگرچہ ہم تیری بال جیسی باریک کمر تک نہیں پہنچ سکتے تاہم اس کے خیال میں دل کو خوش رکھتے ہیں۔ موئے میان اور دقیق کی رعایت ظاہر۔
(۹) ترجمہ ۔ اگر میرے آنسو عقیق کیطرح سرخ ہیں تو کیا عجب کیونکہ میری آنکھوں کی انگشتری کی مہر عقیق کیطرح ہے۔
یعنے میرے معشوق کی سرخ میگوں آنکھوں کا نقشہ ہر وقت میری آنکھوں میں ہوتا ہے اس لئے میرے آنسو بہی سرخ ہیں
حاصل کلام یہ کہ معشوق کے خیال میں ہر وقت خون کے آنسو روتا ہوں۔
(۱۰) ترجمہ ۔ آکہ معشوق کے لب اور جام مے کے خندہ سے توبہ کرنا ایسی بات ہے جسکو عقل نہیں مانتی ۔
یعنے شراب اور شاہد سے توبہ بعید از عقل ہے۔
(۱۱) ترجمہ ۔ ہنس کر کہا کہ اے حافظ میں تیری طبع موزون کا غلام ہوں۔ دیکھنا کہ مجھ کو کس قدر احمق بناتا ہے
یعنے میری طبیعت کیا ہے کہ معشوق اسکا غلام ہو۔ صرف مجھے بیوقوف بنا رہا ہے۔

(۱) ترجمہ:- کہ میرے زخمی دل کو تیرے لب پر حق نمک ہے۔ اس حق کا خیال رکھہ کہ میں جاتا ہوں خدا تیرے ساتھہ ہو۔
اللہ معک۔ خدا تیرے ساتھہ ہو (عربی)

(۲) ترجمہ:- تو وہ گوہر یکدانہ ہے کہ عالم قدس میں۔ فرشتوں کی تسبیح کا تیرا ذکر خیر ہے۔
گوہر یکدانہ۔ وہ موتی جو صدف میں صرف ایک ہو۔ بہت بڑا۔ خوبصورت اور آبدار ہوتا ہے۔ یہاں گوہر یکدانہ سے مراد ذات باری تعالی۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ۔

(۳) ترجمہ:- میرے خلوص میں اگر تجھ کو کوئی شک ہے تو تجربہ کرلے۔ کیونکہ کسوٹی کی برابر کوئی چیز زر خالص کے کھرا ہونے کو نہیں پہچان سکتی امتحان ایک کسوٹی ہے۔ جس سے صدق و کذب کی تمیز ہوسکتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر تجھے میرے خلوص میں کوئی شک ہے۔ تو مجھے امتحان میں ڈال کر آزمائش کرلے۔

(۴) ترجمہ:- تو نے کہا تھا کہ میں مست ہونگا اور تجھے دو بوسے دونگا۔ اس وعدہ کو مدت ہوگئی اور ہم نے نہ ایک دیکھا نہ دو۔ یعنے کچھ بھی نہ ملا۔

(۵) ترجمہ:- پستۂ خنداں کو کھول کر شکر ریزی کر خلقت کو اپنے دہن سے شک میں نہ ڈال
مطلب یہ ہے کہ دنیا کو ابھی تیرے دہن کے عدم و وجود میں شک ہے۔ منہ کھول اور بات کر۔ تاکہ لوگوں کو یقین ہوجائے۔ کہ تیرا بھی دہن ہے۔
پستہ خنداں سے مراد دہن۔ شکر ریزی سے مراد شیریں گفتاری۔ پستہ و شکر کی رعایت ظاہر۔ معشوق کی تنگی دہن کا ذکر ہے۔

(۶) ترجمہ:- اگر آسمان میری مراد کے خلاف پھرے تو اسے درہم برہم کردوں۔ میں وہ آدمی نہیں ہوں کہ چرخ فلک سے خواری برداشت کروں۔

پڑا فلک کو ابھی دل جلوں سے کام نہیں	جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

(۷) ترجمہ:- رقیب تو اسکو اپنے حافظ کے پاس نہیں چھوڑتا۔ تو خود ہی ایک دو قدم اس سے اور دور رہ۔
یعنے جب تو معشوق کو حافظ کے پاس جو اس کا صادق عاشق ہے۔ نہیں بیٹھنے دیتا۔ تو تجھے لازم ہے کہ خود ہی دور ہو کر بیٹھے۔

یعنے دنیا فانی ہی۔ زندگانی کا بھروسہ نہیں۔ بید ریغ شراب پی اور دف وچنگ کی آواز سن۔

(۴) ترجمہ۔ اے میرے ناز پرورد معشوق تجھ اپنے پاؤں کی قسم ہی کہ قیامت کو دن میری خاک سی پاؤں نہ اٹھانا

واقعہ۔ سے مراد روز قیامت ہی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہی۔ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ہ (سورہ واقعہ)

یعنے جسوقت قیامت آئیگی۔

(۵) ترجمہ۔ کیا بہشتی اور کیا دوزخی کیا آدمی اور کیا فرشتہ۔ تمام کے مذہب میں بخل طریقت کا کفر ہے۔

مطلب یہ ہی کہ بخل ہر ملت و مذہب میں بمنزلہ کفر ہے۔

(۶) ترجمہ۔ دختر رز (شراب) کا فریب عقل کو عجیب طرح سی غارت کرتا ہی۔ خدا کرے کہ قیامت تک انگور کا طارم ویران نہو۔

طارم۔ تارم کا معرب ہے۔ لکڑی کا گھر۔ بالاخانہ۔ کوٹھہ۔ قاعدہ ہی کہ لکڑیاں کھڑی کرکے اوپر چھپت کے طور پر انگور کی بیل چڑھا دیتے ہیں اسے طارم تاک کہتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ شراب خانہ کی راہ سی تو جہان سی خوش وخرم چلا گیا۔ اہل دل کی دعا تیرے پاک دل کی مونس ہو۔

مطلب یہ ہی کہ شراب عشق پیتے پیتے تو جہان سی رخصت ہوگیا۔ تمام اہل دل کی دعا تیرے ساتھ ہے۔

غزل (۲)

ای دل ریش مرا با لب تو حق نمک	۱	حق نگہدار کہ من میروم اللہ معک
توئی آن گوہر پاکیزہ کہ در عالم قدس	۲	ذکر خیر تو بود حاصل تسبیح ملک
در خلوص منت ار ہست شکی تجربہ کن	۳	کس عیار زر خالص نشناسد چو محک
گفتہ بودی کہ شوم مست و دو بوست بدہم	۴	وعدہ از حد بشد و ما نہ دو دیدیم و نہ یک
بگشا پستہ خندان و شکر ریزی کن	۵	خلق را از دہن خویش مینداز بشک
چرخ بر ہم زنم ار جز بمرادم گردد	۶	من نہ آنم کہ زبونی کشم از چرخ فلک

(۷) چون بر حافظ خویشش نگذاری باری
ای رقیب از بر او یکدو قدم بیشتر ک (۷)

(۳) ترجمہ۔ تیری دو آنکھوں سے آنکھ میں مردمی ظاہر ہے۔ اور تیرے دو لبوں سے آنکھ میں پتلی روشن ہے۔
مطلب یہ ہی کہ تمام جہان کی آنکھ میں مروت اور وفا تیری آنکھوں کی برکت سے ہے اور تمام جہان کی آنکھوں کی بینائی تیرے لب لعل کے دیدار سے ہے۔

(۴) ترجمہ۔ آدم کو اگر تیرے چہرے کی خوبصورتی سے حصہ ملا ہوتا۔ تو فرشتے اسکے دیکھنے سے سجدہ کرنے میں مشغول نہ ہوتے۔
مطلب یہ ہی کہ اگر آدم علیہ السلام کے چہرہ پر تیرے چہرے جیسی خوبصورتی ہوتی۔ تو فرشتے اس کو دیکھنے میں اسقدر مشغول ہو جاتے۔ کہ سجدہ نہ کرتے کیونکہ سجدہ کی حالت میں وہ اسکے چہرے کے دیدار سے محروم رہتے۔ حاصل کلام یہ ہی کہ تھوڑی دیر کے لئے بھی وہ اسکے چہرے سے آنکھیں اٹھا کر زمین کیطرف نہ جھکتے۔ اور نیچے نہ دیکھتے اور ہمہ تن اس کے دیکھنے میں ہی مصروف و محو رہتے۔ کیونکہ

در بزم وصال تو بہنگام تماشا	نظارہ ز جنبیدن مژگاں گلہ دارد

(۵) ترجمہ۔ چین کا مصور اگر وہ چہرہ دیکھ لیں۔ تو نگارخانۂ چین کے نقش کو مٹا دیں۔
یعنے چین کے مصور اگر تیرے چہرہ کو ایکدفعہ دیکھ لیں۔ تو نگارخانۂ چین کے تمام نقشوں کو جو ان اعلیٰ سے اعلیٰ تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ مٹا دیں اور صرف تیری تصویر بنا دیں۔

(۶) ترجمہ۔ محل پر سے تیرا چاند جیسا چہرہ ہر رات۔ اس طرح چمکتا ہی جسطرح آسمان سے سورج۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تجھے حافظ کی دوستی پر یقین نہیں۔ تو خالص سونا ہی کسوٹی سے نہیں ڈرتا۔
یعنے اگر تجھے میری دوستی میں شک ہی۔ تو بیشک امتحان کرے۔ خالص سونا کسوٹی سے نہیں ڈرتا۔ دیکھو شعر ک ۲/۴۔

غزل (۴)

ہزار دشمنم ار میکنند قصد ہلاک	۱	گرم تو دوستی از دشمنان ندارم باک
مرا امید وصال تو زندہ میدارد	۲	وگرنہ ہر دمم از ہجر تست بیم ہلاک
نفس نفس اگر از باد نشنوم بویت	۳	زمان زمان کنم از غم چو گل گریبان چاک
رود بخواب دو چشم از خیال تو ہیہات	۴	بود صبور دل اندر فراق تو حاشاک

غزل (۳۱)

۱ ای پیک پی خجستہ چہ نامی فدیت لک — ہرگز سیاہ چردہ ندیدم باین نمک

۲ خوبان سزد کہ بر در تو آیندہ جملگی — وانگاہ خاک پای تو بوسند یک بیک

۳ ہم ظاہر از دو چشم تو در دیدہ مردمی — ہم روشن از دو لعل تو در دیدہ مردمک

۴ آدم ز حسن روی تو گر بہرہ داشتی — از دیدنش بسجدہ نیرداختی ملک

۵ صورتگران چین اگر آن چہرہ بنگرند — نقش نگارخانۂ چین را کنند حک

۶ از طرف بام روی چو ماہ تو ہر شبی — مانند آفتاب ہمی تابد از فلک

(۷) در دوستی حافظ اگر نیست یقین — زر خالص ست و باک نمی دارد از محک (۷)

(۱) ترجمہ — اے مبارک قدم قاصد تیرا کیا نام ہے میں تجھ پر قربان ہوں! میں نے کسی گندم رنگ میں یہ ملاحت نہیں دیکھی۔

یہ غزل نعت معلوم ہوتی ہے۔ **سیاہ چردہ** کے لئے دیکھو شعر ۹ **فدیت لک** (عربی) میں تجھ پر قربان ہوں!۔

(۲) ترجمہ معشوقوں کو چاہیے کہ تمام تیرے دروازے پر آئیں۔ اور پھر ایک ایک کرکے تمام تیری خاک پا کو بوسہ دیں۔

اس شعر میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تمام دیگر انبیاء پر فضیلت بتائی گئی ہے۔ اگرچہ تمام پیغمبر علی نبینا و علیہم السلام قابل تعظیم و تکریم ہیں۔ مگر ایک کو دوسرے پر فضیلت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (بقرہ) یعنے پیغمبروں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے ایسا بھی ہے جس سے خدا نے باتیں کیں اور بعض کے مراتب بلند کئے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ بلندی مراتب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عطا ہوئی اور انکو تمام دیگر انبیاء پر فضیلت ہے۔

ہمہ انبیا در پناہِ تو اند — مقیم در بارگاہِ تو اند
تو مہرِ منیری ہمہ اختر اند — تو سلطانِ ملکی ہمہ چاکر اند

اسکو سمجھنا ہی حقیقت میں انسان کی محدود عقل کیلئے اس غیر محدود ذات کا پورا پورا ادراک ناممکن ہے۔

نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد | نہ فکرت بغور صفاتش رسد
توان در بلاغت بسحبان رسید | نہ در کنہ بیچون سبحان رسید — سعدی

اسی مضمون پر مرزا عبدالقادر بیدل نے کہا ہے

اگر از زمیں بہوا رسیم وگر از سمک بسما رسیم | بدل رمیدہ کجا رسیم کہ رسیم نیز بفہم مقام او

محبوب حقیقی کی ذات کے فہم و ادراک سے بالاتر ہونے کے متعلق عرفی نے کہا ہے

نور حیرت در شب اندیشۂ اوصاف تو | بس ہمایوں مرغ عقل از آشیاں انداختہ
از کمان ناجستہ در چشم تحیر کردہ جا | معرفت کو تیر حکمی بر نشاں انداختہ

اسی مضمون پر ہے۔ ماعرفناك حق معرفتك۔ یعنی ہم نے تجھ کو جیسا کہ تو ہے نہیں پہچانا۔
مزید تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۹/۶۔

(۸) ترجمہ۔ اگر تو مجھے تلوار سے بھی مارے تو میں باگ نہیں موڑونگا۔ اپنے سر کو ڈھال بناؤنگا لیکن تیری فتراک سے ہاتھ نہیں اٹھاؤنگا
مطلب یہ ہے کہ میں تیرے سب جور و ستم برداشت کرونگا لیکن تیرے عشق سے باز نہیں آؤنگا۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ لوگوں کی آنکھوں میں تو اسوقت عزیز ہوگا جب اسکے دروازہ کی خاک پر تو عاجزی سے سر رکھ دے گا۔

ردیف (ل)

غزل

اگر بگوی تو باشد مرا مجال وصول | ۱ | رسد ز دولت وصل تو کار من بحصول
قرار بردہ ز من آن دو سنبل مشکیں | ۲ | خراب کردہ مرا آن دو نرگس مکحول
دل از جواہر مہر تو صیقلی دارد | ۳ | بود ز زنگ حوادث ہر آئنہ مصقول

بضرب سیفک قتلی حیاتنا ابداً	۵	فان روحی قد طاب ان یکون فداک
اگر تو زخم زنی بہ کہ دیگرے مرہم	۶	وگر تو زہر دہی بہ کہ دیگرے تریاک
ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند	۷	بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک
عنان بہ پیچ کہ اگر میزنی بشمشیرم	۸	سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک

(۹) بچشم خلق عزیز آنگہے شوی حافظ
کہ بر درش بنہی روئے مسکنت بر خاک (۹)

(۱) ترجمہ۔ اگرچہ ہزار دشمن بھی مجھے ہلاک کرنیکا ارادہ کریں تاہم اگر تو میرا دوست ہو تو مجھے دشمنوں سے کیا ڈر ہے۔

یعنے۔ ع دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

(۲) ترجمہ۔ تیری وصال کی امید مجھے زندہ رکھتی ہے۔ ورنہ ہر دم مجھے تیرے ہجر سے ہلاک ہوجانیکا خطرہ ہے۔

ایکدم بھی ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار	پر امید وصل میں برسوں گوارا ہو گیا۔	(ذوق)

(۳) ترجمہ۔ اگر ہر ایک سانس کے ساتھ ہوا سے تیری خوشبو نہ سونگھوں۔ تو ہر دم پھول کیطرح غم سے گریبان چاک کرتا رہوں
گل و بو کی رعایت ظاہر

(۴) ترجمہ۔ اگر میری دو آنکھوں کو تیری خیال کے باوجود نیند آجائے تو افسوس ہوگا۔ میرے دل کو تیری فراق میں صبر ہو ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے خیال میں مجھے کبھی نیند نہیں آئی اور تیرے فراق میں کبھی میرے دل کو صبر حاصل نہیں ہوا۔

(۵) ترجمہ۔ تیری تلوار کی ضرب سے میرا قتل ہونا میری ابدی زندگی ہے اور بیشک میری روح اس بات میں خوش ہے کہ تجھ پر قربان ہوجائے۔

یہ شعر تمام تر عربی ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را		ہر زمان از عشق جانے دیگر است

(۶) ترجمہ۔ تیرا زخم لگانا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ دوسرا مرہم لگائے۔ اگر تو زہر دے تو دوسرے کے تریاق دینے سے بہتر ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تجھ جیسا کہ تو ہے۔ ہر نظر کب دیکھ سکتی ہے۔ ہر ایک شخص اپنی بینائی کے مطابق ادراک کرتا ہے

مطلب یہ ہے کہ کنہ ذات کو کما حقہٗ کوئی شخص نہیں پاسکتا صرف اپنی اپنی عقل کی حد تک ہر ایک شخص

(۷) ترجمہ ۔ تو اور کہاں جاؤں کیا کروں دل کا حال کسے کہوں ۔ کیونکہ میں زمانہ کے جور و غم سے ملول ہو گیا ہوں ۔

یہ دو نو شعر قطعہ بند ہیں ۔ مرزا بیدل کا شعر ہے ۔

تو کریم مطلق و من گدا چہ کنی جز اینکہ بخوانیم		در دیگرے بنما کہ من بکجا روم چو برانیم

(۸) ترجمہ ۔ تیرے غم نے میرے دل سے زیادہ ویران اور کوئی جگہ نہ دیکھی ۔ کہ میرے تنگ دل میں اس نے اپنی منزل اور قرارگاہ بنائی ۔

بتانِ ماہوش اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں	(داغ)	کہ جسکی جان جاتی ہے اسی کے دل میں رہتے ہیں ۔

(۹) ترجمہ ۔ اے حافظ درد عشق کے ساتھ موافقت پیدا کر اور خاموش ہو جا ۔ اور عشق کے راز عقلمند کے سامنے ظاہر نہ کر ۔

یعنے اسرار عشق دیوانگان عشق کے سینے میں ہی رہنے چاہئیں ۔ اہل عقل ان اسرار کے اہل نہیں ہوتے ۔

غزل (۲)

ای بردہ دلم را تو بدین شکل و شمائل	۱	پروای کست نیست جہانی بتو مائل
گہ آہ کشم از دل و گہ تیر تو از جان	۲	پیش تو چہ گویم کہ چہا میکشم از دل
وصف لب لعل تو چہ گویم بر قیبان	۳	نیکو نبود معنی نازک بر جاہل
ہر روز چو حسنت ز دگر روز فزون است	۴	مہ را نتوان کرد بروی تو مقابل
دل بروی و جان میدہمت غم چہ فرستی	۵	چون نیک حریفیم چہ حاجت بہ محصل

(۶)	حافظ چو تو پا در حرم عشق نہادی در دامن او دست زن و از ہمہ بگسل	(۶)

(۱) ترجمہ ۔ اے معشوق تو میرے دل کو اس شکل و شمائل سے لے گیا ۔ تجھے کسی کی پرواہ نہیں اور ایک جہان تجھ پر عاشق ہے ۔

شمائل ۔ شمیلہ کی جمع خصلتیں ۔ عادتیں ۔ فارسی والے صورت تقلیع اور وضع کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں

من شکستہ بدحال زندگی یابم	۴	دراں زماں کہ بہ تیغ غمت شوم مقتول
چہ جرم کردہ ام ای جان و دل بحضرت تو	۵	کہ طاعت من بیدل نمی‌شود مقبول
بجو بر در تو من بینوائے بے زر و زور	۶	بہیچ باب ندارم رہ خروج و دخول
کجا روم چہ کنم حال دل کرا گویم	۷	کہ گشتہ ام ز غم و جور روزگار ملول
خراب تر ز دل من غم تو جای نیافت	۸	کہ ساخت در دل تنگم قرارگاہ نزول
(۹)	بدرد عشق بساز و خموش شو حافظ رموز عشق مکن فاش پیش اہل عقول	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر مجھے تیرے کوچہ میں پہنچنے کی اجازت ہو۔ تو تیرے وصل کی دولت سے میری مراد حاصل ہو جائے۔

وُصُول۔ پہنچنا کسی کا کسی دوسری چیز کے پاس۔ واصل ہونا۔

(۲) ترجمہ۔ ان دو سیاہ زلفوں نے میرا قرار چھین لیا۔ اور ان دو سرمہ سا آنکھوں نے مجھے مست اور خراب کر دیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ دل کو تیری محبت کے جوہر سے صیقل ہوتا ہے۔ اور حادثوں کے زنگ سے ہر طرح صیقل یاب ہوتا ہے۔

ہر آئینہ۔ بیشک۔ ضرور۔ البتہ۔ تحقیق۔ ناچار۔ بے دغدغہ۔

مطلب یہ ہے کہ دل کا آئینہ تیرے عشق کی وجہ سے صاف ہے اور اس پر حوادثِ دہر کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

زنگ اور آئینہ میں صنعت ایہام ہے۔ جواہر۔ صیقل۔ زنگ۔ آئینہ کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ مجھ شکستہ دل بدحال کو زندگی مل جائے۔ جس وقت کہ میں تیرے عشق کی تلوار سے قتل ہو جاؤں۔

مطلب یہ ہے کہ عشق میں مرنا دائمی زندگی حاصل کرنا ہے۔ دیکھو شعر ک ۵۔

(۵) ترجمہ۔ اے جانِ دل! میں نے تیری درگاہ میں کیا جرم کیا ہے کہ مجھ بیدل کی بندگی قبول نہیں ہوتی

جان و دل سے مراد معشوق۔ قریباً اسی مضمون پر غالب کا شعر ہے۔

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی؟		بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا	

(۶) ترجمہ۔ جب تیرے در پر مجھ بینوا بے زر اور بے زور کو کسی دروازہ سے آنا جانا نصیب نہیں ہوتا۔

یارب این آتش که در جان من ست	۴	سرد کن زانساں کہ کردی بر خلیل
من نمی یابم مجال ای دوستان	۵	گرچہ او دارد جمالی بس جمیل
پای ما لنگ ست و منزل بس دراز	۶	دست ما کوتاہ و خرما بر نخیل
حسن این نظم از بیان مستغنیست	۷	بر فروغ خور کسی جوید دلیل
آفرین بر کلک نقاشی کہ داد	۸	بکر معنی را چنین حسن جمیل
معجز ست این شعر یا سحر حلال	۹	ہاتف آورد این سخن یا جبرئیل
کس نداند گفت شعری زین نمط	۱۰	کس نیارد سفت دری زین قبیل

(۱۱) حافظ از سر پنجۂ عشق نگار (۱۱)
ہمچو مور افتادہ زیر پای پیل

(۱) ترجمہ۔ اے معشوق تیرا چہرہ بہشت کیطرح ہے اور تیرا لب سلسبیل ہے۔ تیری سبیل (نذر) جان اور دل کو وقف (قربان) کر دیا ہے۔

سلسبیل بہشت کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ ہر ایک نرم اور خوشگوار چیز کو کہتے ہیں۔ شراب۔

سبیل (۱) راہ و طریق (۲) وقف (۳) پانی یا شربت جو راہ خدا وقف کیا جائے۔

(۲) ترجمہ۔ لب کے گرد تیرے خط کے سبزپوش اس طرح ہیں جسطرح سلسبیل کے گرد حوریں۔

یعنے تیرا سبزۂ خط تیرے لبوں کے گرد اس طرح ہے جسطرح نہر بہشت کے گرد حوران بہشت۔

(۳) ترجمہ۔ تیری آنکھ کے تیر نے ہر طرف میری طرح سو مقتول گرائے ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے تیر مژگان نے ہر طرف صدہا عاشقوں کو قتل کر ڈالا ہوا ہے۔ گوشۂ چشم کی رعایت ملحوظ

(۴) ترجمہ۔ اے خدا اس آگ کو جو میری جان میں ہے۔ اس طرح سرد کر جسطرح ابراہیم پر کی تھی۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تھا۔ تو خدا تعالے کے حکم سے کہ يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۔ وہ آگ سرد ہو گئی تھی۔

(۵) ترجمہ۔ اے دوستو مجھے (وصال کی) طاقت نہیں۔ اگرچہ اسکا جمال بہت خوبصورت ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہمارا پاؤں لنگڑا ہے اور منزل بہت دور ہے۔ ہمارا ہاتھ چھوٹا ہے اور خرما درخت پر ہے۔

یوسفے نیست کہ گم گشتہ باز آید تونیست		تو نداری سر سودائے عزیزاں ورنہ	

(۲) ترجمہ۔ کبھی میں دل سے آہ کھینچتا ہوں اور کبھی جان سے تیر اتیر نکالتا ہوں۔ تیرے سامنے کیا کہوں کہ میں دل سے کیا کچھ نکالتا ہوں۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے لب لعل کی تعریف رقیبوں سے کیا بیان کروں۔ جاہلوں کے سامنے باریک نکتے بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب تیرا حسن ہر روز پہلے دن سے زیادہ ہوجاتا ہے۔ تو چاند کو تیرے رخسار کے مقابلہ میں نہیں لاسکتے۔ یعنے تیرا حسن روزافزوں ہے اور چاند کا حسن بڑھ نہیں سکتا۔ اس لئے تیرے چہرے کے مقابلہ میں چاند کو نہیں لاسکتے۔

(۵) ترجمہ۔ تو دل لے گیا ہے جان دینے کو میں تیار ہوں۔ غم کیوں بھیجتا ہے۔ جب ہم خوش معاملہ اسامی ہیں۔ تو محصل کی کیا ضرورت ہے۔

محصل۔ عامل جو سرکاری ٹیکس وغیرہ وصول کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دل تو پہلے ہی سے ہم تجھ دے چکے ہیں۔ باقی رہی جان وہ بھی دینے کو ہم تیار ہیں۔ غم کا محصل بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ محصل صرف نادہند اسامیوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ت ۲۹/۲ ۔

(۶) ترجمہ۔ اے حافظ جب تو نے حرم عشق میں پاؤں رکھا ہے تو اسکے دامن کو مضبوط پکڑے اور باقی تمام سے قطع تعلق کرے۔

یعنے عشق میں شرط یہ ہے کہ سوائے معشوق کے باقی تمام چیزوں سے عاشق قطع تعلق کرے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر الفیا

(سعدی)	زدوست چشم بگسل و از ہر چہ در جہاں بگسل		زہر چہ ہست گزیر است و ناگزیر از دوست

غزل (۳)

سلسبیلت کردہ جان و دل سبیل	۱	ای رخت چوں خلد و لعلت سلسبیل
ہمچو مور انند گرد سلسبیل	۲	سبز پوشان خطت بر گرد لب
ہمچو من افتادہ دارد صد قتیل	۳	ناوک چشم تو در ہر گوشہ

رواست نرگس مست ار فگند سر در پیش	۵	کہ شد ز شیوۂ آن چشم پر عتاب خجل
بود کہ یار نپرسد گنہ ز خلق کریم	۶	کہ از سوال ملولیم و از جواب خجل
بزیر لب ز چہ رو جام زہر خند زند	۷	اگر نہ از لب لعل تو شد شراب خجل
رخ از جناب تو عمریست تا نتافتہ ام	۸	نیم بیاری توفیق ازیں جناب خجل
ازاں نہفتہ رخ خویش در نقاب صدف	۹	کہ شد ز نظم خوشش لولوِ خوشاب خجل

(۱۰) حجاب ظلمت ازاں بست آب خضر گرگشت
ز نظم حافظ و ایں طبع ہمچو آب خجل (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ موسم بہار میں شراب سے توبہ کرنے سے میں شرمندہ ہوں۔ خدا کرے کوئی بڑی کاموں سے شرمندہ نہ ہو۔
یعنے موسم بہار میں شراب سے توبہ کی بُرا کیا۔ اب نادم ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ میری صلاحیت صرف جام شراب ہی ہے اور میرا نصیب پر شاہد ساقی کی کسی طرح شرمندہ نہیں ہوں
مطلب یہ ہے کہ اگر شراب عشق کا ایک پیالہ نصیب ہو جائے تو سلطانِ عشق کی دربار میں شرمندگی نہیں اٹھانی پڑتی

(۳) ترجمہ۔ کل رات میری آنکھوں کی منزل ہی اسقدر خون بہا کہ مجھے نیند کے مسافروں کی نظر میں شرمندہ ہونا پڑا
نیند کے مسافر یعنے نیند۔ نیند تمام رات آنکھوں کی منزل میں آرام کرتی ہے۔ خواجہ صاحب بتاتے ہیں۔ کہ
کل رات میں خون کے آنسو روتا رہا اور ایک لحظہ بھی نیند نہ آئی۔ کیونکہ میری آنکھیں جو نیند کا مقام
ہیں۔ تمام رات خون سے پُر رہیں۔

(۴) ترجمہ۔ تو آفتاب سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ تیری مقابلہ میں آفتاب سے شرمندہ نہیں ہونا پڑا (اگر آفتاب تجھ
سے زیادہ خوبصورت ہوتا تو مجھے آفتاب کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا۔

(۵) ترجمہ۔ نرگس مست نے اگر سر جھکایا ہوا ہے تو جائز ہے۔ کیونکہ وہ معشوق کی پُر عتاب آنکھ کے شیوہ
سے شرمندہ ہے۔

قلم و دوات و کاغذ ہمہ جمع کرد نرگس	کہ بہ پیش چشم مستت خط بندگی نویسد

(۶) ترجمہ۔ بہتر ہو اگر محبوب اپنے اخلاق کریمانہ سے گناہوں کی پرسش نہ کرے۔ کیونکہ ہم سوال سے ملول ہیں اور
جواب سے شرمندہ۔

یہ شعر بہت مشہور ہے اور اکثر بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گوہر مقصود تک ہماری رسائی بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس اسباب ناکافی ہیں۔

بام بتلا یا بلند اور نارسا بخشی کمند	رکھتی ہیں ہم اپنی معذوری پہ برہان اپنی پاس

(۷) ترجمہ۔ اس نظم کی خوبی محتاج بیان نہیں۔ کیا آفتاب کی روشنی پر کسی کو دلیل کی ضرورت ہے۔

خواجہ صاحب اپنے کلام کی تعریف کرتے ہیں۔ دوسرے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ بمصداق ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ میرے شعروں کی خوبی بھی عیاں اور ظاہر ہے۔ محتاج بیان نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اس نقاش کے قلم پر آفرین ہو جس نے معانی کی دوشیزہ کو ایسا عمدہ حسن دیا ہے۔

• مطلب یہ ہے کہ اس نقاش کے قلم پر آفرین ہو جس نے نئے اور تازہ خیالات کو الفاظ کا ایسا خوبصورت اور زیبا جامہ پہنایا ہے۔ یہ بھی اپنے شعروں کی تعریف ہے۔

(۹) ترجمہ۔ یہ شعر معجزہ ہیں یا سحر حلال۔ اس کلام کو ہاتف لایا ہے۔ یا جبرئیل۔

سحر حلال (۱) جائز جادو (۲) فصیح و بلیغ شعر و سخن جو جادو کی طرح اثر کرے۔ جادو حرام ہے لیکن جادو اثر کلام جائز ہے۔ اسی لئے سحر حلال کہتے ہیں (۳) اہلی شیرازی کی ایک مثنوی جو دو بحروں میں پڑھی جا سکتی ہے اور قافیے مکرر ہیں۔ لیکن معانی مختلف ہیں۔ یہ شعر بھی خواجہ حافظ رح نے اپنے کلام کی تعریف میں کہا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ کوئی آدمی اسطرح شعر نہیں کہہ سکتا۔ کوئی آدمی اسطرح موتی نہیں پرو سکتا۔

یہ بھی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ معشوق کے عشق کے پنجہ سے حافظ اس طرح گرا ہے جسطرح چیونٹی ہاتھی کے پاؤں کے نیچے۔

غزل (۴)

بعہد گل شدم از توبہ شراب خجل	۱	کہ کس مباد ز کردار ناصواب خجل
صلاح من ہمہ جام میست و من زین بخت	۲	نیم ز شاہد و ساقی بہیچ باب خجل
ز خون کہ رفت مرا دوش در سر اچہ چشم	۳	شدیم در نظر رہروان خواب خجل
تو خوبروی تری ز آفتاب شکر خدا	۴	کہ نیستم ز تو در روی آفتاب خجل

عرصۂ بزمگاہ خالی ماند	۳	از حریفان و طرف بالا مال
عفت الدار بعد عافیۃ	۴	فاسئلوا حالہا عن الاطلال
سایہ افگند حالیا شب ہجر	۵	تا چہ بازند شبروان خیال
قصۃ العشق لا انفصام لہا	۶	فصمت ہہنا لسان القال
ترک ما سوی کس نمی نگرد	۷	آہ ازیں کبریا و جاہ و جلال
یا بریدے السمیٰ حماک اللہ	۸	مرحبا مرحبا تعال تعال

(۹)	**حافظ** عشق و صابری تا چند نالۂ عاشقاں خوش ست بنال	(۹)

(۱) ترجمہ - اے نسیم شمال خوشخبری سن (یا سنا) کہ ہمارا زمانۂ وصال قریب ہے۔

شمال - وہ ہوا جو قطب شمالی کیطرف سے آتے۔

(۲) ترجمہ - سلمیٰ کا کیا حال ہے اور ذی سلم میں کون ہے۔ ہمسائے کیسے ہیں اور کیا حال ہے۔

سلمیٰ - عرب کی ایک مشہور معشوقہ۔ مجازاً ہر ایک معشوق کو کہتے ہیں۔ **ذی سلم** ایک شہر کا نام۔ معشوق کا مقام۔ عاشق باد شمال سے اپنے معشوق اور اسکے شہر کا حال پوچھ رہا ہے۔

(۳) ترجمہ - بادہ نوشوں سے اور شراب کے بھرے ہوئے پیالوں سے بزم گاہ کا میدان خالی ہوگیا۔

(۴) ترجمہ - عیش و عشرت کے بعد یہ گھر ویران ہوگیا۔ اب اسکا حال کہنڈرات سے پوچھو۔

اطلال جمع طلل - ویران اور پرانے مکانات کی نشان - کہنڈر - یعنی ہمارا مقام عشرت یا ہماری بزم گاہ جو پہلے آباد تھی۔ اب اسکی صرف کہنڈر موجود ہیں۔ وہی مضمون ہے جو گذشتہ شعر میں ہے۔

پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت		بوم نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

(۵) ترجمہ - اب تو شب ہجر نے "زرکی پھیلا دی ہے۔ دیکھئے خیال کے شب رو اب کیا کرتے ہیں۔

شب رو سے مراد رات کو چلنے والا مجازاً چور۔ **شب روان خیال** سے مراد خیالات۔ خیالات چونکہ اکثر رات کو پیدا ہوتے ہیں اسلئے خیالات کو شب روان خیال کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہجر کی اندھیری رات ہے عجیب عجیب خیالات دل میں گزرینگے۔

یعنے ہمارے اعمال تو اس قابل نہیں کہ سوال و جواب میں عمدہ برآ ہو سکیں۔ بہتر یہی ہوگا کہ محبوب حقیقی ہمارے اعمال کے متعلق سوال و جواب بالکل نہ کرے۔

اگر خشم گیری بقدر گناہ		بدوزخ فرست و تراز و مخواہ	(سعدی)

(۷) ترجمہ۔ اگر شراب تیرے لب لعل سے شرمندہ نہیں ہے تو پیالہ زیر لب کیوں زہر خندہ کرتا ہے۔
خندہ جام مشہور ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ شراب معشوق کے لب لعل سے شرمندہ ہے اس لئے پیالہ زیر لب زہر خندہ کرتا ہے۔
(۸) ترجمہ۔ مدت گذر گئی ہے کہ میں نے تیری جناب سے منہ نہیں موڑا قیمت کی یاوری سے تیری جناب سے میں شرمندہ نہیں ہوں۔
یعنے خوش قسمتی سے تیرے دروازہ پر سر رکھے ہوئے عمر گذر گئی۔ ورنہ شرمندہ ہونا پڑتا۔
(۹) ترجمہ۔ چونکہ خوش آب موتی حافظ کی عمدہ نظم سے شرمندہ ہے۔ اس لئے اس نے اپنے چہرہ کو صدف کے پردہ میں چھپایا ہوا ہے۔
یعنے حافظ کے شعر آب تاب میں موتیوں سے بھی بڑھکر ہیں اس لئے موتی شرمندگی کی وجہ سے صدف میں چھپے رہتے ہیں
(۱۰) ترجمہ۔ آب حیات ظلمت کے پردہ میں اس لئے بند ہے۔ کہ حافظ کی نظم سے اور اسکی پانی کی طرح روان طبیعت سے وہ شرمندہ ہے
خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ میرے شعر آب حیات سے بڑھکر روح افزا اور جان پرور ہیں۔ اور آب حیات ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اسلئے آب حیات بوجہ شرمندگی کے ظلمات میں بند ہے مشہور ہے کہ آب حیات کا چشمہ تاریکی میں ہے صنعت حسن تعلیل ہے۔ اور شاعرانہ فخر یہ شعر ہے۔

غزل (۵)

خوش خبر باش ای نسیم شمال	۱	کہ بما میرسد زمان وصال	
ما بسلمیٰ و من بذی سلم	۲	این جیراننا و کیف الحال	

یہ غزل شاہ یحییٰ کی مدح میں ہے۔ اپنے کلام میں اور بھی کئی جگہ خواجہ صاحب نے شاہ یحییٰ کی تعریف کی ہے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸۰۔ ۱۹ سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ۔ جہان کا بادشاہ دین کی نصرت اور کامل شہنشاہ یحییٰ ابن مظفر بادشاہ عالم و عادل۔

(۲) ترجمہ۔ اے ممدوح تیری پناہ نے اسلام میں جہاں پر جان وتن اور دل کا روزن کھول دیا ہے۔

روزنہ یا روزن۔ روشن دان۔ تابدان۔ مطلب یہ ہے کہ اہل اسلام پر تیری سلطنت نے جان و دل اور تن کے روزن یعنی روحانی اور دنیاوی فوائد کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ تیری تعظیم جان اور عقل پر واجب اور لازم ہے۔ تیری بخشش کون و مکان کو فیض پہنچاتی ہے اور سب کے شامل حال ہے۔
فائض۔ فیض پہنچانے والا۔ شامل۔ شامل حال۔ عام۔ یہ شعر مشہور ترین شعروں میں سے ہے۔

(۴) ترجمہ۔ ازل کے دن تیری قلم سے سیاہی کا ایک قطرہ۔ چاند کے چہرے پر پڑا اور تمام مسائل حل ہو گئے۔

چاند کے چہرے پر سیاہی مائل داغ ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ روز ازل میرے ممدوح کے قلم سے ایک قطرہ سیاہی کا چاند کے چہرہ پر گرا جس سے یہ داغ پیدا ہوتے۔ چونکہ قلم اور سیاہی کی تحریر سے مسائل حل کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے ممدوح کے قلم کی اس تحریر سے جو چاند پر ہوئی دنیا کے تمام مسائل حل ہو گئے۔ گویا روز ازل ہی سے میرے ممدوح کا نام دنیا کے ارباب حل و عقد میں درج ہے۔

(۵) ترجمہ۔ سورج نے جب سیاہ تل دیکھا تو دل میں کہا۔ کاش (تل کی بجائے) میں وہ مقبول بندہ ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ آفتاب اپنی تمام روشنی اور نور کو چھوڑ کر عارض جاناں کے تل کی سیاہی قبول کرنے پر تیار ہے۔ آفتاب رشک کرتا ہے کہ رخسار معشوق کا تل میں کیوں نہ ہوا۔ خال کو مقبول بندہ اس لئے کہا ہے کہ ہمیشہ چہرہ پر ہوتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے بادشاہ تیری بزم کا آسمان بھی رقص و سماع میں مشغول ہے۔ اس سلسلہ کو دامن سے دست طرب کو نہ ہٹا۔

یعنی بزم طرب کو قائم رکھ۔ کیونکہ آسمان بھی اس سے محظوظ ہو رہا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ شراب پی اور جہاں کو بخش کیونکہ تیری کمند کے خم سے۔ بدخواہ کی گردن زنجیروں میں گرفتار ہو گئی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شراب پی اور بخشش عام کر۔ تیرے دشمنوں کی گردنیں زیر زنجیر ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ جب آسمان کا دور تمام تر عدل کے رستہ پر ہے۔ تو خوش رہ کہ ظالم کبھی منزل مقصود پر نہیں پہنچتا۔

مطلب یہ ہے کہ تیرا عہد کامل انصاف کا عہد ہے اس لئے خوشی سے زندگی بسر کر کہ تیرے دشمن جو ظالم ہیں۔ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

(۶) عشق کے قصہ کی کوئی انتہا نہیں۔ یہاں زبانِ گویائی بیکار ہو جاتی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ عشق کا قصہ احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ مندرجہ ذیل شعر میں بھی حکایتِ عشق کے بے پایاں ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم		نمے گردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم

(۷) ترجمہ۔ ہمارا معشوق کسی کی طرف نہیں دیکھتا۔ اس غرور اور جاہ و جلال پر افسوس!
(۸) ترجمہ۔ اے مقامِ معشوق کے قاصد خدا تیری مدد کرے۔ خوش آمدید! خوش آمدید! تعالی اللہ تعالی اللہ!
برید۔ قاصد۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر ت ۱۲ ش حمی۔ نام مقام۔ مجازاً مقام معشوق۔
تعال۔ کلمہ تحسین و برائے اظہار خوشنودی۔
(۹) ترجمہ۔ اے حافظ عشق اور صبر تک کب۔ عاشقوں کا نالہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ نالہ و فریاد کر۔

غزل (۶)

دارای جہان نصرت دین خسرو کامل	۱	یحیی بن مظفر ملک عالم و عادل
ای آنکہ در اسلام پناہ تو گشودہ	۲	بر روی جہاں روزنہ جان و تن و دل
تعظیم تو بر جان خرد واجب و لازم	۳	انعام تو بر کون و مکان فائض و شامل
روز ازل از کلک تو یک قطرہ سیاہی	۴	بر روی مہ افتاد کہ شد حل مسائل
خورشید چو آن خال سیہ دید بدل گفت	۵	ای کاش کہ من بودمی آں بندہ مقبل
شاہا فلک از بزم تو در رقص و سماع ست	۶	دست طرب از دامن ایں سلسلہ مگسل
می نوش و جہان بخش کہ از خم کمندت	۷	شد گردن بدخواہ گرفتار سلاسل
چوں دور فلک یکسرہ بر منہج عدل ست	۸	خوش باش کہ ظالم نبرد راہ بمنزل

(۹)	حافظ قلم شاہ جہاں مقسم رزق ست از بہر معیشت مکن اندیشۂ باطل	(۹)

یعنے خدا نے ۔

(۴) ترجمہ۔ شراب و مطرب کے بغیر مجھے بہشت میں لے جا میری راحت شراب میں ہے سلسبیل میں نہیں۔
یعنے مجھے بہشت کی نہریں نہیں چاہئیں شراب چاہئے۔ اگر بہشت میں بلاتا ہے۔ تو شراب و مطرب بھی تو ہونے چاہئیں۔

(۵) ترجمہ۔ معشوقوں کے چہرے کی آگ اپنے آپ کو نہ لگا۔ ورنہ آگ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرح گذر جا۔
یعنے آتش عشق اپنی جان و دل کو نہ لگا۔ اگر لگاتا ہے تو اتنی کرامت پیدا کر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح تو آگ سے زندہ نکل سکے۔

(۶) ترجمہ۔ یا تو نیل بانوں سے دوستی پیدا نہ کر۔ یا گھر کو ہاتھی کے قد کے مطابق تعمیر کر۔
یہ شعر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ہے۔ بچوں کو بھی معلوم ہے۔ اہل مطابع کی لاپرواہی اور غفلت کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا۔ گلستان باب ہشتم میں ہے۔

پیش درویشاں بود خونت مباح	گر نباشد در میاں مالت سبیل
یا مرو با یار ازرق پیرہن	یا بکش بر خان و مان انگشت نیل
یا مکن با پیلباناں دوستی	یا بنا کن خانۂ در خورد پیل۔

ہمارے پاس ۱۲۲۶ھ کا ایک قلمی دیوان ہے۔ جس میں کاتب کی ہمدانی سے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر بھی درج ہوگیا ہے۔

زیر پایت گر ندانی حال مور	ہمچو حال تست زیر پائے پیل

بعض پرانے قلمی دیوانوں میں اس شعر کی بجائے یہ شعر ہے۔

یا رسوم پیلباناں یاد گیر	یا دہ ہندوستاں بر یاد پیل

پیل را ہندوستان یاد دادن ۔ ہاتھی کو مستی اور شورش میں لانا۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے یہ ضرب المثل اہل ایران و توران کی اختراع ہے۔ کیونکہ ایران میں ہاتھی کو ہندوستان یاد دلانا گویا اس کو مست کرنا ہے اسی قبیل سے ہے "مستاں را سرود یاد دہانیدن" مطلب یہ ہے کہ یا تو ہاتھی کو مستی اور شورش میں نہ لا۔ ورنہ فیلبانوں کیطرح مست ہاتھی کو قابو میں لانے کی ترکیب سیکھ۔

(۷) ترجمہ۔ یا اپنے آپ پر انحصار رکھ تاکہ تو مقصد کو گم کردے یا اس رستہ میں بغیر رہنما کے قدم نہ رکھ۔

(۹) ترجمہ - اے حافظ جہاں کے بادشاہ کا قلم روزی تقسیم کرنے والا ہے - تو روزی کیلئے بیہودہ فکر نہ کر -
صلہ و انعام کا لطیف پیرائیہ میں تقاضا کیا ہے -

غزل (۱۷)

۱ - رہروان عشق بس باشد دلیل ⁂ آب چشم اندر رہش کردم سبیل
۲ - موج اشک ما کی آرد در حساب ⁂ آنکہ کشتی راند در خون قتیل
۳ - اختیاری نیست بدنامی ما ⁂ دلنی فی العشق من یہدی السبیل
۴ - بی می و مطرب بفردوسم مخوان ⁂ راحتی فی الراح لا فی السلسبیل
۵ - آتش سوی بتان بر خود مزن ⁂ ورنہ از آتش گذر کن چون خلیل
۶ - یا مکن با پیلبانان دوستی ⁂ یا بنا کن خانہ درخورد پیل -
۷ - یا منہ بر خود کہ مقصد گم کنی ⁂ یا منہ پای اندرین رہ بی دلیل
۸ - یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی ⁂ یا فرو بر جامۂ تقوی بہ نیل
۹ - شاہ عالم را بقا و عز و مال ⁂ باد و ہر چیزی کہ خواہد زین قبیل

(۱۰) حافظ ار معنی داری بیا ⁂ ورنہ دعوی نیست غیر از قال و قیل (۱۰)

(۱) ترجمہ - سالک کے لئے عشق ہی کافی رہبر ہے - میں نے اسکی راہ میں آنسوؤں کی سبیل لگادی ہے -
سبیل - مسافروں کے لئے پانی جو رستہ میں رکھا جاتا ہے - مطلب یہ ہے کہ راہ عشق میں سالک کے لئے عشق ہی کافی رہنما ہے اور کسی رہنما کی ضرورت نہیں - اسی طرح راہ عشق میں اور کسی سبیل کی ضرورت نہیں آنسوؤں کی سبیل کافی ہے

(۲) ترجمہ - ہمارے آنسوؤں کی موج کو کب حساب میں لاتا ہے - وہ جس نے مقتول کے خون میں کشتی چلائی ہے -
یعنے معشوق نے ہزاروں عاشقوں کو قتل کیا ہے اور ان کے خون کو دریا بہا دیا ہے میرے آنسو کس حساب میں ہیں -

(۳) ترجمہ - ہماری بدنامی ہمارے اختیار میں نہیں ہے - مجھے عشق کا رستہ اسی نے بتایا ہے جو رستہ بتاتا ہے -

(۱) ترجمہ۔ اس صورت کی تعریف میں جو نکتہ میں نے بیان کیا جس کسی نے سنا کہا کہ خدا کہنے والے کو جزائے خیر دے۔

شمائل بصورت دیکھو شعر ل ۲۔ **للہ در قائل** کہنے والے کا اجر خدا کے پاس ہے۔ خدا کہنے والے کو جزائے خیر دے۔ یہ دعائیہ جملہ عموماً اس موقعہ پر لکھا یا کہا جاتا ہے جہاں کسی شاعر کا کوئی عمدہ اور دلچسپ شعر نقل کیا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کے حسن کی تعریف میں جب کبھی میں نے کچھ کہا لوگوں نے للہ در قائل کہا۔

(۲) ترجمہ۔ تو نے ایک حسین عاشق کش معشوق کو دل دیا ہے جس کی عادتیں مرغوب ہیں اور خصلتیں پسندیدہ ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ عشق اور رندی کا حاصل کرنا پہلے آسان نظر آیا لیکن آخر کار ان فضیلتوں کے حاصل کرنے میں میری جان جل گئی

تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے پوچھا کہ میری ناتوان جان پر تو کب بخشش کرے گا۔ اس نے جواب دیا کہ جب جان درمیان میں حائل نہیں رہے گی

مطلب یہ ہے کہ جب تک پردۂ خودی اور پندار ہستی درمیان حائل ہے عشق میں فائز المرام ہونا ناممکن ہے۔

ہے بیخودی ہی جس سے ہوتا ہے قرب حاصل	غائب جو آپ سے ہو پاتے حضور تیرا	(امیر مینائی)

(۵) ترجمہ۔ منصور سولی پر یہ نکتہ بہت اچھا بیان کرتا تھا کہ اس قسم کے مسئلے شافعی سے نہ پوچھو۔

حلاج (۱) دھنیا (۲) حسین بن منصور الحلاج البیضاوی قدس اللہ سرہ سے مراد ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ وہ طبقہ سوم کے اولیاء میں سے تھے۔ ایک روز ایک دھنیے کی دکان پر بیٹھے تھے کہ اسے کسی کام پر بھیج دیا۔ خیال آیا کہ میں نے اس کو کام سے ہٹا دیا ہے۔ انگلی سے اشارہ کیا تو بنولے ایک طرف اور روئی ایک طرف ہو گئی۔ اس لئے لوگوں نے انکو حلاج کہنا شروع کر دیا۔ عراق میں رہے ہیں اور حضرت جنید کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے ہیں۔ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد ہیں۔ انا الحق کہنے پر ان کو سولی دی گئی اور ان کے بدن کو جلا کر دجلہ میں ڈالا گیا یہ واقعہ ۳۰۹ھ کا ہے۔ اکثر مشائخ کا ان کے معاملہ میں اختلاف ہے۔ بعض انکو رد کرتے ہیں اور بعض انکو قبول کرتے ہیں۔ متاخرین میں سے تمام نے انکو قبول کیا ہے۔

شافعی اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک کا نام۔ بڑے عالم و فاضل فقیہ تھے۔ انکا اصلی نام محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع تھا۔ اپنے دادا شافع کی طرف منسوب ہو کر شافعی کہلائے۔ ۲۰۴ھ میں ۵۴ برس کی عمر پا کر وفات پائی۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ منصور حلاج کے "انا الحق" کے مطالب و معانی فقہ کے مسائل سے حل نہیں ہو سکتے۔ بڑے سے بڑا فقیہ بھی "انا الحق" کے اسرار و رموز کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ ظاہری شریعت کے

مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق میں اگر تو منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے۔ تو رہبر اور ہادی کی تلاش کر اور اگر گمراہ ہوتا ہے تو بھٹک جا اور اپنے آپ پر بھروسہ کر۔ ضرورتِ مرشد کے لئے دیکھو شعر دہم۔

(۸) ترجمہ۔ یا تو چہرہ پر عشق کا رنگ لگا۔ یا تقویٰ کے جامہ کو نیل میں بہا دے۔

یعنے اگر عشق اختیار کرتا ہے۔ تو نام و ناموس اور تقویٰ کو دریا میں ڈال دے۔

نیل (۱) مشہور رنگ (۲) دریائے نیل۔ نیل اور نیل میں صنعت تجنیس ہے۔

(۹) ترجمہ۔ جہاں کے بادشاہ کو بقاء عزت اور مال نصیب ہو اور ہر ایک اس قسم کی چیز جو وہ چاہے۔

دوسرے مصرعہ کا لفظ باد پہلے مصرعہ سے متعلق ہے۔ شاہِ عالم سے مراد بادشاہِ وقت جو خواجہ صاحب کا ممدوح ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تیرے پاس معانی ہیں تو لا۔ ورنہ تیرا دعویٰ صرف بات ہی بات ہے۔

یعنے اگر تیرے پاس معانی۔ نکات اور مضامین کا خزانہ ہے۔ تو پیش کر۔ ورنہ دعوائے سخنگوئی فضول ہے۔

غزل (۸)

ہر نکتۂ کہ گفتم در وصف آن شمائل	۱	ہر کس شنید گفتا للہ در قائل
دل دادہ بیاری عاشق کشی نگاری	۲	مرضیۃ السجایا محمودۃ الخصائل
تحصیل عشق و رندی آسان نمود اول	۳	جانم بسوخت آخر در کسب این فضائل
گفتم کہ کی ببخشی بر جان ناتوانم	۴	گفت آن زمان کہ نبود جان در میانہ حائل
حلاج بر سر دار این نکتہ خوش سراید	۵	از شافعی مپرسید امثال این مسائل
دردا کہ بر در خود بارم نداد دلبر	۶	چندانکہ از جوانب انگیختم وسائل
درعین گوشہ گیری بودم چو چشم مستت	۷	اکنون شدم چو مستان برابروتو مائل
از آب دیدہ صد رہ طوفان نوح دیدم	۸	از لوح سینہ ہرگز نقشت نگشت زائل

(۹) ای دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم است
آیا بود کہ بینم در گردنت حمائل (۹)

غزل (۹)

۱ ہر کس کہ ندارد بجہان مہر تو در دل — حقا کہ بود طاعت او ضائع و باطل

۲ برداشتن از عشق تو دل فکر محالست — از جان خود آسان بود از عشق تو مشکل

۳ از عشق تو ناصح چہ مرا منع نماید — ای دوست مگر ہم تو کنی حل مسائل

۴ گشتیم جہاں را کہ ببینیم و ندیدیم — ہمچون تو کسی زیبا در شکل و شمائل

۵ ای زاہد خودبیں بدر میکدہ بگذر — آن دلبر من بیں کہ بود میر قبائل

۶ از وصل تو شستند رقیبان ز طمع دست — چون گشت مرا کام دل از لعل تو حاصل

(۷) حافظ تو برو بندگی پیر مغاں کن — بر دامن او دست زن و از ہمہ بگسل (۷)

یہ غزل اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ اور غالباً الحاقی ہے مقطع کا دوسرا مصرعہ وہی ہے۔ جو شعر لے پلے کا دوسرا مصرع ہے۔

(۱) ترجمہ۔ دنیا میں جس شخص کے دل میں تیری محبت نہ ہو۔ خدا کی قسم ہے کہ اسکی طاعت ضائع اور بیکار ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بندگی بغیر عشق الٰہی (یا بغیر حبِ رسول) محض بیکار اور بے سود ہوتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے عشق سے دل اٹھا لینا ایک ناممکن خیال ہے اپنی جان سے دل اٹھا لینا آسان ہے لیکن تیرے عشق سے دل اٹھانا مشکل تر

(۳) ترجمہ۔ واعظ تیرے عشق سے مجھے کیا منع کرتا ہے۔ اے دوست ہاں اگر تو مسائل کو حل کرے (تو کچھ مقصد برآری ہو)

(۴) ترجمہ۔ ہم تمام جہان میں پھیرے شکل و صورت میں تجھ جیسا کوئی اور حسین دیکھیں لیکن نہ دیکھا۔

یعنے تمام دنیا میں کوئی حسین شکل و شمائل میں تیرے برابر نہیں ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے خود بین زاہد شراب خانہ کے دروازہ سے ہو کر گذر اور وہاں میرے اس معشوق کو دیکھ جو قبائل کا سردار ہے۔

(۶) ترجمہ۔ رقیب تیرے وصل کی امید سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ جب تیرے لب لعل سے میرا دلی مقصد حاصل ہوا۔

یعنے جب مجھے تیرے لب لعل کا بوسہ نصیب ہوا۔ تو رقیب تیرے وصل سے مایوس ہو گئے۔

مسائل اور ہیں۔ اور حقیقت کے نکات اور ہیں۔ جس مفتی نے منصور کے قتل کا فتویٰ دیا تہا۔ اگر انا الحق کی حقیقت کو سمجہتا تو ہرگز ایسا فتویٰ نہ دیتا۔ چنانچہ بعض بزرگوں نے فتویٰ دینے سے انکار ہی کردیا۔ کہتے ہیں کہ شافعی کی تخصیص اس شعر میں اس لئے ہے کہ جس مفتی نے منصور کے سولی چڑہانے جانے کا فتویٰ دیا تہا۔ وہ شافعی مذہب تہا۔ اس شعر کا یہ معنی بہی ہو سکتا ہے۔ کہ اس نکتہ کو منصور ہی سولی پر چڑہ کر اچہا بیان کرسکتا ہے۔ شافعی سے اس قسم کے مسائل نہ پوچہنے چاہئیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عشق کے دقیق نکتے عقل سے حل نہیں ہو سکتے۔ دیکہو شعر ت ۵/۲ - د ن ۵/۱ د ۱۵۱/۲ ل ۵/۶ ۱/۲ س ۱/۲ ص ۱/۵ -

جاں دادگانِ عشق سے پوچہو رہِ فنا	آئیں جناب خضر بہی کچہ نابلد سے ہیں
اور علم و ادب مکتبِ محبت میں	کہ ہے وہاں کا معلم جدا ادیب جدا

(۶) ترجمہ۔ افسوس کہ معشوق نے مجہے اپنے دروازہ میں نہ جانے دیا۔ میں نے ہر چند ادہر ادہر سے وسیلے ڈہونڈہے۔

(۷) ترجمہ۔ عین گوشہ گیری میں میں تیری مست آنکہوں جیسا تہا۔ اب ستوں کی طرح تیرے ابرو پر عاشق ہو گیا ہوں۔

آنکہوں کو گوشہ نشین کہتے ہیں کیونکہ وہ پردہ میں ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک وقت وہ تہا جب میں تیری مست آنکہوں کی طرح زاویہ نشین تہا۔ اور کاروبارِ عشق سے نا آشنا تہا۔ اب یہ حالت ہے کہ اس مستوری کو چہوڑ کر مستی اختیار کی ہے اور تیرے ابرو کا عاشق ہو گیا ہوں۔ عین (ع چشم) اور چشم کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میں نے اپنے آنسوؤں سے صد طوفانِ نوح دیکہے ہیں۔ لیکن سینہ کی تختی سے تیرا نقش بالکل زائل نہ ہوا۔ یعنے میرے آنسوؤں کا سیلاب لوحِ سینہ سے تیرے نقش کو نہ دہو سکا۔ اسی مضمون اور تشریح کے لئے دیکہو شعر ت ۲/۴ -

(۹) ترجمہ۔ اے دوست حافظ کا ہاتہ نظر بد کے لئے تعویذ ہے۔ خدا کرے کہ میں اس کو تیری گردن میں حمائل دیکہوں۔

حمائل۔ وہ چیز جو گلے میں ڈالی جائے۔ نظر بد کے لئے عموماً لوگ گلے میں تعویذ ڈال لیتے ہیں۔ خواجہ صاحب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ میرا ہاتہ ہی چشم زخم کے لئے تعویذ کا کام دیتا ہے اسے اپنے گلے میں ڈال لے۔

(خواجہ صاحب ہر حیلہ و بہانہ سے معشوق کے گلے میں ہاتہ ڈالنا چاہتے ہیں)

سن کے نقش و نگار کے بھید کی قسم۔

(۲) ترجمہ۔ اے میری آبِ حیات! تیرے لبِ لعل کی آبِ حیات کی قسم۔ اے حسن و جمال کی نوبہار! تیرے رنگ و بو کی قسم۔

بہار اور رنگ و بو کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اس مصحفِ رخسار کی قسم جو آنکھوں کے لئے بمنزلہ باغ کے ہے۔ اس باغِ نظر کی قسم جو خیالات کا بہشت ہے۔

عارضِ معشوق گویا ایک باغ ہے جسے آنکھ دیکھکر محظوظ ہوتی ہے۔ اور جو ہر وقت عاشق کے خیال میں رہتا ہے گویا بہشتِ نعیم

اور حدیقہ بہشت کے ایک ہی معنی ہیں اور دونو عارضِ معشوق کی صفت میں واقع ہوئے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ اس عقیق کی قسم جو ہماری آنکھ کی انگشتری کی مہر ہے۔ ان موتیوں کی قسم جو تمہارے دہن میں ہیں۔

عقیق سے مراد لبِ لعل۔ آنکھ انگشتری کی شکل ہوتی ہے جس طرح انگشتری میں لعل و عقیق کی مہر (یا نگین) ہوتی

ہے۔ اسی طرح عاشق کی آنکھ میں ہر وقت معشوق کے لبِ لعل کا نقشہ جما رہتا ہے۔ **بلیغ** وہ خوش گفتار جو برمحل گفتگو کرے

بلیغ مقال سے مراد معشوق کا دہن جو گفتگو میں نہایت فصیح و بلیغ ہے۔ گہر سے مراد دانت۔ حاصل کلام یہ کہ

تیرے لب اور تیرے دانتوں کی قسم۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے اخلاق کی پاکیزگی کی قسم اور پھول کے گلدستہ کی خوشبو کی قسم۔ تیری زلف کی خوشبو

کی قسم اور نسیم شمال کی خوشبو کی قسم۔

نفحہ۔ خوشبو۔ ہوا کا چلنا **شمامہ** دستنبو۔ گلدستہ۔

طیبِ خلق کو نفحۂ شمامۂ گل اور بوئے زلف کو نکہتِ نسیم شمال کہا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے جلووں کی قسم اور حرکاتِ چشم کے شیووں کی قسم۔ تیرے عشووں کی قسم اور چشمِ غزالہ کے غمزوں

کی قسم۔

غزال۔ بچۂ آہو۔ ہرن کا بچہ۔ ہرنوٹا۔ استعمال فارسی میں بمعنی ہرن۔ معشوق کی آنکھ کو ہرن کی آنکھ سے تشبیہ

دیتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ تیرے رستہ کی گرد کی قسم یعنی سایۂ امید کی قسم۔ تیرے پاؤں کی خاک کی قسم یعنی رشکِ آبِ صافی کی قسم

معشوق کی گردِ راہ کو سایۂ امید اور اسکے پاؤں کی خاک کو رشکِ آبِ زلال کہا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے چاند جیسے سر کی قسم اور تیرے بلند آفتاب کی قسم۔ تیرے بلند آستانہ کی قسم اور آسمانِ

جلال کی قسم۔

(۷) ترجمہ - اے حافظ جا اور پیرمغاں کی بندگی کر - اسکے دامن کو مضبوط پکڑ اور سب سے قطع تعلق کرے۔

دیکھو شعر ل ۔ دوسرا مصرعہ دونوں شعروں میں مشترکہ ہے۔

غزل (۱۰)

بسحر چشم تو ای لعبت خجستہ خصال	۱	برمز خط تو آئی یت ہمایون فال
بنوش لعل تو ای آنکہ نیست گانے من	۲	برنگ و بوی تو ای نوبہار حسن جمال
بآں صحیفۂ عارض کہ گشت گلشن چشم	۳	بآں حدیقۂ بینش کہ شد مقال خیال
بآں عقیق کہ مار است مہر خاتم چشم	۴	بآں گہر کہ شمار است در بلیغ مقال
بطیب خلق تو و نفحۂ شمامۂ گل	۵	ببوی زلف تو و نکہت نسیم شمال
بجلوہای تو و شیوہای رفتن چشم	۶	بعشوہای تو و غمزہای چشم غزال
بگرد راہ تو یعنی بسایہ ایمہ	۷	بخاک پای تو یعنی برشک آب زلال
بسر راہ نمایت آفتاب بلند	۸	بآستان رفیعت بآسمان جلال

(۹) کہ بی رضای تو حافظ گر التفات کند
بعمر باز نماند چہ جاے مال و منال (۹)

بلحاظ ترکیب نحوی اس غزل کے تمام شعر مل کر ایک جملۂ قسمیہ بناتا ہے پہلے آٹھ شعر قسم اور مقطع غزل جواب قسم اور جواب قسم مل کر ایک جملۂ قسمیہ بنا۔ بہت بلند پایہ غزل ہے۔ اور خواجہ صاحب کی قادر الکلامی پر دال ہے الفاظ کا انتخاب۔ بندشیں اور ترکیبیں خیر ازچہ صد تحسین و آفرین کی مستحق ہیں۔

خواجہ صاحب کا خطاب اس غزل میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیطرف ہے۔

(۱) ترجمہ - اے مبارک خصلت والے معشوق تیری آنکھ کے جادو کی قسم - اے مبارک فال الٰہی نشانی! تیرے خط کی رمز کی قسم۔

دوسرے مصرعہ میں معشوق کو آیت ہمایوں فال کہا ہے۔ خط سے مراد سبزۂ خط یا تحریر نقش و نگار سے یعنے تیری

روح کو راحت بخشتی ہے اور جمالِ محبوبِ حقیقی کی تجلیات بھی بجلی کی طرح چمک رہی ہیں۔ لیکن ان تمام چیزوں سے پورا حظ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دیارِ محبوب کے قاصد (یعنی آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تشریف فرما ہوکر حقائق و معارف سے ہمیں آشنا کریں۔

(۲) ترجمہ۔ اے معشوق کے اونٹوں کے ساربان ٹھہر جا اور ذرا تھم کیونکہ جمالِ محبوب کے اشتیاق میں مجھ میں صبرِ جمیل نہیں ہے۔ حدی۔ ساربانوں کی وہ خوش آئند آواز جس سے وہ اونٹوں کو ہانکتے ہیں۔ حادی حدی خواں۔ جمال۔ جمع جمل اونٹ۔ مطلب یہ ہے کہ اے محملِ محبوب کے ساربان ناقہ کو کھڑا کر اور اسی جگہ مقام کر کہ شوقِ دیدار میں مجھے اب صبر کی طاقت نہیں رہی۔ جمال اور جمیل میں تجنیس ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے دل شبِ ہجر کی شکایات چھوڑ دے اس امر کے شکریہ میں کہ روزِ وصال نے پردہ اٹھا دیا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب معشوق کو صلح کا خیال ہوا اور عذر خواہی کرتا ہے۔ تو بہر حال رقیب کے جور سے درگذر کر سکتے ہیں۔ عذر سے خواہد یعنے اپنی جفا کاری کا عذر خواہ ہے۔

(۵) ترجمہ۔ آنکھ کے سات پردوں کے نیچے کارخانۂ خیال کی تحریر سے پھول کا پردہ بچھایا ہے۔

ہفت خانہ چشم۔ یعنے ہفت پردۂ چشم یا ہفت لائے چشم یا ہفت طبقۂ چشم آنکھ کے سات طبقے جو حسبِ ذیل ہیں (۱) ملتحمہ جو سب سے باہر ہے (۲) قرنیہ (۳) عنبیہ (۴) عنکبوتیہ (۵) شبکیہ (۶) شمیہ (۷) صلبیہ کارگاہ۔ کارخانہ خصوصاً قالین اور کپڑا بننے کا کارخانہ قاعدہ ہے کہ عزیز مہمان کے لیے نہایت اعلے مکان میں نفیس فرش بچھائے جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے اپنے معشوق کے لیے اپنی آنکھوں میں جگہ بنائی ہے اور آنکھ کے ساتویں طبقے کے نیچے پھولوں کا فرش بچھایا ہے۔ جسے کارخانہ خیال میں تیار کیا گیا ہے۔ تاکہ معشوق وہاں جا کر رہے۔

(۶) ترجمہ۔ سوائے تیرے دہن کے خیال کے میرے تنگ دل میں اور کچھ نہیں خدا کرے میری طرح کوئی شخص ناممکن خیالات کے درپے نہ ہو۔

یعنے میرے دلِ تنگ میں تیرے دہن تنگ کے خیال کے بغیر اور کوئی خیال نہیں اور چونکہ تیرا دہن ایک معدوم شے ہے اس لیے اسکا خیال بھی ایک خیالِ محال ہے۔ جسکا پورا ہونا مشکل۔

(۷) ترجمہ۔ میں معشوق سے مصلحت کے طور پر ملال ظاہر کرتا ہوں کیونکہ کوئی آدمی در اصل اپنی جان سے ملال نہیں کرتا۔

معشوق کے قد بلند کو سرو بادہ نما اور آفتاب بلند کہا ہی اور اسکے بلند آستانہ کو آسمانِ جلال سے تشبیہ دی ہے۔

(۹) ترجمہ ۔ کہ اگر تیری رضا کی بغیر حافظ عمر کیطرف بھی توجہ کرے تو وہ زندہ نہ رہے۔ مال منال کا تو ذکر ہی کیا ہے خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ مجھکو تمام مذکورہ بالا چیزوں کی قسم ہے کہ تیری رضا کی بغیر مال و منال تو کیا زندگی بھی درکار نہیں۔

غزل (۱۱)

شممت روح وداد و شمت برق وصال	۱	بیا کہ بوی ترا میرم ای نسیم شمال
احادیا بجمال الحبیب قف و انزل	۲	کہ نیست صبر جمیلم ز اشتیاق جمال
شکایت شب ہجران فرو گذار ای دل	۳	بشکر آنکہ برافگند پردہ روز وصال
چو یار بر سر صلح ست و عذر میخواہد	۴	توان گذشت ز جور رقیب در ہمہ حال
بیا کہ پردہ گلریز ہفت خانہ چشم	۵	کشیدہ ایم بتحریر کارگاہ خیال
بجز خیال دہان تو نیست در دل تنگ	۶	کہ کس مباد چو من در پی خیال محال
ملال مصلحتی می نمایم از جانان	۷	کہ کس بجد نماند بجان خویش ملال
مرا دلیست پریشان بدست غم پامال	۸	چنانکہ ہیچ کسش نیست اتفاق احوال

(۹) قتیل عشق تو شد حافظ غریب ولی
بخاک ما گذری کن کہ خون ماست حلال (۹)

(۱) ترجمہ ۔ میں نے عشق کی خوشبو سونگھی اور وصال کی بجلی کی چمک دیکھی۔ اے نسیم شمال آ کہ تیری بو پر قربان ہو جاؤں (یا تیری بو کے لئے مرتا ہوں)

روح ۔ بفتح ۔ آسایش فرحت ۔ تازگی ۔ خنکی نسیم ۔ خوشبو ۔ لطیف ہوا ۔

پہلا مصرعہ عربی ہے ۔ بعض قلمی دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے ۔ ع ۔ بیا کہ بوی تو مے یابم از نسیم شمال باد شمال اور باد صبا کو دیار محبوب کا قاصد کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عشق کی خوشبو دار لطیف ہوا چل رہی ہے ۔ جو

(۳) ترجمہ۔ باغ کے صحن میں شراب کا پیالہ پی۔ کیونکہ پھول کی زبانی خوشدلی کی نشانیاں پہنچی ہیں۔

یعنے پھول کا کھلنا موسم بہار کی آمد کا نشان ہے۔ جو عیش و عشرت کا موسم ہوتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ پھول باغ میں پہنچ گیا ہے فراق سے بے فکر ہو جا۔ آ شراب لا پھول کے بوستان سرا کی طلب ہے

۔ بوستان سرا۔ پھول گھر۔

(۵) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو پھول کا وصال چاہتا ہے تو بلبلوں کی طرح باغبان کے رستہ کی خاک پہ جان قربان کردے۔

ردیف (م)

غزل (۱)

آنکه پامال جفا کرده چو خاک راهم	۱	خاک می بوسم و عذر کرمش میخواهم
من نه آنم که بجور از تو بنالم حاشا	۲	چاکر معتقد و بندهٔ دولتخواهم
ذرهٔ خاکم و در کوی توام وقت خوش ست	۳	ترسم ای دوست که بادی ببرد ناگاهم
صوفی صومعهٔ عالم قدسم لیکن	۴	حالیا دیر مغانست حوالت گاهم
بسته ام در خم گیسوی تو امید دراز	۵	آن مبادا که کند دست طلب کوتاهم
پیر میخانه سحر جام جهان بینم داد	۶	واندران آینه از حسن تو کرد آگاهم
با من راه نشین خیز و سوی میکده آی	۷	تا ببینی که دران حلقه چه صاحب جاهم
بر شمع قدت شعله صفت میلرزم	۸	گرچه آنم که هوای تو کشد ناگاهم
خوشم آمد که سحر خسرو خاور میگفت	۹	با همه پادشهی بندهٔ توران شاهم

یعنے میرا معشوق میری جان ہو لہذا اگر میں اس سے ملال ظاہر کرتا ہوں تو وہ صرف برائے مصلحت ہوتا ہے کیونکہ کوئی آدمی فی الحقیقت اپنی جان سے ملال نہیں کہتا۔ جان ہر شخص کو عزیز ہوتی ہے۔ جانان اور جان کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میرا دل پریشان اور غم کے ہاتھوں سے ایسا پامال ہے کہ کبھی کو اسکے حال سے واقفیت نہیں۔

پہلے مصرع میں "بدست غم پامال" کی ترکیب میں دست و پا کا مقابلہ لطیف ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اگرچہ غریب حافظ تیرے عشق کا کشتہ ہے۔ ہماری خاک پہ گذر کر ہمارا خون تجھے حلال ہے۔

یعنے اگرچہ میں تیرے عشق کا کشتہ ہوں لیکن میرا خون تجھ پر حلال ہے آ اور میری خاک کو اپنے اقدام میمنت التزام سے یمن بخش۔

غزل ۱۲

ساقی بیار بادہ کہ آمد زمان گل	۱	تا بشکنیم توبہ دگر در میان گل
کوری خار خندہ زنان تا چمن رویم	۲	چون بلبلان نزول کنیم آشیان گل
در صحن بوستان قدح بادہ نوش کن	۳	کآیات خوشدلی برسید از زبان گل
گل در چمن رسید مشو ایمن از فراق	۴	یار و شراب خواہ و سرا بوستان گل

(۵)	حافظ وصال گل طلبی ہمچو بلبلان جان کن فدای خاک رہ باغبان گل	(۵)

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی شراب لا کہ موسم بہار آگیا ہے تاکہ ایک بار پھر باغ میں توبہ کو توڑیں۔

یعنے شراب پینے سے جو ہم نے توبہ کی تھی اسکو توڑ دیں اور باغ میں بیٹھ کر شراب پئیں۔

(۲) ترجمہ۔ کانٹوں کی پرواہ نہ کرکے ہنستے ہوئے باغ تک جائیں اور بلبلوں کی طرح پھول کے آشیانہ میں نزول کریں (مقام کریں)

کوری خار۔ علی الرغم خار۔ علی الرغم انف خار۔ یعنے کانٹوں کی پرواہ نہ کرکے۔ کانٹوں کی خلاف منشا کوری چشم فلاں۔ فارسی محاورہ ہے بمقابل علی الرغم انف فلان جو عربی محاورہ ہے دیکھوت کے

یعنے میری بہت سی امیدیں تیرے گیسو سے وابستہ ہیں۔ خدا کرے کہ میرا دستِ طلب وہاں تک پہنچ جائے گیسو اور دراز کی رعایت ظاہر۔ دراز و کوتاہ کا مقابلہ لطیف۔

(۶) ترجمہ۔ سحر کے وقت پیرمیخانہ نے مجھے جام جہاں بیں دیا۔ اور اس آئینہ میں مجھ تیرے حسن سے آگاہ کر دیا۔

یعنے پیرمیخانہ نے مجھے شرابِ عشق کا ایک پیالہ دیا جس نے جام جہان بین کا کام دیا۔ مجھے ہر دو عالم کے اسرار سے آگاہ کیا اور تیرے حسن کا جلوہ بھی مجھ اسی جام سے نظر آیا۔ دیکھو شعر الف ۱۲ ظاہر ہے کہ جام مے عشق کے بغیر حسنِ مطلق کا مشاہدہ ناممکن ہے۔

(۷) ترجمہ۔ مجھ راہ نشیں (مسکین) کے ساتھ اٹھ کر میخانہ کیطرف چل اور دیکھ کہ اُس حلقہ میں میں کتنا صاحب مرتبہ ہوں

یعنے اگرچہ میں بظاہر ایک رہ نشین مسکین ہوں لیکن شرابخانہ محبت کے بادہ نوشوں میں میرا رتبہ بہت بلند ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیری قد کی شمع پر میں شعلہ کیطرح کانپ رہا ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تیری ہوا (آرزو) مجھے ناگاہ فنا کر دیگی شمع کا شعلہ ہمیشہ لرزتا رہتا ہے۔ اور ہوا کے ایک جھونکے سے بجھ جاتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں تیرے عشق میں سروِ قامت شعلہ کیطرح ہمہ وقت اور کانپتا رہتا ہوں اور معلوم ہے کہ جنبشِ بادِ سحری کی ایک صدمہ سے فنا ہو جاؤنگا۔

(۹) ترجمہ۔ صبح کے وقت شاہِ مشرق کا یہ کہنا مجھے بہت پسند آیا۔ کہ با وجود اس تمام سلطنت کے میں توران شاہ کا غلام ہوں

شاہ خاور یا شاہ مشرق یعنے آفتاب۔ مطلب یہ ہے کہ آفتاب اگرچہ تمام عالم پر بادشاہی کرتا ہے۔ لیکن باینہمہ توران شاہ کا غلام ہے۔ **توران شاہ** کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸ اسوا نحمری۔

(۱۰) ترجمہ۔ تو مست ہو کر گذر گیا اور حافظ کا تو نے کچھ خیال نہ کیا۔ افسوس ہوگا اگر میری آہ تیرے دامنِ حسن کو پکڑے۔

مطلب یہ ہے کہ تو مستی کی حالت میں میرے پاس سے ہو کر چلا گیا اور میرا کچھ خیال نہ کیا۔ کہ یہ عاشقِ مسکین کس حالت میں ہے مسکینوں کی آہ سے ڈرنا چاہیے۔ اگر میری آہ تیرے حسن کی دامنگیر ہوئی تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

غزل (۲)

بارہا گفتہ ام و بار دگر میگویم	۱	کہ من دلشدہ این رہ نہ بخود میپویم
در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند	۲	انچہ استاد ازل گفت ہمان میگویم
من اگر خارم اگر گل چمن آرائی ہست	۳	کہ ازاں دست کہ می پروردم میرویم

(۱۰)	مست بگذشتی و از حافظت اندیشہ نبود آہ اگر دامن حسن تو بگیرد آہم	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ جس نے مجھے خاک راہ کی طرح پامال بنا دیا ہے میں اسکی خاک کو چومتا ہوں اور آپکی مہربانیوں کا عذرخواہ ہوں یعنے مجھ ناچیز کو پامال کرنے کی جو تکلیف اس نے گوارا فرمائی ہے اسکا عذرخواہ ہوں اور اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ حاشا اللہ میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ تیرے جور سے فریاد کروں میں معتقد نوکر اور دولتخواہ غلام ہوں۔

دولت خواہ ازدیادِ دولت کے لئے دعا کرنے والا۔

(۳) ترجمہ۔ میں خاک کا ایک ذرہ ہوں در تیرے کوچہ میں میرا وقت اچھا گذر رہا ہے۔ اے دوست میں ڈرتا ہوں کہ ہوا کا کوئی جھونکا مجھے اچانک اُڑا کر نہ لیجائے۔

یعنے اب تو تیرے ساتھ وقت اچھا گذر رہا ہے۔ لیکن ہستی مستعار کا کچھ بھروسہ نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ میں عالم قدس کی عبادتگاہ کا صوفی ہوں لیکن فی الحال مجھ دیر مغان کے حوالے کیا گیا ہے۔

عالم قدس سے مراد عالم بالا جہاں ابتدائے آفرینش میں انسانی روح عبادت حق میں مشغول تھی اور تعلق جسمانی سے پاک تھی۔ **دیر مغان** سے مراد خرابات دنیا۔ جو جسد عنصری قبول کرنے کے بعد روح کا مسکن قرار پائی۔ انسان فی الحقیقت عالم قدس کا رہنے والا تھا۔ گردش ایام سے اس خراب آباد میں آگیا۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو صفحے شعر ۔۔۔

سر روحانیاں داری ولے خود را لندیدستی		بخواب خود در آتا قبلہ روحانیاں بینی	عرفی
حسن مطلق کا ازل کے دن سے میں دیوانہ تھا دل کا حاکم جان کا مالک غم جانانہ تھا		لامکاں کہتے ہیں جسکو وہ مرا کاشانہ تھا میہماں جسکو میں سمجھا تھا وہ صاحب خانہ تھا	
باغ عالم کا تماشا باعث غفلت ہوا		دیکھنا آنکھوں کا کانوں کے لئے افسانہ تھا	(امیر مینائی)

(۵) ترجمہ۔ میں تیرے گیسوئے سے امید باندھی ہے۔ خدا کرے کہ ایسا نہ ہو کہ میری دست طلب کو کوتاہ کردے۔

عاملانِ قضاو قدر یا استادِ ازل کے مقابلہ میں خواجہ صاحب کو پس آئینہ کہا جاسکتا ہے۔

"پس پشت" پر غور کرو اور دیکھو کہ جو شخص تمہاری پشت کے سامنے کھڑا ہے، اسی کہتے ہیں کہ پس پشت شما استادہ است

یا "در پس" کی بجائے "در بر" پڑھ لو۔ اسی مضمون پر ہے۔

تو مپندار کہ ایں قصہ زخود میگویم	گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

ذیل کا اشعار بھی اسی حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔

فانی از خویشم من و باقی بحق	شد لبالب ہستیم یکبار شق
آرمیدم باحق و از خود رمید	آن ہم بیرون کہ حق در من دمید
بالب دمساز خویشم گشتہ جفت	مے نیارم بر لب الا آنچہ گفت

نیاز کا شعر ہے۔

نیاز ایں گفت گو از من مپندار	کہ نے گفتار نامے راز با نیست

(۳) ترجمہ۔ میں خواہ کانٹا ہوں خواہ پھول لیکن باغبان کوئی اور ہے کہ میں اسی کے ہاتھ سے جو بھی پایا ہوں اُگتا ہوں۔

یعنے خواہ میں کانٹا ہوں یا پھول۔ مجھے بنانے والا کوئی اور ہے میری پرورش۔ میرا نشو و نما اسی کے ہاتھ میں ہے

وہی مضمون ہے جو غزل ہذا کے مطلع میں ہے۔

خود اگر کفر است اگر ایمان او	دست باف حضرتست و آن او
اگر نکوم و گر بدم در سرشت	قضا تو ایں نقش بر من نوشت
گر آسودہ ور ناتوان سے زیم	چنان کافریدی ہمان سے زیم

(۴) ترجمہ۔ اے دوست مجھ بیدل اور حیران کی عیب جوئی نہ کر کیونکہ میرے پاس ایک گوہر ہے اور کسی صاحب نظر کی جستجو ہے۔

یعنے میرا یہی گوہر دل کے قدرداں کی تلاش میں ہوں۔ جو اسکی قدر و قیمت سمجھو اور اسکا خریدار ہو۔

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ دلق ملمع کے ساتھ شراب سرخ کا لگانا معیوب ہے۔ لیکن میرا فعل معیوب نہیں کیونکہ میں اس سے ہوا یا کار رنگ دھوتا ہوں

دلق ملمع سے مراد خرقہ ریا۔ مطلب یہ ہے کہ شراب سرخ جیسی اچھی چیز کو خرقہ ریا جیسے برے جامہ پر لگانا بیشک ناجائز ہے

لیکن میں دلق ملمع کو شراب سرخ سے اس لئے تر کرتا ہوں کہ اس سے رنگ ریا دھل جائے۔ لہذا میرا فعل ناجائز نہیں۔ حاصل کلام

یہ کہ خرقہ ریا پہننے سے بادہ نوشی بدرجہا بہتر ہے۔

(۶) ترجمہ۔ عاشقوں کا ہنسنا اور ناکسی در طریقت ہے۔ رات کو وقت میں گاتا ہوں اور سحر کے وقت روتا ہوں۔

دوستان عیب من بیدل حیران مکنید	۴	گوہری دارم و صاحب نظری میجویم
گرچہ با دلق ملمع می گلگوں عیب است	۵	مکنم عیب کزو رنگ ریا میشویم
خندہ و گریہ عشاق زجای دگر است	۶	می سرایم بشب و وقت سحر میمویم

(۷) حافظم گفت کہ خاک در میخانہ مبوی
گو مکن عیب کہ من مشک ختن میبویم (۷)

(۱) ترجمہ - میں نے کئی دفعہ کہا ہی اور اب پھر کہتا ہوں - کہ میں بیدل اس رستہ پر خود بخود نہیں چلتا -

یعنے میرا مشرب - اور میری روش میری مرضی پر منحصر نہیں ہی - قادرِ مطلق جدہر چاہتا ہی لے جا رہا ہے -

خواجہ صاحب نے بیشک اس عقیدہ کا بارہا اظہار کیا ہی - چنانچہ دیکھو شعر الف ۲/۷ - الف ۱۴/۳ - الف ۲/۶ - ت ۸/۱۸ - ق ۲۰/۲ - ت ۸/۱۴ - د ۲/۱۵ - ش ۲/۱ وغیرہ وغیرہ -

(۲) ترجمہ - (عالمانِ قضا و قدر نے) مجھے طوطی کیطرح آئینہ کی دوسری طرف کہا ہوا ہی - جو کچھ استادِ ازل نے کہا ہے - میں وہی کہتا ہوں -

بعض نسخوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہی ع - آنچہ استادِ ازل گفت بگو - میگویم یعنی جو کچھ استادِ ازل نے کہا کہ کہو وہی کہتا ہوں -

قاعدہ ہی کہ آئینہ کی ماشتہ طوطی کو رکہکر آئینہ کے پیچھے ایک آدمی بیٹھ جاتا ہی اور جو لفظ طوطی کو پڑہانا چاہتا ہی وہی لفظ بولتا ہی - طوطی آئینہ میں اپنی شکل دیکھتا ہی اور سمجھتا ہی کہ دوسرا طوطی ہی جو بول رہا ہی اپنے ہمجنس کی آواز کی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہی اور بولنے لگ جاتا ہی - خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا - جسطرح استادِ ازل نے پڑہا یا ہے - اسی طرح کہتا ہوں - اور مثال دیکر مضمون کو اسطرح واضح کیا ہی کہ طوطی جو کچھ کہتا ہی اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ پس پردہ جو کچھ اسکا استاد کہ رہا ہے اسکی نقل کرتا ہے -

اس شعر کے متعلق اکثر کہا جاتا ہی کہ طوطی کو تو آئینہ کے سامنے رکہا جاتا ہی - خواجہ صاحب نے "در پس آئینہ" کیوں کہا ؟ اور اس مشکل کو حل کرنے کی مختلف لوگوں نے مختلف کوششیں کی ہیں - ہماری رائے میں یہ کوئی حل طلب مشکل نہیں - الفاظ پس و پیش نسبتاً استعمال ہوتے ہیں - فرض کرو کہ ایک قدِ آدم آئینہ کے ادہر ادہر دو آدمی بیٹھے ہیں - ان میں سے ہر ایک دوسرے کے متعلق کہ سکتا ہی کہ "پس آئینہ نشستہ است" - اسیطرح

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی واپس آ کہ میں خدمت کا آرزومند ہوں بندگی کا مشتاق ہوں اور ازدیاد دولت کا دعاگو ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ چونکہ تیری سعادت کے نور والے جام کا فیض (موجود) ہو۔ مجھے حیرت کی تاریکی سے باہر نکلنے کی راہ دکھا۔

حیرت۔ (۱) تعجب سے ایک حالت پر قائم رہ جانا۔ (۲) اصطلاح تصوف میں ایک خاص حالت کا نام جسے مقام حیرت کہتے ہیں ذات و اوصاف باری تعالیٰ کے فہم و ادراک میں سالک ایک خاص مقام پر جا کر ایک حیرت کا سامنا ہو جاتا ہے جس سے وہ نہ ادہر ہو سکتا ہے نہ اُدہر۔ اکثر اسی مقام سے واپس ہونا پڑتا ہے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اسی مقام حیرت کے متعلق عرفی نے کہا ہے

نور حیرت در شب اندیشۂ اوصافِ تو	بس ہمایوں مرغ عقل از آشیاں انداختہ

اسی حیرت کی کیفیت کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے دہشت کہا ہے۔

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم	کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم

اور اسی مقام حیرت کو نظامی گنجوی نے عقل کے لئے ایک کمند بتایا ہے۔

کہ چندانکہ اندیشہ گردد بلند	سر خود بروں نادر دزیں کمند

مطلب یہ ہے کہ میری عقل تو مقام حیرت کی ظلمات سے باہر نہیں نکل سکتی۔ اگر تو مشعل ہدایت میرے سامنے رکھے تو اسکی روشنی سے میں اس مقام سے نکل کر تیرے نزدیک آسکتا ہوں حاصل کلام یہ ہے کہ شراب عشق کا جام کہ نور کے بغیر منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہے اور مقام حیرت کی تاریکی کو طے کرنا محال ہے۔ دیکھو شعر د ۵۵/۳

پژوہندہ را یادہ زاں شد کلید نشاید ترا جز بتو یافتن	کز اندیشۂ خویشتن در تو دید عناں بازد از ہر دری تافتن

(۳) ترجمہ۔ میں ہر چند ہر طرف سے بحر گناہ میں غرق ہوں لیکن جب سے تیرے عشق کا تیراک ہوا ہوں اہل رحمت میں سے ہو گیا ہوں۔

شش جہت (۱) مشرق (۲) مغرب (۳) شمال (۴) جنوب (۵) اوپر (۶) نیچے۔ آشنا۔ (۱) تیراک (۲) واقف

(۴) ترجمہ۔ اے فقیہ رندی اور بدنامی کا مجھ پر عیب نہ لگا کیونکہ دفتر آفرینش میں میرے لئے یہی لکھا تھا۔

دیوان فطرت۔ لوح محفوظ۔ قسمت کی کتاب۔ دیکھو شعر الف ۳/۴

(۵) ترجمہ۔ شراب پی کہ عاشقی کوشش اور اختیار سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہ نعمت مجھے دیوان قسمت سے ملی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے صبا اگر تو اس معشوق کی زلف عنبر کا دم مارتی ہے تو میری غیرت کے بدلہ سے ڈرتی رہ۔

خواجہ صاحب باد صبا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تو میرے معشوق کی زلف عنبریں کی خوشبو کو لئے پھرتی ہے اور اسکو پھیلا رہی ہے۔ دیکھنا میری غیرت جوش میں آئیگی۔ اس سے ڈر۔

یعنے عشاق کے ہر ایک فعل کا ایک خاص سبب ہوتا ہے۔ اور اسکا خندہ وگریہ معشوق کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ سورہ النجم میں ہے۔ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى۔ (اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رولاتا ہے) اس عاشق کے کسی فعل کی ماہیت کو ظاہر بین نظر نہیں پہچان سکتی۔ حضرت نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

چو اول شب آہنگ خواب آورم	تسبیح نامت شتاب آورم
چو در نیم شب سر برآرم ز خواب	ترا خوانم و ریزم از دیدہ آب

(۷) ترجمہ۔ حافظ نے مجھ کو کہا کہ در میخانہ کی خاک کو نہ سونگھ۔ اسے کہو کہ میری عیب جوئی نہ کرے۔ کیونکہ میں مشکِ ختن سونگھ رہا ہوں۔

یعنے میرے لئے در میخانہ کی خاک بمنزلہ مشکِ ختن ہے۔

غزل (۳)

باز آی ساقیا کہ ہوا خواہ خدمتم	۱	مشتاق بندگی و دعا گوی دولتم
زانجا کہ فیض جام سعادت فروغ تست	۲	بیرون شدی نمای ز ظلمات حیرتم
ہر چند غرق بحر گناہم ز شش جہت	۳	تا آشنای عشق شدم ز اہل رحمتم
عیبم مکن برندی و بدنامی ای فقیہ	۴	کاین بود سرنوشت ز دیوان فطرتم
می خور کہ عاشقی نہ بکسب ست و اختیار	۵	این موہبت رسید ز میراث قسمتم
گردم ز نیم طرہ مشکین آن نگار	۶	فکری بکن ای صبا ز مکافات غیرتم
در ابرو تو تیر نظر تا بگوش ہوش	۷	آوردہ و کشیدہ و موقوف فرصتم
من کز وطن سفر نگزیدم بعمر خویش	۸	در عشق دیدن تو ہوا خواہ غربتم
دریا و کوہ در رہ و من خستہ و ضعیف	۹	ای خضر پی خجستہ مدد کن بہمتم
دورم بصورت از در دولتسرای دوست	۱۰	لیکن بجان و دل ز مقیمان حضرتم

(۱۱)	حافظ بہ پیش چشم تو خواہد سپرد جان در این خیالم ار بدہد عمر مہلتم	(۱۱)

یہ غزل شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی ہے اس خوانِ یغما کے لئے خواجہ صاحب کو کاتبوں کی مہربانی اور مطبع والوں کی عنایت کا مشکور ہونا چاہئے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۵۳-۵۴ سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ۔ اٹھ تاکہ تکلف کے طریقہ کو چھوڑ دیں۔ معرفت کی دکان کو دو جو کے بدلے مہنگا بیچ دیں۔

دکانِ معرفت کو دو جو کے بدلے بھی مہنگا کہا ہے۔ لفظ جو میں شراب جو کیطرف بھی اشارہ ہے۔

(۲) ترجمہ۔ قباپوش معشوق دو سرو کے پاس جاتا ہے اس لئے ہم بھی صبر کے جامہ کو چاک کرتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ خلقت کی نظر سے پردہ میں ستر گناہ۔ اس طاعت سے بہتر ہیں جو ہم روی و ریا سے کریں۔

یعنے لوگوں کو دکھانے کے لئے عبادت کرنے کی نسبت لوگوں سے چھپا کر گناہ کرنا بہتر ہے۔ حاصل کلام یہ کہ ریاکاری سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جس نے سابقہ حقوق کے بغیر اسقدر عنایت کی ہو ممکن ہے کہ اگر ہم خطا کریں تو معاف کر دے گا۔

یعنی جب خدا بغیر ہمارے حق کے ہم پر عنائتیں کرتا ہے تو امید ہے کہ ہمارے گناہ بھی بخش دیگا۔

(۵) ترجمہ۔ اگر میرا معشوق کسی رات میرے ہاتھ لگ جائے۔ تو پھر یہ ممکن نہیں کہ ہم اسکے دامن کو ہاتھ سے چھوڑ دیں۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ تیرے لب سے میرے دل کی مراد حاصل نہ ہوئی۔ اس نے جواب دیا کہ صبر کر ہم تیری مراد پوری کرینگے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ یہ عہد زمانہ وفا نہیں کرتا۔ آ کہ اس پنجروزہ زندگی کو لطف سے گذاریں۔

یعنی زندگی کا بھروسہ نہیں چند گھڑی عیش و عشرت میں گزارنا چاہیئے ؛

بقلم خاکسار محمد اسمٰعیل کاتب عفی عنہ وزیرآبادی

(۷) ترجمہ۔ تیرے ابرو میں نظر کا تیر ہلاکت (کے کان) کی حد تک لایا ہوا اور کھینچا ہوا ہی۔ اب میں فرصت پر موقوف ہوں۔
ہوش۔ (۱) عقل، (۲) ہلاکت۔ موت۔ ابرو کو کمان اور نظر کو تیر کہا ہی۔ قاعدہ ہی کہ تیر انداز کمان میں تیر لگا کر زور سے کھینچ کر اُسے کان تک لے جاتے ہیں تاکہ تیر دور تک نفوذ کرے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میری ابرو میں تیر نظر اس حد تک کھینچا ہوا ہے کہ ہلاکت کی حد تک پونچتا ہے۔ یعنے یہ تیر کمان سے نکل کر جس کو لگے گا اسے ہلاک کر ڈالے گا پس میری ہلاکت اب فرصت پر منحصر ہے۔ جس وقت تو نے یہ تیر مارا مجھے ہلاک کر دیگا۔ گوش ہوش کی رعایت اور خوبی ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میں جس نے اپنی تمام عمر میں وطن سے سفر اختیار نہیں کیا تیرے دیدار کے عشق میں مسافری کا خواہاں ہوں یعنے تیرے دیدار کے لئے وطن چھوڑنے پر تیار ہوں۔

(۹) ترجمہ۔ رستہ میں دریا اور پہاڑ ہیں اور میں خستہ و ضعیف ہوں آ مبارک قدم خضر اپنی دعا و ہمت سے میری مدد کر۔

(۱۰) ترجمہ۔ بظاہر میں دوست کی دولتسرا کے دروازہ سے دور ہوں لیکن جان و دل سے اسکی بندگاہ کا مقیم ہوں۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ تیری آنکھوں کے سامنے اپنی جان دیدیگا۔ میں اسی خیال میں ہوں بشرطیکہ عمر مہلت دے۔ یعنے میں اس خیال میں ہوں کہ تیرے پاس آکر مروں بشرطیکہ تجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی نہ مر گیا۔

غزل (۴)

۱	برخیز تا طریق تکلف رہا کنیم	دکان معرفت بدو جو بر ہوا کنیم
۲	بر دیگران نگار قبا پوش بگذرد	ما نیز جامہ ہای صبوری قبا کنیم
۳	ہفتاد زلت از نظر خلق در حجاب	بہتر ز طاعتی کہ بروی و ریا کنیم
۴	آن کو بغیر سابقہ چندین نواخت کرد	ممکن بود کہ عفو کند گر خطا کنیم
۵	گر یک شبی بدست من افتد نگار من	مشکل بود کہ دامنش از کف رہا کنیم
۶	گفتم نگشت کام دلم حاصل از لبت	گفتا تو صبر کن کہ مرادت روا کنیم
(۷)	حافظ وفا نمیکند ایام سست عہد	این پنجروزہ عمر بیا تا وفا کنیم

سُبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک انت العلیم الحکیم

نگارستان چین دانم نخواہد شد سراپیکت
بنوک کلک رنگ آمیز نقشے نگار آخر

لسان الغیب

یعنی

اردو شرح دیوان حافظ مع مفصل سوانحعمری خواجہ حافظؒ

جلد چہارم

از
میر ولی اللہ بی اے ایل ایل بی۔ وکیل ایبٹ آباد

مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس بھاٹی دروازہ لاہور
باہتمام حافظ مظفر الدین صاحب منیجر

سنہ ۱۹۱۸ء

بار اول　　　　تعداد جلد ایک ہزار

کتاب ہذا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ لہذا کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں۔ جسقدر جلدیں مطلوب ہوں مصنف کے پتہ سے بذریعہ وی پی۔ یا نقد قیمت پر منگوالیں۔

مصنف

جلد اول عہ/ جلد دوم عہ/۱۲ جلد سوم عہ

جلد چہارم زیر طبع ہے۔ عنقریب چھپ کر شائع ہوجائیگی

میر ولی اللہ بی اے وکیل ایبٹ آباد

شکریہ

عالی جناب منبع فیوض و برکات معدن علوم و فنون جناب مسٹر جے ۔ ای ۔ رچی صاحب بہادر ایم ۔ اے ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن صوبہ سرحدی شمال مغربی کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے ازراہ مہربانی و قدردانی لسان الغیب کی جلدیں صوبہ مذکورہ کے تمام سیکنڈری سکولوں کی لائبریریوں کے لئے خرید فرما کر اور اُسے انعامی کتب کے سلسلہ میں منظور فرما کر نیاز مند مصنف کی حوصلہ افزائی فرمائی ۔

میر ولی اللہ

شیخ مبارک [illegible] لوہاری دروازہ لاہور

ترجمہ نیم سرکاری چٹھی نمبر ۶۴۵ سی مورخہ ۵ مارچ ۱۹۱۲ء منجانب جناب والاشان آنریبل لفٹیننٹ کرنل سر جارج روس کیپل صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای چیف کمشنر و ایجنٹ گورنر جنرل صوبہ سرحدی شمال مغربی۔

مائی ڈیر سر۔ شرح دیوان حافظ جو آپ نے بھیجی ہے۔ اسکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس سے پہلے میں اس لئے چٹھی نہ لکھ سکا کہ گزشتہ ایام میں میں نہایت مصروف رہا ہوں۔ اور آپ کی شرح پڑھنے کے لئے وقت نہ نکال سکا۔ اب میں تہ دل سے آپ کو اس کامیابی پر اور نہایت ہی پُر وضاحت شرح کے لکھنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔

آپ کا صادق

جی۔ روس کیپل

مزید شکریہ

عالی جناب فضیلت مآب آنریبل مسٹر جے۔ سی گاڈلے صاحب بہادر ایم۔ اے۔ سی۔ ایس۔ آئی ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن پنجاب۔ و ممبران ٹکسٹ بک کمیٹی پنجاب کا میں نہایت صدق دل سے شکرگذار ہوں جنہوں نے ازراہ قدردانی صوبہ پنجاب کے سیکنڈری سکولوں کے کتب خانوں کے لئے لسان الغیب کی جلدیں خرید فرما کر نیازمند مصنف کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

میر ولی اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

جناب ہز اکسلنسی راجہ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ پیشکار وسابق مدار المہام سرکار عالی

لسان الغیب شرح اردو دیوان خواجہ حافظ علیہ الرحمہ مصنفہ میر ولی اللہ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل ایبٹ آباد کی دو مطبوعہ جلدیں میری نظر سے گذریں۔

سب سے پہلے تو یہی حیرت انگیز اور تعجب خیز بات ہے کہ ایک انگریزی خواں۔ قانون پیشہ شخص ایسے دشوار گذار میدان میں قدم رکھے اور بغیر کسی لغزش کے اس منزل کو طے کرجائے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اسکے ساتھ ہی لسان الغیب کی روحی غیبی تائید کا کرشمہ کہنا نازیبا نہ ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ فارسی اردو میں ایسی کار آمد اور مطابق رفتار زمانہ کوئی شرح اب تک نظر سے نہیں گذری۔ ابتداءً آپنے حضرت خواجہ حافظ علیہ الرحمہ کی مبسوط سوانحعمری (۴۸) صفحے میں اس خوبی سے لکھی ہے کہ وہ بجائے خود ایک نہایت مفید اور بکار آمد کتاب ہے جسکی فی زمانناا شد ضرورت تھی۔ گویا دریا کو کوزے میں بھر دیا۔ اور ہر طرح ماقلّ ودلّ کو پیش نظر رکھا ہے اس سوانحعمری میں نہ آپ نے محض ان قدیم خیالات کے اصحاب کی تقلید کی ہے۔ جو حافظ علیہ الرحمہ کو صرف صوفیانہ حلقے کے اندر ہی محدود سمجھتے ہیں۔ نہ انکا ہی اتباع کیا ہے۔ جو اپنی غلط فہمی سے نہایت سوء ادب کے ساتھ رند مشرب کہہ کر دل کا بخار نکالتے ہیں۔

بلکہ علاوہ صوفی صافی منش ہونے کے انکے زبردست حکیمانہ صوفیانہ خیالات فصاحت۔ بلاغت صنائع۔ بدائع۔ صوری ومعنوی پر بھی خاص روشنی ڈالی ہے۔ اور بیجا افراط وتفریط کے ناگوار دھبے سے اس پاکدامن کے دامن کو بالکل بچا دیا ہے۔

ریویو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب زبدة العلماء وافضل مشائخ طریقت اکمل اولیائے حقیقت جناب مولانا سیادت پناہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوة والسلام علی من لا نبی بعدہ و آلہ وصحبہ اصحاب الوفاء وارباب الصفاء
امابعد شرح دیوان ترجمان لسان الغیب حضرت حافظ شیرازی علیہ الرحمة کہ از قلم سحر رقم مخلصی فی اللہ محمد ولی اللہ
بمنصۂ ظہور آمدہ وللہ در المولف نبذی ازاں از مطالعہ ایں بے ہیچ خاکبوس عتبۂ علیہ درو الہان حیرت
وگمنامی وکاسہ لیس خوان سرگشتگان بادیہ بیخودی و بے نشانی گذشت اگرچہ ادراک وفہم حقایق ومعارف
اہالی مقام وحال مناسب مرتبہ امثال ما فقیران نیست ۔ چہ ہر کس بحسب استعداد و قدر مرتبہ خود از احوال ایشان
چیزے درمیابد ہرچہ اندیشہ وگوید مناسب پایۂ استعداد وی خواہد بود لکن شرح ہذا خالی از تناسب مقالات احوال
حضرت ایشان علیہم الرضوان عاری باز انبساط وپیوستگی با دج پرواز شہبازان عالم قدس نیافتم
از فقیر دعاست کہ او سبحانہ وتعالیٰ شرح ہذا را موجب رضا ولقا در حق مولف وباعث
خوشنودی ناظرین شائقین سلوک مسلک از خود رفتن و بدو پیوستن گرداناد بحرمت النبی الہاشمی
المکی المدنی و آلہ الامجاد وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی ظہورہ الاولی
وخاتم النبیین و آلہ وصحبہ اجمعین

نمقہ العبد
الملتجی الی اللہ الصمد محمد مہر علیشاہ عفی عنہ ربہ بقلمہ از گولڑہ جمادی الاول ۱۳۳۴ سنہ ہجری

ہم اسوقت مثالاً انہیں شارح صاحب کو پیش کرتے ہیں کہ اگر ہمارا ملک انکی حوصلہ افزائی کرے اور انکا دل بڑھاے تو آیندہ انکی خداداد قابلیت اور قدرتی جوش سے کیسے کیسے مفید مدعا کا م ظہور میں آنے کی قوی امید ہوسکتی ہے۔

بالآخر ہم انکی کوششوں کی تحسین و آفرین صرف اس دعائیہ جملے پر ختم کرتے ہیں۔

جزاک اللہ فی الدارین خیراً

۲۲ر جمادی الاول ۱۳۳۵ھ

عالیجناب خانبہادر آنریبل مسٹر جسٹس میاں محمد شاہدین صاحب چیف جج عدالت عالیہ چیف کورٹ پنجاب لاہور۔

آپ کی اردو شرح دیوان حافظ کی جلد اول کے بعض مقامات میں نے سرسری طور سے دیکھے ہیں اور خواجہ صاحب کی سوانحعمری پر جو پہلا باب آپنے لکھا ہے اسکو بغور پڑھا ہے۔ فی الحقیقت یہ باب نہایت دلچسپ اور مفید ہے اور جہانتک مجھے معلوم ہے اردو زبان میں خواجہ حافظ کی زندگی کے صحیح واقعات مختلف ماخذوں سے لیکر ایسے مختصر طریقہ سے اور کسی مصنف نے ابتک نہیں لکھے۔ خواجہ صاحب کے کلام پر آپکا تبصرہ نہایت قابلقدر ہے۔ جسکے ضمن میں آپنے انکا اور شیخ سعدی کا موازنہ کیا ہے اور انکے کلام کے عالمگیر اثر کی مثالیں دی ہیں اور اس بے نظیر عزت و توقیر کا ذکر کیا ہے جو کہ انکو ہر زمانہ کے ادبی حلقوں میں حاصل ہوئی ہے میں نے اس حصہ کو بالخصوص غور سے پڑھا ہے اور اسکے مطالعہ سے میں بہت مستفید ہوا ہوں

خواجہ صاحب کے دیوان پر جو شرح آپنے لکھی ہے اسکی اصلی قدر تو وہی اصحاب کرینگے جو زبان فارسی کے عالم کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ میں اس بحر کا شناور نہیں اور دیوان حافظ کے قلزم میں غوطہ زنی کا دعویٰ کرنا میرے لئے نہایت گستاخانہ جرأت سمجھی جائیگی۔ صرف اسقدر کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ آپنے ان لوگوں پر جو میری طرح خواجہ حافظ کی شاعرانہ خوبیوں کو کسی حد تک سمجھ کر انکا لطف اٹھانا چاہتے ہیں۔ نہایت احسان کیا ہے کہ اردو میں انکے پاکیزہ کلام کے معانی اور علمی محاسن نہایت سلیس اور شستہ زبان میں بیان کردیئے ہیں آپ کی شرح عام فہم ہونے میں لاثانی ہے اور باوجود سلاست بیان کے جو عالمانہ بحث بعض اہم شاعرانہ نکات اور صوفیانہ مسائل پر آپنے کی ہے

شرح پر جہانتک غور سے نظر ڈالی جاتی ہے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ قابل شارح نے تمام ضرورتوں کو پورا کرنے میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ معانی اور نفس مطالب میں بیجا تاویلات سے درگزر کی ہے۔ جیسے کہ عام شارحین اردو و فارسی کی طرز عمل ہے۔ کہ حافظ کے ہر شعر کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر تصوف ہی کے رنگ میں ڈبو دیا ہے۔ اور اس رنگ کے گہرا کرنے کو فرضی حکایتوں اور مصنوعی روایتوں سے بھی کام لیا ہے۔ علاوہ اسکے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں جس خوبی کے ساتھ فرق ما بہ الامتیاز بتایا ہے وہ بھی اپنی حد سے متجاوز نہیں۔ نہ اسمیں مبالغہ کا شائبہ۔

قابل شارح کی یہ کوشش بھی قابل تحسین و آفرین ہے کہ جس جس جگہ آیات کلام الٰہی یا احادیث کی ضرورت اشعار خواجہ علیہ الرحمہ کے تطابق کے لئے محسوس ہوئی ہے۔ وہ بھی درج کر دی ہیں اور نیز اکثر اساتذہ متقدمین کے اشعار بھی موقعہ موقعہ سے جمع کر دیئے ہیں۔ جو اشعار حافظ علیہ الرحمہ کے معانی و مطالب واضح کرنے میں نہایت مفید ثابت ہوتے ہیں۔

کلام حافظ پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے۔ جو صوفیانہ۔ فلسفیانہ۔ عالمانہ۔ شاعرانہ۔ حکیمانہ ہر قسم کے اہل مذاق کے لئے نہایت قابلقدر چیز ہے۔

خدا کرے ہماری قوم اس محنت کی قدر کرے اور داد دینے میں نہ صرف تقاریظ کے دلخوش کن الفاظ کی فیاضی کو ہی پیش نظر رکھے بلکہ جہانتک ممکن ہو وہ طریقہ اختیار کرے جو ہماری قدیم مٹی ہوئی حکومتوں اور سلطنتوں اور اقوام نے عملاً دکھا دیا تھا۔ مگر افسوس کہ ہمارے ملک۔ ہماری قوم میں قدر افزائی کا مادہ گھٹتا جاتا ہے جسکی بدولت اکثر بے بہا گوہر خاک میں ملجاتے ہیں۔ یعنی وہ ہونہار طبیعتیں جو ایک ذرا سی تحریک اور امداد سے بڑے بڑے کارنمایاں کرنے کی قابلیت رکھتی ہیں سب پر پانی پھر جاتا ہے۔ جسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وقت گذر جانے کے بعد کف افسوس ملنا پڑتا ہے جو تحصیل حاصل ہے۔

برخلاف دوسری ہمسایہ اہل ملک و قوم کے کہ جسکی طبیعت میں ذرا بھی ترقی کن مادہ پاتے ہیں اس کو ہر طرح کی امداد دیکر حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ جسکا نتیجہ شدہ شدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے ہی لئے بلکہ اپنے اہل وطن کے لئے بھی مفید ثابت ہوجاتا ہے۔

کاش اب بھی ہم اور ہمارے برادران قومی و وطنی اسطرف اپنی توجہ کو مبذول کریں اور دیکھیں کہ یہ اصول کسقدر فائدہ بخش خاص و عام ہیں۔

کو بغور دیکھا ہے اسکے متعلق میری رائے یہ ہے۔
کہ ایک نوجوان پلیڈر کے قلم سے اس قسم کی شرح اور طریق ادا نہایت ہی امید افزا ہے۔
حافظ رحمتہ اللہ علیہ کی چوراسی صفحہ کی سوانحعمری بجائے خود ایک مستقل کتاب ہے۔ اور پڑھکر مصنف کے ہاتھ چوم لینے کو دل چاہتا ہے یہ سوانح علاوہ فاضلانہ تحقیق کے خود دیوان کے مضامین کو دلنشین کرانے میں بہت ہی معاون اور مفید ہو سکتی ہے۔ طریق تشریح کہن مشق استادوں کیطرح دلچسپ ہے تحقیق لغات۔ نکات تصوف اور حافظ کے مافی الضمیر کے اظہار کے لحاظ سے یہ شرح یکتائی کے پایہ تک پہنچ گئی ہے۔ میر ولی اللہ صاحب دوسری جلدوں کو بھی مکمل کر کے طلبار کو ممنون منت فرمائیں۔
میرے خواجہ تاش مولٰینا شبلی نعمانی مرحوم کی طرح مجھے بھی ہندوستان کی مطبوعہ کتابوں کی خوشخطی۔ صحت۔ چھپوائی۔ کاغذ کی شکایت رہتی ہے۔ مگر شکر ہے کہ میر ولی اللہ صاحب نے اس شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔ اور یہ شرح مندرجہ بالا اوصاف سے موصوف ہے۔ جس پر میں انکو مبارکباد کا مستحق سمجھتا ہوں۔
امید ہے۔ کہ علم دوست بزرگوں کے کتب خانوں کے لئے یہ کتاب زینت کا باعث ہوگی اور نہ ہی کسی سکول کی لائبریری اس سے خالی رہیگی
محمد حسین پروفیسر فورمن کرسچن کالج لاہور

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ اسوہ حسنہ

اردو زبان میں حضرت خواجہ حافظ شیرازیؒ کے مشہور و معروف دیوان کی کوئی مبسوط و جامع شرح موجود نہ ہونے کی کمی عرصہ سے محسوس ہو رہی تھی خوشی کی بات ہے کہ میر ولی اللہ صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد نے اپنی قابلقدر تصنیف لسان الغیب سے اس کمی کو پورا کر دیا ہے اس لئے میر صاحب موصوف تمام قدردان و شائقین کلام حافظ کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ لسان الغیب کا پہلا حصہ جو تقریباً چار سو صفحات اور اڑتالیس غزلوں کی شرح پر مشتمل ہے۔ شایع ہوچکا ہے اور

اس کی داد اصحابِ مذاقِ سلیم کیطرف سے آپ کو ضرور ملے گی۔ یہ دلچسپ اور فاضلانہ شرح لکھکر آپنے قوم اور ملک کو زیر بارِ احسان کیا ہے۔ اور گو آج کل دیگر مشاغلِ زمانہ کی وجہ سے اس قسم کی تصنیفات کے قدردان نسبتاً کم ہیں مجھے یقین ہے کہ امتدادِ زمانہ کے ساتھ انکی تعداد میں اضافہ ہوگا کیونکہ ہندوستان میں بھی علمی خدمات کی قدر ضرور بڑھتی جائیگی اور پھر ایک دن آپ کا شمار بھی ہماری قوم کے علم دوست اور واجب التعظیم محققوں میں ہوگا۔

محمد شاہدین

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی۔بیرسٹرایٹ لا ایڈوکیٹ چیف کورٹ پنجاب

کلام حافظ کے متعلق اپنی اس رائے کی تائید کرتے ہوئے جسکا اظہار انہوں نے مثنوی اسرار خودی میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

تاہم آپکا کام ایک ادبی حیثیت رکھتا ہے۔ علاوہ اسکے جو ویو خواجہ حافظ کے کلام کا صوفیا اور انکے اثر سے جمہور مسلمین نے لیا ہے وہ ایک ایسا ویو ہے۔ جسکے حق میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے پھر یہ کہنے میں مجھے کیونکر تامل ہوسکتا ہے کہ آپنے لسان الغیب بڑی جانفشانی اور عرقریزی سے لکھی ہے اور آپکی تلاش ہر ادبیات سے دلچسپی رکھنے والے کے نزدیک قابل داد ہے۔ آپکا اسلوب بیان سلیس اور دلکش ہے اور بوجہ اس عبور کے جو آپکو فارسی اور علم لٹریچر پر حاصل ہے جو اشعار اور اساتذہ کے آپنے جابجا درج کئے ہیں۔ ان سے کتاب کی دلچسپی اور اسکی ادبی قدر و قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔

جناب شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب منشی فاضل مولوی فاضل قاضی فاضل پروفیسر فارمن کالج لاہور

میں نے شرح اردو دیوان حافظ مصنفہ میر ولی اللہ بی۔اے۔ایل ایل۔بی پلیڈر ایبٹ آباد کی جلد اول

میں "مثنوی اسرارِ خودی" کے مطالعہ سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ ہم نے لسان الغیب کے پہلے حصہ میں اس بارہ صفحہ کے مضمون کو جس سے حافظ صاحب کی فلسفیانہ تعلیم پر روشنی پڑتی ہے بہت پسند کیا۔ اگر فلسفہ حافظ پر ایک مستقل و بسیط و مفصل مضمون لکھدیا جاتا تو زیادہ اچھا تھا۔

لسان الغیب میں جابجا حسب ضرورت تاریخی واقعات کی توضیح ہو جانے اور دیوان میں جن اشخاص کے نام آئے ہیں انکے مختصر حالات درج ہو جانے سے ایک خاص خوبی اور دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اشعار کے معانی و مطالب سمجھنے میں بھی ان تاریخی تشریحات سے بڑی مدد ملتی ہے مصنف نے قابلِ تعریف کوشش سے دوسرے شاعروں کے مختلف اشعار بھی بکثرت جابجا درج کئے ہیں جو حافظ صاحب کے اشعار کے معانی واضح کرنے میں بہت مفید ثابت ہوتے ہیں چونکہ دیوان حافظ کے اکثر اشعار میں قرآن و حدیث کے مضامین کی جانب تلمیحات ہیں اسلئے لسان الغیب میں مناسب مواقع پر آیات و احادیث نقل کر کے انکی تشریح کر دی گئی ہے اگر حافظ صاحب نے ایک ہی مضمون کو کئی شعروں میں لکھا ہے تو ان سب شعروں کا حوالہ شرح میں موجود ہے۔ لسان الغیب کے شروع میں خواجہ حافظ کی مفصل سوانحعمری دی ہے جس میں حافظ صاحب کے نام و نسب تعلیم عادات و خصائل، شہرت، وقعت، مشاغل، مشرب و مسلک پر مستند ماخذوں سے روشنی ڈالی گئی ہے اور کلام حافظ پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے جو ادبی اور علمی ذوق رکھنے والوں کے لئے ایک قابل قدر چیز ہے۔ سوانحعمری میں بعض روایات ایسی دور از قیاس بھی درج ہو گئی ہیں جنکی صحت میں خود مصنف کو شبہ ہے ہمارے خیال میں اس قسم کی روایات اگر درج ہی نہ کی جاتیں تو بہتر تھا امید ہے کہ دوسری اشاعت میں انکو خارج کر دیا جائیگا۔ بہر حال لسان الغیب اپنے رنگ کی سب سے اچھی تصنیف ہے۔ جو اس زمانہ میں شایع ہوئی ہے اور میر ولی اللہ صاحب بی۔ اے کی کوشش واقعی قابلِ تحسین و آفرین ہے کہ آپ نے مسلمان وکیلوں کے لئے جو قانونی پیشہ میں پڑ کر مفید قوم علمی مشاغل کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں عمدہ مثال قائم کی ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزا

ناظرین اسوۂ حسنہ سے خصوصاً اور تمام مسلمانوں سے عموماً ہم درخواست کرتے ہیں کہ وہ دیوان حافظ کی دلچسپ شرح لسان الغیب خرید کر اسکے قابل مصنف کی حوصلہ افزائی کریں اور اپنے اس طرز عمل سے اس قسم کے مصنفوں کی تعداد بڑھانے کا باعث ہوں۔ لسان الغیب ۲۶×۲۰/۸ کی تقطیع پر خوشخط و خوشنما چھپی ہے کاغذ بھی بہت اچھا ہے ضخامت چار سو صفحات کے قریب ہے۔ قیمت عہ/ ہے۔

باقی حصص غالباً زیر طبع ہیں پہلے حصہ کو دیکھکر ہمنے یہ رائے قائم کی ہے کہ لسان الغیب واقعی محنت اور قابلیت اور کوشش و کاوش سے لکھی گئی اور مجموعی اعتبار سے مروجہ اردو اور فارسی شرحوں سے یقیناً بہتر و مرجح ہے ادبی و علمی ترقی کے اس دور نے دیوان حافظ جیسی اہم کتاب کی شرح اور شارح کے لئے جن شرائط اور صفات کو ضروری قرار دیا ہے لسان الغیب اور اسکے قابل مصنف میں تقریباً وہ تمام باتیں موجود ہیں اس لئے دیوان حافظ کی یہ شرح "اپ ٹو ڈیٹ" یعنی آجکل کی ضروریات معلومات اور مذاق کے مطابق کہی جاسکتی ہے اور اسکے مطالعہ سے حافظ و کلام حافظ سے متعلق وہ ضروری معلومات حاصل ہوسکتی ہیں جنکو فی زمانا ناظرین زیادہ اشتیاق سے ڈھونڈتی ہیں۔

یورپ کے ان قابل وسیع النظر اور محقق شارحین کی لکھی ہوئی شرحوں کو چھوڑ کر جنھوں نے اپنی گرانمایہ عمر کے بڑے بڑے حصے دیوان حافظ کے اشعار و معانی کے حل کرنے اور فلسفہ حافظ کے سمجھنے میں صرف کئے ہیں فی زمانا اردو اور فارسی میں دیوان حافظ کی جو شرحیں رائج ہیں انکی متعلق مبصران ادب اور ذائقہ چشان حکمت و فلسفہ کو یہ عام شکایت ہتی کہ ان شروح میں زیادہ تر صوفیانہ مذاق کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر ایک شعر کے حقیقی معنے بھی ضرور بیان کئے جائیں یہاں تک کہ امکنہ و اشخاص کے ناموں کی تعبیر بھی حقیقی رنگ میں کی گئی ہے اور تاریخی واقعات کو بھی کھینچ تان کر حقیقت کا لباس پہنایا گیا ہے جس سے شعر کا لطف خاک میں مل جاتا ہے علاوہ ازیں کلام حافظ کے ادبی محاسن اور شاعرانہ لطائف پر بہت ہی کم روشنی ڈالی گئی ظاہر ہے کہ جن شارحین نے ایسی افسوسناک فروگذاشتوں کو جائز رکھا ہے انہوں نے حافظ اور کلام حافظ سے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا اور ایک ایسے جامع الصفات فاضل کی نسبت جو بے ریا صوفی ہونے کے علاوہ ایک فصیح و بلیغ شاعر اور زبردست حکیم و فلسفی بھی ہے دنیا کو ایک بڑی غلط فہمی میں ڈال دیا ہے۔

میر ولی اللہ صاحب نے شارحین پیشین کی مذکورہ بالا فروگذاشتوں کا تدارک کرنے اور اپنی لکھی ہوئی شرح لسان الغیب میں ادبی، صوفیانہ اور فلسفیانہ تینوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ فلسفیانہ پہلو جسقدر توضیح کا مستحق تھا اسقدر اسکو واضح نہیں کیا گیا۔ تاہم سوانحعمری کے صفحہ ۹ پر تحت عنوان "خواجہ حافظ کے کلام کا اثر" مجملاً ان شبہات کا جواب دیدیا ہے جو بادی النظر میں ناواقفوں کی طبیعت

صرف جلد اول پہنچی ہے جسکے شروع میں دیباچہ کے بعد ۴۰ صفحات پر خواجہ حافظ کی سوانحعمری دی گئی ہے جو بجائے خود ایک مستقل رسالہ ہے۔ قابل مصنف نے خواجہ صاحب کے حالات لکھنے میں اس امر کو بھی ملحوظ رکھا ہے کہ جو بے بنیاد روایتیں آپ کی سوانحعمری کے متعلق مشہور ہیں انکو نظر انداز کردیا جائے اور بعض کی تشریح کرکے اپنے پیش رو شارحین کی غلط فہمیوں کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً چچا سعدیؒ کے مشہور قصہ کو لکھکر اس بات کو صاف کردیا ہے کہ حضرت حافظ کے چچا سعدی دوسرے تھے اور شیخ مصلح الدین شیرازی کا زمانہ اس سے قبل گزر چکا تھا۔

ہم نے سوانحعمری پڑھنے کے بعد اکثر غزلوں کو پڑھا چونکہ اس سے قبل بعض اور شروح اور حواشی بھی ہماری نظر سے گزر چکی تھیں اسلئے ایک ہی نظر میں "لسان الغیب" کی امتیازی خصوصیت روشن ہوگئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ ادبی حیثیت سے صرف یہی ایک شرح ہے جو اس وقت تک اردو زبان میں لکھی گئی ہے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔

بیشک اس سے قبل بھی اردو کو بعض شارحین کی عنایت سے یہ فخر حاصل ہوچکا ہے کہ دیوان حافظ کی شرح مثل دوسری زبانوں انگریزی جرمنی وغیرہ کے ہندوستان کی اس وسیع الاثر زبان میں لکھی گئی لیکن وہ تمام شرحیں ایسی ہیں کہ ان میں ہر واقعہ اور اشعار کو خواہ وہ تاریخی ہی کیوں نہ ہوں کسی نہ کسی طرح توڑ مروڑ کر معرفت کے صیغہ میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن لسان الغیب میں تمام تاریخی تلمیحات کو آئینہ کے مثل روشن کردیا گیا ہے۔ شعر کی تمام ادبی خوبیاں واضح کردی گئی ہیں۔ الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنوں کو لکھکر اشعار کے معانی اور مطالب کو واضح کردیا ہے کہ فارسی کی معمولی استعداد رکھنے والے اشخاص بھی خواجہ حافظ کے کلام سے حظ حاصل کرسکتے ہیں۔ بعض ضروری عنوانوں پر "عشق" "جبر و اختیار" "دیوان حافظ اور فالیں" وغیرہ کے متعلق نہایت قابلانہ بحث کی گئی ہے۔ طرز بیان نہایت صاف زبان سلیس اور عام فہم ہے۔ ۔ ۔

. . . .

کلام حافظ کی لطافت اسکی تاثیر اسکی ادبی خوبیاں اسکے معانی و مطالب کی تشریح دکھانے میں قابل مصنف کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اسکی نسبت ہم اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتے ہیں جو مولوی ابوالحسن صاحب صدیقی جنہیں کلام حافظ پر بڑی حد تک عبور حاصل ہے اور جنہیں دیوان حافظ کا حافظ کہنا بیجا نہ ہوگا اپنے ریویو میں اس سے قبل

لسان الغیب جلد دوم - میر ولی اللہ صاحب بی - اے وکیل ایبٹ آباد کی لکھی ہوئی مفید و دلچسپ شرح دیوان حافظ لسان الغیب پر گزشتہ پرچہ میں ریویو کیا جا چکا ہے اس قابل قدر شرح کی دوسری جلد بھی شائع ہو گئی ہے جو کسی لحاظ سے جلد اول سے کم نہیں ہے جن شائقین نے جلد اول خریدی ہے وہ اس دوسری جلد کو بھی ضرور خریدیں قیمت دو روپیہ ہے - مصنف کو مذکورہ بالا پتہ پر خط لکھنے سے مل سکتی ہے -

جناب ایڈیٹر صاحب البشیر کانپور

ہمیں مسرت ہے کہ اس ضرورت کا احساس کر کے ہمارے نادیدہ کرمفرما جناب میر ولی اللہ صاحب بی - اے ایل - ایل - بی - وکیل ایبٹ آباد نے خواجہ حافظ کی ایک دلچسپ سوانحعمری اور دیوان حافظ کی ایک مبسوط و مکمل شرح لکھ کر شائع کرنا شروع کی ہے - جسکی جلد اول شائع ہو گئی ہے - جو ہمارے زیر مطالعہ ہے واقعی یہ شرح نکات تصوف کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے - جس میں ادبی پہلو بھی ملحوظ ہے اور صوفیانہ رنگ بھی موجود - جا بجا آیات قرآنی و احادیث نبوی بھی درج ہیں - دوسرے نامی شعراء کے کثیر التعداد اردو فارسی اشعار اور الفاظ کی لغوی تحقیق سے معانی و مطالب اور بھی واضح اور عام فہم ہو گئے ہیں بہر حال یہ شرح قابل دید اور قابل قدر ہے جسکی ایک ایک جلد احباب کی لائبریری میں ضرور موجود ہونی چاہیئے - ٹائیٹل رنگین و نظر فریب ہے اور لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ حجم ۲۰×۲۶ کے ۰۰ صفحات پر یہ پہلی جلد شائع کی گئی ہے -

جناب ایڈیٹر صاحب ذوالقرنین بدایوں

اردو شرح دیوان حافظ مع مفصل سوانحعمری کی ایک کاپی جو میر ولی اللہ صاحب بی - اے - ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد کی دماغی محنت کا نتیجہ ہے اور جسکو اس سے قبل مولوی محمد ابوالحسن صاحب صدیقی ناظرین ذوالقرنین سے متعارف کرا چکے ہیں قابل مصنف کی عنایت سے ہمارے پاس پہنچی ہے جو اس مکمل شرح کا جسکو مصنف نے چار جلدوں میں شائع کرنے کا وعدہ کیا ہے ایک ربع ہے - اس وقت تک دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں لیکن ہمارے پاس

کئی ایک مختلف کتابوں کی ورق گردانی کی ہے۔ جہاں کہیں کوئی بات جو موضوع پر روشنی ڈالتی تھی لے لی گئی ہے اور اس ریزہ چینی سے ایک مسلسل مفید کارآمد اور محققانہ حیات حافظ تیار کی گئی ہے۔ جو اہل مذاق کو ہمیشہ خوش وقت کریگی۔ واقعات کو جابجا حوالہ کتب اور اشعار حافظ سے مستند اور مدلل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ آخر خواجہ صاحب کے تعلق خودداری کے مضمون کو لیا ہے اور اسے محققانہ انداز سے بحوالہ اشعار خواجہ ثابت کیا گیا ہے۔

حافظ کا کلام ایک علیم اور متبحر شخص پر نہایت ہی مفید اثر ڈالتا ہے۔ مگر مبتدیوں کے لئے مجموعی اثرات کی وجہ سے جو بادی النظر میں عامیانہ دماغ میں مرتسم ہو جاتے ہیں مضر ہے۔

شرح کی نظم و ترتیب نہایت اعلےٰ اور معلومات وسیعہ پر مشتمل ہے جا بجا متقدمین کے کلام سے استناد کیا گیا ہے۔ میری رائے میں یہ کتاب جو ہماری قوم کے ایک مستعد لائق اور ہونہار نوجوان نے تالیف کی ہے۔ ہر ایک اہل مذاق کے پاس ہونی چاہیئے۔

ہمارے ہاں کام کے آدمی ناکام رہتے ہیں۔ کیونکہ انکی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ بخلاف اسکے ہمسایہ اقوام میں معمولی آدمی نامور ہو جاتے ہیں کہ قوم انکی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

پبلک کو چاہیئے کہ اس نقادانہ تبصرہ کو جسمیں داد تحقیق دی گئی ہے اور مفید شرح کو جسمیں معلومات نادرہ کا ایک انبار لگا یا گیا ہے۔ ہاتھوں ہاتھ خرید کر نوجوان مولف کی حوصلہ افزائی کریں۔

یہ شرح اور تبصرہ اردو زبان میں ہے اور یہ ملک و قوم کی ایک مزید اور اعلےٰ خدمت ہے۔

خاکسار الف دین

جناب مولانا مولوی سید محمد حنیف صاحب چشتی۔ صابری مفتی نکودر۔ ضلع جالندھر

جناب میر ولی اللہ صاحب بی۔ اے ایل ایل بی پلیڈر ایبٹ آباد (پنجاب) کہ قمر چرخ معانی و شمس برج نکتہ دانی است بشرح حش پرداختہ و عنقائے معانی را بدام تحریر آوردہ بادہ شیرازی را بہ شیشہ ہندی ریختہ کام و زبان تشنہ کامان مقاصد معانی را سیراب و سرمست کردہ۔ زہے شرحے کہ ایہام را بہ توضیح و اجمال را بہ تفصیل و تفصیل را بہ تشریح با نکات و لطائف و با عجائب غرائب بر منصۂ شہود جلوہ میدہد و دیدہ نظارگیان را بانظارہ گلہائے عرفان و بابوقلمونی مطالبہائے ایقان روشن میکند۔ جزاک اللہ عنا خیر الجزاء۔

انہیں کالموں میں لکھ چکے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ذوالقرنین کو اس خصوص میں اپنی ناقابلیت کا اعتراف ہے اور خواجہ حافظ ہی کی زبان میں وہ کہنے کو تیار ہے۔

ویں کجا مرتبہ چشم جہاں بین من است	دیدن روئے ترا دیدہ جاں می باید

شرح دیوان حافظ کی دوسری جلد بھی میر ولی اللہ صاحب بی۔اے ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد نے اپنی مہربانی سے ہمارے پاس بھیجدی ہے۔ میر صاحب نے اس جلد میں بھی کچھ کم عرق ریزی سے کام نہیں لیا ہے اس حصہ میں جسکا حجم ۵۰۰ صفحہ ہے پوری ردیف دال بھی ختم نہ ہو سکی ہے چونکہ مین عشرہ محرم میں یہ جلد ہمارے پاس پہنچی تھی ہم نے سب سے

کہ ماہ امن و امان است و سال صلح و صلاح	بہ بیں ہلال محرم بخواہ ساغر راح

کی شرح کو خاص طور پر دیکھا کیونکہ اس شعر کی وجہ سے بعض حلقوں میں حضرت حافظ پر اعتراض کیا جاتا ہے قابل مصنف نے اس اعتراض کو نہایت قابلیت سے رفع کیا ہے۔ بہر حال اس جلد کو دیکھکر ہماری وہ رائے جو اس شرح کی نسبت صرف پہلا حصہ دیکھکر قائم ہوئی تھی پختہ ہو گئی اور اب ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جسوقت یہ شرح مکمل ہو جائیگی تو آپ ہی اپنی نظیر ہو گی اور اردو زبان کو اس شرح پر بجا ناز ہو گا کیونکہ اس پایہ کی دوسری شرح اب تک اس دیوان کی اردو میں نہیں لکھی گئی۔ اس جلد کی قیمت ۱۲ہ ہے جو مصنف سے مل سکتی ہے۔ (ایڈیٹر)

جناب خان بہادر نواب صاحبزادہ عبدالقیوم خان صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ خیبر۔

فرماتے ہیں۔ میں نے آپکی تصنیف کو عموماً اور خواجہ کی لائف والے حصہ کو خصوصاً غور سے پڑھا۔ آپکے معلومات اور تجسس قابل قدر ہیں اور آپنے انکو نہایت سلیس طرز پر ادا کیا ہے جو پڑھنے والے کو ہر طرح سے پر از لطف معلوم ہوتے ہیں

جناب مولوی الف دین صاحب بی۔ او۔ ایل پلیڈر کیمبل پور

میر ولی اللہ صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی وکیل ایبٹ آباد ضلع ہزارہ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے لسان الغیب خواجہ حافظ کے کلام پر ایک مبسوط اور نقادانہ تبصرہ اور ردیف الالف سے لیکر ردیف التا تک دیوان حافظ کی شرح لکھی ہے جسکی جلد اول ۳۰۰ صفحات پر چھپ گئی ہے۔ خواجہ صاحب کے حالات زندگی لکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یعنے

اردو شرح دیوان حافظ مع مفصل سوانح عمری

جلد چہارم

از

میر ولی اللہ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ وکیل ایبٹ آباد

سنہ ۱۹۱۷ء

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام حافظ مظفر الدین صاحب منیجر طبع ہوئی۔

جناب مولوی عبدالحکیم صاحب ایم۔ اے (علیگ)

پروفیسر راجشاہی کالج کلکتہ

فرماتے ہیں۔ کلکتہ میں جو ایکدفعہ سرسری طور پر شرح دیکھنے کا اتفاق ہوا تو مجھے بیحد پسند آئی نہایت ہی پرمغز پر معنی و دلچسپ اور طرز ادا بالکل نرالی ہے۔ ادب و معانی اور تصوف و رندی میں آپنے مرج البحرین کا لطف پیدا کر دیا ہے۔ زیادہ تشریح آئندہ

جناب ماسٹر محمد رمضان صاحب بی۔ اے سیکنڈ ماسٹر

گورنمنٹ ہائی سکول پشاور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اگرچہ کلام خواجہ حافظ ؒ ایک ایسا مجموعہ ہے کہ صوفی منش اصحاب اسکے دلدادہ ہیں۔ مگر جس جدت طرازی سے آپنے اسکی شرح لکھی ہے۔ وہ آپ کا ہی حصہ ہے گویا یہ کلام اب ایسا ہوگیا ہے کہ جس سے رند و صوفی۔ زاہد و ملا۔ معلم و متعلم یکساں مستفیض ہو سکتے ہیں۔ جس محققانہ تحقیق و تدقیق سے آپنے حافظ رح کی سوانح لکھی ہے۔ وہ اس سے پہلے کبھی نہیں لکھی گئی حقیقت حال یہ ہے۔ کہ روز ازل سے ہی یہ مقرر تھا۔ کہ ایک بیسویں صدی کا نوجوان فاضل خواجہ مرحوم کے گرد آلود چہرہ سے نقاب اپنے اور اصلی معنوں میں انکے کیرکٹر کو لوگوں پر ظاہر کرکے تمام غلط فہمیوں کو دور کرے۔ میرے خیال میں کتاب ایسی ہے کہ ٹیکسٹ بک کمیٹی نصاب تعلیم میں اسے داخل کرکے نوجوان فاضل مصنف کی حوصلہ افزائی کرے

خلاصہ ریویو جناب مولوی محمد ابوالحسن صاحب صدیقی بدایونی

شگفتہ شد گل حمرا و گشت بلبل مست — صلائے سرخوشی اے عاشقان بادہ پرست

گلستان عالم میں ایک نیا پھول کھلا بلبلوں کو بھی شوق نغمہ سنجی پیدا ہوا۔ باغفلت دیگر علمی دنیا میں ایک جدید کتاب کا اضافہ ہوا جسکی کئی روز تک تو تہی دستان العلم جلد اول موسومہ جناب مولوی انند سہائی صاحب ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد (پنجاب) میری نظر سے گذری۔ یہ دیوان حافظ کی اردو شرح حامل متن مع ترجمہ اشعار اور شرح میں خواجہ حافظ علیہ الرحمہ کی مفصل سوانحعمری بھی درج ہے چونکہ اس خاکسار کو خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ سے قدیمی عقیدت و نیاز ہے اس لیئے باوجود عدیم الفرصتی جلد شوق سے منگوائی اور اسکا بغور مطالعہ کیا اور اسپر طرہ یہ ہوا کہ لائق مولف کا ایما ہوا کہ اسکی نسبت میں اپنی ناچیز رائے تحریر کروں اسلیئے تعمیل ارشاد لازم ہوئی۔ اسمیں شک نہیں کہ ذی علم مولف سے زیادہ موزوں اور زیادہ اہل اس شرح کے لکھنے کے واسطے کوئی اور شخص نہ تھا علاوہ واقفیت زبان اور وسیع معلومات کے

خواجہ صاحب کے زمانہ میں سلطنت شیراز میں کئی تبدیلیاں ہوئیں۔ یہ غزل غالباً کسی بادشاہ کی فتح اور اسکے دشمن کی شکست کے موقعہ پر کہی گئی ہے۔ ممکن ہے منصور بادشاہ کے حاکم شیراز ہونے کے متعلق ہو۔

(۱) ترجمہ۔ خوشخبری ہو کہ سلامتی ذی سلم میں نازل ہوئی۔ خدا کے لئے حمد اور بے انتہا نعمتوں کا اعتراف۔

ذی سلم سے مراد مقام معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ میرے ممدوح یا معشوق کے مقام میں سلامتی نازل ہوئی یا یہ کہ معشوق جو خود بمنزلہ سلامت ہے اپنے مقام میں تشریف فرما ہوا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر۔

(۲) ترجمہ۔ وہ خوشخبری دینے والا کہاں ہے جس نے اس فتح کی خوشخبری دی۔ تاکہ اسکے قدموں میں زر و سیم کی طرح میں جان نثار کروں۔

خوشخبری لانے والے پر زر و سیم نثار کرنا عام رسم ہے۔ خواجہ صاحب جان نثار کرتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ بادشاہ کے واپس آنے پر اسکے دشمن کے ارادہ نے عدم کے دائرہ میں کیا عجیب نقش باندھا۔

یعنے دشمن کی تمام آرزوئیں بادشاہ کی واپسی پر خاک میں مل گئیں اور اسکے تمام ارادوں پر پانی پھر گیا

(۴) ترجمہ۔ وعدہ توڑنے والا ضرور شکستہ دل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وعدے عقلمندوں کے نزدیک ذمہ واری کے برابر ہوتے ہیں

نُہی جمع نہیہ بمعنے عقل۔ اُولوالنُّہیٰ۔ یعنے عقلمند اہل خرد۔ **ذِمَم** جمع ذمہ۔ ذمہ داری۔

(۵) ترجمہ۔ (عہد شکن دشمن) اُسکے غم کی نیل میں گرا اور آسمان نے اُسے طنزاً کہا کہ اس وقت تو نادم ہوا ہے لیکن تیری ندامت تجھے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

اس شعر میں ایک قرآنی قصہ کی تلمیح ہے۔ جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا تو اس نے کہا کہ میں خدا کے ساتھ ایمان لاتا ہوں۔ اسے جواب ملا کہ **آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ** (اب تو ایمان لاتا ہے اور پہلے تو نافرمان اور مفسد تھا)

(۶) ترجمہ۔ امید بادلوں سے وہ رحمت ڈھونڈتا تھا لیکن اسکی آنکھوں کے بغیر اور کہیں نمی ظاہر نہ ہوئی۔

مطلب یہ ہے کہ دشمن امید بادل سے بارش کی خواہش کرتا تھا یعنے اس امید میں تھا کہ میری مراد بر آئیگی لیکن ابر امید سے تو ایک قطرہ نہ برسا البتہ اسکی آنکھیں اشک باری کرتی تھیں یعنی وہ محروم ہو کر روتا تھا۔

(۷) ترجمہ۔ اے ساقی آکہ بہار کا موسم ہے اور عیش کا زمانہ ہے۔ پیالہ سامنے لا اور کمی بیشی کا غم نہ کھا۔

یعنے جام سامنے لا۔ اور دنیا کے نفع و نقصان کا فکر نہ کر۔

(۸) ترجمہ۔ اے دل جام جم کی طلب کر۔ اور ملک جم کی خواہش نہ کر۔ کیونکہ جمشید بادشاہ کی بلبل کا یہی قول تھا۔
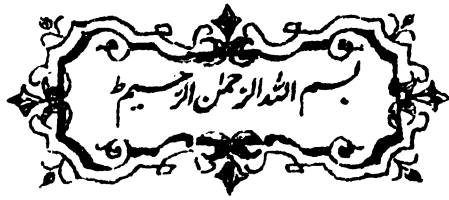
بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزل (۵)

بشری اذ السلامة حلت بذی سلم	۱	لله حمد معترف غایة النعم
آن خوش خبر کجاست کزین فتح مژده داد	۲	تا جان فشانمش چو زر و سیم در قدم
از بازگشت شاه چه خوش طرفه نقش بست	۳	آهنگ خصم او بسراپرده عدم
پیمان شکن هر آینه گردد شکسته دل	۴	ان العهود عند ملوک النهی ذمم
در نیل غم فتاد و سپهرش بطعنه گفت	۵	الآن قد ندمت و ما ینفع الندم
می جست از سحاب امل رحمتی ولی	۶	جز دیده اش معاینه بیرون نداد نم
ساقی بیا که دور گل است و زمان عیش	۷	پیش آر جام و هیچ مخور غم ز بیش و کم
ای دل تو جام جم بطلب ملک جم مخواه	۸	کین بود قول بلبل بستانسرای جم
چون خون خصم همچو صراحی بریختی	۹	با دوستان بعیش و طرب گیر جام جم
بشنو ز جام باده که این زال نوعروس	۱۰	بسیار کشت شوهر چون کیقباد و جم

(۱۱) حافظ بکنج میکده دارد قرارگاه
کالطیر فی الحدیقة و اللیث فی الاجم (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت توبہ کا ارادہ پر میں نے دل میں کہا کہ استخارہ کرونگا لیکن توبہ شکن بہار آرہی ہے کیا علاج کروں

یعنے صبح کے وقت میرا ارادہ تھا کہ توبہ کے لئے استخارہ کرونگا لیکن موسم بہار جو توبہ شکن ہوتا ہے آرہا ہے توبہ کس طرح قائم رہ سکیگی۔ استخارہ کے لئے دیکھو شعر ت ۱/۲ ۔

(۲) ترجمہ۔ میں سچی بات کہتا ہوں کہ میں نہیں دیکھہ سکتا کہ رقیب تو شراب پئے اور میں دیکھتا رہوں۔

یعنے سچ تو یہ ہے کہ میں اس بات کی برداشت نہیں کرسکتا۔ کہ رقیب شراب پئے اور میں بیٹھا دیکھا کروں

(۳) ترجمہ۔ موسم بہار میں (شراب کے دور سے) میرے دماغ کا علاج کرو۔ اگر میں اہل طرب کی مجلس سے کنارہ کشی کروں۔

یعنے اگر میں شراب نوشی ترک کروں تو موسم بہار میں جام مے کے دور سے میرے دماغ کا علاج کرو کیونکہ ترک مے فتورِ دماغ کی علامت ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اگر کسی رات میری زبان سے توبہ کا لفظ نکل جائے۔ تو اس بے طہارتی کی وجہ سے شراب کا غرارہ کرونگا۔

قاعدہ ہے کہ اگر کوئی ناجائز لفظ منہ سے نکلجائے تو اس خیال سے کہ زبان پلید ہوگئی ہے غرارہ کیا جاتا ہے فرماتے ہیں کہ اگر میرے منہ سے توبہ (شراب سے توبہ) کا لفظ بھی نکل جائے۔ تو میں سمجھونگا کہ میری زبان ناپاک ہوگئی ہے اور اسکو پاک کرنے کے لئے شراب سے غرارہ کرونگا۔

(۵) ترجمہ۔ تختہ گل پر بادشاہ کیطرح اپنے معشوق کو بٹھاؤنگا۔ اور سنبل و سمن سے اسکے لئے طوق اور یارہ بناؤنگا

طوق۔ گلوبند۔ گلے کا زیور۔ **یارا** کنگن کڑا۔ ہاتھہ کا زیور۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کے لئے پھولونکا ہار اور کنگن بناؤنگا۔

(۶) ترجمہ۔ چونکہ مجھے لقمہ پرہیزی کی عادت نہیں ہے اسلئے یہی بہتر ہے کہ شرابخانہ کا ٹھیکہ لے لوں۔

لقمہ پرہیز سے۔ یعنے پرہیز کا لقمہ کھانا۔ حلال روزی کھانا اس شعر میں دراصل اُن زاہدوں پر طعنہ ہے جو شراب کو تو برا سمجھتے ہیں لیکن مالِ حرام کے تصرف کو چنداں بُرا نہیں سمجھتے۔ حالانکہ بظاہر بہت لقمہ پرہیزی کا اظہار کرتے ہیں۔ دیکھو شعر الف ۱/۶

عام الزام ہے اکبر یہ کہ پیتا ہے یہ کیوں	اِسکی پرسش نہیں ہوتی کہ یہ کھاتا کیا ہے

(۷) ترجمہ۔ معشوق کے چہرہ سے چونکہ میری مراد کا پھول شگفتہ ہوگیا ہے اس لئے دشمن کے سر کو سنگِ سخت کے حوالہ کرتا ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ میں شرابخانہ کا گدا ہوں لیکن مستی کے وقت دیکھہ کہ میں آسمان سے ناز اور ستارہ و نیز حکومت کرتا ہوں۔

(۹) ترجمہ۔ اگر معشوق کے لب لعل سے مجھے ایک بوسہ مل جائے۔ تو میں از سر نو جوان ہوجاؤں اور دوبارہ زندگی حاصل ہو۔

مطلب یہ ہی کہ جام مے کی طلب کر اور دنیاوی جاہ و سلطنت کی خواہش نہ رکہہ کیونکہ جمشید کے باغ کی بلبل یہی گایا کرتی تہی کہ ملک جمشید ناپائدار ہی اسکی طلب نکرو۔ چنانچہ جمشید کی سلطنت کا اب نام و نشان نہیں البتہ جام جم کے نام سے اسکی یادگار باقی ہی۔

(۹) ترجمہ۔ جب تو نے دشمن کا خون صراحی کیطرح گرادیا ہی۔ تو اب دوستوں کی ساتہہ عیش و طرب میں جام شراب لے۔

(۱۰) ترجمہ۔ شراب کے پیالہ ہی سے اس نوعروس کو پڑہیا نے۔ کیقباد اور جمشید کیطرح کئی شوہر قتل کئے ہیں۔

زالِ نوعروس سے مراد دنیا۔ دیکھو شعر ت ۱/۱۳

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ شرابخانہ کے گوشہ میں اس طرح رہتا ہی جیسے باغ میں پرندہ یا نیستان میں شیر۔

غزل (۶)

بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم ۔ بہار توبہ شکن میرسد چہ چارہ کنم

۱ سخن درست بگویم نمی توانم دید ۔ کہ می خورند حریفان و من نظارہ کنم

۲ بدور لالہ دماغ مرا علاج کنید ۔ گر از میانۂ اہل طرب کنارہ کنم

۳ اگر بشبی بزبانم حدیث توبہ رود ۔ زبی طہارتی آن را بمی غرارہ کنم

۴ بتخت گل بنشانم بتی چو سلطانی ۔ ز سنبل و سمنش ساز طوق و یارہ کنم

۵ مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزی ۔ ہمان بہ است کہ میخانہ را اجارہ کنم

۶ ز روی دوست مرا چون گل مراد شگفت ۔ حوالہ سر دشمن بسنگ خارہ کنم

۷ گدای میکدہ ام لیک وقت مستی بین ۔ کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

۸ اگر ز لعل لب یار بوسۂ یابم ۔ جوان شوم ز سر و زندگی دوبارہ کنم

۹ چو غنچہ با لب خندان بیاد مجلس شاہ ۔ پیالہ گیرم و از شوق جامہ پارہ کنم

۱۰ نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ ۔ مرا چہ سود کہ منع شرابخوارہ کنم

(۱۱) زبادہ خوردن پنہان ملول شد حافظ ۔ ببانگ بربط و نی رازش آشکارہ کنم (۱۱)

(۳) ترجمہ۔ ذرہ کیطرح اگرچہ میں حقیر ہوں لیکن دیکھہ کہ تیرے عشق کی دولت سے تیرے چہرہ کی آرزو میں کسطرح سورج سے جا ملا

روئے محبوب کو آفتاب اور اپنے آپ کو ذرہ سے تشبیہ دی ہے جسطرح ذرہ باوجود ایک حقیر چیز ہونے کے آفتاب کے عشق میں اُڑکر

اوپر جاتا ہے اسی طرح عاشق بہی باوجود ایک ناچیز ہستی ہونے کے محبوبِ مطلق تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

دانم نرسد ذرہ بخورشید و لیکن		شوقِ طیران می کشد ارباب ہمم را (عرفی)

(۴) ترجمہ۔ شراب لا کیونکہ مدت ہوئی کہ میں عشق سے گوشۂ عافیت میں عیش کے لئے نہیں بیٹھا۔

(۵) ترجمہ۔ اے ناصح اگر تو دانا آدمی ہے تو اپنی بات کو خاک میں نہ ڈال کیونکہ میں مست ہوں۔

یعنے میں مست ہوں۔ مجھہ پر نصیحت کا کچھہ اثر نہیں۔ اگر تو دانا ہے تو اپنی نصیحتوں کو مجھہ پر ضائع نہ کر۔

(۶) ترجمہ۔ میں خجالت کی وجہ سے معشوق کے سامنے کس طرح سر اٹھاؤں۔ کیونکہ کوئی لائق خدمت میرے ہاتھہ سے نہیں ہوئی

اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہے مطلب یہ ہے کہ میرا سرمایۂ اعمال بہت تھوڑا ہے محبوبِ مطلق کے سامنے بوجہ خجالت

کے میں سر نہیں اٹھا سکتا۔

عذرِ تقصیرِ خدمت آوردم		کہ نہ دارم بطاعت استظہار

(۷) ترجمہ۔ حافظ جل گیا اور اس دلنواز معشوق نے نہ کہا کہ جب میں نے اسکے دل کو زخمی کیا ہے تو مرہم بھی بھیجدوں

یعنے معشوق کے دل میں یہ خیال نہ آیا کہ جب میں نے عاشق کے دل کو زخمی کیا ہے تو اسکا علاج بہی کروں

غزل (۸)

مصرع اول		مصرع دوم
بگذار تا بشارعِ میخانہ بگذریم	۱	کز بہرِ جرعہ ہمہ محتاج این دریم
جائیکہ تخت و مسندِ جم میرود بباد	۲	گر غم خوریم خوش نبود بہ کہ می خوریم
تا بو کہ دست در کمر او توان زدن	۳	در خونِ دل نشستہ چو یاقوتِ احمریم
روزِ نخست چون دمِ رندی زدیم و عشق	۴	شرط آن بود کہ جز رہ این شیوہ نسپریم
واعظ مکن نصیحتِ شوریدگان کہ ما	۵	با خاکِ کوی دوست بفردوس ننگریم
زان پیشتر کہ عمرِ گرانمایہ بگذرد	۶	بگذار تا قیامت روی تو بنگریم
چون صوفیان بحالت و رقصند در سماع	۷	ما نیز ہم بشعبدہ دستی بر آوریم

(۱۰) ترجمہ - بادشاہ کی مجلس کی یاد میں غنچہ کی طرح لب خنداں کے ساتھہ - پیالہ لوں اور شوق سے جامہ چاک کر دوں - غنچہ کا لب خنداں کے ساتھہ جامہ چاک کرنا یعنے شگفتہ ہو کر پہول بن جانا ظاہر - پہول کو جام سے بہی تشبیہ دیتے ہیں -

(۱۱) ترجمہ - میں نہ قاضی ہوں نہ مدرس نہ محتسب ہوں اور نہ فقیہ مجھکو کیا مطلب کہ شراب پینے سے لوگوں کو منع کروں -

(۱۲) ترجمہ - چھپ کر شراب پینے سے حافظ ملول ہو گیا ہے اب بربط اور نے کی آواز سے اس کے راز کو فاش کرتا ہوں - یعنے شرب الیهود سے میرا دل تنگ ہو گیا ہے - اب بربط و نے کی آواز کے ساتھہ علانیہ اور علی رؤس الاشہاد شراب پیونگا -

غزل (۷)

بغیر از آنکه بشد دین و دانش از دستم	۱	دگر بگو که ز عشقت چہ طرف بربستم
اگر چہ خرمن عمرم غم تو داد بباد	۲	بخاک پای عزیزت که عهد نشکستم
چو ذره گرچه حقیرم ببین بدولت عشق	۳	که در هوای رخت چون بمهر پیوستم
بیار باده که عمریست تا من از سر مهر	۴	بکنج عافیت از بهر عیش ننشستم
اگر ز مردم هشیاری ای نصیحت گو	۵	سخن بخاک میفگن چرا که من مستم
چگونه سر ز خجالت برآورم بردوست	۶	که خدمتی بسزا برنیامد از دستم

(۷)	بسوخت حافظ و آن یار دلنواز نگفت که مرهمی بفرستم چو خاطرش خستم	(۷)

(۱) ترجمہ - بغیر اس کے کہ دین اور عقل میرے ہاتھہ سے جاتا رہا - تو ہی بتا کہ تیرے عشق سے مجھے اور کیا فائدہ ہوا -

(۲) ترجمہ - اگرچہ تیرے غم نے میری عمر کے خرمن کو برباد کر دیا تیرے عزیز پاؤں کی خاک کی قسم ہے کہ میں نے وعدہ نہ توڑا - یعنے باوجود خرمن عمر کے برباد ہونے کے میں نے تیرا عشق نہ چھوڑا -

گو میں رہا رہین ستمہائے روزگار		لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

غزل (٩)

به تیغم گر زند دستش نگیرم	١	وگر تیرم زند منت پذیرم
کمان ابروی ما را گو مزن تیر	٢	که پیش دست و بازویت بمیرم
غم گیتی چو از پایم در آورد	٣	بجز ساغر نباشد دستگیرم
برآی ای آفتاب صبح امید	٤	که در دست شب ہجران اسیرم
چو طفلان تا کی ای واعظ فریبی	٥	بسیب بوستان و جوی شیرم
من آن مرغم که ہر شام و سحرگاه	٦	رسد تا سدره آواز صفیرم
بفریادم رس ای پیر خرابات	٧	بیک جرعه جوانم کن که پیرم
بگیسوی تو خوردم دوش سوگند	٨	که از پای تو من سر بر نگیرم

(٩) بسوز این خرقهٔ تقوی چو حافظ
که گر آتش شوم در وی نگیرم (٩)

(١) ترجمہ۔ اگر وہ مجھے تلوار سے مارے تو میں اسکا ہاتھ نہیں پکڑونگا۔ اور اگر مجھے تیر مارے تو میں اسکا ممنون ہونگا۔

(٢) ترجمہ۔ ہمارے کمان ابرو معشوق کو کہو کہ تیر نہ مارے۔ تاکہ میں تیرے دست و بازو کے سامنے مروں۔
یعنے دور سے ہی تیر مار کر نہ مار ڈالے بلکہ اپنے سامنے اپنے دست و بازو سے مجھے قتل کرے۔ یا یہ کہ مجھے تیر نہ مارے میں خود ہی اسکے دست و بازو پر قربان ہونے کو تیار ہوں۔

(٣) ترجمہ۔ دنیا کے غم نے جب مجھے پاؤں سے گرا دیا۔ تو بغیر ساغر کے میرا اور کوئی دستگیر نہیں ہوتا
تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ١/١ الف ١/٣ ت ١/١٣ ت ٤/١٢ ت ٤/١٢ ت ٩/٥ ت ١١/٩ ت ٥/٨ ت ٤/٢٢ ـ
ت ٥/٢ د ٦/١،١،٣ د ٢/٢٩ د ٤/٨ د ٩/٦ د ٤/١٢٨ ن ١/١١

(٤) ترجمہ۔ اے صبح امید کے آفتاب نکل۔ کہ میں شب ہجراں کے ہاتھ میں اسیر ہوں۔
صبح امید سے مراد صبح وصال، دنیا شب ہجر ہے۔ کیونکہ دنیا میں مشاہدہ ذات ممکن نہیں۔

از جرعہ تو خاک زمیں قدر لعل یافت	۸	بیچارہ ما کہ پیش تو از خاک کمتریم
(۹)	حافظ چو رہ بکنگرۂ کاخ وصل نیست با خاک آستانہ ایں در بسر بریم	(۹)

(۱) ترجمہ۔ چھوڑ کہ ہم شرابخانہ کے رستہ پر جائیں۔ کیونکہ ایک گھونٹ کیلئے ہم سب اس دروازہ کے محتاج ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ جہاں جمشید کا تخت اور مسند برباد ہو جاتے ہیں اگر ہم غم کہائیں تو جائز نہیں۔ بہتر ہی کہ شراب پئیں۔

مطلب یہ ہی کہ جب دنیا ناپائدار ہی تو اسکا غم نہیں کہانا چاہیئے۔ شراب عشق پی کر حیات ابدی حاصل کرنی چاہئے

(۳) ترجمہ۔ اس امید میں کہ شاید اسکی کمر میں ہاتھ پڑ جائے۔ یاقوتِ سرخ کیطرح ہم خونِ دل میں بیٹھے ہیں۔

یاقوتِ سرخ اور دیگر جواہرات کا معشوق کی کمربند میں ہونا ظاہر۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ یاقوتِ سرخ کی طرح ہم نے بھی دل کو خون کیا ہی تاکہ اس کی طرح ہمارا ہاتھ بھی کبھی معشوق کی کمر تک پہنچ سکے۔

(۴) ترجمہ۔ روزِ ازل سے ہی جب ہم نے رندی اور عشق کا دم مارا۔ تو شرط یہی ہی کہ اس شیوہ کے سوا اور کوئی رستہ اختیار نہ کریں۔

(۵) ترجمہ۔ اے واعظ ہم شوریدہ سروں کو نصیحت نہ کر کیونکہ ہم کوئے دوست کی خاک کی موجودگی میں بہشت کیطرف نظر نہیں کرتے۔

یعنے جب ہمارے نزدیک کوئے دوست کی خاک باغِ جنت سے بہتر ہے تو بہشت کے وعدہ پر ہم کو ترکِ عشق کی نصیحت نہ کر۔

(۶) ترجمہ۔ پیشتر اسکے کہ گرانمایہ عمر گزر جائے۔ اجازت دے کہ تیرے چہرے کی قیامت کو دیکھ لیں۔

خواجہ صاحب مرنے سے پہلے ہی قیامت کو دیکھنا چاہتے ہیں بعض لوگوں نے قیامت کی بجائے مقابل ہے۔

(۷) ترجمہ۔ جب صوفی سماع کے وقت وجد و رقص میں ہیں۔ تو ہم بھی شعبدہ کے طور پر (صرف دکھلاوے کے لئے) وجد کریں۔

(۸) ترجمہ۔ تیری جرعہ سے زمین کی خاک نے لعل کی قدر حاصل کی۔ ہم بیچارے کہ تیرے سامنے خاک سے بھی کمتر ہیں۔

قاعدہ ہی کہ شراب پیتے وقت تھوڑی سی شراب زمین پر گرا دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ تو نے جرعۂ شراب زمین پر گرا کر زمین کو لعل بنا دیا۔ ہم بیکس مٹی سے بھی کمتر ہیں کہ ہمیں ایک جرعۂ شراب بھی نہ دیا گیا۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ جب محل وصل کی بام تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ تو اس دروازہ کی آستانہ کی مٹی کے ساتھ ہی وقت بسر کرنا چاہیے۔

۸	جہان فانی و باقی فدای شاہد و ساقی	کہ سلطانی عالم را طفیل عشق می بینم
۹	رموز عشق و سرمستی ز من بشنو نہ از واعظ	کہ با جام و قدح ہر شب قرین ماہ و پروینم

(۱۰)	حدیث آرزومندی کہ در این نامہ ثبت افتاد ہمانا بی غلط باشد کہ حافظ داد تلقینم	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ تو نے اپنی سیاہ پلکوں سے میرے دین میں ہزاروں رخنے کردئے۔ آ کہ تیری چشم بیمار سے میں ہزاروں درد چن لوں۔

فرماتے ہیں کہ تیری مژگان سیاہ نے مجھ کو کافر کردیا لیکن اب تک میں تیری چشم بیمار پر قربان ہونے کو تیار ہوں دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ تیری چشم بیمار کو خدا ہمیشہ سلامت رکھے اور اسے کسی درد میں مبتلا نہ کرے میں اسکی بجائے ہزاروں درد اپنے اوپر گوارا کرونگا۔ ہزار اور درد کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ ہاں اے دل کے ہمنشیں کہ تو نے یاروں کو بھلا دیا۔ مجھ وہ دم نصیب ہو کہ تیری یاد کے بغیر بیٹھوں۔

الا۔ (۱) حرف تنبیہ۔ ہوشیار ہو۔ آگاہ ہو۔ (۲) حرف خطاب۔ بطریق عرض و الحاح۔ یہاں یہی دوسرے معنے ہیں **ہمنشیں دل** سے مراد معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ اے معشوق تو نے ہم کو تو بھلا دیا ہے لیکن خدا وہ وقت مجھے نصیب کرے کہ میں تجھ کو بھول جاؤں۔

یادم نمی کنی و ز یادم نمی‌روی	عمرت دراز باد فراموشگار من

(۳) ترجمہ۔ آتش ہجر کی گرمی سے پھول کی طرح میں پسینہ میں غرق ہو گیا۔ اے باد سحر اس عرق چین سے میرے واسطے تھوڑی سی نسیم لا۔

عرق چین۔ پسینہ پونچھنے کی چیز۔ (مرکب از عرق بمعنے پسینہ و چین امر مصدر چیدن) (۱) ایک سر کی ٹوپی جو دستار کے نیچے پہنی جاتی ہے تاکہ سر کا پسینہ پگڑی کو نہ لگے۔ (۲) انگیا۔ ریشمی ٹوپی جو عورتیں استعمال کرتی ہیں۔ (۳) رومال پھول پر شبنم کے قطرے ہوتے ہیں جنہیں نسیم سحر آکر خشک کر دیتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ آتش ہجر کی گرمی سے میں پسینہ پسینہ ہو رہا ہوں۔ اے باد صبا معشوق کی عرق چین (ٹوپی) سے لیکر اسکی زلف معنبر سے تھوڑی سی خوشبودار نسیم لا جو میرے پسینہ کو سکھا دے۔

(۴) ترجمہ۔ رحلت کی رات میں بستر سے سیدھا حوران بہشتی کے محل میں پہنچ جاؤنگا۔ اگر جان دینے کے وقت تو میری شمع بالیں ہو۔

(۵) ترجمہ۔ آ واعظ تو مجھے کب تک بچوں کیطرح باغ کے سیب اور دودھ کی نہر سے بہکائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ باغِ جنت کے میوے اور شیر و شہد کی نہر یہ طفل فریبی کی باتیں ہیں۔ ہم خستہ مغزانِ عشق پر ان باتوں کا کیا اثر ہے۔ دیکھو شعر الف ۱ (کو الف بہشت و دوزخ)

(۶) ترجمہ۔ میں وہ مرغ ہوں کہ ہر شام اور صبح کے وقت۔ میری آوازِ صفیر سدرہ تک پہنچتی ہے۔

صفیر۔ پرندوں کی آواز۔ سدرہ دیکھو ف ۱ بعض دیوانوں میں دوسرا مصرع اس طرح ہے ع

ز بامِ عرش مے آید صفیرم

تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۱۱

(۷) ترجمہ۔ آ پیر خرابات میری فریاد کو پہنچ (داد رسی کر) ایک لمحہ کیلئے مجھے جوان کر کہ میں بوڑھا ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ کل میں نے تیری زلف کی قسم کھائی۔ کہ میں تیرے پاؤں سے سر نہیں اٹھاؤنگا۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ کی طرح اخرقۂ تقوی کو جلا دو۔ کہ اگر میں آگ ہی بن جاؤں تو اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر میں آگ ہی بن جاؤں تو معشوق پر کچھ اثر نہیں ہوتا اور وہ میری حالتِ زار کیطرف متوجہ نہیں ہوتا۔ پس خرقۂ تقوی سے کیا فائدہ اسے جلا دو۔ اگر اسے کی ضمیر خرقۂ تقوی کیطرف سمجھی جائے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ میری آتشِ دل کا اثر خرقۂ تقوی پر مطلق نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے جلا دینا چاہئے۔

غزل (۱۰)

بمژگان سیہ کردی ہزاران رخنہ در دینم	۱	بیا کز چشم بیمارت ہزاران درد برچینم
الا ای ہمنشین دل کہ یارانت برفت از یاد	۲	مرا روزی مباد آن دم کہ بی یاد تو بنشینم
ز تاب آتش دوری شدم غرق عرق چون گل	۳	بیار ای باد شبگیری نسیمی زان عرق چینم
شب رحلت ہم از بستر روم تا قصر حورالعین	۴	اگر در وقت جان دادن تو باشی شمع بالینم
صباح الخیر زد بلبل کجائی ساقیا برخیز	۵	کہ غوغا میکند در سر خمار خمر دوشینم
اگر بر جای من غیری گزیند دوست حاکم اوست	۶	حرامم باد اگر من جان بجای دوست بگزینم
جہان پیر است بی بنیاد ازین فرہادکش فریاد	۷	کہ کرد افسون و نیرنگش ملول از جان شیرینم

غزل ۱۱

	#	
بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم	۱	فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم
اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقان ریزد	۲	من و ساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم
چو در دست است رودی خوش بزن مطرب سرودی خوش	۳	کہ دست افشان غزل خوانیم و پاکوبان سر اندازیم
صبا خاک وجود ما بآن عالیجناب انداز	۴	بود کان شاہ خوبانرا نظر بر منظر اندازیم
یکی از عقل می لافد دگر طامات مے بافد	۵	بیا کاین داوریہا را بہ پیش داور اندازیم
بہشت عدن اگر خواہی بیا با ما بمیخانہ	۶	کہ از پای خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم
شراب ارغوانی را گلاب اندر قدح ریزیم	۷	نسیم عطر گردان را شکر در مجمر اندازیم
بیا جانا منور کن ز رویت مجلس ما را	۸	کہ در پیشت غزل خوانیم و در پایت سر اندازیم

(۹) سخندانی و خوشخوانی نمی ورزند در شیراز
بیا **حافظ** کہ ما خود را بملک دیگر اندازیم (۹)

(۱) ترجمہ ۔ آتا کہ پھول بکھیریں اور شراب پیالہ میں ڈالیں ۔ آسمان کی چھت کو پھاڑ دیں اور نئی بنیاد قائم کریں ۔
یعنے آکہ بزم گل دمل کو گرم کریں اور حالت مستی میں اپنی ایک نئی دنیا بنائیں ۔

(۲) ترجمہ ۔ اگر عاشقوں کی خونریزی کے لئے غم لشکر کشی کرے ۔ تو میرا ور ساقی متفق ہو کر اسکی بیخ کنی کردیں ۔
غم اور شراب کے لئے دیکھو الف ۱/۱ الف ۱۲/۱ ت ۲۲/۲ ت ۱۲/۴ ت ۴۵/۹ ت ۵/۲ ت ۶۲/۲ ت ۹/۵ د ۱/۱ د ۲۹/۲
د ۵/۱ د ۶۸/۴ د ۱۲۸/۴ ز ۱۱/۴ م ۹/۲ ۔

(۳) ترجمہ ۔ جب تیرے ہاتھ میں اچھا ساز ہے تو اے مطرب اچھا سرود سنا ۔ تاکہ رقص کی حالت میں ہم غزل پڑھیں اور
رقص ہی کی حالت میں سر دیدیں ۔
دست افشاں اور پاکوباں ہر دو بمعنی رقص ۔ خواجہ صاحب میں یہ کمال ہے کہ ہر ایک کیفیت کی پوری جیتی جاگتی
تصویر بنا کر سامنے رکھدیتے ہیں ۔ یہ شعر پڑھکر معاً بزم رقص و سماع کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے

حورالعین - بکسر میں - زنانِ سفید پوست فراخ چشم - حوران بہشتی - مطلب یہ ہو کہ اگر میری جانکنی کے وقت تو میرے سرہانے پر بیٹھا ہوگا - تو میں مر کر سیدھا حوران بہشتی کے محل پر جا پہنچونگا - یعنی ایک ح ر کے پاس ہو جا کر دوسری حور کے مقام پر جا ٹہیرونگا

(۵) ترجمہ - بلبل نے صباح الخیر کہا اے ساقی تو کہاں ہو اٹھ - کیونکہ میرے سر میں کل کی شراب کا خمار غوغا کر رہا ہے

صباح الخیر - صبح کا سلام - صبح کے وقت جب ایک دوست دوسرے دوست سے ملتا ہے - تو صباح الخیر کہتا ہے یعنے یہ صبح تیرے لئے مبارک ہو اچھی ہو - گڈ مارننگ (انگریزی) مطلب یہ ہو کہ صبح کا وقت ہو بلبل پھولوں کو صباح الخیر کر رہی ہو - اے ساقی اٹھ اور مجھے شراب صبح کا ایک پیالہ دے کیونکہ شراب دوشیں سے میرے سر میں خمار ہے

خمر دوشیں سے مراد شراب عشق کا پیالہ جو صبح الست کو پیا گیا - دیکھو شعر ت ۱۰۱-۱۱/۲

(۶) ترجمہ - اگر معشوق میرے بجائے کسی اور کو دوست بنائے تو اسے اختیار ہے لیکن اگر میں دوست کی بجائے جان بھی اختیار کروں تو مجھ پر حرام ہو -

حاکم اوست - وہ حاکم ہو اسے اختیار ہے - مالک ہو جو چاہے کرے - مطلب یہ ہو کہ معشوق مجھے چھوڑ کر کسی اور کو دوست بنائے تو اسکا اختیار ہے - لیکن میں اسکے مقابلہ میں جان کو بھی ہیچ سمجھتا ہوں -

	مرا چوں تو دیگر نیفتد کسے		ترا بندہ از من بہ افتد بسے	

(۷) ترجمہ - جہان ایک بے بنیاد بوڑھا ہو اس فرہادکش (عاشق کش) سے فریاد ہے - کیونکہ اسکے افسون و نیرنگ نے مجھے جان عزیز سے بھی بیزار کر دیا ہے -

جہان کو بے بنیاد عاشق کش اور بوڑھا کہتا ہے جسکے افسون نیرنگ سے کوئی شخص بچ نہیں سکتا - فرہاد اور شیریں میں صنعت ایہام ہے -

(۸) ترجمہ - فانی او باقی جہاں شاہد ساقی پر قربان ہوں - کیونکہ میں جہاں کی بادشاہی کو عشق کے طفیل ہی دیکھتا ہوں

جہان فانی و باقی سے مراد دنیا اور آخرت - دونو جہاں مطلب یہ ہو کہ حقیقی سلطنت عشق کے ذریعے ہی مل سکتی ہو اس لئے میں دونو جہانوں کو معشوق اور ساقی پر قربان کرتا ہوں -

(۹) ترجمہ - عشق اور مستی کے راز مجھ سے سن نہ کہ واعظ سے - کیونکہ میں جام و قدح سے ہر رات ماہ و پروین کے پاس ہوتا ہوں

جام و قدح کو ماہ و پروین کہا ہے مطلب یہ ہو کہ عالم قدس کے اسرار مئے عشق سے حاصل ہوتے ہیں نہ کہ کتابوں سے -

(۱۰) ترجمہ - آرزومندی کی باتیں جو اس دفتر میں ثبت ہوئیں ضرور ہو کہ صحیح ہوں - کیونکہ یہ حافظ نے مجھے سکھائی ہیں -

مددی گر بچراغی نکند آتش طور	۵	چارهٔ تیره شب وادی ایمن چه کنم
شاه ترکان چو پسندید و بچاهم انداخت	۶	دستگیر ار نشود دست تهمتن چه کنم
خون من ریختی از ناوک دلدوز فراق	۷	خود بگو با تو من ای دیدهٔ روشن چه کنم
(۸)	حافظا خلد برین خانهٔ موروث منست اندرین منزل ویرانه نشیمن چه کنم	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اے سرو رواں تیرے بغیر میں گل و گلشن کو کیا کروں۔ زلف سنبل کو ہاتھ میں کیا لوں عارض سوسن کو کیا کروں۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کے بغیر باغ و بہار کا کچھ لطف نہیں۔

عہد کردیم کہ بے دوست بصحرا نزویم		بے تماشا گہ ردیش تماشا نزویم
بوستان خانۂ عیش است و چمن کوی نشاط		تا نہ میا نشود عیش تنہا نزویم (سعدی)

(۲) ترجمہ۔ افسوس کہ دشمنوں کے طعنوں کی وجہ سے میں تیرا چہرہ نہ دیکھ سکا آئینہ کیطرح میرا چہرہ لوہے کا نہیں ہے کیا کروں آئینہ۔ دراصل آہن سے یعنی لوہے کا بنا ہوا۔ کیونکہ پہلے پہل سکندر اعظم نے آئینہ لوہے سے بنایا تھا اس لئے یہ نام ہوا۔ زبان گیلانی میں بھی آئینہ لوہے کو کہتے ہیں شعر کا مطلب یہ ہے کہ میرا چہرہ آئینہ کی طرح لوہے کا بنا ہوا نہیں ہے کہ اس پر کسی چیز کا اثر نہ ہو اور ہمیشہ تیرے چہرے کے مقابل ہے۔ دشمنوں کے طعنوں کا مجھ پر یہ اثر ہوا ہے کہ تجھے دیکھنے سے محروم ہو گیا ہوں

(۳) ترجمہ۔ اے زاہد چلا جا اور دُردکشوں کی عیب جوئی نہ کر۔ یہ سب کچھ خدا اپنی قدرت سے کر رہا ہے میں کیا کر تا ہوں قدر۔ تقدیر الٰہی۔ حکم۔ ہر کام کی مقدار اور نہایت۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو الف $\frac{3}{4}$ ت $\frac{18}{18}$ د $\frac{12}{2}$ ش $\frac{4}{5}$ ش $\frac{6}{4}$ ش $\frac{22}{5}$۔

(۴) ترجمہ۔ جب غیرت کی بجلی غیب کی کمین گاہ سے اسطرح کوندتی ہے تو تو خود ہی بتا کہ میں خستہ خرمن کیا کروں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی برق غیرت نے دنیا میں جب کوئی خرمن پر چھوڑا ہی نہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اسی غیرت کے متعلق شیخ فخر الدین عراقی نے کہا ہے "غیرت معشوق آن اقتضا کرد کہ عاشق غیر او را دوست ندارد و بغیر او محتاج نشود لاجرم خود را عین ہمہ اشیا کرد تا ہر چہ او را دوست دارد ہر چہ محتاج شود او بود

(۴) ترجمہ - اے صبا ہمارے وجود کی خاک کو اس عالی درگاہ پر جا گرا۔ شاید کہ اس حسینوں کے بادشاہ کے چہرہ پر ہم نظر ڈال سکیں۔

منظر - جائے نظر (۱) آنکھ (۲) چہرہ صورت۔ رو۔ (۳) دریچہ۔

(۵) ترجمہ - ایک عشق کی لاف مارتا ہے دوسرا کشف و کرامات کی ڈینگیں مارتا ہے آ کہ ہم ان تمام جھگڑوں کو خدا کے سامنے پیش کر دیں

طامات جمع طامہ کی صوفیوں کے اظہار کشف و کرامات میں ڈینگ شیخی۔ لاف و گزاف بیہودہ باتیں۔ طامات بافی شیخی اور ڈینگ مارنا۔ لاف زنی کرنا۔ خواجہ صاحب زاہدوں کی لاف و گزاف اور صوفیوں کی طامات بافی کے ہمیشہ مخالف رہے ہیں فرماتے ہیں کہ خدا کے سامنے ان تمام باتوں کی حقیقت کھل جائیگی۔

(۶) ترجمہ - تو اگر بہشت عدن کا طالب ہے تو ہمارے ساتھ شرابخانہ میں چل۔ کہ ہم تجھ کو خم کے پاؤں سے سیدھا حوض کوثر میں پہنچا دیں۔

عدن - اقامت۔ ٹھیرنا کسی جگہ ہمیشہ رہنا۔ بہشت کا باغ جس میں آدمی ہمیشہ رہینگے مطلب یہ ہے کہ اگر تو بہشت اور کوثر کا خواہاں ہے تو عشق اختیار کر اور شراب عشق پی۔

(۷) ترجمہ - شراب سرخ کے پیالے میں گلاب ڈالیں اور عطر افشان نسیم کے مجمر میں شکر گرائیں۔

مجمر - عوددان۔ وہ انگیٹھی جس میں عود سپند وغیرہ خوشبودار چیزیں جلائی جاتی ہیں۔ **شکر در مجمر انداختن** شکر میں عود بادہ ملا کر مجالس کے اندر انگیٹھی میں جلانا۔ محاورہ ہے۔

(۸) ترجمہ - اے معشوق تو اور ہماری مجلس کو اپنے چہرہ سے منور کر۔ تاکہ تیرے سامنے ہم غزل پڑھیں اور تیرے پاؤں پر گر پڑیں۔

(۹) ترجمہ - سخندانی اور قدردانی کی شیراز میں قدر نہیں ہے اے حافظ آ کہ ہم اپنے آپ کو کسی دوسرے ملک میں لیجائیں۔ باایں ہمہ خواجہ صاحب کبھی شیراز سے باہر نہیں گئے۔

غزل (۱۲)

بیتو ای سرو روان با گل و گلشن چہ کنم　۱　زلف سنبل چہ کشم عارض سوسن چہ کنم

آہ کز طعنہ بدخواہ ندیدم رویت　۲　نیست چوں آئینہ ام روی ز آہن چہ کنم

برو ای زاہد و بر دردکشان خوردہ مگیر　۳　کارفرمای قدر میکند این من چہ کنم

برق غیرت چو چنین میجہد از مکمن غیب　۴　تو بفرما کہ من سوختہ خرمن چہ کنم

دعویٰ پر ناراض ہو کر کہتے ہیں

خواجہ فردوس بمیراث تمنا دارد		وہ اگر در روش نسل بہ آدم نرسد

غزل ۱۳

تا سایۂ مبارکت افتاد بر سرم	۱	دولت غلام من شد و اقبال چاکرم
شد سالہا کہ از سر من بخت رفتہ بود	۲	از دولت وصال تو باز آمد از درم
بیدار در زمانہ ندیدے کسے مرا	۳	در خواب اگر خیال تو گشتی مصورم
من عمر در غم تو بپایاں برم ولے	۴	باور مکن کہ بے تو زمانے بسر برم
زاں شب کہ باز در دل تنگم در آمدی	۵	صد شمع در گرفت دماغ معطرم
دردم اطبیب نداند دوا کہ من	۶	بی دوست خستہ خاطر و با دوست خوشترم
گفتے بیار رخت اقامت بکوی ما	۷	من خود بجان تو کہ ازیں کوے نگذرم

(۸) ہر کس غلام شاہی و مملوک صاحبے است
حافظ کمینہ بندۂ سلطان کشورم (۸)

(۱) ترجمہ۔ جب سے تیرا مبارک سایہ میری سر پر پڑا ہے۔ دولت میری غلام ہو گئی ہے اور اقبال میرا نوکر ہو گیا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ کئی سال ہوئے کہ بخت مجھ سے چلا گیا تھا۔ تیرے وصال کی دولت سے پھر میرے دروازہ کے اندر آگیا۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ میں مجھے پھر کوئی شخص بیدار نہ دیکھتا۔ اگر خواب میں تیری تصویر کا نقشہ (میرے دل پر) منقوش ہو جاتا۔ یعنی اگر خواب میں تیری تصویر میرے دل پر منقوش ہو جاتی تو میں اس میں اسقدر محو ہو جاتا کہ جاگنے کا نام نہ لیتا اور تمام عمر خواب میں ہی تجھے دیکھا رہتا۔ حاصل کلام یہ کہ اگر خواب میں بھی مجھے دیدار نصیب ہو جائے۔ تو تمام عمر خواب میں ہی رہوں اور تجھ کو دیکھتا رہوں۔ جاگنے کا نام نہ لوں۔ بعض دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے ع۔ در خواب گر وصال تو بخشد میسرم

(۴) ترجمہ۔ میں تیرے غم عشق میں بیشک عمر گذار رہا ہوں لیکن یہ یقین نہ کر کہ تیرے بغیر میں تھوڑی دیر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ جس رات سے تو پھر میرے تنگ دل میں آگیا ہے۔ میرے معطر دماغ نے صدہا شمعیں روشن کر دی ہیں۔

غیرتش غیر در جہان نگذاشت		لاجرم عین جملہ اشیا شد	(لمعہ چہارم)

یا برق غیرت سے مراد وہ غیرت جسکا ذکر شعر د ۲ میں ہے۔ یعنے برق عشق جس نے خرمن آدم کو جلادیا۔

(۵) ترجمہ۔ اگر طور کی آگ ایک چراغ سی میری مدد نہ کرے تو وادی ایمن کی اندھیری رات کا کیا علاج کروں۔
مطلب یہ ہے کہ اگر محبوب حقیقی کی عنایت بدرقۂ راہ نہ ہو اور شمع ہدایت سامنے نہ رکھی تو منازل عشق کا طے کرنا بہت مشکل ہی۔ آتش طور اور وادی ایمن کے لئے دیکھو شعر د ۱۲-۱۳۔

(۶) ترجمہ۔ ترکوں کے بادشاہ نے جب یہی پسند کیا اور مجھے کنوئیں میں گرادیا تو اگر تہمتن کا ہاتھ میری دستگیری نہ کرے تو میں خود کیا کرسکتا ہوں۔
مطلب یہ ہی کہ معشوق نے مجھے تکلیف اور بیکسی کی حالت میں چھوڑا ہوا ہی اگر کوئی معاون میری دستگیری نہ کرے تو رہائی مشکل ہی یا یہ کہ محبوب مطلق نے مجھے دنیا کے تاریک کنوئیں میں اسیر کیا ہوا ہی اگر مرشد میری دستگیری نہ کرے تو اس قید سے آزاد ہونا مشکل۔ اس شعر میں ایک مشہور تواریخی قصہ کی طرف اشارہ ہی۔
کے خسرو کے عہد میں بیژن نامی ایک پہلوان تہا جو کادہ کی اولاد سے تہا اور رستم پہلوان کا بہانجا تہا۔ سرحد ایران پر موذی جنگلی جانور فصلوں کا نقصان کرتے تہی بادشاہ کے حکم سے بیژن انکو مارنے کے لئے گیا۔ مارتا مارتا افراسیاب کے ملک میں جا پہنچا۔ وہاں ایک باغ میں افراسیاب کی بیٹی منیژہ کو دیکہا۔ دونو ایک دوسرے پر فریفتہ ہوگئے منیژہ جب گہر گئی تو بیژن کو بہی ساتھہ لیگئی اور کئی روز شاہی محلوں میں اسے چھپا رکہا۔ افراسیاب کو خبر ہوئی اسنے بیژن کو سیاہ چاہ میں اسیر کردیا ایران خبر پہنچی رستم کو حکم ہوا کہ اسے کسی طرح نکال لائے رستم نے ایک سوداگری کا قافلہ تیار کیا اور اس بہانہ سے توران جا نکلا۔ رات کو سیہ چاہ پر پہنچکر بیژن کو نکالا۔ افراسیاب کے محلوں پر حملہ کیا۔ اور مال غنیمت۔ منیژہ اور بیژن کو ساتھہ لیکر ایران میں آگیا۔

(۷) ترجمہ۔ فراق کے دلدوز تیر سے تو نے میرا خون بہایا۔ اے دیدۂ روشن! تو خود ہی کہہ کہ میں تجھے کیا کروں۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ بہشت بریں میرا موروثی مکان ہی۔ اس ویرانہ منزل (دنیا) میں میں اپنا قیام کس طرح کروں۔
خلد بریں کو خانہ موروث کہا ہی کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام جو تمام بنی نوع انسان کی مورث اعلیٰ ہیں اس مکان میں رہ چکے ہیں۔ دیکھو شعر ت ۱-۵-۷۔ مرزا غالب کی ستم ظریفی دیکھئے کہ کسی زاہد کے اسی

(۴) ترجمہ۔ خاک میں مل جانے سے پہلے میں کبھی تیرے دامن کو نہیں چھوڑونگا اور اُسوقت بھی جب میری خاک پر ہو کر گذریگا۔ تو میری گرد تیرے دامن کو پکڑے گی۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے غم عشق سے میرا دم نکل گیا تو مجھ کو کب تک دھوکا دیتا رہیگا۔ تو نے مجھ ہلاک کر ڈالا اور تو نہیں کہتا کہ میں سانس ہی لوں۔

دم دادن۔ دھوکا دینا۔ دمار۔ ہلاکت۔ سانس۔ دم۔ برآور دم۔ دو طرح پڑھا جاسکتا ہے (۱)

(دم برآور)۔ سانس لے۔ دم لے۔ آواز کر۔ فریاد کر۔ یعنے تو نے مجھ ہلاک بھی کر دیا اور فریاد بھی نہیں کرنے دیتا (۲) برآوردم۔ میں نے نکالا۔ اس صورت میں دمار محذوف ہوگا یعنی تو نے مجھے ہلاک کر ڈالا اور یہ بھی نہیں کہتا کہ ہاں میں نے ہلاک کیا ہے (الفاظ کا باہم ربط اور مناسبت قابل داد ہے)

(۶) ترجمہ۔ ایک رات میں تیری زلف کی تاریکی میں اُسکو ڈھونڈھتا تھا تیرا چہرہ دیکھتا تھا اور تیرے لب لعل سے پیالہ پیتا تھا۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے ناگاہ تجھ کو بغل میں لیا اور تیرے گیسو پیچ و تاب میں ہو گئے تیرے لب پر میں نے لب رکھا اور جان و دل قربان کر دئے

(۸) ترجمہ۔ تو حافظ پر مہربان رہ اور دشمن کو کہو کہ جا کر (حسد میں) مر جائے جب میں تیری گرمی (مہربانی) دیکھتا ہوں تو مجھے سرد دم (نامہربان) دشمن کا کیا ڈر ہے۔

غزل (۱۵)

تو ہمچو صبحی و من شمع خلوت سحرم	۱	تبسمی کن و جان بین کہ چون ہمی سپرم
چنین کہ در دل من داغ زلف سرکش تست	۲	بنفشہ زار شود تربتم چو در گذرم
بر آستان امیدت کشادہ ام در چشم	۳	کہ یک نظر فگنی چون فگندی از نظرم
غلام مردم چشمم کہ با سیاہ دلی	۴	ہزار قطرہ بیارد چو درد دل شمرم
چہ شکر گویمت ای خیل غم عفاک اللہ	۵	کہ روز بیکسی آخر نمیروی ز سرم
بہر نظر بت ما جلوہ میکند لیکن	۶	کس آن کرشمہ نہ بیند کہ من ہمی نگرم

(۷)	بخاک حافظ اگر یار بگذرد چہ نسیم ز شوق در دل آن تنگنا کفن بدرم	(۷)

(۱) ترجمہ۔ تو صبح کی مثال ہے میں خلوت سحر کی شمع ہوں تبسم کر اور دیکھ کہ میں کس طرح جان قربان کرتا ہوں۔

(۶) ترجمہ۔ طبیب میرے درد کی دوا نہیں جانتا کیونکہ میں دوست کے بغیر خستہ دل اور دوست کے ساتھ خوش رہتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ تو نے مجھ کو کہا کہ رخت اقامت ہمارے کوچہ میں ڈال۔ تیری جان کی قسم کہ میں خود اس کوچہ سے باہر جاتا ہی نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ ہر ایک شخص کسی بادشاہ کا غلام اور کسی صاحب کا بندہ ہوتا ہے۔ حافظ بادشاہِ ملک کا ایک کمترین غلام ہے۔

من قبلہ راست کردم در طرف کج کلاہے		ہر قوم راست راہی دینے و قبلہ گاہے

غزل (۱۴)

مصرع		مصرع
مرا می بینی و دردم زیادت میکنی دردم	۱	ترا می بینم و شوقم زیادت می شود ہر دم
بسامانم نمی پرسی نمیدانم چہ سر داری	۲	بدرمانم نمیکوشی نمیدانی مگر دردم
نہ راہست اینکہ بگذاری مرا جانا و بگریزی	۳	گذاری آر و بازم پرس تا خاک رہت گردم
ندارم دست از دامن بجز در خاک و آن دم ہم	۴	چو بر خاکم گذار آری بگیرد دامنت گردم
فرو رفت از غم عشقت دمم دم میدہی تا کی	۵	دمار از من برآوردی نمیگوئی برآوردم
شبی دل را بتاریکی ز زلفت باز می جستم	۶	رخت میدیدم و جامی ز لعلت باز میخوردم
کشیدم در برت ناگاہ و شد در تاب گیسویت	۸	نہادم بر لبت لب را و جان و دل فدا کردم

(۸)　تو خوش میباش با حافظ برو گو خصم جان میدہ
چو گرمی تو می بینم چہ باک از خصم دم سردم　(۸)

(۱) ترجمہ۔ تو مجھ کو دیکھتا ہے اور میرے درد کو اسی وقت زیادہ کر دیتا ہے۔ میں تجھ کو دیکھتا ہوں اور میرا شوق ہر وقت زیادہ ہوتا جاتا ہے۔
دردم اور ہر دم میں صنعتِ تجنیس ہے۔ دونو مصرعوں میں مضمون کا مقابلہ بہت لطیف ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تو مجھ سامان کو نہیں پوچھتا مجھ کو معلوم نہیں تیرا کیا خیال ہے۔ تو میرے علاج کی کوشش نہیں کرتا شاید تجھ کو میرے درد کا علم نہیں۔
بسامانم نمیپرسی یعنے میری بے سروسامانی کا خیال نہیں کرتا اور سامان سے میری مدد نہیں کرتا۔ چہ سر داری (۱) تیرا کیا خیال ہے۔ (۲) تو کیا سردار ہے۔ پہلے مصرعہ میں سروسامان اور دوسرے مصرعہ میں درد اور درمان کی رعایت ملحوظ ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے جاناں یہ طریقہ (اچھا) نہیں کہ مجھ کو چھوڑ کر تو بھاگ جائے۔ میری طرف گذر کر میری حال پرسی کر تاکہ میں تیری رستہ کی خاک ہو جاؤں۔

ز محرمان سراپردۀ وصال شوم	۳	ز بندگان خداوندگار خود باشم
چو کار عمر نه پیداست باری آن اولی	۴	که روز واقعه پیش نگار خود باشم
ز دست بخت گران خواب و کار بی سامان	۵	اگر کنم گله راز دار خود باشم
همیشه پیشۀ من عاشقی و رندی بود	۶	دگر بکوشم و مشغول کار خود باشم

(۷)	بود که لطف ازل رهنمون شود حافظ وگرنه تا ابد شرمسار خود باشم	(۷)

خواجہ صاحب کبھی شیراز سی باہر تو نکلے ہی نہ تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس غزل میں دنیائے فانی کو غربت اور دار بقا کو اپنا وطن قرار دیا ہے اور اسی وطن عزیز کیطرف جانیکا عزم کرتے ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ میں اپنے وطن کیطرف جانیکا ارادہ کیوں نہ کروں۔ اپنے معشوق کی کف پا کی خاک کیوں نہ بنوں۔

(۲) ترجمہ۔ مسافری اور مسافرت کے غم کی جب برداشت نہیں۔ تو (بہتر ہے کہ) اپنے شہر کو جاؤں اور اپنا بادشاہ بنوں

مرزا بیدل نے یہی خیال اسطرح ظاہر کیا ہے۔

بدر آئے بیدل ازیں قفس اگر آں طرف کشدت ہوس		تو بہ غربت آنہمہ خوش نہ کہ نگویمت بہ وطن درآ

(۳) ترجمہ۔ سراپردۀ وصال کا محرم بنوں۔ اور اپنے آقا کا غلام ہو جاؤں۔

(۴) ترجمہ۔ جب زندگی کا انجام معلوم نہیں تو پھر یہی بہتر ہے کہ واقعہ کے دن اپنے معشوق کے پاس ہوں۔

روز واقعہ سے مراد روزِ اجل موت کا دن (یا روز قیامت)

(۵) ترجمہ۔ اپنے بخت خوابیدہ اور بے سروسامانی کے ہاتھ سے اگر گلہ کروں تو اپنا ہی راز دار بنوں۔

گران خواب۔ گہری نیند میں سویا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی بدنصیبی یا بیکسی کی اگر شکایت بھی کرتا ہوں تو اغیار سے نہیں کرتا صرف اپنے دل سے ہی کرتا ہوں اپنا راز دار اور کسی کو نہیں بناتا۔

(۶) ترجمہ۔ میرا کام ہمیشہ عاشقی و رندی تھا۔ پھر کوشش کرونگا اور اپنے کام میں مشغول ہوں گا۔

یعنے ہمیشہ سے رند و عاشق ہوں اور آئندہ بھی اسی کام میں مشغول رہونگا۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ خدا کرے کہ لطفِ ازل میرا رہنما بنے۔ وگرنہ ابد تک میں اپنے آپ سے شرمسار ہونگا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر لطفِ ازل رہنمائی کرے تو منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤنگا۔ ورنہ اس چراغ ہدایت کے بغیر ہمیشہ بھٹکتے اپنی

ظاہر ہے کہ نسیم صبح سے شمع بجھ جاتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تو صبح ہے اور میں شمع ہوں تیری ایک نسیم پر جان دینے کو تیار ہوں۔ رباعی ذیل میں بھی عاشق و معشوق کو شمع و صبح سے تشبیہ دی گئی ہے۔

من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی	سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی
نزدیکت ایں چنینم دور آنچناں کہ گفتم	نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

(۲) ترجمہ۔ تیری زلف سرکش کا میرے دل میں ایسا داغ ہے کہ جب میں مر جاؤنگا تو میری قبر بنفشہ زار ہو جائیگی۔
اسی مضمون کے لئے دیکھو ۹۵۔ چونکہ دل میں زلف کا خیال تھا اس لئے قبر پر بھی بنفشہ اگا جو زلف کے مشابہ ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں نے تیری امید کے آستان پر آنکھ کا دروازہ کھولا ہے تاکہ تو میری طرف ایک نظر کرے جب مجھ تو نے نظر سے گرا دیا۔
یعنے اگرچہ تو نے مجھے نظر سے گرا دیا ہے تاہم امید ہے کہ تو میری طرف ایک نظر کریگا۔

(۴) ترجمہ۔ میں آنکھ کی پتلی کا غلام ہوں جو باوجود سیاہ دلی کے جب میں درد دل بیان کرتا ہوں تو ہزار قطرے گراتی ہے
آنکھ کی پتلی سیاہ ہوتی ہے لہذا سیاہ دل کہا۔ سیاہ دل آدمی کبھی درد پر نہیں روتا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ آنکھ کی پتلی باوجود سیاہ دل ہونیکے میرے اظہار درد پر آنسو گراتی ہے لہذا میں اسکی ہمدردی کا قائل ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ اے غم کا شکر خدا تجھے بخشے میں تیرا شکر کسطرح ادا کروں۔ کہ بیکسی کے دن بھی تو میرے سر سے نہیں جاتا۔
بیکسی کے وقت کا کوئی ساتھی نہیں البتہ غم اس وقت بھی ساتھ ہوتا ہے خواجہ صاحب غم کی اس وفا شعاری کا شکریہ ادا کرتے ہیں

(۶) ترجمہ۔ ہمارا معشوق ہر ایک نظر میں جلوہ نمائی کرتا ہے لیکن کسی شخص کو وہ کرشمہ نظر نہیں آتا جو میں دیکھتا ہوں۔
مطلب یہ ہے کہ معشوق کا جلوہ ہر ایک شخص کی نظروں میں ہے لیکن اسکے جو کرشمے عاشق کو نظر آتے ہیں اور کسی کو نہیں آتے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر معشوق نسیم کیطرح حافظ کی قبر سے گذرے تو تنگ قبر میں غنچہ کیطرح میں اپنے کفن کو پھاڑ دوں۔
باد صبا اور نسیم سحر سے کلیاں کھل کر پھول بن جاتی ہیں گویا اپنے تنگ جامہ کو چاک کرتی ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر معشوق کا گذر میری قبر پر ہو تو میں بھی غنچہ کیطرح جامہ چاک کرکے شگفتہ ہو جاؤں۔

غزل (۱۶)

چرا نہ در پے عزم دیار خود باشم	۱	چرا نہ خاک کف پای یار خود باشم
غم غریبی و غربت چو بر نمے تابم	۲	بشہر خود روم و شہریار خود باشم

بردہ اند کا فاعل عاملانِ قضاو قدر۔ مطلب یہ ہے کہ میں عالمِ قدس کا مرغ ہوں کیا وجہ ہے کہ دنیا کی جال میں پھنس کر میں نے اپنے اصلی آشیانہ کو بھلا دیا ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر م ۱/۱۲ شعرت ۱/۱۵ ۔ ۶

(۵) ترجمہ۔ حیف ہے کہ مجھ جیسی بلبل اب اس پنجرہ میں باوجود ایسی میٹھی زبان کے سوسن کی طرح خاموش ہے۔

سوسن کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں افسوس ہے کہ مجھ جیسی شیریں زبان بلبل اس قفسِ عنصری میں دیا شیراز میں پھنس کر زبانِ سوسن کی طرح خاموش ہو گئی۔

(۶) ترجمہ۔ پارس کی آب ہوا عجیب سفلہ پرور ہے۔ کوئی ہمراہ کہاں ہے کہ اس سرزمین سے خیمہ اکھاڑ لوں۔

یعنے پارس میں اہل ہنر کی قدر نہیں یہ لوگ سفلہ پرور ہیں۔ اگر کوئی رفیقِ راہ ہوں تو اس سرزمین سے قطع تعلق کر جاؤں (باوجود ان تمام باتوں کے خواجہ صاحب شیراز کو نہ چھوڑ سکے)

(۷) ترجمہ۔ مبارک توران شاہ کہ فضل و کرم کی زیادتی میں اسکی بخششوں کا احسان میری گردن کا طوق ہے۔

. توران شاہ کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸ اسوانحمری نیز شعر م ۱/۲

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ خرقہ کے نیچے تو کب تک جام مے چھپائیگا (شراب پئے گا) خواجہ کی مجلس میں میں تیرے کاموں سے پردہ اٹھا دوں گا۔

یعنے خرقہ کی آڑ میں کب تک چھپ چھپ کر شراب پیئے گا میں تیرا راز فاش کر دوں گا۔

غزل (۱۸۱)

حاشا کہ من بموسمِ گل ترکِ مے کنم	۱	من لافِ عقل میزنم این کار کے کنم
مطرب کجاست تا ہمہ محصولِ زہد و علم	۲	در کار بانگِ بربط و آوازِ نے کنم
از قال و قیلِ مدرسہ حالی دلم گرفت	۳	یک چند نیز خدمتِ معشوق و مے کنم
کو پیکِ صبح تا گلہ ہای شبِ فراق	۴	با آن خجستہ طالعِ فرخندہ پے کنم
کی بود در زمانہ وفا جامِ مے بیار	۵	تا من حکایتِ جم و کاؤس و کے کنم
از نامۂ سیاہ نترسم کہ روزِ حشر	۶	با فیضِ لطفِ او صد ازین نامہ طے کنم
خاکِ مرا چو در ازل از مے سرشتہ اند	۷	با مدعی بگو کہ چرا ترکِ مے کنم

ناکامیابی پر شرمندہ رہنے پڑیگا۔

بے منزل آمد زمن تا بہ تو نشاید ترا جز بہ تو یافتن	نشاید ترا یافت الا بہ تو عناں باید از ہر درے تافتن	(نظامی)
راہیست پر از خطر رہِ عشق جز بدرقۂ عنایتِ تو	آنجا ہمہ رہزنانِ بے باک۔ نتواں شد ازیں رہِ خطرناک۔	(جامی)

غزل (۱۷)

چل سال بیش رفت کہ من لاف میزنم	۱	کز چاکراں پیرِ مغاں کمترین منم
ہرگز بیمن عاطفت پیر می فروش	۲	ساغر تہی نشد ز می صاف روشنم
در حق من بدرد کشے ظن بد مبر	۳	کالودہ گشت خرقہ ولے پاکدامنم
شہباز دست پادشہم این چہ حالتست	۴	کز یاد بردہ اند ہوائے نشیمنم
حیف ست بلبلی چو من اکنوں دریں قفس	۵	با ایں لسان عذب کہ خامش چو سوسنم
آب و ہوای پارس عجب سفلہ پرورست	۶	کو ہمرہے کہ خیمہ ازیں خاک برکنم
توران شہ خجستہ کہ در من یزید فضل	۷	شد منت مواہب او طوق گردنم

(۸)	حافظ بزیر خرقہ قدح تا بکے کشے در بزم خواجہ پردہ ز کارت برافگنم	(۸)

(۱) ترجمہ۔ چالیس سال سے زیادہ ہوگیا ہے کہ میں لاف مار رہا ہوں کہ میں پیرِ مغاں کے کمترین غلاموں میں سے ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ پیر میفروش کی مہربانی کی برکت سے میرا پیالہ صاف اور روشن شراب سے کبھی خالی نہ ہوا۔

(۳) ترجمہ۔ دُرد کشی کی وجہ سے میرے حق میں بُرا گمان نہ کر کیونکہ میرا خرقہ گو آلودہ ہوگیا ہے لیکن میں خود پاکدامن ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ میں بادشاہ کے ہاتھ کا شہباز ہوں یہ کیا حالت ہے کہ نشیمن کا اشتیاق میری یاد سے بھلا دیا گیا ہے۔

	ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند	گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں	

(۸) ترجمہ۔ یہ مستعار جان جو معشوق نے حافظ کو دی۔ ایکدن اسکا چہرہ دیکھونگا اور اُسکے حوالہ کر دونگا۔

یعنے یہ جانِ مستعار محبوب حقیقی کی دی ہوئی ہے۔ ایکروز اسکا مشاہدہ کرونگا اور جان اس کے حوالہ کر دونگا۔ بعض لوگوں نے خواجہ صاحب کو معتزلہ کہا ہے لیکن معتزلہ مشاہدۂ حق کے قائل نہیں۔ خواجہ صاحب یہاں صاف لفظوں میں مشاہدۂ ذات کی امید ظاہر کرتے ہیں اس لئے ثابت ہے کہ خواجہ صاحب کو اس فرقہ سے تعلق نہیں دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۳۰ تا ۴۲ سوانحعمری۔

غزل (۱۹)

حالیا مصلحت وقت دران می بینم	۱	کہ کشم رخت بمیخانہ و خوش بنشینم
جز صراحے و کتابم نبود یار و ندیم	۲	تا حریفان دغا را بجہاں کم بینم
بسکہ در خرقۂ سالوس زدم لاف صلاح	۳	شرمسار از رخ ساقی و مے رنگینم
جام می گیرم و از اہل ریا دور شوم	۴	یعنی از اہل جہاں پاکدلے بگزینم
سر آزادگی از خلق بر آرم چوں سرو	۵	گر دہد دست کہ دامن ز جہاں بر چینم
سینۂ تنگ من و بار غم او ہیہات	۶	مرد ایں بار گران نیست دل مسکینم
دل و جانم بخیال سر زلف تو بسوخت	۷	ور گوا بایدت اینک نفس مشکینم
بر دلم گرد ستمہاست خدا را مپسند	۸	کہ مکدر شود آئینۂ مہر آگینم
بندہ آصف عہدم دلم آزردہ مکن	۹	کہ اگر دم زنم از چرخ بخواہد کینم

(۱۰) من اگر رند خراباتم و گر حافظ شہر
ایں متاعم کہ تو می بینی و کمتر زینم (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ اب میں مصلحتِ وقت اسی میں دیکھتا ہوں۔ کہ رختِ اقامت شرابخانہ میں لیجا کر وہاں خوشی سے زندگی بسر کروں۔

(۲) ترجمہ۔ صراحی اور کتاب کے سوا میرا یار اور ندیم اور کوئی نہو۔ تاکہ اہلِ دغا کو دنیا میں نہ دیکھوں۔

مطلب یہ ہے کہ اہلِ جہاں اربابِ دغا ہیں۔ میں انکی صحبت سے تنگ آگیا ہوں شرابخانہ میں جا کر رہونگا کیونکہ وہاں کے مقیم صاف دل ہوتے ہیں۔

(۶)　　این جا بن عبارت که به حافظ سپرد دوست
روزی رُخش ببینم و تسلیم وے کنم　　(۸)

(۱) ترجمہ۔ میں موسم بہار میں ہرگز ہرگز ترکِ مے نہیں کرونگا۔ میں عقلمند ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں یہ کام کیسے کرسکتا ہوں۔
یعنی موسمِ بہار میں ترکِ مے کرنا تو بیوقوں کا کام ہے۔
(۲) ترجمہ۔ مطرب کہاں ہے کہ زہد و علم کا تمام حاصل۔ بربط اور نے کی آواز پر خرچ کردوں۔
یعنی بزمِ سماع میں زہد و علم کو بالائے طاق رکھ دوں
(۳) ترجمہ۔ مدرسہ کی قیل و قال سے اب میں دل برداشتہ ہوگیا ہوں۔ چاہئے کہ کچھ دیر کے لئے معشوق و مے کی خدمت بھی کروں
مطلب یہ ہے کہ علمی مباحث سے اب دل برداشتہ ہوگیا ہوں۔ عشق اختیار کرتا ہوں۔

بادہ فروشے دوش آں مرد عرب ایها القوم الذی فی المدرسه فکرکم ان کان من غیر الحبیب علم نبود غیرِ علمِ عاشقی	دوه چه خوش میگفت از روئے طرب کلما حصلتموها وسوسه مالکم من نشأة الاخریٰ نصیب مابقی تلبیسِ ابلیسِ شقی۔	(بہاؤ الدین آملی)

(۴) ترجمہ۔ قاصدِ صبح کہاں ہے کہ شبِ فراق کی شکایتیں اس مبارک طالع مبارک قدم کے سامنے بیان کروں۔
پیکِ صبح سے مراد آفتاب۔ عاشق کو شبِ فراق لمبی معلوم ہوتی ہے طلوعِ آفتاب کا انتظار ہے کہ اس سے شبِ ہجراں کی مصیبتیں بیان کرے۔
(۵) ترجمہ۔ زمانہ میں فاکب تہی جامِ شراب لا۔ تاکہ میں جم اور کاؤس اور کے کی حکائتیں بیان کروں۔
مطلب یہ ہے کہ شراب کا پیالہ لا تاکہ میں دنیا کی ناپائداری اور کے و کاؤس اور جمشید کی ناپائدار ثروت کے قصے بیان کروں۔
(۶) ترجمہ۔ مجھے اپنے سیاہ اعمال نامہ کا کچھ خوف نہیں کیونکہ قیامت کے روز اس کی مہربانی کے فیض سے ایسے سینکڑوں نامے طے ہو سکتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ میرا ایک نامۂ اعمال تو کیا صدہا ایسے اعمال نامے خدا کی مہربانی اور لطف سے طے ہو جائیںگے اور گنہگار بخشے جائیں گے۔
(۷) ترجمہ۔ جب میری مٹی ازل کے دن شراب سے گوندھی گئی ہے۔ تو مدعی کو کہو کہ میں شراب کیوں ترک کروں
یعنی جب شرابِ عشق میری سرشت میں ہے تو میں اسے کیونکر ترک کرسکتا ہوں۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو ت ۲۵/۴ د ۵۴/۱

غزل (۲۰)

حجاب چهرهٔ جان مے شود غبار تنم	۱	خوشا دمے کہ ازین چہرہ پردہ بر فگنم
چنین قفس نہ سزای من خوش الحان ست	۲	روم بگلشن رضوان کہ مرغ آن چمنم
عیان نشد کہ چرا آمدم کجا بودم	۳	دریغ و درد کہ غافل ز کار خویشتنم
چگونہ طوف کنم در فضای عالم قدس	۴	چو در سراچۂ ترکیب تختہ بند تنم
اگر ز خون دلم بوی عشق مے آید	۵	عجب مدار کہ ہمدرد نافہ ختنم
مرا کہ منظر حور ست مسکن و ماوی	۶	چرا بکوے خراباتیاں بود وطنم
طراز پیرہن زر کشم مبین چون شمع	۷	کہ سوزہاست نہانی درون پیرہنم

(۸) بیا و ہستی حافظ ز پیش او بردار
کہ با وجود تو کس نشنود ز من کہ منم (۸)

اس غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ فرماتے ہیں کہ روح کے لئے قفسِ عنصری ایک ناگوار قید ہے۔ انسان غبارِ وجود میں آلودہ ہو کر اپنی حقیقت سے بھی ناآشنا رہتا ہے۔ نہ اپنے وطن کی خبر ہے۔ نہ سفرِ دنیا کی کیفیت سے آگاہ ہے اور نہ ہی منزل مقصود کا کچھ پتا ہے۔ انسان جو گلشنِ رضوان کا ایک آزاد پرندہ تھا وجود کے پنجرہ میں گرفتار ہو کر عالم قدس کے فضا کی سیر اور تماشا سے بھی محروم ہو گیا۔ مقطع میں جانِ وجودِ مطلق سے درخواست کرتے ہیں کہ تیری موجودگی میں ہم کو موجود تو کوئی کہتا نہیں اسلئے اس وجودِ عدم نشان کو ہم سے اٹھا لے۔

(۱) ترجمہ۔ میرے تن کا غبار جان کی چہرہ کا حجاب ہے۔ وہ وقت اچھا ہوگا کہ اس چہرہ سے پردہ اٹھا دونگا۔

یعنے وہ وقت اچھا ہوگا جب روح قفسِ عنصری سے آزاد ہو جائے گا۔

(۲) ترجمہ۔ ایسا پنجرہ مجھ جیسے خوش الحان کے لائق نہیں۔ میں گلشنِ رضوان میں جاتا ہوں کہ اسی باغ کا پرندہ ہوں۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر م ۱۲/۸ ت ۵-۲-۱

(۳) ترجمہ۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ میں کیوں آیا اور کہاں تھا۔ افسوس! افسوس!! کہ میں اپنے کام سے بھی غافل ہوں۔

یعنے مجھ کو اپنی ابتدا اور انتہا کی کچھ خبر نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ میں کہاں سے آیا اور کیوں آیا۔ افسوس ہے کہ مجھ کو اپنی حقیقت سے بھی آشنائی نہیں

(۳) ترجمہ۔ چونکہ خرقۂ مکر میں پرہیزگاری کی بہت لافیں مارتا ہوں۔ رخ ساقی اور مئے رنگین سے شرمسار ہوں۔
یعنے بزم ساقی و شراب میں اپنی ریاکاری اور سالوس سے شرمندہ ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ شراب کے پیالوں اور اہل ریا سے دور ہو جاؤں۔ یعنی اہل جہان کو چھوڑ کر پاک دلی اختیار کروں۔

(۵) ترجمہ۔ سرو کی طرح خلقت سے آزادگی کا سر نکالوں۔ اگر یہ ممکن ہو سکے کہ جہان سے دامن بچا لیجاؤں۔
ظاہر ہے کہ باغ کی تمام نباتات سے سرو نے آزادگی کا سر نکالا ہوتا ہے اور سب سے علیحدہ معلوم ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں
کہ اگر میں دنیا سے قطع تعلق کر سکا تو تمام خلقت سے علیحدہ ہو کر آزاد ہو جاؤنگا۔

(۶) ترجمہ۔ میرا تنگ سینہ اور اسکے غموں کا دہ بوجھ! افسوس! میرا مسکین دل اس بار گراں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔
مطلب یہ ہے کہ میرے تنگ سینہ اور کمزور دل میں اسکے غموں کے برداشت کی طاقت نہیں۔

غم عالم فراواں ست و من یک غنچہ دل دارم	چساں در شیشۂ ساعت کنم خاک بیاباں را

(۷) ترجمہ۔ میرا دل اور میری جان تیری زلف کے خیال میں جل گئے اور اگر تجھے کوئی گواہ چاہئیے تو یہ میرا نفس مشکین ہے۔
یعنے میرے دل اور جان کے جل جانے کا اگر تجھے ثبوت چاہئیے۔ تو میری آہیں جو دہوئیں کیطرح ہیں میری آتش دروں کی
گواہ ہیں۔ زلف اور مشکین کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میرے دل پر ستموں کی گرد ہے خدا کے لئے یہ بات پسند نہ کر کہ میرا محبت بھرا آئینہ مکدر ہو جائے۔
آئینۂ مہر آگین۔ سے مراد دل ہے جو عشق کا مقام ہے مطلب یہ ہے کہ گرد ستم سے میرے آئینۂ دل کو مکدر نہ ہونے دے۔ کیونکہ
عشق و محبت کی تجلیات کا عکس اسی آئینہ میں ہوتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں آصف عہد کا غلام ہوں میرے دل کو آزردہ نہ کر کہ اگر میں دل اسکے سامنے) آسمان کی بھی شکایت کروں تو وہ اس سے بدلہ لیگا
آصف عہد سے مراد عماد بن محمود جو سلطان قطب الدین والئے اصفہان کا وزیر تھا اور خواجہ صاحب کا مربی اس وزیر کو
خواجہ صاحب اکثر آصف عہد کہ کر یاد کرتے ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ میں خواہ رند خراباتی ہوں خواہ حافظ شہر میں یہی متاع ہوں جو تو مجھے دیکھتا ہے بلکہ اس سے بھی کمتر ہوں۔
اظہار فروتنی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تو مجھے حافظ شہر سمجھ یا رند خرابات۔ یہی کچھ ہوں جو تجھے نظر آتا ہوں بلکہ اس سے
بھی کمتر ہوں۔

بتر زانم کہ خواہی گفت آنی
کہ دانم عیب من چوں من ندانی

چوں صبا با دل بیمار و تن بیطاقت	۳	بہواداری آں سرو خرامان بروم
دلم از وحشت زندان سکندر بگرفت	۴	رخت بربندم و تا ملک سلیمان بروم
در رہ او چو قلم گر بسرم باید رفت	۵	با دل زخمکش و دیدہ گریان بروم
نذر کردم کہ گر ایں غم بسر آید روزے	۶	تا در میکدہ شاداں و غزلخوان بروم
بہواداری او ذرہ صفت رقص کناں	۷	تا لب چشمۂ خورشید درخشان بروم
نازکاں را چو غم حال گرفتاران نیست	۸	ساربانان مددی تا خوش و آسان بروم

(۹) ور چو حافظ ز بیابان نبرم رہ بیروں
ہمرہ کوکبۂ آصف دوراں بروم (۹)

اس غزل میں بھی گذشتہ غزل کی طرح تسلسل مضمون موجود ہی اور سرائے فانی سے ملک جاودانی کیطرف سفر کا شوق ظاہر کیا ہی۔ خواجہ حافظ کی مشہور غزلوں میں سے ہے اور نہایت موثر ہے۔

(۱) ترجمہ۔ وہ دن اچھا ہوگا کہ میں اس ویران منزل سے چلا جاؤنگا۔ جان کی راحت طلب کرونگا اور معشوق کے پیچھے جاؤنگا۔

(۲) ترجمہ۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ (مجھ جیسا) غریب کسی مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ تاہم میں اس پریشان زلف کی خوشبو پر جا رہا ہوں

دانم نرسد ذرہ بخورشید ولیکن	شوق طیراں مے کشد ارباب ہمم را	(عرفی)

حاصل کلام یہ ہی کہ اگرچہ مجھ جیسا حقیر ناچیز آدمی مقاماتِ عالیہ پر نہیں پہنچ سکتا تاہم پائے طلب منزلِ مقصود کے شوق میں طے منازل میں مصروف ہے۔

(۳) ترجمہ۔ صبا کی طرح باوجود بیمار دل اور بے طاقت جسم کے اس سرو خراماں کے اشتیاق میں جا رہا ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ زندانِ سکندر کی وحشت سے میرا دل تنگ ہوگیا ہی۔ اسباب باندھتا ہوں اور ملکِ سلیمان کیطرف جاتا ہوں

زندانِ سکندر۔ شہر یزد میں ایک تہ خانہ ہی۔ جہاں کہتے ہیں کہ سکندر کا تابوت رکھا ہی۔ یہاں مراد جسم عنصری یا دنیا۔ ملک سلیمان سے عالم قدس۔

(۵) ترجمہ۔ اسکے رستہ میں اگر مجھے قلم کیطرح سر کے بل بھی چلنا پڑے۔ تو دردمند دل اور دیدۂ گریاں کے ساتھ چلتا جاؤنگا۔

ظاہر ہی کہ قلم سر کے بل چلتا ہی۔ سیاہی کے قطرے چشم قلم کا گریہ ہوئے۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے منت مانی ہی کہ اگر اس غم کا کسی دن خاتمہ ہوا تو شرابخانہ کے دروازہ تک ہنستا ہوا اور غزل کہتا ہوا جاؤنگا۔

(۴) ترجمہ - عالم قدس کے فضا میں میں کس طرح سیر کروں۔ جب اس سراچہ ترکیب میں جسم کا تختہ بند ہوں۔

سراچہ ترکیب سے مراد دنیا۔ جو اربعہ عناصر کی ترکیب سے بنی ہے تختہ بند - حبس - قید - محبوس - قیدی - ٹوٹے ہوئے عضو پر لکڑی کی پٹیاں اور کپڑا جو باندھا جاتا ہے اس عضو کو بھی کہتے ہیں جس پر پٹیاں لگا کر تختہ باندھتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جسم کی قید میں ناممکن ہے کہ فضا عالم القدس کی سیر کیجیے۔

(۵) ترجمہ - اگر میرے دل کے خون سے عشق کی بو آتی ہے تو تعجب نہ کر کیونکہ میں نافہ ختن کا ہمدرد ہوں۔
کہا جاتا ہے کہ نافہ خون کے منجمد ہونے سے بنتا ہے - خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ آہوئے ختن کو بھی معشوق کی زلف معنبر کا عشق ہوتا ہے اور اس لئے اس میں خوشبو ہوتی ہے اسی طرح اگر میرے دل کے خون میں بھی عشق کی خوشبو ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مجھے بھی زلف محبوب کا عشق ہے۔

(۶) ترجمہ - جب حوروں کے محل میری جائے سکونت اور جائے قرار ہیں - تو خرابات کے کوچہ میں میرا وطن کیوں ہو؟
کوئے خرابات سے مراد دنیا - اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر (۲) غزل ہذا

(۷) ترجمہ - شمع کی طرح تو مجھے زرکش پیراہن کا نقش ہی نہ دیکھ کیونکہ میرے پیراہن کے نیچے پوشیدہ سوز ہیں۔
طراز - ہر چیز کا نقش و نگار - جھنیشہ - زرکش - زرتار جس کپڑے میں زری تار لگے ہوں - فرماتے ہیں کہ شمع کا تو صرف لباس ہی زرکش اور روشن ہے اور اسکا سوز صرف اس کے لباس زرکش میں ہی ہے برخلاف اس کے میرے پیراہن کے نیچے سوز ہائے نہانی ہیں - جنکا بظاہر کچھ پتہ نہیں لگتا۔

(۸) ترجمہ - آ اور حافظ کی ہستی کو اسکے سامنے سے مٹا دے - کیونکہ تیرے موجود ہوتے میں میرا کہنا کوئی نہیں سنتا کہ میں ہوں"۔
مطلب یہ ہے کہ موجود صرف تو ہی تو ہے تیری موجودگی میں اگر میں یہ دعویٰ کروں بھی کہوں کہ میں موجود ہوں تو کوئی نہیں مانتا اس لئے میری اس نمائشی ہستی کو مٹا دے - ماحصل کلام یہ ہے کہ موجود صرف ذات خدا ہے - ہمارا یہ دعویٰ کہ ہم بھی ہیں غلط ہے ہم کچھ بھی نہیں ہماری ہستی ہی کچھ نہیں صرف خیال ہی خیال ہے اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ ہماری ہستی کا طلسم بالکل ٹوٹ ہی جائے۔

غزل (۲۱)

خرم آن روز کزین منزل ویران بروم	۱	راحت جان طلبم وز پی جانان بروم
گرچہ دانم کہ بجائی نبرد راہ غریب	۲	من ببوی خوش آن زلف پریشان بروم

(۱) ترجمہ ۔ آنکھوں کے کارخانہ میں تیرے چہرہ کا نقشہ کھینچا تیری صورت کا کوئی معشوق نہ دیکھا نہ سنا ۔

(۲) ترجمہ ۔ مجھے شاہی کی امید تھی اسلئے تیری غلامی کی مجھے سلطنت کی آرزو تھی لہذا تیری خدمت اختیار کی ۔

مطلب یہ ہے کہ تیری غلامی بادشاہی کے برابر ہے ۔

(۳) ترجمہ ۔ اگرچہ میں تیری طلب میں بادِ شمال کا ہم عنان ہوں لیکن تیری قد کے سرِ و خراماں کی گرد تک بھی نہ پہنچ سکا

(۴) ترجمہ ۔ میں نے عہد کے دن تیری زلف کی ساتھ امید باندہی اور تیرے دہن کے دور سے دل کا مقصد حاصل کرنے سے امید منقطع کر دی ۔

روز عہد سے مراد وہ دن جب عہدِ محبت کیا گیا ، روزِ میثاق ۔

(۵) ترجمہ ۔ یہ تیری سیاہ آنکھ اور غمزہ کے تیر کا قصور تھا کہ میں وحشی ہرن کیطرح آدمیوں سے بھاگ گیا ۔

یعنے میرے وحشی و مجنوں ہونے کی وجہ تیرے غمزے اور تیری سیاہ آنکھیں ہیں ۔

(۶) ترجمہ ۔ تیرے چشمۂ آبحیات کی شوق میں میں نے کتنے قطرے گرائے تیرے روح افزا لب کے کتنے عشوے میں نے اٹھائے

یعنے تیرے لب لعل کے بوسہ کے لئے میں کتنی مدت روتا رہا اور عشوہ برداریاں کرتا رہا ۔

(۷) ترجمہ ۔ تو نے غمزہ سے میرے زخمی دل پر کتنے تیر لگائے تیرے کوچہ میں میں نے کسقدر رنج و غصہ برداشت کیا ۔

(۸) ترجمہ ۔ اے نسیم صبح معشوق کی کوچہ سے کچھ غبار مجھ تک اٹھا لا ۔ کیونکہ میں نے اپنے زخمی دل کے خون کی خوشبو اس غبار سے سونگھی ۔

یعنے چونکہ اسکی کوچہ میں میں نے اپنے دل کا خون گرایا ہے اس لئے اب اس کوچہ کے غبار سے بھی مجھے اپنے دل کے خون کی خوشبو آتی ہے ۔

(۹) ترجمہ ۔ غنچہ کیطرح میرے سر سے اسکی کوچہ کی نسیم گذری کہ میرے خونین دل ہی اسکی آرزو نے پردہ پھاڑا ۔

بدر یدم ۔ کا میم دل خونین کے ساتھ ہے اور بدرید کا فاعل ہوا ہے آو ۔ مطلب یہ ہے کہ جسطرح نسیم غنچہ کے پردہ کو پھاڑتی ہے اور اسے شگفتہ کرتی ہے اسی طرح کوچۂ محبوب کی ہوا عاشق کے خونین دل کو آکر شگفتہ کرتی ہے

(۱۰) ترجمہ ۔ اے حافظ کی آنکھوں کے نور ! (یعنے اے معشوق !) تیری خاکِ پا کی قسم ہے ۔ کہ تیرے چہرہ کے سوا مجھے آنکھ کے چراغ میں بھی روشنی نظر نہیں آتی ۔

یعنے تیرے دیدار کے بغیر میری آنکھوں میں بھی روشنی اور نور نہیں ہوتا ۔ کیونکہ میری آنکھوں کا نور تو ہی ہے ۔

(۷) ترجمہ۔ اسکی آرزو میں ذرہ کیطرح رقص کرتا ہوا خورشید درخشاں کے چشمہ کے کنارے تک چلا جاؤں گا۔
ذرہ کا رقص کرتا ہوا خورشید کیطرف جانا ظاہر مطلب یہ ہے کہ جسطرح ذرہ رقص کرتا ہوا خورشید کیطرف جاتا ہے
میں بہی محبوب مطلق کے مشاہدہ کی آرزو میں ذرہ کیطرح رقص کرتا ہوا اوپر جاؤں گا۔
(۸) ترجمہ۔ نازک بدن معشوقوں کو جب اسیروں کے حال کا فکر نہیں ہے۔ تو اے ساربانوں مدد کرو کہ میں خوشی اور آسانی سے
(منزل مقصود تک) چلا جاؤں۔
(۹) ترجمہ۔ اور اگر حافظ کیطرح میں بیاباں سے باہر نہ نکل سکوں۔ تو آصفِ عہد کے لشکر کے ساتہہ چلا جاؤنگا۔
کوکبہ۔ امرا کی سواری کے ساتہہ جو جماعت ہوتی ہے۔ اس شعر میں گریز ہے مدح آصفِ عہد کیطرف۔ آصفِ دوران
کے لئے دیکھو شعر ۱۹/۹۔

غزل (۲۲)

خیال روی تو در کارگاه دیده کشیدم	۱	بصورت تو نگاری ندیدم و نشنیدم
امید خواجگیم بود بندگی تو کردم	۲	هوای سلطنتم بود خدمت تو گزیدم
اگرچه در طلبت همعنان باد شمالم	۳	بگرد سرو خرامان قامتت نرسیدم
امید در سر زلفت بروز عهد ببستم	۴	طمع بدور دهانت ز کام دل ببریدم
گناه چشم سیاه تو بود و ناوک غمزه	۵	که من چو آهوی وحشی ز آدمی برمیدم
ز شوق چشمهٔ نوشت چه قطرها که فشاندم	۶	ز لعل روح فزایت چه عشوها که خریدم
ز غمزه بر دل ریشم چه تیرها که گشادی	۷	ز غصه بر سر کویت چه بارها که کشیدم
ز کوی یار بیار ای نسیم صبح غباری	۸	که بوی خون دل ریش ازان غبار شنیدم
چو غنچه بر سرم از کوی او گذشت نسیمی	۹	که پرده بر دل خونین بهوای او بدریدم

(۱۰)	بخاک پای تو سوگند نور دیدهٔ حافظ که بی رخ تو فروغ از چراغ دیده ندیدم	(۱۰)

(۴) ترجمہ صبح کو وقت میری رواں آنسو خرابی کرنے لگے تھے۔ اگر خونِ جگر دامن چشم کو نہ پکڑ لیتا۔
مطلب یہ ہے کہ سیلابِ اشک خانۂ چشم کو ویران کرنے لگا تھا لیکن خونِ جگر آنکھوں میں آگیا اور اس سیلاب کو روکا۔
(۵) ترجمہ۔ پہلے ہی دن جب میں نے تیرا چہرہ دیکھا تو دل نے کہدیا کہ کوئی خلل واقع ہوا تو میرا خون آنکھوں کی گردن پر ہوگا
چونکہ روئے معشوق کو پہلے آنکھیں ہی دیکھتی ہیں اس لئے اگر عشق میں عاشق کا دل خون ہوتا ہے تو تمام قصور آنکھوں کا ہی ہوتا ہے۔
(۶) ترجمہ۔ تمام رات صبح تک تیرے وصل کی خوشخبری کی امید میں میں نے آنکھوں کے روشن چراغ کو ہوا کا منتظر رکھا۔
بادِ صبا مژدۂ وصال لاتی ہے اسلئے عاشق تمام رات نسیم سحر کے لئے چشم براہ (منتظر) رہتا ہے)
(۷) ترجمہ۔ حمیت انسانی کے طفیل حافظ کے دردمند دل پر آنکھوں کا دلدوز اور مردم افگن تیر نہ مار۔

غزل (۲۴)

خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم	۱	بر درِ دوست نشینیم و مرادی طلبیم
زادِ راہِ حرمِ دوست نداریم مگر	۲	بگدائی ز درِ میکدہ زادی طلبیم
اشکِ آلودۂ ما گرچہ روانست ولی	۳	برسالت سوئے او پاک نہادی طلبیم
لذتِ داغِ غمت بر دلِ ما باد حرام	۴	اگر از جورِ غمِ عشق تو دادی طلبیم
نقطۂ خالِ تو بر لوحِ بصر نتوان زد	۵	مگر از مردمکِ دیدہ مدادی طلبیم
بوسہ از لبِ شیریں تو دل خواست بجاں	۶	بشکرخندہ لبت گفت مزادی طلبیم
تا بود نسخۂ عطری دلِ سودا زدہ را	۷	از خطِ غالیہ سای تو سوادی طلبیم
چوں غمت را نتواں یافت مگر در دلِ شاد	۸	ما بامید غمت خاطرِ شادی طلبیم

(۸) بر درِ مدرسہ تا چند نشینی حافظ
خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم (۸)

(۱) ترجمہ۔ اٹھ تاکہ شرابخانہ کے دروازہ سے کشائش کار ڈھونڈیں معشوق کے دروازہ پر بیٹھیں اور مراد مانگیں۔
(۲) ترجمہ۔ حرمِ دوست تک پہنچنے کے لئے ہمارے پاس کوئی زادِ راہ نہیں لیکن گداگری کر کے شرابخانہ کے دروازہ سے زادِ راہ مانگیں

غزل ۴۳

خیال روی تو گر بگذرد بگلشن چشم	۱	دل از پی نظر آید بسوی روزن چشم
بیا که لعل و گہر در نثار مقدم تو	۲	ز گنج خانۂ دل میکشم بمخزن چشم
سزائے تکیہ گہت منظری نمی بینم	۳	منم بعالم و ایں گوشۂ معین چشم
سحر سرشک روانم سر خرابی داشت	۴	گرم نہ خون جگر میگرفت دامن چشم
نخست روز کہ دیدم رخ تو دل میگفت	۵	اگر رسد خللی خون من بگردن چشم
ببوی مژدۂ وصل تو تا سحر ہمہ شب	۶	براہ باد نہادم چراغ روشن چشم

(۷) بمردمی کہ دل دردمند حافظ را
مزن بناوک دلدوز مردم افگن چشم (۷)

(۱) ترجمہ۔ اگر تیرے چہرہ کا نقشہ آنکھوں کے باغ میں آئے۔ تو دل دیدار کے لئے روزنِ چشم کیطرف چلا آتا ہے۔ یعنے جب آنکھوں میں تیری تصویر آجاتی ہے تو دل جو تیرے دیدار کا مشتاق ہے اس تصویر کو دیکھنے کے لئے آنکھوں میں آنا چاہتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ آ کہ تیرے قدموں پر نثار کرنے کے لئے دل کے خزانے سے آنکھوں کے خزانے میں لعل و گہر لارہا ہوں لعل سے مراد خون کے آنسو اور گہر سے مراد مطلق آنسو۔ مطلب یہ ہے کہ میں تیرے دیدار کے اشتیاق میں خون کے آنسو رو رہا ہوں۔ کسی عزیز کے آنے پر لعل و گہر کا نثار کرنا معلوم۔

(۳) ترجمہ۔ تیری تکیہ گاہ کے لایق میں کوئی منظر نہیں دیکھتا۔ البتہ دنیا میں میں ہوں اور میری آنکھوں کا گوشۂ معین منظر۔ جائے نظر۔ دریچہ۔ کھڑکی وغیرہ جس میں بیٹھکر باہر دیکھا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کی تکیہ گاہ کے لایق دنیا میں کوئی محل اور کوئی منظر نہیں ہے البتہ میرے وجود کے محل میں میری آنکھوں کا ایک دریچہ ہے جس میں بیٹھکر وہ نظارہ کرسکتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ خواجہ صاحب اپنے معشوق کو اپنی آنکھوں میں بٹھانا چاہتے ہیں۔

غزل (۲۵)

خیز تا خرقۂ صوفی بخرابات بریم	۱	زرق وطامات ببازار خرافات بریم
تا ہمہ خلوتیاں جام صبوحی گیرند	۲	چنگ وصنجی بدر پیر مناجات بریم
ورنہد در رہ ما خار ملامت زاہد	۳	از گلستانش بزندان مکافات بریم
شرم می آیدم از خرقۂ آلودۂ خویش	۴	کہ بدیں فضل وہنر نام کرامات بریم
قدر وقت ار نشناسد دل وکاری نکند	۵	بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات بریم
سوی رندان قلندر برہ آورد سفر	۶	دلق وسجادۂ شطاحی وطامات بریم
با تو آں عہد کہ در وادی ایمن بستیم	۷	ہمچو موسی ارنی گوے بمیقات بریم
فتنہ میبارد ازیں طاق مقرنس برخیز	۸	تا بمیخانہ پناہ از ہمہ آفات بریم
در بیابان فنا گم شدن آخر تا چند	۹	رہ بپرسیم مگر پے بمہمات بریم
بادہ نوشیدن پنہان نہ نشان کرم ست	۱۰	ایں میانجی برارباب کرامات بریم
خاک کوی تو بصحرای قیامت فردا	۱۱	ہمہ بر فرق سر از بہر مباہات بریم

(۱۲) حافظ آب رخ خود بر در ہر سفلہ مریز
حاجت آں بلکہ بر قاضی حاجات بریم (۱۲)

(۱) ترجمہ ساتھ تاکہ صوف کے خرقہ کو خرابات میں لیجائیں۔ فریب اور لاف زنی کو خرافات کے بازار میں لیجائیں۔ مطلب یہ ہے کہ میلو خرقہ صوفی کو رہن سے کردیں اور صوفیانہ زرق وطامات کو بیچ کر رندانہ خرافات لے لیں کیونکہ طامات سے خرافات بہتر ہے۔ خرافات بمعنے لغویات۔ بیہودہ گوئیاں طامات صوفیوں کی لاف زنی۔

(۲) ترجمہ۔ تاکہ تمام خلوتی شراب صبح کا پیالہ پئیں۔ ہم پیر مناجات کے دروازہ پر چنگ وصنج لیجائیں۔ صنج معرب چنگ۔ مناجات سرگوشی کرنا۔ مجاز اخدا کی جناب میں اسکو حاضر جان کر اسطرح عرض و نیاز کرنا جسطرح باتیں کیا کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ پیر مناجات کے دروازہ پر آواز بلند زور شور سے عرض حال کریں اور شراب

یعنے حرم حریم وصال تک پہنچنے کے لئے زادِ راہ چاہیئے۔ جو ہمارے موجود نہیں۔ لہٰذا شرابِ ناب سے زادِ راہ مانگنا
چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ سرمایہ اعمال تو ہمارے پاس ہے نہیں عشق کی بدولت شاید کامیاب ہوجائیں۔

(۳) ترجمہ۔ ہمارے آلودہ آنسو اگرچہ جاری ہیں لیکن اُنکی طرف قاصد بھیجنے کے لئے ہمیں کسی پاک نہاد کی ضرورت ہے۔
اشک آلودہ سے مراد اشکِ خون آلودہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے آلودہ آنسو تو روان ہیں اور بطور قاصد معشوق کے پاس جا
سکتے ہیں لیکن اُسکی پاس آلودہ نہیں بلکہ کوئی پاک نہاد قاصد بھیجنا چاہیے۔ اس لئے ہم کسی پاکدامن قاصد کی تلاش میں ہیں

(۴) ترجمہ۔ تیرے غم کے داغ کی لذت ہمارے دل پر حرام ہو اگر تیرے غمِ عشق کے ظلم کے ہاتھ سے ہم انصاف کے طلبگار ہوں
مطلب یہ ہے کہ جو شخص غمِ عشق کو برداشت نہیں کر سکتا اور اُسکی شکایت کرتا ہے اس کے دل کو داغِ عشق کی لذت نصیب
نہیں ہو سکتی۔ (خواجہ صاحب غمِ عشق کے داغ کو ہی لذت بیان کرتے ہیں)

(۵) ترجمہ۔ تیرے خال کا نقطہ لوحِ بصر پر نہیں لگا سکتے۔ البتہ ہم آنکھوں کی پتلی سے سیاہی مانگتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ تیرے خالِ سیاہ کا نقشہ ہم اپنی آنکھوں میں نہیں جما سکتے۔ البتہ آنکھوں کی پتلی سے سیاہی مانگ کر اسکی تصویر بنا سکتے
ہیں حاصل کلام یہ کہ ہماری آنکھوں کی پتلی گویا تیرے خال سیاہ کا نقشہ ہے جو ہم نے اپنی آنکھوں میں بنایا ہوا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ دل نے تیرے لبِ شیریں سے جان کے بدلے ایک بوسہ مانگا۔ تیرے لب نے ہنس کر کہا کہ فہو المراد
یعنے دل نے تیرے لبوں سے ایک بوسہ مانگا اور اُسکی قیمت میں جان دینی منظور کی۔ تیرے لبِ لعل نے ہنس کر
کہا کہ اچھا منظور ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تاکہ ہمارے سوداز دہ دل کے لئے عطر کا ایک نسخہ ہو۔ تیرے غالیہ ساخط سے ہم سیاہی مانگتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ ہم تیرے خوشبودار خطِ سبز سے تھوڑی سی سیاہی مانگتے ہیں تاکہ وہ سیاہی ہمارے دل کے لئے
ہمیشہ عطر کا کام دے۔

(۸) ترجمہ۔ چونکہ تیرا غم سوائے خوش دل کے اور کسی جگہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ہم تیرے غم کی امید پر خوش دل کے طلبگار رہیں
مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے دل کو خوش رکھنا چاہتے ہیں تاکہ تیرا غم آکر اس میں مقیم ہو کیونکہ تیرا غم صرف اسی دل میں رہتا ہے جو خوش
ہو۔ حاصل کلام یہ کہ غمِ عشق صرف اسی دل میں رہ سکتا ہے جس میں اور کوئی غم نہ ہو۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ میکدہ کے دروازے پر کب تک بیٹھے گا۔ اللہ تاکہ شرابِ خانہ کے دروازہ پر جا کر کشائش کار
ڈھونڈھیں۔
اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر م ۱۸/۳

(۸) ترجمہ۔ اس بلند گنبد سے فتنہ برستا ہے اُٹھو تاکہ شراب خانہ میں جا کر تمام آفتوں سے پناہ لیں۔

مقرنس ۔ وہ عمارت جو قرناس کی شکل پر بنائی جائے قرناس بمعنے بینی کوہ۔ مقرنس سے مراد عمارت بلند اللہ بنائے عالی لیجاتی ہے۔ طاق مقرنس سے مراد آسمان۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان سے فتنے برستے ہیں چلو میخانہ میں جا کر ان تمام فتنوں سے پناہ لیں۔

(۹) ترجمہ۔ بیابان فنا میں آخر کب تک گم رہینگے۔ چلو رستہ پوچھیں تاکہ مہموں کو سر کریں

مہمات ۔ جمع مہم۔ امر عظیم۔ کار دشوار۔ مطلب یہ ہے کہ اس بیابان فنا میں ہم کب تک آوارہ و سرگردان رہینگے مشعل ہدایت کی طلب کرنی چاہیے۔ تاکہ منزل مقصود تک پہنچ سکیں

(۱۰) ترجمہ۔ پوشیدہ پوشیدہ شراب پینا نیکی کی علامت نہیں۔ یہ پیغام کرامات والوں کے پاس بھیجا جانا چاہیے۔

میانجی ۔ قاصد۔ ایلچی۔ ایلچی گری۔ پیغام۔ شیخ صاحبان کرامات کو جا کر یہ کہنا چاہیے کہ چھپ کر شراب پینا کوئی بزرگی نہیں یہ ان بزرگوں پر گلہ ہے جو باوجود اظہار کرامات شرب الیہود میں مصروف رہتے ہیں اور ریاکار ہوتے ہیں۔

(۱۱) ترجمہ۔ کل قیامت کے میدان میں تیرے کوچہ کی مٹی کو ہم فخر کے لئے سر پر رکھینگے۔

مباہات کسی چیز پر نازاں ہونا۔ فخر کرنا۔

(۱۲) ترجمہ۔ اے حافظ ہر سفلہ کے دروازہ پر اپنی آبروریزی نہیں کرنی چاہیے۔ مناسب یہی ہے کہ اپنی حاجت قاضی الحاجات کے پاس لے جائیں۔

قاضی حاجات ۔ حاجات روا کرنے والا۔ حاجتیں پوری کرنے والا۔ مراد خدا تعالیٰ۔ خواجہ صاحب نے اس شعر میں ایک نہایت قیمتی اصول کی تعلیم فرمائی ہے۔ ایک آزاد منش انسان کے لئے فی الحقیقت ارباب دنیا کے سامنے دست سوال دراز کرنا اپنی آبروریزی کرنی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی ضروریات کو قاضی الحاجات کے سامنے پیش کرے۔ خدا پر اور اپنے بازو پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

عرض حاجات روا نیست مگر پیش کریم	از بخیلاں طمع خام چہ معنی دارد (عالی)

خواجہ صاحب خود بھی تمام عمر اس اصول پر کاربند رہے۔ اگرچہ اپنے وقت کے بادشاہوں امیروں وزیروں کے ساتھ ان کے تعلقات عموماً خوشگوار رہے تاہم کبھی کسی سے صلہ و مزد کی امید نہیں رکھی۔

اقبال کرم میگزد ارباب ہمم را ہمت نخورد نیشتر لا و نعم را	(عرفی)

عشق کے پیالے پئیں۔ بعض دیوانوں میں چنگ صبحی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اگر زاہد ہمارے رستے میں ملامت کے کانٹے بچھائے۔ تو اسکو باغ سے زندانِ مکافات میں لیجائیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ہماری شراب اور چنگ وصبح پر زاہد ہمیں ملامت کرے تو اسے جہنم میں بھجوا دیں۔

(۴) ترجمہ۔ مجھے اپنے ناپاک خرقہ سے شرم آتی ہے کہ اس فضل و ہنر پر کرامات کا نام لیں۔

الفاظ فضل و ہنر طنزاً استعمال ہوئے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب ہمارے اعمال ہی اچھے نہیں۔ خرقہ بھی رنگِ ریا سے آلودہ ہے تو کیا اسی فضل و ہنر پر ہم بزرگی کا دعویٰ کریں؟ حاصل کلام یہ ہے کہ سیاہ دل ریاکار زاہدوں کو دعوئے کرامات سے شرم آنی چاہئے۔

(۵) ترجمہ۔ اگر دل وقت کی قدر نہ پہچانے اور کوئی کام نہ کرے تو ہمیں اس حاصلِ اوقات سے بہت شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

حاصلِ اوقات۔ وقت سے جو فائدہ اٹھایا جائے۔ وہ کام جو فرصت کو غنیمت جان کر کرلیا جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ہم نے وقت کی قدر نہ کی اور کوئی کام نہ کیا تو ہمیں آخر کار شرمندہ ہونا پڑیگا۔ وقت کی قدر اور ذوقِ عمل کی تعلیم ہے۔

(۶) ترجمہ۔ رندانِ قلندر کے پاس سفر کے تحفہ کے طور پر۔ دلق۔ سجادہ شطاحی اور طامات لے جائیں۔

رہ آورد یارہ آوارہ۔ سوغات۔ تحفہ جو کسی کے واسطے سفر سے لائیں **شطاحی** شریعت کے برخلاف کلمات زبان پر لانا۔ واصلینِ الٰہی کا بے اختیاری کی حالت میں کوئی کلمہ زبان پر لانا جو بظاہر خلافِ شرع ہو۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے دلق۔ سجادہ شطحیات اور طامات کو رندوں کے سپرد کردیں۔ یعنی زہد ریائی چھوڑ کر رندی اختیار کرلیں۔

(۷) ترجمہ۔ ہم نے وہ وعدہ جو تیرے ساتھ وادیِ ایمن میں باندھا۔ موسیٰ کی طرح ارنی کہتے ہوئے میقات تک لے جائینگے۔

وادیِ ایمن تحقیق کے لئے دیکھو شعر د ۱۲ پ۔ **اَرِنی**۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ (الاعراف) یعنے موسےٰ نے کہا کہ اے پروردگار مجھے اپنا دیکھنے والا بنا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں۔ خدا نے کہا کہ تو مجھے نہیں دیکھیگا۔

میقات۔ وقت معین کام کا۔ وعدہ گاہ وغیرہ۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ جب یہ لفظ آتا ہے۔ تو اس سے مراد وہ وعدہ گاہ اور وقت وعدہ ہوتی ہے جب کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی اور حضرت موسےٰ کے سوال ارنی پر جواب لن ترانی دیا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تیرے ساتھ میثاق کے دن جو عشق و محبت کا عہد کیا تھا ہم اس عہد کو ابد الآباد تک قائم رکھینگے اور تیرے دیدار کے طالب و سائل رہینگے یعنی وعدہ قالو بلیٰ کو میدان حشر تک پورا کرتے چلے جائینگے۔

(۵) ترجمہ۔ میں حور کی صحبت نہیں چاہتا کیونکہ یہ عین قصور ہوگا۔ اگر میں تیرے خیال کے باوجود کسی دوسرے کیطرف مشغول ہوں

مطلب یہ ہے کہ مجھ کو نعیم بہشت کی ضرورت نہیں ۔ صرف مشاہدہ محبوب درکار ہے۔ حور و قصور کی رعایت ظاہر۔ لفظ قصور

میں صنعت ایہام ہے۔ خواجہ معین الدین صاحب اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

اگر تو طالبِ یاری وصالِ دوست طلب	بہشت و حور مجو کاں قصور خواہد کرد

دیکھو شعر ۱۵/۵ اور شعر الف ۱/۱ (کوائف بہشت)

(۶) ترجمہ۔ تیرے عشق کا خیال میرے سینہ میں ہی پوشیدہ رہتا۔ اگر تر دامن آنکھ میرے راز کو فاش نہ کرتی۔

آنکھوں اور آنسوؤں کی غمازی کے لئے دیکھو د ۱۰۶/۲ د ۲۹/۱ ش ۹/۱ ع ۹/۵۔

(۷) ترجمہ۔ پرندہ کی طرح میں جسم خاکی کے پنجرہ سے اڑ گیا۔ اس امید پر کہ شائد شہباز مجھے شکار کرے۔

مطلب یہ ہے کہ میں قفسِ عنصری کو توڑ کر پرواز کرتا ہوں تاکہ شہباز مجھے شکار کرے۔ یعنے مشاہدہ محبوب کے لئے

جو دنیا میں ممکن نہیں دنیا کو چھوڑتا ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ چنگ کی طرح مجھے بغل میں لے اور میرے دل کی مراد پوری کر۔ یا نے کیطرح اپنے لب سے مجھے تھوڑی دیر کے لئے لگالے۔

(۹) ترجمہ۔ اگر حافظ کے جسم پر ایک ایک بال کے بدلے ایک ایک سر ہو تو تمام سروں کو تیری زلف کیطرح تیرے

قدموں پر گرادونگا۔

یعنے ایک سر نہیں اگر ہزاروں سر بھی ہوں تو بھی تیرے قدموں پر نثار کرنے کو تیار ہوں۔

گر دست دہد ہزار جانم	در پائے مبارکت فشانم	(سعدی)

ضمناً معشوق کی زلف کی درازی کا ذکر بھی کر گئے ہیں کہ معشوق کی زلف کے بال اس کے پاؤں تک پہنچتے ہیں۔

غزل (۲۷)

در خرابات مغاں نور خدا می بینم	۱	ویں عجب بیں کہ چہ نوری زکجا می بینم
کیست دردی کش ایں میکدہ یا رب کہ درش	۲	قبلۂ حاجت و محراب دعا می بینم
جلوہ بر من مفروش ای ملک الحاج کہ تو	۳	خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم
سوز دل اشک رواں آہ سحر نالۂ شب	۴	ایں ہمہ از اثر لطف شما می بینم

غزل (۲۶)

در خرابات مغان گر گذر افتد بازم	۱	حاصل خرقه و سجاده روان در بازم
حلقهٔ توبه گر امروز چو زهاد زنم	۲	خازن میکده فردا نکند در بازم
ور چو پروانه دهد دست فراغ البالی	۳	جز بدان عارض شمعی نبود پروازم
ماجرای دل سرگشته نگویم با کس	۴	زانکه جز تیغ غمت نیست کسی دمسازم
صحبت حور نخواهم که بود عین قصور	۵	با خیال تو اگر با دگری پردازم
سر سودای تو در سینه بماندی پنهان	۶	چشم تردامن اگر فاش نکردی رازم
مرغ سان از قفس خاک هوایی گشتم	۷	بهوایی که مگر صید کند شهبازم
همچو چنگم بکنار آر و بده کام دلم	۸	یا چو نی از لب خود یک نفسی بنوازم

(۹) گر بهر موی سری بر تن حافظ باشد
همچو زلفت همه را در قدمت اندازم (۹)

(۱) ترجمہ۔ خرابات مغاں میں اگر پھر میرا گذر ہو۔ تو خرقہ و سجادہ کے حاصل کو فی الفور ہار دوں۔
یعنے اگر میخانہ تک پہنچ جاؤں تو زہد خشک کو بالکل ترک کر دوں۔

(۲) ترجمہ۔ اگر آج زاہدوں کیطرح توبہ کا دروازہ کھٹکھٹاؤں۔ تو کل شراب خانہ کا خزانچی میرے لئے دروازہ نہیں کھولے گا۔
یعنے اگر شراب سے توبہ کروں تو پیر مغاں پھر مجھے شراب خانہ کے اندر کبھی جانے نہیں دیگا۔

(۳) ترجمہ۔ اور اگر پروانہ کیطرح مجھے فارغ البالی نصیب ہو جائے تو اس شمع جیسی عارض کے بغیر اور کہیں پرواز نہ کروں۔

فراغ البالی۔ دل کا ہر قسم کے غم و اندیشہ سے خالی ہونا۔ بال یعنے دل مطلب یہ ہے کہ جسطرح پروانہ شمع کے گرد ہی پرواز کرتا ہے اسی طرح میں بھی فارغ ہو جاؤں تاکہ شمع کے گرد ہی پرواز کرتا رہوں اور کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ میں اپنے سرگردان دل کا ماجرا کسی سے بیان نہیں کرتا۔ کیونکہ تیرے غم کی تلوار کے بغیر میرا کوئی ہمراز نہیں۔
یعنے میرا دمساز صرف تیرا غم ہے اس لئے تیرے غم کا ماجرا اور کس سے بیان کروں۔

آں خانۂ دل خانۂ حق واحد مطلق	خوش وقت کسانیکہ دراں خانہ خزیدند

(۴) ترجمہ۔ دل کا سوز۔ رواں آنسو۔ آہ سحر اور رات کا نالہ۔ یہ تمام چیزیں تمہاری مہربانی کا اثر سے دیکھ رہا ہوں
یعنے یہ سب چیزیں تیرے عشق کی بدولت ملی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ میں معشوقوں کی زلف سے نافہ کشائی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ دور کا فکر ہے فی الحقیقت میں غلطی پر ہوں۔
یعنے میرے لیئے زلف معشوق سے خوشبو حاصل کرنا امر محال ہے۔ نافہ اور خطا میں صنعت ایہام ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہر وقت تیرے چہرہ کا آئینہ نقشہ میری خیال کی رہبری کرتا ہے۔ میں کس کو کہوں کہ اس پردہ میں میں کیا کچھ دیکھتا ہوں
مطلب یہ ہے کہ میرے دل کی آنکھوں کے سامنے معشوق ہر وقت جلوہ آرا رہتا ہے اور ہر بار ایک نئے شان سے ظاہر ہوتا ہے

(۷) ترجمہ۔ کسی شخص نے مشک ختن اور نافۂ چین میں وہ بات نہیں دیکھی۔ جو میں ہر صبح باد صبا میں دیکھتا ہوں۔
یعنے ہر صبح باد صبا زلف معشوق سے ایسی خوشبو لاتی ہے۔ جس کے مقابلہ میں مشک ختن اور نافۂ چین کچھ چیز نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ دائرہ میں کمی بیشی سے ایک نقطہ بھر خلاف نہیں ہے۔ میں اس مسئلہ کو بے چون وچرا سمجھتا ہوں۔
دائرہ گولائی میں مکمل ہوتا ہے اور ایک نقطہ بھر کم وبیش یا ادہر ادہر نہیں ہوتا اور خط محیط کی گولائی میں بھی کسی مقام پر اختلاف نہیں ہوتا۔ کائنات بھی ایک دائرہ کی شکل ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اپنے مقررہ وقت اور مقررہ رستے پر ہو رہا ہے۔ کوئی شخص اور کوئی چیز خط محیط سے ایک قدم ادہر ادہر نہیں ہو سکتی۔

(۹) ترجمہ۔ اے دوستو حافظ کی نظر بازی کو معیوب نہ سمجھو۔ کیونکہ میں اس کو خدا کے محبوں سے سمجھتا ہوں۔
یعنے میں جانتا ہوں کہ حافظ خدا کا محب ہے اس لیئے اسکی نظر بازی اور عاشقی کو برا نہ جانو۔ خواجہ صاحب نے یہاں پھر اپنی رندی اور نظر بازی کی تشریح اور توضیح کر دی ہے۔ اب بھی جو شخص اعتراض کرے وہ قابل رحم ہے

غزل (۲۸)

در دل یار ست و درمان نیز ہم	۱	دل فدای او شد و جاں نیز ہم
آنکہ میگویند آں بہتر ز حسن	۲	یار ما ایں دارد و آں نیز ہم
ہر دو عالم یک فروغ روی اوست	۳	گفتمت پیدا و پنہاں نیز ہم
داستاں در پردہ میگویم سخن	۴	گفتہ خواہد شد بدستاں نیز ہم

(۵) خواہم از زلف بتاں نافہ کشائی کردن — فکر دور است ہمانا کہ خطا می بینم

(۶) ہر دم از روی تو نقشی زندم راہ خیال — باکہ گویم کہ دریں پردہ چہا می بینم

(۷) کس ندیدست ز مشک ختن و نافہ چیں — آنچہ من ہر سحر از باد صبا می بینم

(۸) نیست در دائرہ یک نقطہ خلاف از کم و بیش — کہ من ایں مسئلہ بی چون و چرا می بینم

(۹) دوستاں عیب نظربازی حافظ مکنید — کہ من او را ز محبان خدا می بینم

(۱) ترجمہ۔ میں خرابات مغان میں نورِ خدا دیکھتا ہوں۔ یہ عجیب بات دیکھہ کہ میں کیسا نور کس جگہ دیکھتا ہوں یعنے عجیب بات یہ ہو کہ خدا کا نور خرابات میں نظر آتا ہے۔ حقیقت میں خدا کا نور ہر جگہ موجود ہو کوئی مقام اسکے نور سے خالی نہیں۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ نور) خدا تمام آسمانونکا اور زمین کا نور ہے۔

(۲) ترجمہ۔ یا خدا اس میکدہ کا دردی کش کون ہو کہ اسکے دروازہ کو میں قبلۂ حاجات اور محرابِ دعا دیکھتا ہوں۔ یعنے کیسا عجیب دردنوش ہو کہ میرا قبلۂ حاجات اور محرابِ دعا ہے

(۳) ترجمہ۔ اے ملک الحاج میرے سامنے فخر نہ کر کیونکہ تو گھر کو دیکھتا ہو اور میں گھر کے مالک کو دیکھتا ہوں۔

ملک الحاج۔ حاجیونکا سردار۔ **خانہ خدا** میں اضافت مقلوب ہے یعنے خدائے خانہ۔ گھر کا مالک شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے حاجی تو میرے سامنے حاجی ہونے کا فخر نہ کر کیونکہ تو نے صرف گھر (کعبہ) دیکھا ہی اور میں نے گھر کے مالک (خدا) کو دیکھا ہے۔ سلمان کا شعر ہے۔

غرض ز کعبہ و بیت خانہ تویی سلمان را — چہ کنم خانۂ بے خانہ خدا باید رفت

مولانا روم فرماتے ہیں۔

آنانکہ بہ سر در طلب کعبہ دویدند — چوں عاقبت الامر بمقصود رسیدند
از سنگ یکے خانۂ اعلائے مکرم — اندر وسط وادی بے زرع بدیدند
رفتند درو تا کہ ببینند خدا را — بسیار بجستند خدا را نہ بدیدند
چوں معتکف خانہ شدند از سر مستی — ناگاہ خطابے ہم ازاں خانہ شنیدند
کاے خانہ پرستاں چہ پرستید گل و سنگ — آں خانہ پرستید کہ خاصاں طلبیدند

(۸) ترجمہ۔ جہاں کے کام پر کچھ اعتبار نہیں بلکہ پھرنے والے آسمان پر بھی۔

(۹) ترجمہ۔ جب وصل کی راتوں کی دولت ختم ہوگئی۔ تو ہجر کے دن بھی گذر جائینگے۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۹/۱۔

(۱۰) ترجمہ۔ محتسب جانتا ہی کہ حافظ شراب پیتا ہے۔ اور ملک سلیمان کا وزیر بھی۔

آصف سے مراد عماد بن محمود وزیر سلطان قطب الدین دیکھو م ۲۱/۹۔

غزل (۲۹)

از غم خویشتن چنان شیفتہ کردی بازم	۱	کز خیال تو بخود نیز نمی پردازم
ہر کہ از نالۂ شبگیر من آگاہ شود	۲	ہیچ شک نیست کہ چون روز بداند رازم
گفتہ بودی کہ خبر دہ کہ ز ہجرم چونے	۳	آنچنانم کہ بہ بینی و ندانی بازم
بعد ازین با رخ خوب تو نظر خواہم باخت	۴	گو ہمہ خلق بدانند کہ شاہد بازم
عہد کردی کہ بسوزی ز غم خویش مرا	۵	ہیچ غم نیست تو میسوز کہ من میسازم
آنچنان سر ز من ناز تو خوش می آید	۶	کہ حلالت بکنم گر بکشی از نازم
اگر از دام تو خود نیز خلاصم بخشی	۷	ہم بخاک سر کوی تو بود پروازم

(۸) حافظ از جان ندہد بہر تو چون پروانہ
پیش روی تو چو شمعش نفسی بگذارم (۸)

(۱) ترجمہ۔ تو نے مجھ اپنے غم میں اسقدر شیفتہ کر لیا ہے کہ تیرے خیال میں مصروف ہونے کی وجہ سے مجھ اپنے آپ کی بھی خبر نہیں۔

گر من نہ آشنای تو جانانہ ے شدم		از خویش ہم براے چہ بیگانہ میشدم (نعمت خان عالی)

(۲) ترجمہ۔ جو شخص میرے شبگیر نالوں سے واقف ہو جاتا ہی۔ کچھ شک نہیں کہ میرا راز اس پر دن کی طرح روشن ہو جاتا ہی یعنے میری آہ و زاری کو دیکھکر لوگوں کو میرا عشق اظہر من الشمس ہو جاتا ہے۔

یار باز اکنوں بقصدِ جان ما	۵ عہد را بشکست و پیمان نیز ہم
خون ما آن نرگسِ مستانہ ریخت	۶ واں سرِ زلف پریشاں نیز ہم
عاشق از مفتی نترسد می بیار	۷ ابلکہ از یرغوی سلطان نیز ہم
اعتمادے نیست بر کار جہاں	۸ ابلکہ بر گردون گرداں نیز ہم
چوں سر آمد دولتِ شبہای وصل	۹ ابگذرد ایام ہجراں نیز ہم

(۱۰)	محتسب داند کہ حافظ می خورد و آصف ملک سلیماں نیز ہم	(۱۰)

اس غزل میں لفظ نیز اور ہم کا اجتماع بغرضِ تاکیدِ معنی۔ زینتِ کلام اور ضرورتِ شعری ہے۔

(۱) ترجمہ۔ درد بھی معشوق کی طرف سے ہے اور علاج بھی۔ دل بھی اسی پر فدا ہو گیا اور جان بھی۔

(۲) ترجمہ۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ آن حسن سے بہتر ہے ہمارے معشوق میں یہ بھی ہے اور وہ بھی

آن سے ناز و ادا یا انداز۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ناز و انداز حسن سے زیادہ دلکش ہوتے ہیں۔ ہمارے معشوق میں حسن بھی ہے اور ناز و انداز بھی۔ دوسرے مصرعہ میں ایں و آں حروف اشارہ ہیں ایں کا اشارہ حسن کیطرف اور آں کا آن کی طرف۔ آن اور آں میں صنعت تجنیس ہے۔

(۳) ترجمہ۔ دونوں جہان اس کے چہرہ کا ایک پرتو ہیں۔ یہ بات میں نے تجھے صاف الفاظ میں بھی کہی ہے اور اشارتاً بھی۔

مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات محبوبِ حقیقی کے حسن کا ایک پرتو ہے اور یہ بات میں نے صاف لفظوں میں بھی بیان کر دی ہے اور اشارتاً بھی۔

(۴) ترجمہ۔ تو حکایت کو پردہ میں بیان کرتا ہے لیکن یہی حکایت بطور داستان کے (علانیہ) بھی بیان ہو جائیگی۔

یعنے حکایتِ عشق اور اسرارِ معرفت کبھی ظاہر بھی ہو جائینگے۔

(۵) ترجمہ۔ معشوق نے پھر ہماری جان لینے کے ارادہ سے عہد و پیمان کو توڑ دیا ہے۔

(۶) ترجمہ اس مست آنکھ نے ہمارا خون بہایا اور اس زلفِ پریشان نے بھی۔

(۷) ترجمہ۔ شراب لا کیونکہ عاشق مفتی سے نہیں ڈرتا بلکہ بادشاہ کی سیاست سے بھی۔

یرغو۔ سیاست۔ ترکی لفظ ہے۔

یہ غزل اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نظر نہیں آئی ۔ مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہے ۔

(۱) ترجمہ ۔ عشرت کے خلوتخانہ میں ایک اچھا معشوق رکھتا ہوں کہ اسکی زلف و رخ سے ہمیشہ بیقرار رہتا ہوں ۔

نعل در آتش ۔ بیقرار ۔ مضطرب ۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنی محبت میں بیقرار کرنا چاہئیں تو گھوڑے کے نعل میں اسکا نام لکھکر آگ میں رکھتے ہیں اور اس پر افسون پڑھتے ہیں ۔ وہ شخص بیقرار اور مطیع ہوجاتا ہے ۔

(۲) ترجمہ ۔ اگر تو رند کے گھر میں قدم رنجہ فرمائیگا تو میں شیر و شکر کا نقل اور صاف شراب رکھونگا ۔

(۳) ترجمہ ۔ اور اگر تو اسی طرح مجھے بے سر و سامان رکھیگا ۔ تو میں آہِ سحر سے تیری زلف کو ہمیشہ پریشان رکھونگا

دست ۔ طرز ۔ روش ۔ قاعدہ ۔ زلف ذراسی ہوا سے پریشان ہوسکتی ہے ۔ لہذا آہِ سحر سے زلف کا پریشان ہونا ظاہر ۔

(۴) ترجمہ ۔ میں عاشق ہوں رند ہوں اور علانیہ شراب پینے والا ہوں ۔ یہ تمام منصب مجھے اُس پری رو شوخ سے حاصل ہوئے ہیں ۔

(۵) ترجمہ ۔ اگر معشوق کا خطِ سبز اسی طرح جلوہ نمائی کرتا رہے گا ۔ تو میں اپنے زرد چہرہ کو خونِ دل سے رنگین کرتا رہونگا ۔

زنگار ۔ زرد ۔ خون اور نقش کی رعایت ظاہر ۔

(۶) ترجمہ ۔ غمزہ کا تیر زلف کے رستہ سے آیا کہ مجھے اپنے بلاکش مجروح دل کے ساتھ لڑائیاں ہیں ۔

ناوکِ غمزہ سے مراد تیرِ نظر ۔ تیرِ نظر کا زلف کے رستے سے جانا گویا ترچھی نظر کرنا ۔ مطلب یہ ہے کہ میری اپنے مجروح بلاکش دل کے ساتھ لڑائی ہے اس لئے اس پر ترچھی نظر سے ایک تیر مار ۔ زرہِ زلف کی بجائے زرہ لطف بھی پڑھا جاسکتا ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ بال کا ایک سرا میرے ہاتھ میں ہے اور دوسرا دوست کے ہاتھ میں ۔ اس بال پر کئی سالوں سے کشمکش ہو رہی ہے ۔

بال سے مراد رشتۂ محبت مثلاً

کچھ وہ کھنچے کھنچے رہے کچھ ہم کھنچے کھنچے
اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا

(۸) ترجمہ ۔ اے حافظ چونکہ دنیا کی خوشی اور غم گذر جانے والی چیزیں ہیں ۔ تو بہتر یہی ہے کہ میں اپنے دل کو خوش رکھوں

دیکھو شعر د ۹/۱ و ۹/۳ ۔

(۳) ترجمہ۔ تو نے مجھ کو کہا تھا کہ مجھے خبر دے کہ میرے ہجر میں تیرا کیا حال ہے میرا یہ حال ہے کہ اگر تو مجھ کو دیکھے تو پہچان نہ سکے۔

(۴) ترجمہ۔ اسکے بعد میں ہمیشہ تیرے خوبصورت چہرے کو دیکھتا رہونگا۔ اگرچہ تمام خلقت کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں شاہد باز ہوں

(۵) ترجمہ۔ تو نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے اپنے غم سے جلائیگا مجھے اس بات کا کچھ فکر نہیں تو بیشک جلا کہ میں نے (اس جلنے سے) موافقت پیدا کر لی ہے۔

یعنے میں تیرے غم سے جلنے کا عادی ہو گیا ہوں اور اس سوز کو برداشت کر سکتا ہوں۔

(۶) ترجمہ۔ میرے دل کو تیرے ناز ایسے اچھے معلوم ہوتے ہیں کہ اگر تو مجھے ناز سے قتل بھی کر دے تو میں (اپنا قتل) تیری لطف جانی سمجھونگا

(۷) ترجمہ۔ اگر تو خود بھی مجھے اپنے جال سے رہائی بخشے۔ تو بھی میں تیرے کوچہ کی خاک کی طرف ہی پرواز کرونگا۔

یعنے تو اگر مجھے رہا بھی کر دے تو بھی میں تیرے کوچہ کی خاک کو نہیں چھوڑونگا۔

(۸) ترجمہ حافظ اگر پروانہ کی طرح تجھ پر جان نہیں دیگا۔ تو تیرے چہرے کے سامنے شمع کی طرح تھوڑی دیر کے لئے میں اسے جلاؤنگا۔

غزل (۳۰)

در نہانخانۂ عشرت صنمی خوش دارم	۱	کز سر زلف و رخش نعل در آتش دارم
گر بکاشانۂ رنداں قدمے خواہے زد	۲	نقل شعر و شکرین و می بیغش دارم
ور تو زیں دست مرا بی سر و ساماں داری	۳	من بہ آہ سحرت زلف مشوش دارم
عاشق و رندم و میخوارہ بآواز بلند	۴	ایں ہمہ منصب از اں شوخ پریوش دارم
ور چنیں جلوہ نماید خط زنگاری دوست	۵	من رخ زرد بخونابہ منقش دارم
ناوک غمزہ بیاور زرہ زلف کہ من	۶	جنگہا با دل مجروح بلاکش دارم
یک سر موی بدست من و یک سر با دوست	۷	سالہا بر سر ایں موی کشاکش دارم

(۸)	حافظا چوں غم و شادی جہاں در گذر است بہتر آنست کہ من خاطر خود خوش دارم	(۸)

آگ سے ہم جل رہے ہیں۔

یعنے موسم بہار شباب پر ہے لیکن شراب نہیں اس لئے آتش حرمان سے جل رہے ہیں۔

(۷) ترجمہ:- اے حافظ یہ عجیب حال کس سے بیان کریں کہ ہم بلبلیں ہیں اور موسم بہار میں خاموش ہیں۔

یعنے بلبلیں تو موسم بہار میں چہچہاتی ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہم خاموش بیٹھے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے اور شراب و شاہد نہیں اس لئے ہمیں موسم بہار سے کچھ لطف حاصل نہیں ہوتا۔

غزل ۳۲

دوش بیماری چشم تو ببرد از دستم	۱	لیکن از لطف لبت صورت جان می بستم
عشق من با خط مشکین تو امروزی نیست	۲	دیرگاه است کزین جام هلالی مستم
عافیت چشم مدار از من میخانه نشین	۳	که دم از خدمت رندان زده ام تا هستم
در ره عشق از آن سوی فنا صد خطر است	۴	تا نگویی که چو عمرم بسر آمد رستم
بوسه بر درج عقیق تو حلال است مرا	۵	که بافسوس و جفا عهد وفا نشکستم
بعد ازینم چه غم از تیر کج انداز حسود	۶	که بمحبوب کمان ابرو خود پیوستم
از ثبات خودم این نکته خوش آمد که بجور	۷	بر سر کوی تو از پای طلب ننشستم
صنم لشکریم غارت دل کرد و برفت	۸	آه اگر عاطفت شاه نگیرد دستم

(۹)
رتبت دانش حافظ به فلک بر شده بود
کرد غمخواری بالای بلندت پستم
(۹)

(۱) ترجمہ۔ کل تیری آنکھوں کی مستی نے مجھے ہلاک کر دیا تھا۔ لیکن تیرے لبوں کے لطف سے پھر جان میں جان آئی۔

(۲) ترجمہ۔ میرا عشق تیرے خط مشکیں کے ساتھ آج سے نہیں ہے بلکہ مدتیں گذر گئیں کہ میں اس ہلالی جام سے مست ہوں

جام ہلالی سے مراد سبزہ خط۔ کیونکہ سبزہ گولائی میں ہلال کی شکل کا ہوتا ہے تشریح کے لئے دیکھو د ۲۵/۸

ت ۱۶/۱۴ ت ۲/۱۴ ت ۱/۱ د ۳/۲ د ۵۴/۲ ن ۵/۹

غزل (۳۱)

شمار	مصرع اول	مصرع دوم
۱	دوستاں وقت گل آں بہ کہ بعشرت کوشیم	سخن پیر مغان ست بجاں می نوشیم
۲	نیست در کس کرم و وقت طرب میگذرد	چارہ آنست کہ سجادہ بمی بفروشیم
۳	خوش ہوائیست فرح بخش خدایا بفرست	نازنینی کہ برویش می گلگوں نوشیم
۴	ارغواں ساز فلک رہزن اہل ہنرست	چوں ازیں غصہ ننالیم و چرا نخروشیم
۵	گل بجوش آمد و از می نزدیمش آبے	لاجرم ز آتش حرمان و ہوس میجوشیم
(۶)	حافظ ایں حال عجب با کہ تواں گفت کہ ما	بلبلانیم کہ در موسم گل خاموشیم

(۱) ترجمہ۔ اے دوستو بہار کے موسم میں یہی بہتر ہے کہ ہم عیش کی کوشش کریں۔ پیر مغاں کا حکم ہے۔ دل و جان سے شراب پئیں۔

(۲) ترجمہ۔ کسی شخص میں بخشش و عطا نہیں اور خوشی کا وقت گذر رہا ہے۔ اب یہی علاج ہے کہ مصلی کو شراب کے عوض بیچ دیں یعنے کوئی شخص بلا عوض ہمیں شراب نہیں دیتا اب سوائے اسکے اور کیا چارہ ہے۔ کہ ہم سجادہ بیچ کر شراب پئیں۔

(۳) ترجمہ۔ ہوا نہایت ... اور فرحت بخش ہے اے خدا کوئی نازنین بھیج کہ اسکے سامنے بیٹھ کر شراب سرخ پئیں۔

(۴) ترجمہ۔ آسمان کا ارغواں، ساز اہل ہنر کا رہزن ہے۔ اس رنج سے ہم نالہ و خروش کیوں نہ کریں۔

ارغواں۔ یہاں بمعنے ارغنوں آیا ہے ارغنوں اور ارغن بھی کہتے ہیں۔ ایک ساز کا نام ہے۔ جسے افلاطون نے ایجاد کیا تھا۔ ارغواں ساز سے مراد افلاطون اور ارغواں ساز فلک سے مراد افلاطون فلک یعنی عطارد جسے دبیر فلک بھی کہتے ہیں علم و عقل کا تعلق اس سیارہ سے ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آسمان (یا عطارد) ہمیشہ اہل ہنر کا دشمن رہا ہے۔ خواجہ صاحب اور دوسرے ارباب کمال ہمیشہ دنیا کی ناقدر شناسی اور اہل ہنر کی بے قدری اور حرماں کی شکایت کرتے آئے ہیں۔ دیکھو شعر د $\frac{121}{8-4}$ د $\frac{12}{7}$۔

(۵) ترجمہ۔ پھول جوش میں آیا ہے اور ہم نے شراب سے اس پر پانی نہیں چھڑکا۔ اس لئے ناچار حرمان و ہوس کی

خواجہ صاحب اکثر سعی و عمل کی تعلیم فرماتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ گوہر مقصود کو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیفوں کو برداشت کرنا چاہیئے اور کوشش کرتے جانا چاہیئے۔ خدا آخر کار تمہاری سعی کو مشکور فرمائیگا

لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا	گومیں رہا رہین ستم ہائے روزگار

(۸) ترجمہ۔ لشکری معشوق نے میرے دل کو لوٹ لیا اور چلا گیا۔ اگر بادشاہ کی مہربانی بھی میری دستگیری نہ کرے تو مقام افسوس ہوگا۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ کی دانائی کا مرتبہ آسمان تک پہنچ گیا تھا لیکن تیرے قدِ بلند کے غم نے مجھے پست کر دیا۔

غزل (۳۳)

گفت کو زنجیر تا تدبیر این مجنون کنم	۱	دوش سودای رخش گفتم ز سر بیرون کنم
دوستان از راست میرنجد نگارم چون کنم	۲	قامتش را سرو گفتم سر کشید از من بخشم
عشوهٔ فرمای تا من طبع را موزون کنم	۳	نکتهٔ ناسنجیده گفتم دلبرا معذور دار
ساقیا جامی بده تا چهره را گلگون کنم	۴	زرد روئی میکشم زان طبع نازک بیگناه
صد گدای همچو خود را بعد ازین قارون کنم	۵	من که ره بردم بگنج حسن بی پایان دوست
ربع را برهم زنم اطلال را جیحون کنم	۶	ای نسیم حضرت سلمی خدا را تا بکی

(۷)	ای مه نامهربان از بندهٔ حافظ یاد کن تا دعای دولت آن حسن روزافزون کنم	(۷)

(۱) ترجمہ۔ کل میں نے کہا کہ اسکے چہرہ کے خیال کو سر سے نکالتا ہوں اس نے کہا کہ زنجیر کہاں ہے تاکہ اس دیوانہ کی تدبیر کروں۔
یعنے کل میں نے ارادہ کیا کہ عشق ترک کرتا ہوں معشوق نے اپنی زلف کی زنجیر کو حکم دیا کہ اس دیوانہ کو گرفتار کرو۔

کند انجادهٔ زنجیر هم گرفتار این چنین باشد	عالی	زکوشش عزم رفتن چون کنم سودای زلف او

(۲) ترجمہ۔ میں نے اسکے قد کو سرو کہا تو اس نے غصہ سے منہ پھیر لیا۔ اے دوستو معشوق سیدھی بات سے ناراض ہوتا ہے کیا کروں
سرو اور راستی کی رعایت ظاہر ہے۔ معشوق اسلئے ناراض ہوا کہ سرو جیسی چوب ناتراشیدہ کو میرے قد موزوں سے کیوں تشبیہ دی

(۳) ترجمہ۔ مجھ میخانہ نشین سے عافیت کی امید نہ رکھ کیونکہ میرا دعویٰ ہے کہ جب تک زندہ ہوں۔ رندوں کی خدمت کرونگا۔

(۴) ترجمہ۔ عشق کے رستہ میں موت کے بعد بھی سو خطرے ہیں۔ تو یہ نہ کہہ کہ جب میری زندگی ختم ہوگئی تو میں چھوٹ جاؤنگا۔

مطلب یہ ہے کہ راہ عشق منزل فنا سے ادھر اور اُدھر دونو طرف خطرناک ہے۔ عاشق کو مر کر بھی آرام نصیب نہیں ہوتا۔

رفتم اندر تہ خاک انس تنام باقی ست	عشق جانم بربود آفت جانم باقی ست (نیاز)

اسی مضمون پر نعمت خاں عالی کا شعر ہے۔

رہائی نیست ممکن عالی از دست غم جاناں	بمردن چارہ گر مشید من بیباک میکردم

قاسم نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

فنا شدیم و ندیدیم خاطر جمعے	ز سنگ تفرقہ کردند لوح تربت ما
بخواب نیستی آسودگی نبود شہید کشس را	عجب نبود کہ از صبح قیامت پیشتر خیزد
ز گرد شہائے سال و ماہ شہید عشق فارغ نیست	بمیر گر جواں روز قیامت پیر برخیزد۔

(۵) ترجمہ۔ تیری عقیق کی ڈبیہ پر بوسہ دینا میرے لئے جائز ہے۔ کیونکہ میں نے جفا کے افسوس کے باوجود بھی وفا کا عہد نہیں توڑا۔

درج عقیق ۔ سے مراد دہن۔

(۶) ترجمہ۔ اسکے بعد مجھے حاسدوں کے کچھ انداز تیر سے کیا ڈر ہے کیونکہ میں اپنے کمان ابرو محبوب کے ساتھ مل گیا ہوں۔

ع دوست گر دوست بود ہر دو جہاں دشمن باش

(۷) ترجمہ۔ اپنی ثابت قدمی سے مجھے یہ بات بہت پسند آئی ہے کہ باوجود وستم کے تیری کوچہ میں پائے طلب کو توڑ کر میں بیٹھ نہیں رہا۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تیرے عشق میں اب مجھے ہزار ہا جور و ستم اور رنج و مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن میں نے بڑی ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کیا اور منازل عشق کو مردانہ وار طے کرتا چلا گیا۔ مایوس ہو کر بیٹھ نہیں گیا

(۸)	حافظا تکیہ بر ایام چو سہوست و خطا من چرا عشرت امروز بفردا فگنم	(۸)

(۱) ترجمہ۔ آنکھوں کو دریا بناؤں اور اسباب جنگل میں ڈال دوں اور اس کام میں اپنے دل کو دریا میں ڈال دوں۔
رخت بصحرا افگندن صحرا میں جانا۔ صحرا میں ٹھیرنا۔ سفر کرنا۔ مرنا محاورہ ہے۔ **دل بدریا افگندن** کمال ہمت کرنا۔ محاورہ ہے۔
مطلب یہ ہے کہ صحرا میں جا کر مقیم ہو جاؤں اور اسقدر اشکباری کروں کہ آنکھوں کو دریا بنا دوں اور اس کام میں نہایت علو ہمت سے کام لوں۔

(۲) ترجمہ۔ اپنے گناہگار اور تنگدل سے ایک ایسی آہ نکالوں کہ آدم و حوا کے گناہ میں بھی آگ لگا دوں۔
آہ۔ سے مراد آہِ انفعال۔ گناہگار کی آہ اور اسکا عجز و نیاز ایک ایسی تمک اسکے گناہوں کے لئے باعثِ مغفرت ہوتا ہے دیکھو شعر ت ۱۵۴۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے گناہوں پر ایسے خلوص سے انفعال ظاہر کروں اور ایسی دردناک آہ نکالوں کہ میرے گناہ تو خیر آدم و حوا کا گناہ بلکہ تمام بنی آدم کے گناہ بخشے جائیں۔

(۳) ترجمہ۔ میں نے آسمان کا تیر کھایا ہے شراب دے تاکہ سرمست ہو کر ترکشِ جوزا کی کمر بند میں گرہ لگا دوں۔
جوزا۔ (۱) ایک برج آسمانی کا نام ہے جسکی شکل اسطرح ہے کہ دو برہنہ لڑکے پشت بہ پشت کھڑے ہیں (۲) منطقۃ البروج کے جنوب میں ایک شکل ہے کہ ایک مرد دو کرسیوں پر کھڑا ہے۔ ایک ہاتھ میں عصا ہے کمر بستہ ہے اور شمشیر حائل کی ہوئی ہے اس شکل کو بھی جوزا کہتے ہیں۔ اس شعر میں جوزا سے مراد یہی شکل ہے نہ کہ برج جوزا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ جوزا اپنے ترکش سے تیر نکال کر مجھے مارتا ہے۔ اے ساقی شراب دے تاکہ میں مست ہو کر جوزا کے کمر بند کو گرہ لگا دوں تاکہ وہ پھر ترکش سے تیر نکال کر مجھے نہ مار سکے۔ حاصل کلام یہ کہ شراب تیرِ حوادث سے بچنے کے لئے سپر کا کام دیتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جام سے ایک گھونٹ اس تختِ رواں پر چھڑک دوں اور اس گنبدِ مینا میں آوازِ چنگ سے غلغلہ ڈال دوں۔
تختِ رواں (۱) وہ تخت جس پر بادشاہ سوار ہوتے ہیں اور کہار کندھوں پر اٹھا کر لئے جاتے ہیں (۲) آسمان (۳) خوش رفتار گھوڑی (۴) بنات النعش کے چار ستارے (۵) حضرت سلیمان کا تخت **گنبدِ مینا**۔ سے مراد آسمان اگر تخت رواں سے مراد بجائے آسمان کے زمین ہیجائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ کیونکہ میخوار عموماً شراب پینے سے پہلے ایک گھونٹ شراب زمین پر گرا دیتے ہیں تو تختِ رواں ہونا بظاہر ہے مگر اس صورت میں یہ اعتراض وارد ہوگا کہ خواجہ صاحب کے [illegible] تخت رواں [illegible]

سرو را قد یاد میگویند	سرو چوبیت نازراشیده

(۳) ترجمہ۔ اے دلبر مجھے ناموزوں نکتہ بیان کیا ہی۔ تو عشوہ فرمائی کرتا کہ میں طبیعت کو موزوں کروں یعنے کوئی ایسا عشوہ کر کہ اسے دیکھکر میری طبیعت موزوں ہوجائے۔

(۴) ترجمہ۔ میں بے گناہ اس نازک طبیعت سے شرمندگی اٹھا رہا ہوں۔ اے ساقی ایک پیالہ دے تاکہ میں چہرہ کو سرخ کردوں۔

(۵) ترجمہ۔ جب میں معشوق کے حسن بے پایاں کے خزانہ تک پہنچ گیا ہوں تو اس کے بعد اپنے جیسے سوگدا گروں کو قاروں بنا دونگا۔

یعنے اسرار معرفت کے خزانہ سے آپ میں اپنی طرح اور کئی سینوں کو پُر کردونگا۔

(۶) ترجمہ۔ اے دیارِ محبوب کی نسیم خدا کے لئے (تشریف لا) کب تک میں گھر کو ویران کرونگا اور کھنڈروں کو جیحوں بناؤنگا سلمیٰ۔ عرب کی ایک معشوقہ مجازاً ہر معشوق کو کہتے ہیں۔ ربع۔ منزل۔ سرائے۔ گھر۔ اطلال گرے ہوئے گھر نشاں۔ کھنڈرات۔ مطلب یہ ہو کہ کب تک ہجرِ محبوب میں رو رو کر گھر ویران کرونگا اور کھنڈرات پر دریا جیحوں بہاؤنگا۔ اے دیارِ محبوب کی نسیم! معشوق کیطرف سے کوئی پیغام لا اور میرے دل کو تسکین بخش۔

(۷) ترجمہ۔ اے نامہربان معشوق اپنے غلام حافظ کو یاد کر۔ تاکہ تیرے روز افزوں حسن کی دولت کے لئے دعا کروں۔ مہ اور مہر کی رعایت ظاہر۔

غزل ۴۳

دیدہ دریا کنم و رخت بصحرا فگنم	وانڈریں کار دل خویش بدریا فگنم
از دل تنگ گنہ کار برآرم آہے	کاتش اندر گنہ آدم و حوا فگنم
خوردہ ام تیر فلک بادہ بدہ تا سرمست	عقدہ در بند کمر ترکش جوزا فگنم
جرعہ جام بریں تخت رواں افشانم	غلغل چنگ دریں گنبد مینا فگنم
مایہ خوشدلی آنجاست کہ دلدار آنجاست	میکنم جہد کہ خود را مگر آنجا فگنم
بند برقع بگشا ای مہ خورشید لقا	تاچو زلفت سر سودا زدہ در پا فگنم

یعنے میں تمام رات روتا رہا اور نیند نہ آئی۔ تیرے خط کا نقشہ آنکھوں میں بنا تا تھا لیکن چونکہ آنکھیں پر آب تھیں اس لئے یہ نقشہ بھی نقش بر آب کی مثال تھا۔ یعنے ناپائدار تھا۔

(۲) ترجمہ۔ معشوق کا چہرہ میری نظروں میں جلوہ نمائی کرتا تھا اور دوسری میں چاند کے چہرہ پر بوسہ دیتا تھا۔

یعنی معشوق کے چہرہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے تھا اس نقشہ پر یا اس نقشہ کے خیال سے چاند کے چہرہ پر بوسہ دیتا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ معشوق کا ابرو نظر میں تھا اور خرقہ زہد کو جلا کر گوشہ محراب کی یاد میں میں شراب کا پیالہ پیتا تھا۔

یعنے محراب ابرو کی یاد میں شراب پیتا تھا۔

(۴) ترجمہ۔ میری آنکھیں ساقی کے چہرہ پر تھیں اور میرے کان چنگ کی آواز پر۔ اس باب میں چشم و گوش پر میں فالیں نکالتا تھا۔

چونکہ میری آنکھیں ساقی کے چہرہ پر اور کان چنگ کی آواز پر تھے اس لئے میں آئندہ کی خوشحالی کی فالیں چشم و گوش سے نکالتا تھا۔

(۵) ترجمہ۔ میں صبح تک تیرے چہرہ کی تصویر کا نقشہ بے خواب آنکھوں کے کارخانہ میں بناتا رہا۔

یعنے تمام رات تیرے چہرہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رہا اور نیند نہ آئی۔

(۶) ترجمہ۔ جو مرغ فکر شاخ طرب سے اڑا۔ میں پھر اس کو تیرے طرہ کی مضراب سے مارتا رہا۔

یعنے میرے دل میں اگر کوئی خوشی کا خیال آیا۔ تو پھر تیری زلف کے سودا نے دل کو پریشان کر دیا

(۷) ترجمہ۔ ساقی میری اس غزل کی آواز پر پیالہ پکڑتا تھا۔ میں یہ سرود کہتا تھا اور شراب خالص پیتا تھا۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ کا وقت خوشی سے گذرتا تھا اور میں مراد و مقصد کی فال احباب کی عمر و دولت کے نام پر نکالتا تھا۔

یعنی میرا وقت خوش تھا اور احباب کی دولت و عمر کے لئے میں دعا کرتا تھا۔

غزل (۳۶)

روز عید ست و من امروز دراں تدبیرم	۱	کہ دہم حاصل سی روزہ و ساغر گیرم
چند روزیست کہ دورم ز رخ ساقی و جام	۲	بس خجالت کہ پدید آید ازیں تقصیرم
من بخلوت ننشینم پس ازیں ور مثل	۳	زاہد صومعہ بر پائے نہد زنجیرم
پند پیرانہ دہد واعظ شہرم لیکن	۴	من نہ آنم کہ دگر پند کسے بپذیرم
آنکہ بر خاک در میکدہ جا داشت کجاست	۵	تا نہم بر قدم او سر و پیشش میرم

(۵) ترجمہ۔ خوشدلی کا سرمایہ وہاں ہے جہاں معشوق ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو وہاں ہی لیجاؤں۔

(۶) ترجمہ۔ اے خورشید کی صورت والے چاند (یعنی معشوق) برقع کا بند کھول۔ تاکہ تیری زلف کی طرح میں اپنے سودا زدہ سر کو تیرے پاؤں پر گرادوں۔

یعنے چہرہ دکہا تاکہ جسطرح تیری پریشان اور سودا زدہ زلف تیرے پاؤں پر پڑی ہوئی اس طرح میں اپنے سودا زدہ سر کو بہی تیرے پاؤں پر گرادوں۔ خواجہ صاحب ضمناً زلف کی درازی کا ذکر بہی کر گئے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ جب زمانہ پر اعتبار کرنا غلطی ہے۔ تو میں آج کی عشرت کو کل پر کیوں چھوڑوں۔

یعنے جب زندگی کا کچہہ اعتبار نہیں تو جو وقت گزرے خوشی سے گذارنا چاہیئے۔

گذشتہ خواب وآئندہ خیال ست	غنیمت داں ہمیں دم را کہ حال است

غزل (۳۵)

دلشب بسیل اشک رہ خواب میزدم	۱	نقشے بیاد خط تو بر آب میزدم
روی نگار در نظرم جلوہ مینمود	۲	وزدور بوسہ بر رخ مہتاب میزدم
ابروی یار در نظر و خرقہ سوختہ	۳	جامی بیاد گوشہ محراب میزدم
چشمم بروی ساقی و گوشم بقول چنگ	۴	فالی بچشم و گوش دریں باب میزدم
نقش خیال روی تو تا وقت صبحدم	۵	بر کارگاہ دیدۂ بیخواب میزدم
ہر مرغ فکر کز سر شاخ طرب بجست	۶	بازش ز طرۂ تو بمضراب میزدم
ساقی بصوت ایں غزلم کاسہ میگرفت	۷	میگفتم ایں سرود و می ناب میزدم

(۸)	خوش بود وقت حافظ و فال مراد و کام بر نام عمر و دولت احباب میزدم	(۸)

اس غزل میں مضمون مسلسل ہے اور گذشتہ رات کی حالت کا قصہ بیان کیا ہے۔

(۱) ترجمہ۔ گذشتہ رات میں آنسوؤں کے سیلاب سے نیند کا رستہ روکتا تہا اور تیرے سبزہ خط کی یاد میں پانی پر نقش بناتا تہا۔

غزل (۳۷)

روزگاری شد کہ در میخانہ خدمت میکنم	۱	در لباسِ فقر کار اہلِ دولت میکنم
تا کہ در دام وصل آرم تدروِ خوشخرام	۲	در کمینم انتظار وقت فرصت میکنم
واعظِ ما بوی حق نشنید بشنو این سخن	۳	در حضورش نیز میگویم نہ غیبت میکنم
چون صبا افتان و خیزان میروم تا کوی دوست	۴	وز رفیق راہ استمداد ہمت میکنم
خاک کویت بر نتابد زحمتِ ما بیش ازین	۵	لطفہا کردی بتا تخفیف زحمت میکنم
زلف دلبر دام راہ و غمزہ اش تیر بلاست	۶	یاد دار ای دل کہ چندینت نصیحت میکنم
دیدۂ بد بین بپوشان ای کریم عیب پوش	۷	زین دلیریہا کہ من در کنج خلوت میکنم
حاش للہ کز حسابِ روزِ حشرم باک نیست	۸	فال فردا میزنم امروز عشرت میکنم
از یمین عرش آمین میکند روح الامین	۹	چون دعای پادشاہ ملک و ملت میکنم
خسروا امید جاہ و مال دارم زین سبب	۱۰	التماس آستان بوسیِ حضرت میکنم

(۱۱) حافظم در مجلسی دردی کشم در مجلسی
بنگر این شوخی کہ چون با خلق صحبت میکنم (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ مدت ہوئی کہ میں شراب خانہ میں خدمت کرتا ہوں۔ فقیری کے لباس میں امیروں کا کام کرتا ہوں۔

خدمتِ میخانہ کو اہلِ دولت کا کام کہا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تاکہ اس خوش رفتار تدرو کو وصل کے جال میں لاؤں۔ میں گھات میں بیٹھا ہوں اور فرصت کے وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔
تدرو بمعنے کبک (از فرہنگ زلیخا) چکور۔ تدروِ خوشخرام سے مراد خوش رفتار معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ اس مبارک وقت کا منتظر بیٹھا ہوں جب معشوق کا وصل نصیب ہوگا۔

(۳) ترجمہ۔ ہمارے واعظ نے حق کی خوشبو نہیں سونگھی۔ سن کہ یہ بات میں اس کے سامنے بھی کہتا ہوں غیبت میں نہیں کہتا۔
مطلب یہ ہے کہ واعظ اسرارِ معرفت سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔

	۶	
میکشیدم می وسجادۂ تقوی بر دوش		آہ اگر خلق شود آگہ ازیں تزویرم

(۷)	خلق گویند کہ حافظ سخنِ پیر نیوش سالخوردہ میم امروز بہ از صد پیرم	(۷)

(۱) ترجمہ۔ عید کا دن ہے اور آج میں اس تدبیر میں ہوں کہ تیس روزوں کا ثواب دیکر ایک پیالہ شراب کا لوں
مطلب یہ ہے کہ شراب محبت کا ایک پیالہ تیس دن کے روزوں کے ثواب کے برابر ہے۔ روزہ اور شراب کے لئے دیکھو شعر
ت ۳ د ۱ ن ۱ ش ۴
(۲) ترجمہ۔ کئی روز ہوئے کہ میں ساقی کے چہرے اور جام سے دور رہوں اس تقصیر سے مجھ کو بہت شرمندگی حاصل ہوئی ہے۔
وہی مضمون ہے جو شعر (۱) میں بیان ہوا۔
(۳) ترجمہ۔ میں اس کے بعد خلوت میں نہ بیٹھونگا خواہ عبادت گاہ کا زاہد میرے پاؤں میں زنجیر ہی ڈال دے۔
یعنے اگر کوئی باندھ کر بھی مجھے صومعہ میں رکھے تو اب وہاں نہیں رہونگا۔
(۴) ترجمہ۔ شہر کا واعظ مجھے پند گانہ نصیحت کرتا ہے لیکن میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ اب کسی کی نصیحت مانوں۔
(۵) ترجمہ۔ وہ شخص جو میخانہ کے دروازہ کا خاک نشین تہا کہاں ہے تاکہ میں اسکے قدموں پر سر رکہوں اور اسکے سامنے جان دیدوں۔
(۶) ترجمہ۔ میں شراب پیتا تہا اور سجادۂ تقوی کندہوں پر لئے پہرتا تہا۔ اگر خلقت میری اس ریاکاری سے واقف ہوجائے تو بڑے
افسوس اور شرم کی بات ہوگی۔
یعنے اگرچہ لوگوں کو دکہانے کے لئے میں سجادہ کو کندہوں پر لئے پہرتا ہوں تاکہ لوگ سمجہیں کہ میں بہت بڑا عابد و زاہد ہوں لیکن
خلوت میں شراب پیتا ہوں اگر خلقت کو میری یہ ریاکاری معلوم ہوجائے تو بہت ذلیل ہونا پڑیگا حقیقت میں اُن زاہدانِ ریاکار
پر حملہ ہے۔ جو ع چوں بخلوت مے روند آن کارِ دیگر مے کنند۔
(۷) ترجمہ۔ لوگ کہتے ہیں کہ اے حافظ بوڑہوں (پیروں) کی نصیحت سن لیکن میرے نزدیک آج میری پرانی شراب
سو پیروں سے بہتر ہے۔
سالخوردہ اور پیر کا مقابلہ لطیف ہے۔

غزل (۳۸)

۱ زدستِ کوتہِ خود زیر بارم	کہ از بالابلنداں شرمسارم
۲ مگر زنجیرِ زلفت گیردم دست	وگرنہ سر بشیدائی برآرم
۳ ز چشمم من بپرس اوضاعِ گردوں	کہ شب تا روز اختر می شمارم
۴ چہ می خوردم من از میخانۂ عشق	کہ ہشیاری بیداری ندارم
۵ بایں شکرانہ می بوسم لبِ جام	کہ کرد آگہ ز دورِ روزگارم
۶ من از بازوی خود دارم بسی شکر	کہ زورِ مردم آزاری ندارم
۷ اگر گفتم دعای مے فروشاں	چہ باشد شکرِ نعمت میگذارم
۸ مکن عیبم ز خوں خوردن دریں دشت	کہ کار آموز آہوے تتارم
۹ تو از خاکم نخواہی برگرفتن	بجای اشک اگر گوہر ببارم
۱۰ سری دارم چو حافظ مست لیکن	بہ لطفِ آں پرے امیدوارم

یہ غزل بعض پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ میں اپنے کوتاہ ہاتھ سے زیر بار ہوں کہ بلند قد معشوقوں سے شرمندہ ہوں۔
یعنی معشوقانِ بالا قد تک میرا دستِ کوتاہ نہیں پہنچتا۔ اس لئے شرمندہ ہوں۔ اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہے۔ بالا اور کوتاہ کا تقابل ظاہر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ شاید تیری زلف کی زنجیر میرا ہاتھ پکڑ لے ورنہ میں مجنوں ہوا جاتا ہوں۔
یعنی میں مجنوں ہوا جاتا ہوں اپنی زلف کی زنجیر سے مجھے گرفتار کر لے۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کے طریقے میری آنکھ سے پوچھ کہ رات بھر صبح تک تارے گنتا رہتا ہوں۔
یعنی رات بھر نیند نہیں آتی اختر شماری کرتا رہتا ہوں اور اس لئے چرخِ گردوں کے تمام اوضاع سے آشنا ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ صبا کی طرح گرتا اٹھتا معشوق کے کوچہ تک جاتا ہوں اور اپنے رفیق راہ سے ہمت کی مدد طلب کرتا ہوں۔

استمداد۔ طلب مدد کرنا۔ صبا کا افتان وخیزاں چلنا ظاہر۔ منازل عشق کو طے کرنے کے لئے رہبر کی ضرورت بتائی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے کوچہ کی خاک اس سے زیادہ ہماری زحمت کی برداشت نہیں کرتی۔ اے معشوق تو نے کئی مہربانیاں کی ہیں میں تخفیف زحمت کرتا ہوں۔

یعنے تیرے کوچہ کی خاک کو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں تیری کوچہ میں رہوں۔ چونکہ تو میرا مہربان ہے اس لئے اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ تاکہ میرے یہاں رہنے سے تیرے کوچہ کی خاک کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔

(۶) ترجمہ معشوق کی زلف رہ کا جال در اسکا غمزہ بلا کا تیر ہے اے دل یاد رکھ کہ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ اے عیب پوش کریم! بدبین آنکھ سے پوشیدہ کرلے ان دلیریوں کو جو میں کنج خلوت میں کرتا ہوں

یعنے اے ستار العیوب! گوشۂ خلوت میں ہزارہا بے باکیاں مجھ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ بدبین آنکھوں سے اُن کو پوشیدہ رکھ

(۸) ترجمہ۔ حاشا للہ مجھے روزِ حشر کے حساب کا کوئی ڈر نہیں آج عیش کرتا ہوں اور کل کے لئے فال نکالتا ہوں۔

یعنے میں عیش کی زندگی یہاں بسر کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح روزِ حشر کو بھی آرام و عیش میں ہونگا۔ روزِ حساب کا مجھے بالکل کچھ ڈر نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ جب میں ملک و ملت کی بادشاہ کے لئے دعا کرتا ہوں تو عرش کی دائیں جانب سے جبریلؑ آمین کرتے ہیں۔

بادشاہ وقت کی طرف اشارہ ہے خواجہ صاحب کے عہد میں کئی بادشاہ ہوئے معلوم نہیں ہوسکتا کہ کس خاص بادشاہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے بادشاہ مجھے جاہ و مال کی امید ہے اس لئے دربار کی آستاں بوسی کی التماس کرتا ہوں۔

(۱۱) ترجمہ۔ میں (بزرگوں کی محفل میں حافظ ہوں اور (رندوں کی) مجلس میں دردنوش ہوں۔ میری شوخی دیکھ کہ خلقت کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتا ہوں۔

ان زاہدان ریاکار پر حملہ ہے۔ جو مجلسِ زہاد میں زاہد اور بزمِ رنداں میں رند بن جاتے ہیں۔

---

(۵) می مخور باد گراں تا نخورم خون جگر
سر مکش تا نکشد سر بہ فلک فریادم

(۶) سرم از دست بشد وصل تو ننمود جمال
دستگیرم کہ ز ہجر تو زپا افتادم

(۷) یار بیگانہ مشو تا نہ بری از خویشم
غم اغیار مخور تا نکنی ناشادم

(۸) رحم کن بر من مسکین و بفریادم رس
تا بخاک در آصف نرسد فریادم

(۹) چوں فلک جور مکن تا نہ کشی زار مرا
رام شو تا بدمد طالع فرخ زادم

(۱۰) حافظ از جور تو حاشا کہ بنالد روزے
من ازاں روز کہ در بند توام آزادم

اس غزل کے تمام شعروں میں رعایات لفظی و معنوی اور متقابل الفاظ کی باہم بندش قابل داد ہیں۔ کوئی شعر صنعت سے خالی نہیں۔

(۱) ترجمہ۔ زلف کو پریشان نہ کر تاکہ تو مجھے برباد نہ کرے۔ ناز کی بنا نہ ڈال تاکہ تو میری بیخ کنی نہ کرے۔

برباد مدہ یعنے ہوا سے پریشان نہ کر برباد خراب۔ ویراں۔ تباہ۔ صنعت تجنیس ہے۔ مکن اور نکنی کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ اپنا چہرہ دکھا تاکہ تو مجھ برگِ گل سے فارغ کردے اپنے قد کو بلند کر تاکہ تو مجھے سرو سے آزاد کردے۔

یعنے تیرے چہرے اور قد کے مقابلہ میں مجھے برگِ گل اور سرو کی آرزو نہ رہے۔ افروز اور افراز کی خوبی ظاہر۔ سرو اور آزاد میں صنعت ایہام۔

(۳) ترجمہ۔ زلف میں گرہ نہ لگا تاکہ تو مجھ کو گرفتار نہ کرے۔ چہرہ کو آب و تاب نہ دے تاکہ تو مجھے برباد نہ کرے۔

حلقہ اور بند کی رعایت ظاہر۔ آب اور باد کا مقابلہ لطیف۔

(۴) ترجمہ۔ تو تمام شہر میں مشہور نہ ہو تاکہ میں (دیوانہ وار) کوہ و صحرا میں نہ بھاگ جاؤں اور شیریں کی مشہوری پیدا نہ کر تاکہ تو مجھے فرہاد نہ بنا دے۔

شور۔ (۱) نمک نمکینی (۲) شہرت مشہوری (۳) شور و غل۔ لفظ شور (نمکین) اور شیریں کا مقابلہ اور شہرہ و شور کی رعایت ظاہر۔ شہر اور کوہ کا مقابلہ لطیف۔ شہرہ۔ شہر۔ مشو۔ شور۔ شیریں میں حروف شین کی شرکت قابل غور ہے۔

(۴) ترجمہ۔ شراب خانہ عشق ہی میں تو کیسی شراب پی۔ کہ مجھ ہوشیاری اور بیداری کی خبر تک نہیں۔

(۵) ترجمہ۔ میں اس بات کے شکریہ میں پیالہ کے لب کو بوسہ دیتا ہوں کہ اس نے مجھ زمانہ کے دود سے واقف کر دیا۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو الف ۳/۸ اور ت ۵۶/۴۔

(۶) ترجمہ۔ میں اپنے بازو کا بہت شکر گذار ہوں کہ مجھ میں مردم آزاری کی طاقت نہیں۔

دوسرا مصرعہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ہے۔

من آں مورم کہ در پایم بمالند	نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
چگونہ شکر ایں نعمت گذارم	کہ زورِ مردم آزاری ندارم

(۷) ترجمہ۔ اگر میں نے میفروشوں کے حق میں دعا کی ہے تو کیا ہو گیا نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یعنے میفروش مجھے شراب دیتے ہیں اس لئے میں اُن کے حق میں دعا کرتا ہوں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اس دشت میں خون پینے پر میری عیب جوئی نہ کر۔ کیونکہ میں آہوئے تاتار کا شاگرد ہوں۔

کہتے ہیں کہ نافۂ آہو خون کے منجمد ہونے سے بنتا ہے مطلب یہ ہے کہ جسطرح نافہ بغیر خون کے نہیں بنتا اسی طرح عشق میں بھی دل خون کرنے یا خونِ جگر (یا شراب سرخ) پینے کے بغیر وصالِ محبوب حاصل کرنا اور اسکی زلفِ معنبر کی نافہ کشائی مشکل ہے۔

(۹) ترجمہ۔ تو مجھے زمین سے نہیں اٹھائیگا اگرچہ میں بجائے آنسوؤں کے موتی بھی برساؤں۔

یعنے اگر میں بجائے اشک باری کے گہر باری بھی کروں تو بھی میں تیری نظروں میں اسی طرح حقیر رہونگا۔

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ کی طرح میرے سر میں مستی ہے۔ لیکن اس پری کی مہربانی کا امید وار ہوں۔

غزل (۳۹)

زلف بر باد مده تا ندہے بر بادم	۱	ناز بنیاد مکن تا نکنے بنیادم
رخ برافروز کہ فارغ کنی از برگ گلم	۲	قد برافراز کہ از سرو کنے آزادم
زلف را حلقہ مکن تا نکنی در بندم	۳	چہرہ را آب مدہ تا ندہی بربادم
شہرۂ شہر مشو تا ننہم سر در کوہ	۴	شور شیریں منما تا نکنی فرہادم

توبہ کردم کہ نہ بوسم لب ساقی وکنوں	۵	میگزم لب کہ چرا گوش بناداں کردم
نقش مستوری و مستی نہ بدست من و تست	۶	آنچہ استاد ازل گفت بکن آں کردم
دارم از لطف ازل منزل فردوس طمع	۷	گرچہ دربانی میخانہ فراواں کردم
اینکہ پیرانہ سرم صحبت یوسف بنواخت	۸	اجر صبریست کہ در کلبہ احزاں کردم
گر بدیوان غزل صدر نشینم چہ عجب	۹	سالہا بندگے صاحب دیواں کردم
ہیچکس را نرسد در خم محراب فلک	۱۰	آن تنعم کہ من از ہمت سلطاں کردم

(۱۱) صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ
ہرچہ کردم ہمہ از دولت قرآں کردم (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ میں نے کئی سال تک متواتر رندوں کی خدمت کی۔ تب کہیں عقل کی فتوٰی سے حرص کو قید کیا۔
یعنے سالہا سال تک رندوں کی خدمت کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ میں حرص و آز سے پاک ہو گیا۔

(۲) ترجمہ۔ منزل عنقا تک میں خود بخود نہیں پہنچ گیا بلکہ میں نے اِن مراحل کو مرغِ سلیمان کے ہمراہ طے کیا
مرغ سلیمان سے مراد ہدہد۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں گنجینۂ اسرارِ معرفت تک خود بخود نہیں پہنچا۔ بلکہ ہادی سالک کی رہبری سے یہ مرتبہ نصیب ہوا **منزل عنقا**۔ کے لئے دیکھو الف ۹/۴ عنقا اور مرغ کی رعایت ظاہر

(۳) ترجمہ۔ خلافِ عادت واقعات سے مدعا طلب کر کیونکہ میں نے جمعیتِ خاطر کی عشق اس زلفِ پریشان سے کی ہے۔
یعنے میرے دل کو اطمینان اور جمعیت جسقدر حاصل ہے معشوق کی زلفِ پریشان کی بدولت ہے۔ حالانکہ زلفِ پریشان کا کام دل کو پریشان کرنا ہے اسی طرح تو بھی اپنا مدعا اور مقصود معکوس اور برخلاف اسباب سے پیدا کر۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نتائج ظاہری اسباب پر منحصر نہیں سب کچھ مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے یا یہ کہ جسطرح مجھ زلفِ پریشان سے سالہا سال تک دل کو پریشان رکھنے کے بعد جمعیتِ خاطر نصیب ہوئی۔ اسی طرح تجھے بھی صدہا ناکامیوں اور ہزارہا مصیبتوں کے بعد کامیابی اور راحت نصیب ہو گی۔

(۴) ترجمہ۔ اے مراد کے خزانے! میرے زخمی دل پر سایہ ڈال۔ کیونکہ میں نے اِس گھر کو تیرے سودا میں ویران کر دیا ہے
این خانہ سے مراد خانہ دل۔

(۵) ترجمہ۔ میں نے توبہ کی تھی کہ ساقی کے لب کو نہ چوم‌ونگا اور اب میں ہونٹ کاٹتا ہوں کہ کیوں نادان کی بات سنی۔

(۵) ترجمہ۔ تو اغیار کے ساتھ شراب نہ پی تاکہ میں (اس افسوس سے) خونِ جگر نہ پیوں۔ سرکشی نہ کر تاکہ میری فریاد آسمان تک نہ پہنچے۔

مے اور خون کا مقابلہ نیز سرکش اور بحشدہ سر کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ میرا سر ہاتھ سے چلا گیا اور تیری وصل ذجمال نہ دکھایا میری دست گیری کر کہ تیرے ہجر نے مجھے پاؤں سے گرا دیا ہے

سر۔ دست اور پا کی رعایت۔ وصل اور ہجر کا مقابلہ ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ اغیار کا دوست نہ بن تاکہ تو مجھے اپنے آپ سے باہر نہ کر دے۔ اغیار کی غمخواری نہ کر تاکہ تو مجھے ناشاد نہ کرے۔

از خویش بردن۔ دیوانہ کرنا۔ بیخود کرنا۔ بیگانہ و خویش۔ غم اور شاد کا مقابلہ ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ مجھ مسکین پر رحم کر اور میری فریاد سن۔ تاکہ آصفِ عہد کے دروازہ تک میری فریاد نہ پہنچ جائے۔

آصف سے مراد وزیر عماد بن محمود۔ دیکھو م ۲۹/۱۰ م ۱۹/۹ ت ۵/۱۱ د ۱۸/۹ نیز دیکھو لسان الغیب جلد اول

صفحہ ۲۲ سوانحعمری۔ اس شعر میں عاشقانہ مضامین سے مدح کی طرف گریز ہے۔

(۹) ترجمہ۔ آسمان کیطرح ظلم نہ کر تاکہ تو مجھے حالتِ زار میں قتل نہ کر دے۔ میرا مطیع ہو جا تاکہ میرا مبارک طالع نکل آئے

یعنے میرا بخت یاور ہو جائے۔ فلک اور طالع کی رعایت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ حاشا للہ کہ حافظ کبھی بھی تیرے جلد سے فریاد کرے۔ میں جسدن سے تیری قید میں ہوں آزاد ہوں۔

یعنے حافظ کبھی تیری جور سے فریاد نہیں کرتا۔ کیونکہ تیری قید اس کے لئے بمنزلہ آزادی کے ہے فی الحقیقت بندِ عشق میں گرفتار

ہو کر انسان باقی تمام قیود سے آزاد ہو جاتا ہے۔ دوسرا مصرعہ سلمان کا ہے۔

(سلمان)	بادشاہم چو بدست تو اسیر افتادم		من ازاں روز کہ در بند توام آزادم

غزل (۴۰)

سالہا پیروی مذہب رندان کردم	۱	تا بفتوائے خرد حرص بزندان کردم
من بہ منزل عنقا نہ بخود بردم راہ	۲	قطع ایں مرحلہ با مرغ سلیمان کردم
از خلاف آمد عادت بطلب کام کہ من	۳	کسب جمعیت ازان زلف پریشان کردم
سایۂ بر دل ریشم فگن ای گنج مراد	۴	کہ من این خانہ بسودای تو ویران کردم

عبوس زہد بوجہ خمار بنشیند	٢	مرید ہمت دردی کشان خوش خویم
گرم نہ پیر مغاں در بروی بگشاید	٣	کدام رہ بزنم چارہ از کجا جویم
مکن دریں چمنم سرزنش بخودروئی	٤	چنانچہ پرورشم میدہند میرویم
تو خانقاہ و خرابات درمیانہ مبیں	٥	خدا گواست بہر جا کہ ہست با اویم
زشوق نرگس مست و بلند بالائی	٦	چو لالہ با قدح افتادہ برلب جویم
شدم نشانہ بسر بستگی وابرو دوست	٧	کشیدہ درخم چوگان خویش چوں گویم
غبار راہ طلب کیمیای بہروزیست	٨	غلام دولت آں خاک عنبریں بویم
نصیحتم چہ کنی ناصحا چہ میدانے	٩	کہ من نہ معتقد مرد عافیت جویم
(١٠)	بیاری کہ بفتوای حافظ از دل پاک غبار زرق بہ فیض قدح فرد شویم	(١٠)

(١) ترجمہ ۔ میں سرخوش ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ میں زندگی کی نسیم شراب کے پیالے سے ڈھونڈھتا ہوں ۔

سرخوش ۔ شراب سے مست ۔ خوشحال ۔ بہت خفیف مستی کو سرخوشی کہتے ہیں

(٢) ترجمہ ۔ زہد کی ترشروئی خمار سے دور ہو جاتی ہے ۔ میں خوش خو دُرد کشوں کی ہمت کا غلام ہوں ۔

عبوس بفتحتین ۔ ترشروئی ۔ مطلب یہ ہے کہ زاہدوں کی ترشروئی سے رندوں کی خوش خلقی بدرجہا بہتر ہے

(٣) ترجمہ ۔ اگر پیر مغان میرے لئے دروازہ نہ کھولے ۔ تو میں کس رستہ سے جاؤں ۔ اور کیا چارہ کروں ۔

(٤) ترجمہ ۔ اس باغ میں تو مجھ خودروئی پر سرزنش نہ کر جسطرح میری پرورش کرتے ہیں ۔ میں اسی طرح اُگتا ہوں ۔
مطلب یہ ہے کہ باغ دنیا میں میں کوئی خود رو پیدا نہیں ہوں کہ تو میرے حسن و قبح پر اعتراض کرتا ہے جسطرح باغبان پرورشس کرتا ہے اسی طرح میری نشو و نما ہوتی ہے ۔ حاصل کلام یہ کہ میری رندی پر معترض نہ ہو ۔ خدا نے مجھے ایسا ہی بنایا ہے ۔ دیکھو شعر م ۱/۵

(٥) ترجمہ ۔ تو خانقاہ اور خرابات کو درمیان نہ دیکھ ۔ خدا گواہ ہے کہ جس جگہ وہ ہے میں اسکے ساتھ ہوں ۔
مطلب یہ ہے کہ میں خانقاہ و خرابات کی تمیز کو فضول سمجھتا ہوں مقصود خدا ہے جو ہر جگہ موجود ہے ۔ دیکھو ت ۲/۴ ت ۹/۴ ۔

یعنی نادان واعظ کے کہنے پر لبِ ساقی کے بوسہ سے توبہ کی تھی اب افسوس کرتا ہوں کہ کیوں اس بیوقوف کی بات سنی۔

لب گزیدن ۔ تاسف کرنا۔ افسوس کرنا حسرت سے اپنے ہونٹوں کا کاٹنا۔

(۶) ترجمہ ۔ مستوری اور مستی کی حالت میرے یا تیرے اختیار میں نہیں ہے جسطرح استادِ ازل نے کہا کہ کرو اسی طرح کرتا ہوں یعنے تیرا زہد اور میری رندی دونو خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں دستِ قدرت کے ماتحت کر رہا ہوں۔

دیکھو شعر م ۲ پ الف ۳۔

(۷) ترجمہ ۔ مجھے لطف ازل (خدا کی مہربانی) سے منزلِ فردوس کی امید ہے اگرچہ میرا اکثر درِ میخانہ کا مقیم رہا ہوں۔

بخشش سے اسکی ہوگئے میخوار جنتی		سارے گناہ دہو دئے جامِ شراب نے	

(۸) ترجمہ ۔ یہ جو پیرانہ سالی میں مجھے یوسف کی صحبت حاصل ہوئی ہے یہ اس صبر کا اجر ہے جو میں نے غمکدہ میں کیا۔

کلبہ احزان ۔ یا بیت الاحزان۔ وہ گھر جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام فراقِ یوسف میں رویا کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ میں برسوں ہجرِ معشوق میں روتا رہا اسی صبر کا نتیجہ ہے کہ اب وصالِ محبوب نصیب ہوا۔

(۹) ترجمہ ۔ اگر میں دیوان غزل میں صدر نشین ہوں تو کیا عجب۔ کیونکہ میں نے کئی سال صاحبِ دیوان کی بندگی کی ہے

صاحب دیوان ۔ عدالت یا دفتر کا اعلیٰ افسر یہاں مراد (۱) ممدوح مجازی یا (۲) محبوبِ حقیقی جو مالک یوم الحساب ہے۔ خواجہ صاحب کی یہ پیشین گوئی پوری نکلی۔ کیونکہ تمام دنیا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فارسی غزل میں خواجہ تمام شاعروں کے صدر نشین ہیں۔

(۱۰) ترجمہ ۔ محراب فلک کے خم میں (یعنے آسمان کے نیچے) کسی شخص کو اسقدر عیش و عشرت نصیب نہیں ہوئی جسقدر مجھے بادشاہ کی ہمت سے نصیب ہوئی ہے۔

یہ بھی مدحیہ شعر ہے سلطان سے مراد سلطانِ وقت۔

(۱۱) ترجمہ ۔ حافظ کی طرح صبح خیزی اور سلامت طلبی جو کچھ میں نے کیا قرآن کی بدولت کیا۔

فی الحقیقت خواجہ صاحب کو جو کچھ حاصل ہوا قرآن کی بدولت حاصل ہوا۔

غزل (۱۴)

سرم خوش ست و بہ بانگِ بلند میگویم	۱	کہ من نسیم حیات از پیالہ میجویم

آں زماں کارزوئی دیدن جانم باشد	۶	در نظر نقش رخ خوب تو تصویر کنم
گر بدانم کہ وصالِ تو بدین دست دہد	۷	دل و دین ہمہ در بازم و توفیر کنم
دور شو از برم ای واعظ و افسانہ مگو	۸	من نہ آنم کہ دگر گوش بہ تزویر کنم
(۹)	نیست امکان خلاص از غم او ای حافظ چونکہ تقدیر چنیں بود چہ تدبیر کنم	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اے معشوق میں تیرے عشق کے غم کی کیا تدبیر کروں کب تک تیرے ہجر میں رات بھر نالہ و فریاد کرتا رہوں۔

(۲) ترجمہ۔ میرا دیوانہ دل اس حالت سے تو نکل چکا ہے کہ اسکا کچھ علاج ہو سکے۔ البتہ یہ ہو سکتا کہ تیری زلف سے اس کو زنجیر میں باندھوں

یعنے دل کی دیوانگی لاعلاج ہو چکی ہے البتہ تیری زلف کی زنجیر میں اسکو گرفتار کیا جا سکتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ افسوس تیرے ہجر کے زمانہ میں میں نے اسقدر تکلیفیں اٹھائیں کہ دو سو کتابوں میں بھی انکا لکھا جانا ناممکن ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیری زلف کی وجہ سے اپنی تمام تر پریشانی کو کیا مجال ہے کہ ایک دفعہ بیان کر سکوں۔

یعنے تیری زلفِ پریشاں کی وجہ سے جو پریشانی دل کو ہوئی ہے۔ اسکو تمام و کمال بیان کرنا ناممکن ہے۔

مجموع کو پریشانی کی صفت لائے ہیں۔ مقابلہ لطیف ہے اور اجتماع ضدین ہے

(۵) ترجمہ۔ میں یک رنگ رند ہوں اور شراب و شاہد کا ہم صحبت ہوں۔ اب مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ حیلہ و تزویر کروں۔

یعنے یک رنگ آدمی سے دورنگی یعنے ریا اور تزویر نہیں ہو سکتی۔

(۶) ترجمہ۔ جس وقت مجھے جان کے دیکھنے کی آرزو ہوتی ہے تیرے خوبصورت چہرے کا نقشہ آنکھوں میں بنا لیتا ہوں۔

یعنے تو بمنزلہ جان کے ہے۔ تجھ کو دیکھ لیا تو جان کو دیکھ لیا۔

(۷) ترجمہ۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تیرا وصال اسطرح میسر ہو سکتا ہے تو دل و دین کو قربان کر دوں اور اس کام میں زیادتی کروں

یعنے اگر دل و دین دے کر تیرا وصال حاصل ہو جائے تو ایک دل و دین تو کیا کئی دل و دین قربان کر دوں۔

(۸) ترجمہ۔ اے واعظ میرے پاس سے دور ہو جا اور افسانے بیان نہ کر۔ میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ اب دھوکے کی باتیں سنوں۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ اسکے غم سے خلاصی ناممکن ہے۔ جب تقدیر یہی تھی تو کیا تدبیر کروں۔

	مائیم و ذوقِ سجدہ چہ مسجد چہ بتکدہ		در عشق نیست کفر ز ایمان شناختن	(غالب)

(۶) ترجمہ - میں کسی چشم مست اور قد بلند کے شوق میں - لالہ کی طرح پیالہ لے کر نہر کے کنارہ پر پڑا ہوں -

لالہ کے پھول کو جام سے تشبیہ دیتے ہیں -

(۷) ترجمہ - میں گرفتاری میں نشانہ ہوں اور معشوق کے ابرو نے مجھے گیند کی طرح اپنی چوگان کے خم میں پکڑا ہوا ہے -

(۸) ترجمہ - راہِ طلب کا غبار کامیابی کا نسخہ ہے - میں اس عنبر کی خوشبو والی خاک کا غلام ہوں -

خواجہ صاحب نے نہایت لطیف اور موثر طریقہ سے سعی و طلب اور جد و جہد کی تعلیم فرمائی ہے -
حقیقت یہی ہے کہ راہِ طلب کا غبار خاک نہیں بلکہ اکسیر ہے - کیمیا ہے راہ طلب کی دشواریوں اور تکلیفوں کا نتیجہ ایک روز کامیابی اور فتح و نصرت کی شکل میں پیدا ہوتا ہے - انسان کو اپنے گوہرِ مقصود کو حاصل کرنے اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے راہ کی تمام مصیبتوں کا مردانہ مقابلہ کرنا چاہیئے - مسافر کا غبار آلود چہرہ کامیابی کی دلیل ہے

(۹) ترجمہ - اے ناصح تو مجھ کیا نصیحت کرتا ہے تو کیا جانتا ہے کہ میں مردِ عافیت طلب کا معتقد نہیں ہوں -
یعنے میں تیری طرح آرام طلب نہیں اور نہ آرام طلب آدمی کو پسند کرتا ہوں - میں عاشق ہوں اور راہِ طلب میں ہزارہا تکلیفیں برداشت کر سکتا ہوں - تو مجھے عشق سے منع نہ کر -

(۱۰) ترجمہ - شراب لا کہ حافظ کے فتوی کے مطابق پاک دل سے ریا و فریب کے غبار کو جام مے کے فیض سے دھو ڈالوں
مطلب یہ ہے کہ شراب دل سے زرق اور ریا کو دور کر دیتی ہے - جام مے لا کہ میں بھی دل کو صاف کر لوں

غزل ۲۴۲

صنما با غم عشق تو چہ تدبیر کنم	۱	تا بکی در غم تو نالہ شبگیر کنم
دل دیوانہ از آن شد کہ نپذیرد پند	۲	مگرش هم ز سر زلف تو زنجیر کنم
آنچہ در مدت ہجر تو کشیدم ہیہات	۳	در دو صد نامہ محال است کہ تحریر کنم
با سر زلف تو مجموع پریشانی خویش	۴	کو مجالی کہ یکایک ہمہ تقریر کنم
رندیکی رنگم و با شاہد و می ہم صحبت	۵	نتوانم کہ دگر حیلہ و تزویر کنم

یعنے دنیا میں عیش و عشرت سے وقت بسر کر۔ دوسرے جہان میں جب جائیگے۔ خدا گناہوں کو بخش دیگا۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے ابرو کا عشوہ کہاں ہے تاکہ ہم ہلال کی طرح آسمان کی گنبد کو زریں چوگان کے خم میں لے لیں۔

ہلال کو زریں چوگان کہا ہے۔ ابروئے معشوق کو ہلال سے تشبیہ دی ہے مطلب یہ ہے کہ معشوق کی ہلال جیسے ابرو کے عشوہ سے تمام جہان کو اپنا مطیع اور فرمانبردار کریں۔

(۷) ترجمہ۔ کل (قیامت کے دن) اگر روضۂ رضواں ہم کو نہیں دینگے۔ تو غلمان کو غرفہ سے اور حور کو جنت سے باہر کھینچ لینگے۔

غرفہ۔ دریچہ۔ جھروکہ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم کو بہشت میں نہیں جانے دینگے تو ہم بہشت کی تمام نعمتوں کو بہشت سے باہر نکال لینگے۔ بہت بڑا دعوے ہے لیکن خواجہ صاحب نے دوسرے شعر میں اسکی معذرت بھی کر دی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ ایسی لاف زنی تیرے لئے جائز نہیں۔ اپنی چادر سے زیادہ پاؤں کیوں پھیلائیں۔

گذشتہ شعر میں جو دعویٰ کیا ہے اسکی معذرت ہے۔

غزل (۱۳۴)

عاشق روی جوانی خوش و نوخاستہ ام	۱	وز خدا صحبت او را بدعا خواستہ ام
عاشق و رند و نظر بازم و میگویم فاش	۲	تا بدانی کہ بچندیں ہنر آراستہ ام
شرمم از خرقۂ آلودۂ خود مے آید	۳	کہ بہر پارہ دو صد شعبدہ آراستہ ام
خوش بسوز از غمش ای شمع کہ امشب من نیز	۴	ہمیں کار کمر بستہ و برخاستہ ام
با چنیں حیرتم از دست بشد صرفۂ کار	۵	بر غم افزودہ ام آنچہ از دل و جاں کاستہ ام
پاسبان حرم دل شدہ ام شب ہمہ شب	۶	تا کہ سیری نکند آں ہمہ ناکاستہ ام

(۷)	ہمچو حافظ بخرابات روم جامہ قبا بو کہ در برکشد آں دلبر نوخاستہ ام	(۸)

(۱) ترجمہ۔ میں ایک حسین اور نوخیز جوان کے چہرے کا عاشق ہوں اور خدا سے دعا کر کے اس کی صحبت مانگی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میں عاشق ہوں۔ رند اور نظر باز ہوں اور علانیہ کہتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں اتنے ہنروں سے آراستہ ہوں۔

غزل ۴۳

صوفی بیا کہ خرقۂ سالوس برکشیم	۱	وین دلق زرق را خط بطلان بسر کشیم
نذر و فتوح صومعہ در وجہ مے نہیم	۲	دلق ریا بآب خرابات برکشیم
سر قضا کہ در تتق غیب منزویست	۳	مستانہ اش نقاب ز رخسار برکشیم
بیرون جہیم سرخوش و از بزم مدعی	۴	غارت کنیم بادہ و شاہد ببر کشیم
کام جہاں برآر کہ بخشد خدا گناہ	۵	روزی کہ رخت جاں بجہان دگر کشیم
کو شوۂ ز ابرو تو تا چہ ماہ نو	۶	گوی سپہر در خم چوگاں زر کشیم
فردا اگر نہ روضۂ رضواں بما دہند	۷	غلمان ز غرفہ حور ز جنت بدر کشیم

(۸) حافظ نہ حد تست چنیں لافہا زدن
پا از گلیم خویش چرا بیشتر کشیم (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے صوفی آکہ فریب کے خرقہ کو اتار دیں اور اس مکر کے لباس پر خط بطلان کھینچ دیں۔

خط البطلان۔ وہ خط جو غلط عبارت پر اسکو باطل کرنے کے لئے کھینچا جائے۔

(۲) ترجمہ۔ عبادت گاہ کی نذر اور آمدنی کو شراب کی قیمت میں دیدیں اور دلق ریا کو آب خرابات سے دھو ڈالیں۔

(۳) ترجمہ۔ قضا کا بھید جو پردہ غیب میں پوشیدہ ہے مستوں کی طرح اس کے چہرہ سے پردہ اٹھا دیں۔

تتق بفتحتین۔ سراپردہ۔ منزوی۔ خلقت سے یکسو ہونے والا۔ گوشہ نشین۔ پوشیدہ۔ مطلب یہ ہے کہ زہد ریائی کو چھوڑ کر عشق اختیار کرنا چاہئے تاکہ اسرار معرفت کو جو پردہ غیب میں پوشیدہ ہیں۔ دیکھ سکیں۔

(۴) ترجمہ۔ مست ہوکر باہر نکلیں اور بزم مدعی سے شراب لوٹ لیں اور معشوق کو بغل میں لے لیں۔

مدعی سے مراد زاہدان ریا کار جو جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مے و معشوق کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے چھین لیں۔ تاکہ ان کے پاس کچھ نہ رہے

(۵) ترجمہ۔ جہاں کا مقصد حاصل کر کیونکہ خدا گناہ بخشیگا جس دن کہ ہم جان کا اسباب دوسرے جہان میں لے جائینگے۔

(۹)	نکتہ دانی بذلہ گو چوں حافظ شیریں سخن	(۹)
	بخشش آموزی جہاں افروز چوں حاجی قوام	

اس غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ بزم طرب کا نقشہ کھینچا ہے۔ اور غالباً حاجی قوام کی آراستہ کی ہوئی کسی مجلس کا ذکر ہے۔

(۱) ترجمہ۔ عشقبازی۔ جوانی اور سرخ رنگ شراب۔ بزم محبت۔ ہمراز دوست اور شراب کا متواتر دور

(۲) ترجمہ۔ شیریں دہن ساقی اور شیریں سخن مطرب۔ نیک کردار ہمنشیں اور نیکنام دوست

(۳) ترجمہ۔ ایک ایسا معشوق جو لطف و پاکیزگی میں آب حیات کا رشک ہو۔ ایک ایسا دلبر جو حسن و خوبی میں غیرتِ بدر ہو۔

(۴) ترجمہ۔ سرخ۔ تلخ۔ شیریں۔ خوش ذائقہ اور ہلکی شراب ہو۔ کچھ نُقل معشوق کے لبوں سے ہو اور کچھ پیالہ کی شراب سے۔

تلخ و عذب میں اجتماع ضدین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک حد تک تلخ بھی ہو اور شیریں بھی ہو۔ لعل و یاقوت کی رعایت ظاہر۔ یاقوت سے مراد شراب۔ نقل شراب پینے کے بعد جو چیز منہ کا مزا درست کرنے کے لئے کھائی جائے۔ مثلاً کباب۔ میوہ یا کوئی ترش چیز۔

(۵) ترجمہ۔ بزمگاہ ایسی دلکش جو فردوسِ بریں کے محل جیسی ہو۔ اس کے گرداگرد باغ جو روضہ دارالسلام کی طرح ہو۔

(۶) ترجمہ۔ صف نشین خیرخواہ اور ملازم مودب۔ دوست دار اہل راز ہوں اور حریف دوستوں کے خیرخواہ

(۷) ترجمہ۔ ساقی کا غمزہ نے عقل کو غارت کرنے کے لئے تلوار کھینچی ہو۔ معشوق کی زلف نے دل کا شکار کے لئے جال پھیلایا ہو۔

(۸) ترجمہ۔ جو شخص ایسی صحبت کا خواہاں ہو اس پر خوش دلی حلال ہے۔ اور جو شخص یہ عشرت نہیں چاہتا اس پر زندگی حرام ہے۔

خواجہ صاحب نے بزم طرب کا نقشہ کھینچا ہے تمام ضروریات کو شمار کیا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ جو شخص ایسی بزم کا خواہاں نہ ہو فی الحقیقت اس پر زندگی حرام ہے۔ ایسے شخص کا مرنا ہی بہلا ہے اور جو شخص اس مجلس کا طلبگار ہو وہ ہمیشہ خوش حال رہے۔

(۹) ترجمہ۔ نکتہ دان اور لطیفہ گو ایسا ہونا چاہیئے جیسا شیریں سخن حافظ۔ اور بخشش آموز جہاں افروز ایسا جیسے حاجی قوام

حاجی قوام کے لئے دیکھو لسان الغیب صفحہ ۱۴۰ سوانحعمری

غزل (۴۶)

عمریست تا براہ غمت رو نہادہ ایم	۱	روی و ریای خلق بیکسو نہادہ ایم

رندی و عاشقی و قلاشی		ہیچ شک نیست کہ در ما ہمہ ہست	(سلمان)

(۳) ترجمہ۔ مجھو اپنے آلودہ خرقہ سے شرم آتی ہے کیونکہ اس کے ہر ایک ٹکڑے میں صد ہا شعبدے پیش آراستہ کئے ہیں۔

یعنے میرے دینی ریائی میں ہزاروں مکر اور فریب ہیں۔ مجھو اس سے شرم آتی ہے۔ زاہدانِ ریاکار پر حملہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اے شمع اُس کے غم سے خوب جل کہ آج رات میں نے بھی اسی کام پر کمر باندھی ہے اور کھڑا ہوں

یعنے دونوں کر ہجر محبوب میں جلیں۔

(۵) ترجمہ۔ میرا ہاتھ سے اس حیرت کے ساتھ مدعا گم ہوا۔ کہ جسقدر دل و جان سے کم ہوا ہے وہ غم پر بڑھ گیا۔

یعنے دل اور جان جسقدر نقصان میں ہیں غم اتنی ہی افزونی پر ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں تمام رات حرم دل کی پاسبانی کرتا ہوں تاکہ میرا مکمل چاند کبھی ادھر سے گذرے۔

ماہ ناکاستہ۔ چاند جو ابھی کم نہ ہوا ہو۔ چودھویں رات کا چاند۔ بدر۔

معشوق کی منزل چونکہ حرم دل ہے۔ اس لئے حرم دل کی پاسبانی کرتے ہیں کہ کبھی تو یہ چاند اس منزل میں آئیگا۔

(۷) ترجمہ۔ جامہ چاک کرکے حافظ کی طرح خرابات میں جاؤنگا۔ شاید کہ وہ نوخیز دلبر مجھو بغل میں لے لے۔

غزل ۵۴

عشقبازی و جوانی و شرابِ لعل فام	۱	مجلسِ انس و حریفِ ہمدم و شُربِ مدام
ساقی شکر دہان و مطربِ شیرین سخن	۲	ہمنشینِ نیک کردار و حریفِ نیکنام
شاہدے در لطف و پاکی رشکِ آبِ زندگی	۳	دلبری در حسن و خوبی غیرتِ ماہِ تمام
بادۂ گلرنگ و تلخ و عذب و خوشخوار و سبک	۴	نُقلش از لعلِ نگار و نُقلش از یاقوتِ جام
بزمگاہِ دلنشین چون قصرِ فردوسِ برین	۵	گلشنے پیرامُنش چون روضۂ دارالسلام
صف نشینان نیکخواہ و پیشکاران با ادب	۶	دوستداران صاحبِ سرّ و حریفان دوستکام
غمزۂ ساقی بیغمای خرد آہختہ تیغ	۷	زلفِ دلبر از برای صیدِ دل گسترده دام
ہر کہ این صحبت بجوید خوشدلی بروی حلال	۸	وانکہ این عشرت نخواہد زندگی بروی حرام

(۶) ترجمہ۔ ہم نے جہاں کے بوجھ کو اپنے ضعیف دل پر نہیں رکھا اور اس بیماری کا م کو ہم نے علیحدہ رکھا ہوا ہے۔

یعنے ہم دنیا کے تفکرات سے آزاد ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ معشوق کی آنکھ کا جادو دیکھئے کیا بازی کرتا ہے کیونکہ ہم نے پھر اس جادوگر کے کرشمہ پر بنیاد رکھی ہے۔

یعنی ہمارا دارومدار چشم محبوب پر ہے۔ دیکھئے اس کا سحر اب کیا کرشمے ظاہر کرتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ مدرسہ کے طاق اور رواق اور عالمانہ قیل وقال کو چھوڑ کر ہم نے تیرے کوچہ کی خاک پر سر رکھ دیا ہے۔

طاق۔ محراب۔ محراب دار عالیشان عمارت۔ **رواق**۔ چھت۔

(۹) ترجمہ۔ مدت ہوئی کہ ہم نے ایک اشارہ کی امید پر ان دو جادوگر آنکھوں پر آنکھ لگائی ہے۔

یعنے مدتوں سے چشم محبوب کے ایک اشارہ کے منتظر بیٹھے ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ نیک نام آباؤ اجداد کی سالوں کے نام و ناموس کو۔ جام اور راہ رو ساقی کی راہ میں ڈال دیا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ ہم ہشیار اور عقلمند ہیں کہ اپنے ہاتھ پاؤں کو اپنی خوشی سے اُس خم گیسو کی زنجیر اور بند میں اسیر کیا ہے۔

یعنے زلف محبوب کی زنجیر میں اسیر ہو جانا ہماری عقلمندی کی دلیل ہے

(۱۲) ترجمہ۔ اے دل عاقل ہونے کی کوشش کر کیونکہ ہم نے عقل و ہوش کے نقد کو پُر خم زلف والے معشوق کی راہ میں ڈال دیا۔

ظاہر ہے کہ اب عاقل بننے کی کوشش بے سود ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ کوئی اشارہ کر کہ ہم نے دو امیدوار آنکھوں کو ہمیشہ سے تیری گوشۂ ابرو پر لگایا ہوا ہے۔

وہی مضمون ہے جو شعر نمبر (۹) میں ہے۔

(۱۴) ترجمہ۔ تو نے پوچھا کہ اے حافظ تیرا سرگشتہ دل کہاں ہے؟ ہم نے اپنے دل کو تیری زلف کے خم کے حلقوں میں رکھا ہے۔

دوسرے مصرعہ میں معشوق کے سوال کا جواب ہے۔

غزل ۲۸۴

غم زمانہ کہ ہیچش کراں نمی بینم	۱	دواش جز می چوں ارغواں نمی بینم
نشان مرد خدا عاشقی ست با خود آی	۲	کہ در مشایخ شہر ایں نشاں نمی بینم
دریں خمار کسم جرعۂ نمی بخشد	۳	ببیں کہ اہل دلی در جہاں نمی بینم

هم جان بدان دو نرگس جادو سپرده ایم	۲	هم دل بدان دو سنبل هندو نهاده ایم
ما ملک عافیت نه بلشکر گرفته ایم	۳	ما تخت سلطنت نه ببازو نهاده ایم
در گوشه امید چو نظارگان ماه	۴	چشم طلب بر آن خم ابرو نهاده ایم
بی بوی زلف تو سر سودای از ملال	۵	همچون بنفشه بر سر زانو نهاده ایم
ننهاده ایم بار جهان بر دل ضعیف	۶	وین کار بار بسته بگیسو نهاده ایم
تا سحر چشم یار چه بازی کند که باز	۷	بنیاد بر کرشمهٔ جادو نهاده ایم
طاق و رواق مدرسه و قیل و قال فضل	۸	زینها بخاک کوی تو ما رو نهاده ایم
عمرے گذشت و ما با امید اشارتے	۹	چشمی بر آن دو نرگس جادو نهاده ایم
ناموس چند سالهٔ اجداد نیک نام	۱۰	در راه جام و ساقی مه رو نهاده ایم
هشیار و عاقلیم که بر دست و پا بدل	۱۱	زنجیر و بند از آن خم گیسو نهاده ایم
ای دل العقل کوش که ما نقد عقل و هوش	۱۲	در راه یار سلسلهٔ گیسو نهاده ایم
فرما اشارتی که دو چشم امیدوار	۱۳	پیوسته بر دو گوشهٔ ابرو نهاده ایم

(۱۴)　گفتی که حافظا دل سرگشته ات کجاست　در حلقه های آن خم گیسو نهاده ایم۔　(۱۴)

(۱) ترجمہ۔ مدت گذری کہ ہم نے تیرے غم کی راہ میں سر رکھا ہوا ہے اور خلقت کی روئی وریا کو یکطرف کر دیا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جان کو بھی ان دو جادو گر آنکھوں کے حوالہ کر دیا ہے۔ دل کو بھی ان دو سیاہ زلفوں میں رکھدیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ہم نے عافیت کا ملک لشکر سے فتح نہیں کیا۔ ہم نے سلطنت کا تخت بازو (کے زور) سے قائم نہیں کیا

ملکِ آزادگی و کنج قناعت گنجیست　　که بشمشیر میسر نشود سلطان را　　(سعدی)

(۴) ترجمہ۔ امید کے گوشہ میں چاند دیکھنے والوں کی طرح۔ ہم نے اُس خم ابرو پر طلب کی آنکھ لگائی ہوئی ہے۔
معشوق کے ابرو کو ہلال سے تشبیہ دی کر کہا ہے کہ جس طرح لوگ ہلال عید کو بڑے شوق سے ڈھونڈھتے ہیں۔ میں بھی
اسی طرح تیرے ابرو کے ہلال کو دیکھنے کے لیے گوشۂ امید میں منتظر بیٹھا ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ تیری زلف کی خوشبو کے بغیر ملال کی وجہ سے سر سودا زدہ کو بنفشہ کیطرح زانو پر رکھا ہوا ہے۔

یعنے اب دنیا میں کوئی آبدار شعر نہیں کہہ سکتا اس لئے میں حافظ کے دیوان غزلیات کا ہی مطالعہ کرتا ہوں۔ دریا

دُر۔ اور سفینہ کی رعایت ظاہر۔

غزل (۴۸)

فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم	۱	بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم
طائر گلشن قدسم چہ دہم شرح فراق	۲	کہ دریں دامگہ حادثہ چوں افتادم
من ملک بودم و فردوس بریں جایم بود	۳	آدم آورد دریں دیر خراب آبادم
سایۂ طوبی و دلجوئے حور و لب حوض	۴	بہوای سر کوی تو برفت از یادم
نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار	۵	چہ کنم حرف دگر یاد نداد استادم
کوکب بخت مرا ہیچ منجم نشناخت	۶	یارب از مادر گیتی بچہ طالع زادم
تا شدم حلقہ بگوش در میخانۂ عشق	۷	ہر دم آید غمے از نو بمبارک بادم
گر خورد خون دلم مردمک دیدہ رواست	۸	کہ چرا دل بجگر گوشۂ مردم دادم

(۹) پاک کن چہرۂ حافظ بسر زلف ز اشک (۹)
ورنہ ایں سیل دمادم بکند بنیادم

(۱) ترجمہ۔ میں علانیہ کہتا ہوں اور اس کہنے پر خوش ہوں کہ میں عشق کا غلام ہوں اور دونو جہانوں سے آزاد ہوں۔
عشق کا غلام بے شک دونو جہانوں کے غم سے آزاد ہوتا ہے۔

من ازاں روز کہ دربند توام آزادم		بادشاہم چو بدست تو اسیر افتادم (سلمان)

(۲) ترجمہ۔ میں گلشن قدس کا پرندہ ہوں فراق کا بیان کسطرح کروں۔ کہ میں اس حادثہ کے جال میں کسطرح پھنس گیا۔
دامگہ حادثہ سے مراد دنیا۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر ۱/۱ ، م ۲/۱۰ م ۱۲/۸ م ۱۴/۴۔

(۳) ترجمہ۔ میں فرشتہ تھا اور فردوس بریں میرا مقام تھا۔ آدم مجھے اس دیر خراب آباد میں لایا۔
حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کیطرف اشارہ ہے۔ انسان کا اصلی اور ابتدائی مسکن فی الحقیقت بہشت بریں ہے

زآفتاب قدح ارتفاع عیش بگیر	۴	چرا کہ طالع وقت آں چناں نمی بینم
نشان موی میانش کہ دل درو بستم	۵	ز من مپرس کہ خود در میاں نمی بینم
بریں دو دیدۂ حیران من ہزار افسوس	۶	کہ با دو آئنہ رویش عیاں نمی بینم
قد تو تا بشد از جویبار دیدۂ من	۷	بجای سرو بجز آب رواں نمی بینم

(۸) من و سفینہ حافظ کہ اندریں دریا
بضاعتِ سخن دُرفشاں نمی بینم (۸)

(۱) ترجمہ۔ زمانہ کا غم کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اسکی دوا سوائے شراب سرخ کے میں اور کوئی نہیں دیکھتا۔

شرح کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۳۱/۱ ت ۲۲/۴ ت ۱۴/۴ ت ۴۵/۹ ت ۴۵/۱۱ ت ۵۰/۷ ت ۲۲/۴ ت ۴۲/۵

د ۶/۱-۲-۳ د ۲۹/۳ د ۵۸/۱ د ۶۸/۷ د ۸۶/۹ د ۱۱۵/۴ ن ۱۱/۴ م ۹/۳ م ۱۱/۴

(۲) ترجمہ۔ مردِ خدا کی نشانی عاشقی ہی ہوش میں آ۔ کیونکہ میں شہر کے مشائخ میں یہ بات نہیں دیکھتا۔

یعنے زاہدانِ شہر عشق سے خالی ہیں۔ اور مردِ خدا کے لئے عشق ضروری ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اِس خمار کی حالت میں کوئی شخص مجھے ایک گھونٹ شراب بھی نہیں دیتا۔ دیکھ کہ مجھے تمام جہان میں کوئی اہلِ دل نظر نہیں آتا

یعنے کوئی ایسا اہلِ دل نظر نہیں آتا جو میرے خمار کا علاج شراب سے کرے دیکھو شعر ت ۶۵/۴

(۴) ترجمہ۔ پیالہ کے آفتاب سے عیش کی بلندی حاصل کر۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اب طالع وقت ایسا نہیں ہے۔

یعنے اپنے طالع سے تو اب چنداں عیش کی امید نہیں جام شراب سے عیش طلب کر۔

(۵) ترجمہ۔ اسکی کمر کے بال کا نشان جسمیں میں نے اپنا دل باندھا۔ مجھ سے نہ پوچھ کیونکہ مجھے تو وہ نظر ہی نہیں آتا۔

(۶) ترجمہ۔ مجھے اپنی دو حیران آنکھوں پر افسوس ہے کہ اِن دو آئینوں کے باوجود اسکے چہرہ کو میں ظاہر نہیں دیکھ سکتا۔

فی الحقیقت یہ آنکھیں روئے محبوب کو نہیں دیکھ سکتیں۔

(۷) ترجمہ۔ جب سے تیرا قد میری آنکھوں کی نہر سے دور ہوا۔ سرو کی بجائے سوائے روان پانی کے میں کچھ نہیں دیکھتا۔

اشکبار آنکھوں کو جوئبار اور قد معشوق کو سرو کہا ہے مطلب یہ ہے کہ جب سے تو میری آنکھوں سے پوشیدہ ہوا ہے۔ میرا کام سوائے رونے کے اور کوئی نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ میں ہوں اور حافظ کی غزلوں کا دیوان کیونکہ اس دریا میں دُرفشان سخن کا سرمایہ میں نہیں دیکھتا۔

تا مگر جرعہ فشاند لبِ جانان بر من	۳	سالہا زان شدہ ام بر درِ میخانہ مقیم
مگرش صحبت دیرینِ من از یاد برفت	۴	ای نسیمِ سحری یاد دہش عہد قدیم
بعد صد سال اگر بر سرِ خاکم گذری	۵	سر برآرد ز گِلم رقص کنان عظمِ رمیم
فکرِ بہبودِ خود ای دل ز درِ دیگر کن	۶	دردِ عاشق نشود بہ ز مداوای حکیم
گوہرِ معرفت اندوز کہ با خود ببری	۷	کہ نصیبِ دگرانست نصابِ زر و سیم
دام سخت ست مگر یار شود لطفِ خدا	۸	ورنہ آدم نبرد صرفہ ز شیطانِ رجیم
غنچہ گو تنگدل از کار فروبستہ مباش	۹	کز دمِ صبح مدد یابی و انفاسِ نسیم
دلبر از ما بصد امید گرفت اول دل	۱۰	ظاہرا عہد فرامش نکند خلقِ کریم

(۱۲)	حافظ از سیم و زرت نیست برو شاکر باش چہ بہ از دولتِ لطفِ سخن و طبعِ سلیم	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ یہ پیرِ مغاں کا فتویٰ ہی اور پرانی بات ہی کہ شراب اس شخص پر حرام ہی۔ جس کا نہ یار ہو نہ ندیم۔
فی الحقیقت یار و ندیم کے بغیر شراب چہ معنے دارد۔

(۲) ترجمہ۔ میں اس خرقۂ ریائی کو چاک کر دونگا کیا کروں کہ روح کے لئے ناجنس کی صحبت ایک سخت عذاب ہے۔
دلق ریائی سے مراد یہاں غالباً جسمِ عنصری ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اس امید میں کہ کبھی معشوق کے لب ایک گھونٹ شراب مجھ پر چھڑکیں گے۔ کئی سال ہوئے کہ میں شرابخانہ کے دروازہ پر مقیم ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ شاید میری دیرینہ صحبت اسے بھول گئی ہی۔ ای نسیمِ سحر اسے عہدِ قدیم (پرانا وعدہ) یاد دلا۔

(۵) ترجمہ۔ سو سال کے بعد بھی اگر تو میری قبر پر سے گذریگا۔ تو میری خاک سے گلی ہوئی ہڈیاں رقص کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہونگی۔
یعنے تیری تشریف آوری کی خوشی میں میری بوسیدہ ہڈیاں بھی رقص کرنے لگیں گی۔

(قائم)	اگر آں شوخ کند بعد فنا یاد مرا		ذرہ ذرہ ہمہ جمع آئم و صورت بندم	

(۶) ترجمہ۔ اے دل اپنی بہبودی کا فکر کسی اور دروازہ سے کر۔ عاشق کا درد طبیب کے علاج سے اچھا نہیں ہوتا۔

	درد مندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست		از سرِ بالینِ من برخیز اے نادان طبیب	

حضرت آدم کی ذراسی لغزش پر انسان کو بہشت چھوڑ کر اس دوزخ میں آنا پڑا۔ وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاَزَلَّھُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْھَا فَاَخْرَجَھُمَا مِمَّا کَانَا فِیْہِ ص وَقُلْنَا اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ۝ (بقرہ)

اور ہم نے کہا کہ اے آدم تو مع اپنی زوجہ کے بہشت میں رہ اور بہشت میں سے ہر مقام سے جو چاہو کھاؤ ۔ لیکن اس درخت کے نزدیک نہ جاؤ ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے۔ پس شیطان نے ان دونوں کو اس سے پھسلایا اور انکو ان نعمتوں سے نکالا۔ جن میں وہ تھے اور ہم نے انکو کہا کہ نیچے اتر جاؤ ایک دوسرے کے دشمن۔ تمہارے لئے مدت تک زمین میں آرام گاہ اور بہرہ مندی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ طوبیٰ کا سایہ حور کی دلجوئی اور حوض کوثر کا کنارہ۔ یہ سب چیزیں تیرے کوچے کی آرزو میں مجھ بھول گئیں۔

(۵) ترجمہ۔ میرے دل کی تختی پر قد یار کے الف کے سوا اور کچھ نہیں۔ میں کیا کروں کہ استاد نے کوئی دوسرا حرف مجھے نہیں سکھایا۔

(۶) ترجمہ۔ میرے بخت کے ستارے کو کسی نجومی نے نہ پہچانا۔ یا خدا میں مادر زمانہ سے کون سا طالع لیکر پیدا ہوا۔

(۷) ترجمہ۔ جب سے میں شراب خانہ عشق کے دروازہ کا حلقہ بگوش ہوا ہوں ہر دم ایک نیا غم مجھے مبارک باد کہنے کو آتا ہے

(۸) ترجمہ۔ اگر آنکھ کی پتلی میرے دل کا خون پیتی ہے تو جائز ہے۔ کیونکہ میں نے کیوں فرزند انسان کو دل دیا یعنی معشوق کو دل دینے کا لازمی نتیجہ ہے کہ دل خون ہو کر آنکھوں سے بہ جائے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ کے چہرہ سے آنسوؤں کو زلف سے پونچھ دے۔ ورنہ یہ متواتر سیلاب میری بنیاد اکھیڑ ڈالیگا۔ سیلاب کا بنیادیں اکھیڑنا ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ میری اشکباری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ میں برباد ہو جاؤنگا اپنی زلفوں سے میرے آنسو پونچھ دے۔

یونہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہاں		دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

غزل (۴۹)

فتویٰ پیر مغاں دارم و عہدیست قدیم	۱	کہ حرام ست می آں راکہ نہ یارست ندیم
چاک خواہم زدن ایں دلق ریائی چہ کنم	۲	روح را صحبت ناجنس عذابیست الیم

(۷)	خرم آن دم کہ چو حافظ بتولای وزیر سرخوش از میکدہ با دوست بکاشانہ روم	(۷)

(۱) ترجمہ۔ اگر میں اس منزلِ غربت سے گھر کو واپس جاؤں تو یہ منت مانی ہے کہ رستے میں ہی شرابخانہ کی طرف جاؤنگا۔

منزلِ غربت سے مراد دنیا یا عارضی غفلت کی حالت۔

(۲) ترجمہ۔ اس سفر سے اگر بخیریت وطن میں پہنچ جاؤں۔ تو پھر جہاں کہیں جاؤنگا عاقل اور دانا ہو کر جاؤنگا۔

یعنے اس سفر سے کافی عبرت حاصل ہوئی ہے پھر اگر کہیں جاؤنگا تو سوچ سمجھ کر جاؤنگا۔

(۳) ترجمہ۔ تاکہ تجھے بتادوں کہ اس سیر سلوک سے مجھ پر کیا کچھ کشف ہوا۔ شرابخانہ کے دروازہ پر بربط اور جام لیکر جاؤنگا۔

یعنے سلوک کے معارف اور حقائق شرابخانہ میں بیٹھکر بربط و چنگ کے ساتھ بیان کرونگا سیر سلوک سے مراد روحانی مدارج کا سفر

(۴) ترجمہ۔ راہِ عشق کے آشنا اگر میرا خون بھی پئیں۔ تو بھی میں اگر کسی بیگانہ کے پاس شکایت کروں تو کافر ہوں۔

یعنے راہِ عشق کے رفیقوں کے جور و ستم کی شکایت اغیار کے پاس جاکر نہیں کرنی چاہیئے

(۵) ترجمہ۔ بعد ازیں میں ہوں اور معشوق کی زنجیر جیسی زلف۔ اس دیوانہ دل کے مقصد کے پیچھے کب تک پھروں

یعنے اسکے بعد اپنے دیوانہ دل کو زنجیرِ زلف میں اسیر کردونگا۔ اس دیوانہ کے پیچھے پیچھے مجھ سے نہیں پھرا جاتا۔

(۶) ترجمہ۔ اگر میں اسکے محراب جیسے خم ابرو کو پھر دیکھ لوں تو سجدۂ شکر بجا لاؤنگا اور شکرانہ ادا کرونگا۔

محراب اور سجدہ کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ وہ دن مبارک ہوگا کہ حافظ کیطرح وزیر کی محبت میں میخانہ سے مست ہو کر معشوق کے ساتھ گھر کو جاؤنگا۔

بعض دیوانوں میں "بتولائے وزیر" کی بجائے "بتمنائے وصال" لکھا ہے۔ وزیر سے مراد وزیرِ عہد ممدوحِ خواجہ صاحب۔

غزل (۵۱)

گرچہ از آتش دل چون خم می در جوشم	۱	مہر بر لب زدہ خون می خورم و خاموشم
قصد جانست طمع در لب جانان کردن	۲	تو مرا بین کہ دریں کار بجان میکوشم

(۷) ترجمہ۔ گوہرِ معرفت حاصل کر جسی تو اپنے ساتھ لیجائے۔ کیونکہ زر و سیم کا نصاب دوسروں کے نصیب میں ہے۔

نصاب زر۔ سرمایہ۔ پونجی۔ اتنا مال جس پر زکوۃ لازم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ زر و سیم یہاں ہی رہ جانے والی چیزیں ہیں۔ گوہرِ معرفت حاصل کر جو ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گا۔

(۸) ترجمہ۔ یہ چال سخت ہے البتہ لطفِ خداوندگار ہو (تو بچاؤ کی صورت ہو سکتی ہے) ورنہ انسان ملعون شیطان پر غالب نہیں آسکتا۔

(۹) ترجمہ۔ غنچہ کو کہو کہ اپنے بند کام سے تنگدل نہ ہو۔ کیونکہ دمِ صبح اور بادِ نسیم کے انفاس سے تجھے مدد ملیگی۔

یعنے غنچہ کو اپنی فروبستگی پر مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ بادِ صبا اور نسیم آکر اسے شگفتہ کردیگی اسی طرح عاشق کو بھی اپنی ناکامیوں پر بیدل نہیں ہونا چاہیے۔ آخر کار گوہرِ مقصود ہاتھ آجائے گا۔

(۱۰) ترجمہ۔ معشوق نے پہلے سو امیدیں دلا کر ہم سے دل لیا۔ ظاہر ہے کہ اس کا خلقِ کریم وعدہ کو فراموش نہیں کریگا۔

یعنے معشوق کی مہربانی اور حسنِ اخلاق سے امید ہے کہ جس وعدہ پر ہمارا دل لیا تھا۔ اسکو نہیں بھولے گا۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تیرے پاس سونا چاندی نہیں ہے۔ تو شاکر رہ۔ کیونکہ لطفِ سخن اور طبعِ سلیم سے بہتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔

یعنے تیری موزوں طبیعت اور لطیف سخن سنجی سب سے بڑی نعمت ہے اور کسی دولت کی کیا ضرورت ہے۔

غزل (۵۰)

گر ازین منزلِ غربت بسوئے خانہ روم	۱	دگر آنجا کہ روم عاقل و فرزانہ روم
زین سفر گر بسلامت بوطن باز رسم	۲	نذر کردم کہ ہم از راہ بمیخانہ روم
تا بگویم کہ چہ کشفم شد ازین سیر و سلوک	۳	بر درِ میکدہ با بربط و پیمانہ روم
آشنایانِ رہِ عشق گرم خون بخورند	۴	کافرم گر بشکایت بر بیگانہ روم
بعد ازین دستِ من و زلف چو زنجیر نگار	۵	تا بکی از پئے کامِ دلِ دیوانہ روم
گر ببینم خمِ ابروی چو محرابش باز	۶	سجدۂ شکر کنم وز پئے شکرانہ روم

حضرت آدمؑ کا دانۂ گندم پر بہشت سے نکلنا معلوم ۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ میرے باپ یعنے آدمؑ نے تو بہشت کی قیمت گندم کے دو دانے مقرر کی تھی ۔ لیکن میں چونکہ خلف الرشید ہوں اس لئے باپ سے بھی دو قدم بڑھ گیا اور بہشت کو ایک جو کے دانے کے برابر بھی نہیں سمجھتا ۔

خواجہ صاحب نے اس شعر میں کمال استغنا ظاہر کیا ہے ۔ اور فرمایا ہے کہ میں بہشت کو ایک دانہ جو کے برابر بھی نہیں سمجھتا چونکہ جو سے شراب بھی بنتی ہے ۔ اس لئے جو کی قیمت بھی فی الحقیقت کچھ کم نہیں ۔ دیکھو ت ۴۲

	یہ بیٹے سے بھی اک خطا ہو گئی ۔	اضافہ ہوئی مجھ سے گندم پہ سے	

ایک پرانے قلمی دیوان میں دوسرا مصرعہ اس طرح ہے ۔ ع من چرا باغ جہاں را بجوے نفروشم

(۷) ترجمہ ۔ میری خرقہ پوشی زیادہ دینداری کی وجہ سے نہیں ہے ۔ بلکہ صدہا پوشیدہ عیبوں کی پردہ پوشی کر رہا ہوں ۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ عموماً خرقہ پوش لوگ دینداری کی وجہ سے خرقہ استعمال نہیں کرتے ۔ بلکہ خلقت پر اپنی پرہیزگاری ظاہر کرنے اور اپنے عیبوں کو پوشیدہ کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔

(امیر خسرو)	از پئے پوشیدن حق کردہ اند	جامہ بہر خلق کردہ اند	

(۸) ترجمہ ۔ میں تو نہیں چاہتا کہ سوائے صاف شراب کے کوئی اور شراب پیوں ۔ (لیکن) اگر پیر مغان کی بات نہ سنوں تو کیا کروں ۔

رواق ۔ معرب راوک (۱) وہ کپڑا جس سے شراب صاف کرتے ہیں ۔ (۲) مجازاً صاف کی ہوئی شراب ۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو صاف شراب پینا چاہتا ہوں لیکن اگر پیر مغاں دُرد نوشی کا حکم دے تو بھی حکم عدولی نہیں ہو سکتی ۔

(۹) ترجمہ ۔ اگر مجلس کا مطرب اسی طرح سے عشقیہ نغمہ سرائی کریگا ۔ تو حافظ کے شعر سماع کے وقت مجھے بے ہوش کر دینگے ۔

دست ۔ قاعدہ ۔ طریقہ ۔ آئین ۔ روش ۔ طرز ۔ رہ زدن ۔ نغمہ سرائی کرنا ۔ گانا ۔

غزل (۵۲)

گرچہ افتاد ز زلفش گرہی در کارم	۱	ہمچناں چشم کشاد از کرمش میدارم
بطرب حمل مکن سرخی رویم کہ چو جام	۲	خون دل عکس بروں میدہد از رخسارم
پردہ مطربم از دست بروں خواہد برد	۳	آہ اگر زانکہ دراں پردہ نباشد بارم

من کی آزاد شوم از غم دل چوں ہر دم	۳	ہندوی زلف بتے حلقہ کند در گوشم
حاش للہ کہ نیم معتقد طاعت خویش	۴	ایں قدر ہست کہ گہ گہ قدحی مینوشم
ہست امیدم کہ علی الرغم عدو روز جزا	۵	فیض عفوش ننہد بار گنہ بر دوشم
پدرم روضۂ رضواں بدو گندم بفروخت	۶	ناخلف باشم اگر من بجوی نفروشم
خرقہ پوشی من از غایت دینداری نیست	۷	پردۂ بر سر صد عیب نہاں می پوشم
می نخواہم کہ بنوشم بجز از راوق می	۸	چہ کنم گر سخن پیر مغاں ننیوشم

(۹) گر ازیں دست زند مطرب مجلس رہ عشق
شعر حافظ برد وقت سماع از ہوشم (۹)

(۱) ترجمہ۔ اگرچہ دل کی آگ سے خم کی طرح جوش میں ہوں۔ لیکن لبوں پر مہر لگائی ہی خون پیتا ہوں اور خاموش ہوں مطلب یہ ہی کہ اگرچہ آتش عشق سے جل رہا ہوں لیکن خاموش ہوں فریاد و شکایت نہیں کرتا۔ خم میں سرخ آتشیں شراب کو آتش وخون سے تشبیہ دی ہی خم کا مہر لب اور خاموش ہونا بھی ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ لب معشوق (کے بوسہ) کی آرزو کرنا اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہی۔ تو مجھ دیکھ کہ میں اس کام میں دل وجان سے کوشش کر رہا ہوں۔

یعنے ایسے خطرناک کام میں کوشش کر رہا ہوں۔ مطلب یہ ہی کہ جان کے بدلے بھی اگر ایک بوسہ مل جائے تو لے لونگا۔

(۳) ترجمہ۔ میں غم دل سے کسطرح آزاد ہو سکتا ہوں جب ہر دم کسی معشوق کی سیاہ زلف مجھ حلقہ بگوش کرتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ مجھے ہرگز ہرگز اپنی عبادت پر بھروسہ نہیں ہی۔ البتہ اتنا ہی کہ کبھی کبھی شراب پی لیتا ہوں۔

قدح نوشی کو بھی یک گونہ طاعت میں شمار کیا ہی مطلب یہ ہی کہ مجھے اپنی طاعت وعبادت پر تو کچھ غرور نہیں ہے البتہ میرے دل میں دردِ عشق موجود ہے اور امید ہے کہ اس سے کچھہ مدد مل جائیگی۔

(۵) ترجمہ۔ مجھے امید ہے کہ علی الرغم دشمناں قیامت کے دن۔ اسکی عفو کا فیض گناہوں کا بوجھ میرے کندھے پر نہیں رکھیگا۔ علی الرغم۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر ت ۱۹۴ مطلب یہ ہی کہ دشمن کی مرضی اور امید کے خلاف خدا قیامت کو روز میرے گناہ بخشدے گا۔

(۶) ترجمہ۔ میرے باپ نے روضۂ رضواں کو دو گندم کے بدلے بیچدیا۔ میں ناخلف ہونگا اگر اسے ایک جو کے بدلے نہ دے ڈالوں۔

مطلب یہ ہے کہ جہاں میرا معشوق ہے وہاں ہوا بھی نہیں پہنچ سکتی۔ پھر ایسا قاصد کون ہے جو میرا پیغام جا کر اسی پہنچائے

(۷) ترجمہ۔ اسکے افسانہ سے بخت کی آنکھہ سو گئی ہے نسیمِ عنایت کہاں ہے کہ مجھے آکر بیدار کرے۔

یعنے اسکی عنایت کی نسیم آکر میرے بختِ خوابیدہ کو بیدار کرے۔

(۸) ترجمہ۔ کل وہ کہتا تہا کہ اے حافظ یہ تمام روی و ریا ہے۔ کہو کہ میں تیرے دروازہ کی خاک کے سوا اور کہاں جاؤں

دوسرا مصرعہ جواب ہے پہلے مصرعہ کے اعتراض کا۔

غزل (۵۳)

گرچہ ما بندگان پادشہیم	۱	پادشاہان ملک صبحگہیم
گنج در آستین و کیسہ تہی	۲	جام گیتی نما و خاک رہیم
ہوشیار حضور و مست غرور	۳	بحر توحید و غرقہ گنہیم
شاہد بخت چوں کرشمہ کند	۴	ماش آئینۂ رخ چو مہیم
شاہ بیدار بخت را ہر شب	۵	ما نگہبان افسر و کلہیم
گو غنیمت شمار صحبت ما	۶	کہ تو در خواب و ما بدیدہ گہیم
شاہ منصور واقف ست کہ ما	ق ۷	روی ہمت بہر کجا کہ نہیم
دشمناں را ز خون کفن سازیم	۸	دوستاں را قبای فتح دہیم
رنگ تزویر پیش ما نبود	۹	شیر سرخیم و افعی سیہیم

(۱۰)	وام حافظ بگو کہ باز دہند کردہ اعتراف و ما گوہیم	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ اگرچہ ہم بادشاہ کے غلام ہیں۔ لیکن ہم ملکِ صبحگاہ کے بادشاہ ہیں

خواجہ صاحب سحرخیز تہے اور حقیقت یہی ہے کہ سحرخیزی ایک بڑی سلطنت ہے دعاء صبح کی مقبولیت مشہور ہے

(۲) ترجمہ۔ خزانہ آستین میں ہے اور جیب خالی ہے۔ ہم جامِ جہاں نما ہیں اور خاکِ راہ ہیں۔

منم آن شاعر ساحر کہ بافسون سخن	۴	از نی کلک ہمہ شہد و شکر میبارم
بصد امید نہادیم دریں بادیہ پای	۵	ای دلیل دل گم گشتہ فرو مگذارم
چوں نشش در گذر باد سے یارم دید	۶	باکہ گویم کہ بگوید سخنے با یارم
دیدہ بخت بافسانہ او شد در خواب	۷	کو نسیمے ز عنایت کہ کند بیدارم

(۸)

دوش میگفت کہ حافظ ہمہ رویست و ریا

بجز از خاک درت با کہ بگو رو آرم

(۸)

(۱) ترجمہ۔ اگرچہ اسکی زلف سے میرے کام میں گرہ پڑ گئی ہے۔ تو بہی مجھے اسکے کرم سے کشائیش کار کی امید ہے

مطلب یہ ہے کہ ہرچند میں ابہی تک ناکام ہوں۔ لیکن اسکے کرم سے کشائش کا امیدوار ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ میرے چہرہ کی سرخی کو خوشی پر محمول نہ کر کیونکہ جام مے کی طرح میرے دل کے خون کا عکس میرے رخسار سے ظاہر ہو رہا ہے۔

جس طرح جام مے خود سرخ نہیں ہوتا بلکہ شراب کی سرخی کا عکس ہوتا ہے۔ اسی طرح میرے چہرہ کی سرخی بہی میری خوشحالی کی دلیل نہیں اور نہ میرا چہرہ حقیقت میں سرخ ہے۔ بلکہ خونِ دل کا عکس ہے۔

(۳) ترجمہ۔ مطرب کا پردہ مجھے بے خود کردیگا۔ افسوس اگر اس پردہ میں بہی مجہے باریابی نصیب نہ ہوئی۔

پردہ مطرب سے مراد سرود۔ پردہ ساز۔ مطلب یہ ہے کہ مطرب کا سرود تو مجھے بے خود کردیگا۔ لیکن افسوس ہوگا اگر پردۂ اسرارِ معرفت میں مجہے باریابی حاصل نہ ہوئی۔

(۴) ترجمہ۔ میں وہ جادو نگار شاعر ہوں کہ میرے سخن کے افسوں سے میرے قلم کے نے سے شہد اور شکر نکلتے ہیں۔

اپنی شیریں کلامی اور سحر نگاری کی تعریف ہے۔

(۵) ترجمہ۔ ہم نے اس جنگل میں سو امیدوں کے ساتہہ قدم رکہا ہے۔ اے دلِ گمشدہ کے رہنما مجہے چہوڑ نہ دینا۔

(۶) ترجمہ۔ جب میں اس کو ہوا کی راہ میں بہی نہیں دیکہہ سکتا۔ تو میں کس کو کہوں کہ میرے معشوق کو جاکر کوئی بات کہے۔

پروانہ او گر برسد در طلب جاں	۲	چوں شمع ہماں دم بدمی جان بسپارم
گر قلب دلم را ننہد دوست عیاری	۳	من نقد رواں در رہش از دیدہ بیارم
دامن مفشاں بر من خاکی کہ پس از مرگ	۴	زیں در نتوانند کہ برد باد غبارم
از بوی کنار تو شدم غرقۂ امید	۵	از موج سرشکم کہ رساند بکنارم
زلفین سیاہ تو بدلداری عشاق	۶	دادند قرارے و ببردند قرارم
امروز مکش سر ز وفای من واندیش	۷	زاں شب کہ من از غم بدعا دست برآرم
ای ساقی ازاں بادہ یکے جرعہ بیاور	۸	کاں بوی شفا میدہد از رنج خمارم

(۹) حافظ لب لعلش چو مرا جان عزیزست
عمری بود آں لحظہ کہ جاں را بلب آرم۔ (۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر معشوق کے کف پا کی خاک میرے ہاتھ لگ جائے۔ تو لوح چشم پر خط غباری تحریر کرونگا۔

خط غبار جلی حروف کی تحریر جو غبار کی مانند نظر آتی ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ حروف کی حدود قائم کرکے حروف کو سیاہ کرنے کی بجائے حدود کے اندر نہایت باریک قلم سے کچھ تحریر کرکے ان حدود کو پر کر دیا جاتا ہے۔ دوم یہ کہ حروف کی حدود کے اندر بجائے سیاہی کے باریک باریک نقطے بھر دیتے ہیں اس تحریر کے حروف بالکل غبار کی طرح نظر آتے ہیں۔ (ارژنگ چین)

شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر پائے معشوق کی خاک مل جائے۔ تو اس کو سرمہ کی بجائے آنکھوں میں لگاؤں خاک اور غبار خط غبار اور لوح۔ نگار۔ اور نگار کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ اگر اس کا حکم جان کی طلبی کے لئے پہنچے۔ تو شمع کی طرح اسی وقت ایک دم میں جان قربان کردوں۔

پروانہ اور شمع میں صنعت ایہام۔ شمع کا دم سے بجھ جانا ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اگر معشوق میرے دل کے کھوٹے نقد کو کسی قیمت کا نہ سمجھے۔ تو میں اسکی راہ میں آنکھوں سے نقدِ رواں بہا دونگا۔

قلب ۔(۱) کھوٹا سکہ (۲) دل۔ لہذا قلب اور دل کی رعایت ظاہر (**عیار**۔ دھاتوں اور سکوں کا خالص ہونا قیمتی ہونا۔ **نقد رواں** جاری اور خالص سکہ۔ یہاں مراد (۱) آنسو یا (۲) جان۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اگر معشوق میرے نقدِ دل کو کسی قیمت کا نہ سمجھے۔ تو میں نقدِ جان بھی اسکی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہوں یا اس کے رستہ پر اشکباری

یعنے ہم اگرچہ بظاہر فقیر ہیں لیکن بلحاظ گنج اسرار کے ہم امیر ہیں۔ اسی طرح باوجود خاکسار ہونے کے ہمارا دل جام جہان نما ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ہم ہوشیار حضور ہیں اور مست غرور۔ بحر توحید ہیں اور گناہوں میں غرق ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہم دنیا میں جو متاع غرور ہے۔ غافل ہیں۔ لیکن محبوب حقیقی کے حضور میں ہشیار ہیں۔ کیونکہ باوجود گناہگار ہونے کے ہمارے اندر توحید کا سمندر ہے اور ہمارے دل میں توحید کی امانت موجود ہے۔

ان تینوں شعروں میں انسانی دل کی متضاد کیفیتوں کا ذکر ہے۔ ایک ہی تصویر کے دو مختلف رخ دکھائے گئے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ بخت کا معشوق جب جلوہ دکھائے۔ تو ہم اسکے چاند جیسے چہرے کا آئینہ ہیں۔

شاہد بخت کی جلوہ نمائی کی آرزو ہے۔

(۵) ترجمہ۔ بیدار بخت بادشاہ کے لئے ہر رات۔ ہم تاج و کلاہ کے نگہبان ہیں۔

یعنے شاہ بیدار بخت (شاہ منصور) کے تاج و کلاہ کی سلامتی کے لئے رات بھر ہم دعا کرتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اسے کہو کہ ہماری صحبت کو غنیمت سمجھے۔ کہ تو سویا ہے اور ہم (دیدگاہ میں ہیں) پاسبانی کر رہے ہیں۔

دیدگاہ یا دیدگاہ۔ دیدبان یا پاسبان کے بیٹھنے کی جگہ۔

(۷) و (۸) ترجمہ۔ منصور جانتا ہے کہ ہم جس جگہ روئے ہمت رکھتے ہیں۔ دشمنوں کے لئے خون کا کفن تیار کرتے ہیں اور دوستوں کو فتح کی قبا دیتے ہیں۔

یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں۔ شاہ منصور کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۹ سوانحعمری۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری دعا سے بادشاہ کے دشمن تباہ اور دوست ظفریاب ہوتے ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ دھوکے کا رنگ ہمارے پاس نہیں ہے ہم سرخ شیر اور سیاہ سانپ ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ کہو کہ حافظ کا قرض ادا کر دیں۔ تو نے خود اعتراف کیا ہے اور ہم گواہ ہیں۔

شاہ منصور سے حافظ کا تقاضا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارا قرض ادا کر دو۔ ہم خود گواہ ہیں کہ آپنے یہ قرض اپنے ذمہ تسلیم کیا تھا خواجہ صاحب خود ہی مدعی ہیں اور خود ہی گواہ منصور بادشاہ مدعا علیہ ہے جو دعوے کا اقبال کرتا ہے۔ غالباً ڈگری ہو گئی ہوگی۔

غزل (۵۴)

برلوح بصر خط غبارے بنگارم	۱	گر دست دہد خاک کف پائی نگارم

در مسجد و میخانہ خیالت اگر آید	۵	محراب کمانخانہ ابروے تو سازم
گر خلوت ما را شبی از رخ بفروزی	۶	چوں صبح در آفاق جہاں سر بفرازم
آن دم کہ بیک خندہ دہم جاں چو صراحی	۷	مستاں تو خواہم کہ گذارند نمازم
محمود بود عاقبت کار دریں راہ	۸	در سر برود در سر سودای ایازم

(۹) **حافظ** غم دل باکہ بگویم کہ دریں دور
جز جام نشاید کہ بود محرم رازم (۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر تیری زلفوں کے خم میں پھر میرا ہاتھ پہنچ جائے۔ تو گیند کی طرح کتنے ہی سر میں تیری چوگاں سے اڑاؤں گا۔

(۲) ترجمہ۔ تیری زلف میرے لیے عمر عزیز ہے۔ لیکن اس زلف دراز سے میرے ہاتھ میں ایک بال بھی نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ اے شمع (معشوق) راحت کا حکم بھیج کہ آج رات دل کی آگ سے شمع کی طرح تیرے سامنے گھلتا ہوں۔

شمع اور پروانہ میں صنعت ایہام۔ پہلے مصرعہ میں شمع سے مراد معشوق۔

(۴) ترجمہ۔ چونکہ مجھ آلودہ کا وجود پاک نہیں ہے۔ اس لئے میکدہ میں میرا سوز و گداز کم نہیں ہوتا

نمازی۔ پاک۔ صاف۔

(۵) ترجمہ۔ اگر مسجد اور میخانہ میں تیرا خیال آجائے۔ تو تیرے ابرو کے کمان خانہ کو محراب بنادوں۔

(۶) ترجمہ۔ اگر تو کسی رات ہماری خلوت کو اپنے چہرہ سے روشن کرے۔ تو میں صبح کی طرح آفاقِ جہاں میں سربلند کرونگا۔

شب اور صبح۔ بفروزی۔ اور بفرازم کا مقابلہ لطیف۔

(۷) ترجمہ۔ جس وقت صراحی کی طرح ایک ہنسی میں جان دے دونگا۔ میں چاہتا ہوں کہ تیرے مست میری نماز جنازہ پڑھیں۔

صراحی سے شراب نکلنے کی آواز کو خندہ کہا ہے اور شراب کو صراحی کی جان۔ لہذا تشبیہ ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ اس راہ میں انجام کار نیک ہو۔ خواہ ایاز کے سودا میں میرا سر بھی چلا جائے۔

مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق میں انجام بخیر ہونا چاہیئے۔ اس بات کی کچھ پرواہ نہیں۔ کہ معشوق کے سودا میں عاشق کی جان چلی جائے۔ ایاز۔ سلطان محمود غزنوی کا غلام اور معشوق تھا۔ یہاں مراد مطلق معشوق۔

محمود اور ایاز میں صنعت ایہام ہے

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ دل کا غم کس سے کہوں کہ اس زمانہ میں جام مے کے سوا اور کوئی میرا محرم راز نہیں ہونا چاہیئے۔

گرونگا۔قلب۔دل۔عیار۔نقدرواں کا مقابلہ ظاہر اور رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔مجھ خاکسار کو چھوڑ کر نہ جا کہ مرنے کے بعد بھی میرے غبار کو ہوا تیرے دروازہ سے اڑا کر نہ لے جاسکیگی۔

دامن افشاندن۔الگ ہوجانا۔چھوڑ دینا۔سفر کرنا۔ترک کردینا۔منہ پھیر لینا۔مطلب یہ ہے کہ مر کر میری خاک بھی تیرے دروازہ سے نہیں اٹھے گی تو مجھے کس لئے چھوڑ کر جاتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔تجھ سے ہمکنار ہونے کی آرزو سے میں (بحر) امید میں غرق ہو گیا۔میرے آنسوؤں کی موج سے مجھ کو کنارے پر پہنچائے۔ یعنے تیرے وصل کی امید میں اشکباری کر رہا ہوں کون ہے جو مجھے آنسوؤں کے اس سیلاب سے کنارے پر پہنچائے۔کنار اور غرقہ میں صنعت ایہام ہے اور کنار و کنار میں صنعت تجنیس تام۔

(۶) ترجمہ۔تیری دو سیاہ زلفوں نے عاشقوں کی دلداری کا وعدہ کیا اور میرا صبر و قرار لے گئیں۔

قرار و قرار میں صنعت تجنیس۔دادند و ببردند کا مقابلہ لطیف۔

(۷) ترجمہ۔آج میرے ساتھ وفاداری کرنے سے انکار نہ کر اور اس رات سے ڈر کہ میں غم کی وجہ سے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤں۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن		اجابت از در حق بہر استقبال مے آید	

(۸) ترجمہ۔اے ساقی اس شراب کا ایک گھونٹ لا جو مجھے رنج خمار سے شفا کی امید دلاتی ہے۔

(۹) ترجمہ۔اے حافظ جب لب لعل تیرے لئے جان عزیز کے برابر ہے تو میں اس لحظہ کو عمر شمار کرونگا جب جان کو لب پر لاؤنگا۔ پہلے مصرعہ کے بیان کے مطابق دوسرے مصرعہ میں لفظ جان سے مراد لب لعل ہے۔مطلب یہ ہے کہ جب معشوق کا لب لعل میرے لب کے ساتھ ملے گا میں اس ایک لحظہ کو تمام عمر کے برابر سمجھونگا۔عام محاورہ میں جان بلب آمدن سے مراد قریب المرگ ہونا۔مرنا۔لہذا عمر اور جان بلب آمدن کا مقابلہ لطیف۔

غزل (۵۵)

گر دست رسد در خم زلفین تو بازم	۱	چوں گوی چہ سرہا کہ بچوگاں تو بازم
زلف تو مرا عمر عزیز ست ولے نیست	۲	در دست سر موی از آں زلف درازم
پروانہ راحت بدہ ای شمع کہ امشب	۳	از آتش دل پیش تو چوں شمع گدازم
چوں نیست وجود من آلودہ نمازی	۴	در میکدہ زاں کم نشود سوز و گدازم

(۴) ترجمہ۔ میرے دل کے خون سے اپنی جبین پر خال بنا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں تجھ کافر مذہب پر قربان ہوں۔
خال سے یہاں مراد وہ تلک یا ٹیکا جو ہندو لوگ ماتھے پر لگاتے ہیں قشقہ بھی کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اے بتِ کافر تو اپنی پیشانی پر قشقہ کسی رنگ سے نہیں بلکہ میرے دل کے خون سے لگا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں تجھ کافر پر قربان ہو گیا ہوں۔

عشقِ ہندو بچہ کرد مرا زار و ضعیف		صندلِ قشقہ شدم رشتۂ زنار شدم	(انعمت خاں عالی)

(۵) ترجمہ۔ اعتقاد ظاہر کر اور خدا کے لئے درگذر کر۔ تاکہ تو نہ جانے کہ اس خرقہ میں میں کیسا نادرویش ہوں۔
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میں خرقہ پوش ہوں اور درویش نظر آتا ہوں لیکن حقیقت میں میں بالکل درویش نہیں۔ درویشی کے خلاف اوصاف مجھ میں موجود ہیں۔ اس لئے خدارا مجھ سے درگذر کر اور میری ظاہری درویشی پر ہی اعتقاد رکھ تاکہ تجھے معلوم نہ ہو جائے کہ میں خرقۂ درویشی میں نادرویش ہوں۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو م ۱/۲
(۶) ترجمہ۔ اے دوست میرے خونبار شعر اس معشوق کو جا کر سنا۔ جس نے سیاہ پلکوں سے میری جان کی رگ پر زخم لگایا ہے۔
(۷) ترجمہ۔ ہمارے دل کے خون کے قطروں سے دامن بچا کر رکھ۔ کیونکہ اگر تو میرے زخم کو چھیڑیگا تو تجھ پر بھی اثر ہوگا۔
یعنے تیرا دامن بھی خون سے آلودہ ہو جائے گا۔
(۸) ترجمہ۔ میں خواہ رند ہوں خواہ شیخ۔ مجھ کو کسی سے کیا کام۔ اپنے راز کی حفاظت کرنے والا اور اپنے وقت کو پہچاننے والا ہوں۔
مطلب یہ ہے کہ میں اپنے راز اور وقت کو بخوبی جانتا ہوں اور اپنی نیکی بدی پہچانتا ہوں۔ خواہ رند ہوں۔ خواہ شیخ۔ مجھ کو کسی سے کیا کام اور کسی کو مجھ سے کیا غرض۔

غزل (۵۷)

ما بر آریم شبے دست و دعائی بکنیم	۱	غمِ ہجراں ترا چارہ ز جائی بکنیم
دلِ بیمار شد از دست رفیقاں مددے	۲	تا طبیبش بسر آریم و دوائی بکنیم
خشک شد بیخ طرب راہ خرابات کجاست	۳	تا دراں آب و ہوا نشو و نمائی بکنیم
آنکہ بے جرم برنجید و بہ تیغم زد و رفت	۴	باز ش آرید خدارا کہ صفائی بکنیم
در رہ نفس کزو سینۂ ما بتکدہ شد	۵	تیر آہے بکشائیم و غزائی بکنیم

غزل (۵۶)

گر من از سرزنش مدعیان اندیشم	۱	شیوۂ مستی و رندی نرود از پیشم
زہد رندان نو آموختہ راہے بدنیست	۲	منکہ بدنام جہانم چہ صلاح اندیشم
شاہ شوریدہ سران خوان من بیساماں را	۳	زانکہ در کم خردی از ہمہ عالم بیشم
بر جبین نقش کن از خون دل من خالے	۴	تا بدانند کہ قربان تو کافر کیشم
اعتقادے بنما و بگذر بہر خدا	۵	تا ندانی کہ دریں خرقہ چہ نادرویشم
شعر خونبار من ای دوست بر یار بخواں	۶	کہ ز مژگان سیہ بر رگ جاں زد نیشم
دامن از شحۂ خونِ دل ما درہم چین	۷	کہ اثر در تو کند گر نخراشی ریشم

(۸) من اگر رندم و گر شیخ چہ کارم باکس
حافظ راز خود و عارف وقت خویشم (۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر میں مدعیوں کی سرزنش سے ڈروں تو مستی اور رندی کا شیوہ مجھ سے پورا نہ ہو سکے گا۔
مطلب یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کے طعنوں اور دشمنوں کی سرزنش سے ڈرے وہ کامل رند نہیں ہو سکتا۔ پروردگار نے بھی اپنے خاص بندوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (مائدہ) اور وہ نہیں ڈرتے ملامت کرنے والوں کی ملامت سے۔

(۲) ترجمہ۔ نوآموختہ رندوں کا زہد کوئی بری بات نہیں ہے لیکن میں جو تمام جہاں میں بدنام ہو چکا ہوں۔ صلاحیت کا کیا خیال کروں۔
مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو ابھی نئے رند بنے ہیں اور اس سلسلہ میں تھوڑی مدت سے قدم رکھا ہے۔ وہ اگر رندی چھوڑ کر زاہد بن جائیں تو کچھ مضائقہ کی بات نہیں لیکن میں پرانا رند ہوں۔ تمام جہاں میں بدنام ہو چکا ہوں میں اب رندی کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں اور زہد و صلاح کیسے اختیار کر سکتا ہوں (حقیقت میں نوآموز رندوں پر حملہ ہے)

(۳) مجھ بے ساماں کو شوریدہ سروں کا بادشاہ کہہ کیونکہ بے عقلی میں تمام جہاں سے میں بڑھ کر ہوں۔
یعنے میں دیوانگان عشق کا بادشاہ ہوں۔ کیونکہ سب سے زیادہ بے عقل ہوں۔

بت ہست سیہ آبیست در کوزہ نہاں	نفس مر آب سیاہ رچشمہ داں
بت شکستن سہل باشد نیک سہل	سہل دیدن نفس را جہل است جہل

خواجہ صاحب نے نفس امارہ کو مارنے کا نام غزا رکہا ہے مولانا روم اس کو جہاد الاکبر کہتے ہیں۔

اے شہاں کشتیم ما خصم بروں	ماند خصمے زو بتر در اندروں
خصم بیروں قصد بجاں ما کند	نفس قصد بردن ایمان کند
چونکہ واگشتم ز پیکار بروں	روی آوردم بہ پیکار دروں
قد رجعنا من جہاد الاصغریم	با مدد اندر جہاد الاکبریم
سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند	شیر آنست آنکہ خود را بشکند

خواجہ صاحب نفس کے بت کو توڑنے کے لئے تیر آہ استعمال کرتے ہیں۔ شیخ محمد ابراہیم ذوق کا شعر ہے۔

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا	نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

(۶) ترجمہ۔ اے دل رندوں کے دل سے مدد طلب کر ورنہ یہ کام مشکل ہے ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی غلطی کر جائیں۔

مطلب یہ ہے کہ راہ عشق میں سالک کی امداد اور رہنمائی ضروری ہے ورنہ گمراہی کا اندیشہ ہے۔

(۷) ترجمہ۔ کم حوصلہ پرندے کا سایہ کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا ہم کسی ہما کے مبارک سایہ کی طلب کرتے ہیں۔

ہما۔ ایک پرندے کا نام جو ہڈیاں کہاتا ہے اور جسکی نسبت مشہور ہے کہ جس شخص کے سر پر اسکا سایہ پڑ جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کس و ناکس سے فائدہ کی امید نہ رکہہ کسی کامل رہبر کی تلاش کر۔

(۸) ترجمہ۔ میرا دل پردہ سے باہر ہو گیا۔ خوش لہجہ حافظ کہاں ہے۔ تاکہ اس کے قول و غزل سے ساز و نوا کا انتظام کریں۔

مطلب یہ ہے کہ میرا دل پریشان ہو گیا ہے اور طبیعت ناموزون۔ حافظ کہاں ہے کہ اسکی غزلوں سے ساز و نوا کا کچھ انتظام کریں

غزل (۵۸)

ما سرخوشان مست دل از دست دادہ ایم	۱	ہمراز عشق و ہمنفس جام بادہ ایم
بر ما بسی کمان ملامت کشیدہ اند	۲	تا کار خود ز ابروے جاناں کشادہ ایم
اے گل تو دوش جام صبوحی کشیدہ	۳	ما آں شقایقیم کہ با داغ زادہ ایم

مددازخاطررندان طلب ای دل ورنہ	۶	کارصعبست مباداکہ خطائی بکنیم
سایۂ طائرکم حوصلہ کارے بکند	۷	طلب سایۂ میموں ہمائی بکنیم
(۸)	دلم ازپردہ بشد حافظ خوش لہجہ کجاست تابقول وغزلش سازونوائی بکنیم	(۸)

(۱) ترجمہ ہم ایک رات ہاتھ اٹھائیں اور دعا کریں تیرے ہجر کے غم کا علاج کسی جگہ سے کریں۔
کسی جگہ یعنی دعا کے ذریعے سے۔

(۲) ترجمہ:- اے دوستو مدد کرو کہ میرا بیمار دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ تاکہ طبیب کو اس کے پاس لائیں اور کوئی دوا کریں۔
اس مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۳

(۳) ترجمہ:- خوشی کی جڑ خشک ہوگئی ہے۔ خرابات کا رستہ کدھر ہے۔ تاکہ اس آب وہوا میں اسکی نشو ونما کریں۔
یعنے درخت طرب کی جڑ خشک ہوگئی ہے۔ شراب خانہ کے پانی سے اسے سرسبز کریں۔ حاصل کلام یہ کہ ہم مغموم ہیں شراب سے غم غلط کریں۔

(۴) ترجمہ:- وہ جو بغیر جرم کے مجھ سے ناراض ہوگیا مجھے تلوار سے مارا اور چلا گیا۔ خدا کے لئے اسے واپس لاؤ کہ صفائی کریں۔
یعنے معشوق مجھ بے گناہ سے ناراض ہوا اور تلوار سے مار کر چلا گیا اسے واپس لاؤ کہ باہم صلح وصفائی کریں۔

(۵) ترجمہ:- نفس کی راہ میں جس سے ہمارا سینہ بتکدہ بن گیا ہے۔ آہ کا تیر چلائیں اور غزا کریں۔
نَفْس بفتح اول وسکون ثانی۔ نفس تین قسم کا ہے۔ (۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس مطمئنہ۔ یہاں نفس امارہ مراد ہے۔ جو لذت وحظوظ فانی ممنوعہ کیطرف حکم کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ (یوسف) غزا۔ دشمن دین کے ساتھ جنگ کرنا مذہبی اغراض کے لئے لڑائی۔ شعر کا مطلب یہ ہے نفس امارہ کو جو دشمن دین ہے مارنے کے لئے غزا کریں اور اسے آہوں کے تیروں سے قتل کریں (یعنے آہ وانفعال سے اپنے گناہوں کو بخشوائیں) نفس امارہ فی الحقیقت بمنزلہ ایک بت کے ہے اور اسکا مطیع بت پرست ہوتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

مادر بتہا بت نفس شماست		زانکہ آں بت مارو ایں بت اژدہاست
آہن وسنگ است نفس وبت شرار		واں شرار از آب میگردد قرار
سنگ وآہن زآب کے ساکن شود		آدمی باایں دوکے ایمن شود

(۷) ترجمہ - تو نے کہا ہے کہ اے حافظ یہ تمام رنگ وخیال کیا ہے۔ غلط نقش نہ پڑھ کہ ہم وہی سادہ تختی ہیں دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ تمام رنگ وخیال جو تجھ کو نظر آتے ہیں نقشِ غلط ہیں۔ وہی تصویریں ہیں حقیقت میں ہم وہی لوحِ سادہ ہیں جیسے کہ تھے - اور یہ تمام نقش ورنگ وجودِ مطلق کے انوار کے پرتو اور عکس ہیں

حقیقت کز تعین شد معین	تو او را د عبادت گفتہ من
من وتو عارضِ ذاتِ وجودیم	مشبکہائے مشکاتِ وجودیم

غزل (۵۹)

ما ورد سحر بر درِ میخانہ نہادیم	۱	اوقاتِ دعا در رہِ جانانہ نہادیم
سلطانِ ازل گنجِ غمِ عشق بما داد	۲	تا روی دریں منزلِ ویرانہ نہادیم
در خرقہ صد عاقل و زاہد زند آتش	۳	ایں داغ کہ ما بر دلِ دیوانہ نہادیم
در دل ندہم رہ پس ازیں مہرِ بتاں را	۴	مہرِ لبِ او بر درِ ایں خانہ نہادیم
چوں میرود ایں کشتیٔ سرگشتہ باآخر	۵	جان در سرِ آں گوہرِ یکدانہ نہادیم
المنۃ للہ کہ چو ما بیدل و دیں بود	۶	آں را کہ خرد پرور و فرزانہ نہادیم
در خرقہ ازیں بیش منافق نتواں بود	۷	بنیاد ازیں شیوۂ رندانہ نہادیم

(۸) قانع بخیالے ز تو بودیم چو حافظ
یارب چہ گدا ہمت و شاہانہ نہادیم (۸)

(۱) ترجمہ - ہم نے صبح کے ورد کو میخانہ کے دروازہ پر رکھدیا۔ دعا کے اوقات کو معشوق کی راہ میں ڈال دیا۔
مطلب یہ ہے کہ ہم نے وردِ صبح اور دعا کے حاصل کو شراب اور شاہد پر نثار کردیا۔
(۲) ترجمہ - سلطانِ ازل نے غمِ عشق کا خزانہ ہم کو دیا جب کہ ہم نے اس منزلِ ویران کی طرف رخ کیا۔
یعنے دنیا میں آتے وقت سلطانِ ازل نے ہم کو غمِ عشق کا خزانہ دیا۔
(۳) ترجمہ - سو زاہدوں اور عقلمندوں کے خرقہ کو آگ لگادیگا۔ یہ داغ جو ہم نے اپنے دیوانہ دل پر لگایا ہے۔

پیر مغاں ز توبۂ ما گر ملول شد	۴	گو بادہ صاف کن کہ بعذر ایستادہ ایم
کار از تو میرود مددی اے دلیل راہ	۵	انصاف میدہیم کہ ازرہ فتادہ ایم
چوں لالہ می مبیں و قدح درمیان کار	۶	ایں داغ بیں کہ بر دل خونیں نہادہ ایم

(۷)

گفتی کہ حافظ ایں ہمہ رنگ و خیال چیست
نقشے غلط مخواں کہ ہماں لوح سادہ ایم

(۷)

(۱) ترجمہ۔ ہم سرخوش مستونے دل ہاتھہ سے دیدیا ہے۔ ہم عشق کے ہمراز اور جام بادہ کے ہم نفس ہیں۔

سرخوش اور مست کے لئے دیکھو شعرت ۲/۴

(۲) ترجمہ۔ لوگوں نے ہم پر ملامت کی بہت کمانیں کھینچی ہیں۔ جب سے کہ ہم نے معشوق کے ابرو سے کشایش کار حاصل کی ہے۔

کمان اور ابرو کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اے پھول تو نے کل شراب صبح پی ہے۔ ہم وہ گل لالہ ہیں کہ داغ کے ساتھہ پیدا ہوئے ہیں۔

شقائق۔ گل لالہ۔ یہ لفظ بمعنے جمع و مفرد ہر دو استعمال ہوتا ہے۔ مجازاً بمعنے مطلق گل۔ شقایق نعمان لالہ کی ایک نامعلوم قسم ہے جسکا پھول نہایت سرخ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پھول تو ابھی عشق میں نوآموز ہے اور خوش و خرم ہے۔ اس نے تو ابھی کل شراب پی ہے۔ لیکن ہم روز ازل سے عاشق ہیں اور لالہ کی طرح داغ عشق سے کر پیدا ہوئے ہیں۔ نوآموز اور ازلی عاشقوں کا مقابلہ کیا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ پیر مغاں ہماری توبہ سے اگر ملول ہوگیا ہے تو اسے کہو کہ پیالہ (یا شراب) صاف کرے کہ ہم عذر کے لئے تیار ہیں

یعنے اگر ہماری توبہ سے پیر مغان ناراض ہے تو ہم توبہ کو توڑنے پر تیار ہیں اور شراب پینے پر رضامند

(۵) ترجمہ۔ اے رہنما مدد کر کہ تجہہ سے ہی کام چلے گا۔ ہمارا انصاف کر کہ ہم رستہ سے بھٹک گئے ہیں۔

میدہیم یعنے میدہی مرا۔

(۶) ترجمہ لالہ کی طرح شراب اور پیالہ کو درمیان نہ دیکہہ۔ یہ داغ دیکہہ جو ہمارے خونین دل پر لگا ہے۔

گل لالہ شکل میں پیالہ سے مشابہ ہوتا ہے اور اسکے اندر ایک داغ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گل لالہ کی طرح میرے دل پر بھی ایک داغ ہے اسے دیکہہ۔ شراب اور پیالہ کو کیا دیکھتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ میری شراب نوشی پر اعتراض نہ کر۔ میرے دل کی طرف دیکہہ کہ اسکی کیا حالت ہے۔

(۷) حافظ ایں خرقۂ پشمینہ بیندازکہ ما (۸)
از پی قافلہ با آتش و آہ آمدہ ایم

(۱) ترجمہ۔ ہم اس دروازہ پر حشمت وجاہ کے لئے نہیں آئے۔ حادثہ کے ہاتھہ سے اس جگہ پناہ کے لئے آئے ہیں۔
ایں در سے مراد درِ میخانہ۔ مطلب یہ ہے کہ حوادثِ زمانہ سے بچنے کے لئے ہم شرابخانہ میں آئے ہیں کیونکہ شراب غم ربا ہے
یہ شعر خواجہ صاحب کے مشہور ترین اشعار میں سے ہے اور اکثر تحریر و تقریر میں استعمال ہوتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ ہم منزلِ عشق کے مسافر ہیں اور ملکِ عدم کی سرحد سے وجود کی ولایت تک یہ تمام رستہ طے کر کے آئے ہیں۔
بمفوائے "کنت کنزاً مخفی الخ" آفرینشِ عالم کا باعث عشق ہوا ہے۔ شاہدِ حقیقی نے انسان کو سرحدِ عدم سے ملکِ وجود کیطرف اسی لئے راہی کیا کہ وہ اسے پہچانے اور اس کا عاشق ہو۔ گویا دنیا بھی منازلِ عشق میں سے ایک منزل ہے اس لئے عدم سے ہستی تک یہ دور دراز رستہ عاشق کو طے کرنا پڑا۔ عارف جامی نے نہایت تفصیل اور توضیح کے ساتھ اس مضمون کو ادا کیا ہے۔

دراں خلوت کہ ہستی بے نشاں بود	بکنج بیخودی عالم نہاں بود
وجودے بود از نقشِ دوئی دور	ز گفت و گوئے مائی و توئی دور
جمالِ مطلق از قیدِ مظاہر	بنورِ خویش ہم بر خویش ظاہر
صبا از طرہ اش نگسستہ تارے	ندیدہ چشمش از سرمہ غبارے
نوائے دلبری با خویش میساخت	قمارِ عاشقی با خویش مے باخت
ولے زانجا کہ حکمِ خوبروئیست	ز پردہ خوبرو در تنگ خوئیست
نکورو تابِ مستوری ندارد	چو در بندی سر از روزن بر آرد
چو ہر جا ہست حسن اینش تقاضاست	نخست ایں جنبش از حسنِ ازل خاست
بروں زد خیمہ ز اقلیمِ تقدس	تجلے کرد بر آفاق و انفس
از و یک لمعہ بر ملک و ملک تافت	ملک سرگشتہ خود را چوں فلک یافت
ازاں لمعہ فروغے بر گل افتاد	ز گل شورے بجانِ بلبل افتاد
جمالِ اوست ہر جا جلوہ کردہ	ز معشوقانِ عالم بستہ پردہ

مطلب یہ ہی کہ داغ عشق جو ہمارے مجنون دل پر ہے۔ عقل اور زہد سے بدرجہا افضل ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اسکے بعد معشوقوں کی محبت کو دل میں رستہ نہیں دونگا۔ ہم نے اس گھر کے دروازہ پر اسکی لب کی مہر لگادی ہے

مطلب یہ ہے کہ اب ہمارے دل پر ہمارے معشوق کی مہر لگ چکی ہے۔ اسکے بغیر اب کسی اور معشوق کی محبت ہمارے دل میں اثر نہیں کرسکتی۔

(۵) ترجمہ۔ دیکھیے یہ سرگشتہ کشتی آخر کسطرح جاتی ہے۔ ہم نے تو اس گوہر یکدانہ کے خیال میں جان رکھدی ہے۔

مطلب یہ ہی کہ ہم بحر عشق میں اس در یتیم کی جستجو میں جان دینے کو تیار ہیں۔ دیکھیے ہمارے وجود کی سرگشتہ کشتی کا انجام کیا ہو۔

(۶) ترجمہ۔ خدا کا احسان ہی کہ وہ شخص بھی ہماری طرح ہی بیدل و دین ثابت ہوا جسکو ہم نے خردمند اور دانا سمجھا۔

مطلب یہ ہی کہ نہ صرف دیوانے بلکہ فرزانے بھی اسکو عشق میں دل و دیں ہار دیتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ خرقہ میں اس سے زیادہ منافق نہیں ہوا جاتا۔ ہم نے اسکی بنیاد اس رندانہ شیوہ سے رکھی ہے

مطلب یہ ہے کہ خرقہ پوش ہوکر منافق بننا ہمارے لئے تو بہت مشکل ہے۔ اس لئے ہم نے شیوۂ رندی اختیار کیا ہے۔ زاہد خرقہ پوش اگر منافق رہ سکتا ہے تو رہے۔

(۸) ترجمہ۔ ہم حافظ کی طرح تیرے ایک خیال پر قانع تھے۔ یارب ہم کیسے گداہمت اور شاہانہ طبیعت کے آدمی ہیں

مطلب یہ ہی کہ جو شخص اپنے محبوب کے خیال میں مست رہتا ہے۔ وہ باوجود گدا ہونے کے بادشاہ ہے۔

غزل (۶۰)

ما بدیں در نہ پی حشمت و جاہ آمدہ ایم	۱	از بد حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم
رہرو منزل عشقیم و ز سرحد عدم	۲	تا باقلیم وجود این ہمہ راہ آمدہ ایم
سبزۂ خط تو دیدیم و ز بستان بہشت	۳	بطلبگاری این مہر گیاہ آمدہ ایم
با چنین گنج کہ شد خازن او روح امین	۴	بگدائی بدر خانۂ شاہ آمدہ ایم
لنگر حلم تو ای کشتی توفیق کجاست	۵	کہ دریں بحر کرم غرق گناہ آمدہ ایم
آبرو میرود ای ابر خطا پوش ببار	۶	کہ بدیوان عمل نامہ سیاہ آمدہ ایم

غزل (۱۶)

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم	۱	خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم
تا درخت دوستی کی بر دہد	۲	حالیا رفتیم و تخمی کاشتیم
گفتگو آئیں درویشی نبود	۳	ورنہ با تو ماجرا ہا داشتیم
شیوہ چشمت فریب جنگ داشت	۴	ما غلط کردیم و صلح انگاشتیم
نکتہ ہا رفت و شکایت کس نہ دید	۵	جانب حرمت فرو نگذاشتیم
گلبن حسنت نہ خود شد دلفریب	۶	ما دم ہمت برو بگماشتیم
چوں نہادی دل بمہر دیگراں	۷	ما امید از وصل تو برداشتیم

(۸) گفت خود دادی بما دل حافظا — ما محصل بر کسے نگماشتیم (۸)

(۱) ترجمہ ہم کو دوستوں سے دوستی کی امید تھی۔ لیکن جو کچھ ہم نے سمجھا غلط تھا۔
یعنے دوستوں سے دوستی کی امید رکھنا غلط خیال ہے۔

وقت بد میں نہ ہوا کوئی امیر کے شریک	یار سمجھا تھا میں جسکو وہ مرا یار نہ تھا

اسی مضمون پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں

اَخِلَّاءُ اِذَا اسْتَغْنَيْتَ عَنْهُمْ	وَاَعْدَاءٌ اِذَا نَزَلَ الْبَلَاءُ

یعنے جب تو ان لوگوں کو مستغنی ہوتا ہے تو یہ تیرے دوست ہوتے ہیں اور جب مصیبت کا وقت آتا ہے تو دشمن بن جاتے ہیں۔

تا جہاں است از جہاں اہل وفا برخاست	نیک عہدے بر نیاید آشنائے برنخاست
گوئی اندر کشور یار سمے خیزد وفا	یا خود اندر ہفت کشور ہیچ جائے برنخاست

(۲) ترجمہ دیکھیے دوستی کا درخت کب پھل لاتا ہے۔ فی الحال ہم گئے ہیں اور بیج بو آئے ہیں۔

	بہر پردہ کہ بینی پردگی اوست	قضا جنبان ہر دل بردگی اوست

اسی مضمون پر ہے۔

	عدم سے جانب ہستی تلاش یار میں آئے	امید بوئے گل پروادی پرخار میں آئے

(۳) ترجمہ۔ تیرے سبزۂ خط کو ہم نے دیکھا اور باغ بہشت سے ہم اس مہر گیاہ کی طلب میں یہاں آئے۔

مہر گیاہ۔ یا مردم گیاہ۔ ایک گھاس ہے۔ اسکی جڑ انسانی صورت کی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص اسے اپنے پاس رکھے تمام دنیا اس پر مہربان ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب نے معشوق کے سبزۂ خط کو مہر گیاہ سے تشبیہ دی ہے اور فرماتے ہیں کہ ہم نے باغ بہشت میں تیرے سبزۂ خط کو روئے زمین پر دیکھا اسلئے ہم بہشت کو چھوڑ کر زمین پر آ گئے۔ دیکھو ت ۔

(۴) ترجمہ۔ باوجود ایسا خزانہ پاس ہونے کے جسکا خزانچی روح الامین ہے۔ ہم بادشاہ کے گھر کے دروازہ پر گدائی کو لئے آئے ہیں۔

روح امین ۔ روح الامین۔ روح مکرم۔ روح الاعظم۔ خطاب جبریل علیہ السلام۔ گنج سے مراد خزانہ اسرار معرفت و حقیقت۔

(۵) ترجمہ۔ اے توفیق کی کشتی تیرے حلم کا لنگر کہاں ہے۔ کہ ہم اس بحر کرم میں گناہوں میں غرق ہیں۔

خواجہ صاحب کشتی توفیق کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ ہم اس دریائے معاصی میں غرق ہوئے جا رہے ہیں۔ ہم کو ساحل پر پہنچا۔ مطلب یہ ہے کہ اے کریم خطاپوش! تجھے توفیق حاصل ہے۔ ہم کو گناہوں سے بچا۔ اور ساحل نجات پر لے جا۔

(۶) ترجمہ۔ اے ابر خطاپوش! برس کہ میری آبرو جاتی ہے۔ کیونکہ ہم دیوان عمل میں سیاہ اعمال نامہ لیکر آئے ہیں

دیوان عمل سے مراد وہ مقام جہاں قاضی روز حساب بندوں کے اعمال کا حساب لیگا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم گنہگار ہیں ہمارے اعمالنامے سیاہ ہیں۔ اے کریم خطاپوش تو اپنے ابر عفو و مغفرت سے ہمارے سیاہ اعمال ناموں کو دھو دے اور ہمیں پاک و صاف کر دے۔

آبرو اور ابر کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اس خرقۂ پشمینہ کو اتار کر پھینک دے۔ کیونکہ ہم قافلہ کے پیچھے آتش و آہ لے کر آئے ہیں

مطلب یہ ہے کہ ہم آتش عشق اور آہ و انفعال رکھتے ہیں۔ ہمیں زہد ظاہری کی ضرورت نہیں۔

غزل (۶۲)

ما نگوییم بد و میل بناحق نکنیم	۱	جامۂ کس سیہ و دلق خود ازرق نکنیم
رقم مغلطہ بر دفتر دانش نکشیم	۲	سر حق با ورق شعبدہ ملحق نکنیم
عیب درویش و توانگر بکم و بیش بدست	۳	کار بد مصلحت آنست کہ مطلق نکنیم
خوش برانیم جہاں در نظر راہ رواں	۴	فکر اسپ سیہ و زین مغرق نکنیم
آسماں کشتی ارباب ہنر می شکند	۵	تکیہ آں بہ کہ بریں بحر معلق نکنیم
شاہ اگر جرعۂ رنداں نہ بحرمت نوشد	۶	التفاتش بمی صاف مروق نکنیم
گر بدی گفت حسودی و رفیقی رنجید	۷	گو تو خوش باش کہ ما گوش با حمق نکنیم

(۸) حافظ ار خصم خطا گفت نگیریم برو
ور بحق گفت جدل با سخن حق نکنیم (۸)

(۱) ترجمہ۔ ہم کسی کو برا نہیں کہتے اور ناحق کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ کسی کے جامہ کو سیاہ نہیں کرتے۔ اور اپنی گدڑی کو ریائی نہیں بناتے۔

(۲) ترجمہ۔ دانائی کی کتاب پر غلطی کا خط نہیں کھینچتے۔ حقیقت کے بھید کو شعبدہ کے ورق کے ساتھ نہیں ملاتے۔

مغلطہ۔ بالفتح۔ وہ جگہ جہاں آدمی غلطی یا شبہ میں پڑ جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے دفتر دانش کو مغلطہ نہیں بناتے اور حقیقت کو شعبدہ کے ساتھ نہیں ملاتے۔

(۳) ترجمہ۔ درویش اور تونگر کی عیب جوئی کم و بیش دونو برے کام ہیں مصلحت یہی ہے کہ برا کام ہم مطلق نہ کریں
مطلب یہ ہے کہ کسی کی عیب اور عیب جوئی نہیں کرنی چاہیے۔ خواہ وہ تونگر ہو خواہ درویش۔

(۴) ترجمہ۔ رہروؤں کی نظر میں ہم جہاں کو اچھی طرح چلاتے ہیں۔ نہ مشکیں گھوڑے کی فکر ہے اور نہ مغرق زین کی

مغرق۔ غرق ہو گیا ہوا۔ زر و سیم مغرق۔ جواہرات سے آراستہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا میں آزادانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسپ و زین کی فکر نہیں رکھتے۔

جیسے ہم نے دوستی کا بیج بویا ہے۔ دیکھئیے یہ درخت پھل کب لاتا ہے۔ خاقانی کی رائے میں تو دوستی کا بیج کبھی اگتا ہی نہیں بار آور ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔

بادرم کن کز بختیتیں تخم آدم تا کنوں	در زمین مردمی مردم گیاے بر نخاست

(۳) ترجمہ۔ گفتگو کرنا آئین درویشی کے خلاف ہے۔ ورنہ تیرے ساتھ ہماری کئی باتیں تھیں۔

مطلب یہ ہے کہ شکوہ و شکایت درویشوں کے مناسب حال نہیں ہے۔ ورنہ کہنے کو بہت باتیں تھیں۔ بارگاہ محبوب مطلق میں پابندی آئین ایسی ہی ہونی چاہئے لیکن ظاہر ہے کہ بعض اوقات عاشق بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال کا مشہور و معروف **شکوہ** اس مجبوری کی ایک نہایت عمدہ مثال ہے۔

رات میخانہ میں اک گوشہ سے آتی تھی صدا	دل میں سب کچھ ہے مگر رخصت گفتار نہیں

اسی مضمون پر مرزا غالب کا شعر ہے

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں	ورنہ کیا بات کر نہیں آتی۔

(۴) ترجمہ۔ تیری آنکھ کا شیوہ جنگ کا فریب رکھتا تھا۔ ہم نے غلط سمجھا اور اسے صلح خیال کیا۔

(۵) ترجمہ۔ کئی نکتے بیان ہوئے لیکن شکایت کسی نے نہ دیکھی کیونکہ ہم نے حرمت کے پہلو کو نہ چھوڑا۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے محبوب کے درمیان کئی نکتے اور لطیفے ہوئے۔ لیکن ہماری گفتگو میں کسی کو شکائت نظر نہ آئی۔ وجہ یہ تھی کہ محبوب کے ساتھ گفتگو کے دوران میں ہم نے حرمت اور ادب کے قواعد کو ملحوظ رکھا۔ پہلا مصرعہ کا ترجمہ اسطرح بھی ہوسکتا ہے کہ کئی نکتے بیان ہوئے اور شکائتیں ہوئیں لیکن کسی کو معلوم نہ ہوسکا کیونکہ ہم نے شکایت کے وقت بھی حرمت کے پہلو کو نظر انداز نہ کیا۔ بعض پرانے قلمی دیوانوں میں پہلا مصرعہ اسطرح ہے۔ ع نکتہ ہا رفت و شکایت کس نہ کرد۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے حسن کا باغ خود بخود ہی دلفریب نہیں ہوا۔ بلکہ ہم نے اس پر دم ہمت کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ دلفریبی جو معشوق کے حسن میں ہے۔ عاشقوں کے یمن و برکت سے ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ پیران نمی پرند مریداں ہے پرانند معشوق بھی ایک حد تک عاشقوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ جب تو نے دوسروں کی محبت میں دل لگایا۔ تو ہم نے تیرے وصل کی امید منقطع کر دی۔

(۸) ترجمہ۔ معشوق نے کہا کہ اے حافظ تو نے خود ہمیں دل دیا ہے۔ ہم نے کسی پر محصل مقرر نہیں کیا تھا۔

محصل۔ وہ اہل کار جو سرکاری محاصلات ٹکس وغیرہ جمع کرتا ہے۔ غرضکہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم سے دل چھین کر نہیں لیا اور نہ کوئی محصل مقرر کیا تھا جو تم سے دل چھین لایا۔ تم نے خود برضا و رغبت ہم کو دل دیا۔ اب شکائت فضول ہے۔

مصرع اول		مصرع دوم
سزد کز خاتم لعلش زنم لاف سلیمانی	۶	چو اسم اعظمم باشد چه باک از اہرمن دارم
خدا را ای رقیب امشب زمانی دیدہ بر ہم نہ	۷	کہ من با لعل خاموشش نہانی صد سخن دارم
گرم صد لشکر از خوبان بقصد دل کمین سازند	۸	بحمد اللہ والمنۃ بتی لشکر شکن دارم
الا ای پیر فرزانہ مکن عیبم ز میخانہ	۹	کہ من در ترک پیمانہ دل پیمان شکن دارم
چو در گلزار اقبالش خرامانم بحمد اللہ	۱۰	نہ میل لالہ و نسرین نہ برگ یاسمن دارم

(۱۱)	برندی شہرہ شد حافظ پس از چندین ورع اما چہ غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ میرا معشوق کے ساتھ وعدہ ہی کہ جب تک جان بدن میں ہی اس کے کوچہ کی آرزو کو اپنی جان کی طرح عزیز رکھونگا۔

(۲) ترجمہ۔ خلوتِ دل کی صفائی اس شمعِ چگل سی ڈھونڈھتا ہوں۔ آنکھہ کی روشنی اور دل کا نور اس ماہِ ختن سی حاصل کرتا ہوں
چگل بکسر تین۔ ترکستان میں ایک حسن خیز شہر کا نام ہے ختن بضم دل و فتح ثانی حدود چین میں ایک شہر کا نام حسینوں کے لئے مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری طبیعت کی صفائی دل کا نور اور آنکھوں کی روشنی یہ تمام چیزیں معشوق کی برکت سے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ دل کی آرزو اور مقصد کے مطابق جب مجھے خلوت حاصل ہی تو انجمن میں بدگو لوگوں کی خباثت سی مجھی کیا ڈر ہی۔
مطلب یہ ہی کہ جب دل کو اطمینان آزادگی اور خلوت حاصل ہو۔ تو محفل میں دشمنوں کی بدگوئی سی کچھہ ڈر نہیں ہوتا

(۴) ترجمہ۔ میرے پاس خوشگوار شراب بھی ہی۔ یار مہربان ساقی بھی کوئی شخص ایسا یار نہیں رکھتا جیسا کہ میں رکھتا ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ میرے گھر میں ایک ایسا سرو ہی کہ اسکے قد کے سایہ میں سروِ بستانی اور شمشادِ چمن سی مجھے فراغت حاصل ہے
مطلب یہ ہی کہ باغ و بستان میں جا کر مجھے سرو و شمشاد کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ میرا معشوق ان سی زیادہ موزون قد اور سہی قامت ہے۔

(اقتباس)	چو در گلشن نمائی جلوہ گر آن قد رعنا را		شود انگشت حسرت سرو در کام چمن پیرا

(۶) ترجمہ۔ اسکے خاتم لعل سی اگر میں سلیمانی کا دم ماروں تو بجا ہے۔ جب میرے پاس اسم اعظم ہے۔ تو دیو سی کیا ڈر
اسم اعظم۔ خدا تعالے کے تمام ناموں سے بڑا نام۔ اسکی تعیین میں بڑا اختلاف ہی۔ بعض کے نزدیک اللہ بعض کے نزدیک مہیمن ہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کہتے ہیں کہ جس کو اسم اعظم یاد ہو شیطان اور دیو اسکے نزدیک نہیں آسکتے حضرت سلیمان ع

نہ بر اشتر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم	نہ شہنشاہ رعیت نہ غلام شہر یارم

(۵) ترجمہ۔ آسمان ارباب ہنر کی کشتی کو توڑ دیتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم اس معلق سمندر پر بھروسہ نہ کریں۔ آسمان کو معلق سمندر کہا ہے۔ کیونکہ یہ سمندر کیطرح نیلگوں ہے اور معلق ہے۔ کشتی و بحر کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان ہمیشہ ارباب ہنر کا دشمن رہا ہے اس لئے ہمیں آسمان پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ مزید شرح کے لئے دیکھو شعر د ۱۲/۱۱ د ۱۴/۴ ذ ۱۱۱/۸ م ۳/۴۔

(۶) ترجمہ اگر بادشاہ ہم رندوں کی ایک گھونٹ شراب کو نہ پوچھیں۔ تو ہم انکی صاف اور چھنی ہوئی شراب کیطرف توجہ ہی نہ کرینگے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بادشاہ ہم رندوں کی تلچھٹ کو عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور ذلیل سمجھے تو ہم بھی انکی صاف شراب کی پروا نہ کرینگے عین خودداری کی تعلیم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر امرا ہم غربا کو عزت کی نگاہ سے نہ دیکھینگے تو ہم بھی انکو اسی طرح ذلیل سمجھینگے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر کسی حاسد نے برا کہا ہے اور اس پر کوئی دوست رنجیدہ ہوا ہے تو اسے کہو کہ خوش رہو کیونکہ ہم احمق کی باتیں نہیں سنتے۔ (مطلب یہ ہے کہ اگر میرے کسی حاسد نے مجھے برا بھلا کہا ہے اور میرے دوست یہ سن کر ناراض ہوئے ہیں تو ان دوستوں کو کہو کہ رنجیدہ خاطر نہ ہوں ایسے احمقوں (حاسدوں) کی بات سننی ہی نہ چاہئے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر دشمن نے غلط کہا ہے تو ہم اسکی گرفت نہیں کرتے اور اگر سچ کہا ہے تو سچی بات پر ہم جھگڑا نہیں کرتے۔ مطلب یہ ہے کہ دشمن کی بات پر رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اس نے جھوٹ کہا ہے تو وہ قابل رحم ہے۔ قابل گرفت نہیں اگر سچ کہا ہے۔ تو سچی بات پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق	ہے برا وہی کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے	کیوں برا کہنے سے تو اس کے برا مانتا ہے

غزل ۶۳

مرا عہدیست با جاناں کہ تا جاں در بدن دارم	۱	ہوا داری کویش را چو جان خویشتن دارم
صفای خلوت خاطر ازاں شمع چگل جویم	۲	فروغ چشم و نور دل ازاں ماہ ختن دارم
بکام و آرزوی دل چو دارم خلوتی حاصل	۳	چہ فکر از خبث بدگویاں میان انجمن دارم
شراب خوشگوارم ہست و یار مہرباں ساقی	۴	ندارد ہیچکس یاری چنیں یاری کہ من دارم
مرا در خانہ سروی ہست کاندر سایہ قدش	۵	فراغ از سرو بستانی و شمشاد چمن دارم

غزل (۶۴)

مرحبا طایر فرخ رخ فرخندہ پیام	۱	خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام
یا رب این قافلہ را لطف ازل بدرقہ باد	۲	کہ از و خصم بدام آید و معشوق بکام
ماجرای من و معشوق مرا پایان نیست	۳	ہر چہ آغاز ندارد نپذیرد انجام
چشم خونبار مرا خواب نہ در خور باشد	۴	من لہ یقتل داء دنفا کیف ینام
تو ترحم نکنی بر من بیدل گفتم	۵	ذاک دعوای و ہا انت و تلک الایام
گل ز حد برد تنعم ز رخ بنما سرو	۶	سرو می‌نازد و خوش نیست خدا را بخرام
مرغ روحم کہ ہمی زد ز سر سدرہ صفیر	۷	عاقبت دانہ خال تو فکندش در دام
زلف دلدار چو زنار ہمی فرماید	۸	برو ای شیخ کہ شد بر تن ما خرقہ حرام

(۹)	حافظ ار میل بابروی تو دارد شاید جای در گوشہ محراب کنند اہل کلام	(۹)

(۱) ترجمہ - مرحبا اے فرخ رو اور مبارک پیغام لانے والے پرندے - خوش آمدی! کیا خبر ہے یار کہاں ہے کونسی راہ ہے؟

(۲) ترجمہ - الٰہی لطف ازلی کو اس قافلہ کا رہنما بنا تاکہ دشمن جال میں پھنس جائے اور معشوق حسب مراد ہو جائے -

	از منزل مقصود کسی آگاہ نمی بود		گر بدرقۂ لطف تو ہمراہ نمی بود	نعمت خان عالی

(۳) ترجمہ - میرے اور معشوق کے درمیان جو ماجرا ہے اسکی کوئی حد نہیں جس چیز کا آغاز نہ ہو اسکا انجام بھی نہیں ہوتا -

مطلب یہ ہے کہ قصۂ عشق بے پایاں ہے - ہمارا عشق ازلی اور ابدی ہے نہ اسکی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا - دیکھو شعر ۲۵

	کس بادیۂ عشق بپایان نرسیدہ است		ہر چند نظر کار کند یک رم آہوست	(قاسم)

ذوق کا شعر ہے -

سمجھے کہتے ہیں بحر عشق اسکے دو کنارے ہیں		ازل نام اس کنارے کا ابد نام اُس کنارے کا

(۴) ترجمہ - نیند میری خونبار آنکھ کے لائق نہیں - جسکا علاج قتل ہو وہ کیسے سو سکتا ہے

کی انگشتری میں اسم اعظم منقوش تھا جسکی برکت سے وہ جن و انس پر حکومت کرتے ہیں خواجہ صاحب اپنے معشوق کے لب کو خاتم سلیمانی کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس خاتم کی موجودگی میں اگر سلیمان ہونے کا دعویٰ کروں تو بیجا نہ ہوگا میرے پاس اسم اعظم ہے۔ مجھے شیطان اور جن و دیو سے کیا ڈر۔

(۷) ترجمہ۔ اے پاسبان خدا کے لئے آج رات تھوڑی دیر کے لئے سو جا۔ کیونکہ مجھ کو اسکے لعل خاموش کے ساتھ کئی پوشیدہ باتیں ہیں۔

لعل خاموش سے مراد لب لعل ہے مطلب یہ ہے کہ اے معشوق کے دربان یا پاسبان آج رات خدا را سو جا کیونکہ معشوق کے لب لعل سے میری کئی پوشیدہ باتیں ہیں یعنی لب لعل کے بوسے لینے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اگر حسینوں کے سو لشکر بھی دل پر گھات لگائیں تو کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ خدا کا شکر ہے کہ میرا معشوق ہی لشکر شکن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کی موجودگی میں کوئی اور حسین میرے دل پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

سعدیا لشکر خوباں بشکار دل ما	گو میا ئید کہ ما صید فلاں گردیدیم

(۹) ترجمہ۔ مالی کو دانا پیر مغاں کہیں جا کے میری عیب جوئی نہ کر کیونکہ ترک شراب میں میرا دل عہد شکن ہے۔ یعنے اگر میں شراب سے توبہ بھی کروں تو یہ توبہ قائم نہ رہے گی میں اپنے توبہ کے عہد کو توڑ دونگا لہذا شراب نوشی پر میری عیب جوئی اور شراب پینے سے مجھے منع کرنا فضول اور بے سود ہے۔ پیمان دینا نہ کی رعایت ظاہر

(۱۰) ترجمہ۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اسکے اقبال کے باغ میں ٹہل رہا ہوں۔ لالہ و نسرین اور برگ یاسمن کیطرف مجھے رغبت نہیں۔

یعنے میرے لئے میرے محبوب کا حسن ایک باغ ہے۔

نرگس آنکھیں سرو قد غنچہ دہن رخسار گل	ایک مشت خاک پر کیا گلشن آرائی ہوئی

اسی مضمون پر نعمت خاں عالی کا شعر ہے۔

گل رخش سرو قدش غنچہ لبش نرگس چشم	از بہار آنچہ بجا ماند تنے ساختہ اند

اس لئے مجھے لالہ و نسرین اور یاسمن کی کیا ضرورت ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ اتنی پرہیزگاری کے بعد رندی میں مشہور ہو گیا لیکن مجھ کو کیا غم ہے۔ جب میں دنیا میں امین الدین حسن رکھتا ہوں امین الدین حسن۔ شاہ ابو اسحاق کے عہد میں ایک مشہور بزرگ تھے۔ خواجہ صاحب کو ان سے عقیدت تھی۔

سخن بگوی که پیش لب تو جان بدهیم	۲	رها مکن که درین حسرت از جہاں برویم
روا مدار که جاں بر لب ست و ما ز جہاں	۳	ندیده کام دل از آن لب دہاں برویم
خوش آں زماں که به بنشیم بر دہاں لب تو	۴	تو خود بگوی که ما از برت چساں برویم
گدای کوی شماییم و حاجتے داریم	۵	روا مدار که محروم از آستاں برویم
نشان وصل بماده بهر طریق که ہست	۶	که یاری از پی وصل تو با نشاں برویم

(۷) مگو که حافظ ازیں در برو برای خدا
که ہرچه رای تو باشد جز ایں براں برویم (۷)

(۱) ترجمہ ۔ تو نہ جا تا کہ ہم تیرے ہجر کے غم سے جہاں سے نہ چلے جائیں ۔ آ تا کہ تیرے سامنے ہر وقت بیخود رہیں ۔

(۲) ترجمہ ۔ بات کرتا کہ تیری لبوں کے سامنے ہم جان دیدیں ۔ ایسا نہ ہونے دے کہ اسی حسرت میں ہم جہان سے چلے جائیں ۔
مطلب یہ ہے کہ ہمارے ساتھ ہمکلام ہو تا کہ تیرے ایک لفظ پر ہم جان قربان کر دیں ایسا نہ ہو کہ ہم تیری باتیں سننے کی آرزو میں ہی مر جائیں ۔

(۳) ترجمہ ۔ ہماری جان لبوں پر ہے ایسا نہ ہونے دے کہ ہم جہان سے تیرے لب و دہن سے دل کا مقصد حاصل کرنے کے بغیر ہی چلے جائیں ۔
یعنے ہم جان بلب ہیں لب لعل کا ایک بوسہ عطا کر تا کہ ہم اسی حسرت میں دنیا سے نہ چلے جائیں ۔

(۴) ترجمہ ۔ وہ وقت کیا اچھا ہوگا کہ ہم اپنے منہ پر تیرے لبوں کو دیکھیں گے ۔ تو خود ہی کہہ کہ ہم تیرے پاس سے کس طرح چلے جائیں

(۵) ترجمہ ۔ ہم تیرے کوچہ کے گدا ہیں اور حاجت رکھتے ہیں ۔ یہ بات روا نہ رکھہ کہ ہم تیری آستان سے محروم چلے جائیں ۔

(۶) ترجمہ ۔ جس طریقہ سے بھی ہو اپنے وصل کا ہم کو نشان دے تا کہ تیرے وصل کے پیچھے ہم نشان کے ساتھہ جائیں
یعنے ہمیں نشانِ راہ بتا تا کہ تیرے وصل کی منزلِ مقصود تک ہم پہنچ جائیں ۔

(۷) ترجمہ ۔ برائے خدا یہ نہ کہو کہ اے حافظ اس دروازہ سے چلا جا ۔ کیونکہ اسکے سوا اور جو کچھہ تیری رائے ہوگی ہم اسی پر چلیں گے
مطلب یہ ہے کہ ہم یہ بات نہیں مانیں گے کہ تیرے دروازہ سے چلے جائیں ۔ اسکے سوا اور جو حکم تو کریگا ۔ بسر و چشم قبول کریں گے ۔ برائے خدا کو برو کے ساتھہ ہی پڑھ سکتے ہیں ۔

[illegible] خونریزی ہی اس سے مستوجب قتل ہے پھر اسے کیسے نیند آسکتی ہے۔

(۵) ترجمہ - [illegible] کہ مجھ بیدل پر تو رحم نہیں کریگا۔ یہ میرا دعویٰ ہے اور یہ تو ہے اور یہ زمانہ

مطلب یہ ہے کہ میرا دعوےٰ ہے کہ تو مجھ پر کبھی رحم نہیں کریگا۔ اور میرے دعوے کی تصدیق بھی ہو جائے گی۔ یہ تو ہے اور یہ زمانہ

یعنی ہیں کوئی وقت دور نہیں [illegible]۔ دیکھ لینگے کہ میرا دعویٰ سچا ہوتا ہے یا نہیں۔

(۶) ترجمہ - پھول حد سے زیادہ فخر کرنے لگا ہے مہربانی سے چہرہ دکھا۔ سرو ناز کرتا ہے اور یہ اچھی بات نہیں۔ خدا کے لئے خراماں ہو۔

ظاہر ہے کہ معشوق کے رخسار کے مقابلہ میں پھول بے رونق ہو جائیگا اور اسکے قد خراماں کے سامنے سرو کی کچھ قدر نہیں رہے گی۔

با رخش لالہ ندارم بچہ رونق بشگفت	با قدش سرو ندانم بچہ یارا برخاست	(سعدی)

(۷) ترجمہ - میری روح کا پرندہ جو سدرہ پر چہچہاتا تھا۔ تیرے خال کے دانہ نے آخرکار اسے جال میں پھنسایا۔

تشریح کے لئے دیکھو شعرم ۲ ق ۴۰

(۸) ترجمہ - معشوق کی زلف جب زنار بندی کا حکم دیتی ہے۔ تو اے شیخ چلا جا کہ میرے تن پر خرقہ حرام ہو گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب معشوق زنار بندی کا حکم دیتا ہے تو پھر خرقہ پوشی حرام ہے۔ مذہب عشق میں محبوب کی حکم عدولی کفر ہے۔

ہر چہ از راہ دانائی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں	ہر چہ از دوست دور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

نعمت خان عالی اس زنار بندی کو عین اسلام کہتے ہیں۔

بستم از عشقِ خلشش از سر نو زنارے	دل کافر شدہ را باز مسلمان کردم

(۹) ترجمہ - حافظ اگر تیرے ابرو کیطرف رغبت رکھتا ہے تو ایسا ہی چاہئے۔ کیونکہ اہل کلام گوشہ محراب میں ہی مقیم ہوتے ہیں

مطلب یہ ہے کہ ماہرانِ علوم دین اور عارف لوگ ہمیشہ گوشہ محراب میں ہی بیٹھا کرتے ہیں اس لئے حافظ بھی اگر تیرے محراب ابرو کیطرف مائل ہے تو بجا ہے۔ اہل کلام سے مراد ماہرانِ علم کلام یا شاعر۔ لہذا حافظ اور اہل کلام کی رغبت ظاہر

غزل ۶۵

مردکہ در غم ہجر تو از جہاں بروم	۱	بیا کہ پیش تو از خویش سر زبان بروم

(۳) ترجمہ۔ پیالہ بھر دے کیونکہ میں عشق کی بدولت جہاں کا جواں بخت ہوں اگرچہ بوڑھا ہوں۔
(۴) ترجمہ۔ سینہ کا میدان دوست سے اسطرح بھر گیا ہے کہ اپنا خیال بھی دل سے دور ہو گیا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ میں دوست میں اسقدر محو ہو گیا ہوں کہ اپنے آپ کی خبر بھی نہیں رہی۔
اصطلاحِ تصوف میں اسی حالت کو فنافی المعشوق کہتے ہیں۔

خیال دوست در دل آن چنان است	کہ عالم جملہ از چشم نہان است
اگر خواہم کہ بینم خویشتن را	ہمیں بینم کہ جانانم عیان است

(۵) ترجمہ۔ اگر میرے محاسب کا قلم کوئی حرف لکھے تو خدا کرے کہ وہ مطرب و مے کے حساب کے بغیر کچھ نہ ہو۔
یعنی خدا کرے کہ محاسبان قضا و قدر میرے حساب میں سوا مطرب و مے کے اور کچھ نہ لکھیں
(۶) ترجمہ۔ جس غوغا میں کوئی کسی کو نہیں پوچھیگا۔ میں پیرِ مغاں کا منت پذیر ہونگا۔
مطلب یہ ہے کہ میں غوغائے قیامت میں ساقی کوثر کا ممنونِ احسان ہونگا۔
(۷) ترجمہ۔ میں نے میفروشوں سے قرار کیا ہے کہ غم کے دن سوائے پیالے کے اور کچھ نہ لونگا۔
(۸) ترجمہ۔ وہ وقت اچھا ہوگا کہ مستی کی بے نیازی مجھے بادشاہ اور وزیر سے مستغنی کر دے۔
یعنے مست ہو کر دنیا سے مستغنی ہو جاؤں۔
(۹) ترجمہ۔ میرے سینہ میں غم کا بہت بڑا خزانہ ہے۔ اگرچہ مدعی مجھے فقیر سمجھتا ہے۔
عاشقوں کے نزدیک غم عشق بھی ایک بیش بہا خزانہ ہے۔
(۱۰) ترجمہ۔ میں نے حافظ سے اسوقت سے دل ہٹا لیا ہے جب سے کہ ساقی میرا ضروری دوست ہو گیا ہے
یعنی ساقی کی دوستی میں میں نے اپنے آپ کو چھوڑ دیا ہے دیکھو شعر (۴) غزل ہذا۔

غزل ۶۷

مژدۂ وصل تو کو کز سر جان برخیزم	۱	طائر قدسم و از دام جہاں برخیزم
یارب از ابر ہدایت برساں بارانی	۲	پیشتر زانکہ چو گردی ز میان برخیزم

غزل ۶۶

مزن بر دل ز نوک غمزہ تیرم	۱	کہ پیش چشم بیمارت بمیرم	
نصاب حسن در حد کمال است	۲	زکاتم دہ کہ مسکینم فقیرم	
قدح پر کن کہ من از دولت عشق	۳	جوان بخت جہانم گرچہ پیرم	
چناں پر شد فضای سینہ از دوست	۴	کہ فکر خویش گم شد از ضمیرم	
مبادا جز حساب مطرب و مے	۵	اگر حرفے کشد کلک دبیرم	
دراں غوغا کہ کس کس را نپرسد	۶	من از پیر مغاں منت پذیرم	
قراری کردہ ام با میفروشاں	۷	کہ روز غم بجز ساغر نگیرم	
خوشا آں دم کہ استغنای مستی	۸	فراغت بخشد از شاہ و وزیرم	
فراواں گنج غم در سینہ دارم	۹	اگرچہ مدعے بیند فقیرم	

(۱۰) من آں دم برگرفتم دل ز حافظ
کہ ساقی گشت یار ناگزیرم (۱۰)

(۱) ترجمہ — میرے دل پر غمزہ کی نوک سے تیر نہ مار کیونکہ میں تیری بیمار آنکھ کے سامنے مرنے پر تیار ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ تجھے ضرورت نہیں ہے کہ مجھے قتل کرنے کے لئے میرے دل پر تیر غمزہ مارے۔ کیونکہ میں خود ہی تیری چشم بیمار کے سامنے مرنے پر تیار ہوں۔ یا یہ کہ مجھے دور سے تیر غمزہ مار کر قتل نہ کر کیونکہ میں تیری چشم بیمار کے پاس مرنا چاہتا ہوں۔

(۲) ترجمہ — تیرے حُسن کا نصاب حد کمال میں ہے۔ مجھے زکوٰۃ دے کہ میں مسکین ہوں فقیر ہوں۔
نصاب — مال کی اتنی مقدار جس پر زکوٰۃ لازم آئے۔

از پس مرگ اگر بر سر خاکم گذری | بانگ پائت شنوم نعرہ زناں برخیزم

مولانا آزاد بلگرامی نے اسی غزل پر ایک غزل لکھی ہے یہ شعر انکا ہے۔

بر سر تربتِ من شورِ قیامت افگن | کہ من پیر ز فیض تو جواں برخیزم

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ میں بوڑھا ہوں تو ایک رات مجھے بغل میں سخت دبا۔ تاکہ صبح کے وقت تیری بغل ہی میں جوان اٹھوں

ناتواں گشتم ازاں گونہ کہ نتوانم خاست | در مراد ست بگیری تو رواں برخیزم (امیر خسرو)

(۶) ترجمہ۔ تو یہ خیال نہ کر کہ تیری کوچہ کی خاک ہی میں آسمان کے ظلم اور زمانہ کی جور کی وجہ سے اٹھ کھڑا ہونگا۔
مطلب یہ ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو میں تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔

گرچہ از عقل و دل و دیدہ و جان برخیزم | حاش للہ کہ من از عشق فلان خیزم (امیر خسرو)

(۷) ترجمہ۔ اے شیریں حرکات معشوق! اپنا بلند قد دکھا۔ تاکہ میں حافظ کیطرح جان اور جہاں کا خیال چھوڑ دوں

کیستم گردِ سرِ راہ اگر او بگذرد | مضطرب از پئے آں سروِ رواں برخیزم (آزاد)

مرزا صائب نے بھی اسی زمین میں کہا ہے۔

مہلت عمر کم و فرصت خدمت تنگ است | مگر از خاک چو نے بستہ میاں برخیزم

غزل ۶۸

۱ من ترک عشقبازی و ساغر نمے کنم | صد بار توبہ کردم و دیگر نمے کنم
۲ باغ بہشت و سایہ طوبیٰ و قصر حور | با خاک کوی دوست برابر نمے کنم
۳ تلقین درس اہل نظر یک اشارت ست | کردم اشارتے و مکرر نمے کنم
۴ ہرگز نمے شود ز سر خود خبر مرا | تا در میان میکدہ سر بر نمے کنم
۵ شیخم بطنز گفت حرام ست مے مخور | گفتم مگو کہ گوش بہر خر نمے کنم
۶ پیر مغان حکایت معقول میکند | معذورم از محال تو باور نمے کنم
۷ این تقویم بس ست کہ چون ز ابدان شہر | ناز و کرشمہ بر سر منبر نمے کنم
۸ زاہد بطعنہ گفت برو ترک عشق کن | محتاج جنگ نیست برادر نمے کنم

بولای تو کہ گر بندۂ خویشم خوانی	۳	از سر خواجگی کون و مکان برخیزم
بر سر تربت من با می و مطرب بنشیں	۴	تا ببویت ز لحد رقص کناں برخیزم
گرچہ پیرم تو شبی تنگ در آغوشم گیر	۵	تا سحر گہ ز کنار تو جواں برخیزم
تو پندار کہ از خاک سر کوی تو من	۶	بجفای فلک و جور زماں برخیزم

(۷) سر و بالا بنما ای بت شیریں حرکات
کہ چو حافظ ز سر جان و جہان برخیزم (۷)

یہ غزل خواجہ صاحب کی تربت پر سنگ مرمر کے ایک تختہ پر کندہ ہے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۰۴ سوانحعمری۔

(۱) ترجمہ۔ تیری وصل کا مژدہ کہاں ہو کہ میں جان سی گذر جاؤں۔ میں عالم قدس کا پرندہ ہوں دنیا کی جال سی نکل جاؤں
وصل سے مراد مشاہدۂ محبوب حقیقی۔

شمع من منتظر قتل خودم زود بیا	کہ پروبال فشاں از سر جاں برخیزم	(آزاد بلگرامی)

اسی مضمون اور اسی زمین میں امیر خسرو دہلوی فرماتے ہیں۔

یکزماں پیش من ای جان جہانم بنشیں	تا بداں خوشدلی از جان جہاں برخیزم

(۲) ترجمہ۔ اے خدا ہدایت کے بادل سی پانی برسا پیشتر اسکے کہ گرد کی طرح میں درمیان سی اُٹھ جاؤں۔
گرد اور باراں کی رعایت ظاہر
مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے بجھے سیدھی راہ دکہا دے۔

(۳) ترجمہ۔ تیری محبت کی قسم ہو کہ اگر تو مجھے اپنا غلام کہے۔ تو میں کون و مکان کی بادشاہی کا خیال چھوڑ دوں
مطلب یہ ہو کہ دونو جہانوں کی بادشاہی سے تیری غلامی بہتر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میری قبر پر شراب اور مطرب کے ساتھ بیٹھ۔ تاکہ تیری خوشبو پر لحد سی رقص کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوں۔
اسی مضمون اور اسی زمین میں خواجہ سلمان ساوجی کا شعر ہے۔ دوسرا مصرعہ سلمان کا ہے

چوں شوم خاک بخاکم گذرے کن چو صبا	تا ببویت ز لحد رقص کناں برخیزم

امیر خسرو دہلوی فرماتے ہیں۔

غزل (۶۹)

من دوستدار روی خوش و موی دلکشم	۱	مدہوش چشم مست و مئی صاف بیغشم
در عاشقی گزیر نباشد ز سوز و ساز	۲	استادہ ام چو شمع مترسان ز آتشم
من آدم بہشتیم اما درین سفر	۳	حالی اسیر عشق جوانان مہوشم
بخت ار مدد کند کہ کشم رخت سوی دوست	۴	گیسوی حور گرد فشاند ز مفرشم
شیراز معدن لب لعل ست و کان حسن	۵	من جوہری مفلسم ازان رو مشوشم
از بسکہ چشم مست درین شہر دیدہ ام	۶	حقا کہ می نمیخورم اکنون و سرخوشم
شہریست پر کرشمہ و خوبان ز شش جہت	۷	چیزیم نیست ورنہ خریدار ہر ششم
گفتی ز سر عہد ازل نکتہ بگو	۸	آنگہ بگویمت کہ دو پیمانہ در کشم
حسن عروس طبع مرا جلوہ آرزوست	۹	آئینہ ندارم ازان آہ می کشم

(۱۰) حافظ ز تاب فکرت بیحاصلی بسوخت
ساقی کجاست تا زند آبی بر آتشم (۱۰)

(۱) ترجمہ ۔ میں خوبصورت چہرے اور دلکش بالوں کو دوست رکھتا ہوں مست آنکھ اور صاف بیغش شراب کا مست ہوں

(۲) ترجمہ ۔ عاشقی میں سوز و ساز ضروری ہیں ۔ میں شمع کیطرح کھڑا ہوں ۔ مجھے آگ سے نہ ڈرا ۔

مطلب یہ ہی کہ عشق میں جلنا ضروری ہے ۔ جلنے کے لئے تیار ہوں ۔ ڈرتا نہیں ہوں ۔

(۳) ترجمہ ۔ میں بہشتی انسان ہوں لیکن اس سفر میں فی الحال مہوش جوانوں کی عشق میں گرفتار ہوں ۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو ت ۱/۵۰۶ م ۲/۲ م ۱۲/۸ م ۵/۱۸ م ۲۹/۲

(۴) ترجمہ ۔ اگر بخت یاوری کرے اور میں دوست کے پاس پہنچ جاؤں تو حوریں اپنی گیسوسے میرے فرش سے گرد جھاڑیں گی

مفرش ۔ بچھونا ۔ بساط ۔ بستر ۔ وہ چیز جس میں بستر رکھیں ۔ چمڑے کا صندوق جسمیں کپڑے

(۹) حافظ جناب پیر مغان جائے وفاست
من ترک خاک بوسی این در نمی کنم (۹)

(۱) ترجمہ۔ میں عشق بازی اور شراب کو ترک نہیں کرتا۔ سو بار توبہ کر چکا ہوں اب نہیں کرتا۔
یعنے پہلے ہی شاہد و شراب سے کئی دفعہ توبہ کر چکا ہوں اور توبہ کو توڑ چکا ہوں اب توبہ نہیں کرونگا۔
(۲) ترجمہ۔ میں باغ بہشت سایہ طوبیٰ اور حور کے محل کو معشوق کے کوچہ کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔
(۳) ترجمہ۔ اہلِ نظر کے سبق کی تعلیم بس ایک اشارہ ہے۔ میں ایک اشارہ کر چکا ہوں دوبارہ نہیں کرتا۔
مطلب یہ ہے کہ اہل نظر کی تعلیم ایک اشارہ سے ہو جاتی ہے اور "عاقل را اشارہ بس است"۔ بس میں ایک اشارہ کر چکا ہوں اور جو کچھ بتانا تھا بتا چکا ہوں۔ اب بار بار وہی اشارہ نہیں کرونگا۔
(۴) ترجمہ۔ مجھے اپنے سر کی ہی بالکل خبر نہیں ہوتی۔ جب تک کہ میں شراب خانہ میں سر نہیں اٹھاتا
مطلب یہ ہے کہ مجھے مست ہو کر ہوش آتا ہے۔
(۵) ترجمہ۔ شیخ نے مجھے طنزاً کہا کہ شراب حرام ہے نہ پی۔ میں نے جواب دیا کہ چپ رہ میں ہر ایک گدھے کی بات نہیں سنتا۔
(۶) ترجمہ۔ پیر مغان معقول بات کہتا ہے۔ اگر میں تیری نا ممکن باتوں کو نہیں مانتا تو معذور ہوں۔
یہ شعر پچھلے شعر سے قطعہ بند ہے
(۷) ترجمہ۔ مجھے اتنی ہی پرہیزگاری کافی ہے کہ شہر کے زاہدوں کی طرح منبر پر ناز و کرشمہ نہیں دکھاتا
مطلب یہ ہے کہ میری لئے یہی تقویٰ کافی ہے کہ زاہدانِ شہر کی طرح منبر پر بیٹھکر اپنی بزرگی کا اظہار نہیں کرتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ترکِ خود نمائی اور خود ستائی بہت بڑی پرہیزگاری ہے۔
(۸) ترجمہ۔ زاہد نے مجھے طنزاً کہا کہ جا عشق چھوڑ دے۔ (میں نے جواب دیا) اے بھائی کوئی لڑائی کی بات نہیں ہے۔ میں نہیں چھوڑتا۔
(۹) ترجمہ۔ اے حافظ پیرِ مغاں کی جناب وفا کا مقام ہے۔ میں اس دروازہ کی خاکبوسی کو نہیں چھوڑ سکتا۔

پایۂ نظم بلند ست وجہانگیر بگو	۶	تا کند پادشہ بحر دہاں پر گہرم
راہ خلوتگہ خاصم بنما تا پس ازیں	۷	می خورم با تو و دیگر غم دنیا نخورم

(۸)	حافظا شاید اگر در طلب گوہر وصل دیدہ دریا کنم از اشک و درو غوطہ خورم	(۸)

(۱) ترجمہ۔ میں کیا چیز ہوں کہ تیری خاطر عاطر میں میرا خیال ہو۔ اگر تیری دروازہ کی خاک میرے سر کا تاج ہے۔ تو بہت لطف کرتا ہے۔

عاطر۔ خوشبودار۔ مجازاً پاکیزہ۔ نفیس۔

(۲) ترجمہ۔ اے معشوق کہو کہ تجھے بندہ نوازی کس نے سکہائی ہے کیونکہ مجھے تیرے رقیبوں پر تو ہرگز یہ ظن نہیں ہے۔ یعنے رقیب تو کبھی تجھے بندہ نوازی نہیں سکہاتے۔ خواجہ صاحب کو یہ خطرہ ہے کہ معشوق نے کہیں بندہ نوازی کی مشق رقیبوں پر ہی تو نہیں کی۔

(۳) ترجمہ۔ اے قدسی پرندے ہمت کو میرا رہنما بنا۔ کیونکہ منزل مقصود بہت دور ہے اور میں ابھی نیا نیا سفر کرنے لگا ہوں

از منزل مقصود کسے آگاہ نبود	اگر بدرقۂ لطف تو ہمراہ نبود

(۴) ترجمہ۔ اے نسیم سحری اسے ہمارا اسلام پہنچا اور کہہ کہ دعا سحر کے وقت مجھے نہ بھول۔

(۵) ترجمہ۔ وہ دن اچھا ہوگا جب میں اس مرحلہ سے روانہ ہونگا اور تیری کوچہ میں رفیق مجھ سے حال احوال پوچھیں گے۔

یعنے وہ دن اچھا ہوگا جب میں اس دار فانی سے دار بقا کو جاؤنگا اور کوئے محبوب میں پہنچونگا دوست پوچھینگے کہ کیا حال ہے کسطرح آئے۔

(۶) ترجمہ۔ نظم کا مرتبہ بلند ہے اور عالمگیر ہے کہو۔ تاکہ سمندر کا بادشاہ میرا منہ موتیوں سے بھر دے۔

صلہ کی درخواست ہے۔

(۷) ترجمہ۔ مجھے اپنی خلوت گاہ خاص کی راہ دکھا تاکہ اسکے بعد تیری ساتھ شراب پیئوں اور پھر دنیا کا غم نہ کھاؤں

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر گوہر وصل کی طلب میں میں آنکھوں کو اشکباری سے دریا بنا دوں اور اس میں غوطہ زنی کروں تو بجا ہے۔

رکھتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ منزلِ محبوب میں جاروبی کا کام بھی حوریں کرتی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ شیراز لب لعل اور کانِ حسن کا معدن ہے۔ میں مفلس جوہری ہوں اسلئے تشویش میں ہوں۔

گویند کہ بادستِ تہی عشق وبال است		افتادہ بریں قاعدہ اجماع امم را	(غالب)

(۶) ترجمہ۔ چونکہ میں نے اس شہر میں بہت مست آنکھیں دیکھی ہیں قسم ہے کہ اب شراب نہیں پیتا اور پھر بھی مست ہوں

مے حاجت نیست مستیم را		در چشم تو تا خمار باشد	

(۷) ترجمہ۔ شیراز ایک پُر کرشمہ شہر ہے اور ہر طرف معشوق ہیں۔ میرے پاس کچھ نہیں ورنہ تمام کا خریدار ہوں

یہ شعر بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تو نے مجھ سے کہا ہے کہ عہدِ ازل کے بھید سے کوئی نکتہ بیان کر۔ میں اسوقت نکتہ بیان کرونگا جب دو پیالے شراب پی لونگا۔

(۹) ترجمہ۔ میری طبیعت کی عروس کو حسن کی جلوہ نمائی کی خواہش ہے۔ کوئی آئینہ نہیں ہے اسلئے افسوس کرتا ہوں

مطلب یہ ہے کہ میری طبع موزون جلوہ نمائی کرنا چاہتی ہے لیکن یہاں شعر وسخن کا کوئی قدردان اور نکتہ فہم نہیں اسلئے افسوس کے بغیر اور کیا ہو سکتا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ بے حاصلی کے فکر کی آگ میں جل گیا۔ ساقی کہاں ہے جو میری آگ پر پانی ڈالے۔

حاصل کلام یہ کہ بضاعتِ اعمال کی کمی سے شرمندہ ہوں شراب عشق سے اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں

غزل (۷۰)

من کہ باشم کہ براں خاطر عاطر گذرم	۱	لطفہا میکنی ای خاک درت تاج سرم
دلبرا بندہ نوازیت کہ آموخت بگو	۲	کہ من ایں ظن برقیباں تو ہرگز نبرم
ہمتم بدرقہ راہ کن ای طائر قدس	۳	کہ درازست رہ مقصد و من نوسفرم
ای نسیم سحری بندگی ما برساں	۴	کہ فراموش مکن وقت دعای سحرم
خرم آں روز کزیں مرحلہ بربندم رخت	۵	وز سر کوی تو پرسند رفیقاں خبرم

(۱) ترجمہ۔ میں وہ رند نہیں ہوں کہ شاہد و ساغر کو ترک کر دوں محتسب جانتا ہی کہ میں ایسی کام نہیں کیا کرتا۔

(۲) ترجمہ۔ جب صبا نے مجموعہ گل کو لطف کی پانی تر دھویا ہی۔ تو اگر میں کتاب کے صفحہ پر نظر کروں تو مجھے کجدل کہو۔

مطلب یہ ہی کہ موسم بہار میں ورق گل کی مقابلہ میں اگر میں ورق کتاب کی طرف نظر کروں تو مجھے کج دل سمجھو۔ حاصل کلام یہ کہ بہار میں صحیفۂ قدرت کا مطالعہ کرنا چاہیئے یہ دن مدرسہ نشینی کی نہیں ہوتے۔

بلبلداں کہ تفاوت نکند لیل و نہار	خوش بود دامن صحرا و تماشائے بہار
صوفی از صومعہ گو خیمہ بزن در گلزار	وقت آں نیست کہ در خانہ نشینی بیکار

(۳) ترجمہ۔ لالہ نے پیالہ پکڑا ہے۔ نرگس مست۔ ہے اور ہم پر فسق کا الزام ہی۔ اے خدا بہت انصاف کی باتیں ہیں کس کو منصف کروں۔

مطلب یہ ہی کہ موسم بہار ہے لالہ نشہ میں سرشار ہے نرگس مست ہی گلشن کی ہوا توبہ شکن ہے۔ ان حالات میں ہم شراب پیتے ہیں تو ہی لوگ ہم پر فسق و فجور کا الزام لگاتے ہیں۔ جائے انصاف ہے کون انصاف کرے۔

(۴) ترجمہ۔ عشق موتی کا دانہ ہی میں غوطہ زن ہوں اور میکدہ سمندر ہی۔ اسمیں میں نے غوطہ لگایا ہی دیکھیئے کہاں جا کر سر نکالتا ہوں۔

مطلب یہ ہی کہ میں نے بحر عشق میں غوطہ لگایا ہے۔ دیکھیئے گوہر مقصود ہاتھ آتا ہی یا نہیں اور کیا انجام ہوتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ میں فقر کی گرد آلود ہوں تاہم اگر چشمۂ خورشید کے پانی سے بھی دامن تر کروں تو ہمت سے شرم آنی چاہیئے۔

مطلب یہ ہے کہ باوجود فقر کے بھی میرا اتنا عالی ہمت اور دل کا امیر ہوں کہ کسی چشمۂ فیض سے بھی دامن تر کرنا نہیں چاہتا۔

اقبال کرم مے گزد ارباب ہمم را	ہمت نہ خورد نشتر لا و نعم را	(عرفی)
از رغبت دنیا الم آشوب نگردم	زیں باد پریشاں نکنم زلف سلم را	
فقرم بسیاست کشد از مسند ہمت	در چشم وجود ارنہ ہم جائے عدم را	

(۶) ترجمہ۔ گدائی کی حالت میں بھی بادشاہی خزانہ میسر ہاتھ ہیں ہی میں کمینہ پرور آسمان کی گردش پر کب امید کرتا ہوں

چہ آزاد اند درویشاں ز آسیب گرانباری	چہ محتاجند سلطانان باسباب جہانبانی

۔یعنی بجا ہے اگر وصل کی آرزو میں آنکھوں سے سیلابِ اشک جاری کروں۔

گوہر و دریا کی رعایت ظاہر

غزل (۱۷)

۱	من نہ آن رندم کہ ترک شاہد و ساغر کنم	محتسب داند کہ من این کارہا کمتر کنم
۲	چون صبا مجموعۂ گل را بآب لطف شست	کج دلم خوان گر نظر بر صفحۂ دفتر کنم
۳	لالہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نام فسق	داوری دارم بسی یارب کرا داور کنم
۴	عشق دُردانہ است و من غواص و دریا میکدہ	سر فرو بردم در آنجا تا کجا سر بر کنم
۵	گرچہ گرد آلود فقرم شرم باد از ہمتم	گر بآب چشمۂ خورشید دامن تر کنم
۶	منکہ دارم در گدائی گنج سلطانی بدست	کی طمع در گردش گردون دون پرور کنم
۷	عاشقان را گر در آتش می پسندد لطف دوست	تنگ چشمم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم
۸	عہد و پیمان فلک را نیست چندان اعتبار	عہد با پیمانہ بندم شرط با ساغر کنم
۹	باز کش یکدم عنان ای ترک شہر آشوب من	تا ز اشک و چہرہ راہت پُر زر و گوہر کنم
۱۰	با وجود بینوائی روسیہ بادم چو ماہ	گر قبول فیض خورشید بلند اختر کنم
۱۱	منکہ امروزم بہشت نقد حاصل میشود	وعدۂ فردای زاہد را چرا باور کنم
۱۲	شیوۂ رندی نہ لایق بود وضعم را ولی	چون در افتادم چرا اندیشۂ دیگر کنم
۱۳	دوش لعلت عشوہ ہا میداد عاشق را ولی	من نہ آنم کز وی این افسانہا باور کنم
۱۴	گوشۂ محراب ابروی تو میخواہم ز بخت	تا در آنجا ہمچو مجنون درس عشق از بر کنم
۱۵	وقت گل گوئی کہ زاہد شو بچشم و جان و دل	میروم تا مشورت با شاہد و ساغر کنم

(۱۶)

زہد وقتِ گل چہ سود آیست حافظ گوش دار

تا عوذی خوانم و اندیشۂ دیگر کنم

(۱۶)

تیری نصیحت دل وجان سے قبول ہے بسر وچشم۔ میں جاتا ہوں اور شاہد و ساغر سے مشورہ کرتا ہوں اگر انہوں نے مشورہ دیا تو زاہد بن جاؤنگا۔ ظاہر ہے کہ موسم بہار میں شاہد و ساغر سے زہد کا مشورہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ کجا موسم بہار اور کجا زہد و ورع۔

(۱۲) ترجمہ۔ اے حافظ موسم بہار میں زہد کا خیال کرنا عجیب دیوانگی ہے تسن کہ میں اعوذ پڑھتا ہوں اور کسی دوسرے خیال میں مصروف ہوتا ہوں۔

اعوذ سے مراد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم یا قل اعوذ برب الناس شیطانی وسوسوں اور باطل خیالات کو دل سے دور کرنے کے لئے پڑھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موسم بہار میں زہد کا خیال ایک باطل وسوسہ ہے اس سے بچنے کے لئے اعوذ پڑھنا چاہیئے اور شاہد و ساغر کا خیال کرنا چاہیئے۔

غزل (۷۲)

نماز شام غریبان چو گریہ آغازم	۱	بہ مویہ ہای غریبانہ قصہ پردازم
بیاد یار و دیار آنچنان بگریم زار	۲	کہ از جہان رہ و رسم سفر براندازم
من از دیار حبیبم نہ از بلاد رقیب	۳	مہیمنا برفیقان خود رسان بازم
خدای را مددی ای دلیل راہ کہ من	۴	بکوی میکدہ دیگر علم برافرازم
خرد ز پیری من کی حساب برگیرد	۵	کہ باز با صنمی طفل عشق می بازم
بجز صبا و شمالم نمی شناسد کس	۶	عزیز من کہ بجز باد نیست ہمرازم
ہوای منزل یار آب زندگانی ماست	۷	صبا بیار نسیمی زخاک شیرازم
سرشکم آمد و عیبم بگفت روی بروی	۸	شکایت از کہ کنم خانگیست غمازم

(۹) زچنگ زہرہ شنیدم کہ صبحدم میگفت
مرید حافظ خوش لہجہ خوش آوازم (۹)

(۱) ترجمہ۔ مسافری میں نماز شام کے وقت جب میں رونا شروع کرتا ہوں۔ تو مسافرانہ ہائے و ہوئے سے اپنی حالت بیان

بہ سلطانیا کور ابود رنج دل آشوبی		خوشا درویشیا کورا بود گنج تن آسانی	(خاقانی)

(۷) ترجمہ۔ اگر معشوق کی مہربانی عاشقوں کو آگ میں ہی رہنا پسند کرے۔ تو میں تنگ چشم ہونگا اگر چشمہ کوثر پر بھی نظر کروں۔
مطلب یہ ہے۔ کہ ہم معشوق کی رضا پر راضی ہیں۔ دوزخ میں رکھے تو چشمہ کوثر کی آرزو نہیں۔

چنان خوش است جفائت کہ گر تو تیر زنی		قبول گر نکنم من بدیدہ نامردم	(امیر خسرو)

(۸) ترجمہ۔ آسمان کے عہد و پیمان کا کچھ اعتبار نہیں۔ میں نے پیالہ سے عہد باندھا ہے اور ساغر سے شرط لگائی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ گردش گردوں کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے جام سے عہد وفا باندھا ہے۔
(۹) ترجمہ۔ اے میرے شہر آشوب ترک! تھوڑی دیر کے لئے باگ تھام لے۔ تاکہ تیری راہ کو آنسوؤں سے اور چہرہ سے پُر زر اور پُر گوہر کردوں۔
اشک سے پُر گوہر اور چہرۂ زرد سے پُر زر۔
(۱۰) ترجمہ۔ باوجود بےنوائی کے اگر بلند اقبال آفتاب کے فیض کو بھی قبول کروں تو چاند کیطرح رو سیاہ ہوں۔
ظاہر ہے کہ چاند بذاتہ روشن نہیں بلکہ سیاہ ہے خورشید کی روشنی کا عکس اس پر پڑتا ہے اور وہ روشن نظر آتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ باوجود بے سروسامان ہونے کے میں کسی کے فیض کو قبول نہیں کرتا۔ اگر کروں تو چاند کیطرح روسیاہ ہوں جو خورشید کا فیض قبول کرتا ہے۔
(۱۱) ترجمہ۔ جب آج مجھ کو بہشت نقد حاصل ہوتی ہے۔ تو زاہد کے وعدۂ فردا کو کیوں مانوں۔
یعنے جب بہشت نقد حاصل ہوتی ہے تو بہشت نسیہ کو کیا کروں۔ فردا سے مراد فردائے قیامت نقد و نسیہ کے لئے دیکھو الف ۹/۹ ت ۲/۹ ت ۹/۲

بہ نقد و نسیہ جہان شاد شد کہ داد خدا		بہ من شراب و بزاہد مژدۂ تسنیم	(غالب)

(۱۲) ترجمہ۔ رندی کا شیوہ میری وضع کے لائق نہیں تھا لیکن جب رندی میں پڑ گیا ہوں تو پھر دوسرا خیال کیوں کروں۔
یعنے اگرچہ شیوۂ رندی میری وضع کے خلاف تھا لیکن جب رندی شروع کردی تو پھر زہد و ورع کا خیال فضول
(۱۳) ترجمہ۔ لعل اسکا لب لعل عاشق کو فریب دیتا تھا لیکن میں ایسا آدمی نہیں ہوں جو اسکی باتوں میں آجاؤں۔
(۱۴) ترجمہ میں اپنے بخت سے تیری ابرو کے محراب کا گوشہ مانگتا ہوں تاکہ اس جگہ مجنوں کیطرح عشق کا سبق یاد کروں
(۱۵) ترجمہ۔ موسم بہار میں تو مجھے کہتا ہے کہ زاہد بن جا۔ بسر و چشم میں جاتا ہوں اور شاہد و ساغر سے مشورہ کرتا ہوں۔
خواجہ صاحب ناصح کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ موسم بہار میں تو مجھے زاہد بننے کے لئے کہتا ہے

غزل ۴۳

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتوان شدم	۱	ہر گہ کہ یاد روی تو کردم جوان شدم
شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا	۲	بر منتہای مطلب خود کامران شدم
در شاہراہ دولت سرمد بتخت بخت	۳	با جام می بکام دل دوستان شدم
از آن زمان کہ فتنۂ چشمت بمن رسید	۴	ایمن ز شر فتنۂ آخر زمان شدم
ای گلبن جوان بر دولت بخور کہ من	۵	در سایۂ تو بلبل باغ جنان شدم
اول ز حرف لوح وجودم خبر نبود	۶	در مکتب غم تو چنین نکتہ دان شدم
قسمت حوالتم بخرابات می کند	۷	ہر چند اینچنین شدم و آنچنان شدم
من پیر سال و ماہ نیم یار بیوفاست	۸	بر من چو عمر میگذرد پیر از آن شدم
آن روز بر دلم در معنی گشادہ شد	۹	کز ساکنان درگہ پیر مغان شدم
(۱۰) دوشم نوید داد بشارت کہ حافظا		باز آ کہ من بعفو گناہت ضمان شدم (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ ہر چند میں بوڑھا خستہ دل اور ناتواں ہو گیا ہوں لیکن جس وقت تیرے چہرہ کو یاد کرتا ہوں۔ جوان ہو جاتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے جو کچھ خدا سے مانگا۔ اپنے منتہائے مقصود کے مطابق میں کامیاب ہو گیا۔

(۳) ترجمہ۔ دولت ابدی کی راہ میں خوش نصیبی کے تخت پر میں جام شراب کے ساتھ دوستوں کی دلی مراد کے مطابق بیٹھا

(۴) ترجمہ۔ جب سے تیری آنکھوں کا فتنہ ہم تک پہنچا ہے۔ فتنہ آخر زمان ہی میں محفوظ ہو گیا۔

فتنہ آخر زمان سے مراد فتنۂ دجال یا فتنہ قیامت۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے عشق کے فتنہ میں مبتلا ہو کر تمام باقی فتنوں سے محفوظ ہو گیا ہوں

(۵) ترجمہ۔ اے پھول کے جوان پیڑ دولت کا پھل کھا کیونکہ میں تیرے سایہ کے نیچے باغ بہشت کی بلبل ہو گیا

کرتا ہوں۔

آغازم از مصدر آغازیدن۔ شروع کرنا۔

(۲) ترجمہ۔ وطن اور دوست کی یاد میں ایسا زار زار روؤں۔ کہ جہاں سے سفر کی راہ و رسم کو اٹھا دوں

یعنی میری آہ و زاری سنکر لوگ سفر کرنا چھوڑ دیں۔

(۳) ترجمہ۔ میں شوق کو وطن کا ہوں دشمن کی ولایت کا نہیں۔ اے خدا یہ مجھے اپنے رفیقوں کے پاس لے جا۔

(۴) ترجمہ۔ اے رستہ کے رہنما خدا را مدد کرتا کہ میں جا کر میکدہ میں پھر جھنڈا بلند کروں۔

(۵) ترجمہ۔ عقل میرے بڑھاپے کو کب خیال میں لاتی ہے جب کہ میں کم سن معشوق کے ساتھ عشق رکھتا ہوں

یعنے جب کم سن معشوق سے عشق ہے تو عقل میرے بڑھاپے کا کیا لحاظ کرے۔

(۶) ترجمہ۔ باد صبا اور باد شمال کے بغیر مجھے کوئی نہیں پہچانتا۔ اے میرے عزیز ہوا کے بغیر میرا کوئی

ہمراز نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ منزل محبوب کی آرزو ہمارے لئے آب حیات ہے۔ اے صبا خاک شیراز سے تھوڑی سی نسیم میرے

پاس لا۔

آب و ہوا اور خاک کی رعایت ظاہر

(۸) ترجمہ۔ آنسو نکلا اور انہوں نے میرے عیب بے پردہ بیان کئے۔ اور کسی کی کیا شکایت کروں غماز

گھر کا ہے۔

سرشک اور روبرو کی رعایت ظاہر۔ اشک کی غمازی کے لئے دیکھو دیوان ۱۰۶ د ۲۹ ش ۹

ع ۱۲ م ۲۶ ل ۵

(۹) ترجمہ۔ زہرہ (رقاصۂ فلک) کے چنگ سے میں نے صبح کے وقت سنا کہ کہتا تھا کہ میں خوش آواز اور

خوش لہجہ حافظ کا مرید ہوں۔

گویا حافظ کی نظر آسمان پر بھی مقبول ہے۔ معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غلام آصف دوران جلال الحق والدین	۸	وفاداری و حق گوئی نہ کار ہر کسی باشد
(۹)	رموز عشق و مستی زمن بشنو نہ از حافظ کہ با جام و قدح ہر شب ندیم ماہ و پروینم	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر مجھ سے یہ ہو سکا کہ دلدار کے ساتھ بیٹھوں۔ تو جام وصل سے شراب پیونگا اور باغ بہشت سے پھول چنوں گا۔

(۲) ترجمہ۔ صوفی سوز تلخ شراب میری بنیاد اکھاڑ دے گی ۔ ساقی میرے لب پر لب رکھ اور میری جان شیریں لے لے۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے لب نے مستوں کو شکر دی اور تیری آنکھ نے شراب خواروں کو شراب دی ہیں ہوں کہ غایت درجہ کی محرومی سے نہ یہ لے سکا نہ وہ۔

یعنے نہ تیرے لب شیریں کا بوسہ اور تیری مست آنکھوں کی مستی نصیب ہوئی۔

(۴) ترجمہ۔ شاید میں اس سودا میں دیوانہ ہو جاؤنگا کہ تمام رات صبح تک چاند سے باتیں کرتا ہوں اور خواب میں پریاں دیکھتا ہوں۔

یعنے تمام رات جاگتا اور تارے گنتا رہتا ہوں اور اگر سو بھی جاتا ہوں تو تیرے خیال میں پریاں نظر آتی رہتی ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو دیوانہ ہو جاؤنگا۔

(۵) ترجمہ۔ سوا جو خاک (تیرے کوچہ کی) لاتی ہے لے لیں فیض اور انعام سمجھتا ہوں۔ میرے حال کو یاد کر۔ میں پرانا خدمتگار ہوں۔

(۶) ترجمہ۔ ہر ایک شخص کا نظم لکھے ہوا اس کا کلام دلچسپ نہیں ہو جاتا میں عجیب کبک اس لئے پکڑ لیتا ہوں کہ میرا باز چالاک ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر ایک شاعر کا کلام دلپذیر نہیں ہو سکتا میری طبیعت کا باز بہت چالاک ہے اس لئے اعلےٰ اعلےٰ خیالات کا شکار کرتا ہوں۔

نے ہر سخن سرآبہ سحباں برابر است خرز ہرہ کے سنبل و ریحاں برابر است	۰	نے ہر ترانہ سنج نکیسا نوا بود گیرم کہ ہر گیاہ بروا زابر و باد فیض

محبوب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تیرا سایہ میرے لئے سایہ ہما ہے

(۶) ترجمہ پہلے تو مجھے اپنی لوح وجود کے حرف کی بھی خبر نہ تھی۔ تیرے غم کے مکتب میں میں ایسا نکتہ دان ہو گیا ہوں

یعنے پہلے تو مجھے اپنے وجود کی بھی خبر نہ تھی۔ تیرے عشق کی برکت نے تمام رموز و اسرار سے واقف کر دیا۔

(۷) ترجمہ قسمت مجھے خرابات کے حوالہ کرتی ہے۔ ہر چند میں یہ ہوا اور وہ ہوا۔

یعنے ہر چند زاہد و پارسا بننے کی کوشش کرتا ہوں لیکن قسمت میں رندی لکھی ہے کیا کروں۔

دیکھو شعر الف $\frac{3}{4}$ ت $\frac{18}{8}$ د $\frac{5}{2}$ ش $\frac{4}{5}$ ق $\frac{7}{1}$ ش $\frac{32}{5}$ م $\frac{12}{3}$

(۸) ترجمہ میں سالوں اور مہینوں کے گذرنے سے بوڑھا نہیں ہوا بلکہ وجہ یہ ہے کہ معشوق بیوفا ہے۔ اور عمر کی طرح میرے پاس سے جلدی چلا جاتا ہے اسلئے بوڑھا ہو گیا ہوں۔

عمر کا جلدی اور بعجلت تمام گذرنا ظاہر ہے

(۹) ترجمہ۔ اس روز سے میرے دل پہ معانی کا دروازہ کھل گیا ہے جب سے کہ میں پیر مغاں کی درگاہ پر مقیم ہوا ہوں

(۱۰) ترجمہ کل اس نے مجھے خوشخبری اور بشارت دی کہ اے حافظ واپس آ جا کہ میں تیرے گناہوں کی معافی کا ضامن ہوں

غالباً اس شعر میں شفیع قیامت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیطرف اشارہ ہے۔

غزل ۲۸

اگر برخیزد از دستم که با دلدار بنشینم	۱	ز جام وصل می نوشم ز باغ خلد گل چینم
شراب تلخ صوفی سوز بنیادم بخواهد برد	۲	لبم بر لب نہ ای ساقی و بستان جان شیرینم
لبت شکر بمستان داد و چشمت می بمیخواران	۳	منم کز غایت حرمان نہ با آنم نہ با اینم
مگر دیوانه خواهم شد درین سودا که شب تا روز	۴	سخن با ماه میگویم پری در خواب می بینم
چو هر خاکی که باد آورد فیضی بود و انعامی	۵	ز حال بنده یاد آور که خدمتگار دیرینم
نه هر کو نقش نظمی زد کلامش دلپذیر آمد	۶ ق	تذرو طرفه میگیرم که چالاک است شاهینم
اگر باور نمیداری رو از صورتگر چین پرس	۷	که مانی نسخه میخواهد ز نوک کلک مشکینم

ابلهان را همه شربت زگلاب و قندست	۳	قوت دانا همه از خونِ جگر می بینم
اسپ تازی شده مجروح بزیر پالان	۴	طوق زرّین همه در گردن خر می بینم
دختران را همه جنگست و جدل با مادر	۵	پسران را همه بد خواه پدر می بینم
هیچ رحمے نه برادر به برادر دارد	۶	هیچ شفقت نه پدر را به پسر می بینم

(۷)　پند حافظ بشنو خواجه برو نیکی کن
زانکه این پند به از دُر و گہر می بینم　(۷)

غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ دنیا کے بدلے ہوئے حالات۔ اربابِ زمانہ کی بیوفائی۔ لوگوں کی بے حیثی اور بے مروتی اور ناقدر شناسی کی شکایت ہے۔ یہ غزل موجودہ زمانہ کے حالات کے عین مطابق ہے

(۱) ترجمہ۔ زمانہ کے دور میں یہ کیا شور ہے جو میں دیکھتا ہوں۔ تمام جہان کو فتنہ اور شر سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں۔

ابنائے زمانہ در پئے شور و شر ند	ابنا ستۂ زمانۂ عین ضرر اند
مانندِ قطار شتر این فرقہ دوں	باکید گر اند و در پئے یکد گر اند

(۲) ترجمہ۔ ہر ایک شخص زمانہ سے بہتری کے دن کی طلب کرتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ روز بروز حالت بدتر ہوتی جاتی ہے۔

موجودہ زمانہ بیشک خواجہ صاحب کے زمانہ سے بھی بدتر ہے۔

دریں عہد زاں ہم بتر کن قیاس	وزیں پس بتر کل یوم شناس

(۳) ترجمہ۔ بیوقوفوں کے لئے پینے کو گلاب و قند ہے اور دیکھتا ہوں کہ دانا کی خوراک خونِ جگر ہے۔

حاصلِ دانا ز عالم رنج بسیار است و بس	گر رسد چیزے بصد خونِ دل آزار است و بس

(۴) ترجمہ۔ عربی گھوڑا پالان کے نیچے زخمی ہوگیا اور زریں طوق تمام گدھوں کی گردنوں میں دیکھتا ہوں۔

یہ دونو شعر اربابِ زمانہ کی ناقدر شناسی اور اہل کمال کی حرمان نصیبی پر ہیں۔ دیکھو شعر د ۱۲۶/۵ د ۱۲۱/۲

د ۱۲۱/۸ م ۳۱/۴ م ۶۲/۵ ت ۴۱/۲ ذ ۱۲۰/۹

نگیو بخت داناد امن صبح فراغت را	اثر	چو روز و شب حضور ی نسبت با ہم عقل و دولت را

(۵) ترجمہ۔ لڑکیوں کو ماں کے ساتھ جنگ و جدل ہے۔ اور لڑکے تمام باپ کے دشمن نظر آتے ہیں

بیشک والدین کی شفقت اور اولاد کی محبت اور پابندی آداب اب تقریباً مفقود ہے

در عرصۂ قلمروِ فسکر از محیط نطق		جوئے بریدہ ام کہ بہ عماں برابر است	(نعلامیا)

اسی مضمون پر ہے

نہ ہر بیجا صلے با خود خیالے کرد مضمون شد	نہ ہر کس مصرعے چوں سرو موزوں کرد موزوں شد

اسی مضمون پر حکیم سنائی نے کہا ہے۔

نہ ہر آنکس کہ یکد و بیت بخواند	تا ز خائید و دنب و ریش افشاند
باشد آنکس سخنور و شا عر	بر معانی بود شدہ ما ہر

(۷) ترجمہ۔ اور اگر تجھے یقین نہیں تو جا چین کے نقاش سے پوچھ۔ کہ مانی بھی میرے مشکین قلم کی نوک سے نسخہ مانگتا ہے۔

یہ شعر پچھلے شعر کے ساتھ قطعہ بند ہے مطلب یہ ہے کہ میرے قلم کی سحر نگاری کا اگر تجھے یقین نہیں تو جا کر مانی سے پوچھ لے کہ وہ بھی باوجود مشہور نقاش ہونے کے میرے قلم کو استاد مانتا ہے مانی چین کا ایک مشہور نقاش گذرا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ وفاداری اور حق گوئی ہر ایک شخص کا کام نہیں۔ میں آصف زمانہ (وزیر) جلال الدین کا غلام ہوں۔

اسلئے ایسا وفادار اور حق گو ہوں۔

(۹) ترجمہ۔ عشق اور مستی کے اسرار مجھ سے سن نہ کہ حافظ سے۔ کیونکہ میں ہر رات جام و قدح کے ساتھ ماہ و پروین کا حریف رہتا ہوں۔

یعنے تمام رات جاگتا رہتا ہوں اور شراب عشق پیتا رہتا ہوں مجھ سے اسرارِ عشق سن نہ کہ زاہد شہر سے۔

غزل (۷۵)

اینچہ شوریست کہ در دور قمر مے بینم	۱	ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر مے بینم	
ہر کسے روز بہی میطلبد از ایام	۲	مشکل اینست کہ ہر روز بتر مے بینم	

عزم سبک عنان تو در جنبش آورد	۱۶	این پایدار سر کز علے مدار ہم
(۱۷)	حافظ که در ثنای تو چندین گہر فشاند پیش کف تو شد خجل و شرمسار ہم	(۱۷)

(۱) ترجمہ۔ دیدار میسر ہوگیا اور بوس و کنار بھی۔ بخت کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور زمانہ کا بھی۔

(۲) ترجمہ۔ اے زاہد چلا جا کیونکہ اگر نصیب میرا نصیب ہے، تو میرے ہاتھ میں پیالہ ہوگا اور زلف معشوق بھی۔

(۳) ترجمہ۔ ہم رندی و مستی پر کسی کی عیب جوئی نہیں کرتے معشوق کا لب لعل اچھا ہے اور خوش گو اور شراب بھی

(۴) ترجمہ۔ اے دل میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ محتسب نہیں رہا شراب سے جہاں بھرا ہوا ہے اور شراب نوش معشوق بھی

غالباً شاہ شجاع کا وقت ہوگا جس نے شراب خانوں کے بند ہونے کے حکم کو منسوخ کردیا تھا۔

(۵) ترجمہ۔ وہ وقت گیا کہ چشم بد کھات سے دیکھتی تھی۔ دشمن درمیان سے چلا گیا ہے اور آنسو دامن سے بھی۔

(۶) ترجمہ۔ دل کو تفرقہ کے ہاتھ میں دینا دانائی نہیں۔ کتاب مانگ اور صراحی بھی لا۔

مطلب یہ ہے کہ دل کو مختلف پریشان اور متفرق خیالات سے ہٹا کر کتاب کا مطالعہ کر اور شراب پی

تفرقہ اور مجموعہ کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ عشق کے خاکیوں پر اسکے لب سے ایک جرعہ گرا۔ تاکہ خاک لعل کیطرح ہوجائے اور خوشبودار بھی۔

خاکیان عشق سے مراد انسان۔

شاہ چوں خورد جام صفا بر خاک ریزد جرعہ ہا	امین الدین	زاں حق شراب عشق را بر خاک آدم ریختہ

(۸) ترجمہ۔ جب لالہ و گل کی آبرو تیرے حسن کے فیض سے ہے۔ تو اے لطف کے بادل مجھ خاکی پر بھی برس۔

مطلب یہ ہے کہ گل و لالہ کا تمام حسن حسن مطلق سے فیضیاب ہوا ہے۔ ہم خاکی بھی ابر لطف کے امیدوار

بیٹھے ہیں۔ تاکہ ہماری خاک بھی بہار پیدا کرے۔

گل پھینکے ہیں اوروں کیطرف بلکہ ثمر بھی		اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

(۹) ترجمہ۔ جب تمام کائنات تیری خوشبو سے زندہ ہے۔ تو اے آفتاب مجھ سے بھی سایہ نہ ہٹا۔

وہی مضمون ہے جو پہلے شعر میں ہے۔ محبوب حقیقی سے خطاب ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اہل نظر تیرے اسیر ہیں خدا سے ڈر۔ اور وزیر جم جاہ کے انصاف سے بھی۔

چنان ناسازگاری عام شد در روزگار ما	(صائب)	که طفل از شیر مادر استخوان اندر گلو دارد

(۶) ترجمہ - بھائی کو بھائی پر بالکل رحم نہیں - اور باپ کی لڑکے کے ساتھ بالکل شفقت نہیں۔

اخوت کا سبق اسلام نے جنکو سکھایا تھا	وہ بھائی بھائی سے آزردہ و بیزار بیٹھے ہیں

(۷) ترجمہ - اے صاحب من! حافظ کی نصیحت سن جا اور نیکی کر۔ کیونکہ میں اس نصیحت کو موتیوں اور جواہرات سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں۔

غزل ۷۶

دیدار شد میسر و بوس و کنار هم	۱	از بخت شکر دارم و از روزگار هم
زاهد برو که طالع اگر طالع من است	۲	جامم بدست باشد و زلف نگار هم
ما عیب کس بمستی و رندی نمی کنیم	۳	لعل بتان خوش است و می خوشگوار هم
ای دل بشارتی دهمت محتسب نماند	۴	وز می جهان پرست و بت میگسار هم
آن شد که چشم بدنگران بود از کمین	۵	خصم از میان برفت و سرشک از کنار هم
خاطر بدست تفرقه دادن نه زیرکیست	۶	مجموعهٔ بخواه و صراحی بیار هم
بر خاکیان عشق فشان جرعهٔ لبش	۷	تا خاک لعل گون شود و مشکبار هم
چون آبروی لاله و گل فیض حسن تست	۸	ای ابر لطف بر من خاکی ببار هم
چون کائنات جمله ببوی تو زنده اند	۹	ای آفتاب سایه ز من برمدار هم
اهل نظر اسیر تو اند از خدا بترس	۱۰	وز انتصاف آصف جم اقتدار هم
بریاد رای انور او آفتاب صبح	۱۱	جان میکند فدا و کواکب نثار هم
گوی زمین ربودهٔ چوگان عدل تست	۱۲	وین برکشیده گنبد نیلی حصار هم
تا از نتیجهٔ فلک و طور دور اوست	۱۳ ق	تبدیل سال و ماه و خزان و بهار هم
خالی مباد کاخ جلالت ز سروران	۱۴	وز ساقیان سرو قد گلعذار هم
برهان ملک و دین که ز دست سخاوتش	۱۵	ایام کان یمین شد و دریا یسار هم

مطلب یہ ہے کہ تیرا ارادہ اسقدر قوی اور تیز ہے کہ زمین کو بھی ہلا سکتا ہے۔ یا آسمان کو ہلا سکتا ہے

(۱۷) ترجمہ۔ حافظ جس نے تیری ثنا میں اتنی گہرافشانی کی ہی تیری ہتھیلی کے سامنے خجل و شرمسار ہو گیا ہی۔

مطلب یہ ہی کہ میں نے بھی تیری مدح بھی بہت دُرافشانی کی۔ لیکن تو نے عطاۓ صلہ میں اس سے بھی بڑھ کر دُر و گوہر مجھے عطا کئے۔ گویا میری گوہرافشانی تیری گوہرافشانی کے سامنے شرمندہ ہے۔ یہ بھی صلہ کی درخواست ہی ہے۔ بعض پُرانے قلمی دیوانوں میں یہ شعر نہیں ہے۔ شعر (۱۰) کو ضروری ترمیم کے ساتھ غزل کا مقطع لکھا ہے۔

غزل (۷۷)

۱	صلاح از ما چہ میجوئی کہ مستان را صلا گفتیم	بدور نرگس مستت سلامت را دعا گفتیم
۲	درمیخانہ رابکشا کہ ہیچ از خانقہ نکشود	گرت باور بود ورنہ سخن این بود ما گفتیم
۳	من از چشم خوش ساقی خراب افتادہ ام لیکن	بلائی کز حبیب آید ہزارش مرحبا گفتیم
۴	قدت گفتم کہ شمشاد است بس خجلت ببار آورد	کہ این نسبت چرا کردیم و این بہتان چرا گفتیم
۵	اگر برمن نبخشائی پشیمانی خوری آخر	بخاطر دار این معنی کہ در خدمت کجا گفتیم
۶	جگر چون نافہ ام خون گشت و زینم نمی باشد	جزای آنکہ با زلفش سخن از چین خطا گفتیم
(۷)	تو آتش گشتی ای حافظ ولی با یار درنگرفت	ز بدعہدی گل گوئی حکایت با صبا گفتیم

(۱) ترجمہ۔ ہم سے تو صلاحیت کیا ڈھونڈھتا ہے کہ ہم نے مستوں کو صلا دی ہی۔ تیری نرگس مست کے زمانہ میں ہم نے سلامتی کو الوداع کہدیا ہے۔

مطلب یہ ہی کہ تیری مست آنکھ کے دور میں دل و دین کی سلامتی ممکن نہیں۔ ہم رند ہیں مستوں اور رندوں کے ہم مجلس ہیں۔ ہم سے صلاح کار کی امید فضول ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میخانہ کے دروازہ کو کہول کہ خانقاہ سے کچھہ بھی حاصل نہیں ہوتا اگر تجھے ہماری بات پر یقین ہے

عاشقانہ طرز سے مدح کیطرف گریز ہے۔ وزیر وقت کی مدح ہے۔ معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ لوگوں کو تو نے اسیر کیا ہوا ہے۔ گیا تجھے خدا اور وزیر عہد کی انصاف پسندی اور معدلت گستری کا خیال ہی نہیں۔ اس غزل کے باقی تمام اشعار اسی وزیر کی مدح میں ہیں اور اشعار (۱۳) و (۱۴) دعائیہ ہیں۔

(۱۱) ترجمہ۔ صبح کا آفتاب اسکی رائے روشن کی یاد میں جان کو فدا کرتا ہے اور ستاروں کو قربان کرتا ہے۔

یعنی وزیر ممدوح کی رائے آفتاب سے بھی زیادہ روشن اور روشنی بخش ہے۔

۱۲۔ ترجمہ۔ زمین کی گیند تیرے عدل کے چوگان کی مطیع ہے اور یہ نیلگوں اونچا گنبد بھی۔

یعنے زمین و آسمان تیرے چوگان عدل و انصاف کے زیر فرمان ہیں۔

(۱۳) ترجمہ۔ جب تک آسمان اور اسکے طور و دور کا نتیجہ سال و ماہ اور خزاں و بہار کی تبدیلی پیدا کرتا ہے۔

(۱۴) ترجمہ۔ اسوقت تک تیرے جلال کا محل سرداروں سے خالی نہ ہو۔ اور سرو قد گل عذار ساقیوں سے بھی۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں مطلب یہ ہے کہ جب تک زمانہ قائم ہے تیری مجلس امراؤ وزرا اور ساقیان گلعذار و دلربا سے خالی نہ ہو۔

(۱۵) ترجمہ۔ برہان الدین والملک کہ جسکے دست سخاوت سے زمانہ باشوکت ہو گیا ہے اور دریا بخیل۔

برہان الدین والملک۔ وزیر کا نام۔ **یمین** (۱) دست راست (۲) شوکت و منزلت طاقت۔ **یسار**۔ (۱) طرف چپ مقابل یمین (۲) استعمال فارسی میں بمعنے شوم و بخیل استعمال ہوتا ہے مثلاً ظہوری کا شعر ہے۔

خدا آرا کہ پرہیز از یسار چند	نشستہ مدعیاں لنداز یمین و یسار

محمد قلی مجذوب نے کہا ہے۔

مالداری مجو کہ ہست یسار	عبرتے گیر از زبانِ عرب

مطلب یہ ہے کہ میرے ممدوح کے دست سخاوت نے زمانہ کو باشوکت بنا دیا ہے اور اسکے مقابلہ میں دریا جو مشہور فیاض ہے۔ وہ بھی ایک بخیل اور شوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ کان یعنے کہ آن۔ دست۔ یمین و یسار۔ کان اور دریا کی رعایت ظاہر۔

(۱۶) ترجمہ۔ تیرا ارادہ جنبش میں لاتا ہے اس پائدار اور عالی مدار مرکز کو بھی۔

مرکز عالی مدار اور پائدار سے مراد زمین۔ جو عقیدۂ قدیم کے مطابق متحرک نہ تھی بلکہ ساکن۔ یا آسمان

غزل (۷۸)

عمریست تا من در طلب هر روز گامی میزنم	۱	دست شفاعت هر دمی در نیکنامی میزنم
بی ماه مهرافروز خود تا کی گذارم روز خود	۲	دامی براهی می‌نهم مرغی بدامی میزنم
تا بو که یابم آگهی زان سایهٔ سرو سهی	۳	گلبانگ عشق از هر طرف بر خوشخرامی میزنم
هر چند آن آرام دل دانم نبخشد کام دل	۴	نقش خیالی میکشم فال دوامی میزنم
اورنگ کو گلچهر کو نقش وفا و مهر کو	۵	حالی من اندر عاشقی داد تمامی میزنم
دانم سرآید قصه ام چندان نماند غصه ام	۶	زین آه خون افشان که من صبح و شامی میزنم

(۷) با آنکه از خود غایبم وز می چو **حافظ** تائبم
در مجلس روحانیان گه گاه جامی میزنم (۷)

(۱) ترجمہ۔ مدت ہوئی کہ ہر روز میں راہِ طلب میں ایک قدم بڑھاتا ہوں۔ ہر وقت شفاعت کا ہاتھ کسی نیک نام تک پہنچاتا ہوں۔

یعنے شفاعت کے لئے ہاتھ لمبا کرتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ پائے طلب اور دست شفاعت کی برکت سے ترقی کرتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ اپنے مہرافروز معشوق کے بغیر کب تک وقت بسر کروں۔ راہ میں جال لگاتا ہوں اور پرندہ جال میں پھنساتا ہوں۔

اس شعر میں بھی سعی وطلب کا ہی ذکر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ تاکہ شاید اس سروسہی کے سایہ کا کچھ پتہ لگاؤں عشق کی آواز ہر طرف ہر خوش رفتار پر لگاتا ہوں
یعنے ہر ایک خوشخرام کو دیکھتا پھرتا ہوں تاکہ میرا خوشخرام سرو کہیں نظر آجائے۔ یہاں بھی سعی وطلب کا ہی بیان ہے

(۴) ترجمہ۔ ہر چند میں جانتا ہوں کہ وہ دلارام مقصدِ دلی عطا نہیں کریگا۔ تاہم خیالی نقش بناتا ہوں اور ہمیشہ فالیں نکالتا ہوں۔

(تو بہتر) ورنہ سچی بات یہی تھی اور ہم نے کہدی ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ زہد خشک سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ شراب عشق پی ۔ ہم نے سچی بات کہدی ہے مان یا نہ مان
دیکھو شعر ۱۰۶/۹

(معین الدین)	کہ چند بہ سالِ حسیتم بہ محرابِ مناجاتش		من از کنج خرابات ۔ تے جمالے دیدہ ام واللہ

(۳) ترجمہ ۔ میں ساقی کی خوبصورت آنکھ سے مست و خراب ہو کر گرا ہوا ہوں لیکن جو مصیبت معشوق کیطرف سے آئی ۔
ہم نے اسے ہزار دفعہ مرحبا ۔ خوش آمدید کہا ۔
(۴) ترجمہ ۔ میں نے تیرے قد کو شمشاد کہا اور بہت شرمندگی حاصل ہوئی ۔ کہ ہم نے یہ نسبت کیوں کی ہے اور یہ بہتان
کیوں باندھا ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ تیرے قد سے شمشاد کو کیا نسبت ہے ۔

	سرو چو بیت نامراشیدہ		سرو را قدِ یار مے گویند
	ایقدر خود فرق در موزون و ناموزون کنم		قد موزونِ ترا با سرو نسبت چون کنم

(۵) ترجمہ ۔ اگر تو مجھ پر بخشش نہیں کرتا تو آخر پشیمانی اٹھائے گا اس بات کو یاد رکھ کہ تیری خدمت میں کب کہی تھی
یعنے میری اِسوقت کی بات یاد رکھ کہ اگر تو مجھ پر مہربانی نہیں کریگا تو پشیمان ہوگا ۔
(۶) ترجمہ ۔ نافہ کیطرح میرا جگر خون ہو گیا اور اس جرم کی سزا اس سے بہتر ہو ہی کوئی نہیں سکتی کہ میں نے تیری
زلف کے سامنے غلطی سے چین کا ذکر کیا ۔
مطلب یہ ہے کہ میں نے تیری زلف عنبرین کے سامنے نافۂ چین کا غلطی سے ذکر کر دیا یا غلطی سے تیری زلفِ معنبر کو
نافۂ چین سے تشبیہ دیدی اس غلطی کی سزا میں میرا جگر تیرے عشق میں نافہ کیطرح خون ہو گیا ہے ۔ کہتے
ہیں کہ نافہ منجمد خون ہوتا ہے ۔
خطا ۔ ایک مقام کا نام بھی ہے جسکے نافے مشہور ہوتے ہیں ۔ نافہ ۔ چین اور خطا کی رعایت ظاہر

	چین زلفت نگار خانۂ ماست		از خطا کے رویم سوے ختن

(۷) ترجمہ ۔ حافظ تو آگ ہو گیا لیکن معشوق پر کچھ اثر نہ ہوا ۔ گویا ہم نے پھول کی بیوفائی کی حکایت
بادِ صبا سے بیان کی ۔

	چون چراغان شب مہتاب بیجا سوختیم		سوختیم و سوزش ما بر کسے ظاہر نشد

یہ غزل اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں دیکھی گئی۔ ممکن ہے الحاقی ہو۔

(۱) ترجمہ۔ اے طبیب میرے سر سے چلا جا کہ مجھے سر کی بھی خبر نہیں۔ خدا کے لئے میری جان چھوڑ کہ مجھے جان کی بھی خبر نہیں۔

از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب	دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے۔

بخدا اگر بمیرم کہ دل از تو بر نگیرم	برو اے طبیب از سر کہ دوا نمے پذیرم

(۲) ترجمہ۔ میری بیمار پرسی کے لئے قدم رنجہ فرما تا کہ میں بیخودی سے اچھا ہو جاؤں۔ خالص شراب پی اور مجھے بھی دے کہ اسکے بغیر مجھے اور کوئی غم نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ اگر تو اس کے بعد میرا غم کھائے تو پھر میری غمخواری چھوڑ نہ دینا کیونکہ میری تیرے بغیر اور کسی پر نظر نہیں۔

اس شعر کی ترکیب مشتبہ ہے۔ صحیح نسخہ معلوم نہیں ہوتا۔ باکس اور بیکسے میں ظاہر اتکرار ہے۔ جو نازیبا ہے۔ صحیح شعر کا پتہ نہیں لگ سکا۔

نکتم میں تم فاعلی نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ زر سے ہی تیرا زیور بناتے ہیں اور زر سے ہی تجھے بغل میں لیتے ہیں۔ میں بینوا پریشان حال کیا کروں کہ میرے پاس زر نہیں ہے۔

آمد بر من چو بر کشم زر پنداشت	چوں دید کہ زر ندا شتم رہ بگذاشت	(کمال اسمٰعیل)

(۵) ترجمہ۔ پھر مجھے یہ نہ کہو کہ میں تجھے دروازہ سے ہٹانا چاہتا ہوں۔ تیرا یہ خیال ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ تجھ سے کبھی دل نہ ہٹاؤں۔

(۶) ترجمہ۔ میں اگرچہ شراب پرست ہوں تاہم میرے مذہب میں شراب نہ دو۔ میرے دل کو قابو سے باہر نہ کر دو کہ دوسرا دل نہیں رکھتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ تو حافظ کی دلجوئی کرتا ہے لیکن تجھ سے غم دل کیا بیان کروں کیونکہ تو تند خوئی سے کہتا ہے کہ مجھ سے یہ دردِ سر نہیں ہو سکتا۔

یعنے تو خود حال پرسی کرتا ہے۔ اور جب میں دل کا حال بیان کرتا ہوں تو تو جواب دیتا ہے کہ ہم سے یہ قصے

بنے گوہر مقصود کا حاصل ہونا تو مشکل نظر آتا ہے لیکن کوشش کئے جاتا ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ عاشق کہاں معشوق کہاں اور نقش مہر و وفا کہاں۔ فی الحال میں عاشقی میں پوری دریا سب کی داد دیتا ہوں

اورنگ۔ ایک عاشق کا نام۔ **گلچہر**۔ اسکی معشوقہ کا نام۔ مطلب یہ ہے کہ اورنگ و گلچہر کے عشق و عاشقی کا اب نام و نشان کہاں اب تو میرے ہی عشق کا چرچا ہے۔ داد زدن کی بجاے داد زون بھی ہو سکتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں جانتا ہوں کہ یہ قصہ ختم ہو جائیگا اور یہ غصہ کی حالت باقی نہیں رہیگی بوجہ اس خون افشان آہ کے جو میں ہر صبح و شام کرتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ میری دردناک آہیں آخر کار مجھے اس غم و غصہ کی حالت سے نکالینگی۔

(۷) ترجمہ۔ باوجود اسکے کہ میں اپنے آپ سے غایب ہوں اور حافظ کیطرح شراب سے توبہ کی ہوئی ہے۔ تاہم روحانیوں کی مجلس میں گاہ بگاہ ایک پیالہ پی لیا کرتا ہوں۔

ظاہر ہے کہ یہ شراب عشق و معرفت الٰہی ہے جسکا نتیجہ بے خودی ہے۔

غزل ۹

بروای طبیبم از سر که خبر ز سر ندارم	۱	بگذار تا بمیرم که ز جان خبر ندارم
بعیادتم قدم نه که ز بیخودی شوم به	۲	می ناب نوش و هم ده که غم دگر ندارم
غمم ار خوری ازین پس نکنم ز غمخوری بس	۳	نظری بجز تو با کس بکسی دگر ندارم
ز زرت کنند زیور ز رنت کشند در بر	۴	من بینوا سے مضطر چکنم که زر ندارم
دگرم مگو که خواهم که ز در گهت بر انم	۵	تو برین و من بر آنم که دل از تو بر ندارم
من اگرچه می پرستم ندهید می بدستم	۶	ببرید دل ز دستم که دل دگر ندارم

(۷)　دل حافظ ار بجوئی غم دل بہ تند خوئی　چه بگویمت بگوئی سر درد سر ندارم　(۷)

(۲) ترجمہ۔ بوڑھے تجربہ کی بات کہتے ہیں۔ میں نے تجھے کہدیا ہی ہاں اے لڑکے خدا تجھے بڑی عمر دے نصیحت سن۔
مطلب یہ ہی کہ بوڑھوں کی نصیحت تجربہ پر مبنی ہوتی ہے اس لئے میری نصیحت سن اور اس پر عمل کر۔
پیر شوی سے مراد یہ کہ خدا تجھے عمر طویل عطا کرے۔

(۳) ترجمہ۔ ہوشمند پر عشق اپنا سلسلہ نہیں رکہتا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ معشوق کی زلف کو پکڑے تو ہوش ترک کردے
مطلب یہ ہی عاقل و دانا عشق کے اسرار و رموز سے ہرگز واقف نہیں ہو سکتا۔ اگر عشق میں کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ تو ہوش کو ترک کردے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ ت ۲/۲ د ۵/۱ د ۱۵/۱ ل ۵/۶ ہ ۱/۱ س ۲/۱ ص ۱/۱ ل ۵/۶

عشق مستغنیست از تدبیر عقل حیله گر	شیر کے سازد عصائے خود دم روباه را	(رصائب)

(۴) ترجمہ۔ تسبیح اور خرقہ تجھے مستی کی لذت نہیں بخشیں گے۔ اس عمل میں میفروش سے ہمت طلب کر۔
مطلب یہ ہے کہ زہدِ خشک سے کچھہ حاصل نہ ہوگا۔ شرابِ عشق سے مستی مانگ تاکہ گوہرِ مقصود ہاتھ آئے۔

(۵) ترجمہ۔ دوستوں کے ساتھ عمر و مال سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ نصیحت سننے والے دوست پر سو جان قربان کی جا سکتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ راہِ عشق میں شیطانی وسوسے بہت ہوتے ہیں۔ ہوشیار رہ اور سروشِ غیب کے پیغام کو دل کے کانوں سے سن
مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق میں غولِ بیابان کا بہت خطرہ ہے۔ لغزش کے بہت موقعے ہیں۔ قدم قدم پر بہک جانے کا ڈر ہے۔ رہبرِ غیب کی نصیحت پر عمل کر اور اسکے پیچھے چل بشر الوسواس الخناس سے اسی لئے پناہ مانگا کرتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ ساز و سامان تباہ ہو گئے۔ اور سامانِ طرب نہیں رہا۔ اے چنگ نالہ و فریاد کر اور اے دف شور کر
آواز دف و چنگ سے پھر سازِ طرب مہیا کرنا چاہتے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اے ساقی تیرا پیالہ شرابِ صاف سے کبھی خالی نہ ہو۔ مجھہ دُرد نوش پر بھی عنایت کی ایک نظر ڈال۔

(۹) ترجمہ۔ زرافشاں قبا پہن کر جب تو سرمست ہو کر گذرے تو پشمینہ پوش حافظ کو بھی ایک بوسہ نذر کرتا جا۔
زرافشاں اور پشمینہ پوش کا مقابلہ ظاہر۔

نہیں سُنے جاتے سردردی نہیں ہوسکتی۔

ردیف ن

غزل (۱)

ای نور چشم من سخنی ہست گوش کن	۱	تا ساغرت پرست بنوشان و نوش کن
پیران سخن بتجربہ گفتند گفتمت	۲	ہان ای پسر کہ پیر شوی پند گوش کن
بر ہوشمند سلسلہ ننہادہ است عشق	۳	خواہی کہ زلف یار کشی ترک ہوش کن
تسبیح و خرقہ لذت مستی نہ بخشدت	۴	ہمت درین عمل طلب از میفروش کن
با دوستان مضائقہ در عمر و مال نیست	۵	صد جان فدای یار نصیحت نیوش کن
در راہ عشق وسوسۂ اہرمن بسی ست	۶	ہشدار و گوش دل بہ پیام سروش کن
برگ نوا تبہ شد و ساز طرب نماند	۷	ای چنگ نالہ برکش و ای دف خروش کن
ساقی کہ جامت از می صافی تہی مباد	۸	چشم عنایتی بمن دُرد نوش کن

(۹) سرمست در قبای زر افشان چو بگذری — یک بوسہ نذر حافظ پشمینہ پوش کن (۹)

(۱) ترجمہ۔ اے میری آنکھوں کے نور! ایک بات ہے دھیان سے سن۔ جب تک تیرا ساغر بھرا ہوا ہے پی اور پلا۔

مطلب یہ ہے کہ جب تک تجھ میں استطاعت ہے۔ پی اور پلا۔ کھا اور کھلا۔

اے کہ دستت میرسد کارے بکن	پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار

(۲) ترجمہ ۔ بادشاہی نشست اپنی جگہ پر اچھی ہوتی ہے ۔ تاکہ ہر کوئی اب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جائے ۔
یعنے میر مجلس کا ہونا ضروری ہے ۔ تاکہ ہر کس و ناکس کو اپنی اپنی جگہ معلوم ہو جائے ۔ ورنہ ہر شخص اپنے اپنے زعم میں صدر نشین ہوتا ہے ۔

چنداں بود کرشمہ و نازِ سہی قداں	کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما

(۳) ترجمہ ۔ یہ گھر ابد الآباد تک آباد رہے کیونکہ اسکے دروازہ کی خاک سے ہر دم بادِ یمن نفس الرحمن کے ساتھ چلتی ہے ۔
یعنے اس دروازہ کی خاک سے ہی نفس الرحمٰن کی خوشبو آتی ہے ۔ بادِ یمن اور نفس الرحمٰن کے لئے دیکھو ت ۲۹/۲
(۴) ترجمہ ۔ خاتم سلیمان کو حسن انجام کی خوشخبری دی کیونکہ اسم اعظم نے شیطان کے ہاتھ کو اس سے دور کر دیا ہے ۔
کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ایکدفعہ صخرہ نام ایک دیو کے ہاتھ لگ گئی اور وہ کچھ دنوں تک اسکی برکت سے سلطنت کرتا رہا ۔ لیکن آخرکار پھر وہ انگشتری آنحضرت کو مل گئی اور صخرہ سلطنت سے معزول ہوا ۔ خواجہ صاحب نے یہ غزل کسی بادشاہ کی تخت نشینی پر لکھی ہے ۔ انکے عہد میں شیراز میں یکے بعد دیگرے کئی بادشاہ ہوئے ۔ کسی بادشاہ کے چند روزہ سلطنت کرنے کے بعد پھر اصلی بادشاہ کے تخت و تاج پر قابض ہونے کے موقعہ پر یہ غزل کہی گئی ہے ۔ ممکن ہے منصور بادشاہ کے متعلق ہو ۔
(۵) ترجمہ ۔ آسمان کا چوگانی گھوڑا زین کے نیچے مطیع ہو گیا ہے ۔ اے شاہسوار تو میدان میں اچھا آیا ہے گیند مار
خنگ ۔ بکسر ۔ (۱) سفید (۲) خصوصاً سفید گھوڑا جو سبزی اور سیاہی مائل ہو ۔
آسمان کو پولو کا گھوڑا کہا ہے ۔ ممدوح کو سوار اور زمین کو گیند سے تشبیہ دی ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ چوگان اقبال سے گوئے زمین کو اپنے زیر فرمان رکھ ۔
(۶) ترجمہ ۔ ملک کی نہر کو تیری تلوار سے پانی ملتا ہے ۔ عدل کا پودا لگا اور دشمنوں کی جڑ اکھیڑ دے ۔
مطلب یہ ہے کہ ملک کی سرسبزی اور آبادی تیری تلوار کی برکت سے ہے ۔ تلوار کے زور سے دشمنوں کی بیخ کنی کر دے اور عدل و انصاف کو ملک پر مسلط کرے ۔
(۷) ترجمہ ۔ تیری افراسیابی شوکت اور تیری عالمگیر تلوار کا ہر انجمن اور ہر شاہنامہ میں چرچا ہے ۔

غزل (۲)

افسر سلطان گل پیدا شد از طرف چمن	۱	مقدمش یا رب مبارک باد بر سرو و سمن
خوش بجای خویشتن بودی نشست خسروی	۲	تا نشیند هر کسے اکنون بجای خویشتن
تا ابد معمور باد این خانہ کز خاک درش	۳	ہر نفس با بوی رحمن می وزد باد یمن
خاتم جم را بشارت دہ بحسن خاتمہ	۴	کاسم اعظم کرد ازو کوتاه دست اہرمن
خنگ چوگانی چرخت رام شد در زیر زین	۵	شہسوارا خوش بمیدان آمدی گوئی بزن
جویبار ملک را آب از سر شمشیر تست	۶	تو درخت عدل بنشان بیخ بدخواہان بکن
شوکت پور پشنگ و تیغ عالمگیر تو	۷	در ہمہ شہنامہ ہا شد داستان انجمن
بعد ازین نشگفت اگر با نکہت خلق خوشت	۸	خیزد از صحرای ایران نافۂ مشک ختن
گوشہ گیران انتظار جلوۂ خوش می کشند	۹	بر شکن طرف کلاه و برقع از رخ برفگن
ای صبا بر ساقی بزم اتابک عرضہ دار	۱۰	تا ازان جام زرافشان جرعۂ بخشد بمن

(۱۱) مشورت با عقل کردم گفت حافظ می بنوش
ساقیا می دہ بقول مستشار مؤتمن (۱۱)

یہ غزل مدحیہ ہے۔ تمہیدی بہاریہ اشعار کے بعد بادشاہِ وقت کی تعریف میں غزل تمام کی ہے مگر حسب معمول خواجہ صاحب عاشقانہ طرز کو نہیں چھوڑتے۔ حمد ہو یا مدح خواجہ اپنی طرز کو کسی جگہ نہیں بھولتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انکا کلام اس درجہ مقبول و دلکش ہے۔

(۱) ترجمہ۔ باغ کی جانب سے سلطانِ گل کا تاج نمودار ہوا۔ اے خدا سرو و سمن کے ساتھ اسکی تشریف آوری مبارک ہو۔

یعنے موسم بہار ہے۔ گل و ریحان اور سرو و سمن عالم شباب میں ہیں۔ خواجہ صاحب انکا خیر مقدم کہتے ہیں۔ افسر اور طرف کی رعایت ظاہر۔

دارد دل درویش تمنای نگاہی	۲	زان چشم سیہ مست بیک غمزہ روا کن
گر لاف زند ماہ کہ ماند بجمالت	۳	بنمای رخ خویش و مرا انگشت نما کن
ای سرو چمان از چمن و باغ زمانے	۴	بخرام درین بزم و دو صد جامہ قبا کن
شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمع اند	۵	ای دوست بیا رحم بہ تنہائی ما کن
با دل شدگان جور و جفا تا بکی آخر	۶	آہنگ وفا ترک جفا بہر خدا کن

(۷) مشنو سخن دشمن بدگوی خدا را
با حافظ مسکین خود ای دوست وفا کن (۷)

(۱) ترجمہ۔ اے حسینوں کے بادشاہ مجھ مسکین کیطرف نظر کر۔ مجھ جلے ہوئے بے سروپا پر رحم کر

(۲) ترجمہ۔ درویش کے دل کو ایک نگاہ کی تمنا ہے۔ اس مست سیاہ آنکھ کے ایک غمزہ سے اسکی تمنا پوری کر۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے صرف تیری ایک نگاہ کی تمنا ہے۔ نگاہ کر اور میری آرزو پوری ہو جائیگی۔

بیامد بردر مکتب خروشم
بگفت قیمتش گفتم نگاہے

کہ من سیپارۂ دل میفروشم
بگفتا کمتر کہ گفتم کہ گاہے (غنیمت)

(۳) ترجمہ۔ اگر چاند یہ لاف مارے کہ وہ تیرے جمال کے مشابہ ہے تو اسکو اپنا چہرہ دکھا اور چاند کو انگشت نما کر دے۔

انگشت نما کرنا یعنے بدنام کرنا۔ رسوا کرنا۔

بمیزان نظر حسن ترا با ماہ سنجیدم
میان این و آن فرق زمین و آسمان دیدم (مغز)

(۴) ترجمہ۔ اے سرو خرامان! باغ و چمن سے تھوڑی دیر کے لئے چل اور صدہا جامے چاک کر یعنے تاکہ عاشق تیرے خرام ناز کو دیکھکر جامہ چاک کریں۔

(۵) ترجمہ۔ شمع پھول۔ پروانہ اور بلبل تمام جمع ہیں۔ اے معشوق آ اور میری تنہائی پر رحم کر۔ مطلب یہ ہے کہ شمع و پروانہ اور گل و بلبل جمع ہیں۔ یعنے عاشق و معشوق یکجا ہیں صرف میں ہوں۔ کہ اکیلا بیٹھا ہوں میری تنہائی پر رحم کر اور تشریف لا۔

(۶) ترجمہ۔ بیدلوں پر کب تک جور و جفا کریگا۔ وفا کا وقت ہے خدا کے لئے جفا چھوڑ۔

پور پشنگ - پشنگ کا بیٹا - پشنگ بضم اول و فتح ثانی و یا بفتحتین - نام افراسیاب کے باپ کا لہذا پور پشنگ یعنے افراسیاب - مطلب یہ ہے کہ آج کل تمام مجلسوں میں اور تمام بادشاہی تواریخوں میں تیرا ہی چرچا ہے - پور پشنگ اور شاہنامہ کی رعایت ظاہر کیونکہ شہنامۂ فردوسی میں افراسیاب کا مفصل قصہ درج ہے -

(۸) ترجمہ - تیرے اخلاقِ حمیدہ کی خوشبو سے بھی اگر شگفتہ نہ ہوا - تو پھر صحرائے ایران سے نافہ مشک ختن اٹھ جائے گا -

یعنے اگر باوجود تیرے اخلاق حمیدہ کے بھی ایران خوش و خرم اور شگفتہ نہ ہوا - تو پھر نافۂ مشک ختن کیا کریگا -

(۹) ترجمہ - گوشہ نشین تیری خوش نما جلوہ کا انتظار کر رہے ہیں - ٹوپی کو ٹیڑہا رکھ اور چہرہ سے پردہ ہٹا -

یعنے تشریف لے آ اور بزم آرا ہو - ہم تیرے منتظر بیٹھے ہیں -

(۱۰) ترجمہ - اے باد صبا مجلسِ بادشاہ کے ساقی سے جا کر عرض کر - کہ اس زر افشاں پیالہ سے ایک گھونٹ مجھے بھی بخشے -

اتابک - ترکی لفظ ہے - بمعنے استاد - امیر - بادشاہ - سعد زنگی بادشاہ ایران کا لقب - پہلے سلطان سنجر کا استاد تھا سلطان سنجر نے ایک رات مستی کی حالت میں اسے بادشاہی دیدی چنانچہ سلطان سنجر کے بعد وہ بادشاہ ہوا -

(۱۱) ترجمہ - میں نے عقل سے مشورہ کیا اس نے کہا کہ اے حافظ شراب پی - اے ساقی اس مستشارِ مؤتمن کے فتویٰ کے مطابق شراب دے -

مستشار - اسم مفعول بمعنے مشورت کردہ شدہ - یا وہ شخص جس سے مشورہ کیا جائے جس سے صلاح پوچھی جائے - **مؤتمن** اسم فاعل - امانت دار - امین - مستشارِ مؤتمن سے یہاں مراد عقل مطلب یہ ہے کہ عقل نے شراب کا فتویٰ دیا ہے - اُسکا مشورہ درست ہے - لہذا شراب دے -

غزل (۳)

ای خسرو خوباں نظری سوی گدا کن	۱	رحمی بمن سوخته بی سروپا کن

ملاحت ۔ حسنِ سبز۔ مطلب یہ ہی کہ تیری لطافت اور ملاحت سی بازارِ حسن و دلبری کو رونق ہی

(۵) ترجمہ ۔ تیری زلف کی جال اور خال کے دانہ کی وجہ سی دنیا میں ایک مرغِ دل بھی ایسا باقی نہیں ہا جو حسن کا شکار نہ ہوگیا ہو۔

زلف کو دام ۔ خال کو دانہ اور دل کو مرغ قرار دیا ہے ۔ نتیجہ ظاہر

خال تو دانہ دانہ وزلفِ تو دام دام		مرغکیہ دانہ چید گرفتار دام شد

مرزا صائب زلف کو مار اور خال کو مہرۂ مار کہتے ہیں۔

زخالِ عنبرین افزوں ز زلفِ یار مے ترسم		ہمہ از مار و من از مہرۂ ایں مار مے ترسم

(۶) ترجمہ ۔ طبیعت (قدرت) کی دایہ ہمیشہ جان سی تجھ حسن کی گود میں ناز سی اور لطف سے پالتی ہی۔

(۷) ترجمہ ۔ تیرے لبوں کے گرد بنفشہ اسلئے تروتازہ ہی کہ حسن کی نہر سے آبِ حیات پیتا ہے۔

بنفشہ سے مراد سبزہ خط ۔ مطلب یہ ہی کہ تیرے لب چشمۂ آبِ حیات ہیں اس لئے سبزہ خط جو اس آبِ حیات کے کنارہ پر اُگا ہے ۔ تازہ اور سرسبز ہے ۔

خطِ مشکیں سرزد از روئیش باندک فرصتے	(صائب)	تخم قابل زود گردد در زمین پاک سبز

جہانگیر بادشاہ کے اس شعر میں بھی قریباً یہی مضمون ہی۔

ترا تا سبزہ بر گردِ لبِ جاں بخش پیدا شد		مسیحا بود تنہا خضر ہمراہ مسیحا شد

اسی مضمون پر کسی استاد نے کہا ہے۔

خطِ سبزے کہ بگرد لب جاناں گشتہ است		پی خضر است کہ بر چشمہ حیواں گشتہ است

(۸) ترجمہ ۔ حافظ یہ امید منقطع کرچکا ہی کہ اسے معشوق کا نظیر کوئی نظر آئیگا ۔ حسن کی ولایت میں تیرے سوا اور کوئی رہنے والا نہیں

مطلب یہ ہی کہ دیارِ حسن میں صرف تو ہی تو ہے ۔ اسلئے تیرا نظیر اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

غزل (۵)

بالا بلند عشوہ گر سرو ناز من	۱	کوتاہ کرد قصۂ زہد دراز من

(۷) ترجمہ۔ خدا کے لئے بدگو دشمن کی بات نہ سن۔ اور مسکین حافظ کے ساتھ اے دوست خود وفا کر۔

غزل (۴)

ای روی ماہ منظر تو نوبہار حسن	۱	خال و خط تو مرکز لطف و مدار حسن
در چشم پرخمار تو پنہان فسون سحر	۲	در زلف بیقرار تو پیدا قرار حسن
ماہی نتافت چون رخت از برج خسروے	۳	سروی نخاست چون قدت از جویبار حسن
خرم شد از ملاحت تو عہد دلبرے	۴	فرخ شد از لطافت تو روزگار حسن
از دام زلف و دانۂ خال تو در جہان	۵	یک مرغ دل نماند نگشتہ شکار حسن
دائم بہ لطف دایۂ طبع از میان جان	۶	می پرورد بناز ترا در کنار حسن
گرد لبت بنفشہ ازان تازہ و ترست	۷	کآب حیات میخورد از جویبار حسن
(۸)	حافظ طمع برید کہ بیند نظیر دوست دیار نیست غیر تو اندر دیار حسن	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اے معشوق کہ تیرا چاند جیسا چہرہ حسن کی نوبہار ہے۔ تیرا خال لطف کا مرکز اور تیرا خط حسن کا دائرہ ہے۔

خال کو نقطۂ مرکزِ لطافت اور خط کو محیطِ دائرۂ حسن کہا ہے

(۲) ترجمہ۔ تیری پُرخمار آنکھ میں جادو کا افسون پوشیدہ ہے۔ تیری پریشان زلف میں حسن کا قرار موجود ہے۔

(۳) ترجمہ۔ بادشاہی کے برج سے تیرے چہرے کے برابر کوئی چاند روشن نہ ہوا۔ اور حسن کی نہر سے تیرے قد کے برابر کوئی سرو پیدا نہ ہوا۔

(۴) ترجمہ۔ تیری ملاحت سے دلبری کا زمانہ خوش و خرم ہوگیا۔ اور حسن کا وقت تیری لطافت سے مبارک اور فرخندہ ہوگیا۔

(۴) ترجمہ۔ مجھے اپنے ایمان کی خرابی کا خطرہ ہے کیونکہ تیرے ابرو کا محراب میری نماز سے حضور لئے جاتا ہے۔ یعنے عین نماز کی حالت میں تیری ابرو کا محراب یاد آجاتا ہے اور نماز میں حضورِ قلب نہیں رہتا جس سے ایمان کا خطرہ ہے۔

در نمازم خمِ ابروئے تو چوں یاد آمد		حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

(۵) ترجمہ معشوق مست ہے اور حریفوں کو یاد نہیں کرتا۔ میرے مسکین نواز ساقی کی یاد بخیر ہو۔

(۶) ترجمہ اے خداوہ بادِ صبا کب چلیگی جسکی نسیم ہے۔ اُسکے کرم کی خوشبو میری کارسازی کرے گی۔

(۷) ترجمہ شمع کیطرح میں اپنے آپ پر ہنستا بھی ہوں اور روتا بھی۔ دیکھئے تجھ سنگدل پر میرا سوز و ساز کیا اثر کرتا ہے۔ شمع کا گریہ اور خندہ مشہور اور ظاہر

(۸) ترجمہ ۔ فی الحال تو لاحاصل اور بیفائدہ رو رہا ہوں۔ دیکھیے ہمارا مجاز حقیقت کے نزدیک کب ہوتا ہے۔
نقش برآب زدن ۔ بے فائدہ اور لاحاصل کام کرنا۔ ناپائدار کام کرنا مطلب یہ ہے کہ فی الحال تو عشق میں ہماری گریہ وزاری لاحاصل معلوم ہوتی ہے۔ دیکھیے گوہرِ مقصودِ حقیقی کب ہاتھ لگتا ہے۔

(۹) ترجمہ ۔ جب محمود کی زندگی کا خاتمہ ہونے لگا۔ تو حالتِ زار میں جان دیتا تہا اور کہتا تہا کہ اے میرے ایاز۔

(۱۰) ترجمہ میں نے خیال کیا کہ غرقِ فریب سے نشانِ عشق کو چھپا رکہونگا لیکن آنسوؤں نے غمازی کی اور میرے راز کو ظاہر کر دیا
اشک کی غمازی کے لئے دیکہو شعر (۳) غزل ہذا۔

(۱۱) ترجمہ اے زاہد جب تیری نماز سے بہی کچھ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا اور میری رات کی مستی اور راز و نیاز سے (بہی کچھ) حاصل نہیں ہوتا تو بتا کہ تیری نماز اور میری مستی میں کیا فرق ہے۔

(۱۲) ترجمہ ۔ حافظ غم و غصہ سے جل گیا اے بادِ صبا اسکا حال میرے دوست پرور اور دشمن سوز بادشاہ سے جاکر بیان کر۔

غزل (۶)

بہار گل طرب انگیز گشت و توبہ شکن	۱	بشادی رخِ گل بیخ غم ز دل بر کن
طریق صدق بیاموز ز آب صافی دل	۲	براستی طلب آزادگی ز سرو چمن

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
دیدی دلا کہ آخر پیری و زہد و علم	۲	با من چہ کرد دیدۂ معشوقہ باز من
از آب دیدہ بر سر آتش نشستہ ام	۳	کو فاش کرد در ہمہ آفاق راز من
می ترسم از خرابی ایمان کہ می برد	۴	محراب ابرو تو حضور از نماز من
مست ست یار و یاد حریفان نمیکند	۵	یادش بخیر ساقی مسکین نواز من
یارب کی آن صبا بوزد کز نسیم او	۶	گردد شمامۂ کرمش کارساز من
برخود چو شمع خندہ زنان گریہ میکنم	۷	تا با تو سنگدل چہ کند سوز و ساز من
نقشے بر آب میزنم از گریہ حالیا	۸	تا کی شود قرین حقیقت مجاز من
محمود رادمی کہ باخر رسید عمر	۹	میداد جان بزاری و میگفت ایاز من
گفتم بدلق زرق بپوشم نشان عشق	۱۰	غماز بود اشک و عیان کرد راز من
زاہد چو از نماز تو کارے نمی رود	۱۱	ہم مستی شبانہ و راز و نیاز من

(۱۲)	حافظ ز غصہ سوخت بگو حالش ای صبا با شاہ دوست پرور دشمن گداز من	(۱۲)

(۱) ترجمہ - میرے بلند قد اور عشوہ گر سروِ ناز نے - میرے قدیمی زہد کے قصہ کو کوتاہ کر دیا -

یعنے میرے معشوق نے میری اتنی مدت کی پرہیزگاری اور زہد و ورع کو برباد کر دیا

(۲) ترجمہ - اے دل تو نے دیکھا کہ اس بڑھاپے زہد اور علم کی حالت میں - میری معشوق باز آنکھوں نے مجھ سے کیا سلوک کیا -

یعنے آنکھوں نے بڑھاپے میں مجھے شاہد باز بنا کر تمام عمر کے زہد اور علم کو برباد کر دیا -

(۳) ترجمہ - میرا آنسوؤں کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوں - کہ انھوں نے تمام جہان میں میرے راز کو فاش کر دیا

بر سر آتش نشستن - مضطرب اور بیقرار ہونا - آب و آتش کا مقابلہ ظاہر - اشک کی غمازی کے لئے

دیکھو د ۱۴۱/۲ ش ۲۹/۱ ی ۹/۷ ع ۴/۵ م ۲۶/۷ ام ۲/۸ مندرجہ ذیل اشعار بھی اشک کی غمازی پر ہیں

اشکم برون می افگند رازِ درونِ پردہ را		آرے شکایت ہا بود از خانہ بیرون کردہ را	(امیر خسرو)
راز دل فاش کرد طفلِ سرشک		چہ تواں کرد پارۂ جگر است	(گرامی)
حیرتی اشکم اگر شد بر سر مژگاں گرہ		خورشید غماز ابر دار مے باید کشید	(حیرتی)

مطلب یہ ہے کہ مطرب اور پیر مغان کا فتویٰ ہے کہ شراب پی تاکہ تو زمانہ کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔

غزل (۷)

چندانکہ گفتم غم باطبیبان	۱	درمان نکردند مسکین غریبان
آن گل کہ ہر دم در دست خار است	۲	گو شرم بادت از عندلیبان
ما درد پنہان بایار گفتیم	۳	نتوان نہفتن درد از طبیبان
یارب امان دہ تا باز بیند	۴	چشم محبان روی حبیبان
دُرج محبت بر مہر خود نیست	۵	یارب مبادا کام رقیبان
ای منعم آخر بر خوان وصلت	۶	تا چند باشم از بی نصیبان

(۷) حافظ نگشتی رسوای گیتی (۷)
گر می شنیدی پند غریبان

(۱) ترجمہ۔ ہر چند طبیبوں سے غم بیان کیا۔ لیکن وہ مسکین غریب علاج نہ کر سکے۔

(۲) ترجمہ۔ وہ پھول جو ہر وقت کانٹے کے ہاتھ میں ہے۔ اُسے کہو کہ بلبلوں سے شرم کر۔
گل سے مراد معشوق۔ خار سے مراد رقیب۔ عندلیب سے مراد عاشق صادق۔

(۳) ترجمہ۔ ہم نے اپنا پوشیدہ درد معشوق سے بیان کر دیا۔ کیونکہ طبیبوں سے بیماری نہیں چھپا سکتے۔

(۴) ترجمہ۔ اے خدا اتنی مہلت دے کہ عاشق کی آنکھ معشوق کے چہرہ کو دیکھ سکے۔

(۵) ترجمہ۔ محبت کی ڈبیا پر اپنی مہر نہیں ہے۔ اے خدا ایسا نہ ہو کہ رقیب کامیاب ہو گئے ہوں۔
ڈبیا سے مہر ہٹی تو جانو کہ جواہرات چرائے گئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی دُرج محبت پر پہلے ہماری تھی۔ یعنے ہمارے بغیر وہاں کسی کی رسائی نہ تھی اب وہ بات نہیں۔ رقیب بھی آتے جاتے ہیں خدا نہ کرے کہ اسکی محبت ان سے بھی ہو گئی ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اے دولتمند آخر تیرے وصل کے خوان سے میں کب تک محروم رہونگا۔

رسید بادِ صبا غنچہ از ہوا داری	۳	زخود بروں شد و برتن درید پیراہن
ز دستبرد صبا گرد گل کلالہ ببین	۴	شکنج گیسوئے سنبل نگر بروئے سمن
عروس غنچہ بدیں زیور و تبسم خوش	۵	معاینہ دل و دین میبرد بوجہ حسن
صفیر بلبل شوریدہ و نفیر ہزار	۶	برای وصل گل آمد بروں ز قلب حزن

(۷) حدیث و قصۂ دوران ز جام جو حافظ (۷)
بقول مطرب و فتوئ پیر صاحب فن

(۱) ترجمہ - پھول کی بہار طرب انگیز اور توبہ شکن ہو گئی ہے - پھول کے چہرہ کی خوشی کے طفیل غم کا بیج دل سے اکھیڑ دے یعنی توبہ شکن بہار آ گئی ہے شراب خوشگوار عطا کر کہ دل کا غم دور ہو۔

(۲) ترجمہ - اے دل صدق کا طریقہ شراب صاف سے سیکھ اور سچ مچ سرو چمن سے آزادگی طلب کر۔
یعنے باغ میں جا کر سروِ آزاد سے آزادگی کا سبق حاصل کر اور شراب صاف سے صدق و اخلاص پیدا کر

(۳) ترجمہ - باد صبا پہنچی ہے اور غنچہ اس آرزو میں اپنے آپ سے باہر ہو گیا ہے اور جسم پر پیراہن چاک کر دیا ہے۔
ظاہر ہے کہ بادِ بہاری کی آمد پر غنچہ پیراہن چاک کر کے شگفتہ ہو کر پھول بن جاتا ہے۔

(۴) ترجمہ - بادِ صبا کی دستبرد سے پھول کے گرد زلف دیکھ۔ سمن کے چہرہ پر سنبل کے گیسو کا شکن دیکھ۔
مطلب یہ ہے کہ بادِ صبا کے چلنے سے پھول اور سنبل لہراتے ہوتے ایکدوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں اور سنبل پھول کے ساتھ اسطرح معلوم ہوتا ہے جسطرح معشوق گلعذار کے چہرہ پر زلف۔ دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کی تمثیل اور تصریح ہے۔

(۵) ترجمہ - غنچہ کی عروس اس زیور اور دلپذیر تبسم کے ساتھ علانیہ دل و دین کو عمدہ طریقہ سے جا رہی ہے۔
یعنے غنچہ اپنی خوبصورتی اور تبسم کی وجہ سے غارت گرِ دل و دین بن رہا ہے۔

(۶) ترجمہ - بلبل شوریدہ کی آواز اور ہزار داستاں کی فریاد وصلِ گل کے لئے غمگین دل سے نکلی۔
ہزار یا ہزار داستان یعنے بلبل۔
مطلب یہ ہے کہ بلبل پھول کے وصال کے شوق میں اپنے دل حزیں سے نالے نکال رہی ہے۔

(۷) ترجمہ - اے حافظ زمانہ کے قصہ کی بات جام سے سن مطرب اور صاحب فن پیر کے فتوی کے مطابق۔

(۴) ترجمہ۔ دشمنوں کے کہنے پر تو دوست سے پھر گیا۔ کوئی شخص بھی دوستوں کا دشمن نہیں بنتا۔

(۵) ترجمہ۔ تیرا جسم کپڑوں میں اسطرح ہے جسطرح پیالہ میں شراب۔ اور تیرا دل سینہ میں اسطرح ہے جسطرح چاندی میں لوہا۔

یعنے تو سیمین بدن اور آہن دل ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے شمع بادل کیطرح آنکھوں سے آنسو برسا۔ تاکہ تیرا سوز دل خلقت پر ظاہر ہو جائے۔

شمع کا رونا مشہور اور ظاہر ہے۔ روشن بمعنے ظاہر شمع کی رعایت سے لاتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ تو نہ جا ورنہ میرے سینہ سے جگر سوز آہ اسطرح نکلے گی جسطرح روزن سے دھوآں۔

(۸) ترجمہ۔ میرے دل کو نہ توڑ اور اسے پاوں میں نہ گرا کیونکہ وہ تیری زلف میں رہنے والا ہے۔

در پا انداختن۔ ذلیل کرنا۔ خوار و رسوا کرنا۔ پامال کرنا۔

(۹) ترجمہ۔ جب حافظ نے دل کو تیری زلف میں باندھ دیا ہے۔ تو اس طرح اس کے کام کو نظرانداز نہ کر۔

غزل (۹)

چون شوم خاک رہش دامن بیفشاند ز من	۱	ور بگویم دل بگردان رو بگرداند ز من
گر چو شمعش پیش میرم در غمم خندد چو صبح	۲	ور برنجم خاطر نازک برنجاند ز من
عارض رنگین بہر کس مینماید ہمچو گل	۳	ور بگویم باز پوشان باز پوشاند ز من
دوستان جان دادم از بہر دہانش بنگرید	۴	کو بچیزی مختصر چون باز می ماند ز من
او بخونم تشنہ من بر لبش تا چون شود	۵	کام بستانم ازو یا داد بستاند ز من
چشم خود را گفتم آخر یک نظر سیرش ببین	۶	گفت میخواہی مگر تا جوی خون راند ز من
گر چو فرہادم بہ تلخی جان برآید حیف نیست	۷	بس حکایتہای شیرین باز می ماند ز من

(۸)	ختم کن حافظ کہ گر زینگونہ خوانی درس عشق خلق در ہر گوشہ افسانہ خواند ز من	(۸)

صنم سے مراد معشوق جو دولت حسن سے مالا مال ہے

(۷) ترجمہ۔ حافظ تمام جہان میں رسوا نہ ہوتا اگر غریبوں کی نصیحت سنتا۔

غزل (۸)

چو گل ہر دم ببویت جامہ بر تن	۱	کنم چاک از گریبان تا بدامن
تنت را دید گل گوئی کہ در باغ	۲	چو مستان جامہ را بدرید بر تن
من از دست غمت مشکل برم جان	۳	ولی دل را تو آسان بردی از من
بقول دشمنان برگشتی از دوست	۴	نگردد ہیچکس با دوست دشمن
تنت در جامہ چون در جام بادہ	۵	دلت در سینہ چون در سیم آہن
ببار ای شمع اشک از دیدہ چون میغ	۶	کہ سوز دل شود بر خلق روشن
مرو کز سینہ ام آہ جگر سوز	۷	بر آید ہمچو دود از راہ روزن
دلم را مشکن و در پا میفگن	۸	کہ دارد در سر زلف تو مسکن

(۹)	چو دل را بست در زلف تو حافظ بدینسان کار او در پا میفگن	(۹)

(۱) ترجمہ۔ پہول کیطرح ہر وقت تیری خوشبو سے جسم پر جامہ کو گریبان سے دامن تک چاک کرتا ہوں۔

پہول کا باد صبا سے جامہ چاک کرنا یعنی غنچہ کی حالت سے شگفتہ ہو کر پہول بن جانا ظاہر۔ عاشق بہی زلف محبوب کی خوشبو سے جامہ چاک کرتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ پہول نے تیرے جسم کو باغ میں دیکہا گویا کہ باغ میں مستونکی طرح جسم پر جامہ کو چاک کردیا۔

پہول کا جامہ چاک کرنا ظاہر۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ پہول نے باغ میں میرے محبوب کو دیکہا ہے اور اسکے عشق میں مست ہو کر جامہ چاک کر رہا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں تو تیرے غم کے ہاتھ سے مشکل ہی جان بچاؤنگا لیکن تو مجہہ سے دل بڑی آسانی سے لے گیا۔

مطلب یہ ہے کہ فرہاد نے عشق میں جان تو دے دی لیکن اب تک اسکے قصے تو باقی ہیں اسی طرح میں بھی اگر عشق میں مر گیا تو کچھ مضائقہ نہیں میرے عشق کے افسانے تو دنیا میں باقی رہیں گے ۔

فرہاد اور شیریں میں صنعت ایہام ۔

(۹) ترجمہ ۔ حافظ بس کر کیونکہ اگر اسی طرح تو عشق کا سبق پڑھتا رہے گا ۔ تو لوگ ہر گوشہ میں میرے ہی افسانے پڑھتے پھرینگے ۔

ظاہر ہے کہ عاشقوں کا پرچا عام ہوتا ہی ۔ اور خواجہ کے کلام کا چرچا تو فی الحقیقت بہت ہی عام ہے ۔

غزل (۱۰)

خدارا کم نشین با خرقہ پوشان	۱	رخ از رندان بی سامان مپوشان
درین خرقہ بسی آلودگی ہست	۲	خوشا وقت قبای میفروشان
چو مستم کردہ مستور منشین	۳	چو نوشم دادہ زہرم منوشان
تو نازک طبعی و طاقت نیاری	۴	گرانیہای مشتی دلق پوشان
درین صوفی وشان دردی ندیدم	۵	کہ صافی باد عیش دردنوشان
لب میگون و چشم مست بکشای	۶	کہ از شوقت می لعل ست جوشان
بیا و زرق این سالوسیان بین	۷	صراحی خون دل و بربط خروشان

(۸) ز دلگرمی حافظ بر حذر باش
کہ دارد سینہ چون دیگ جوشان (۸)

(۱) ترجمہ ۔ خدا کے لئے خرقہ پوشوں کے پاس نہ بیٹھ ۔ اور بے سر و سامان رندوں سے چہرہ نہ چھپا ۔

خرقہ پوش سے مراد زاہدان ریاکار ۔ کم ۔ عموماً بمعنے نفی مطلق استعمال ہوتا ہے ۔ مثلاً ۔

از عزیزی دان سخن گر تلخ میگویم ترا	چون تو میدانی کہ من این حرفہا کم میزنم	(الکام)

(۲) ترجمہ ۔ اس خرقہ میں بہت آلودگیاں ہیں ۔ شراب فروشوں کے قبا کا وقت خوش ہو ۔

(۱) ترجمہ۔ جب میں اسکے رستہ کی خاک ہوجاتا ہوں تو مجھہ سے دامن جھاڑ دیتا ہے۔ اور اگر میں کہتا ہوں کہ مجھسے دل نہ پھیر تو مجھہ سے منہ پھیر لیتا ہے۔

دامن افشاندن ۔ از چیزے۔ اپنے آپ کو کسی چیز سے دور رکھنا مطلب یہ ہے کہ میں خاکساری کرتا ہوں اور مجھہ سے دور دور رہتا ہے۔ خاک اور افشاندن کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ اگر میں شمع کیطرح اسکے سامنے مرتا ہوں تو وہ میرے غم پر صبح کیطرح ہنستا ہے۔ اور اگر میں رنجیدہ ہوتا ہوں تو اپنے نازک دل کو مجھہ سے ناراض کر لیتا ہے۔

شمع عموماً صبح کے وقت بجھائی جاتی ہے اور صبح ہونے کو خندہ صبح کہتے ہیں لہذا مردن شمع اور خندۂ صبح کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اپنا رنگین چہرہ پھول کیطرح ہر کسی کو دکھاتا ہے اور اگر میں کہتا ہوں کہ چہرہ کو (اغیار سے) چھپا تو (الٹا) مجھہ سے چھپا لیتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اے دوستو میں نے اسکے دہن کی آرزو میں جان دے دی دیکھو کہ اتنی مختصر سی چیز کے لئے بھی مجھہ سے دریغ کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میری آرزو صرف اسکے دہن کا ایک بوسہ ہے اور اس تھوڑی سی آرزو پر میں نے جان دیدی دیکھو کہ وہ میری مختصر سی آرزو بھی پوری نہیں کرتا۔ دہن معشوق کو تنگ کہتے ہیں لہذا دہن اور چیز مختصر کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ وہ میرے خون کا پیاسا ہے اور میں اُسکے لب کا پیاسا ہوں۔ دیکھئے میں اس سے مدعا حاصل کرتا ہوں یا وہ مجھہ سے مقصد حاصل کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے اپنی آنکھہ کو کہا کہ ایک نظر سیر ہو کر اُسے دیکھہ لے۔ آنکھہ نے جواب دیا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ وہ مجھہ سے خون کی ندی جاری کرے۔

یعنے آنکھہ نے جواب دیا کہ ایکدفعہ دیکھہ تو لونگی لیکن پھر اُسکے فراق میں مجھے لہو کے آنسو رونے پڑیں گے۔ بعض نسخوں میں سیر شُس کی بجائے شیرین ہے۔ اس صورت میں شیریں اور جُو کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ اگر فرہاد کیطرح تلخی سے میری جان نکل جائے تو کوئی افسوس نہیں (اتنا تو ہوگا) کہ کئی دلچسپ حکایتیں میری یادگار رہ جائیں گی۔

غزل (۱۱)

دانی کہ چیست دولت دیدار یار دیدن	۱	در کوی او گدائی بر خسروی گزیدن
از جان طمع بریدن آسان بود ولیکن	۲	از دوستان جانی مشکل بود بریدن
خواہم شدن ببستان چون غنچہ با دل تنگ	۳	وانجا بہ نیکنامی پیراہنی دریدن
گہ چون نسیم با گل راز نہفتہ گفتن	۴	گہ سر عشقبازی از بلبلان شنیدن
بوسیدن لب یار اول ز دست مگذار	۵	کآخر ملول گردی از دست لب گزیدن
فرصت شمار صحبت کز این دو راہ منزل	۶	چون بگذریم نتوان دیگر بہم رسیدن

(۷) گوئی برفت حافظ از یاد شاہ منصور (۷)
یارب بیادش آور درویش پروریدن

(۱) ترجمہ۔ کیا تو جانتا ہے کہ معشوق کے دیدار دیکھنے کی دولت کیا ہے۔ اسکے کوچہ میں گداگری کو بادشاہی پر ترجیح دینا ہے۔

یعنے دولت دیدار ایسی بیش بہا دولت ہے کہ اسکے لئے کوئی جانان کی گدائی تمام دنیا کی بادشاہی سے بہتر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جان سے ہاتھ دھو دینا آسان ہے لیکن جانی دوستوں سے جدا ہونا بہت مشکل ہے۔

ع وقتِ جانکنی کنی خیال سہلے با محبوب وقتِ الوداعی مشکل

(۳) ترجمہ۔ غنچہ کی طرح تنگدل کے ساتھ باغ میں جاونگا۔ اور اس جگہ نیکنامی سے پیراہن چاک کرونگا

غنچہ کا تنگدل ہونا اور بعدہٗ پیراہن چاک کرنا یعنے شگفتہ ہوکر پھول بننا ظاہر۔ خواجہ صاحب کے نزدیک بہی تنگیٔ دل کا علاج باغ میں جاکر سیر گلشن سے شگفتہ ہونا ہے۔ نیکنامی کے لفظ میں بدنامی کی بو بہی ہے کیونکہ عشق میں جامہ چاک کرنا چنداں موجب نیکنامی نہیں ہوتا۔

(۴) ترجمہ۔ کبہی نسیم کیطرح پھول کے سامنے پوشیدہ اسرار بیان کرونگا اور کبہی عشقبازی کا بھید بلبلوں سے سنونگا

خرقہ۔ سے مراد خرقۂ زاہدانِ ریاکار۔ مطلب یہ ہے کہ قبائے میفروش خرقۂ زاہد ریاکار سے بدرجہا بہتر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ جب تو نے مجھے مست کہا ہی تو خود مستور ہو کر نہ بیٹھ۔ جب تو نے مجھے آبِ حیات دیا ہے تو آب زہر نہ پلا

مستور۔ مقابلِ مست۔ حیادار۔ پردہ نشیں۔ (از ستر)

(۴) ترجمہ۔ تو نازک مزاج ہی اور ان چند دلق پوشوں کی ناگوار حرکات کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

گرانی۔ ناگوار اور مکروہ بات (از بہار عجم)

دلق پوشوں سے مراد وہی زاہدانِ ریاکار ہیں۔ یعنے معدودے چند۔ یہ لفظ حقارتاً دلق پوشوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں ان صوفی نما لوگوں میں درد نہیں دیکھتا۔ خدا کرے کہ دُرد نوشوں کی عیش صاف ہو۔

مطلب یہ ہو کہ اِن ریاکار صوفیوں کے دل میں درد نہیں ہی۔ اِن سے تو درد نوش بدرجہا بہتر ہیں کیونکہ اُن کے دل میں درد ہی خدا انہیں خوش رکھے۔ درد اور دُرد میں صنعت تجنیس۔

(۶) ترجمہ۔ میگوں لب اور مست آنکھ کھول کیونکہ تیرے شوق سے شرابِ سرخ جوش میں ہے۔

یعنے شراب اس شوق میں جوش زن ہی کہ تو اپنے لبِ میگون کو کھولے اور اُسے پیئے اور نیز اُسے تیری مست آنکھوں کا اشتیاق ہے کیونکہ تیری آنکھوں میں شراب سے بھی زیادہ مستی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ آ اور اِن ریاکاروں کے مکر و فریب کو دیکھ۔ کہ صراحی کا دل خون ہی اور بربط شور و خروش میں ہی۔

یعنے یہ ریاکار لوگ جو بظاہر متقی اور پرہیزگار بنے بیٹھے ہیں۔ خلوت میں شراب پیتے ہیں اور سماع و سرود میں مشغول ہوتے ہیں۔ ان کی اِس ریاکاری سے صراحی کا دل بھی خون ہوگیا ہی۔ اور بربط بھی فریاد کر رہی ہے (صراحی کے اندر چونکہ شراب سرخ ہوتی ہی لہذا خون دل کہا اور بربط کا خروش ظاہر)

(۸) ترجمہ۔ حافظ کے دل کے سوز سے ڈرتا رہ کیونکہ اسکا سینہ دیگ کیطرح جوش میں ہی۔

یعنے آتشِ عشق سے حافظ کا سینہ جل رہا ہے اور دیگ کیطرح جوش میں ہی اسکی آہوں سے ڈرتا رہ۔

آتشِ سوزاں نہ کند با سپند
آنچہ کند دودِ دلِ دردمند

غزل (۱۲)

دلم را در سرِ زلفِ تو مسکن	۱	بدنیانش فرومگذار و مشکن
وگر دل سرکشد چون زلف از خط	۲	بدست آرش ولی در پاش مفگن
چو شمع ار پیشم آئی در شبِ تار	۳	شود چشمم بدیدارِ تو روشن
بہ گلزارم چہ کار اکنون کہ گشتہ است	۴	جہان در چشمم از رویت چو گلشن
ز سرو قامتت ننشینم آزاد	۵	ہمہ تن گر زبان باشم چو سوسن
ز مہرت گر نتابم ذرہ روی	۶	چو خورشیدم فرود آید ز روزن
کجا بر تنگ شکر دست یابد	۷	گر اندیشد مگس از بادبیزن

(۸) چو حافظ ماجرائے عشقبازی
نمیگوید کسے بر وجہ احسن (۸)

(۱) ترجمہ - میرے دل کا مسکن تیری زلف میں ہے۔ لہذا اِسطرح اُسے نہ چھوڑ اور اُسے نہ توڑ

(۲) ترجمہ - اور اگر میرا دل زلف کیطرح تیری خطِ (فرمان) سے سرکشی کرے۔ تو اس کو قابو کرے لیکن اسے پاؤں کے نیچے نہ مسل -

بدست آور - دل بدست آوردن سے مراد دلداری کرنا ہے۔ یہاں بدست آورسے مراد اگرچہ گرفتار کرنا اور قابو کرنا ہے لیکن کنایتاً دلداری ہی مراد ہے -

(۳) ترجمہ - شمع کیطرح اگر اندھیری رات میں تو میرے سامنے آئے - تو میری آنکھ تیرے دیدار سے روشن ہوجاتی ہے

چو در نقاب شوی ماہ در نقاب شود	مکن نقاب کہ ہر ذرہ آفتاب شود

(۴) ترجمہ - مجھے گلزار سے اب کیا کام ہے کہ تیرے چہرے نے تمام جہان کو میری آنکھوں میں باغ بنا دیا ہے -

(۵) ترجمہ - تیرے سرو قد (کی تعریف) سے میں کبھی آزاد نہیں بیٹھونگا - اگر سوسن کیطرح میں ہمہ تن زبان ہوجاؤں

برگِ گلِ سوسن کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں - مطلب یہ ہے کہ اگر میں گلِ سوسن کیطرح ہمہ تن زبان

اس شعر کا مضمون پچھلے شعر سے مسلسل ہے۔

(۵) ترجمہ۔ شروع میں ہی لب یار کے بوسہ کو ہاتھ سے نہ دے۔ تاکہ آخر کار ہونٹ کاٹنے کی ہاتھ سے تو ملول نہ ہو **زدست مگذار**۔ ہاتھ سے نہ جانے دے۔ یعنے ضرور حاصل کر **لب گزیدن حسرت** سے ہونٹ کاٹنا حسرت کرنا۔ افسوس کرنا۔ ہونٹ کاٹنا حسرت کا نشان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تو لب یار کے بوسہ سے محروم رہیگا تو آخر کار حسرت سے ہونٹ کاٹنے پڑیں گے اس شعر میں خواجہ صاحب کا انتخاب لفظ قابل داد ہے۔ الفاظ کا باہم مقابلہ اور رعایت خواجہ حافظ کی قادر الکلامی پر دال ہیں۔ بوسیدن لب اور گزیدن لب۔ اول و آخر۔ دست اور دست کا مقابلہ لطیف ہے۔

(۶) ترجمہ۔ صحبت کو غنیمت جان کیونکہ اس دو رستہ والے مکان سے۔ جب ایک دفعہ ہم گزر جائینگے تو دوبارہ ملنا ناممکن ہے۔

دنیا کو **منزل دوراہ** کہا ہے کیونکہ دنیا ایک سرائے ہے جسکے دو راستے ہیں ایک رستے سے ہم آتے ہیں اور دوسری راہ سے چلے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں صرف چندروزہ قیام ہے۔ احباب کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ پھر یہ وقت ہاتھ نہیں آئیگا۔

شب عیش نداری فرصت خندیدن برقے	نفس تامیکشم صبح است شام زندگانی را

اسی مضمون پر ہے۔

اتفاق بلبل وگل بارہا خواہد شدن	بعدازیں ماوشما و سیر بستان یانصیب

(۷) ترجمہ۔ گویا کہ حافظ منصور بادشاہ سے چلا گیا۔ یاخدا اسے درویش پروری یاد دلا۔

منصور بادشاہ کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صد ۱۹-۲۰ سوانحعمری۔

مطلب یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حافظ کو منصور بادشاہ نے فراموش کردیا ہے۔ خدا اسے درویش پروری یاد دلا تاکہ وہ حافظ کو دل سے دور نہ کرے۔

فضول نفس حکایت بسی کند ساقی	۹	تو کار خود مده از دست و می بساغر کن
لب پیالہ ببوس آنگہاں بمستاں دہ	۱۰	بایں لطیفہ دماغ خرد معطر کن
وگر فقیہ نصیحت کند کہ مے مخورید	۱۱	پیالہ بدہش گو دماغ را تر کن
حجاب دیدۂ ادراک شد شعاع جمال	۱۲	بیا و خرگہ خورشید را منور کن

(۱۳) پس از ملازمت عیش و عشق مہرویان
ز کارہا کہ کنی شعر حافظ از بر کن (۱۳)

(۱) ترجمہ۔ دروازہ سے اندر آ اور ہمارے شبستان کو روشن کر۔ روحانیوں کی مجلس کے دماغ کو معطر کر۔

شبستان۔ خلوت خانہ۔ سونے کا مکان۔ گھر۔ حرم سرا۔ مسجد کا وہ حصہ جہاں رات کو عبادت کرتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے دل اور جان معشوق کی چشم و ابرو کے حوالہ کر دئے ہیں۔ آ آ اور طاق و منظر کا تماشا دیکھ۔

طاق کا اشارہ ابرو کیطرف اور منظر کا اشارہ چشم کیطرف ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اس اعلےٰ خوش اخلاقی اور خوبصورتی سے جو تجھے حاصل ہے۔ حریفوں کی مجلس میں شمع کی طرح سر بلند کر۔

(۴) ترجمہ۔ بہشت کے خزانچی کو کہو کہ اس مجلس کی خاک تحفہ کے طور پر فردوس کو لے جائے اور عود مجمر بنائے۔

خازن جنت۔ وہ فرشتہ جو بہشت کا دربان ہے۔ رضوان اسکا نام ہے **فردوس** میوہ دار باغ۔ بہشت۔ فارسی لفظ پردوس کا معرب ہے۔ سنسکرت میں پردیشیا اور یونانی میں پرڈائز ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اس مجلس کی خاک اس قابل ہے کہ اہل بہشت اسے بطور عود کے خوشبو کے لئے جلائیں۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے نقد وصال کی امید رکھنا ہماری حد سے باہر ہے۔ ہمیں صرف اپنی شیریں لب لعل کے حوالہ کر یعنے صرف بوسہ کے طالب ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ جب شاہدان چمن تیرے حسن کے ماتحت ہیں۔ تو سمن اور صنوبر کے ساتھ کرشمہ اور ناز کر۔

شاہدان چمن سے مراد گل ہائے رنگ رنگ اور سرو و صنوبر وغیرہ جو باغ میں ہوتے ہیں۔

بھی ہو جاؤں تو بھی تیرے سروِ قد کی تعریف کما حقہٗ بیان نہیں کر سکتا۔

(۶) ترجمہ۔ تیری محبت سے اگر میں اپنے ذرہ روی کو نہ پھیروں تو خورشید کی طرح تیری محبت روزن سے میرے اندر آ جائیگی

مہر۔ (۱) آفتاب (۲) محبت۔ لہذا مہر اور ذرہ میں صنعت ایہام ہے۔

خورشید کی روشنی کا روزن سے مکان کے اندر آنا ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں ذرہ صفت تیری محبت کو ترک نہ کروں۔ تو تیری محبت کا نور آنکھوں کے روزن سے میرے دل کے اندر جا کر اُسے روشن اور منور کرے گا۔

(۷) ترجمہ۔ شکر کی گون تک کب پہنچ سکتی ہے اگر مکھی پنکھے سے ڈرے۔

بادبیزن۔ پنکھا۔ مروحہ۔ مطلب یہ ہے کہ طالب اپنے مطلوب کی تلاش میں یا عاشق اپنے معشوق کی طلب میں اگر راہِ طلب اور منازلِ عشق کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے ڈر جائے اور انہیں برداشت کرنے میں ہمت مردانہ سے کام نہ لے تو ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔

لگن ہیں تیری نکل گئے جو نہ کھیچے دریا پر خطر سے		گئے وہ کود آنکھ بند کر کے نہ وار دیکھا نہ پار دیکھا

(۸) ترجمہ۔ حافظ کی طرح عشقبازی کا ماہر اور کوئی شخص بوجہ احسن بیان نہیں کر سکتا۔

غزل (۱۳)

ز در درآ و شبستان ما منور کن	۱	دماغ مجلس روحانیان معطر کن
بچشم و ابروی جانان سپرده‌ام دل و جاں	۲	بیا بیا و تماشای طاق و منظر کن
ازاں شمائل الطاف و حسن خوش کہ تراست	۳	میان بزم حریفاں چو شمع سر بر کن
بگو بخازن جنت کہ خاک ایں مجلس	۴	بتحفہ بر سوی فردوس و عود مجمر کن
طمع مبند وصال تو خواہ ما نبود	۵	حوالتیم بدان لعل ہمچو شکر کن
چو شاہدان چمن زیردست حسن تواند	۶	کرشمہ بر سمن و ناز بر صنوبر کن
ستارہ شب ہجراں نمے فشاند نور	۷	ببام قصر برآ و چراغ مہ بر کن
ازیں مرقع پشمینہ نیک در تنگم	۸	بیک کرشمۂ صوفی وشم قلندر کن

(۱۳) ترجمہ ۔ عیش اور حسینوں کے عشق کے مشاغل کے بعد اگر تو کوئی کام کرنا چاہے تو حافظ کے شعروں کو یاد کیا کر ۔

کیونکہ حافظ کے شعر بھی عیش و عشق کا ایک سفینہ ہے ۔

غزل (۱۴)

شاہ شمشاد قدان خسرو شیرین دہناں ۔ ۔ ۔ ۱ ق ۔ ۔ ۔ کہ بمژگان شکند قلب ہمہ صف شکناں

مست بگذشت و نظر بر من درویش انداخت ۔ ۔ ۔ ۲ ق ۔ ۔ ۔ گفت کای چشم و چراغ ہمہ شیرین سخناں

تا کی از سیم و زرت کیسہ تہی خواہد بود ۔ ۔ ۔ ۳ ق ۔ ۔ ۔ بندۂ من شو و برخور ز ہمہ سیم تناں

کمتر از ذرہ نۂ پست مشو مہر بورز ۔ ۔ ۔ ۴ ق ۔ ۔ ۔ تا بخلوتگہ خورشید رسی چرخ زناں

بر پیمانہ کش ما کہ روانش خوش باد ۔ ۔ ۔ ۵ ۔ ۔ ۔ گفت پرہیز کن از صحبت پیماں شکناں

دامن دوست بدست آر و ز دشمن بگسل ۔ ۔ ۔ ۶ ۔ ۔ ۔ مرد یزداں شو و ایمن گذر از اہرمناں

بر جہاں تکیہ مکن گر قدحی مے داری ۔ ۔ ۔ ۷ ۔ ۔ ۔ شادی زہرہ جبیناں خور و نازک بدناں

با صبا در چمن لالہ سحر مے گفتم ۔ ۔ ۔ ۸ ۔ ۔ ۔ کہ شہیدان کہ اند ایں ہمہ خونین کفناں

(۹) گفت حافظ من و تو محرم ایں راز نہ ایم (۹)

از می لعل حکایت کن و سیمیں ذقناں

(۱) ترجمہ ۔ شمشاد قدوں کا بادشاہ اور شیریں دہنوں کا بادشاہ جو تمام صف توڑنے والوں کے دل کو تیر مژگاں سے توڑتا ہے ۔

(۲) ترجمہ ۔ مست ہو کر گذرا اور مجھ درویش پر نظر ڈال کر کہا کہ اے تمام خوش گفتاروں کے چشم و چراغ !

(۳) ترجمہ ۔ کب تک تیری جیب چاندی سونے سے خالی رہیگی ہماری نصیحت سن اور تمام سیمتن بدن معشوقوں سے بہرہ اندوز ہو

(۴) ترجمہ ۔ تو ذرہ سے تو کم نہیں ہے پست ہمت نہ بن محبت اختیار کر تا کہ خورشید کی خلوت گاہ تک چکر لگاتا ہوا پہنچ جائے ۔

یہ چاروں شعر قطعہ بند ہیں ۔ تیسرا اور چوتھا شعر معشوق کا مقولہ ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ میرا معشوق جو تمام

مطلب یہ ہے کہ باغ میں کوئی درخت اور کوئی پھول تیرے حسن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے
تجھے زیبا ہے۔ کہ سمن اور صنوبر کو کرشمہ و ناز دکھائے۔
(۷) ترجمہ۔ ہجر کی رات کا ستارہ روشنی نہیں دیتا محل کے چھت پر آ اور چاند کے چراغ کو روشن کر
مطلب یہ ہے کہ شب ہجر عاشق کی نگاہ میں تاریک ہوتی ہے اور ستارے بھی روشنی نہیں دیتے
اس لئے اگر تو ہی اپنے چہرے کے چاند کو سامنے کرے تو روشنی ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔
(۸) ترجمہ۔ میں اس پشمینہ کی گدڑی سے بہت تنگ ہوں۔ ایک صوفی وش کرشمہ سے مجھے قلندر بنا دے
مرقع پشمینہ سے زاہدوں اور صوفیوں کا لباس مراد ہے۔ کرشمۂ صوفی وش سے
مراد صوفیہ کا وہ کرشمہ جس سے وہ اپنے ہمنشینوں یا مریدوں کو موثر کرتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ میں زہد و تصوف سے تنگ آگیا ہوں مجھے قلندر بنا دے۔ یعنی زاہدان
ریاکار کے زمرہ سے نکال کر عاشق صادق بنا دے۔
(۹) ترجمہ۔ اے ساقی بیہودہ نفس بہت فضول باتیں کرتا ہے۔ تو اپنا کام نہ چھوڑ اور
شراب پیالے میں ڈال۔
مطلب یہ ہے کہ نفس کی فضولیات یا فضول نفس آدمی کی واہیات باتوں کے اثر کو دور
کرنے کے لئے شراب پیالہ میں ڈال۔
(۱۰) ترجمہ۔ پیالہ کے لب چوم اور پھر وہ پیالہ مستوں کو دے اس لطیفہ سے عقل کے دماغ
کو معطر کر۔
خوب کہا ہے اس لطیفہ سے عقل کا دماغ بہت معطر ہوگا۔
(۱۱) ترجمہ۔ اور اگر فقیہ نصیحت کرے کہ شراب نہ پیو۔ تو اسے پیالہ دو اور کہو کہ دماغ کو تازہ کرے
(۱۲) ترجمہ۔ جمال کی شعاع عقل کی آنکھ کے لئے پردہ بن گئی ہے آ اور منزل خورشید کو
منور کر۔
شعاع جمال سے عقل کا زائل ہونا ظاہر ہے۔ عرفی کا شعر ہے۔

نور حیرت در شب اندیشۂ اوصاف تو	بس ہمایوں مرغ عقل از آشیاں انداختہ

مطلب یہ ہے کہ شعاع جمال نے عقل کو زائل کر دیا ہے آ اور خانہ دل کو روشن کر۔

غزل (۱۵۱)

شراب لعل کش و روی مہ جبینان بین	۱	خلاف مذہب آنان جمال اینان بین
بزیر دلق ملمع کمندہا دارند	۲	درازدستی این کوتہ آستینان بین
بخرمن دو جہاں سر فرو نمی آرند	۳	دماغ کبر گدایان خوشہ چینان بین
گرہ زابروی پرچین نمی کشاید یار	۴	نیاز اہل دل و ناز نازنینان بین
حدیث عہد محبت زکس نمی شنوم	۵	وفای صحبت یاران ہمنشینان بین
اسیر عشق شدن چارۂ خلاص من است	۶	ضمیر عاقبت اندیش پیش بینان بین

(۷) غبار خاطر **حافظ** ببرد صیقل عشق
صفای نیت پاکان و پاکدینان بین (۷)

(۱) ترجمہ۔ شراب سرخ پی اور ماہ جبینوں کے چہرہ کو دیکھ۔ اُن کے مذہب کے خلاف اِن کے جمال کو دیکھ۔
آنان کا اشارہ زاہدوں اور پرہیزگاروں کیطرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زاہدوں کے مشرب اور طریقہ کی کچھ پرواہ نہ کر اور علی الرغم زاہد مہ جبیں معشوقوں کے جمال کا نظارہ کر اور شراب پی۔

(۲) ترجمہ۔ اِس ملمع کی گدڑی کے نیچے یہ لوگ کئی کمند رکھتے ہیں۔ ان کوتاہ آستینوں کی درازدستی تو دیکھ۔
ملمع۔ ناقص دہات جس پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہو۔ (گلٹ) دلق ملمع سے مراد ان زاہدان ریاکار کا لباس جو بظاہر پرہیزگار ہوتے ہیں۔ اور حقیقت میں دھوکہ باز اور فریبی۔ **درازدستی**۔ تعدی ظلم ناجائز حرکات **کوتہ آستین** وہ لوگ جو شرعی لباس پہنتے ہیں۔ قواعد شرع کے مطابق قمیص اور جبہ کی آستین چھوٹی ہوتی ہیں۔ درازدستی اور کوتہ آستین کا مقابلہ لفظی و معنوی نہایت لطیف ہے۔ یہ شعر خواجہ صاحب کے مشہور ترین شعروں میں سے ہے اور اکثر بطور ضرب المثل کے استعمال ہوتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ زاہد لوگ جو بظاہر پارسا نظر آتے ہیں۔ حقیقت میں بڑے مکار اور فریبی ہیں۔ ان کے خرقے صرف ان کی بداعمالیوں اور بدعنوانیوں کو چھپانے کا ذریعہ ہیں۔ باوجود کوتہ آستینی کے بڑے

بہی قد اور شیریں دہن حسینوں کا بادشاہ ہے اور جو تمام صف شکن بہادروں کے قلب کو تیر مژگان سے زخمی کرسکتا ہے۔ میرے پاس سے مست ہو کر گزرا اور مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اے خوش کلام شاعر و کی سرتاج تو کب تک محروم بیٹھا رہے گا۔ سیمین بدن معشوقوں کے وصال سے مستفیض ہو۔ پست ہمت نہ بن یہ نہ سمجھ کہ تو کچھ نہیں کرسکتا۔ کیا تو ایک ذرہ سے بھی کم ہے؟ ۔ جو باوجود ایک حقیر اور ناچیز ہستی ہونے کے خورشید کی طلب میں اڑتا ہوا اور چکر کھاتا ہوا اوپر اٹھتا ہے۔ تو بھی ہمت بلند کر عشق اختیار کرتا کہ بزم وصال تک پہنچ سکے۔ خواجہ صاحب نے یہ غزل کسی خاص شرح صدر کی حالت میں لکھی ہے۔ جب کہ انکے دل کو پرواز کا شوق دلایا گیا۔

قلب ۔ (۱) دل (۲) لشکر کا درمیانی حصہ۔ لہذا قلب اور صف شکن کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ ۔ ہمارے پیالہ کش پیر نے کہ خدا اس کی جان کو خوش رکھے۔ کہا کہ وعدہ شکن لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔

(۶) ترجمہ ۔ دوست کا دامن کو پکڑو اور دشمن سے قطع تعلق کر لو۔ مرد خدا بن جاؤ اور شیطانوں سے بچکر نکل جاؤ

(۷) ترجمہ ۔ جہان پر اعتبار نہ کرو اور اگر شراب کا ایک پیالہ پاس ہو تو زہرہ جبین اور نازک بدن معشوقوں کی خوشی کے شکر یہ میں اُسے پیو ۔

یہ تین شعر بھی قطعہ بند ہیں اور شعر (۵) کا دوسرا مصرعہ شعر (۶) اور شعر (۷) پیر کا مقولہ ہے۔

(۸) ترجمہ ۔ صبح کے وقت لالہ زار میں بادِ صبا سے میں پوچھتا تھا کہ یہ تمام خونین کفن کس کے شہیدوں میں سے ہیں ۔

(۹) ترجمہ ۔ اس نے جواب دیا کہ اے حافظ میں اور تو اس راز کے محرم نہیں شراب سرخ اور شیریں ذقن معشوقوں کی بات کر

یہ دونوں شعر بھی قطعہ بند ہیں ۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ صبح کے وقت میں نے باغ میں جا کر بادِ صبا سے پوچھا کہ یہ تمام خونین کفن والے یعنے گلِ لالہ اور دیگر تمام اقسام کے سرخ پھول کس کے شہیدوں میں سے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ اس راز سے نہ تو واقف ہے نہ میں۔ ان باتوں کو چھوڑ اور مے و معشوق کی باتیں کر۔ قاعدہ ہے کہ شہیدوں کو اُسی خون آلود لباس میں جس میں وہ شہید ہوتے ہیں دفن کیا جاتا ہے۔ اس لئے خونین کفن کہا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ شاہدانِ چمن خود بھی معشوقِ حقیقی کے عاشقوں اور شہیدوں میں سے ہیں ۔

ایام گل چو عمر برفتن شتاب کرد ،	ساقی بدور بادۂ گلگوں شتاب کن

(۸) کار صواب بادہ پرستی ست حافظا (۸)

برخیز و روی عزم بکار ثواب کن

(۱) ترجمہ :- اے ساقی صبح کا وقت ہو شراب سے ایک پیالہ بھر دے۔ آسمان کی گردش دیر نہیں کرتی جلدی کر یعنے عمر بسرعت تمام گزر رہی ہے۔ جلد شراب سے پیالہ بھر دے۔

(۲) ترجمہ۔ پیشتر اسکے کہ فانی جہان ویران ہو جائے۔ ہم کو سُرخ شراب کے پیالہ سے مست کر دے۔

خراب :- (۱) ویران (۲) مست

(۳) ترجمہ۔ شراب کا آفتاب پیالہ کے مشرق سے نکلا ہے۔ اگر تجھے سرمایہ عیش کی ضرورت ہو تو نیند کو ترک کر دے طلوعِ آفتاب کے وقت یعنی صبح سویرے نیند سے بیدار ہونا صحت اور خوشحالی کا موجب ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ شراب سرخ پیالہ میں اس طرح نظر آ رہی ہے جسطرح مطلع مشرق میں آفتاب۔ اس لئے تجھے چاہیے کہ غفلت کو چھوڑ کر جام مے پیئے تاکہ عیش اور خوشحالی نصیب ہو۔ شراب کو خورشید سے تشبیہ دی ہے لفظ آفتاب سے مجازاً اکثر شراب مراد ہوتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جس دن آسمان ہماری خاک سے کوزے بنائے گا۔ ضرور ہمارے سر کے کاسہ کو شراب سے بھرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد جب ہماری خاک سے کوزہ گر کوزے بنائینگے۔ ہمارے سر کے۔ پیالہ کو شراب کا پیالہ بنا کر اسے شراب سے بھر دو۔ تاکہ بعدِ مرگ بھی ہم مست رہیں اور ہمارا نشہ نہ اترے۔

(۵) ترجمہ۔ ہم زہد و توبہ اور صوفیانہ لاف و گزاف والے آدمی نہیں۔ شرابِ صاف کے پیالہ سے ہمسے خطاب کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نہ زاہد ہیں اور نہ صوفیانہ لاف و گزاف اور غرور ہمیں پسند ہے۔ ہم رندِ شراب نوش ہیں۔ ہم سے شراب کی باتیں کرو۔

(۶) ترجمہ۔ حباب کیطرح پیالہ کے چہرہ پر آنکھ کھول۔ اور اس گھر کی بنیاد کو حباب کیطرح سمجھ۔

حباب ۔ بلبلہ۔ آنکھ اور پیالہ کا ہم شکل ہوتا ہے۔ نیز پُر آب یا پُر شراب پیالے میں اکثر بلبلے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جسطرح حباب کی آنکھ پیالہ پر لگی ہوتی ہے اسی طرح تو بھی جام مے پر آنکھ لگائے رکھ اور دنیا کو یا اپنی ہستی کو حباب کیطرح ناپائدار سمجھ۔

دراز دست ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ دونوجہانوں کے حاصل کے لئے بھی سر نہیں جھکاتے۔ خوشہ چین گداگروں کی عالی دماغی دیکھ۔

مطلب یہ ہے کہ کوئے معشوق کے گداگر اتنے عالی ہمت ہیں کہ دونوجہانوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

(۴) ترجمہ معشوق اپنی پُر چین ابرو سے گرہ نہیں کھولتا۔ اہل دل کا نیاز اور ناز نینوں کا ناز دیکھ۔

(۵) ترجمہ۔ عہد محبت کی بات میں کسی سے نہیں سنتا۔ ہمنشیں دوستوں کی وفائے صحبت دیکھ۔

مطلب یہ ہے کہ ہمنشینوں اور دوستوں میں محبت اور وفا باقی نہیں رہی۔

(۶) ترجمہ۔ عشق میں گرفتار ہونا میری خلاصی کی تدبیر ہے۔ دوراندیشوں کے عاقبت بیں دل کو دیکھ۔

مطلب یہ ہے کہ دوراندیش عاشق کی عاقبت بینی یہی ہے کہ وہ اسیر عشق ہونے کو اپنی رہائی خیال کرے۔ حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ اسیر عشق باقی تمام قیود سے آزاد ہوتا ہے اور حقیقی آزادی یہی ہے۔

بندِ معشوق چو پیوست بہ پا	از ہمہ بندہا رہا بودن

مرزا غالب غم عشق کو پیوند نشاط کہتے ہیں۔

حاشا کہ زغم نالم اگر غم غم عشق است	پیوندِ نشاط است بدیں زمزمہ دم را

(۷) ترجمہ۔ عشق کی صیقل نے حافظ کے دل کے غبار کو دور کر دیا۔ پاک اور پاکدین لوگوں کی نیت کی صفائی دیکھ۔

غزل (۱۶)

صبح ست ساقیا قدحی پر شراب کن	۱	دورِ فلک درنگ ندارد شتاب کن
زاں پیشتر کہ عالم فانی شود خراب	۲	مارا ز جام بادہ گلگوں خراب کن
خورشید می ز مشرق ساغر طلوع کرد	۳	گر برگ عیش می طلبی ترک خواب کن
روزیکہ چرخ از گل ما کوزہا کند	۴	زنہار کاسہ سر ما پُر شراب کن
ما مرد زہد و توبہ و طامات نیستیم	۵	با ما بجام بادہ صافی خطاب کن
چوں حباب دیدہ بروی قدح کشای	۶	ویں خانہ را قیاس اساس از حباب کن

(۳) ترجمہ۔ اے کہ تو خستہ جانوں کا طبیب ہے میرا چہرہ اور میری زبان دیکھ۔ کیونکہ یہ سانس اور آہیں زبان پر دل کا بوجھ ہیں۔

معدہ میں اگر کوئی نقص یا بار ہو تو طبیب زبان دیکھکر بتا سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہی کہ اب سانس میرے سینے بارِ دل ہے۔ دور ہو جائے تو بہتر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اگرچہ تپ میری ہڈیوں کو عشق سے گرم کر کے چلی گئی۔ تاہم تپ کیطرح عشق کی آگ میری ہڈیوں سے نہیں نکلتی یعنے اگرچہ عشق میں تپ نے میری ہڈیوں کو جلا دیا ہے تاہم آتشِ عشق میری ہڈیوں سے نہیں جاتی۔

رفتم اندر تہ خاک انس بتانم باقیست	عشق جانم بربود آفتِ جانم باقیست
سر و سامانِ وجودم شررِ عشق بسوخت	زیر خاکستر دل سوزِ نہانم باقیست

(۵) ترجمہ۔ آنکھوں کے پانی (آنسوؤں) سے میری حرارت کو ٹھنڈا کر اور میری نبض دیکھ کہ کیا زندگی کا کوئی نشان باقی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میرے دل کا حال تیرے خال کیطرح ہی کہ آگ میں اسکا وطن ہے۔ اس لئے میرا جسم تیری آنکھوں کی طرح خستہ و ناتواں ہو گیا ہے۔

معشوق کے چہرہ کو بوجہ سرخی اور آب و تاب کے آگ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ لہذا رخِ جاناں کا خال گویا آگ میں رہتا ہے۔

خال بر روئے تو سحریست ازاں چشم سیاہ	ورنہ ہرگز کسے بر سر آتش نہ نشست

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرا دل بھی تیرے خال کیطرح آگ میں رہتا ہے یعنی جل رہا ہے چشم معشوق کو ہمیشہ بیمار کہتے ہیں۔ اس لئے کہا کہ میں تیری آنکھوں کیطرح ناتواں اور خستہ ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ وہ جو ہمیشہ مجھے شیشہ شراب عیش کے لئے دیا کرتا تھا میرا قارورہ ہر وقت طبیب کے پاس کیوں لے جاتا ہے

شیشہ۔ (۱) شیشہ کی صراحی وغیرہ جسمیں شراب یا گلاب رکھتے ہیں (۲) بول۔ شاش۔ پیشاب۔ قارورہ۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تیرے شعر نے مجھے آبِ حیات سے شربت دیا طبیبوں کو چھوڑ اور اس شربت کا نسخہ میرے لئے پڑھ

مطلب یہ ہی کہ حافظ کے شعر آبحیات کا اثر رکھتے ہیں۔ اسلئے طبیبوں کے علاج کو چھوڑ کر مجھے حافظ کے شعر سنا میری بیماری کا علاج اسی نسخہ میں ہے۔

آنکھ کھلنے پر یہ عقدہ وا ہوا مثلِ حباب		ہستیٔ موہوم نے باندھی ہوا ہی ہیں نہ تھا

(۷) ترجمہ۔ موسم بہار زندگانی کی طرح جلد گذر گیا۔ اے ساقی جلد شراب سرخ کا دور جاری کر۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ بادہ پرستی صواب کا کام ہے۔ اُٹھ اور ثواب کے کام کا ارادہ کر۔
یعنے شراب پی۔

غزل (۱۷)

فاتحۂ چو آمدے بر سرِ خستہ بخواں	۱	لب بکشا کہ میدہد لعلِ لبت بمردہ جاں
آنکہ بپرسش آمد و فاتحہ خواند میرود	۲	گو نفسے کہ روح را میکنم از پیش رواں
ایکہ طبیبِ خستۂ روی زبانِ من ببین	۳	کین دم و دود سینہ ام بارِ دلست بر زباں
گرچہ تب استخوان من کرد ز مہر گرم و رفت	۴	ہمچو تبم نمیرود آتش مہر ز استخواں
باز نشان حرارتم ز آب دو دیدہ و ببیں	۵	نبض مرا کہ میدہد ہیچ ز زندگی نشاں
حال دلم چو خال تو ہست در آتشش وطن	۶	جسم ازاں دو چشم تو خستہ شدست و ناتواں
آنکہ مدام شیشہ ام از پی عیش دادہ است	۷	شیشہ ام از چہ می برد پیش طبیب ہر زماں

(۸)	حافظ از آب زندگی شعر تو داد شربتم ترک طبیب کن بیا نسخۂ شربتم بخواں	(۸)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزل خواجہ صاحب نے کبھی بیمار ہونے کے موقعہ پر لکھی ہے۔ غزل کے تمام اشعار اسی مضمون پر ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱) ترجمہ۔ جب تو آیا ہے تو اس خستہ جان پر فاتحہ پڑھ۔ لب کھول کیونکہ تیرا لب لعل مردہ کو جان بخشتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ وہ جو بیمار پرسی کے لئے آیا اور فاتحہ پڑھ کر جا رہا ہے اُسے کہو کہ تھوڑی دیر ٹھہر جائے۔ تاکہ روح کو اسکے پیچھے پیچھے روانہ کر دوں۔

نفسے۔ یعنے تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جائے۔ ایک دم ٹھہر جاتے۔

آنکھوں کو ہرن کی آنکھوں سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ عام قاعدہ تو یہ ہے کہ شیر ہرن کا شکار کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب معشوق کی چشم آہو کو شیر گیر بتاتے ہیں اور اسکے کمانِ ابرو کو اتنا طاقتور بتاتے ہیں کہ قوس فلک کی کمان کو توڑ دے۔

(۵) ترجمہ۔ سنبل کی زلف جب ہوا کے دم سے خوشبودار ہو۔ تو اپنی زلفِ عنبر سے اسکی قیمت کم کر دے۔

مطلب یہ ہے کہ زلفِ سنبل میں بادِ بہاری کی عنبر افشانی سے اتنی خوشبو پیدا نہیں ہو سکتی جتنی تیری زلفِ مشکین میں ہے۔

(اصلی حزین)	نکنم قافیہ اش بار دگر سنبل را		ہر پریشاں نسزد ہمسری کاکل را

(۶) ترجمہ۔ حافظ جب عندلیب فصاحت کا اظہار کرنے لگی ہے تو فارسی شعر کہنے سے تو اسکے بازار کو بے رونق کر دے۔

مطلب یہ ہے کہ بلبلِ ہزار داستان ہزار فصیح ہو تاہم حافظ کی شیریں گفتاری کو نہیں پہنچتی۔

غزل (۱۹)

گلبرگ را ز سنبل مشکین نقاب کن	۱	یعنی کہ رخ بپوش و جہانی خراب کن
بکشا بعشوہ نرگس مست خراب را	۲	وز رشک چشم نرگس رعنا بخواب کن
بفشان عرق ز چہرہ و اطراف باغ را	۳	چوں شیشہای دیدۂ ما پر گلاب کن
بوی بنفشہ بشنو و زلف نگار گیر	۴	بنگر برنگ لالہ و عزم شراب کن
زانجا کہ رسم و عادت عاشق کشی تست	۵	شمشیر کین بخون دل ما خضاب کن
ما بخت خویش و خوی ترا آزمودہ ایم	۶	با دشمناں قدح کش و با ما عتاب کن

(۷)	حافظ وصال می طلبد از رہ دعا یارب دعای خستہ دلاں مستجاب کن	(۷)

غزل (۱۸)

کرشمہ کن و بازار ساحری بشکن	۱	بغمزہ رونق بازار سامری بشکن
بیاد دہ سر و دستار عالمی یعنی	۲	کلاہ گوشہ بآئین دلبری بشکن
برون خرام و ببرگوی نیکی از ہمہ کس	۳	سزای حور دہ و رونق پری بشکن
بہ آہوان نظر شیر آفتاب بگیر	۴	با بروان دو تا قوس مشتری بشکن
چو عطر سای شود زلف سنبل از دم باد	۵	تو قیمتش زسر زلف عنبری بشکن

(۶)　چو عندلیب فصاحت فروش شد حافظ
تو رونقش بہ سخن گفتن دری بشکن　(۶)

(۱) ترجمہ۔ کرشمہ دکھا اور جادوگری کے بازار کو بے رونق کر دے۔ اور غمزہ سے سامری کے بازار کو بے رونق کر دے۔
سامری مشہور جادوگر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں تھا۔ مطلب یہ کہ تیرے غمزہ و کرشمہ کے جادو کے مقابلہ میں جادوگری کی کچھ حقیقت نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ تمام جہان کے سر اور دستار کو برباد کر دے یعنے دلبری کے طریقہ سے ٹوپی ٹیڑھی رکھ۔
کلاہ گوشہ شکستن۔ ٹوپی کو سر پر ناز و نخوت کی وجہ سے ٹیڑھا رکھنا مثلاً

چو غنچہ برکہ بلخت جگر قناعت کرد		کلاہ گوشہ تواند بروزگار شکست	(صائب)

مطلب یہ ہے کہ ٹوپی ٹیڑھی رکھ اور تمام جہان کو مست و خراب کر دے تاکہ کسی کو سر اور دستار کی خبر نہ رہے

(۳) ترجمہ۔ باہر نکل کر چل اور سب سے خوبصورتی میں سبقت لے جا۔ حور کو سزا دے اور پری کے بازار کو بے رونق کر دے
سزائے حور دہ۔ یعنے حور تیرے مقابلہ میں جس حیثیت کے لائق ہے۔ اُسی حیثیت میں لے آ۔

(۴) ترجمہ۔ آہوانِ نظر یعنے آنکھوں سے شیر آفتاب کو گرفتار کر لے اور خمدار ابروؤں سے مشتری کی کمان کو توڑ دے۔
شیر آفتاب۔ شیر گردوں۔ شیر فلک یعنے برج اسد۔ **قوس مشتری** سے مراد برج قوس یا خود مشتری کی کمان (مشتری سیارہ کو بہرام فلک کہتے ہیں) **آہو نظر** سے مراد آنکھ معشوق کی

(۱) ترجمہ ۔ ہم سرخوش ہیں ہمیں پیالہ میں شراب ڈال دے اور بدمست کو ساقی کے غمزہ کے حوالہ کردے سرخوش اور بدمست ۔ مستی کے علی الترتیب حسب ذیل مراتب ہیں (۱) سرخوش یعنے جو شخص نشۂ شراب سے خوشحال ہو (۲) تردماغ (۳) بدمست (۴) خراب ۔

(۲) ترجمہ ۔ چاند کے پیالہ میں آفتاب جیسی شراب ڈال ۔ اور دن کے چہرہ پر سنبلِ مشکیں کی زلف ڈال ۔ مطلب یہ ہے کہ پیالہ میں شراب اور اپنے روشن رخسار پر زلف ڈال ۔

(۳) ترجمہ ۔ اے خانقاہ کے پیر تھوڑی دیر کے لئے شرابخانہ میں جا غسل کر اور ستر سالہ توبہ کر یعنے میخانے سے باہر جو ستر سال عمر تو نے گناہوں میں گزاری ہے اس سے توبہ کر

(۴) ۔ اے صوفی شمع کی طرح مجلس کے چہرہ کو آنسوؤں سے دھو ۔ آہ و نالہ سے ہمارے رقص کا ہم آہنگ ہو شمع کا گریہ مشہور ۔ مطلب یہ ہے کہ زہد خشک کو چھوڑ ۔ عشق میں گریہ کر اور ہمارے ساتھ آہ و نالہ میں ہم آہنگ ہوجا ۔

(۵) ترجمہ ۔ اگر عشق کی نئی عروس تیرے نکاح میں آئے تو اے حافظ دونو جہان کا مہر اسکو قبالہ کردے یعنے عروسِ عشق کے حق مہر میں دونو جہان لکھدے ۔

غزل (۲۱)

مرغ دلم طائریست قدسی عرش آشیان	۱	از قفس تن ملول سیر شده از جهان
از در این خاکدان چون بپرد مرغ ما	۲	باز نشیمن کند بر سر آن آشیان
چون بپرد زین جهان سدره بود جای او	۳	تکیہ گہ باز ما کنگرهٔ عرش دان
سایهٔ دولت فتد بر سر عالم بسے	۴	گر بزند مرغ ما بال و پری در جهان
در دو جهانش مکان نیست بجز فوق عرش	۵	کان ورای زمرفتست جای وی از لامکان
عالم علوی بود جلوه گہ مرغ ما	۶	آب خور او بود گلشن باغ جنان

(۷)	چون دم وحدت زنی حافظ شوریده حال خامهٔ توحید کش بر ورق انس و جان	(۷)

(۱) ترجمہ۔ پھول کی پنکھڑی پر سنبل شکین کا نقاب ڈال یعنے چہرہ چھپا اور ایک جہان کو ویران کر گلبرگ سے مراد رخسار سنبل سے مراد زلف عنبریں۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے پھول جیسے چہرہ پر زلف کا نقاب گرا۔ اور ایک جہاں کو خراب کر۔

(۲) ترجمہ۔ اپنی مست بیمار آنکھہ کو عشوہ سے کھول اور اشک سے نرگس رعنا کی آنکھ کو خواب آلودہ کر۔ یعنے نرگس کی آنکھ بھی تیری آنکھہ کے رشک سے بند ہو جائے گی۔

(۳) ترجمہ۔ چہرہ سے پسینہ گرا اور تمام باغ کو ہماری آنکھوں کے شیشہ کیطرح گلاب سے بھر دے۔ معشوق کے پسینہ کو گلاب کہا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ بنفشہ کی خوشبو سونگھ اور معشوق کی زلف کو پکڑ۔ لالہ کے رنگ کو دیکھ اور شراب نوشی کا ارادہ کر۔

(۵) ترجمہ۔ چونکہ تجھہ میں عاشق کے قتل کرنے کی عادت اور رسم ہی غصہ کی تلوار کو ہمارے دل کے خون سے رنگین کر

(۶) ترجمہ۔ ہم نے اپنے نصیب اور تیری عادت کو آزما لیا ہی۔ دشمنوں کے ساتھ شراب پی اور ہم سے عتاب کر۔ یعنے ہمارے نصیب اور تمہاری عادت میں یہی ہے کہ تو دشمنوں کے ساتھ شراب نوشی کرے اور ہم پر عتاب۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ دعا کے ذریعہ وصال کا طالب ہی۔ اے خدا خستہ دلوں کی دعا کو قبول کر۔

غزل (۲۰)

ما سرخوشیم بادہ ما در پیالہ کن	۱	بدست رائغمزۂ ساقی حوالہ کن
درجام ماہ بادۂ چوں آفتاب ریز	۲	بر روی روز سنبل مشکیں کلالہ کن
ای پیر خانقہ بخرابات شو دمے	۳	غسلے برآر و توبہ ہفتاد سالہ کن
صوفی بگریہ چہرۂ مجلس بشو چو شمع	۴	آہنگ رقص ما ہمہ از آہ و نالہ کن

(۵) گر نو عروس عشق در آید بعقد تو
مہر دو کونش حافظا اندر قبالہ کن (۶)

غزل (۲۲)

منم که شہرۂ شہرم بعشق ورزیدن ۔۔۔ (۱) ۔۔۔ منم که دیده نیالوده ام بد دیدن

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم ۔۔۔ (۲) ۔۔۔ که در طریقت ما کافریست رنجیدن

بمی پرستی ازان نقش خود بر آب زدم ۔۔۔ (۳) ۔۔۔ که تا خراب کند نقش خود پرستیدن

بپیر میکده گفتم که چیست راہ نجات ۔۔۔ (۴) ۔۔۔ بخواست جام می و گفت باده نوشیدن

عنان بمیکده خواہیم تافت زین مجلس ۔۔۔ (۵) ۔۔۔ که وعظ بی عملان واجبست نشنیدن

مراد ما ز تماشای باغ عالم چیست ۔۔۔ (۶) ۔۔۔ بدست مردم چشم از رخ تو گل چیدن

برحمت سر زلف تو واثقم ورنه ۔۔۔ (۷) ۔۔۔ کشش چو نبود ازان سو چه سود کوشیدن

ز خط یار بیاموز مہر با رخ خوب ۔۔۔ (۸) ۔۔۔ که گرد عارض خوبان خوش است گردیدن

(۹) مبوس جز لب معشوق و جام می حافظ
که دست زہد فروشان خطاست بوسیدن (۹)

(۱) ترجمہ - میں ہوں کہ تمام شہر میں عشق اختیار کرنے کے لئے مشہور ہوں - میں ہوں کہ اپنی آنکھوں کو دوبینی سے آلودہ نہیں کیا -

دو دیدن دوبینی - کثرت کا قائل ہونا - واحدِ مطلق کے بغیر اور کسی چیز کو بھی موجود سمجھنا -

(۲) ترجمہ - ہم وفا کرتے ہیں ملامت اٹھاتے ہیں اور خوش رہتے ہیں - کیونکہ ہماری شریعت میں رنجیدہ ہونا کفر ہے -

جو شخص سب کچھ خدا کیطرف سے سمجھے وہ کبھی رنجیدہ ہو ہی نہیں سکتا -

از خداداں خلافِ دشمن و دوست	که دلِ ہر دو در تصرفِ اوست
آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن	کفرست در طریقت ما کینہ داشتن

(۳) ترجمہ - مے پرستی ہی میں نے اسلئے اپنے آپ کو نقش بر آب بنایا ہے تاکہ خود پرستی کا نقش خراب ہو جائے یعنے شراب پی کر اسلئے بیخود ہو جاتا ہوں کہ خود پرستی زائل ہو جائے -

اس غزل میں مضمون مسلسل ہے۔ روحِ انسانی کو عرش آشیان کہا ہے حقیقت یہی ہے کہ انسان عرشِ بریں کا رہنے والا گویا دنیا کے قفس میں قید ہے اور ہر وقت اپنے اصلی وطن اور قدیمی مسکن کی طرف پرواز کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں جو اس قفس کو اپنا آشیانہ نہیں سمجھتے۔ اور ہمیشہ عالمِ بالا کی سیر کے مشتاق رہتے ہیں۔ دیکھو ف ۵-۶-۷/۱ م ۲/۲ م ۲/۱۲ م ۱۴/۱۲ م ۴۸/۲ م ۶۹/۲ -

(۱) ترجمہ۔ میرے دل کا مرغ ایک عرش آشیان اور قدسی پرندہ ہے۔ اور جسم کے پنجرہ سے ملول ہو کر جہان سے پرواز کر جانے کا شائق ہے۔

بدلِ شکستہ ازیں قفس زدہ ایم بالِ گذشتنی	کہ شتاب گر ہمہ خون شود نرسد بگردِ درنگ ما

(۲) ترجمہ۔ اس خاکدان کے دروازہ سے جب ہمارا مرغ پرواز کر جائیگا۔ تو پھر اُس آشیاں پر جا کر اپنی جگہ بنائے گا۔

(۳) ترجمہ۔ جب اس جہان سے اڑ جائیگا تو سدرہ اسکا مقام ہوگا۔ عرش کے کنگرہ کو ہمارے باز کا تکیہ گاہ سمجھ۔

(۴) ترجمہ۔ جہاں پر دولت کا سایہ بہت پڑیگا۔ اگر ہمارا پرندہ جہاں میں بال و پر پھیلا کر اڑے۔

مرغِ روح کو ہما سے تشبیہ دی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ دونوں جہاں اس کا مقام نہیں ہیں سوائے عرش کی بلندی کے۔ اس کی کان معرفت ہے اور اس کا مقام لامکان ہے۔

یعنے ہمارے مرغِ روح کا اصلی مقام عرش کی بلندی پر ہے اور لامکان کا رہنے والا ہے

(۶) ترجمہ۔ ہمارے مرغ کی جلوہ گاہ عالمِ بالا ہے۔ اسکا آب خور باغِ بہشت کا گلشن ہے۔

آب خور۔ چرند پرند وغیرہ کے پانی پینے کا تالاب یا چشمہ۔

(۷) ترجمہ۔ اے شوریدہ حال حافظ جب تو وحدت کا دم مارتا ہے تو انس و جان کے ورق پر توحید کا قلم پھیر دے۔

انس و جان۔ یعنے جن و انسان۔

مطلب یہ ہے کہ اگر وحدت کا قائل ہے تو واحد مطلق کے بغیر تمام دنیا کو نیست سمجھ۔

مہ جلوہ مینماید بر سبز خنگ گردون	۲	تا او بسر درآید بر رخش پا بگرداں
یغمای عقل و دین را بیرون خرام سرمست	۳	بر سر کلاہ بشکن و ز بر قبا بگرداں
مرغولہ را بگرداں یعنی برغم سنبل	۴	گرد چمن بخوری ہمچوں صبا بگرداں
ای نور چشم مستان در عین انتظارم	۵	چنگ حزین و جامی بنواز یا بگرداں
دوران چو مینویسد بر عارض بتان خط	۶	یارب نوشتہ بد از یار ما بگرداں

(۷)	حافظ ز خوبرویان قسمت جز این قدر نیست گر نیستت رضائی حکم قضا بگرداں	(۷)

(۱) ترجمہ۔ میں تیرے فراق میں جل رہا ہوں ظلم سے باز آ۔ ہجر ہمارے لئے مصیبت ہو گئی اے خدا یہ مصیبت دور کر۔

(۲) ترجمہ۔ چاند آسمان کے سبز گھوڑے پر جلوہ نمائی کر رہا ہے تو گھوڑے پر سوار ہو تا کہ چاند سر کے بل گرے۔

یعنے جب تو سوار ہو کر نکلے گا تو چاند شرم سے چھپ جائیگا۔

(۳) ترجمہ۔ عقل و دین کی غارت کے لئے مست ہو کر باہر چل۔ سر پر ٹوپی ٹیڑھی رکھ اور قبا کو چست کر۔

قبا در بر بگردانیدن۔ قبا کو چست اور درست کرنا (بہار عجم)

(۴) ترجمہ۔ زلف کو پریشان کر یعنے علی الرغم سنبل باغ کے گرد بادِ صبا کیطرح خوشبو پھیلا۔

مرغولہ۔ پیچدار بال۔ زلف و خط وغیرہ۔ بخور بوزنِ صبور۔ ایک خوشبودار چیز۔ بخوری۔ مجاز آ بمعنے مجمر۔ جسمیں خوشبوئیں جلاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سنبل کے مقابلہ میں تو اپنی زلفِ عنبریں کو پریشان کر اور باغ کو معطر کر۔

(۵) ترجمہ۔ اے مستوں کی آنکھوں کے نور! میں عین انتظار میں ہوں۔ چنگِ حزیں بجا اور پیالہ کو گردش دے۔ چنگ کو بوجہ خمیدہ قد ہونے کے حزیں کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آ اور سرود و گردشِ جام سے مجلس گرم کر۔

(۶) ترجمہ۔ زمانہ جب معشوقوں کے عارض پر خط پیدا کرتا ہے۔ اے خدا بُری تقدیر کو ہمارے یار سے دور رکھ۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے پیرِ میکدہ سے پوچھا کہ نجات کی راہ کونسی ہے۔ اُس نے شراب کا پیالہ منگوایا اور کہا کہ شراب پینا۔

یعنے شراب نوشی نجات کا رستہ ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اِس مجلس سے شراب خانہ کیطرف جاؤنگا۔ کیونکہ بے عمل لوگوں کا وعظ نہ سننا بہتر ہے۔

یعنے مجلسِ وعظ میں نہیں بیٹھنا چاہیئے کیونکہ واعظ خود عمل نہیں کرتے۔

(۶) ترجمہ۔ باغ جہاں کی سیر سے ہماری مراد صرف اتنی ہے کہ مردم چشم کے ہاتھ سے تیرے چہرہ سے پھول چنیں۔

یعنے آنکھوں سے تیرا دیدار کریں۔ مردم چشم۔ پتلی۔ لفظ مردم کے لحاظ سے پتلی کو ایک آدمی تصور کیا ہے۔ جو عارضِ جاناں کے باغ سے پھول چنتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تیری زلف کی مہربانی کا واقف ہوں ورنہ جب اُسطرف سے کشش نہ ہو تو کوشش کرنے کا کیا فائدہ

مطلب یہ ہے کہ انسان صرف سعی اور کوشش سے تیرے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک کہ تیری طرف سے مہربانی اور کشش نہ ہو۔ کشش اور کوشیدن کی رعایت ظاہر۔

حقا کہ کوشش تو بجائے نمیرسد		گر نے کشش ز جانب اُسہر زماں بود	(معین الدین)

(۸) ترجمہ۔ حسین چہرہ سے محبت کرنا معشوق کے سبزۂ خط سے سیکھ۔ کیونکہ حسینوں کے عارض کے گرد پھرنا بہت اچھا ہے۔

سبزہ خط بھی عارضِ معشوق کے گرد ہوتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ جامِ مے اور لبِ معشوق کے بغیر اور کسی چیز کو نہ چوم۔ کیونکہ پرہیزگاری کی نمائش کرنے والوں کا ہاتھ چومنا غلطی ہے۔

یعنے زاہدانِ ریاکار اور صوفیانِ ظاہردار کا ہاتھ نہ چومنا چاہیئے۔

غزل (۳۲)

میسوزم از فراقت روی از جفا بگردان	۱	ہجران بلائے ما شد یارب بلا بگردان

(۴) ترجمہ میں اُس عزیز لڑکے کو اگر دل نہ دوں تو اور کیا کروں - مادرِ دہر اس سی بہتر لڑکا نہیں رکھتی -

رود - فرزند - پسر - لڑکا - علاوہ معانیٔ معروف -

(۵) ترجمہ - ناصح نے مجھے کہا کہ عشق میں سوائے غم کے اور کون سا ہنر ہے - میں نے اسے کہا کہ اے عاقل صاحب! اس سے بہتر اور کون سا ہنر ہے؟

مطلب یہ ہی کہ ناصح نے مجھے کہا کہ عشق میں سوائے غم کے اور کیا رکھا ہی - میں نے جواب دیا کہ بیشک لیکن غم سے بہتر اور کوئی چیز ہی تو نہیں -

(۶) ترجمہ - اگر میں کہوں کہ پیالہ لے اور ساغر کے لب چوم - تو اے جان اِن بات کو (غور سی) سن کیونکہ کوئی شخص اس سے بہتر بات نہ کہیگا یعنے سب سے بہتر بات یہی ہے جو میں تجھے کہتا ہوں - جام سے لے اور شراب پی -

(۷) ترجمہ - حافظ کا قلم ایک شیریں شاخ نبات ہے، - توڑ لے - کیونکہ اِس باغ میں اِس سی بہتر اور کوئی پھل نہیں -

شاخ نبات - لکڑی کی شاخیں جو کوزہ ہائے مصری میں بندھی ہوتی ہیں - یا تاگے کے گرد مصری جو شاخ کیطرح نظر آتی ہے - شاخ قند - **بچیں** - امر از مصدر چیدن - چننا - جدا کرنا - کاٹنا -

خواجہ صاحب نے اپنے کلام میں جابجا اپنے قلم کو شاخِ نبات کہا ہے - مطلب یہ ہی کہ گلشنِ سخنوری میں کوئی میوہ اور کوئی شاخ حافظ کے قلم سے زیادہ شیریں نہیں ہی - اس لئے اِس شاخ نبات کو توڑ لے اور اس سے اپنے مذاقِ جان کو شیریں کام کر -

غزل (۲۵)

یارب آن آہوی مشکین بختن باز رسان	۱	وان سہی سرو روان را بچمن باز رسان
دل آزردۂ ما را بہ نسیمی بنواز	۲	یعنی آن جان ز تن رفتہ بتن باز رسان
ماہ و خورشید بامر تو بمنزل چو رسند	۳	یار مہ روی مرا نیز بمن باز رسان
سخن اینست کہ ما بیتو نخواہیم حیات	۴	بشنو ای پیک سخنگیر و سخن باز رسان
سنگ و گل گشت عقیق از اثر گریۂ من	۵	یارب آن گوہر رخشان بیمن باز رسان
برو ای طائر میموں ہمایوں طلعت	۶	پیش عنقا سخن از زاغ و زغن باز رسان

مطلب یہ ہی کہ ہمارے معشوق کے عارض پر خط نہ آئے۔ نوشتہ اور نویسد کی رعایت ظاہر

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ حسینوں سے تیری قسمت میں اور کچھ نہیں لکھا۔ اگر تیری رضا نہیں تو قضا کے حکم کو تبدیل کردے۔

یعنے تیری قسمت میں حسینوں کا جور و ستم لکھا ہے۔ مہر و وفا تیرے حصہ میں نہیں۔ اگر تجھے منظور نہیں۔ تو نوشتۂ قسمت کو مٹادے۔ مطلب یہ ہے کہ چار و ناچار جور برداشت کرنے پڑیں گے۔

غزل (۲۴)

بفگن بر صف رنداں نظری بہتر ازین	۱	بر درِ میکدہ میکن گذرے بہتر ازین
در حق من لبت آں لطف کہ می فرماید	۲	گرچہ خوبست ولیکن قدرے بہتر ازین
آنکہ فکرش گرہ از کار جہاں بکشاید	۳	گو درین نکتہ بفرما نظرے بہتر ازین
دل بداں زود گرامی چہ کنم گر ندہم	۴	مادر دہر ندارد پسرے بہتر ازین
ناصحم گفت کہ جز غم چہ ہنر دارد عشق	۵	گفتم ای خواجہ عاقل ہنرے بہتر ازین
گر بگویم کہ قدح گیر و لب ساغر بوس	۶	بشنوای جان کہ نگوید دگرے بہتر ازین

(۷) کلک حافظ شکرین شاخ نباتست بچین
کہ درین باغ نہ بینی ثمرے بہتر ازین (۷)

(۱) ترجمہ۔ رندوں کی صف پر اس سے اچھی نظر ڈال۔ شراب خانہ کے دروازہ پر اس سے اچھا گذر کر

(۲) ترجمہ۔ میرے حق میں تیرے لب جو مہربانی کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ بہت اچھی ہے۔ لیکن اس سے بھی قدرے زیادہ مہربانی چاہیئے۔

(۳) ترجمہ۔ اس کے فکر کا نکتہ جہان کے لئے مشکل کشائی کرتا ہے تاہم اُسے کہو کہ اس نکتہ میں اس سے بھی اچھی نظر کر۔

یعنے اس سے بھی زیادہ مشکل کشائی کرنی چاہیئے۔

بادہ خور غم مخور و پند مقلد مشنو	۳	اعتبار سخن عام چہ خواہد بودن
غم دل چند توان خورد کہ ایام نماند	۴	گو نہ دل باش و نہ ایام چہ خواہد بودن
مرغ کم حوصلہ را گو سر خود گیر و برو	۵	رحم آنکس کہ نہد دام چہ خواہد بودن
دست رنج تو ہمان بہ کہ شود صرف بکام	۶	دانی آخر کہ بناکام چہ خواہد بودن

(۷) برد از زرہ دل حافظ بدف و چنگ و غزل
تا جزای من بدنام چہ خواہد بودن (۷)

(۱) ترجمہ۔ شراب اور جام سے زیادہ اچھا اور کونسا خیال ہو سکتا ہے۔ دیکھئے کہ سرانجام کیا ہوگا۔

(۲) ترجمہ۔ پیر میخانہ کل خط جام سے معما بیان کرتا تھا۔ کہ سرانجام کیا ہوگا۔

خطِ جام۔ جام جم کے خط۔ مجازاً ہر جام کے خط۔ مطلب یہ ہے کہ پیر میخانہ جام مے کے خط سے معلوم کرتا تھا کہ سرانجام کیا ہوگا۔ حاصل کلام یہ کہ شراب دنیا کے انجام کا پتہ دیتی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ شراب پی۔ غم نہ کھا اور مقلد کی باتوں کو نہ سُن۔ عوام کی باتوں کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اس بات پر کب تک دل کو غمگین رکھیں گے کہ زمانہ نہیں رہا۔ کہو کہ نہ زمانہ رہے نہ دل رہے۔ کیا ہو جائیگا۔

مطلب یہ ہے کہ غم دل اور غم ایام سے کیا حاصل۔ خواہ دل اور زمانہ دونوں نہ رہیں۔ ہمیں کچھ پرواہ نہیں۔

(۵) ترجمہ۔ کم حوصلہ پرندے کو کہو کہ جائے اپنا کام کرے۔ جو شخص جال بچھاتا ہے وہ کیا رحم کرے گا۔

مطلب یہ ہے کہ جو پرندہ صیاد کے رحم کی امید رکھتا ہے وہ کم حوصلہ ہے اُسے چاہئے کہ جال کے نزدیک ہی نہ آئے۔ جائے اور اپنا کام کرے۔ صیاد جو جال بچھا کر پرندوں کو گرفتار کرتا ہے۔ اس پر رحم کی امید بیفائدہ ہے۔ حاصل کلام یہ کہ عاشق کو معشوق کے رحم کی ہوس نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ اسکے جور و ستم برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہئے۔ جور پیشہ معشوق کیا رحم کرینگے۔ جفا کاروں سے وفا شعاری کی توقع خیالِ خام ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تجھے چاہئے کہ محنت حصولِ مقصود کے لئے صرف کرے۔ آخر تو جانتا ہے کہ ناکام ہونا کیسا ہوتا ہے۔

دست رنج کسب۔ پیشہ۔ مزد۔ اجرت۔ محنت۔ مزدوری وغیرہ سعی و عمل کی تعلیم ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حصولِ مقصد کیلئے تجھے ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے اور محنت کرنی چاہئے۔ تو جانتا ہے کہ ناکام ہونا بہت بری بات ہے۔

(۷)	آنکہ بودی وطنش دیدۂ حافظ یارب بمرادش ز غریبی بوطن باز رسان	(۷)

یہ غزل خواجہ صاحب نے کسی عزیز سفر کردہ کے متعلق لکھی ہے۔ یا معمولی اشتیاقِ دید کا فسانہ سمجھیے

(۱) ترجمہ۔ اے خدا اُس آہوئے مشکین کو ختن میں واپس لا۔ اور اُس سہی قدسرو، وان کو باغ میں واپس لا۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارے پژمردہ دل کو بادِ نسیم سے شگفتہ کر۔ یعنے اس جسم سے نکلی ہوئی جان کو جسم میں واپس لا۔

(۳) ترجمہ۔ جب چاند اور سورج تیرے حکم سے اپنی اپنی منزل پر جاتے ہیں تو ہمارے چاند جیسے معشوق کو بھی ہمارے پاس لے آ۔

(۴) ترجمہ۔ بات یہ ہے کہ ہم کو تیرے بغیر زندگی ہی نہیں چاہیئے۔ اے سخنگیر قاصد یہ بات سن اور (میرے معشوق کو) جا کر پہنچا۔ یعنے اے قاصد میرے محبوب کو جا کر کہدے، کہ ہمیں تیرے بغیر جینا ہی پسند نہیں۔ قاصد کو سخن گیر کہنے کی وجہ ظاہر ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میرے رونے کے اثر سے پتھر اور کیچڑ بھی عقیق ہو گئے۔ یارب اُس درخشندہ گوہر کو یمن میں واپس لا۔

عقیق۔ سرخ رنگ کا پتھر۔ فرماتے ہیں کہ میں اسقدر متواتر اور عرصہ دراز تک لہو کے آنسو روتا رہا ہوں کہ شہر کی مٹی اور پتھر بھی اس سے سرخ ہو گئے ہیں۔ اے خدا اب تو میرے معشوق کو وطن میں واپس لا۔ گوہر اور یمن کی نسبت ظاہر اور مشہور۔

(۶) ترجمہ۔ اے مبارک اور بابرکت پرندا عنقا کے پاس جا کر زاغ و زغن کا پیغام پہنچا۔

طائر سے مراد قاصد۔ عنقا سے مراد محبوب اور زاغ و زغن سے مراد عشاق۔

(۷) ترجمہ۔ اے خدا حافظ کی آنکھوں میں جس شخص کا وطن تھا۔ اسکو بامراد مسافری سے وطن میں واپس لے آ۔

غزل (۲۶)

خوشتر از فکر می و جام چہ خواہد بودن	۱	تا بہ بینیم سرانجام چہ خواہد بودن
پیر میخانہ ہمے خواند معمائی دوش	۲	از خط جام کہ فرجام چہ خواہد بودن

(۷) ترجمہ - میرا خوشخوان حافظ کمال فریاد کا نقد ہے۔ کمالِ فریاد کا نقد میرا خوشخوان حافظ ہے
یعنے حافظِ خوشخواں کا کلام تمیات و فریاد اور نالہ ہائے حزیں کا نہایت اچھا مجموعہ ہے۔

غزل (۲۸)

نکتۂ دلکش بگویم خال آن مہرو ببین	۱	عقل و جان را بستۂ زنجیر آن گیسو ببین
عیب دل کردم کہ وحشی طبع و ہرجائی مباش	۲	گفت چشم نیم مست غنج آن آہو ببین
عاشقان آفتاب از دلبر ما غافل اند	۳	ای نصیحت گو خدا را رو ببین و رو ببین
لرزہ بر عضای جہر از رشک آن مہ رو نگر	۴	نافہ را خون در جگر زان زلف عنبر بو ببین
حلقۂ زلفش تماشا خانۂ باد صباست	۵	جان صد صاحبدل آنجا بستۂ یک مو ببین
زلف دلبندش صبا را این در گردن نہد	۶	با ہوا داران رہرو حیلہ ہندو ببین
آنکہ من در جستجویش از خرد بیرون شدم	۷	کس ندیدست و نہ بیند مثلش از ہر سو ببین
از مراد شاہ منصوری فلک رخ بر متاب	۸	تیزی شمشیر بنگر زور بازو ببین
(۹)	حافظ ار در گوشہ محراب و نالد رواست ای نصیحت گو خدا را آن خم ابرو ببین	(۹)

(۱) ترجمہ - میں تجھے ایک دلچسپ نکتہ بتاتا ہوں کہ اس ماہرو کا خال دیکھ۔ عقل اور جان کو اُس زلف کی زنجیر میں باندھا ہوا دیکھ۔

نکتہ اور خال کی رعایت ظاہر۔ دلکش نکتہ یہی ہے کہ او۔ وہ محبوب کے خال کو دیکھ۔

(۲) ترجمہ - میں نے اپنے دل کو متہم کیا کہ وحشی طبع اور ہرجائی نہ بن۔ اُسنے جواب دیا کہ اُس آہو کی نیم مست سرخ (یا کرشمہ والی) آنکھ کو دیکھ۔

غنج - بضم ناز و کرشمہ۔ بفتح۔ کرشمہ۔ ناز۔ آنکھ جھپکانا۔ گلگونہ۔ غنجاز۔ ابٹنا۔ گلگونہ۔ غازہ۔
مطلب یہ ہے کہ دل نے جواب دیا کیا کروں کہ اُس کی مست آنکھوں نے مجھے وحشی کر دیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے حافظ کے دل کو دف وچنگ اور غزل سے گمراہ کر دیا۔ دیکھئے مجھ بدنام کی سزا کیا تجویز ہوتی ہے۔

غزل (۲۷)

دلبر جانان من بردہ دل وجان من	۱	بردہ دل وجان من دلبر جانان من
از لب جانان من زندہ شود جان من	۲	زندہ شود جان من از لب جانان من
روضۂ رضوان من خاک سر کوی دوست	۳	خاک سر کوی دوست روضۂ رضوان من
این دل حیران من والہ و شیدای تست	۴	والہ و شیدای تست این دل حیران من
یوسف کنعان من مصر ملاحت تراست	۵	مصر ملاحت تراست یوسف کنعان من
سرو گلستان من قامت دلجوی تست	۶	قامت دلجوی تست سرو گلستان من

(۷) حافظ خوشخوان من نقد کمال غیاث
نقد کمال غیاث حافظ خوشخوان من (۷)

اس تمام غزل میں خواجہ صاحب نے یہ صنعت رکھی ہے۔ کہ دوسرے مصرعہ کو پہلے مصرعہ کا عکس بنایا ہے انہی الفاظ کو دوسری ترکیب دیدی ہے۔ یہ غزل اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ غالباً الحاقی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ میرا دلبر جانان میرے دل و جان کو لے گیا۔ میرے دل و جان کو میرا دلبر جاناں لے گیا۔

(۲) ترجمہ۔ میرے جانان کے لب سے میری جان زندہ ہوتی ہے۔ میری جان زندہ ہو جاتی ہے میرے جاناں کے لب سے۔

(۳) ترجمہ۔ میرا باغ بہشت معشوق کے کوچہ کی خاک ہے۔ معشوق کے کوچہ کی خاک میرے لئے باغ بہشت ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میرا حیران دل تجھ پر عاشق اور شیدا ہے۔ تجھ پر عاشق اور شیدا ہے میرا یہ حیران دل۔

(۵) ترجمہ۔ اے میرے یوسف کنعان مصر ملاحت تیرے قبضہ میں ہے۔ مصر ملاحت تیرے قبضہ میں ہے۔ اے میرے یوسف کنعان!

(۶) ترجمہ۔ میرے لئے سرو گلستان تیرا دلکش قد ہے۔ تیرا دلکش قد میرے لئے سرو گلستان ہے

میں گریہ وزاری سے کبھی منع نہ کرے۔

غزل (۲۹)

ای لبت آب حیات و ای قدت سرو چمن	۱	ای رخت خورشید خاور ای خطت مشک ختن
ہمچو ابرویت بچشم من کم آید ماہ نو	۲	چون لب لعلت نمی باشد عقیق اندر یمن
تا رخت دیدہ است گل در باغ ای سرو روان	۳	بر تن خود چاک می سازد ز خجلت پیرہن
رشتۂ جان من ست آن یا سر موی بتان	۴	ذرۂ خورشید یا درج درست آن یا دہن
بوسہ میخواہم ز تو لب را بدندان میگزی	۵	میکنی جانم جراحت بار دیگر جان من
عاشق روی تو ام ای شاہ خوبان جہان	۶	این حکایت را بدانند آشکار امرد و زن

(۷)	مرد حافظ در غمت در گردن تو خون من دادمن بستاند از تو روز محشر ذو المنن	(۷)

(۱) ترجمہ۔ اے معشوق کہ تیرے لب آب حیات اور تیرا قد سرو چمن ہے۔ اے کہ تیرا چہرہ خورشید خاوری اور تیرا خط مشک ختن ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میری نظر میں ہلال تیرے ابرو جیسا نہیں ہے۔ اور تیرے لب لعل جیسا کوئی عقیق یمن میں نہیں۔

(رنجور)	کہ بر بام فلک خم گشتہ از بہر تماشایش		ہلال عید را میلیست با ابروی زیبایش
(یکتا)	لعل تو تا بر آمدہ رنگین ز کان حسن		الماس شد بسینۂ کوہ یمن عقیق

(۳) ترجمہ۔ اے سرو رواں جب سے تیرے چہرہ کو پھول نے باغ میں دیکھا ہے شرمندگی سے اپنے تن پر پیرہن کو چاک کر رہا ہے پھول کا شگفتہ ہوکر پیرہن چاک کرنا ظاہر۔ خواجہ صاحب نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ رخسار معشوق سے شرمندہ ہوکر پھول نے پیرہن چاک کیا ہے۔ حسن تعلیل ہے۔

(صائب)	شبنم بروی گل عرق انفعال شد	تا چہرۂ تو از مے گلرنگ آل شد

(۴) ترجمہ۔ میرا رشتۂ جان ہے یا معشوقوں کا بال۔ ذرہ خورشید ہے یا موتیوں کی ڈبیہ یا دہن۔

(۳) ترجمہ۔ آفتاب کے عاشق ہمارے دلبر سے غافل ہیں۔ اے ناصح خدا کے لئے اُسکا چہرہ بھی دیکھ اور اسکا چہرہ بھی دیکھ۔

یعنے آفتاب بھی میرے معشوق کے چہرہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دونوں کو دیکھکر مقابلہ کر لو۔ اس لئے آفتاب پرست قومیں غلطی پر ہیں اور غافل ہیں اگر میرے محبوب کا چہرہ دیکھ لیں تو پھر آفتاب کیطرف کبھی نہ دیکھیں۔

(۴) ترجمہ۔ دیکھ کہ اُس ماہرو کے رشک سے آفتاب کے اعضا پر لرزہ پڑا ہے۔ اور دیکھ کہ اُس زلفِ عنبریں کی بو سے نافہ کا جگر خون ہو گیا ہے۔

اگر بغور دیکھیں تو قرص آفتاب میں لرزہ معلوم ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ میرے معشوق کے رشک سے آفتاب کانپ رہا ہے حسن تعلیل ہے۔ اسی طرح نافہ بھی کہا جاتا ہے کہ آہو کے منجمد خون سے بنتا ہے۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ زلفِ محبوب کی خوشبو کے رشک سے نافہ کا جگر خون ہو گیا ہے۔ یہاں بھی حسن تعلیل ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اسکی زلف کا حلقہ بادِ صبا کے لئے تماشا خانہ ہے۔ دیکھ کہ صدہا صاحبدلوں کی جانیں اس جگہ ایک بال سے باندھی ہوئی ہیں۔

زلفِ معنبر کو بوجہ خوشبودار ہونے کے بادِ صبا کا تماشہ خانہ کہا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اسکی دلبند زلف صبا کی گردن میں بھی پھندا ڈالتی ہے۔ رہرو ہوا دار وں کے ساتھ اس ہندو کا حیلہ دیکھ

ہندو سے مراد زلف۔ ہوادار رہرو یعنے بادِ صبا۔ مطلب یہ ہے کہ بادِ صبا باوجود اپنی نکہت کے زلفِ محبوب کی خوشبو پر عاشق ہے۔ دیکھ کہ اس رہزن (زلف) سے رہروانِ ہوا بھی محفوظ نہیں ہیں

(۷) ترجمہ۔ وہ (محبوب) جسکی جستجو میں عقل سے بیگانہ ہو گیا۔ اسکی نظیر کسی نے نہیں دیکھی نہ کوئی دیکھیگا۔ ہر طرف دیکھ لو۔

یعنے شش جہات کو دیکھ لو۔ میرے محبوب کی نظیر نہیں ملے گی۔

(۸) ترجمہ۔ اے آسمان شاہ منصور کی مراد بر آری سے منہہ نہ پھیر۔ اسکی تلوار کی تیزی اور اسکے بازو کی قوت کو دیکھ۔

شاہ منصور کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۹۔ ۲۰ سوانحعمری۔ آسمان کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ شاہ منصور کی تلوار اور اسکی قوتِ بازو سے ڈرتا رہ اور اسکے حسب مراد گردش کر۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ اگر اُسکے گوشہ محراب میں رہتا ہے تو جائز ہے۔ اے ناصح خدا کے لئے اُس خم ابرو کو تو دیکھ

خم ابرو کو گوشہ محراب کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ناصح بھی اگر اُسکے خم ابرو کو ایکدفعہ دیکھ لے تو مجھے اس محراب

مطبوع تر ز روی تو صورت نبست ہیچ	۳	طغرا نویس ابروی مشکین مثال تو
در اوج ناز و نعمتی ای پادشاہ حسن	۴	یا رب مباد تا بقیامت زوال تو
تا پیشوای بخت اروم تہنیت کناں	۵	کو مژدہ زمقدم عید وصال تو
تا آسمان ز حلقہ بگوشان او شود	۶	کو عشوۂ ز ابروی ہمچوں ہلال تو
در چین زلفش ای دل مسکین چگونۂ	۷	کا شفتہ گفت باد صبا شرح حال تو
برخاست بوی گل ز در آشتی در آی	۸	ای نو بہار ما لب فرخندہ فال تو
در صدر خواجہ عرض کند این چنا کنم	۹	شرح نیاز مندی دل یا ملال تو
(۱۰)	حافظ درین کمند سر کشاں بسی ست سودای کج میز کہ نباشد مجال تو	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ اے محبوب کہ آفتاب ہی تیرے جمال کا آئینہ دار ہی۔ اور سیاہ کستوری تیری خال کی مجمر گردان ہی۔
آئینہ دار وہ شخص جو کسی کے سامنے آئینہ رکھے۔ مجمرہ گردان وہ شخص جو مجمر میں حرمل ڈال کر دفع نظرِ بد کے لئے امرا کے سامنے جاتا ہے مثلاً

سپہر مجمرہ گرداں برائے دفع گزند		سپند پرتو خورشید و ماہ میسوزد	(ظہوری)

مطلب یہ ہے کہ تیرے چہرہ کے سامنے آفتاب بھی ایک آئینہ دار کی حیثیت رکھتا ہے اور مشکِ سیاہ بھی تیرے خالِ سیاہ کی مجمرہ گردان ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے آنکھوں کے مکان کے صحن کو دھودیا ہے لیکن کیا فائدہ جب یہ گوشہ تیرے خیال کے لشکر کے لائق نہیں۔

کسی عزیز کی تشریف آوری پر قاعدہ ہی کہ مکان اور صحن وغیرہ کو صاف کیا جاتا ہی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے تیرے خیال اور تیری تصویر کو جگہ دینے کے لئے اپنی آنکھوں کو رو رو کر دھودیا ہے۔ اور صاف کردیا ہے۔ لیکن کیا فائدہ جب میری آنکھیں اس قابل ہی نہیں کہ تیری تصویر اُن میں رہے۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے مشکیں مثال ابرو کے طغرا نویس نے تیری صورت سے زیادہ دلپذیر صورت کوئی نہیں بنائی۔

معشوق کے بال کو اپنا رشتۂ جان کہا ہے۔ اور اُس کے دہن کو موتیوں کی ڈبیہ یا ذرہ خورشید سے نسبت دی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں تجھ سے بوسہ مانگتا ہوں اور تو لبوں کو دانتوں سے کاٹتا ہے۔ اے میری جان تو دوبارہ میری جان کو زخمی کرتا ہے۔

لب را بدنداں گزیدن یعنے غصے سے انکار کرنا کسی کے سوال پر دانتوں سے ہونٹوں کو کاٹنا علامت اس بات کی ہے کہ خبردار پھر ایسا نہ کہنا غضب۔ تعجب اور ندامت کی علامت ہے مثلاً

فروبست از سخن لبہائے خنداں		نجائید از غضب لبہا بدنداں	
کسے کیں کرم دیدہ باخود شنید		تعجب کناں لب بدنداں گزید	
فتد ہرگہ بہ لعلش چشم خوباں		گزند از شرم لبہا را بدنداں	

(۶) ترجمہ۔ اے جہان کے حسینوں کے بادشاہ میں تیرے چہرہ کا عاشق ہوں۔ تمام مرد و زن کو یہ بات علانیہ معلوم ہے

(۷) ترجمہ۔ حافظ تیرے غم میں مرگیا میرا خون تیری گردن پر ہے۔ خدائے ذوالمنن قیامت کے روز میرا انصاف تجھ سے لے گا۔

ذو المنن۔ صاحبِ احسان بخشش اور احسان کرنے والا۔

ردیف۔ و

غزل (۱)

ای آفتاب آیینہ دار جمال تو	۱	مشک سیاہ مجمرہ گردان خال تو
صحن سرای دیدہ بشستم ولی چہ سود	۲	کاین گوشہ نیست درخور خیل خیال تو

غزل (۲)

ای پیک راستان خبر سرو ما بگو ۔ ۱ ۔ احوال گل به بلبل دستان سرا بگو

ما محرمان خلوت انسیم غم مخور ۔ ۲ ۔ با یار آشنا سخن آشنا بگو

پرچین چو می شدی سر زلفین مشکبا ۔ ۳ ۔ با ما سر چه داشت ز بهر خدا بگو

دلها ز دام طره چو بر خاک می فشاند ۔ ۴ ۔ با آن غریب ما چه گذشت اے صبا بگو

گر دیگرت بر آں در دولت گذر فتد ۔ ۵ ق ۔ بعد از ادای خدمت و عرض دعا بگو

در راه عشق فرق غنی و فقیر نیست ۔ ۶ ۔ ای پادشاه حُسن سخن با گدا بگو

هر کس که گفت خاک در دوست توتیاست ۔ ۷ ۔ گو این سخن معائنه در چشم ما بگو

مرغ چمن بموئیه من دوش میگریست ۔ ۸ ۔ آخر تو واقفی که چه رفت اے صبا بگو

آن می که در سبو دلِ صوفی بعشوه برد ۔ ۹ ۔ کی در قدح کرشمه کند ساقیا بگو

آنکس که منع ما ز خرابات میکند ۔ ۱۰ ۔ گو در حضور پیر من این ماجرا بگو

جان پرورست قصهٔ ارباب معرفت ۔ ۱۱ ۔ رمزی از و بپرس و حدیثی بما بگو

هر چند ما بدیم تو ما را بدان مگیر ۔ ۱۲ ۔ شاهانه ماجرای گناهِ گدا بگو

برایں فقیر نامهٔ آن محتشم بخوان ۔ ۱۳ ۔ با این گدا حکایت آن پادشا بگو

(۱۴) حافظ گرت بمجلس او راه میدهند
می نوش و ترک زرق برای خدا بگو (۱۴)

(۱) ترجمہ ۔ اے راست قدوں (یا راست بازوں) کے قاصد ہمارے سرو کی خبر سنا۔ پھول کا حال بلبلِ نغمہ سنج کو سنا۔

(۲) ترجمہ ۔ ہم خلوتِ محبت کے محرم ہیں غم نہ کھا۔ آشنا دوست سے آشنا کی باتیں کہہ۔ یعنے ہم بیگانے نہیں۔ محرم راز ہیں۔ ڈر نہیں اور ہمارے سامنے بیشک دوست کی باتیں بیان کر۔

ابرو کو بوجہ سیاہی مشکیں مثال کہا ہے۔ **طغرا نویس** پیچیدہ خط لکھنے والا۔ ابرو کے بنانے والے کو طغرا نویس اسلئے کہا کہ ابرو پیچیدہ یعنے خمدار ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے مشکیں ابرو کے بنانے والے (یعنے خدا یا عاملان قضا و قدر) نے تیری صورت سے زیادہ دلپذیر صورت اور کوئی نہیں بنائی۔

کارکن کارگاہ دولت کے	تیری صورت بناکر بیٹھ رہے

(۴) ترجمہ۔ اے حسن کے بادشاہ تجھے ناز و نعمت کا کمال حاصل ہے۔ خدا کرے کہ قیامت تک تجھے زوال نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ تاکہ ہم محبت کی پیشوائی کے لئے خوشی کرتے ہوئے جائیں۔ تیرے وصال کی عید کے آنے کی خوشخبری کہاں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے وصال کی خوشخبری عین خوش نصیبی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تاکہ آسمان اُسکا حلقہ بگوش (مطیع) ہو جائے۔ تیرے ہلال جیسے ابرو کا عشوہ کہاں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے ابرو کے عشوہ کا آسمان بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ بلکہ اُسکا مطیع ہو جائیگا۔

(۷) ترجمہ۔ اے مسکین دل اُسکی زلف کے خم میں تیرا کیا حال ہے۔ کیونکہ بادِ صبا نے تیرے حال کی شرح پریشان بیان کی ہے۔

ہوا کی پریشان بیانی ظاہر۔ معشوق کی زلفِ پریشان میں دل کا آشفتہ و پریشان ہونا معلوم۔

مطلب یہ ہے کہ میرا دل زلفِ محبوب میں آشفتہ و پریشان ہے۔

(۸) ترجمہ۔ پھول کی خوشبو اٹھی ہے اے معشوق از روے صلح آ۔ کیونکہ تیرے فرخندہ فال لب ہمارے لئے بمنزلہ بہار کے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار آگیا ہے۔ ہماری بہار تو تو ہے۔ آ اور ہمارے مشام جان کو معطر کر۔

(۹) ترجمہ۔ خواجہ کے دربار میں کون کون سی جفا کا شکوہ کروں۔ اپنے دل کی نیازمندی کا بیان کروں یا تیرے ملال کا

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ اِس کمند میں بہت سے سرکشوں کے سر ہیں۔ بیہودہ خیال نہ پکا کہ تیری اتنی طاقت نہیں

مطلب یہ ہے کہ زلفِ محبوب میں پہلے صدہا سرکش اسیر پڑے ہیں۔ تیری اتنی طاقت نہیں کہ تو اس سے عہدہ برآ ہو سکے۔

(۱۱) ترجمہ۔ ارباب معرفت کی باتیں جاں پرور ہوتی ہیں۔ اُس سے رمز پوچھ اور ہم سے وہ بات بیان کر۔

یعنے صاحب معرفت سے اسرار و رموز جاکر پوچھ اور ہمیں آکر بتا۔

(۱۲) ترجمہ۔ ہرچند ہم بُرے ہیں لیکن اس بات پر ہماری گرفت نہ کر۔ بادشاہوں کی طرح گداگر کے گناہ کا ماجرا بیان کر۔

مطلب یہ ہے کہ جسطرح بادشاہ فقیروں کے گناہ معاف کردیتے ہیں۔ اسی طرح تو بھی ہمارے گناہ معاف کر۔ ہم ہرچند برے ہیں لیکن ہمارے گناہ تیری رحمت سے بڑھ کر نہیں۔ بدیم اور بدآں میں صنعت تجنیس ہے۔

بدِ ما نیک شد چو برز فتی آں کسے بدکند کہ بدکار است	بدشود نیک ما چو بگرفتی از تو نیکی ہمہ سزاوار است	(حکیم ثنائی)

(۱۳) ترجمہ۔ اس فقیر کے سامنے اُس صاحب حشمت کا خط پڑھ۔ اِس گداگر کے ساتھ اُس بادشاہ کا قصہ بیان کر۔

اس شعر میں نامہ بر یعنے دیارِ محبوب کے قاصد سے خطاب ہے۔

(۱۴) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تجھے اُسکی مجلس میں جانے دیں۔ تو شراب پی اور خدا کے لئے ریاکاری کو چھوڑ دے۔

غزل (۳)

ای خونبہای نافہ چین خاک راہ تو	۱	خورشید سایہ پرور طرف کلاہ تو
نرگس کرشمہ می برد از حد برون خرام	۲	ای جان فدای شیوۂ چشم سیاہ تو
خونم بخور کہ ہیچ ملک با چنین جمال	۳	از دل نیایدش کہ نویسد گناہ تو
آرام و خواب خلق جہان را سبب توئی	۴	زاں شد کنار دیدہ و دل تکیہ گاہ تو
با ہر ستارہ سرو کار ست ہر شبم	۵	از حسرت فروغ رخ ہمچو ماہ تو

(۳) ترجمہ۔ جب مشکیں زلفیں پیچ و تاب میں آتی تہیں تو خدا کے لئے کہو کہ ہمارے متعلق اسکا خیال کیسا تھا۔

(۴) ترجمہ۔ جب معشوق دلوں کو زلف کے جال سے زمین پر گراتا تھا۔ تو اے بادِ صبا کہو کہ ہمارے مسافر دل کے ساتھ کیا کیفیت گذری۔

(۵) ترجمہ۔ اگر پھر اُس درِ دولت پر تیرا گذر ہو تو سلام کہنے اور دعا عرض کرنے کے بعد کہو۔

(۶) ترجمہ۔ کہ راہِ عشق میں امیر اور فقیر میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اے حسن کے بادشاہ گدا گر سے بھی بات کر۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ بادِ صبا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر پھر محبوب کے درِ دولت پر تو حاضر ہو۔ تو ہمارا سلام اور دعا عرض کرنے کے بعد کہنا کہ اے کشورِ حسن کے بادشاہ راہِ عشق میں فقیر اور غنی برابر ہوتے ہیں۔ ہم فقیروں سے بھی بات کر۔

(۷) ترجمہ۔ جس شخص نے کہا ہے کہ درِ دوست کی خاک سرمہ ہے اسے کہو کہ یہ بات ہماری آنکھوں سے عیان ہے علانیہ بیان کرے۔

یعنے ہماری آنکھیں اس بات کی دلیل ہیں کہ درِ دوست کی خاک سرمہ ہے۔ کیونکہ ہماری آنکھوں میں یہ سرمہ موجود ہے۔

(۸) ترجمہ۔ کل بلبل میری آہ و زاری پر رو رہی تہی۔ اے بادِ صبا آخر تو واقف ہے بتا کہ کیا معاملہ ہوا۔

یعنے بلبل کے رونے کی وجہ کیا تہی ظاہر ہے کہ عاشق کی آہ و زاری کیطرح وہ بہی محبوب کے جور و ستم کے ہاتھ سے رو رہی تہی۔

(۹) ترجمہ۔ وہ شراب جس نے سبو میں ہی صوفی کے دل کو عشوہ سے قابو کر لیا اے ساقی بتا کہ پیالہ میں وہ کب کرشمہ دکھائیگی

یعنے جس شرابِ نے صراحی میں ہی صوفی کو اپنا شیدا بنا لیا۔ جب پیالہ میں آئیگی تو خدا جانے کیا کریگی

پردہ میں ہو تو اس پہ یہ عالم ہے حسن کا	پردہ ہی باہر ہو تو خدا جانے کیا کرو

(۱۰) ترجمہ۔ جو شخص ہم کو شراب خانہ سے منع کرتا ہے اسے کہو کہ ہمارے پیر کی خدمت میں جا کر یہ ماجرا بیان کرے۔

یعنے جب ہمارا پیر ہمیں شراب پینے کی ہدایت کرتا ہے تو اُسی جا کر کہنا چاہئے ہمیں منع کرنے سے کیا فائدہ تشریح کیلئے دیکھو شعر الف ۱-۲-۳ ش ۱۰۱

جی نہیں چھوڑا۔ اُن کا ہی اپنے محبوب پر مائل ہونا بیان کر دیا۔
(۴) ترجمہ۔ جہان کی خلقت کے آرام اور زینت کا باعث تو ہی ہے۔ اس لئے دل کی آنکھوں کی آغوش میں تیرا تکیہ گاہ ہے۔
یعنے چونکہ تو لوگوں کے آرام اور راحت کا باعث ہے اس لئے وہ تجھے اپنے دل کی آنکھوں میں جگہ دیتے ہیں
(۵) ترجمہ۔ ہر رات میرا تمام ستاروں ہی سے سروکار رہتا ہے۔ تیرے چاند جیسے چہرے کے نور کی حسرت سے
یعنے تیرے دیدار کی آرزو میں تمام رات تارے گنتا رہتا ہوں یعنے جاگتا رہتا ہوں۔ ماہ و ستارہ کی رعایت ظاہر۔
(۶) ترجمہ۔ ہمنشیں یارب ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ ہم ہیں اور تیرا آستانہ دولت پناہ۔
یعنے صرف میں ہی ہوں کہ تیرے درِ دولت سے کبھی سر نہیں اٹھایا۔
(۷) ترجمہ۔ بُرد نکا یار نہ ہو کہ بختِ نیک کیطرح وہ شخص تیرا یار ہو جو تیرا نیک خواہ ہو۔
یعنے خوش نصیبی تیری خیر خواہ ہے اس لئے تیری یار ہے اسی طرح صرف وہی تیرا دوست ہونا چاہئے جو تیرا خیر خواہ ہو۔
(۸) ترجمہ۔ کل قیامت کے دن جب خلقت جمع ہوگی۔ خدا کرے کہ اُس وقت تیری نظر مجھ پر پڑ جائے۔
غالباً اس شعر میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خطاب ہے۔
(۹) ترجمہ۔ اے حافظ عنایت سے ناامید نہ ہو کیونکہ آخر کار تیری آہوں کا دھواں خرمنِ غم کو آگ لگا دے گا۔
یعنے تیری آہیں موثر ہو کر تیرے غموں کو دور کریں گی اور تو محبوب حقیقی کا موردِ عنایات ہو جائے گا۔

غزل (۴)

ای قبای پادشاہی راست بر بالای تو	۱	زینت تاج و نگیں از گوہر والای تو
آفتاب فتح را ہر دم طلوعی میدہد	۲	از کلاہ خسروی رخسار مہ سیمای تو

یاران ہمنشیں ہمہ از ہم جدا شدند	۶	مائیم و آستانہ دولت پناہ تو
یار بدان مباش کہ مانند بخت نیک	۷	یار تو باد ہر کہ بود نیک خواہ تو
فردای روز حشر کہ عرض خلائق است	۸	باشد دران میان بمن افتد نگاہ تو
(۹) حافظ طمع مبر ز عنایت کہ عاقبت		آتش زند بخرمن غم دود آہ تو (۹)

(۱) ترجمہ۔ اے محبوب کہ تیری خاک راہ نافہ چین کا خونبہا ہے اور آفتاب بھی تیری ٹوپی کے گوشہ کا سایہ پرورد ہے۔

خون بہا۔ خون کا معاوضہ۔ خون کی قیمت۔ زرِ قصاص۔ سایہ پرور۔ (۱) ناز و نعمت سے پلا ہوا (۲) مفت خوار۔ کسی کے زیر سایہ پلا ہوا۔ یہاں یہی دوسرے معنی ہیں۔ کہتے ہیں کہ نافہ منجمد خون ہوتا ہے۔ لہذا نافہ اور خون بہا کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ نافہ کے خون کا معاوضہ درِ محبوب کی خاک ہے۔ یعنے نافہ کو جو خوشبو حاصل ہے وہ اسکے خون کے بدلے درِ محبوب کی خاک سے اُسے بطور معاوضہ ملی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ نافہ کو درِ محبوب کی خاک سے خوشبو ملی ہے۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب باوجود اسقدر روشن اور منور ہونے کے بھی تیری ٹوپی کے زیر سایہ پلا ہے یعنے اُسے جسقدر روشنی حاصل ہے۔ تجھہ سے حاصل ہوئی ہے۔

خورشید اور سایہ کا مقابلہ ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ نرگس حد سے زیادہ کرشمے کرنے لگی ہے۔ اے کہ جان تیری سیاہ آنکھ کے شیوہ پر قربان ہے تو بھی خراماں ہو۔

مطلب یہ ہے کہ نرگس اب حد سے زیادہ شیوہ و کرشمہ دکھانے لگی ہے۔ اے محبوب اُسے ذرا آنکھیں دکھا کہ وہ اپنی کرشمہ نمائی بند کرے۔

کند شرمندہ نرگس را بگلشن دیدن چشمش	برآ ہوتنگ وا رو دشت را گردیدن چشمش	(جلال اسیر)

(۳) ترجمہ۔ تو میرا خون پیتا جا کیونکہ ایسے جمال کی موجودگی میں کسی فرشتے کا دل نہیں چاہیگا کہ تیرے گناہ لکھے مطلب یہ ہے کہ فرشتوں کا دل کب مانے گا کہ تجھہ جیسے پریرو حسین کے گناہوں کو لکھیں۔ تو بیشک خاطر جمعی سے میرا خون پیتا جا۔ تیرے گناہ نہیں لکھے جائینگے۔ خواجہ صاحب نے فرشتوں کو

ممدوح کے قلم کو طوطی خوش لہجہ کہا ہے جسکی منقار بلاغت آثار سے آب حیات ٹپکتا ہے مطلب یہ ہے کہ تو نہایت فصیح و بلیغ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اگرچہ آسمان کا سورج جہان کے لئے چشم و چراغ ہے لیکن تیرے پاؤں کی خاک اسکی آنکھ کے لئے بھی روشنائی بخش ہے۔

یعنے تمام جہان کی روشنی کا منبع سورج ہے اور سورج کی روشنی کا منبع تیرے پاؤں کی خاک۔

(۷) ترجمہ۔ جو چیز سکندر نے مانگی اور زمانہ نے اسے نہ دی۔ وہ تیرے جان پرور پیالہ کے آب صاف کا ایک گھونٹ تھا۔

ظاہر ہے کہ جو چیز سکندر نے طلب کی اور زمانہ نے اسے نہ دی وہ آب حیات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چشمہ آب حیات تیرے پیالہ کے آب صاف کا ایک گھونٹ ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے حریم حرمت میں عرض کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ کسی شخص کا راز تیرے روشن ضمیر پر مخفی نہیں رہتا۔

چو کارساز زحاجات آگہی دارد	برآئے پیش دعا و چہ سود حرف سوال

(۹) ترجمہ۔ اے بادشاہ تیری جان بخش اور گناہوں کو مٹانے والی معافی کی امید پر حافظ بڑہاپے میں جوانی کر رہا ہے۔
یعنے میں پیرانہ سری میں مئے و معشوق کے شغل میں ہوں اور امید ہے کہ تو میرے تمام گناہ بخشدے گا۔

غزل (۵)

بجان پیر خرابات و حق صحبت او	۱	کہ نیست در سر من جز ہوای خدمت او
بہشت اگرچہ نہ جای گناہگار انست	۲	بیار بادہ کہ مستظہرم برحمت او
چراغ صاعقۂ آن شراب روشن باد	۳	کہ زد بخرمن من آتش محبت او
بر آستانۂ میخانہ گر سرے بینی	۴	مزن بپای کہ معلوم نیست نیت او
بیار بادہ کہ دوشم سروش عالم غیب	۵	نوید داد کہ عام ست فیض رحمت او
ملن بچشم حقارت نگاہ بر من مست	۶	کہ نیست معصیت و زہد بی مشیت او
نمیکند دل من میل زہد و توبہ ولی	۷	بنام خواجہ بکوشیم و فر دولت او

جلوہ گاہ طائر اقبال گردد ہر کجا	۳	سایہ انداز د ہمای چتر گردون سای تو
از رسوم شرع و حکمت با ہزاران اختلاف	۴	نکتہ ہر گز نشد فوت از دل دانای تو
آب حیوانش ز منقار بلاغت میچکد	۵	طوطی خوش لہجہ یعنی کلک شکر خای تو
گرچہ خورشید فلک چشم و چراغ عالم است	۶	روشنائی بخش چشم اوست خاک پای تو
آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار	۷	جرعۂ بود از زلال جام جان افزای تو
عرض حاجت در حریم حرمتت محتاج نیست	۸	راز کس مخفی نماند بر فروغ رای تو
(۹)	خسروا پیرانہ سر حافظ جوانی میکند بر امید عفو جانبخشش گنہ فرسای تو	(۹)

یہ غزل تمام تر مدحیہ ہے۔ کسی بادشاہ وقت کی مدح میں لکھی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اے ممدوح کہ بادشاہی قبا تیرے قد پر موزون ہے۔ اور تاج و نگین کی زینت تیری ذات والا سے ہے۔

گوہر۔ (۱) ذات۔ اصل۔ (۲) موتی۔ لہذا تاج اور نگین کے ساتھ لفظ گوہر کی رعایت ظاہر

(۲) ترجمہ۔ تیرا چاند جیسا چہرہ ہر وقت کلاہ شاہی سے فتح کے آفتاب کو طلوع بخشتا ہے۔

کلاہِ خسروی کو مطلع اور خسار کو آفتاب کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تیرا چہرہ ایک فتح کا آفتاب ہے جو مطلعِ کلاہ سے طلوع کرتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ وہ جگہ اقبال کے پرندے کی جلوہ گاہ ہو جاتی ہے۔ تیرے چتر گردوں سا کا ہما جس جگہ سایہ ڈالے۔

یعنے جس جگہ تیرے تاج کا سایہ پڑجاتا ہے۔ وہ جگہ مبارک اور اقبال مند ہو جاتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ باوجود ہزارہا اختلاف کے شرع و حکمت کے قواعد میں سے ایک نکتہ بھی ایسا نہیں جو تیرے دانا دل کو معلوم نہ ہو۔

یعنے شرع و حکمت کے آئین اور قواعد اگرچہ نہایت دقیق اور مختلف فیہ ہیں۔ لیکن تو سب پر حاوی ہے،

(۵) ترجمہ۔ خوش لہجہ طوطی یعنے تیرے شکر خا قلم کی بلاغت کی چونچ سے آب حیات ٹپکتا ہے۔

حالاتِ زندگی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت اعلیٰ پایہ کے متقی اور عابد تھے اس لئے بقولِ بہلن بنا عبداللہ رح خواجہ صاحب صدیقوں میں سے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ میرا دل زہد و توبہ کیطرف مائل نہیں ہوتا لیکن میں خواجہ اور اسکی حشمت و دولت کے نام پر کوشش کرتا ہوں۔

خواجہ صاحب ہر جگہ سعی و عمل کی تعلیم دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دل نہیں مانتا تاہم کوشش کرتا ہوں۔ خواجہ سے مراد ممدوح۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ کا خرقہ ہمیشہ رہن مے رہتا ہے۔ شاید اُس کی سرشت شراب خانہ کی مٹی سے ہے۔

دیکھو شعر د ۵۴

غزل (۶)

تاب بنفشہ میدہد طرۂ مشکسای تو	۱	پردۂ غنچہ میدرد خندۂ دلکشای تو
ای گل خوش نسیم من بلبل خویش را مسوز	۲	کز سر صدق میکند شب ہمہ شب دعای تو
دشمن و دوست گو بگو ہر عرضی کہ ممکن ست	۳	جور ہمہ جہانیان میکشم از برای تو
خرقۂ زہد و جام می گرچہ نہ در خور من ست	۴	این ہمہ نقش میزنم در طلب وفای تو
شورِ شراب و سوزِ عشق آن نفسم رود زیاد	۵	کاین سر پرہوس شود خاک در سرای تو
من کہ ملول گشتمی از نفس فرشتگان	۶	قال و مقال عالمی میکشم از برای تو
مہر رخت سرشت من خاکِ درت بہشت من	۷	عشق تو سرنوشت من راحت من رضای تو
دلق گدای عشق را گنج بود در آستین	۸	زود بسلطنت رسد ہر کہ بود گدای تو
شاہ نشین چشم من تکیہ گہ خیال تست	۹	جای دعاست شاہ من بی تو مباد جای تو

(۱۰) خوش چمنیست عارضت خاصہ کہ در بہار حسن
حافظ خوش کلام شد مرغ سخن سرای تو (۱۰)

(۸)	مدام خرقۂ حافظ بہ بادہ در گرو ست اگر ز خاک خرابات بود فطرت او	(۸)

(۱) ترجمہ:- پیر خرابات کی جان اور اسکی حق صحبت کی قسم ہے۔ کہ میرے سر میں سوائے اُسکی خدمت کے خیال کے اور کوئی خیال نہیں

(۲) ترجمہ:- اگرچہ بہشت گنہگاروں کی جگہ نہیں ہے۔ شراب لا کہ میں اُس کی رحمت کا امیدوار ہوں

یعنے اسکی رحمت پر امید ہے کہ میرے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور باوجود شراب نوشی کے بھی مجھے بہشت مل جائیگی۔

غم مخور اے خورکہ بیش ریزش ابر کرم	نامۂ عصیان ما نقش بر آبے بیش نیست (اشرف)

(۳) ترجمہ:- اس شراب کی بجلی کا چراغ ہمیشہ روشن رہے جس نے میرے خرمن میں اسکی محبت کی آگ لگادی۔

مطلب یہ ہے کہ جس شراب نے میرے وجود میں محبوب حقیقی کے عشق کی آگ لگائی ہے اُسکا نور خدا کرے ہمیشہ تک رہے۔ رعایت تقہ اور خرمن کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ:- اگر تو شرابخانہ کے آستانہ پر کوئی سر دیکھے۔ تو اسے ٹھوکر نہ مار کیونکہ معلوم نہیں اسکی نیت کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر چند بظاہر تجھے کسی شخص کا فعل بُرا نظر آئے مگر چونکہ تجھے اسکی نیت معلوم نہیں اس لئے اُسے بُرا نہ کہے۔ کیونکہ ہر عمل کا مدار نیت پر ہے۔ الاعمال بالنیات۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر	تو چہ دانی کہ دریں خاک سوارے باشد

(۵) ترجمہ:- شراب لا کہ کل عالم غیب کے مژدہ سنانے والے نے مجھے خوشخبری سنائی کہ خدا کی رحمت کا فیض عام ہے۔

وہی مضمون ہے۔ جو شعر (۲) غزل ہذا میں گذرا۔ نیز دیکھو شعر د $\frac{109}{4}$

(۶) ترجمہ:- مجھ مست کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ۔ کیونکہ گنہگاری اور پرہیزگاری اُسکی مرضی کے بغیر نہیں۔

دیکھو شعر الف $\frac{3}{14}$ ت $\frac{1}{14}$ د $\frac{5}{2}$ ش $\frac{4}{5}$ ش $\frac{1}{4}$ ش $\frac{22}{5}$ م $\frac{12}{2}$ -

سہل بن عبداللہ رحمہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنی حرکات اور سکنات کو اپنے ساتھ نہیں بلکہ خدا کے ساتھ نسبت کرتے ہیں۔ وہ دو قسم کے ہیں۔ اگر وہ اصول شریعت کی مراعات اور احکام عبودیت کی محافظت کے پابند ہوں تو وہ صدیقوں کے گروہ سے ہیں اور اگر وہ احکام شرع کی مخالفت میں مبالغہ کریں اور افعال مذمومہ سے نہ ڈریں اور اس قسم کی باتیں صرف اپنے نفس سے ملامت دور کرنے کے لئے کریں تو وہ زندیق ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب کے

شاہ نشین ۔ بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ ۔ بادشاہ کا تکیہ گاہ ۔ منظر ۔ مطلب یہ ہے ۔ کہ میری آنکھ میں ہر وقت تیری تصویر رہتی ہے خدا کرے کہ میری آنکھ کبھی تیری تصویر سے خالی نہ ہو ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ تیرا چہرہ ایک خوبصورت باغ ہے خاصکر جب کہ حسن کی بہار میں خوشگفتار حافظ تیری نواسنج بلبل بن گیا ہے ۔

غزل (۷)

خط عذار یار کہ بگرفت ماہ ازو	۱	خوش حلقہ ایست لیک بدر نیست راہ ازو
ابروی دوست گوشۂ محراب دولت ست	۲	آنجا بسای چہرہ و حاجت بخواہ ازو
ای جرعہ نوش مجلس جم سینہ پاک دار	۳	کائینہ ایست جام جہاں بیں کہ آہ ازو
سلطان غم ہر انچہ تواند بگو بکن	۴	من بردہ ام بہ بادہ فروشان پناہ ازو
کردار اہل صومعہ ام کرد مے پرست	۵	این دود بین کہ نامہ من شد سیاہ ازو
ساقی چراغ می بہ رہ آفتاب دار	۶	گو بر فروز مشعلۂ صبحگاہ ازو
آبے بروز نامۂ اعمال ما فشان	۷	بتوان مگر سترد حروف گناہ ازو
آخر دریں خیال کہ دارد گدای شہر	۸	روزی شود کہ یاد کند پادشاہ ازو

(۹) حافظ کہ ساز مجلس عشاق ساز کرد
خالی مباد عرصۂ این بزم گاہ ازو (۹)

(۱) ترجمہ ۔ معشوق کے رخسار کا خط جس سے چاند بھی منقبض ہو جاتا ہے ۔ اچھا حلقہ ہے لیکن اس سے باہر نکلنے کا کوئی رستہ نہیں ۔

گرفتن ماہ و آفتاب ۔ چاند یا سورج کا راس و ذنب کے عقد میں آنا ۔ تاریک ہونا ۔ بند ہونا ۔ گرفتن ۔ تنگدل ہونا ۔ منقبض ہونا ۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کا سبزۂ خط چاند کو بھی بے رونق کر دیتا ہے یعنے چاند بھی ایسا منور اور خوشنا نہیں جیسا کہ معشوق کا سبزۂ خط ۔ فرماتے ہیں کہ سبزۂ خط ایک خوشنما حلقہ ہے

(۱) ترجمہ - تیری مشکین زلف بنفشہ کو پیچ و تاب میں رکھتی ہے۔ اور تیری دلکشا ہنسی غنچہ کا پردہ پھاڑتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیری مشکین زلف کے رشک سے بنفشہ پیچ و تاب میں ہے اور تیرے غنچۂ دہن کے تبسم سے غنچہ کی آبروریزی ہو رہی ہے۔

(۲) ترجمہ - اے میرے خوشبودار پھول اپنی بلبل کو مت جلا کیونکہ وہ تمام رات صدق دل سے تیرے لئے دعا کرتی ہے۔

پھول سے مراد معشوق۔ بلبل سے مراد عاشق۔ خود خواجہ صاحب۔

(۳) ترجمہ - دشمن و دوست کو کہو کہ جو عرض ممکن ہے کہے۔ میں تمام اہل جہان کا ظلم تیرے لئے برداشت کرتا ہوں

یعنے دوست و دشمن جو چاہیں کہیں اور جتنی طعنہ زنی ممکن ہو کریں۔ میں تیرے لئے سب کچھ سننے اور برداشت کرنے کو تیار ہوں۔ یہ شعر اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۴) ترجمہ - اگرچہ پرہیزگاری کا خرقہ اور شراب کا پیالہ میرے لائق نہیں۔ لیکن یہ سب کچھ میں تیری وفا کی طلب میں کر رہا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ پرہیزگاری اور شراب خواری ہر دو باہم مناسب نہیں لیکن تیرے عشق میں میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔

(۵) ترجمہ - شراب کا شور اور عشق کا سوز بھی اُس وقت بھولے گا۔ جب یہ میرا سر ہوس سر تیرے مکان کے دروازے کی خاک ہو جائے گا۔

(۶) ترجمہ - میں جو فرشتوں کی بات سے بھی ناراض ہو جاتا تھا تیرے لئے تمام جہان کی باتیں (طعنے) سن رہا ہوں۔

غالب	گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں	میں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند

(۷) ترجمہ - تیرے چہرہ کی محبت میری سرشت میں ہے تیرے دروازہ کی خاک میرے لئے بہشت ہے۔ تیرا عشق میری قسمت میں لکھا ہے میری خوشی تیری رضا میں ہے۔

(۸) ترجمہ - عشق کے گدا گر کی گدڑی کی آستین میں خزانہ ہوتا ہے۔ جو شخص تیرا گدا گر ہو وہ جلدی بادشاہی کو پہنچ جاتا ہے۔

(خاقانی)	بز بر سے گلیمے گدا سے طلب کن	کلید ہمہ در ہا سلاطین

(۹) ترجمہ - میری آنکھ کا منظر تیرے خیال کی تکیہ گاہ ہے۔ اے میرے بادشاہ دعا کا مقام ہے کہ تیری جگہ تجھ سے خالی نہ ہو۔

اہل صومعہ سے مراد زاہدان ظاہر پرست اور عابدانِ ریا کار مطلب یہ ہے کہ میں ان ریاکار زاہدوں کے اطوار سے ایسا متنفر ہوگیا ہوں کہ ایسی عبادت سے رندی کو بہتر سمجھتا ہوں۔ پس مجھے انہی لوگوں نے شراب نوش کر دیا ہے۔ اور انکے دل کی کدورت نے میرے نامۂ اعمال کو بھی سیاہ کر دیا ہے۔ مرزا غالب نے اسی مضمون کو تیز تر الفاظ میں ادا کیا ہے۔

سخن کوتاہ مرا ہم دل بتقویٰ مائل است اما	زننگ زاہد افتادم بکافر ماجرائی ہا

(۶) ترجمہ۔ اے ساقی شراب کے چراغ کو آفتاب کی راہ میں رکھ اور اسے کہو کہ مشعل صبح کو اس سے روشن کرے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آفتاب بھی مشعل صبح کو خود بخود روشن نہیں کر سکتا۔ بلکہ شراب کے چراغ سے اُسے روشن کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ شراب صبح کے بغیر مینوش کی صبح روشن نہیں ہو سکتی۔

(۷) ترجمہ۔ ہمارے اعمال کے روزنامچہ پر پانی چھڑک۔ شاید کہ اسطرح گناہوں کے حروف اُس سے دھوے جائیں

روزنامہ۔ وہ کاغذ جس پر روزانہ مداخل و مخارج کا حساب ہوتا ہے۔ روزنامچہ۔ روزنامۂ اعمال سے مراد اعمالنامہ۔ آب سے یہاں مراد شراب یا بارانِ رحمت و مغفرت۔

(۸) ترجمہ۔ آخر کار اس خیال سے جو شہر کے گداگر کے دل میں ہے ایک دن ہوگا کہ بادشاہ اُسے یاد کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ گدائے عشق کے دل میں ہمیشہ سلطانِ عشق کے دیدار کا خیال رہتا ہے شاید کبھی بادشاہ کو بھی اس گدا کا خیال آجائے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ جس نے بزم عشاق کے ساز کو آمادہ و آراستہ کیا ہے خدا کرے کہ اس بزمگاہ کا میدان اس سے کبھی خالی نہ ہو۔

اپنے حق میں دعا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ بزم عشاق کی رونق ہے۔ خدا کرے کہ یہ بزم اُس سے کبھی خالی نہ ہو۔

غزل (۸)

گفتا برون شدی بتماشای ماہ نو	۱	از ماہ ابروان منت شرم نیست رو
عمریست تا دلم زمقیمان زلف تست	۲	غافل زحفظ جانب یاران خود مشو

لیکن اس حلقہ میں گرفتار ہوکر پھر رہائی مشکل ہے۔ حلقہ اور در کی رعایت ظاہر۔

ز آفتابِ رخت ماہ تاب میگیرد | ز ماہ طلعت تو آفتاب میگیرد

(۲) ترجمہ۔ معشوق کا ابرو محرابِ دولت کا گوشہ ہے۔ اسی جگہ اپنا چہرہ رگڑ اور اُسی سے اپنی حاجت مانگ۔

مطلب یہ ہے کہ عاشق کے لئے معشوق کا ابرو ہی محراب ہے۔ وہیں سجدہ کرنا چاہئے اور اُسی جگہ سے اپنی مرادیں مانگنی چاہئیں۔

(۳) ترجمہ۔ اے جمشید کی مجلس کے جرعہ نوش سینہ کو پاک کر۔ کیونکہ جام جہاں بین ایک ایسا آئینہ ہے کہ واہ وا۔

آہ از و۔ لفظ آہ اگرچہ عموماً اظہارِ افسوس و تاسف کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مگر بعض جگہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ کمالِ تعجب اور کمالِ تحسین کے بیان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اس شعر میں آہ از و سے مراد یہ نہیں کہ اُس پر افسوس یا اُس پر افسوس۔ بلکہ آئینہ کے کمالِ صفائی کی تعریف مطلوب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ آئینہ بدرجہ کمال صاف ہے اور دوسری چیز کا عکس اس میں نہایت واضح طور سے نمایاں ہوتا ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جمشید کا جامِ جہاں بیں یعنے ساقی شرابخانہ عشق کا دل ایک نہایت صاف آئینہ ہے۔ اس میں نزدیک کی تمام چیزوں کا عکس آجاتا ہے۔ اس لئے تجھے چاہئے کہ اگر ایسے ساقی کی مجلس میں بیٹھ کر شراب پیتا ہے تو ضرور اپنے دل کو صاف کر۔ کیونکہ تیرے دل میں اگر ذرا بھی کدورت ہوئی تو وہ ساقی کے آئینہ دل پر روشن اور ظاہر ہوجائیگی اور تجھے نادم ہونا پڑے گا۔ حاصل کلام یہ کہ عاشق کو اپنا دل بالکل صاف رکھنا چاہئے۔ کیونکہ محبوب اُسکے دل کے اندر کی تمام باتیں جانتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ سلطانِ غم کو کہو کہ جو کچھ کرسکتا ہے کرے۔ میں نے اس (کی دستبرد) سے میفروشوں کے پاس جاکر پناہ لی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شراب غم ربا ہے اور اگر میفروشوں کی پناہ مل جائے تو لشکرِ غم کی دستبرد سے آدمی بالکل محفوظ ہوجاتا ہے۔ مزید معلومات کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۳/۱ ت ۲۲/۲ ت ۲۱/۴ ت ۲۵/۹ ت ۵۰/۱۰ ت ۶۲/۲ ت ۸۲/۵ د ۶/۱-۱-۲-۳ د ۲۱/۲ د ۵۸/۱ د ۶۸/۲ د ۱۲۸/۴ ن ۱۱/۲ م ۹/۲ م ۴/۲ م ۲۰/۱ ت ۲۵/۱۱ د ۸۶/۹

(۵) ترجمہ۔ عبادت گاہ والوں کے افعال و اطوار نے مجھے شراب نوش کر دیا۔ اس دھوئیں کو دیکھو کہ میرا نامۂ اعمال اس سے سیاہ ہوگیا۔

(۴) ترجمہ۔ عشق کی کھیتی میں مہر و وفا کا بیج۔ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کہ فصل کاٹنے کا موسم آجاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق میں ہزارہا مصائب برداشت کرنے کے بعد جب عاشق اپنی خودی کو بھی قربان کر دیتا ہے۔ اس وقت منزلِ مہر و وفا کا جا کہیں پتہ ملتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے ساقی شراب لا کہ میں تجھ سے سیامک کے تاج اور گو کے طرفِ کلاہ کا راز بیان کروں

سیامک ۔ کیومرث کے بیٹے کا نام ہے ۔ **گو** شجاع ۔ پہلوان ۔

تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۳/۴ ت ۵۶/۲۳ ۔ حاصل کلام یہ کہ دنیا کی ناپائداری کا حال بتاؤں

(۶) ترجمہ۔ ہلال کی شکل ہر مہینے کے شروع میں پرانے ستاروں اور نئے چاند کی گردش کا پتہ دیتی ہے۔

سر مہ ۔ سر ماہ ۔ مہینہ کا شروع ۔ مطلب یہ ہے کہ ہر مہینے نیا چاند نکلتا ہے اور پھر اوجِ کمال پہ پہنچ کر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے گردشِ روزگار اور انقلاباتِ دہر کا پتہ ملتا ہے۔ بعض دیوانوں میں شعر ۸ کا مصرع ثانی شعر (۵) کا مصرعہ ثانی ہے اور شعر (۵) کا مصرعہ ثانی شعر ۸ کا مصرع ثانی ہے۔ مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ پیرِ مغاں کی درگاہ وفا کا مقام ہے۔ مہر و وفا کا سبق اس کے پاس پڑھ اور اس سے سن۔

غزل (۹)

گلبنِ عیش می دمد ساقیِ گلعذار کو	۱	بادِ بہار می وزد بادۂ خوشگوار کو
ہر گلِ نو ز گلرخے یاد ہمے دہد ولے	۲	گوشِ سخن شنو کجا دیدۂ اعتبار کو
مجلسِ بزمِ عیش را غالیہ مراد نیست	۳	ای دمِ صبحِ خوش نفس نافۂ زلفِ یار کو
حسن فروشیِ گلم نیست تحمل ای صبا	۴	دست زدم بخون دل بہرِ خدا نگار کو
شمعِ سحر بہ ہر نگہ لافِ ز عارض تو زد	۵	خصم زبان دراز شد خنجرِ آبدار کو

مفروش عطر عقل بہ ہندوی زلف یار	۳	کانجا ہزار نافۂ مشکیں بہ نیم جو	
تخم وفا و مہر دریں کشت زار عشق	۴	آنگہ عیاں شود کہ رسد موسم درو	
ساقی بیار بادہ کہ رمزی بگویمت	۵	از افسر سیامک وطرف کلاہ گو	
شکل ہلال ہر سر مہ میدہد نشاں	۶	از سیر اختران کہن سال وماہ نو	

(۷) حافظ جناب پیر مغاں مامن وفاست
درس وفا و مہر براو خوان وزو شنو (۷)

(۱) ترجمہ۔ معشوق نے کہا کہ تو ہلال کو دیکھنے کے لئے باہر نکلا۔ کیا تجھے میرے ابرو کے ہلال سے شرم نہیں آئی۔ جا چلا جا۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کے ہلال ابرو کی موجودگی میں اورکسی ہلال کی کیا ضرورت تھی۔

اگر آں ہلال ابرو میاں نشستہ باشد	مہ نو بچشم مردم مژہ شکستہ باشد (فطرت)

(۲) ترجمہ۔ مدتوں سے میرا دل تیری زلف میں مقیم ہے۔ اپنے یاروں کی حفظ اعانت سے غافل نہ ہو۔

جانب (۱) طرف وکنار (۲) اعانت۔ امداد۔ حمایت۔ **حفظ جانب** یعنے مدد کرنا۔ اعانت کرنا۔ حمایت کرنا۔ دلداری۔ دلنوازی۔ بعض نسخوں میں "حفظ خاطر" ہے۔

(۳) ترجمہ۔ معشوق کی مشکیں زلف کے سامنے عقل کی خوشبو کا اظہار نہ کر۔ کیونکہ اس جگہ ہزار نافۂ مشکیں آدھے جو کی قیمت بھی نہیں رکھتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عشق میں اپنی دانائی اور عقلمندی کا اظہار نہ کر۔ راہ عشق میں صرف شوق اور دیوانگی چاہئیے۔ عقل یہاں کچھ نہیں کرسکتی۔ اس بازار میں عقل کی کچھ قیمت نہیں۔

عاشقی خود نہ کار فرزانہ است	عقل در راہ عشق دیوانہ است
عقل مردیست خواجگی آموز	عشق دردیست بادشاہی سوز

مزید معلومات کے لئے دیکھو ت ۲/۸ د ۵/۹ د ۱/۱۵ ل ۸/۵ ر ۱/۲ س ۲/۴ ص ۱/۵ ل ۸/۵ ن ۱/۲ ۔

ہیں کہ زلفِ معشوق کی خوشبو لاسے۔

(۴) ترجمہ۔ اے بادِ صبا پھول کی حُسن فروشی کو میں برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے خونِ دل میں پنجہ مارا ہے۔ خدا کے لئے بتا میرا معشوق کہاں ہے۔

حُسن فروشی اپنے حسن کا اظہار کرنا۔ اپنے حسن پر نازاں ہونا۔ اپنی خوبصورتی پر غرور کرنا شعر کا مطلب یہ ہے کہ پھول باغ میں اپنے حُسن کا اظہار کر رہے ہیں اور اپنی خوبصورتی پر نازاں ہیں میں اُنکی اِس حرکت کو پسند نہیں کرتا اور انکے غرور اور تکبر کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میرا دل اِس افسوس میں خون ہوگیا کہ اگر میرا معشوق بھی یہاں موجود ہوتا۔ تو پھر پھول کبھی اپنے حسن پر نازاں نہ ہوتے بلکہ میرے معشوق کے چہرے کو دیکھکر شرمندہ ہوجاتے۔

(۵) ترجمہ۔ شمعِ سحر نے مجلس میں تیرے چہرہ کی برابری کی لاف ماری۔ دشمن زبان دراز ہوگیا ہے آبدار تلوار کہاں ہے۔

تاکہ دشمن کا سر کاٹے۔ دشمن سے مراد شمع۔ شمع۔ زبان اور خنجر کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ معشوق نے کہا کہ شاید تجھے میرے لبِ لعل کے بوسہ کی آرزو نہیں ہے۔ میں تو اسی آرزو میں مر رہا ہوں لیکن طاقت اور اختیار کہاں ہے۔

دوسرا مصرعہ عاشق کا مقولہ ہے۔ جو پہلے مصرعہ کا جواب ہے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ اگرچہ سخنگوئی میں گنجِ حکمت کا خزانچی ہے۔ لیکن کمینہ زمانے کے غم کے ہاتھ سے سخن سنج طبیعت کہاں باقی ہے۔

غزل (۱۰)

مرا چشمیست خون افشان ز چشم آن کمان ابرو	۱	جہان پر فتنہ می بینم ازان چشم وازان ابرو
غلام چشم آن ترکم کہ در خواب خوش مستی	۲	نگارین گلشنش روییست و مشکین سایبان ابرو
ہلالی شد تنم زین غم کہ با طغرای مشکینش	۳	کہ باشد مہ کہ بنماید ز طاقِ آسمان ابرو
ہمیشہ چشم مستش را کمان حُسن در زہ باد	۴	کہ از پشتی تیر او کشد بر مہ کمان ابرو

مردم ازیں ہوس ولی قدرت و اختیار کو	۶	گفت مگر ز لعل من بوسہ نداری آرزو

(۷) **حافظ اگرچہ در سخن خازن گنج حکمت** / **از غم روزگار دون طبع سخن گزار کو** (۷)

(۱) ترجمہ۔ گل عیش کا پودا اُگ رہا ہے گلعذار ساقی کہاں ہے۔ بادِ بہاری چل رہی ہے خوشگوار شراب کہاں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ موسمِ بہار ہے اور عیش و طرب کا وقت ہے۔ ایسی صورت میں ساقی اور شراب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

(۲) ترجمہ۔ ہر ایک نیا پھول کسی گلرخ کی یاد دلاتا ہے۔ لیکن بات سننے والے کان کہاں ہیں اور چشم عبرت کہاں

مطلب یہ ہے کہ دیدۂ عبرت اور گوشِ ہوش ہو تو ہر ایک پھول کسی حسین کی جو زیرِ زمین دفن ہیں یاد دلاتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ ہزاروں حسین دنیا میں آئے اور چلے گئے۔ اب ہر موسم بہار میں پھول اُن کی یاد دلاتے ہیں

(غالب)	خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں	سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں

اسی مضمون پر ہے۔

	زانکہ در زیرِ زمین شیریں لباں خسپیدہ اند	ہیچ دانی میوہ را تاثیر شیریں از کجاست
	مہ عارضِ دلستانے بود	ہر آں گل کہ در گلستانے بود
	قد دلبرے زلفِ سیمیں تنے ایست	ہر آں شاخ سروے کہ در گلشن ایست
	آں لالہ ز خونِ شہر یارے بود ست	در ہر دشتے کہ لالہ زارے بود ست
(عمر خیام)	خالیست کہ بر رخ نگارے بود ست	ہر برگ بنفشہ کز زمیں مے روید

(۳) ترجمہ۔ بزم عیش کی مجلس میں مراد کی خوشبو نہیں ہے۔ اے خوشبودار صبح کی ہوا! زلف یار کا نافہ کہاں ہے

مطلب یہ ہے کہ بزمِ عیش میں جب تک محبوب کی زلفِ عنبریں کی خوشبو نہ ہو۔ عاشقوں کی مراد پوری نہیں ہوتی۔ بزم عیش میں غالیہ وغیرہ خوشبودار اشیا کی ضرورت ظاہر۔ دمِ صبح کو اس لئے مخاطب کیا ہے کہ ہوا خوشبو کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہے نسیمِ صبح سے التجا کرتے

(۵) ترجمہ۔ گوشہ نشینوں کی جان کے لیئے اس کی پیشانی ایک عجیب باغ ہے کہ اُس کے سمن زار کے کنارہ پر ابرو خراماں ہیں۔

چمان۔ خرامان۔ لفظ چمان میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک حرکت ضروری نہیں صرف ایک مقام پر کھڑے ہوکر جھومنے کو بھی چمیدن کہا جاتا ہے (لفظ خرامان کی بھی یہی کیفیت ہے) مثلاً

گرد باد سے شدہ ترکیب اجزا سموم	آنکہ نازش بچمن ساختہ سرو چماں

ظاہر ہے کہ سرو ایک جگہ سے چلکر دوسری جگہ نہیں جا سکتا۔ با ایں ہمہ سرو چماں کہا ہے اسی طرح اس شعر میں بھی لفظ خراماں ابرو کے ساتھ انہی معنوں میں آیا ہے۔ خواجہ صاحب نے معشوق کی پیشانی کو ایک باغ قرار دیا ہے۔ جسکے سمن زار کے ایک کنارہ پر ابرو خراماں ہیں۔ گوشہ گیر سے یہاں مراد آنکھیں بھی ہو سکتی ہیں یعنے اسکی پیشانی آنکھوں کے لئے ایک باغ ہے۔ کہ ابرو جنکا تعلق آنکھوں سے ہے) اس سمن زار میں خراماں ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ رقیب غافل ہیں اور ہمیں اُن سیاہ آنکھوں سے ہزار ہزاروں پیغام پہنچ رہے ہیں اور ابرو درمیان میں پردہ دار ہے۔

حاجب (۱) پردہ دار (۲) ابرو لہذا رعایت حاجب و ابرو ظاہر

پیغام سے مراد یہاں آنکھ کے اشارے۔ غمزے، عشوے، حاجب درمیان ابرو سے مراد یہ ہے کہ ہمارے درمیان سوا ابرو کے اور کوئی حاجب نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ اسکے حسن کی موجودگی میں حور اور پری کو کوئی نہیں کہے گا کہ اسکی آنکھ ایسی ہے۔ اور اس کا ابرو ایسا ہے۔

یعنے میرے معشوق کی موجودگی میں کوئی شخص حور اور پری کی چشم و ابرو کی تعریف نہیں کر سکتا۔

(۸) ترجمہ۔ اے کافر دل! تو زلف کا نقاب نہیں ڈالتا اور مجھے ڈر ہے کہ اس دلکش ابرو کا خم میرے محراب کو پھیر دے گا

مطلب یہ ہے کہ اے بت کافر! اگر تیرے ابرو اسی طرح میرے سامنے رہے اور نقاب زلف نے انہیں پوشیدہ نہ کیا تو میں مسجد کے محراب کو چھوڑ کر تیرے ابرو کو ہی محراب بنالونگا۔

(۹) ترجمہ۔ اگرچہ حافظ وفاداری میں دانا پرندہ تھا لیکن اس کمان ابرو کی آنکھ نے تیر غمزہ سے

روان گوشہ گیران را جبینش طرفہ گلزار است	۵	کہ بر طرفِ سمن زارش ہمیگردد چمان ابرو
رقیبان غافل و ما را ازان چشم سیہ ہر دم	۶	ہزاران گونہ پیغام ست و حاجب در میان ابرو
دگر حور و پری را کس نگوید با چنین حسنی	۷	کہ این را این چنین چشم ست و آنرا آن چنان ابرو
تو کافر دل نمی بندی نقاب زلف و می ترسم	۸	کہ محرابم بگرداند خم آن دلستان ابرو

(۹) اگرچہ مرغ زیرک بود حافظ در وفاداری
بہ تیر غمزہ صیدش کرد چشم آن کمان ابرو (۹)

(۱) ترجمہ۔ اُس کمان ابرو معشوق کی آنکھ نے میری آنکھوں کو خون افشان کر دیا۔ میں اس آنکھ اور اس ابروسے جہان کو فتنہ سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ میں اُس ترک کی آنکھ کا غلام ہوں کہ مستی کی میٹھی نیند میں اُسکا چہرہ خوبصورت باغ اور اُسکا ابرو مشکیں سائبان نظر آتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میرا جسم اس غم سے خشک گیا کہ اُسکی مشکین ابرو کی موجودگی میں۔ چاند کیا چیز ہے کہ طاقِ آسمان سے ابرو دکھائے۔

ہلالی یعنے ہلال کیطرح خمیدہ۔ جھکا ہوا۔ **طغرا**۔ پیچیدہ خط۔ یہاں مراد ابرو۔ مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کے ابرو کے مقابلہ میں ہلال کی کیا حیثیت ہے۔ کہ اپنا ابرو دکھاتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اسکی مست آنکھ کے حسن کی کمان ہمیشہ چلہ پر چڑہی رہے۔ کیونکہ اُس کے تیر کی طاقت کے بھروسہ پر ابرو چاند پر کمان کھینچتا ہے۔

پشتی۔ کسی دوسرے کی طاقت پر بھروسہ۔ کسی مربی یا محسن کا سہارا۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کے ابرو تیر مژگان کے بھروسہ پر ہلال پر کمان چڑہائے رہتے ہیں چنانچہ ہلال بھی اس ڈر سے کہ معشوق کے ابرو کی کمان سے تیر مژگان نکل کر اسے نہ آلگے کبھی معشوق کے ابرو کی برابری کا دعوے نہیں کرتا۔ پس خدا کرے کہ معشوق کی مست آنکھوں کا حسن ہمیشہ کمال پر رہے کہ اسکے تیر (یعنے تیر مژگان) سے ہلالِ فلک بھی ڈرتا ہے۔

کمان حسن در زہ باد یعنے حسن بدرجہ کمال رہے۔ حسن کو اوج نصیب ہو۔

(۲) ترجمہ ۔ میں نے اپنے بخت کو کہا کہ تو سو گیا ہے اور سورج نکل آیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ باوجود اس کے سابقہ ازل سے مایوس نہ ہو۔

سابقہ وہ امر جو پہلے ہی سے کسی کام کے سرانجام کا وسیلہ مقرر ہو۔ زمانہ سابق کی جان پہچان ۔ سابقہ جان پہچان کا حق ۔

مطلب یہ ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ کچھ کرلیا جائے اور گوہر مراد سے دامن بھر لیا جائے مگر بدقسمتی اور خواب آلودہ بخت سے سوائے یاس و حرمان کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن ایسی حالت میں بھی خدا کی مہربانی سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے ۔

(۳) ترجمہ ۔ شبگرو ستارے پر بھروسہ نہ کر کیونکہ یہ عیار کاؤس کا تاج اور کیخسرو کا کمربند لے چکا ہے۔

شبگرد ۔ (۱) رات کے وقت چلنے والا (۲) چور۔ لہذا شبگرد اور عیار کی رعایت ظاہر

مطلب یہ ہے کہ ستاروں کی گردش یعنی گردش ایام پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے ۔کیونکہ اس گردش نے کئی بادشاہوں کو تباہ کیا ہے ۔

(۴) ترجمہ ۔ اگر عیسےٰ کی طرح تو پاک اور مجرد آسمان پر جائے۔ تو تیرے نور سے آفتاب کو بھی بہت روشنی حاصل ہو۔

صد پرتو سو نور یعنے بہت روشنی ۔حضرت عیسےٰ کی پاکیزگی اور تجرد ظاہر۔ وہ چوتھے آسمان پر ہیں اور سورج بھی چوتھے آسمان پر ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ انسان اگر پاک اور آزاد ہو۔ تو آفتاب بھی اسکے نور باطن کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ بلکہ اس سے نور حاصل کرتا ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ آسمان کو کہو کہ اتنی عظمت ظاہر نہ کرے ۔کیونکہ عشق میں چاند کا خرمن ایک جو کی قیمت کا ہے اور عقد پرویں دو جو کی قیمت کا۔

عَظَمَت ۔ہر سہ حروف اول مفتوح ۔عام استعمال میں سکونِ ثانی پڑھا جاتا ہے مگر غلط ہے۔

خوشہ پرویں ۔ چھ باریک ستارے جو باہم مجتمع ہیں اور سردی کے موسم میں شروع رات میں ظاہر ہوتے ہیں ۔عقد ثریا بھی کہتے ہیں ۔شعر کا مطلب یہ ہے کہ آسمان کو کہو کہ چاند سورج اور ستاروں پر اتنا نازاں نہ ہو عاشق کی نظر میں چاند اور پرویں کی کچھ حقیقت اور حیثیت نہیں۔

خرمن ۔ خوشہ اور جو کی رعایت ظاہر

اُسے شکار کرلیا۔

مرغ زیرک۔ ایک پرندہ جو درخت سے لٹک کر حق حق کہتا رہتا ہے۔

غزل (۱۱)

مزرع سبز فلک دیدم و داس مہ نو	۱	یادم از کشتۂ خویش آمد و ہنگام درو
گفتم ای بخت بخسپیدی و خورشید دمید	۲	گفت با ایں ہمہ از سابقہ نومید مشو
تکیہ بر اختر شبگرد مکن کایں عیار	۳	تاج کاؤس ربود و کمر کیخسرو
گر روی پاک و مجرد چو مسیحا بہ فلک	۴	از فروغ تو بخورشید رسد صد پرتو
آسمان گو مفروش ایں عظمت کاندر عشق	۵	خرمن مہ بجوی خوشۂ پروین بدو جو
گوشوار در و لعل ارچہ گراں دارد گوش	۶	دور خوبی گذرانست نصیحت بشنو
چشم بد دور زخال تو کہ در عرصۂ حسن	۷	بیذقی راند کہ برد از مہ و خورشید گرو
ہر کہ در مزرع دل تخم وفا سبز نکرد	۸	زرد روئی کشد از حاصل خود گاہ درو
اندریں دائرہ میباش چو دف حلقہ بگوش	۹	ور قفائی خوری از دائرۂ خویش مرو

(۱۰)	آتش زرق و ریا خرمن دیں خواہد سوخت حافظ این خرقۂ پشمینہ بینداز و برو	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ میں نے آسمان کی سبز کھیتی کو اور ہلال کی درانتی کو دیکھا تو مجھے اپنا بویا ہوا فصل اور اسکے کاٹنے کا وقت یاد آگیا۔

داس درانتی (پنجابی داتری) جس سے فصل کاٹا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب نے نیلگوں آسمان کو سبز کھیتی سے اور ہلال کو درانتی سے تشبیہ دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ آسمان کی اس کھیتی اور درانتی کو دیکھکر مجھے بھی اپنی کشت اور درو کا وقت یاد آگیا۔ یعنے وہ وقت یاد آگیا جب کہ ہستی کا فصل کاٹا جائے گا یا اعمال کی سزا و جزا کا وقت یاد آگیا۔

غزل (۱۲)

ای در چمن خوبی رویت چو گل خود رو	۱	چین شکن زلفت چون نافہ چین خوشبو
ماہ است رخت یا روز مشک است خطت یا شب	۲	سیم است برت یا عاج سنگ است دلت یا رو
لعلت بدُر دندان بشکست لب پستہ	۳	زلفت بخم چوگان بر بود دلم چوں گو
آں رائحہ زلف ست یا لخلخۂ عنبر	۴	یا غالیہ می ساید در باغیچہ حسن او
گفتے سخن خود را با یار بباید گفت	۵	ای کاش تو دانستم گفتن سخنے با او
بدگوی تو آں باشد کز یار کند منعت	۶	گر یار نکو باشد مشنو سخن بدگو
با مار بہ از ہیں میباش تار از نگرد و فاش	۷	نبود بد اگر باشی با دل شدگان نیکو

(۸)	استاد غزل سعدی ست پیش ہمہ کس اما دارد سخن حافظ طرز سخن خاجو	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ حسن کے باغ میں تیرا چہرہ گلِ خود رو کیطرح ہی۔ تیری زلف کی شکن کے خم نافہ چین کیطرح خوشبودار ہیں۔

چین اور چین میں صنعت تجنیس ہے۔ **خوشبو** اچھی بو والے یعنے خوشبو دار

(۲) ترجمہ۔ تیرا چہرہ چاند ہی یا دن۔ تیرا خط کستوری ہی یا رات۔ تیرا پہلو چاندی ہی یا ہاتھی دانت۔ تیرا دل پتھر ہے یا کانسی۔

رو۔ (روئیں) کانسی یا پیتل۔ مراد سخت چیز۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے لب لعل نے دانتوں کے موتیوں سے پستہ کے لب کو شکست دیدی۔ تیری زلف چوگان کے خم سے گیند کی طرح میرے دل کو لے گئی۔

مطلب یہ ہی کہ پستہ تیرے لب و دہن کے سامنے ایک حقیر چیز ہے۔ اور تیری زلف نے میرے دل کو اسیر کیا

(۴) ترجمہ۔ وہ زلف کی خوشبو ہی یا عنبر کا لخلخہ۔ یا وہ حسن کے باغ میں غالیہ مل رہا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اگرچہ لعل و گہر کا گوشوارہ کانوں کے لئے بھاری ہوتا ہے لیکن حسن کا زمانہ جلد گزرنے والا ہے نصیحت سن۔

گوشوار یا گوشوارہ۔ کانوں کا زیور۔ یہاں گوشوارِ دُر و لعل سے مراد قیمتی نصیحت۔ مطلب یہ ہے کہ نصیحت اگرچہ کانوں کو بُری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن سُننی چاہیے۔ کیونکہ دنیا ناپائدار ہے اور حسن و دولت بے وفا۔

(۷) ترجمہ۔ چشم بد دور کہ تیرے خال نے حُسن کی بساط پر وہ چال چلی ہے کہ چاند اور خورشید کو مات کر دیا

عرصہ (۱) میدان (۲) بساط شطرنج کھیلنے کا تختہ۔ **بیذق** شطرنج کا پیادہ **از کسے گو بردن** کسی پر غالب آنا۔ اسے مات کرنا مطلب یہ ہے کہ تیرے چہرے کا خال چاند اور سورج کو مات کرتا ہے۔ عرصہ اور بیذق کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ جس شخص نے دل کی کھیتی میں وفا کے بیج کو سرسبز نہ کیا۔ وہ فصل کاٹنے کے وقت اپنے حاصل پر شرمندہ ہوگا۔

زرد رُوی کشیدن شرمندہ ہونا۔ ضد سرخروشدن مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں وفا نہیں وہ آخر کار محروم اور مایوس ہوگا اور حساب کے دن اپنی کم بضاعتی پر شرمندہ ہوگا

(۹) ترجمہ۔ اس دائرہ میں دف کی طرح حلقہ بگوش رہ۔ اور اگر طمانچہ بھی لگے تو اپنے دائرہ سے باہر نہ جا۔

دف کے گرد اگر جھنکار زیادہ کرنے کے لئے عموماً پیتل کے حلقے ڈال دیے جاتے ہیں۔ لہٰذا دف کا حلقہ بگوش ہونا ظاہر۔ دف ہاتھ سے بجاتے ہیں اسلئے قفا خوردن کہا مطلب یہ ہے کہ دائرہ عشق میں کامل اطاعت اختیار کر اور اگر معشوق کی طرف سے جور و ستم ہو تو بھی دائرہ عشق سے باہر نہ نکل۔ ظاہر ہے کہ دف باوجود طمانچے لگنے کے اپنے دائرہ سے باہر نہیں ہوتا

(۱۰) ترجمہ۔ مکر اور ریا کی آگ دین کے خرمن کو جلادے گی۔ اے حافظ اس خرقہ پشمینہ کو پھینک دے اور چلا جا

یعنی خرقۂ پشمینہ جو ریا کاری کا لباس ہے۔ اتار کر پھینک دے ورنہ ایمان کا خطرہ ہے۔

(۳) ترجمہ - اے میرے سیم ساق ساقی میرے پاس شراب نہیں۔ جلد شراب منگا کہ میں تازہ بتازہ نو بنو صراحیاں پر کروں۔

سیم ساق - چاندی جیسی پنڈلی والا۔ سفید جسم والا۔ گورا۔

(۴) ترجمہ - اگر تو ہمیشہ شراب نہیں پیئے گا تو زندگی سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔ اس کی یاد میں تازہ بتازہ اور نو بنو شراب پی۔

(۵) ترجمہ - میرا دلربا معشوق میرے لئے تازہ بتازہ اور نو بنو رنگ و بو اور طرح سنگار کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ - اے بادِ صبا اگر تو اُس پری کے کوچے سے گذرے تو اُسکے سامنے حافظ کا قصہ تازہ بتازہ اور نو بنو بیان کر۔

ردیف ہ

غزل (۱)

از خون دل نوشتم نزدیک یار نامہ	۱	انی رایت دہراً من ہجرک القیامہ
ہر چند کازمودم از وی نبود سودم	۲	من جرب المجرب حلت بہ الندامہ
دارم من از فراقت در دیدہ صد علامت	۳	لیس الدموع عینی ہذا لنا العلامہ
پرسیدم از طبیبے احوال دوست گفتا	۴	فی بعدہا عذاب فی قربہا السلامہ
گفتم ملامت آرد گر گرد دوست گردم	۵	واللہ ما راینا حبا بلا ملامہ
حال درون ریشم محتاج شرح نبود	۶	خود میشود محقق از آب چشم خامہ
باد صبا ز ماہم ناگہ نقاب برداشت	۷	کالشمس فی ضحاہا تطلع من الغمامہ

(۵) ترجمہ۔ تو نے کہا ہے کہ اپنی بات یار سے بیان کرنی چاہئے۔ افسوس کہ میں کبھی اس سے بات کر سکتا۔
دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کا جواب ہے۔
(۶) ترجمہ۔ تیرا دشمن وہ ہے جو تجھے یار سے منع کرے۔ اگر یار اچھا ہو تو دشمن کی بات نہ سُن۔
(۷) ترجمہ۔ ہمارے ساتھ اس سے بہتر سلوک کر تاکہ راز فاش نہ ہو۔ اگر تو دلشدہ عاشقوں کے ساتھ نیک سلوک کرے تو کچھ بُری بات نہیں۔
(۸) ترجمہ۔ سب کے نزدیک غزل کا استاد سعدی ہے لیکن حافظ کا کلام خاجو کے کلام کی طرز پر ہے۔
تشریح کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۸۰ – ۹ سوانحعمری۔

غزل ۱۳

مطرب خوشنوا بگو تازہ بتازہ نو بنو	۱	بادۂ دلکشا بجو تازہ بتازہ نو بنو
با صنمی چو لعبتی خوش بنشیں بخلوتی	۲	بوسہ ستان بکام از و تازہ بتازہ نو بنو
ساقی سیم ساق من نیست میم بیار پیش	۳	زود کہ پر کنم سبو تازہ بتازہ نو بنو
بر ز حیات کی خوری گر نہ مدام می خوری	۴	بادہ بخور بیاد او تازہ بتازہ نو بنو
شاہد دلربای من میکند از برای من	۵	نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

(۶)	باد صبا چو بگذری بر سر کوی آں پری قصۂ حافظش بگو تازہ بتازہ نو بنو	(۶)

یہ تازہ بتازہ نو بنو کی طرز ہندوستان میں بہت مشہور ہوئی ہے۔
(۱) ترجمہ۔ اے خوش آواز مطرب تازہ بتازہ اور نو بنو (سرود) سنا۔ دل کو خوش کرنے والی تازہ بتازہ اور نو بنو شراب طلب کر۔
(۲) ترجمہ۔ لعبت جیسے صنم کے ساتھ خلوت میں خوشی سے بیٹھ۔ اس سے حسب مراد تازہ بتازہ اور نو بنو بوسے لے۔
لعبت۔ گڑیا۔ تصویر۔ پتلی۔ کھیلنے کی چیز۔

بزرگی کا پیالہ پی لے۔

غزل (۲)

ای از فروغ رویت روشن چراغ دیدہ	۱	مانند چشم مستت چشم جہان ندیدہ
ہمچون تو نازنینی سرتا پا لطافت	۲	گیتی نشان ندادہ ایزد نیافریدہ
ہر زاہدی کہ دیدہ یاقوت میفروشت	۳	سجادہ ترک دادہ پیمانہ در کشیدہ
در قصد خون عاشق ابرو و چشم شوخت	۴	گہ این کمین کشادہ گہ آن کمان کشیدہ
تا کی کہ تیر دل چون مرغ نیم بسمل	۵	باشد ز تیر ہجرت در خاک و خون طپیدہ
تا کی فرو گذاری چون زلف خود دلم را	۶	سرگشتہ و پریشان ای نور ہر دو دیدہ
میلی اگر ندارد با عارض تو ابرو	۷	پیوستہ از چہ باشد چون قد من خمیدہ
گر بر لبم نہی لب یا بم حیات باقی	۸	آن دم کہ جان شیرین باشد بہ لب رسیدہ
از سوز سینہ ہر دم دود دم بسر بر آید	۹	چون عود چند باشم در آتش آرمیدہ

(۱۰) گر دست من نگیری با خواجہ باز گویم
از عشوہ دل حافظ چون بردہ او بدیدہ (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تیرے چہرہ کے نور سے آنکھوں کا چراغ روشن ہے۔ تیری مست آنکھ جیسی جہان کی آنکھ نے کوئی آنکھ نہیں دیکھی۔

(۲) ترجمہ۔ تجھ جیسا سرتا پا پُر از لطافت نازنین جہاں میں کوئی نہیں اور نہ خدا نے کوئی پیدا کیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ جس زاہد نے تیرے میفروش لب کو دیکھا۔ سجادہ کو ترک کر دیا اور شراب پینے لگ گیا۔
لب کو میفروش اس لئے کہا کہ بوسۂ لب سے عاشق کو شراب کی مستی حاصل ہوتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ عاشق کے خون کے ارادہ پر تیرے ابرو اور شوخ آنکھوں نے کبھی اس نے گھات لگائی اور کبھی اس نے کمان کھینچی۔

(۸) **حافظ چو طالب آمد جامی بجان شیریں**
حتی یذوق منہ کاساً من الکرامہ (۸)

(۱) ترجمہ۔ میں نے خونِ دل کے ساتھ معشوق کی طرف خط لکھا کہ تیرے ہجر میں مجھے زمانہ قیامت کیطرح نظر آتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ ہر چند کہ میں نے اُسے آزمایا اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ جو شخص آزمائی ہوئی چیز کو آزمائے اسے ندامت حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا مصرعہ ایک مشہور ضرب المثل ہے۔

دیدہ بودم روئے تو دانستہ بودم خوئے تو	دیدہ و دانستہ خود را در بلا انداختم

(۳) ترجمہ۔ تیرے فراق کی میری آنکھوں میں کئی علامتیں ہیں۔ میری آنکھ میں آنسو نہیں ایک یہ علامت ہے۔

دموع دمع کی جمع۔ آنسو۔ ماء العین من حزن او سرور۔ یعنے خوشی یا غم کے آنسو (قاموس)

یعنے رو رو کر اب آنکھوں میں آنسو باقی نہیں رہے۔ یہ تیرے فراق کی نشانی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے ایک طبیب سے دوست کا حال پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اسکی دوری میں عذاب ہے اور اسکی نزدیکی میں ندامت۔

غرض دو گونہ عذاب است جانِ مجنوں را	بلائے صحبت لیلی و فرقت لیلی

بعض دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اسطرح ہے ع فی قربہا عذاب فی بعدہا سلامہ۔

یعنے اسکے قرب میں عذاب ہے اور اسکی دوری میں سلامتی۔

(۵) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اگر دوست کے گرد پھروں تو ملامت حاصل ہوتی ہے۔ (جواب دیا کہ) واللہ ملامت کے بغیر ہم نے محبت نہیں دیکھی۔

یعنے عشق میں ملامت ضروری ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میرے زخمی دل کا حال تشریح کا محتاج نہیں قلم کے آنسوؤں سے کیفیت ظاہر ہو رہی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ بادِ صبا نے اچانک میرے معشوق (کے چہرہ) سے نقاب الٹا (ایسا معلوم ہوا) کہ چاشت گاہ کے وقت بادل سے سورج نکل آیا۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ جب جانِ شیریں کے بدلے میں ایک جام کا طالب ہے تو اسے شراب دے تاکہ وہ اس سے

(۱) ترجمہ۔ مجھ سے جدا نہ ہو کہ تو میری آنکھوں کا نور ہے۔ میری جان کا آرام اور میرے بھاگے ہوئے دل کا مونس ہے۔

(۲) ترجمہ۔ عاشق تیرے دامن سے ہاتھ نہیں اٹھا ئینگے۔ کیونکہ تو نے اُنکے صبر کا جامہ پھاڑ دیا ہے۔

دامن اور پیراہن کی رعایت ظاہر

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کی چشم زخم (نظر بد) سے تجھے نقصان نہ پہنچے کیونکہ تو دلبری میں خوبی کے کمال کو پہنچ گیا ہے

(۴) ترجمہ۔ اے وقت کے مفتی تو مجھے اُسکے عشق سے منع کرتا ہے۔ میں تجھے معذور سمجھتا ہوں کیونکہ تو نے اُسے دیکھا نہیں۔

یعنے تو اگر اُسے دیکھ لے تو پھر کبھی منع نہ کرے۔

مرد مان در من دبیہوشی من حیران اند	من در انکس کہ ترا بیند و حیران نشود	(امیر خسرو)

(۵) ترجمہ۔ چشم بد تجھ سے دور رہے کہ دلبری کی طرز میں۔ تو نے یوسفِ کنعان کے جمال کو بھی مات کر دیا ہے۔

وہی مضمون ہے جو شعر (۳) میں بیان ہوا۔

(۶) ترجمہ۔ جب سے تو نے مجھے لطف و عنایت سے دیکھا ہے۔ خوشی سے میرا پاؤں زمین پر نہیں لگتا۔

(۷) ترجمہ۔ بینوا عاشقوں کی پرسشِ حال کا تجھے خیال ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے ان سے وفا کی بو سونگھی ہے۔

یعنے یہ طرزِ وفا تو نے عاشقوں سے ہی سیکھا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ دوست نے جو تجھے یہ سرزنش کی ہے۔ شاید کہ تو نے اپنی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلائے ہیں۔

یعنے تو نے اپنی حدِ بساط سے بڑھ کر کچھ دلیری کی ہے کہ معشوق نے تجھے سرزنش کی ہے۔

دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہیں	ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایکدن

غزل (۴)

ای کہ باسلسلۂ زلف دراز آمدۂ	۱	فرصتت باد کہ دیوانہ نواز آمدۂ
آب و آتش بہم آمیختۂ از لب لعل	۲	چشم بد دور کہ خوش شعبدہ باز آمدۂ

این سے مراد چشم اور آں سے مراد ابرو۔ لف ونشر غیر مرتب ہے۔

(۵) ترجمہ۔ دل کا کبوتر مرغِ نیم بسمل کیطرح کب تک تیرے ہجر کے تیر سے خاک و خون میں تڑپتا رہے

(۶) ترجمہ۔ اے دونو آنکھوں کے نور! اپنی زلف کیطرح میرے دل کو تو کب تک سرگشتہ اور پریشان رکھے گا۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تیرے ابرو کو تیرے چہرے کے ساتھ محبت نہیں تو ہمیشہ کس لئے میرے قد کی طرح جھکا رہتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ جب میری جانِ شیریں لبوں پر ہوگی اسوقت اگر تو میرے لب پر لب رکھے تو مجھے حیاتِ جاوید مل جائیگی۔

(۹) ترجمہ۔ سینہ کے سوز سے ہر وقت میرے اندر سے دھواں نکلتا رہتا ہے۔ عود کی طرح میں کب تک آگ میں پڑا رہونگا۔

(۱۰) ترجمہ۔ اگر تو میری دستگیری نہیں کریگا تو میں بادشاہ کو کہونگا کہ وہ (یعنے معشوق) حافظ کے دل کو آنکھوں کے عشوہ سے کس طرح لے گیا۔

غزل (۳)

مصرع اول		مصرع دوم
از من جدا مشو کہ توام نور دیدۂ	۱	آرام جان و مونس قلب رمیدۂ
از دامن تو دست ندارند عاشقاں	۲	پیراہن صبوری ایشان دریدۂ
از چشم زخم دہر مبادت گزند از انکہ	۳	در دلبری بغایت خوبی رسیدۂ
منعم کنی ز عشق وی ای مفتی زماں	۴	معذور دارمت کہ تو او را ندیدۂ
چشم بد از تو دور کہ در طرز دلبری	۵	خط بر جمال یوسف کنعان کشیدۂ
پایم نمیرسد بہ زمین دیگر از نشاط	۶	تا سوی من بلطف و عنایت تو دیدۂ
داری خیال پرسش عشاق بینوا	۷	گویا کہ بوی صدق از ایشان شنیدۂ

(۸)

زیں سرزنش کہ کرد ترا دوست حافظا
بیش از گلیم خویش مگر پا کشیدۂ

(۸)

(۷) ترجمہ۔ میں تیرے قد کے سامنے مرتا ہوں کیا صلح ہو اور کیا جنگ ہو۔ کیونکہ ہر حالت میں تو ناز کے اندازہ سے آتا ہے۔

یعنے صلح ہو یا جنگ۔ تو ہمیشہ ناز کے اندازہ سے آتا ہو۔ اس لئے تیرے مقابلہ میں زندہ بچنا محال ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اس نے کہا کہ اے حافظ پھر تیرا خرقہ شراب آلود ہو۔ شاید تو اس گروہ کے مذہب سے ہٹ گیا ہے۔

ایں طائفہ سے مراد طائفہ زاہدان ظاہر دار۔

غزل (۵)

چراغ روی ترا شمع گشت پروانہ	۱	مرا بعشق تو از جان خویش پروانہ
خرد کہ پند مجانین عشق می فرمود	۲	ببوی حلقۂ زلف تو گشت دیوانہ
بمژدہ جان بصبا داد شمع در نفسے	۳	ز شمع روی تو اش چون رسید پروانہ
ببوی زلف تو گر جان بباد رفت چہ شد	۴	ہزار جان گرامی فدای جانانہ
بر آتش رخ زیبای تو بجای سپند	۵	بغیر خال سیاہت کہ دید بہ دانہ
چہ نقشہا کہ برانگیختیم و سود نداشت	۶	فسون ما بر او گشتہ است افسانہ
مرا بدور لب دوست ہست پیمانے	۷	کہ بر زبان نبرم جز حدیث پیمانہ
من غریب ز غیرت فتادم از پا دوش	۸	نگار خویش چو دیدم بدست بیگانہ

(۹) حدیث مدرسہ و خانقہ مگوی کہ باز (۹)
فتادہ در سر حافظ ہوای میخانہ

(۱) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کے چراغ پر شمع بھی عاشق ہو گئی ہو۔ مجھ کو تیرے عشق میں اپنی جان کی بھی پروا نہیں ہے۔ پروآنہ اور پروانہ میں صنعت تجنیس تام ہے۔

(۲) ترجمہ۔ عقل جو عشق کے دیوانوں کو نصیحت فرمایا کرتی تھی تیری زلف کے خم کی خوشبو سے خود دیوانہ ہو گئی۔ مجانین۔ مجنوں کی جمع ہے۔ (۳) ترجمہ۔ شمع نے ایکدم میں خوشخبری پر جان بادِ صبا کے حوالہ کر دی جبکہ تیرے چہرہ کی شمع سے اس کے پاس پروانہ پہنچا۔

چشم تو گرچہ بہر غمزہ دلم برباید	۳	لیک صد حیف کہ بیگانہ نواز آمدہ
ساعتی ناز مفرما و بگردان عادت	۴	چوں بپرسیدن ارباب نیاز آمدہ
آفریں بر دل نرم تو کہ از بہر ثواب	۵	کشتۂ غمزہ خود را بنماز آمدہ
زہد من با تو چہ سنجد کہ بیغماے دلم	۶	مست و آشفتہ بخلوتگہ راز آمدہ
پیش بالای تو میرم چہ بصلح و چہ بجنگ	۷	کہ بہر حال برانداز ناز آمدہ

(۸) گفت حافظ دگرت خرقہ شراب آلودہ است
مگر از مذہب ایں طائفہ باز آمدہ (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تو زلف دراز کے سلسلہ کے ساتھ آیا ہے۔ خدا تجھے لمبی عمر دے کہ تو دیوانہ نواز ہے زلف دراز کی دیوانہ نوازی یہی ہے کہ عاشق کے دیوانہ دل کو اسیر کر لیتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تو نے لب لعل سے پانی اور آگ کو اکٹھا کر دیا ہے چشم بد دور کہ تو بہت اچھا شعبدہ باز ہے۔ آگ پانی کو اکٹھا کرنا گویا اجتماع ضدین ہے جو ناممکن ہے اگر کوئی ایسا کرے تو بیشک بہت اچھا شعبدہ باز ہے۔ لب لعل کو بوجہ سرخی اور تر و تازگی کے آگ اور پانی کا مجموعہ کہا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اگرچہ تیری آنکھ ہر ایک غمزہ کے ساتھ میرا دل لے جاتی ہے لیکن صد افسوس کہ تو اغیار پر مہربانی کرتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تھوڑی دیر کے لئے ناز نہ کر اور عادت بدل دے جب کہ تو نیازمندوں کی پرسش حال کے لئے آیا ہے

(۵) ترجمہ۔ تیرے نرم دل پر آفریں! کہ ثواب کے لئے اپنے غمزہ کے شہید کے جنازہ کے لئے آیا ہے۔

آنکس کہ مرا بکشت و باز آمد پیش	ما نا کہ دلش بسوخت بر کشتہ خویش	(سعدی)

"دل نرم" طنزاً کہا ہے۔ ورنہ قتل کرنے کے بعد جنازہ پر آنا کونسی رحمدلی ہے۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ	ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(۶) ترجمہ۔ میری پرہیزگاری تیرا کیا مقابلہ کریگی جب کہ میرے دل کو غارت کرنے کے لئے تو خلوتگاہ راز میں مست اور آشفتہ ہو کر آیا ہے

حریف جوشش دریا نہیں خود داری ساحل	جہاں ساقی ہو تو دعوی ہے باطل ہوشیاری کا

غزل (۶)

خنک نسیم معنبر شمامۂ دلخواہ	۱	کہ در ہوای تو برخاست بامداد پگاہ
دلیل راہ شو ای طائر خجستہ لقا	۲	کہ دیدہ آب شد از شوق خاک آن درگاہ
منم کہ بی تو نفس میزنم زہی خجلت	۳	مگر تو عفو کنی ورنہ چیست عذر گناہ
ببین کہ شخص نزارم کہ غرق خون دلست	۴	ہلال را ز کنار شفق کنند نگاہ
ز دوستان تو آموخت این طریقہ مہر	۵	سپیدہ دم کہ ہوا چاک زد شعار سیاہ
بعشق روی تو روزی کہ از جہان بروم	۶	ز تربتم بدمد سرخ گل بجای گیاہ

(۷) مدہ بخاطر نازک ملالت از من راہ
کہ حافظ تو ہمین لحظہ گفت بسم اللہ (۷)

(۱) ترجمہ۔ دلکش عنبر کی خوشبو والی ٹھنڈی لطیف ہوا۔ جو تیری آرزو میں صبح کے وقت چلی۔

(۲) ترجمہ۔ اے مبارک صورت پرندے میرا رہنما بن کہ اس درگاہ کی خاک کے شوق میں آنکھیں پانی ہوگئیں یعنے در محبوب کی خاکبوسی کے لئے ہمیشہ روتا رہتا ہوں۔ اے دیار محبوب کے قاصد میرا رہنما بن تاکہ وہاں پہنچ جاؤں۔

(۳) ترجمہ۔ میں ہی ہوں جو تیرے بغیر جیتا ہوں اور بہت شرمندہ ہوں۔ تو ہی معاف کرے تو کرے ورنہ گناہ کے لئے کوئی عذر نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایکدم بھی زندہ نہیں رہنا چاہیئے تھا۔ میں بہت نادم ہوں کہ کیوں زندہ ہوں۔ کوئی عذر اور حیلہ نہیں۔ تو ہی معاف کرے تو کرے۔

(۴) ترجمہ۔ میرے نحیف بدن کو دیکھ کہ دل کے خون میں غرق ہے۔ ہلال کو ہمیشہ شفق کے کنارے دیکھا کرتے ہیں۔

اپنے نحیف اور خمیدہ جسم کو ہلال سے اور خون دل کو شفق سے تشبیہ دی ہے۔

شمع اور پروانہ میں صنعتِ ایہام۔ شمع کا بادِ صبا سے بجھ جانا ظاہر۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ بادِ صبا جو معشوق کی قاصد ہے۔ جب شمع کے پاس پہنچی تو شمع نے اس خوشی میں جان دیدی۔ حسن تعلیل ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیری زلف کی خوشبو پر اگر جان برباد ہوگئی تو کیا ہوا۔ ہزار عزیز جانیں معشوق پر فدا کی جا سکتی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے خوبصورت چہرہ کی آگ پر حرمل کی بجائے۔ تیرے سیاہ تل کے بغیر اور کون سا اچھا دانہ ہو سکتا ہے۔

قاعدہ ہے کہ چشمِ بد کے آسیب کو دور کرنے کے لئے حرمل کے دانے آگ میں جلائے جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ معشوق کو چشمِ زخم کے گزند سے محفوظ رکھنے کے لئے عاملانِ قضا و قدر نے اس کے چہرہ کی آگ پر بجائے سپند کے خال کے دانے رکھے ہیں۔ چہرہ کو بوجہ غایت سرخی کے آگ اور خال کو بوجہ سیاہی کے سپند کہا ہے۔

(شوکت)	چین زلفش از نزاکت برہم بو سنبل است چوں سپند سیر آتش داغ فتادہ است		خالِ رخسارش سپند آتش رنگ گل است چشم بد دور خال بر رخ او	

(۶) ترجمہ۔ میں نے کیا کیا طلسم کئے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہمارا جادو اس کے نزدیک ایک افسانہ ہے۔ یعنی میرے جادو کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

(۷) ترجمہ۔ معشوق کے لب کے دور سے میرا وعدہ ہے۔ کہ جام مے کی بات کے سوا اور کوئی بات زبان پر نہ لاؤں گا۔

پیمان اور پیمانہ میں صنعت تجنیس۔ دور اور پیمانہ کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میں غریب کل غیرت کی وجہ سے (پاؤں سے) گر پڑا۔ جب اپنے معشوق کو غیر کے ہاتھ میں دیکھا۔

از پا افتادن گر پڑنا۔ دوش (۱) کل (۲) کندھا۔ لہذا پا اور دوش اور دست کی رعایت ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ مدرسہ اور خانقاہ کی باتیں نہ کر کہ پھر حافظ کے سر میں شراب خانہ کی آرزو پیدا ہوگئی ہے۔

آن آہوی چشم سیہ از دام ما بروں شد	۶	یاران چہ چارہ سازم با این دل رمیدہ
تا کی کشم عتابت از چشم نیم خوابت	۷	روزی کرشمہ کن ای نور ہر دو دیدہ
زنہار تا توانی اہل نظر میازار	۸	دنیا وفا ندارد اے یار برگزیدہ
بس شکر باز گویم در بندگی خواجہ	۹	گر او فتد بدستم آن میوہ رسیدہ
ہر بد کہ گفت دشمن در حق ما شنیدی	۱۰	یارب کہ مدعی را باد از زباں بریدہ

(۱۱) گر خاطر شریفت رنجیدہ شد ز حافظ
باز آکہ توبہ کردیم از گفتہ و شنیدہ (۱۱)

(۱) ترجمہ زرتار لباس پہننے ناز سے جاتا تھا۔ صدہا ماہرو اسکے رشک سے جامہ کا گریبان چاک کرتے تھے۔

دامن کشاں رفتن۔ ناز و تبختر کے ساتھ چلنا جیسا کہ عنا معشوقوں کا شیوہ ہے (بہار عجم)

شرب۔ بفتح۔ کتان تنگ و باریک۔ جیب۔ گریباں۔ قصب کتان و ابریشم کا جامہ۔ معرب کسب۔ کہتے ہیں کہ کتان کا جامہ چاندنی میں پھٹ جاتا ہے۔ لہذا ماہ اور قصب دریدن کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ آتش شراب کی گرمی سے اُسکے چہرہ پر پسینہ (اسطرح نظر آتا تھا) جیسے شبنم کے قطرے پھول کی پنکھڑی پر پڑے ہوں۔

ژالہ بر لالہ فرود آمدہ ہنگام سحر		راست چوں عارض گلگون عرق کردہ یار	(سعدی)

(۳) ترجمہ۔ اُسکے جانفزا لب لطافت کے پانی سے بنے ہوتے تھے۔ اور اسکا خوش رفتار قد ناز سے پلا ہوا تھا

(۴) ترجمہ۔ اسکے الفاظ فصیح اور شیریں اور اسکا قد بلند اور چست۔ اسکا چہرہ لطیف اور نازک اور اسکی خوبصورت آنکھ کھینچی ہوئی۔

(۵) ترجمہ۔ اُسکے دلکش لب دیکھ اور وہ فتنہ انگیز ہنسی۔ اُسکی وہ اچھی چال دیکھ اور ناز و انداز کے قدم۔

(۶) ترجمہ۔ وہ سیاہ چشم ہرن ہمارے جال سے نکل گیا۔ اے یارو اس بھاگے ہوئے دل سے میں کیا علاج کروں

(۷) ترجمہ۔ میں تیری مست آنکھ سے کب تک تیرے عتاب اٹھاؤں۔ اے دونوں آنکھوں کے نور! کسی دن کرشمہ دکھا

مطلب یہ ہے کہ جس طرح شفق میں ہلال کو دیکھتے ہیں اسی طرح میرے خونِ دل میں میرے قدِ خمیدہ کو دیکھ۔

(۵) ترجمہ تیرے عاشقوں سے یہ محبت کا طریقہ سیکھا ہے۔ صبح کے وقت جو ہوا نے سیاہ جامہ کو پھاڑ ڈالا

صبح کاذب دور ہو کر جب صبح صادق کا آغاز ہوتا ہے تو گویا ہوا اُسوقت اپنے سیاہ کپڑوں کو چاک کر دیتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جامہ چاک کرنا شاید ہوا نے عاشقوں سے سیکھا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کے عشق میں جسدن میں جہان سے گذر جاؤنگا۔ میری قبر سے گھاس کی بجائے سرخ پھول اُگے گا۔

یعنے چونکہ تیرے پھول جیسے چہرہ کا عشق میرے دل میں ہے اس لئے میری قبر بھی گلاب کے پھول اُگیں گے۔

خیالِ روئے تو بر دم بخاک نیست عجب	دمد اگر گلِ خورشید بر مزار مرا ‖ مخلص کاشی

(۷) ترجمہ۔ اپنے نازک دل میں میری طرف سے ملال پیدا نہ ہونے دے۔ کیونکہ تیرے حافظ نے یہ لو ابھی بسم اللہ کہہ دی۔

بسم اللہ کہہ دی یعنے تجھ سے رخصت ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ناراض نہ ہو اگر میرے یہاں ٹھیرنے پر تو خوش نہیں تو یہ لو! میں ابھی جاتا ہوں۔

غزل (۷)

دہ منکشاں ہمی شد در شرب زر کشیدہ	۱	صد ماہرو ز رشکش جیب قصب دریدہ
از تاب آتش می بر گرد عارضش خوی	۲	چوں قطرہ ہای شبنم بر برگِ گل چکیدہ
یاقوت جانفزایش از آب لطف زادہ	۳	شمشاد خوشخرامش از ناز پروریدہ
لفظِ فصیح شیریں قد بلند چابک	۴	روی لطیف نازک چشم خوش کشیدہ
آں لعل دلکشش بیں واں خندۂ پُر آشوب	۵	واں رفتن خوشش بیں واں گام آرمیدہ

یہ غزل مدحیہ ہے۔ پہلے نو شعر صرف تمہیدی ہیں۔ بزم طرب کا نقشہ کھینچ کر اپنی حرمان نصیبی کا ذکر ہے۔ اور مدح ممدوح کیطرف گریز کیا ہے۔ شعر (۹) میں اپنی بدقسمتی کا اظہار کرنا گویا ایک گونہ اپنے ممدوح سے انعام واکرام کی درخواست کرنا ہے۔

(۱) ترجمہ۔ مغون کے مکان کا دروازہ جھاڑو دیا ہوا اور چھڑکاؤ کیا ہوا تھا۔ پیر مغان بیٹھا ہوا تھا اور بوڑھوں اور نوجوانوں کو بلا رہا تھا۔

(۲) ترجمہ۔ صراحی کش تمام اس کی بندگی میں کمربستہ کھڑے تھے۔ لیکن ٹوپی کے گوشہ سے بادل پر سایہ کئے تھے۔

یعنے پیر مغاں کے تو نوکر تھے لیکن بڑے عظیم الشان تھے۔

(۳) ترجمہ۔ جام اور قدح کی روشنی نے چاند کی روشنی کو چھپا دیا تھا۔ اور مغبچوں کے چہرے آفتاب کو مات کر رہے تھے۔

(۴) ترجمہ۔ رحمت کے فرشتہ نے عشرت کا پیالہ اٹھایا تھا۔ اور شراب کے گھونٹ سے حور و پری کے چہرہ پر گلاب چھڑک رہا تھا۔

(۵) ترجمہ۔ شیریں کار معشوقوں کے شور اور فساد سے شکر بکھری ہوئی پھول گرے ہوئے اور رباب ٹوٹی پڑی تھی۔

(۶) ترجمہ۔ بخت کی عروس نے اُس مکان میں ہزار ناز وادا سے وسمہ لگایا ہوا اور چہرہ پر گلاب چھڑکا ہوا تھا۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے سلام کیا اور اُسنے ہنس کر مجھے کہا کہ اے خمار کش مفلس اور شراب زدہ آدمی!

شراب زدہ وہ شخص جسے شراب نہ ملی ہو۔ یا جو حالتِ خمار میں ہو۔

(۸) ترجمہ۔ ضعفِ ہمت و رائے کے باوجود جو کچھ تو نے کیا ہے اور کون کرتا ہی کہ گھر کے گوشہ کو چھوڑ کر خرابات میں آکر ڈیرا جایا ہے۔

یعنے کوئی آدمی ایسی بیوقوفی نہیں کرتا جیسی تو نے کی ہے کہ ضعیف ہمت اور ضعیف رائے ہونے کے باوجود خرابات میں آیا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ مجھے ڈر ہے کہ بخت بیدار کا وصال تجھے حاصل نہیں ہوگا کیونکہ تو خواب آلودہ بخت کی گود میں سویا ہے

یہ تینوں شعر قطعہ بند ہیں۔ خواجہ صاحب اپنے بخت کے خواب آلودہ ہونے کا ذکر کر کے اب ممدوح

(۸) ترجمہ۔ خبردار! جہاں تک ہو سکے اہل نظر کو تکلیف نہ دے۔ اے برگزیدہ دوست دنیا ناپائدار ہے۔

(۹) ترجمہ۔ خواجہ کی بندگی میں میں بہت ہی شکر یہ ادا کرونگا۔ اگر وہ پکا ہوا میوہ میرے ہاتھ لگ جائے۔

میوۂ رسیدہ سے مراد معشوق۔

(۱۰) ترجمہ۔ دشمن نے میرے حق میں جو کچھ برا بھلا کہا۔ تو نے سن لیا۔ اے خدا دشمن کی زبان کٹ جائے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اگر تیری طبیعت شریف حافظ سے رنجیدہ ہو گئی ہے۔ تو میں اپنے کہے سے توبہ کرتا ہوں تو واپس آجا۔

غزل (۸)

در سرای مغان رفتہ بود و آب زدہ	۱	نشستہ پیر و صلائی بہ شیخ و شاب زدہ
سبوکشان ہمہ در بندگیش بستہ کمر	۲	ولی ز طرف کلہ خیمہ بر سحاب زدہ
فروغ جام و قدح نور ماہ پوشیدہ	۳	عذار مغبچگان راہ آفتاب زدہ
گرفتہ ساغر عشرت فرشتۂ رحمت	۴	ز جرعہ بر رخ حور و پری گلاب زدہ
ز شور و عربدۂ شاہدان شیرین کار	۵	شکر شکستہ سمن ریختہ رباب زدہ
عروس بخت دران حجلہ با ہزاران ناز	۶	کشیدہ وسمہ و بر برگ گل گلاب زدہ
سلام کردم و بامن بروی خندان گفت	۷ ق	کہ ای خمارکش مفلس شراب زدہ
کہ این کند کہ تو کردی بضعف ہمت و رای	۸	ز گنج خانہ شدہ خیمہ بر خراب زدہ
وصال دولت بیدار ترسمت ندہند	ق ۹	کہ خفتہ بود در آغوش بخت خواب زدہ
فلک جنیبہ کش شاہ نصرۃ الدین باد	۱۰	بیا ببین فلکش دست در رکاب زدہ
ہلال تا کہ بگرنعل مرکبش گردد	۱۱	ز بام عرش صدش بوسہ بر تراب زدہ
خرد کہ ملہم غیبت بہر کسب شرف	۱۲	ز روی صدق صدش بوسہ بر جناب زدہ

(۱۳) بیا بمیکدہ حافظ کہ بر تو عرضہ کنم
ہزار صف ز دعاہای مستجاب زدہ (۱۳)

بطہارت گذراں منزل پیری وکن	۵	خلعت شیب تشریف شباب آلودہ
آشنایان رہ عشق دریں بحر عمیق	۶	غرقہ گشتند ونگشتند باب آلودہ
پاک وصافی شو واز چاہ طبیعت بدر آئے	۷	کہ صفائی ندہد آب تراب آلودہ
گفتم ای جان جہان دفتر گل عیبی نیست	۸	کہ شود وقت بہار از مئی ناب آلودہ

(۹)	گفت حافظ برو ونکتہ بیاران مفروش آہ ازیں لطف بانواع عتاب آلودہ	(۹)

اس غزل کا مضمون بھی گذشتہ غزل کی طرح مسلسل ہے۔ اپنے خیالات کو واقعہ کی صورت میں بیان کیا ہے۔ شعر ۳۔۴۔۵۔۶۔۷ مغبچہ فروش کا مقولہ ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ کل میں شراب خانہ کے دروازہ پر خواب آلودہ چلا گیا۔ خرقہ تردامن تھا اور سجادہ شراب آلودہ تھا

(۲) ترجمہ۔ ایک مغبچہ بادہ فروش طعن وتشنیع کرتا ہوا آیا اور کہا کہ اے خواب آلودہ مسافر! جاگ۔

(۳) ترجمہ۔ ہاتھ منہ دھو۔ اور پھر میکدہ کیطرف جا تاکہ یہ دیر خرابات تجھ سے ناپاک نہ ہو جائے۔

مطلب یہ ہے کہ میکدہ میں پاک صاف ہو کر آنا چاہیے تاکہ میکدہ بھی تمہاری ناپاکی سے آلودہ نہ ہو جائے

(۴) ترجمہ۔ شیریں دہن معشوقوں کے لب کی آرزو میں کب تک۔ روح کے جوہر کو لہو کے آنسوؤں سے آلودہ کرتا رہیگا۔

مذاب۔ گلا ہوا۔ پگھلا ہوا۔ گداختہ۔ یاقوت مذاب سے مراد (۱) سرخ شراب (۲) لہو کے آنسو (۳) لہو۔ مطلب یہ ہے کہ کب تک لہو کے آنسو روتا رہیگا۔ جوہر اور یاقوت کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ بڑھاپے کی منزل کو پاکیزگی سے گذار اور بڑھاپے کی خلعت کو جوانی کے لباس سے آلودہ مت کر

مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں جوانی کی باتوں کو چھوڑ دے۔ کب تک شیریں دہن معشوقوں کے عشق میں لہو کے آنسو روتا رہے گا۔

	خسروا تا کے پریشانی ہنوز		پیری وشاہد پرستی ناخوش است

خواجہ صاحب نے جس مضمون کو عاشقانہ انداز میں بیان کیا ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اسی خیال کو ناصحانہ

کی تعریف شروع کرتے ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ آسمان نصرت الدین بادشاہ کا خدمت گذار ہو۔ آ دیکھ کہ آسمان نے اسکی رکاب میں ہاتھ ڈالا ہے۔

نصرت الدین سے مراد شاہ یحیی نصرت الدین دیکھو شعر د ۱۵ اور لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۹ سوانحعمری۔ جنیبہ کش یا جنیبت بردار۔ وہ شخص جس کے حوالہ کوتل گھوڑا ہو۔ سائیس یہ شعر بھی عروس بخت کا ہی مقولہ ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ ہلال اس خیال ہو کہ اس کے گھوڑے کا نعل بن جائے۔ بام عرش بھی سینکڑوں بوسے اس کی خاک پر دیتا ہے۔

ہلال نعل کا ہم شکل ہوتا ہے۔ یہ شعر بھی عروس بخت کا مقولہ ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ عقل جو غیب کی ملہم ہے شرف حاصل کرنے کے واسطے صدق دل سے اسکی درگاہ پر سو بوسے دیتی ہے۔ ملہم۔ جسے الہام ہوتا ہو۔ جسے اسرار غیب کا علم دیا جاتا ہو۔ یہ شعر بھی عروس بخت کا مقولہ ہے گویا تمام مدحیہ اشعار عروس بخت کی زبانی ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ خوش نصیبی خود شاہ نصرت الدین کی تعریف کر رہی ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ اے حافظ شرابخانہ میں آتا کہ تجھے دکھاؤں۔ ہزار صفیں جو قبول شدہ دعاؤں کی ہیں مطلب یہ ہے کہ میکدہ میں تمام دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔

غزل (۹)

دوش رفتم بدر میکدہ خواب آلودہ	۱	خرقہ تر دامن و سجادہ شراب آلودہ
آمد افسوس کنان مغبچۂ بادہ فروش	۲	گفت بیدار شو ای رہرو خواب آلودہ
شست و شوئی کن و آنگہ بخرابات خرام	۳	تا نگردد ز تو این دیر خراب آلودہ
بہوای لب شیرین دہناں چند کنی	۴	جوہر روح بیاقوت مذاب آلودہ

اس کا دل کبھی صاف نہیں ہو سکتا۔

(۸) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اے جانِ جہاں! یہ تو کوئی عیب کی بات نہیں کہ دفترِ گل موسمِ بہار میں شرابِ ناب سے آلودہ ہو جائے۔

خواجہ صاحب مغبچہ کی یہ تمام باتیں سنکر اُسے کہتے ہیں کہ اگر موسمِ بہار میں شراب پی لی جائے تو کوئی عیب نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اس نے جواب دیا کہ اے حافظ جا اور ہم پر اپنی نکتہ دانی کا اظہار نہ کر۔ ہائے یہ لطف جس کے ساتھ طرح طرح کے عتاب ملے ہوئے ہیں

پہلا مصرعہ مغبچہ کا مقولہ ہے اور دوسرا مصرعہ خود خواجہ صاحب کا۔ مغبچہ کا جواب سنکر پشیمان ہوتے ہیں اور اسکے لطفِ قہر آمیز پر حسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

مغبچہ کی باتیں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ناظرین خود انصاف کریں کہ خواجہ صاحب کی مغبچہ اور خرابات سے کیا مراد ہوتی ہے

غزل (۱۰)

سحر گاہاں کہ مخمور شبانہ	۱	گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ
نہادم عقل را زادِ رہ از می	۲	زشہرِ ہستیش کردم روانہ
نگاری می فروشم عشوہ داد	۳	کہ ایمن گشتم از مکرِ زمانہ
زساقی کمان ابرو شنیدم	۴	کہ اے تیرِ ملامت را نشانہ
بہ بندی زان میان طرفی کمر وار	۵	اگر خود را ببینی در میانہ
برو این دام بر مرغِ دگر نہ	۶	کہ عنقا را بلند است آشیانہ
ندیم و مطرب و ساقی ہمہ اوست	۷	خیالِ آب و گل در رہ بہانہ
کہ بندد طرفِ وصل از حسنِ شاہی	۸	کہ با خود عشق ورزد جاودانہ
بدہ کشتی می تا خوش بر آئیم	۹	ازیں دریای ناپیدا کرانہ
سراخانیست ازبیگانہ می نوش	۱۰	کہ نبود جز تو اے مردِ یگانہ

طرز میں ادا کرتے ہیں۔

چہل سال عمر عزیزت گذشت	مزاج تو از حال طفلی نگشت

مرزا صائب نے بھی اسی مضمون پر کہا ہے

چوں سیاہی شد ز مو ہشیار مے باید بدن	صبح چوں روشن شود بیدار مے باید شدن

اسی مضمون پر ہے۔

پیر لیست نہ کافری ست نہاں نتواں کرد در ظلمت شب ہر آنچہ کردی کردی	چوں پیر شدی کار جواں نتواں کرد در روشنی روز نہاں نتواں کرد

اس شعر میں بھی یہی خیال ہے۔

وقت پیری شباب کی باتیں	ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

(۶) ترجمہ۔ راہِ عشق کے آشناد یا تیراک) اس گہرے سمندر میں۔ غرق ہو گئے لیکن پانی میں تر نہ ہوئے
مطلب یہ ہے کہ ہر چند دنیا ایک بحر عمیق ہے اور اسکے تیراک کا دامن تر ہو جانا ضروری ہے۔ لیکن عاشق
اس بحر میں غرق ہونے کے باوجود بھی دامن کو پانی سے تر نہیں ہونے دیتے۔ یعنی دنیا میں رہ کر بھی دنیا کی
قیود اور تعلقات سے آزاد رہتے ہیں۔ اور کمالِ جوانمردی بھی یہی ہے کہ دنیا میں رہ کر انسان دنیا سے آزاد رہے
اور خدا کو نہ بھولے۔ ترکِ دنیا کر کے راہب ہو جانا کوئی مشکل کام نہیں اسلام نے اسی لئے یہ تعلیم دی ہے کہ انسان
دنیا میں رہ کر نیک انسان بننے کی کوشش کرے۔ اللہ جل شانہٗ نے اپنی کلام پاک میں ایسے ہی لوگوں کے
حق میں فرمایا ہے۔ کہ رجالٌ لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ
خواجہ صاحب کا یہ شعر مندرجہ ذیل شعر کا اچھا جواب ہے۔

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہ ای	باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ قعر دریا میں تختہ بند ہونے کے باوجود دامن کو تر نہ ہونے دو۔
(۷) ترجمہ۔ پاک و صاف ہو جا او طبیعت کے کنوئیں سے باہر نکل۔ کیونکہ خاک آلود پانی صفائی نہیں کرتا۔
خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ طبیعت کے کنوئیں سے باہر نکل آ۔ کیونکہ اس کنوئیں کا پانی گدلا ہے اور گدلے
پانی میں نہانے سے آدمی پاک صاف نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ انسانی خمیر میں پانی کے ساتھ مٹی بھی ہے
اس لئے چاہِ طبیعت کے پانی کو گدلا اور خاک آلود کیا مطلب یہ ہے کہ جو شخص خواہشاتِ طبیعت کا پابند

الا تا در غلط نافتی کہ گوئی		کہ از ما عاشقی و زوی نکوئی
توئی آئینہ او آئینہ آرا		توئی پوشیدہ و او آشکارا
چو نیکو بنگری آئینہ ہم اوست		نہ تنہا گنج بل گنجینہ ہم اوست
من و تو درمیان کارے نداریم		بجز بیہودہ پندارے نداریم (جامی)

(۹) ترجمہ۔ شراب کی کشتی دے تاکہ اس دریائے ناپیدا کنار سے صحیح سلامت باہر نکل آئیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ مکان بیگانہ سے خالی ہے شراب پیتا جا۔ کیونکہ اے یکتا آدمی تیرے بغیر اور کوئی نہیں۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ ہمارا وجود ایک معما ہے کہ اسکی تحقیق ایک افسانہ و افسون ہے۔
مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنے وجود کی حقیقت کا کچھ پتہ نہیں۔ کہ یہ کیا ہے۔ ہماری ہستی ایک لاینحل معما ہے اور اسکے متعلق جسقدر بحث و گفتگو ہے وہ سب افسانہ و افسون ہے۔

غزل (۱۱)

عیدست و موسم گل ساقی بیار بادہ	۱	ہنگام گل کہ دیدہ است بے می قدح نہادہ
زین زہد و پارسائی بگرفت خاطر من	۲	ساقی پیالہ دہ تا دل شود کشادہ
وعظ کہ دی نصیحت میکرد عاشقان را	۳	امروز دیدمش مست تقوی بباد دادہ
این یک دو روز دیگر گل را غنیمتے دان	۴	گر عاشقی طرب کن با ساقیان سادہ
در مجلس صبوحی دانی چہ خوش نماید	۵	عکس عذار ساقی بر جام می فتادہ
گل رفت ای حریفان غافل چرا نشینید	۶	بی بانگ رود و چنگ بی یار و جام بادہ

(۷)	مطرب بپردہ سازد شاید اگر بخواند از طرز شعر حافظ در بزم شاہزادہ	(۷)

(۱) ترجمہ۔ عید ہے اور موسم بہار ہے اے ساقی شراب لا۔ موسم بہار میں بغیر شراب کے پیالہ کس نے دیکھا۔ یعنے موسم بہار میں پیالہ ہمیشہ شراب سے پر رہتا ہے۔ اس موسم میں خالی پیالہ کسی نے نہیں دیکھا

وجود ما معمائیست حافظ
که تحقیقش فسونست و فسانہ

(۱۱) (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت کہ میں رات بھر کا مخمور تھا۔ چنگ و چغانہ کے ساتھ میں نے جام شراب لیا۔

چغانہ۔ ایک ساز کا نام ہے۔

(۲) ترجمہ۔ عقل کو میں نے زاد راہ کے طور پر شراب دی۔ اور ہستی کے شہر سے اُسے روانہ کر دیا۔

یعنے شراب پی کر مست ہو گیا اور عقل کو خیر باد کہدی۔

(۳) ترجمہ۔ میفروش معشوق نے میرے ساتھ ایسا عشوہ کیا کہ میں زمانہ کے مکر سے بے فکر ہو گیا۔

(۴) ترجمہ۔ کمان ابرو ساقی سے میں نے سنا کہ اے تیر ملامت کے نشانے!

(۵) ترجمہ۔ تو اس کمر سے اسی وقت مستفیض ہوگا جب کہ کسی طرح تو اپنے آپ کو درمیان میں نہیں دیکھے گا۔

طرف بستن۔ فائدہ اٹھانا مستفیض ہونا تحقیق کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۴۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی کمر تک صرف اسی وقت رسائی ہو سکتی ہے۔ کہ عاشق اپنے آپ کو مٹا دے۔ کمر وار اس لئے کہا کہ معشوق کی کمر کو ہی معدوم کہا کرتے ہیں۔ کمر وار دوسرے مصرعہ سے متعلق ہے۔ یہ شعر ساقی کا مقولہ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ جا یہ جال کسی اور پرندہ پر ڈال۔ کیونکہ عنقا کا گھونسلہ بہت بلند ہے۔

اور تیری رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی (تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۴)

(۷) ترجمہ۔ ندیم۔ مطرب۔ ساقی تمام وہ خود ہی ہے۔ آب و گل کا خیال رستہ میں بہانہ ہے۔

"ہمہ اوست" کی تعلیم ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ ایک بہانہ ہے کہ آدمی آب و گل سے بنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ وہ آپ ہی ہے۔ ساقی بھی خود ہے مطرب بھی خود اور ندیم بھی خود۔ خود ہی میفروش اور خود ہی مینوش۔ خود ہی عاشق ہے اور خود ہی معشوق۔ عالم کثرت اور تعینات ایک بہانہ ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ ایسے بادشاہ کے حسن سے کوئی کیونکر وصل حاصل کر سکتا ہے۔ جو اپنے آپ پر ہمیشہ عاشق ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو حسین اپنے آپ پر عاشق ہو۔ دوسرے عاشق اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ وہ خود انکا رقیب ہوتا ہے۔ اور ایک عاشق دوسرے عاشق کو ہمیشہ محروم رکھنے کی کوشش کرتا ہے حقیقت یہی ہے کہ وہ خود ہی معشوق اور خود ہی عاشق ہے۔

رو برنتابم از راہ خدمت	۷	سر برندارم از خاک درگاہ
از صبر عاشق خوشتر نباشد	۸	صبر از خدا خواہ صبر از خدا خواہ
دلق ملمع زنار راہ است	۹	صوفی نداند این رسم و این راہ
دی شب بر ویش خوش بود و گفتم	۱۰	از وصل جاناں صد لوحش اللہ

(۱۱) شوق رخت برد از یاد حافظ
وردِ شبانہ درسِ سحرگاہ (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ لبِ دلپذیر سے مجھے ہمیشہ عیش حاصل ہے۔ میرا کام حسبِ مراد ہے خدا کا شکر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اے سرکش بخت اسے زور سے بغل میں بھینچ۔ کبھی جامِ زر (سے شراب پی) اور کبھی لبِ دلکش (سے بوسہ لے)

(۳) ترجمہ۔ جاہل پیروں اور گمراہ شیخوں نے ہم کو مست مشہور کر دیا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ زاہد کی باتوں سے ہم نے توبہ کی ہے اور عابد کے فعل سے خدا بچائے۔
فعلِ عابد سے مراد "آں کارِ دیگر"۔

(۵) ترجمہ۔ اے جاناں! تیرے فراق کا حال کیا بیان کروں۔ آنکھ ہے اور سو نہریں جان ہے اور سو آہیں۔
یعنی تیرے فراق میں رو رہا ہوں اور آہیں بھر رہا ہوں۔

(۶) ترجمہ۔ جو غم تیرے قد نے سرو کو اور تیرے چہرہ نے چاند کو ہوا ہے خدا کافر کو بھی نہ دکھائے۔
یعنے سرو تیرے قد کے رشک سے اور چاند تیرے چہرہ کے رشک سے ایسے غم میں مبتلا ہے کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔

کسے از راستی خویش نبودہ ست خجل	سرو پیش قدش از راستی خود خجل است
مگر از حسرتِ خورشید رخت رنجور است	ماہ از ہالہ چو شال بگردن دارد (شوکت)

(۷) ترجمہ۔ میں راہ خدمت سے منہ نہیں پھیرونگا۔ اور خاکِ درگاہ سے سر نہیں اٹھاؤں گا

(۸) ترجمہ۔ عاشق کے صبر سے اور کوئی چیز اچھی نہیں۔ خدا سے صبر مانگ خدا سے صبر مانگ
یہ شعر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اس زہد اور پارسائی سے میرا دل تنگ آگیا ہے۔ ساقی پیالہ دے تاکہ دل کو کشائش حاصل ہو۔

سودائے زہد خشکم برباد داد حسب آں	مطرب بزن ترانہ ساقی بیار بادہ		
ما ہم بستہ دل را ور لعل دلکشائست	آں لب بخندہ بکشا تا دل شود کشادہ		(خواجو)

(۳) ترجمہ۔ واعظ جو کل عاشقوں کو نصیحت کرتا تھا۔ آج میں نے دیکھا کہ وہ مست پڑا ہے اور تقویٰ کو برباد کر دیا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ موسم بہار ایک دو دن کا ہے اسے غنیمت سمجھ۔ اگر تو عاشق ہے تو ساقیانِ سادہ رو کے ساتھ عیش کر۔

(۵) ترجمہ۔ شراب صبح کی مجلس میں تو جانتا ہے کہ ساقی کے چہرہ کا عکس شراب کے پیالہ میں کیا اچھا معلوم ہوتا ہے

یعنے ساقی کے چہرہ کا عکس شراب کے پیالہ میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے دوستو موسم بہار جارہا ہے۔ رود و چنگ کی آواز اور شاہد و شراب کے بغیر کیوں غافل بیٹھے ہو۔

(۷) ترجمہ۔ مطرب جب ساز درست کرے تو اُسے چاہیئے کہ شاہزادہ کی مجلس میں حافظ کے شعر کی طرز پر نغمہ سرائی شروع کرے۔

شاہزادہ سے یہاں مراد ممدوح۔ کسی شاہزادۂ وقت کی طرف اشارہ ہوگا۔

غزل (۱۲)

عیشم مدام ست از لعل دلخواہ	۱	کارم بکام ست الحمد للہ
ای بخت سرکش تنگش ببر کش	۲	گہ جام زر کش گہ لعل دلخواہ
ما را بمستی افسانہ کردند	۳	پیران جاہل شیخان گمراہ
از قول زاہد کردیم توبہ	۴	وز فعل عابد استغفر اللہ
جاناں چہ گویم شرح فراقت	۵	چشمے و صد نم جانی و صد آہ
کافر مبیناد این غم کہ دیدہ است	۶	از قامتت سرو از عارضت ماہ

(۴) ترجمہ۔ ہم شیخ اور زاہد کو نہیں پہچانتے۔ یا شراب کا پیالہ ہو یا پھر کچھ بھی نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے آفتاب (یا تیری محبت) نے ہم پر عکس نہ ڈالا۔ اے آئینہ رو تیرے (پتھر جیسے) دل پہ افسوس ہے۔

(۶) ترجمہ۔ صبر تلخ ہے اور عمر فانی ہے۔ کاشکے مجھے معلوم ہوتا کہ کب اسکی ملاقات ہوگی۔

حتام دراصل حتاما تھا۔ ضرورت شعری کے لئے الف محذوف کرکے حتام کہا ہے۔

تیرے وعدہ پر ستم گر ابھی اور صبر کرتے		ہمیں اپنی زندگی کا اگر اعتبار ہوتا	

(۷) ترجمہ۔ اے عاشق اگر وصل چاہتا ہے تو غم نہ کر۔ گاہ و بیگاہ خونِ دل پیتے رہنا چاہئے۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ کبھی اسطرح بیدل نہ ہوتا۔ اگر نیک خواہ کی نصیحت سنتا۔

یعنی اگر نصیحت سنتا اور عشق اختیار نہ کرتا تو یہ نوبت نہ پہنچتی۔

غزل (۱۴)

ماہ من پردہ بر انداختہ یعنی چہ	۱	مست از خانہ بروں تاختہ یعنی چہ
شاہ خوبان شدۂ منظور گدایان شدۂ	۲	قدر ایں مرتبہ نشناختہ یعنی چہ
زلف در دست صبا گوش بہ پیغام رقیب	۳	اینچنیں با ہمہ در ساختہ یعنی چہ
نہ سر زلف خود اول تو بدستم دادی	۴	بازم از پائے در انداختہ یعنی چہ
سخنت رمز دہان گفت و کمر سر میاں	۵	در میان تیغ بما آختہ یعنی چہ
ہر کس از مہرۂ مہر تو بنقشے مشغول	۶	عاقبت با ہمہ در باختہ یعنی چہ

(۷)	حافظا در دل تنگت چو فرود آمد یار خانہ از غیر نپرداختہ یعنی چہ	(۷)

(۱) ترجمہ۔ اے میرے ماہرو معشوق تو نے پردہ کس لئے اٹھا دیا ہے۔ گھر سے تو مست ہوکر باہر نکلا ہے اسکی کیا وجہ ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تو حسینوں کا بادشاہ ہوکر فقیروں کا منظورِ نظر ہوگیا ہے۔ تو نے اپنے مرتبہ کی قدر نہیں پہچانی اسکا کیا سبب ہے۔

(۹) ترجمہ۔ دلق ریائی زنار راہ ہے۔ صوفی اس رسم و راہ سے واقف نہیں۔
یہ شعر بھی پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ کل رات اسکے چہرہ کے سامنے میرا وقت خوشی سے گذرا۔ جاناں کے وصل سے صد لوحش اللہ۔ لوحش اللہ۔ تحقیق کے لئے دیکھو شعر ش ۱۱/۲۔ یہ شعر بھی پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے

(۱۱) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کے شوق نے حافظ کو رات کا ورد اور صبح کا درس بھلا دیا۔

غزل (۱۳)

گر تیغ بارد در کوی آن ماہ	۱	گردن نہادیم الحکم للہ
من رند و عاشق انگاہ توبہ	۲	استغفر اللہ استغفر اللہ
آئین تقوی ما نیز دانیم	۳	اما چہ چارہ با بخت گمراہ
ما شیخ و زاہد کمتر شناسیم	۴	یا جام بادہ یا قصہ کوتاہ
مہر تو عکسی بر ما نیفگند	۵	آئینہ رویا آہ از دلت آہ
الصبر مر و العمر فان	۶	یا لیت شعری حتام القاہ
عاشق مخور غم گر وصل خواہی	۷	خون بایدت خورد در گاہ و بیگاہ

(۸) حافظ نبودی زینگونہ بیدل (۸)
اگر می شنیدی پند نکوخواہ

(۱) ترجمہ۔ اگر اس ماہوش کے کوچہ میں تلواریں بھی چلیں۔ تو ہم نے گردن رکھی ہے۔ حکم خدا کا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میں رند اور عاشق ہوکر توبہ کروں۔ استغفر اللہ استغفر اللہ۔
یعنے ہرگز توبہ نہیں کرونگا۔

(۳) ترجمہ۔ ہم بھی زہد و تقوی کی طرز جانتے ہیں۔ لیکن بخت گمراہ کا کیا چارہ کریں۔
یعنے قسمت میں رندی لکھی ہے۔ ورنہ زاہد بننا ہم بھی جانتے ہیں

کسے کہ از ازلش جام می نصیب افتاد — ۲ — چرا بحشر کنند این گناہ را درخواہ

بگو بزاہد سالوس خرقہ پوش دو روے — ۳ — کہ دست زرق درازست و آستین کوتاہ

ق

تو خرقہ را ز براے ہوا ہمی پوشے — ۴ — کہ تا بزرق بری بندگان حق از راہ

غلام ہمت رندان بی سر و پایم — ۵ — کہ ہر دو کون نیرزد بہ پیش شان یک کاہ

مراد من ز خرابات چونکہ حاصل شد — ۶ — دلم ز مدرسہ و خانقاہ گشت سیاہ

(۷) بروگدای در ہر گدای شو حافظ
تو این مراد نیابی مگر بشئ للہ (۷)

(۱) ترجمہ۔ جب خدا نے میری قسمت میں شراب خانہ لکھا ہی۔ تو اے زاہد کہو میرا اس میں کیا گناہ ہی۔

(۲) ترجمہ۔ جس شخص کی قسمت میں روزِ ازل سی ہی جام مے آیا۔ تو پہر روزِ قیامت اس گناہ کی باز پرس اُس سے کیوں کرینگے۔

مطلب یہ ہے کہ جب قسام ازل نے خود ایک شخص کے حصہ میں جام شراب لکھا ہی۔ تو پہر شرابخوری پر اسکی پرسش کیوں ہوگی۔

(۳) ترجمہ۔ مکار خرقہ پوش اور منافق زاہد کو کہو دیرا (؟) مکر کا ہاتہ لمبا ہی اور آستین چھوٹی۔

دو روی۔ منافق۔ وہی مضمون ہی جو شعر ن $\frac{۱۵}{۴}$ میں گذرا۔

(۴) ترجمہ۔ تو خرقہ ہوس کے لئے پہنتا ہے۔ تاکہ مکر سے بندگان خدا کو گمراہ کرے۔

پچہلے شعر سے قطعہ بند ہے۔

نیست از عزلت غرض زہاد را جز صید خلق	ما بر	عنکبوتاں را مگس در غار دارد گوشہ گیر۔

(۵) ترجمہ۔ میں بے سر و سامان رندوں کی عالی ہمتی کا غلام ہوں۔ کہ دونو جہاں انکے نزدیک ایک تنکے کی قیمت کے نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ جب میری مراد شرابخانہ سی حاصل ہوئی تو میرا دل مدرسہ اور خانقاہ سے بیزار ہوگیا۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ جا اور ہر گداگر کے دروازہ کا گداگر بن۔ تجہ کو یہ مراد نہیں ملیگی مگر شیئ للہ سے۔

شیئ للہ۔ یعنے للہ کچھ دیدو۔ گداگری۔ مطلب یہ ہی کہ درویشوں کے فیض سی تجہی مراد حاصل

(۳) ترجمہ۔ زلف بادِ صبا کے ہاتھ میں ہے اور رقیب کے پیغام پر کان رکھا ہے۔ اس طرح تمام کے ساتھ کس لئے تو نے موافقت پیدا کر لی ہے۔

یعنے اغیار کے ساتھ تو نے کیوں موافقت پیدا کی۔

(۴) ترجمہ۔ کیا تو نے خود ہی پہلے اپنی زلف میرے ہاتھ میں نہیں دی تھی؟ پھر تو نے مجھے گرا دیا ہے اسکا کیا سبب ہے

یعنے پہلے خود لطف وکرم کی امید دلا کر اب مجھے اسطرح بیکسی میں ڈال دیا ہے اسکا کیا باعث ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیری گفتگو نے تیرے دہن کا راز ظاہر کر دیا اور کمر بند نے تیری کمر کا پتہ بتا دیا لیکن درمیان میں تلوار تو نے مجھ پر کھینچی ہے اسکے کیا معنے۔

مطلب یہ ہے کہ پہلے کسی کو تیرے دہن کا علم نہ تھا کہ ہے یا نہیں۔ جب تو نے بات کی تو سب کو معلوم ہو گیا کہ ہاں تیرا دہن ہے۔ اسی طرح تیری کمر کسی نے نہیں دیکھی تھی۔ کمر بند لگانے پر لوگوں نے معلوم کر لیا ہے کہ تیری کمر کہاں ہے۔ گویا تیرا راز تو تیری باتوں نے اور تیرے کمر بند نے ظاہر کیا۔ میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ مجھ پر تلوار کھینچی ہے۔ قصور کس کا اور سزا کس کو۔

	چہ راز خویشتن کردند خود فاش		عراقی را چرا بدنام کردند	

(۶) ترجمہ۔ ہر شخص تیرے عشق کے مہرہ سے کھیل میں مشغول ہے۔ آخر کار تو نے سب کو کیوں ہرا دیا

باختن کھیلنا۔ ہارنا۔ ہرانا۔ یہ مصدر لازم اور متعدی ہر دو معنوں میں آتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ جب تیرے تنگ دل میں معشوق آگیا ہے۔ تو گھر کو تو نے اغیار سے خالی کیوں نہیں کیا۔

مطلب یہ ہے کہ جب دل میں معشوق کا خیال ہو تو پھر اور کسی چیز کا خیال دل میں نہیں رکھنا چاہئے۔ دل کو خیالاتِ ماسوا سے بالکل پاک کر دیتا ہے۔

یعنی چہ کا اس سے بہتر استعمال اور کون کرے گا۔

غزل (۱۵)

نصیب من چو خرابات کردہ است آلہ	۱	دریں میانہ بگو زاہدا مرا چہ گناہ

(۴) ترجمہ۔ اے دل ہمیشہ اسکے کوچہ کا گداگر بنا رہ۔ کیونکہ دولتِ جاوید اچھی ہوتی ہے۔
دولتِ جاوداں۔ میں ترکیبِ اضافت ہے یعنے دولتِ جاوداں ہے۔ معشوق کے کوچہ کی فقیری کو دولتِ
جاوید کہا ہے۔
(۵) ترجمہ۔ اے زاہد مجھے بہشت کی طرف نہ بلا کیونکہ معشوق کا سیبِ زنخداں باغِ جنت سے بہتر ہے۔

چشمِ ما چوں زاہداں بر میوۂ فردوس نیست	(ما یلہ)	تشنۂ بوسے ازاں سیبِ زنخدانیم ما

(۶) ترجمہ۔ اس دروازہ پر غلامی کا داغ سے گرم رہنا۔ اسکی جان کی قسم ہے کہ ملک جہان سے بہتر ہے۔
(۷) ترجمہ۔ وہ پھول (یا وہ مٹی) جو میرے سرو قد معشوق کے پاؤں کے نیچے آئے۔ اسکی خاک خونِ ارغوان سے بہتر ہے
یعنے وہ مٹی ارغوان سے بہتر ہے۔ خون بوجہ سرخی ارغوان کہا ہے۔
(۸) ترجمہ۔ خدا کے لئے میرے طبیب سے پوچھو کہ یہ ناتواں کب تندرست ہوگا۔
(۹) ترجمہ۔ اے جوان بوڑھوں کی نصیحت سے سر نہ پھیر۔ کیونکہ بوڑھے کی رائے بختِ جوان سے بہتر ہے
یعنے بوڑھے کی نصیحت کو اعلےٰ خوش نصیبی سمجھنا چاہئے۔ دیکھو شعر الف ۶
(۱۰) ترجمہ۔ اگرچہ زندہ رود آبِ حیات ہے۔ لیکن ہمارا شیراز اصفہان سے اچھا ہے
زندہ رود۔ اصفہان کی ایک نہر کا نام ہے۔
(۱۱) ترجمہ۔ دوست کے منہ کی بات موتی کے برابر ہے۔ لیکن حافظ کا کلام اس سے بھی بہتر ہے۔

ردیف ی

غزل (۱)

آں غالیہ خط گر سوئے ما نامہ نوشتی	۱	گردوں ورقِ ہستیِ ما در ننوشتی
ہر چند کہ ہجراں ثمرِ وصل بر آرد	۲	دہقانِ ازل کاشکے ایں تخم نکشتی

ہوگی۔

غزل (۱۶)

وصال او ز عمر جاوداں بہ	۱	خداوندا مرا آں دہ کہ آں بہ
بہ شمشیرم زد و باکس نگفتم	۲	کہ راز دوست از دشمن نہاں بہ
شبے میگفت چشم کس ندیدست	۳	ز مروارید گوشم در جہاں بہ
ولا دائم گدائے کوے او باش	۴	بحکم آنکہ دولت جاوداں بہ
بخلدم زاہدا دعوت مفرمای	۵	کہ ایں سیب زنخ زاں بوستاں بہ
بداغ بندگے مردن بدین در	۶	بجان او کہ از ملک جہاں بہ
گلے کاں پایمالِ سرو ماگشت	۷	بود خاکش ز خون ارغواں بہ
خدارا از طبیب من بپرسید	۸	کہ آخر کے شود ایں ناتواں بہ
جوانا سر متاب از پند پیراں	۹	کہ رائے پیر از بخت جواں بہ
اگرچہ زندہ رود آب حیاتست	۱۰	ولے شیراز ما از اصفہاں بہ

(۱۱) سخن اندر دہان دوست گوہر
ولیکن گفتۂ حافظ ازاں بہ (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ اُسکا وصل عمر جاوید سے بہتر ہے۔ اے خدا مجھے وہ چیز دے جو بہتر ہے۔
یعنے وصالِ معشوق۔

(۲) ترجمہ۔ اس نے مجھے تلوار سے مارا اور میں نے کسی سے ذکر تک نہ کیا۔ کیونکہ دوست کا بھید دشمن
سے پوشیدہ رکھنا ہی اچھا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ایک رات وہ کہتا تھا کہ کسی شخص کی آنکھ نے میرے کان کے مروارید سے جہاں میں اچھا
مروارید نہیں دیکھا۔

میں ہی تصویر نہیں دیکھتا تیری اکثر		حضرت شیخ ہی مانوس ہیں مغنی مغنی

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۹۶/۱ ۔

(۶) ترجمہ۔ عشق کے شرابخانہ میں ناز و تنعم نہیں کر سکتے۔ اگر زریں تکیہ نہیں تو اینٹ کا ہی تکیہ بنالیں گے

(۷) ترجمہ۔ تیرے قلم نے کہ خدا اس کی شیریں زباں کو کبھی نہ توڑے۔ تجھ میں محبت نہ دیکھی ورنہ جواب لکھتا۔

یعنے ہمارے خط کا جواب نہ آنے سے معلوم ہو گیا کہ تجھے ہماری محبت نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ وجود کا معمار اگر تیرا رنگ عشق سے نہ بناتا۔ تو آدم کی مٹی کو محبت کے پانی میں نہ گوندھتا

مطلب یہ ہے کہ عاملان قضا و قدر نے خاک آدم کو آب محبت سے گوندھکر گویا انسان کی خمیر میں ہی عشق رکھدیا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے نادان دل تو دنیائے دوں کا غم کب تک کرے گا افسوس ہے کہ ایک خوبصورت بدصورت پر عاشق ہو جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اے انسان تو عالی سرشت اور پاک طینت ہے۔ کمینہ دنیا پر عاشق نہ ہو۔ کوئی خوبصورت کسی بدصورت پر عاشق نہیں ہوتا۔

(۱۰) ترجمہ۔ خرقہ کی آلودگی جہان کی خرابی ہے پاک دل و رنیک طینت سالک کہاں ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ نے تیری زلف کو ہاتھ سے کیوں چھوڑا۔ تقدیر میں یہی تھا اگر نہ چھوڑتا تو کیا کرتا دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کا جواب ہے۔

غزل (۲)

اتت روائح رند الحمی و زاد غرامی	۱	من المبلغ عنی الی سعاد سلامی
پیام دوست شنیدن سعادتست و سلامت	۲	فدای خاک در دوست باد جان گرامی
بیا بشام غریبان و آب دیدهٔ من بیں	۳	بسان بادهٔ صافی در آبگینهٔ شامی
اذا تقرب عن ذی الاراک طائر خیر	۴	فلا تفرد عن روضها انین حمامی

آمرزش نقدست کسی را که درینجا — ۳ — یاریست چو حوری و سرائی چو بہشتی

مفروش بباغ ارم و نخوت شداد — ۴ — یک شیشہ می صاف لبی و لب کشتی

تنہا نہ منم کعبۂ دل بتکده کرده — ۵ — در ہر قدمے صومعۂ ہست و کنشتی

در مضطبۂ عشق تنعم نتوان کرد — ۶ — چوں بالش زر نیست بسازیم بخشتی

کلکت که مریزاد زبان شکر ینش — ۷ — مہر از تو ندیدار نہ جوابے بنوشتی

معمار وجود ار نہ زدی رنگ تو از عشق — ۸ — در آب محبت گل آدم نہ سرشتی

تا کی غم دنیای دنی اے دل نادان — ۹ — حیف ست ز خوبی که شود عاشق زشتی

آلودگی خرقہ خرابے جہان ست — ۱۰ — کو راہروے پاک دلی خوب سرشتی

(۱۱) — از دست چرا ہشت سر زلف تو حافظ / تقدیر چنین بود چہ کردے که نہ ہشتی — (۱۱)

(۱) ترجمہ - وہ غالیہ خط اگر ہماری طرف خط لکھتا - تو زمانہ ہماری زندگی کے ورق کو نہ لپیٹتا -

یعنے اگر وہ خوشبودار خطِ سبز والا معشوق ہماری طرف خط لکھتا تو ہم درد فراق سے مر نہ جاتے

(۲) ترجمہ - ہر چند کہ فراق کا پھل وصال ہوتا ہی لیکن بہتر ہی تہا کہ ازل کا دہقان یہ بیج نہ بوتا -

یعنے اگرچہ ہجر کے بعد وصال ہوتا ہے - لیکن بہتر یہی تہا کہ ہجر دنیا میں مطلق نہ ہوتا -

(۳) ترجمہ - اس شخص کو نقد آمرزش حاصل ہی جو اس جگہ حور کیطرح یار اور بہشت کیطرح مکان رکہتا ہی

یعنے اوروں کو تو دوسرے جہان میں حور و قصور ملیں گے - ایسے شخص کو دنیا میں ہی حور و قصور مل جاتے

ہیں - گویا اوروں کے لئے نسیہ اور اسکے لئے نقد ہے -

(۴) ترجمہ - باغ ارم اور نخوتِ شداد کے بدلے نہ بیچ - شراب کا صاف لب شیشہ اور سبزہ زار

کا کنارہ

شداد کا باغ ارم مشہور ہے - مطلب یہ ہی کہ شداد کی عیش و عشرت اور اسکے باغ ارم سے شراب

کا پیالہ اور سبزہ زار کا کنارہ بدرجہا بہتر ہیں -

(۵) ترجمہ - صرف میں نے ہی دل کے کعبہ کو بت خانہ نہیں بنایا - قدم قدم پر ایک صومعہ اور ایک کنشت ہے

مطلب یہ ہی کہ صرف میں ہی صنم پرست نہیں ہوں - بلکہ چپہ چپہ پر صنم پرست اور صنم کدے موجود ہیں -

(۵) ترجمہ۔ وہ وقت اچھا ہوگا جب تو آئے گا اور میں تجھ کہوں گا "سلامتی سے آئے۔ تیرا آنا مبارک ہو اور تو بہترین مقام میں آیا"۔

بسلامت یعنے سلامتی سے آئے۔ اگر بسلامے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ سلام کہہ کر کہوں گا۔

(۶) ترجمہ۔ بہت زمانہ نہیں رہا کہ ہمارے ہجر کا خاتمہ ہو جائیگا۔ کیونکہ میں نے چراگاہ کے میدان میں خیمے کھڑے دیکھے ہیں۔

یعنے میرا محبوب آگیا ہی اور سبزہ زار میں خیمہ انداز ہو گیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ میں اگرچہ بادشاہوں کی خدمت کے لائق نہیں ہوں۔ صرف صوابکے لئے مجھے اپنی غلامی میں قبول کرلے

(۸) ترجمہ۔ امید ہو کہ میں جلدی تجھے اپنے حسب مراد دیکھونگا۔ تو بادشاہی پر خوش ہوگا اور میں تیری غلامی پر۔

(۹) ترجمہ۔ میں تجھ سے دور ہو گیا اور ہلال کیطرح ضعیف و لاغر ہو گیا۔ اگرچہ میں نے ابھی تیرے چاند جیسے چہرہ کو پورا دیکھا بھی نہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ اگر مجھے قبر میں لے جائیں بحالیکہ میں وعدہ شکن ہوں۔ تو میرا نفس پاک نہیں ہوگا۔ اور میری نیند اچھی نہیں ہوگی۔

(۱۱) ترجمہ اے حافظ تیرے شعر خوش آب موتیوں کی لڑی کی طرح ہیں۔ کہ لطافت میں نظم نظامی سے بڑھے ہوئی ہیں۔

غزل (۳)

اکنوں کہ ز گل باز چمن شد چو بہشتی	۱	ساقی می گلگوں بطلب بر لب کشتی
زنگ غمت از دل می گلرنگ زداید	۲	بشنو کہ چنیں گفت مرا پاک سرشتی
گر محتسبت بر کدو بادہ زند سنگ	۳	بشکن تو کدوی سر او نیز بخشتی
جہل من و علم تو فلک را چہ تفاوت	۴	آں را کہ بصر نیست چہ خوبی و چہ زشتی
زاہد بخم نسیہ حکایت کہ بنقدم	۵	ترکیست چو حوری و سرائی چو بہشتی
برخاک رہ خواجہ کہ ایوان کمال ست	۶	گر بالش زر نیست بسازیم بخشتی

خوشا دمی کہ در آئی و گویمت بسلامت	۵	قدمت خیر قدوم نزلت خیر مقامی
بسے نماند کہ روز فراق ما بسر آید	۶	رایت من ہضبات الحمی قباب خیامی
من ار چہ ہیچ ندارم سزای خدمت شاہاں	۷	ز بہر کار صواب ام قبول کن بغلامی
امید ہست کہ زودت بکام خویش بہ بینم	۸	تو شاد گشتہ بفرماندہی و من بغلامی
بعدت منک و قد صرت ذائبا کہلال	۹	اگرچہ روی چو ماہت ندیدہ ام بتمامی
و ان رعیت بلجد وصرت ناقص عہد	۱۰	فما تطیب نفسی و ما استطاب منامی

(۱۱) چو سلک در خوشاب است شعر نظم تو حافظ
کہ گاہ لطف سبق می برد ز نظم نظامی (۱۱)

(۱) ترجمہ سبزہ زار کے درختوں سے خوشبو آئی اور میرے شوق کو زیادہ کیا۔ کون ہے جو میری طرف سے سعاد کو سلام پہنچائے

رند بفتح۔ خوشبودار درخت۔ عود (قاموس) حمی چراگاہ سبزہ زار۔ غرام شوق مبلغ پہنچانے والا۔ قاصد سعاد نام معشوق۔

(۲) ترجمہ۔ دوست کا پیغام سننا سعادتمندی اور سلامتی ہے معشوق کے دروازہ کی خاک پر عزیز جان قربان ہو۔

(۳) ترجمہ۔ آ غریبوں کی شام کو اندر میرے آنسوؤں کو دیکھ۔ کہ شامی شیشہ میں صاف شراب کی طرح ہیں۔
شام غریباں مشہور۔ مسافر کی شام ہر طرح تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری آنکھوں میں لہو کے آنسو بھرے ہیں۔ جیسے صراحی میں شراب۔

(۴) ترجمہ۔ جب ذی الاراک سے طائر خیر نزدیک پہنچے۔ تو اس کے باغوں سے میرے کبوتر کے نالے دور نہ رہیں۔
ذی الاراک۔ اراک قطعہ زمین۔ ایک درخت کا نام۔ ذی الاراک وادی پر درخت۔ یہاں مراد مقام محبوب۔ مطلب یہ ہے کہ جب تیرے معشوق کا پرندہ اس طرف آئے تو خدا کرے کبوتروں کو خبر ہو جائے تاکہ ان کی آواز سے میں خبردار ہو کر اس پرندہ سے اپنے محبوب کے حالات دریافت کر سکوں۔

با طرۂ او چہ کار داری	۲	زنہار مکن دراز دستی	ق
او مشک تر و تو خار داری	۳	ای گل تو کجا و روی زیباش	
او تازہ و تو غبار داری	۴	ریحان تو کجا و خط سبزش	
او سرخوش و تو خمار داری	۵	نرگس تو کجا و چشم مستش	
در باغ چہ اعتبار داری	۶	ای سرو تو با قد بلندش	
در دست چہ اختیار داری	۷	ای عقل تو با وجود عشقش	

(۹)	روزی برسی بوصل حافظ اگر طاقت انتظار داری	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اے بادِ نسیم تو بھی یار رکھتی ہو اور اس سے مشکبار خوشبو حاصل کرتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ خبردار دراز دستی نہ کر۔ اس کی زلف سے تیرا کیا کام

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں مطلب یہ ہو کہ اے بادِ نسیم تیرا اپنا معشوق یعنے پھول موجود ہی۔ تو اس سے خوشبو لے سکتی ہے۔ خبردار میرے معشوق کی زلفِ عنبریں سے تیرا کچھ واسطہ نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ اے پھول تو کہاں اور اسکا خوبصورت چہرہ کہاں۔ وہ مشکِ تر رکھتا ہی اور تو کانٹے۔

مشک تر سے مراد سبزۂ خط۔ یعنے میرے معشوق کے چہرہ پر سبزۂ خط ہی اور پھول کے ساتھہ کانٹے اس لئے پھول کو معشوق کے چہرہ سے کیا نسبت۔

(۴) ترجمہ۔ اے ریحان تو کہاں اور اسکا سبزہ خط کہاں۔ وہ تازہ ہی اور تو غبار آلود۔

(۵) ترجمہ۔ اے نرگس تو کہاں اور اسکی آنکھہ کہاں۔ وہ سرخوش ہی اور تو حالتِ خمار میں۔

(۶) ترجمہ۔ اے سرو تو اسکے بلند قد کے مقابلہ میں باغ میں کیا حیثیت رکہتا ہے۔

سرو اور قدِ یار۔ سرو اور قد یار کے مقابلہ میں مختلف شعرا کی خیال آفرینی لاحظہ فرمایئے

(۱)	طوقِ ہر فاختہ حلقہ ماتم سے شد	سرو میدید اگر قامتِ رعنائے ترا	(صائب)
(۲)	حلقہا در گوش سرو از طوق قمری میکشد	گر بگلشن رہ نفتد سرو خراماں ترا	״
(۳)	بگلشنے کہ درآمد بجلوہ نخلِ قدش	چو ابر از سر سرو آب انفعال گذشت	״

(۸)	ترسا بچہ دوش ہمی گفت کہ حافظ حیف ست کہ ہر دم کند آہنگ کنشتی	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اب جب کہ پھولوں سے باغ بہشت کی طرح ہو گیا ہے اے ساقی سبزہ زار کے کنارے پر شراب سرخ طلب کر

(۲) ترجمہ۔ تیری دل سے غم کا زنگ سرخ شراب دور کر دیگی۔ سن کہ یہ بات ایک پاک طینت آدمی نے مجھے کہی ہے۔

غم اور شراب کے لئے دیکھو الف ۱/۲ الف ۱۳/۱ ت ۲۲/۳ ت ۲۱/۷ ت ۴۵/۹ ت ۴۵/۱۱ ت ۵/۷ ن ۲۲/۲ ت

۸۲/۵ د ۶/۱-۲-۳ د ۲۹/۳ د ۵۸/۱ د ۶۸/۷ د ۸۶/۹ د ۱۲۸/۴ ن ۱۱/۷ م ۹/۳ م ۴/۲ م ۴۷/۱ و ۸/۴

(۳) ترجمہ۔ اگر محتسب شراب کے کدو پر پتھر مارے تو اس کے سر کے کدو کو تو بھی اینٹ سے توڑ ڈال۔

وہی مضمون ہے جو شعر ص ۱/۳ میں ہے۔

(۴) ترجمہ۔ آسمان کے نزدیک میرے جہل اور تیرے علم میں کیا فرق ہے جس کی بینائی نہ ہو اس کے لئے کیا خوبصورت اور کیا بدصورت۔

مطلب یہ ہے کہ آسمان اندھا ہے خوبصورت بدصورت نہیں پہچانتا۔ حاصل کلام یہ کہ آسمان ناقدر شناس ہے۔ عالم اور جاہل میں فرق نہیں کرتا۔ آسمان کی سفلہ پروری کی شکایت ہے۔ جہل کو اپنی طرف اور علم کو مخاطب کیطرف نسبت صرف کسر نفسی کی وجہ سے ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے زاہد میں نسیہ کی حکایت نہیں کرتا کہ مجھے نقد حور کیطرح معشوق اور بہشت کیطرح مکان ملا ہے

نقد اور نسیہ کے لئے دیکھو الف ۹/۹ ت ۴۲/۹ ت ۹/۲ ن م ۱/۱

(۶) ترجمہ۔ خواجہ کے رستہ کی خاک پر جو ایوانِ کمال ہے۔ اگر زریں تکیہ نہیں تو اینٹ پر ہی گذارہ کرلیں گے۔

(۷) ترجمہ۔ کل ایک ترسا لڑکا کہتا تھا کہ افسوس ہے کہ حافظ ہر وقت ایک نئے کنشت کی طرف رُخ کرتا ہے۔

یعنے مستقل مزاج نہیں۔ ہرجائی ہے۔

غزل (۴)

ای باد نسیم یار داری	۱	زان نفحہ مشکبار داری

(۷) ترجمہ۔ اے عقل تو باوجود اسکے عشق کے ہاتھ میں کیا اختیار رکھتی ہے۔

عقل و عشق کے سئے دیکھو ت نہ د د ال ل ر س ص ل ل ن

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تو ایک دن اسکا وصال پائیگا بشرطیکہ تجھ میں انتظار کی طاقت ہوئی۔

غزل (۵)

تا راہ بین نباشی کے راہبر شوی	۱	ای بیخبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
ہاں ای پسر بکوش کہ روزی پدر شوی	۲	در مکتب حقایق پیش ادیب عشق
تا کیمیای عشق بیابی و زر شوی	۳	دست از مس وجود چو مردان رہ بشوی
آن دم رسی بدوست کہ بیخواب و خور شوی	۴	خواب و خورت ز مرتبۂ عشق دور کرد
باللہ کز آفتاب فلک خوبتر شوی	۵	گر نور عشق حق بدل و جانت او فتد
در راہ ذوالجلال چو بی پا و سر شوی	۶	از پای تا سرت ہمہ نور خدا شود
در دل مدار ہیچ کہ زیر و زبر شوی	۷	بنیاد ہستی تو چو زیر و زبر شود

(۸)	گر در سرت ہوای وصالست حافظا باید کہ خاک درگہ اہل بصر شوی	(۸)

(۱) ترجمہ اے بیخبر کوشش کر کہ تو صاحب خبر ہو جائے۔ جب تک تو خود راہ نہیں دیکھیگا رہبر کسطرح بنے گا

رہبرانِ قوم و مذہب کے لئے یہ ایک نہایت زرین اصول ہے

(۲) ترجمہ۔ ادیبِ عشق کے سامنے حقایق و معارف کے مدرسہ میں اے لڑکے ضرور کوشش کر کہ ایک دن تو

بھی استاد بن جائے۔

(۳) ترجمہ۔ مردانِ راہ کی طرح وجود کی کھوٹی دھات سے ہاتھ دھو دے۔ تا کہ تجھے کیمیائے عشق مل جائے اور تو سونا ہو جائے

یعنے حیوانی شہوات کو ترک کر کے روحانی ترقی حاصل ہو۔

نمبر	مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
(۴)	اگر بگلشن زناز گردد قد بلند تو جلوه فرما	زبیکر سرو موج خجلت شود نمایان چو می زمینا	(بیدل)
(۵)	در چمن تا قد او شیفتهٔ جولان است	سرو بر صفحهٔ گلزار خط بطلان است	(قاسم دیوانہ)
(۶)	سرو را با قد رعنائی تو بود سے نسبت	گر ز گل عارض و از غنچه دہانے میداشت	(جامی)
(۷)	کسے از راستی خویش ننموده است خجل	سرو پیش قدش از راستی خود خجل است	(شوکت)
(۸)	سرو را قد یار میگویند	سرو چه نیست تا تراشیده	
(۹)	ہیچ نخلے بے ثمر در گلشن ایجاد نیست	سرو را بار خجالت از قد او داده اند	(مخلص)
(۱۰)	در چمن یار چو با آں قد و قامت برخاست	سرو بنشست ز دعوی و قیامت برخاست	(عرفی)
(۱۱)	قد موزوں ترا با سرو نسبت چوں کنم	اینقدر خود فرق در موزون و ناموزوں کنم	؍؍
(۱۲)	سرو چوں دید آں سہی بالا	گفت سبحان ربی الاعلیٰ	
(۱۳)	دراں چمن که نهال تو جلوه گر گردد	ز طوق فاخته پا در رکاب گردد سرو	
۱۴	چوں نهال تو قد از گلشن تقدیر کشید	سرو را فاخته از طوق بزنجیر کشید	
(۱۵)	قامت او چوں شود در بوستاں همدوش سرو	حلقه ها از طوق قمری میکشد در گوش سرو	
(۱۶)	بر گلستانی که آں شمشاد قامت بگذرد	سرو را انگشت حیرت برلب جو میکند	
(۱۷)	ز سایه سرو صنوبر الف کشد برخاک	بهر چمن که کند جلوه قد رعنائش	
(۱۸)	کشیده قامتے چوں تازه شمشاد	بآزادی غلامش سرو آزاد	
(۱۹)	سرو سہی که خاسته بود از چمن بناز	چوں دید شکل قد ترا بر زمیں نشست	
(۲۰)	گر پئے بالانشینی ها در آئی در چمن	باغباں روبد گلیم ابر با جاروب سرو	(ملا قاسم مشہدی)
(۲۱)	گر بعمد تکلیف بگشایم نظر بر سرو باغ	میل حسرت بے تو در چشم تماشائی کشم	(فیاضی لاہجی)
(۲۲)	سرو پیاده خوش بود اندر چمن ولے	آن سرو من پیاده خوش است و سوار خوشتر	(امیر خسرو)
(۲۳)	شرمنده است پیش قدش زشت و خوب است	بارغ از گل پیاده و سرو سواره اش	(صائب)
(۲۴)	ز قمری کے تواند سرو هم زد پیش بالائش	که از بال پری همیکشد سرو و آرایش	(ملا مشہدی)
(۲۵)	قامت شیوهٔ رفتار چو بنیاد کند	سرو را بنده خود ساز دو آزاد کند	ملا زیبائی
(۲۶)	چو سرو بوستانستے جمال مجلس آراست	اگر چه بوستان سرو سخن گوی روانستے	(سعدی)

(۱۲) **حافظ شب ہجران شد بوی خوش صبح آمد**
شادیت مبارک باد ای عاشق شیدائی (۱۲)

(۱) ترجمہ۔ اے حسینوں کے بادشاہ غم ہجر سے فریاد ہے۔ دل تیرے بغیر تنگ ہوگیا ہے وقت ہے کہ تو واپس آئے

(۲) ترجمہ۔ اے کہ بستر ناکامی میں تیرا درد ہی میرا علاج ہے۔ اے کہ گوشۂ تنہائی میں تیری یاد میری مونس ہے۔

(۳) ترجمہ۔ نصیب عدا۔ اشتیاق اور ہجر نے میری یہ حالت کردی ہے کہ صبر کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ جائیگا۔

دور از تو۔ دعا ہے۔ یعنے تجھ سے دور رہے۔ نصیب اعدا

(۴) ترجمہ۔ اس باغ کا پھول ہمیشہ شاداب نہیں رہتا۔ طاقت کے وقت کمزوروں کی دلجوئی کرلے۔

یہی دن ہیں دعا لے تو کسی کے قلب مضطر کی	جوانی آ نہیں سکتی مری جاں پھر نئے سر سے

(۵) ترجمہ۔ قسمت کے دائرہ میں ہم پرکار کے نقطہ کیطرح ہیں جو تو خیال کرے وہ مہربانی ہے جو تو فرمائے وہی حکم ہے۔

یعنے ہم بے اختیار ہیں سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے۔

(۶) ترجمہ۔ عالم رندی میں اپنا فکر اور اپنی رائے نہیں ہوتی۔ اس مذہب میں خود بینی اور خود رائی کفر ہے۔

یعنے رندی میں خود بینی اور خود رائی جائز نہیں۔ رند کو خود بین نہیں بلکہ خدا بین ہونا چاہئے۔

(۷) ترجمہ۔ اے خدا یہ نکتہ کسکو بتائیں کہ جہاں میں اس معشوق ہرجائی نے کسی کو اپنا چہرہ نہیں دکھایا۔

معشوق ہرجائی سے مراد خدائے تعالے جو ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن باوجود ہر جگہ موجود ہونے کے کسی کو نظر نہیں آتا۔ اور یہ بیشک ایک نکتہ ہے اور حیرانی کی بات ہے۔

(۸) ترجمہ۔ کل رات میں نے بادِ صبا سے تیری زلف کی شکایت کی۔ اس نے جواب دیا کہ تو غلطی پر ہے اس مجنونانہ خیال کو چھوڑ دے

(۹) ترجمہ۔ سو بادِ صبا ئیں اس جگہ بغیر زنجیر کے رقص کر رہی ہیں۔ اے دل حریف تو یہ ہے خبردار باد پیمائی نہ کر

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے معشوق کی زلف کی شکائت بادِ صبا سے کی کہ میرے دل کو اس نے گرفتار کیا ہوا ہے۔ بادِ صبا نے جواب دیا کہ ہوائیں بھی اسکی زلف میں رقص کر رہی ہیں حالانکہ ہوا کسی زنجیر میں گرفتار نہیں ہوسکتی۔ پھر تو شکایت کیوں کرتا ہے۔ اس حریف سے عہدہ برآئی مشکل ہے۔ فضول باتیں نہ کر۔

اگر ان دو شعروں کو قطعہ بند نہ سمجھا جائے اور "باد نہ پیمائی" کی بجائے "بادیہ پیمائی" پڑھا جائے جیسا کہ

(۴) ترجمہ۔ سونے اور کھانے نے تجھے عشق کے مرتبہ سے دور کر دیا ہے۔ معشوق کے پاس تم اسوقت پہنچے گا جب تو کھانا اور سونا چھوڑ دے گا۔

(۵) ترجمہ۔ اگر خدا کے عشق کا نور تیرے دل اور جان میں آجائے۔ تو خدا کی قسم کہ آسمان کے آفتاب سے تو زیادہ روشن ہو جائے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے پاؤں سے لیکر سر تک تمام خدا کا نور ہو جائے۔ اگر خدائے ذوالجلال کی راہ میں تو بے سر و پا ہو جائے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تیری ہستی کی بنیاد زیر و زبر ہو جائے۔ تو بھی دل میں نہ ڈر کہ تو زیر و زبر ہو جائے گا۔
یعنے بنیادِ ہستی کے زیر و زبر ہونے سے تو زیر و زبر نہیں ہو سکتا۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تیرے سر میں وصال کی آرزو ہے۔ تو تجھے چاہیئے کہ اہلِ بصر کی درگاہ کی خاک ہو جائے۔

غزل (۶)

ای پادشہ خوبان داد از غم تنہائی	۱	دل بی تو بجان آمد وقت ست کہ باز آئی
ای درد توام درمان در بستر ناکامی	۲	وی یاد توام مونس در گوشۂ تنہائی
مشتاقی و مہجوری دور از تو چنانم کرد	۳	کز دست بخواہد شد دامان شکیبائی
دائم گل این بستان شاداب نمی ماند	۴	دریاب ضعیفان را در وقت توانائی
در دائرۂ قسمت ما نقطۂ پرگاریم	۵	لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی
فکر خود و رای خود در عالم رندی نیست	۶	کفرست درین مذہب خود بینی و خودرائی
یارب بکہ بتوان گفت این نکتہ کہ در عالم	۷	رخسارہ بکس ننمود آن شاہد ہرجائی
دی شب گلہ زلفت با باد صبا گفتم	۸	گفتا غلطی بگذر زین فکرت سودائی
صد باد صبا اینجا با سلسلہ می رقصند	۹	اینست حریف ای دل تا باد نہ پیمائی
ساقی چمن گل را بی روی تو رنگی نیست	۱۰	شمشاد خرامان کن تا باغ بیارائی
زین دائرۂ مینا خونین جگرم می دہ	۱۱	تا حل کنم این مشکل زین ساغر مینائی

عمریست پادشاہا کز می تہیست جامم	۱۲	اینک ز بندہ دعوی وز محتسب گواہی
ای عنصر تو مخلوق از کیمیای عزت	۱۳	وای دولت تو ایمن از صدمت تباہی
جائیکہ برق عصیان بر آدم صفی زد	۱۴	مارا چگونہ زیبد دعوای بیگناہی
یا ملجأ البرایا یا واہب العطایا	۱۵	عطفاً علیٰ مقل حلت بہ الدواہی
جور از فلک نیاید تا تو ملک صفاتی	۱۶	ظلم از جہان بر و شد تا تو جہان پناہی

(۱۷)	حافظ چو دوست از تو گہ گاہ میبرد نام رنجش ز بخت منما باز آ بعذر خواہی	(۱۷)

یہ غزل مدحیہ ہے ۔ غالباً منصور بادشاہ کے متعلق ہے ۔

(۱) ترجمہ ۔ اے کہ تیرے چہرہ سے بادشاہی کے نور ظاہر ہیں ۔ تیرے فکر میں صدہا خدائی حکمتیں پوشیدہ ہیں ۔

(۲) ترجمہ ۔ بارک اللہ تیرے قلم نے ملک و دین میں سیاہی کے قطرے سے سو چشمے آبِ حیات کے جاری کیے ہیں ۔

بارک اللہ کلمہ تحسین و تعجب ۔

(۳) ترجمہ ۔ دیو پر اسم اعظم کے انوار روشن نہیں ہوتے ۔ ملک تیرا ہے اور حکومت کی انگشتری تیری ہے جو چاہتا ہے حکم دے ۔

اہرمن ۔ اسم اعظم ۔ خاتم کی رعایت ظاہر ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کی تلمیح ہے ۔

(۴) ترجمہ ۔ سلیمان کی حشمت میں جو شخص شک لائے ۔ اسکی عقل اور دانائی پر مرغ و ماہی بھی ہنستے ہیں ۔

سلیمان سے مراد خود ممدوح

(۵) ترجمہ ۔ وہ تلوار جسکو آسمان اپنے فیض سے آب دے ۔ وہ سپاہی کے احسان مند ہونے کے بغیر ہی اکیلی جہاں کو فتح کر سکتی ہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ اگر تیری تلوار کا پر تو کان اور معدن پر پڑے ۔ تو سرخ رو یاقوت بھی کاہی رنگ ہو جائے ۔

یعنے تیری تلوار کے ڈر سے سیاہی مائل ہو جائے ۔

(۷) ترجمہ ۔ اگر تو صبح کی ہوا سے ہمارا حال پوچھے تو مجھے یقین ہے کہ تیرا دل شب بیداروں کی عاجزی پر رحم

بعض نسخوں میں ہی تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ اے دل اس جگہ ہوائیں آزادانہ اور مجنونانہ رقص کر رہی ہیں۔ اگر تو بھی بادیہ پیمائی کا شائق ہی تو آ اور ان حریفوں سے ملکر یعنے ہواؤں سے مل کر دشت نوردی کر۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے ساقی پھول کے چمن کو تیرے چہرہ کے بغیر رنگ رونق نہیں ہی اپنے قد کو خرامان کر تاکہ باغ کو رونق بخشے۔

(۱۱) ترجمہ۔ میں اس دائرہ مینائی سے خونین جگر ہوں۔ شراب دے تاکہ اس مشکل کو اس ساغر مینائی سے حل کروں۔
دائرہ مینائی سے مراد آسمان۔ ساغر مینائی سے مراد شراب کا پیالہ۔ مطلب یہ ہی کہ دور فلک نے مجھے غم زدہ کیا ہوا ہے۔ شراب دے کہ غم دور کروں۔

(۱۲) ترجمہ۔ اے حافظ ہجر کی رات گذر گئی۔ صبح کی خوشبو آئی۔ اے عاشق شیدا تجھے یہ خوشی مبارک ہو صبح سے مراد صبح وصال۔ شادی مبارک مشہور کلمہ تہنیت ہے۔

غزل (۷)

ای در رخ تو پیدا انوار پادشاہی	۱	در فکرت تو پنہاں صد حکمت آلہی
کلک تو بارک اللہ در ملک و دین کشادہ	۲	صد چشمہ آب حیواں از قطرہ سیاہی
بر اہرمن نتابد انوار اسم اعظم	۳	ملک آن تست و خاتم فرما ہر آنچہ خواہی
در حشمت سلیمان ہر کس کہ شک نماید	۴	بر عقل و دانش او خندند مرغ و ماہی
تیغی کہ آسمانش از فیض خود دہد آب	۵	تنہا جہاں بگیرد بی منت سپاہی
گر پرتوی ز تیغت بر کان و معدن افتد	۶	یاقوت سرخ رو را بخشند رنگ کاہی
دانم دلت بنجشد بر عجز شب نشیناں	۷	گر حال ما بپرسی از باد صبحگاہی
ساقی بیار آبی از چشمہ خرابات	۸	تا خرقہ ہا بشوئیم از عجب خانقاہی
باز ارچہ گاہ گاہی بر سر نہد کلاہی	۹	مرغان قاف دانند آئین پادشاہی
در دودمان آدم تا وضع سلطنت ہست	۱۰	مثل تو کس ندیدہ است این علم را کماہی
کلک تو خوش نویسد در شان یار و اغیار	۱۱	تعویذ جانفزائے و افسون عمر کاہی

(۱۵) ترجمہ۔ اے خلقت کی ملجا و ماوا اے عطا بخشنے والے۔ اس مفلس پر بھی رحم کر کہ اس پر سختیاں آئی ہیں
(۱۶) ترجمہ۔ جب تک تو فرشتہ صفات ہے آسمان ظلم نہیں کر سکتا۔ جب سے تو جہاں پناہ بنا ہے جہاں سے ظلم دور ہو گیا ہے
(۱۷) ترجمہ۔ اے حافظ جب دوست گاہ بیگاہ تیرا نام لیتا ہے۔ تو بخت سے ناراض نہ ہو اور عذر خواہی کے لیے واپس آ

غزل (۸)

ای دل آن بہ کہ خراب از می گلگوں باشی	۱	بی زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی
در مقامی کہ صدارت بفقیران بخشند	۲	چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزوں باشی
تاج شاہی طلبی گوہر ذاتی بنما	۳	ور خود از گوہر جمشید و فریدوں باشی
در رہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجاں	۴	شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی
کاروان رفت و تو در خواب و بیاباں در پیش	۵	کی روی رہ ز کہ پرسی چہ کنی چوں باشی
نقطۂ عشق نمودم بتو ہاں سہو مکن	۶	ورنہ چوں بنگری از دائرہ بیروں باشی
ساغری نوش کن و جرعہ بر افلاک فشاں	۷	تا بچند از غم ایام جگر خوں باشی

(۸) حافظا از فقر مکن نالہ کہ گر شعر اینست
ہیچ خوشدل نہ پسندد کہ تو محزوں باشی (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے دل اچھی بات یہ ہو کہ تو شراب سرخ سے مست رہے۔ زر اور خزانے کے بغیر ہی سو قاروں کی حشمت رکھے۔
(۲) ترجمہ۔ اس مقام میں جہاں صدارت فقیروں کو دیتے ہیں۔ مجھ کو امید ہے کہ تو مرتبہ میں سب سے بڑا ہو گا۔
مقام سے مراد مقام عشق جہاں کے صدر نشین بادشاہ نہیں بلکہ گدا ہوتے ہیں۔
(۳) ترجمہ۔ تو بادشاہی تاج چاہتا ہے تو ذاتی جوہر دکھا۔ اگرچہ تو جمشید اور فریدوں کی نسل سے ہی ہو۔
مطلب یہ ہے کہ خاندانی اوصاف پر نہیں بلکہ ذاتی صفات پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ باپ دادا کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اپنے اندر کمال ہونا چاہیے۔ اسی مضمون پر امیر خسرو فرماتے ہیں۔

کھائے گا

شب نشین سے مراد خود خواجہ صاحب۔

(۸) ترجمہ۔ اے ساقی میخانہ کے چشمہ سے پانی لا۔ تاکہ خرقہ سے خانقاہ کا غرور دھوڈالوں۔

یعنے خانقاہ نشین مغرور اور متکبر ہوتے ہیں۔ میرے خرقہ پر بھی خانقاہ نشینی سے غرور کے داغ پڑگئے ہیں چشمۂ خرابات سے پانی لاکہ اسے دھوڈالوں حاصل کلام یہ کہ خانقاہ نشینی سے میرے دل میں کبر آگیا ہے۔ شراب دے کہ پی کر بے خود ہو جاؤں۔ کبر دُور ہو کر عجز و نیاز آجائے۔

(۹) ترجمہ۔ باز بھی اگرچہ کبھی کبھی سر پر تاج رکھتا ہے لیکن کوہ قاف کے پرندے ہی بادشاہی کا طریقہ جانتے ہیں

مرغ قاف سے مراد عقاب جو ایک مشہور شکاری پرندہ ہے (یا ہما) مطلب یہ ہے کہ اگرچہ باز کے سر پر بھی گاہ بگاہ ٹوپی ہوتی ہے۔ لیکن بادشاہی عقاب کا ہی کام ہے۔ عقاب سے یہاں مراد منصور بادشاہ اور باز سے مراد امیر تیمور یا شاہ یحییٰ۔

(۱۰) ترجمہ۔ آدم کے خاندان میں جب سے سلطنت کی بنیاد پڑی ہے۔ اس علم کو تیری طرح کما حقہٗ کسی نے نہیں پہچانا۔

علم سے مراد علم سلطنت۔ کماہی کما حقہ۔ پوری طرح سے۔ کامل طور سے۔ (جیسا کہ وہ ہے)

(۱۱) ترجمہ۔ تیرا قلم دوستوں اور دشمنوں کے حق میں جانفزا تعویذ اور عمر کم کرنے والا افسوں خوب لکھتا ہے۔

یار و اغیار اور تعویذ و افسوں میں لف و نشر مرتب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تیرا قلم دوستوں کے حق میں جانفزا تعویذ اور دشمنوں کے لئے جانکاہ افسوں لکھتا ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ اے بادشاہ ایک زمانہ گذر گیا میرا پیالہ شراب سے خالی ہے۔ یہ میرا دعویٰ ہے اور محتسب گواہ ہے۔

یعنے محتسب سے پوچھ لے کہ مدت ہوئی مجھے شراب نہیں ملی۔ اس شعر میں جیب کے خالی ہونے کا اظہار ہے اور صلہ و انعام کا ہلکا سا تقاضا ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ یہ کہ تیرا عنصر عزت کے کیمیا سے پیدا ہوا ہے لے کہ تیری سلطنت تباہی کے صدمہ سے محفوظ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیری ذات اور سرشت عزت و شرافت سے مملو ہے۔

(۱۴) ترجمہ۔ جب گناہ کی بجلی آدم صفی اللہ پر بھی گری۔ تو ہمارے لئے بے گناہی کا دعویٰ کس طرح جائز ہے

وہی مضمون ہے جو شعر د ۵۴ میں ہے۔

غزل (۹)

ای دل بکوی عشق گذاری نمیکنی	۱	اسباب جمع داری و کاری نمیکنی
چوگان کام در کفت و گوئی نمیزنی	۲	بازی چنیں بدست و شکاری نمیکنی
این خون که موج میزند اندر جگر چرا	۳	در کار رنگ و بوی نگاری نمیکنی
مشکیں ازاں نشد دم خلقت که چوں صبا	۴	بر خاک کوی دوست گزاری نمیکنی
گر دیگراں بجان غم جاناں خریده اند	۵	ای دل تو ایں معامله باری نمیکنی
ترسم کزیں چمن نبری آستین گل	۶	کز گلبنش تحمل خاری نمیکنی
در آستین کام تو صد نافه مندرج	۷	آن را فدای طرهٔ یاری نمیکنی
ساغر لطیف و دلکش و می افگنی بخاک	۸	و اندیشه از بلاے خماری نمیکنی

(۹) حافظ برو که بندگی بارگاه دوست
اگر جمله می کنند تو باری نمیکنی (۹)

یہ تمام غزل سعی و عمل کی تعلیم میں ہے۔ ہر ایک شعر خواب غفلت سے بیدار کرنے والا ہے اور سونے والوں کے چہرے پر گلاب پاشی کر رہا ہے۔ انداز وہی عاشقانہ ہے۔ جس سے غزل گو شاعر کو گریز نہیں لیکن نصیحتیں زندگی کے ہر پہلو میں کار آمد ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ اے دل تو عشق کے کوچہ میں کیوں نہیں جاتا۔ اسباب جمع رکھتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا

(۲) ترجمہ۔ مراد کا بلا ہاتھ میں ہے اور گیند نہیں مارتا۔ ایسا باز تیرے ہاتھ میں ہے اور تو شکار نہیں کرتا۔

باز سے مراد قوائے جسمانی اور روحانی۔

(۳) ترجمہ۔ یہ خون جو جگر میں موجیں مار رہا ہے اسے کیوں کسی معشوق کے رنگ و بو میں صرف نہیں کرتا۔

(۴) ترجمہ۔ تیرے خلق کا سانس اس لئے خوشبودار نہیں ہوا کہ تو معشوق کے کوچہ کی خاک پر گذار نہیں کرتا

(۵) ترجمہ۔ دوسروں نے تو معشوق کے غم کو جان کے عوض خریدا ہے۔ اے دل تو یہ معاملہ بالکل ہی نہیں کرتا۔

از ہمہ برتر طلبی جائے خویش	در تو میراث ز آبائے خویش
جاش کدام است چہ گوی در آں	وانکہ بود وارثِ پیغمبراں
مایۂ مکن نسبت دیرینہ را	از ہنرِ خویش کشا سینہ را
گر نہ سگی چوں خوشی از استخواں	از پدرِ مردہ ملاف اے جواں

(۴) ترجمہ۔ منزلِ لیلی کی راہ میں جہاں جان کے خطرے ہیں۔ پہلا ہی قدم پر شرط یہ ہی کہ تو دیوانہ ہو۔ مطلب یہ ہی کہ راہِ عشق میں جب تک تو شوق میں دیوانہ نہ ہو جائے منزلِ مقصود تک پہنچنا محال ہی۔ زیادہ تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱؎ لیلی اور مجنوں میں صنعت ایہام ہے۔

آرے شتر مست کشد بارِ گراں را (سعدی)	تا مست نباشی نبری بارِ غمِ یار

(۵) ترجمہ۔ قافلہ چلا گیا ہی تو سوتا ہی اور بیابان در پیش ہی۔ تو کب چلیگا؟ راہ کس سی پوچھے گا؟ کیا کریگا؟ کسطرح ہوگا؟

سعی و عمل کی تعلیم ہے۔ مطلب یہ ہی کہ تیرے ہمراہی چلے گئے ہیں۔ تو ابھی سو رہا ہی بتا انجام کیا ہوگا؟ حاصل کلام یہ ہی کہ انسان کو چاہیئے کہ غفلت کو ترک کرے اور منزلِ دنیا میں نہایت سرگرمی سی طے مسافت کرے۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے تجھے عشق کا نقطہ بتا دیا ہی خبردار غلطی نہ کرنا۔ ورنہ اگر تو نہیں دیکھیگا تو دائرہ سی نکل جائیگا۔ یعنی اگر اس نقطہ پر قائم نہیں رہیگا تو دائرہ عشق سی نکلنا پڑیگا۔ حاصل کلام یہ کہ دائرہ عشق میں نقطہ مرکز پر قائم رہنا چاہیئے۔ جاو بیجا سرگرداں نہیں پھرنا چاہیئے۔

(۷) ترجمہ۔ ایک پیالہ پی اور آسمان پر ایک گھونٹ چھڑک۔ غمِ ایام سی کب تک تو جگر کو خون کریگا۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ نالہ و زاری پر نالہ و فریاد نہ کر کیونکہ اگر شعر یہی ہے تو کوئی خوشدل یہ بات پسند نہیں کریگا۔ کہ تو غمگین رہے۔

یعنی ایسے عمدہ شعر کہنے والے کو کوئی شخص غمگین دیکھنا نہیں چاہتا۔ دراصل اپنے ممدوح کو تقاضائے صلہ ہے۔

(۹) حافظ مکن اندیشہ کہ آن یوسف مصری (۹)
باز آید و از کلبۂ احزان بدر آئی

(۱) ترجمہ۔ اے دل اگر چاہِ زنخدان سے باہر نکل آئے گا جس جگہ بھی جائیگا جلدی پشیمان ہوکر واپس ہوگا۔
یعنے عشق چھوڑ کر تجھے صرف پشیمانی حاصل ہوگی۔
(۲) ترجمہ۔ خبردار! اگر تو عقل کے وسوسہ کو سنے گا۔ تو آدم کی طرح باغ بہشت سے نکلنا پڑیگا۔
مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق میں اپنی عقل کو رہنما نہیں بنانا چاہئے۔ بلکہ اپنے محبوب کے احکام کی پابندی کرنی چاہئے۔ خواہ اس کے احکام تیری عقل کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں شیطان کے دلائل کو خدا کے حکم پر ترجیح دینے سے حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت چھوڑنا پڑا۔
(۳) ترجمہ۔ کب تک صبا کی طرح تجھ پر ہمت کا دم پھونکتا رہونگا۔ تاکہ تو غنچہ سے پھول کی طرح خوش وخرم باہر آئے۔
بادِ صبا کے دم ہمت سے غنچہ کا پھول ہوجانا ظاہر۔ اس شعر میں خطاب دل کیطرف ہے۔ یا اگر معشوق کو مخاطب سمجھا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ میں کب تک انتظار کروں کہ تو پردہ سے باہر آئے۔
(۴) ترجمہ۔ تیرے ہجر کی اندھیری رات میں میری جاں لبوں پر آگئی سا وقت ہے کہ تو روشن چاند کیطرح باہر آئے۔
مہ آور بدر میں صنعت ایہام ہے۔
(۵) ترجمہ۔ اس جاں بخش لب لعل کی حسرت میں میں جان دیتا ہوں۔ آرزو ہے کہ تو خورشید درخشاں کی طرح باہر آئے۔
(۶) ترجمہ۔ ممکن ہے کہ آسمان اس وقت پانی سے تیری مدد کرے اگر تو چشمۂ آب حیات سے پیاسہ واپس آجائے۔
مطلب یہ ہے کہ اکثر مایوسیوں کے بعد بعض دفعہ سماوی امداد حاصل ہوجاتی ہے۔
(۷) ترجمہ۔ غم کے گھر میں کب تک تو ملامت سے بیٹھا رہے گا سا وقت ہے کہ بادشاہ کی دولت کی برکت سے تو باہر آجائے۔
یعنے غمگین نہ ہو محبوب مطلق کے الطاف پر بھروسہ کر اور دل کو خوش رکھ۔

معاملہ، اور خرید کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ مجھے ڈر ہے کہ تو اس باغ سے آستین پھولوں سے بھر کر نہیں لے جائیگا۔ کیونکہ تو اُس کے پھول کے پڑے سے کانٹے کی برداشت نہیں کرتا۔

ظاہر ہے کہ جو شخص کانٹوں سے ڈرے پھول نہیں چن سکتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا اگر تو مصائب کو برداشت نہیں کرتا۔ ہر ایک کام میں راحت سے پہلے رنج۔ خوشی سے پہلے غم۔ سود سے پہلے زیاں ضروری ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تیری مراد کی آستین میں سونا نقد موجود ہیں لیکن اُسے تو کسی معشوق کی زلف پر قربان نہیں کرتا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے قویٰ کو استعمال نہیں کرتا۔ اسباب جمع ہیں ان سے کام نہیں لیتا۔

(۸) ترجمہ۔ لطیف اور دلکش شراب کا پیالہ ہے اور اُسے تو خاک پر گرا رہا ہے۔ اور خمار کی تکلیف کا بھی تجھ اندیشہ نہیں ہے یعنے اس وقت تو اپنے سرمایہ اسباب قویٰ کو ضائع کر رہا ہے کیا تجھے یہ ڈر بھی نہیں کہ ناداری کے وقت تو کیا کرے گا

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ جا کہ تمام لوگ بارگاہِ دوست کی بندگی کرتے ہیں اور تو بالکل نہیں کرتا۔

غزل (۱۰)

ای دل اگر از چاہ زنخدان بدر آئی — ۱ — ہر جا کہ روی زود پشیمان بدر آئی

ہشدار کہ گر وسوسۂ عقل کنی گوش — ۲ — آدم صفت از روضۂ رضوان بدر آئی

تا کے چو صبا بر تو گمارم دم ہمت — ۳ — کز غنچہ چو گل خرم و خندان بدر آئی

در تیرہ شب ہجر تو جانم بہ لب آمد — ۴ — وقت ست کہ ہمچوں مہ تابان بدر آئی

جان می‌دہم از حسرت آن لعل روان بخش — ۵ — باشد کہ چو خورشید درخشان بدر آئی

شاید کہ بآبی فلکت دست بگیرد — ۶ — گر تشنہ لب از چشمۂ حیوان بدر آئی

در خانۂ غم چند نشینی بملامت — ۷ — وقت ست کہ از دولت سلطان بدر آئی

بر خاک درت بستہ ام از دیدہ دو صد جوی — ۸ — باشد کہ تو چون سرو خرامان بدر آئی

(۲) ترجمہ۔ دم عیسے تیرے لب لعل کا ایک لطیفہ ہی۔ اور حور کے جمال کی شرح تیرے چہرہ کی ایک روایت ہے۔
انفاس عیسیٰ یعنے دم عیسےٰ۔ قم باذن اللہ کہہ کر حضرت عیسے امردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔
فرماتے ہیں کہ تیرے لبوں میں دم عیسےٰ کا خاصہ ہی اور جمال حور سے اور کچھہ نہیں صرف تیرا چہرہ مراد ہے۔
(۳) ترجمہ۔ اگر پھول کو تیری خوشبو سے حصہ نہ ملتا تو روحانیوں کی مجلس میں وہ کب عطرسائی کرسکتا۔

سنبل بتاب داد لہ بیہ سست وگل بناز | یک جلوہ زاں جمال بگلزار آمدہ

(۴) ترجمہ۔ ہم در دوست کی خاک کی آرزو میں جل گئے۔ اے صبا یاد رکھہ کہ تونے ہماری کچھہ مدد نہ کی
یعنے در دوست کی خاک کی خوشبو ہی ہم تک نہ پہنچائی۔
(۵) ترجمہ۔ آگ میں اگر اسکے چہرہ کا خیال میسر ہو جائے تو اے ساقی آ کہ دوزخ سے کچھہ شکایت نہیں۔
حاصل کلام یہ کہ اگر دوزخ میں بھی جمال محبوب کا نقشہ آنکھوں میں رہا تو ہمارے لئے دوزخ بھی
بہشت ہی ہے۔
(۶) ترجمہ۔ میرے کباب شدہ دل کی بو تمام جہاں میں پھیل گئی ہے۔ شاید اگ معشوق میں بھی سرایت کر جائے
(۷) ترجمہ۔ دل عقل اور دین بیفائدہ تیرے ہاتھہ سے چلے گئے۔ تیرے پاس بہت سرمایہ تھا لیکن تونے کفایت
شعاری نہ کی۔
یعنے سرمایہ دل ودین کو فضول لٹا دیا اور کچھہ بچا کر نہ رکھا دیکھو شعر (ی ۲ م)
(۸) ترجمہ۔ میرے دل کے ہر ایک ٹکڑے کے ساتھہ غم ورنج کا ایک قصہ ہی اور تیرے خیال کی ہر ایک
سطر آیت رحمت ہے۔
سطر اور آیت کی رعایت ظاہر
(۹) ترجمہ۔ تو جانتا ہی؟ کہ اس آہ و نالہ سے حافظ کی کیا مراد ہے۔ تجھہ سے ایک کرشمہ (کی درخواست ہے)
اور بادشاہ سے عنایت کی۔
دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کے سوال کا جواب ہی۔ محبوب کی نظر عنایت کے ساتھہ بادشاہ کی عنایت کی
درخواست بھی کی ہے۔ غالباً اپنے ممدوح سے صلہ و انعام کی عرضداشت ہی۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے دروازہ کی خاک پر میں نے آنکھوں سے دو سو نہریں جاری کی ہیں۔ چاہیئے کہ تو سرو خراماں کی طرح باہر آجائے۔

اشتیاقِ دیدار میں کثرتِ گریہ کا ذکر ہے۔ جوئی اور سرو کی رعایت ظاہر

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ فکر نہ کر کیونکہ وہ یوسفِ مصری واپس آجائیگا اور تو غمکدہ سے باہر نکلے گا۔

کلبۂ احزاں یا بیت الاحزاں وہ گھر جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں رویا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ آخر کار تجھے محبوب کا وصال نصیب ہوگا۔

غزل (۱۱)

ای قصۂ بہشت ز کویت حکایتی	۱	واب خضر ز نوش لبانت کنایتی
انفاس عیسی از لب لعلت لطیفۂ	۲	شرح جمال حور ز رویت روایتی
کی عطرسای مجلس روحانیان شدی	۳	گل را اگر نہ بوی تو کردی رعایتی
در آرزوی خاک درِ دوست سوختیم	۴	یاد آور ای صبا کہ نکردی حمایتی
در آتش از خیال رخش دست میدہد	۵	ساقی بیا کہ نیست ز دوزخ شکایتی
بوی دل کباب من آفاق را گرفت	۶	وین آتش اندرون بکند ہم سرایتی
ای دل بہرزہ دانش و عمرت بباد رفت	۷	صد مایہ داشتی و نکردی کفایتی
ہر پارہ از دل من و از غصہ قصۂ	۸	ہر سطری از خیال تو و از رحمت آیتی

(۹) دانی مراد حافظ ازین آہ و نالہ چیست
از تو کرشمۂ و ز خسرو عنایتی (۹)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ بہشت کا قصہ تیرے کوچہ کی ایک حکایت ہے۔ اور آب حیات تیرے لب کے آب حیات کیطرف ایک اشارہ ہے۔

معشوق کے کوچہ کو بہشت اور اسکے لب کو چشمۂ آب حیات کہا ہے۔

کی تشبیہات دیکھئے۔

(۱)	ژاله بر لاله فرود آمده هنگام سحر	راست چون عارض گلگون عرق کرده یار	(سعدی)
(۲)	عرق به چهرهٔ نشست است آن پری وش را	که دیده است بدین آبداری آتش را	(صائب)
(۳)	صائب نظر بروئے عرقناک یار کن	در آفتاب ابر گهربار را ببین	
(۴)	کند عرق رخ تائے نازنین ز تاب نگاه	بدور حسن تو از آتش آب مے آید	(محمد سعید)
(۵)	عرق ز روئے تو هر لحظه چون گلاب چکد	کسے ندید که شبنم ز آفتاب چکد	
(۶)	ز چهرهٔ عرق آلود یار حیرانم	که کرده است بهم جمع آب و آتش را	
(۷)	از رخش چون دانهٔ یاقوت رنگین شد عرق	چون زمیں افتاده قابل دانهٔ گوهرے شود	

(۳) ترجمہ۔ وہ کمان ابرو آنکھوں سے غایب ہوا دل اسکے پیچھے گیا اور راستہ بھول گیا۔

(۴) ترجمہ۔ آج رات میں اس کی زلف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑونگا۔ موذن جائے اور بانگ تیار ہو کہ حی علی الصلوٰۃ یعنے موذن حی علے الصلوٰۃ کہہ کر ہر چند جاگنے اور نماز کے لئے اٹھنے کی تاکید کرتا رہے میں اُسکی زلف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑونگا اور نہیں اٹھونگا۔

صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیر — بھیجتے تحفہ موذن کے لئے

(۵) ترجمہ۔ بنی عامر کیطرح بہت مجنوں بن جائیں۔گے بشرطیکہ کوئی لیلیٰ حے سے پیدا ہو جائے۔

بنی عامر قیس عامری یعنے مجنوں کے قبیلہ کا نام۔ حے۔ عرب کے ایک قبیلہ کا نام لیلیٰ اسی قبیلہ سے تھی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حسین ہو تو معشوق ہزاروں ہیں۔

ہوں میں پروانہ مگر شمع تو ہو رات تو ہو	جان دینے کو ہوں موجود کوئی بات تو ہو
دل ہے حاضر سر تسلیم بھی خم کو موجود	کوئی مرکز ہو کوئی قبلۂ حاجات تو ہو
وعدے بھی یاد دلاتے ہیں گلے بھی ہیں بہت	وہ دکھائی بھی تو دیں آنکھ سے ملاقات تو ہو
کھلتی ہے دل پر درد کی حالت لیکن	کس سے کہئے کوئی مستفسر حالات تو ہو
عدم نشو و نما سے نہ کہو تخم کو بد	وقت بالیدگی نخل و نباتات تو ہو
دل کشا بادہ صافی کا ہے نشہ لیکن	باطن افروز کوئی پیر خرابات تو ہو
نظر اللہ پہ رکھے ہو نہ پریشان اکبر	سے مصلے کو ذرا صرف مناجات تو ہو

غزل (۱۲)

ای ز شرم عارضت گل کردہ خوی	۱	در عرق پیش عقیقت جام می
ژالہ بر لالہ است یا بر گل گلاب	۲	یا بر آتش آب یا بر روت خوی
میشد از چشم آں کماں ابرو و دل	۳	از پیش میرفت و کم میکرد پی
امشب از زلفش نخواہم داشت دست	۴	رو موذن بانگ بر میزن کہ حی
چوں بنے عامر ہمہ مجنوں شوند	۵	گر بروں آید یکے لیلی ز حی
نی دمی لب بر لب مطرب نہاد	۶	چنگ را در زیر ناخن کرد نی
آنکہ بر ہر جرعہ جان میدہد	۷	جان از و بستان و جامی دہ بوی
عود بر آتش نہ و منقل بسوز	۸	غم مدار از کثرت سرمای دی
با تو زیں پس گر فلک خواری کند	۹	باز گو در حضرت دارای ری
خسرو آفاق بخشش کز سخا	۱۰	نامہ حاتم ز نامش گشت طی
چنگ را بر دست مطرب دہ دمی	۱۱	گو رگش بجز اشش و بجر و ثم ز وی

(۱۲)	جام می پیش آر و چوں **حافظ** مخور غم کہ جم کے بود یا کاوس کے	(۱۲)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تیرے چہرہ کی شرم سے پھول کو پسینہ آگیا ہے اور شراب کا پیالہ تیرے عقیق لب کے سامنے پسینہ پسینہ ہو گیا ہے۔

خوے [illegible] سے پڑھا جائیگا۔

(۲) ترجمہ۔ گلِ لالہ پر شبنم کے قطرے ہیں یا پھول پر گلاب کے قطرے۔ یا آگ پر پانی ہے یا تیرے چہرہ پہ پسینہ معشوق کے چہرہ پر پسینے کے قطرے دیکھکر فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گلِ لالہ پر شبنم پڑی ہے۔ یا پھول پر گلاب چھڑکا ہوا ہے۔ یا آگ پر پانی کے قطرے پڑے ہیں۔ معشوق کے عرق ناک چہرہ

تا چه خواهد کرد با ما تاب زلف عارضت	۲	حالیا نیرنگ نقش خوش بر آب انداختی
گوی خوبی بردی از خوبان عالم شاد باش	۳	جام کیخسرو طلب کافراسیاب انداختی
گرچه از مستی خرابم طاعت من رد مکن	۴	کاندرین شغلم بامید ثواب انداختی
گنج عشق خود نهادی در دل ویران من	۵	سایهٔ دولت برین کنج خراب انداختی
خواب بیداران ببستی وانگه از نقش خیال	۶	تهمتی بر شبروان خیل خواب انداختی
پرده از رخ برفگندی یک نظر در جلوه گاه	۷	وز حیا حور و پری را در حجاب انداختی
از برای صید دل در گردنم زنجیر زلف	۸	چون کمند خسرو مالک رقاب انداختی
نصرة الدین شاه یحیی ای که تاج آفتاب	۹	از سر تعظیم و قدرت در تراب انداختی
زینهار از آب شمشیرت که شیران را از آن	۱۰	تشنه میکردی و گردان را در آب انداختی
باده نوش از جام عالم بین که بر اورنگ جم	۱۱	شاهد مقصود را از رخ نقاب انداختی
هر کسی با شمع رخسارت بنوعی عشق داشت	۱۲	زین میان پروانه را در اضطراب انداختی

(۱۳) از فریب نرگس مخمور و چشم می پرست
حافظ خلوت نشین را در شراب انداختی (۱۳)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ چاند پر تو نے خط مشکین کا نقاب ڈالا ہے۔ تو نے مہربانی کی کہ آفتاب پر سایہ ڈالا۔ معشوق کے چہرہ کو چاند اور آفتاب سے اور خطِ سبز کو نقاب اور سایہ سے تشبیہ دی ہے۔

ز خط عذار تو تا عنبریں نقاب شده		ز هاله خوئی ماه پای در رکاب شده

(۲) ترجمہ۔ تیرے عارض پر کی زلف دیکھئے ہمارا کیا حال کرتی ہے۔ فی الحال تو تو نے عجیب نقش کا نیرنگ پانی پر ڈالا ہے۔

نیرنگ (۱) جادو طلسم سحر۔ (۲) نقش۔ **نقش بر آب انداختن**۔ ظاہر ہے کہ پانی پر نقش قائم نہیں رہ سکتا۔ پس پانی پر نقش بنانا ایک محال کام سرانجام دینا ہے جو بمنزلہ سحر و طلسم کے ہے۔ عارضِ معشوق کو پانی سے اور اس پر زلف کو نقش سے تشبیہ دی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ عجیب نیرنگ ہے کہ تو نے عارض پر زلف کو ڈال کر گویا پانی پر نقش بنایا ہے۔ دیکھو یہ سحر و نیرنگ ہمارے ساتھ کیا کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ نے نے تہوڑی دیر کے لئے مطرب کے لب پر لب رکہا۔ چنگ کو ناخن کے نیچے نے بنا دیا۔
ظاہر ہے کہ نے منہ سے اور چنگ ناخن سے بجائی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس حسرت سے کہ نے کو بوسۂ لب مطرب نصیب ہوا ہے اور اسے ناخن کی خراش۔
چنگ نے کی طرح زار و نحیف ہوگئی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ جو ایک گہونٹ کے بدلے جان دیتا ہے۔ اس ہی جان لے لے اور اسے ایک پیالہ دے دو۔
یعنے عاشق کو ایک جام دے کر اس کے بدلے بیشک اس کی جان لے لے۔

(۸) ترجمہ۔ عود کو آگ پر رکھ اور انگیٹھی جلا۔ اور دسمبر کی سردی کی کثرت سے نہ ڈر۔
دے۔ شمسی مہینوں میں دسویں مہینے کا نام۔ جب کہ آفتاب برج جدی میں ہوتا ہے۔ مطابق نومبر۔ دسمبر۔

(۹) ترجمہ۔ اس کے بعد اگر آسمان تجھے تکلیف دے تو بادشاہِ رے کے دربار میں جا کر عرض کر۔
یہ شعر مدحیہ ہے۔ بادشاہ رے کے متعلق ہے۔ رے عراق عجم میں ایک شہر کا نام ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ جہاں بخشنے والا بادشاہ جسکے نام نے سخاوت میں حاتم کے قصہ کو مٹا دیا ہے۔
یہ شعر بھی بادشاہِ رے کی مدح میں ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ چنگ کو تہوڑی دیر کے لئے مطرب کے ہاتہ پر رکہہ اور اُسے کہو کہ اس کی تاروں کو چھیڑے تاکہ میں شور و خروش کروں۔
یعنے آوازِ چنگ پر وجد میں آؤں۔ رگ سے مراد چنگ کی تار۔

(۱۲) ترجمہ۔ شراب کا پیالہ سامنے لا اور حافظ کی طرح یہ غم نہ کر کہ جمشید کب تہا اور کاؤس کے کب
یعنے شراب پی اور دنیا کی ناپائداری کا غم نہ کہا۔

غزل (۱۳)

ای کہ بر ماہ از خطِ مشکین نقاب انداختی	لطف کردی سایہ بر آفتاب انداختی

(۹) ترجمہ۔ اے نصرت الدین شاہ یحیی کہ تو نے آفتاب کے تاج کو تعظیم اور قدرت کی وجہ سے خاک میں گرادیا

(۱۰) ترجمہ۔ تیری تلوار کی آب سے خدا کی پناہ! اگر شیریں کو تو اس سے تشنہ لب کرتا ہے اور پہلوانوں کو پانی میں غرق کرتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ جام جہان بیں سے شراب پی کر جمشید کے تخت پر تو نے شاہدِ مقصود کے چہرہ سے نقاب الٹ دیا ہے۔

یعنے تختِ جم پر تو شاہدِ مقصود کے ہم آغوش ہے۔ اس شعر میں بھی خطاب شاہ یحیی سے ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ ہر ایک شخص تیرے شمعِ رخسار کے ساتھ ایک قسم کا عشق رکھتا تھا۔ ان سب میں سے تو نے پروانہ کو اضطراب میں ڈال دیا۔

(۱۳) ترجمہ۔ تو نے نرگسِ مخمور یعنے مے پرست آنکھ کے فریب سے خلوت نشیں حافظ کو شراب خوار بنادیا۔

غزل (۱۴)

ای کہ دائم بخویش مغروری	۱	گر ترا عشق نیست معذوری
گرد دیوانگاں عشق مگرد	۲	کہ بعقل و عقیلہ مشہوری
مستی عشق نیست در سر تو	۳	رو کہ تو مست آب انگوری
روی زرد ست و آہ درد آلود	۴	عاشقاں را گواہ رنجوری

(۵)	بگذر از ننگ و نام خود حافظ ساغر مے طلب کہ مخموری	(۵)

(۱) ترجمہ۔ اے وہ شخص جو ہمیشہ اپنے آپ پر مغرور ہے۔ اگر تجھ میں عشق نہیں تو تو معذور ہے

حاصل کلام یہ کہ جب تک تو اپنے آپ پر مغرور ہے۔ عاشق نہیں ہو سکتا

(۲) ترجمہ۔ عشق کے دیوانوں کے گرد نہ پھر۔ کیونکہ تو عقل میں اور عقیلہ ہونے میں مشہور ہے۔

عقیلہ۔ سردارِ قوم۔ بہترین ہر چیز۔ برگزیدہ تریں۔ مطلب یہ ہے کہ عاقل کو دیوانگانِ عشق سے کیا کام

(۳) ترجمہ۔ تیرے سر میں عشق کی مستی نہیں ہے؛ چلا جا کہ تو شرابِ انگوری سے مست ہے۔

خواجہ صاحب نے یہاں پھر بتادیا ہے کہ ان کی شراب شرابِ انگور نہیں بلکہ شراب عشق ہے۔

نزند چوں خط مشکین تو نقشے بر آب	موبر آید ز کف دست اگر مانی را

(۳) ترجمہ۔ تمام جہان کے حسینوں سے تو حسن میں سبقت لے گیا۔ خوش رہ۔ جام کیخسرو طلب کر کیونکہ تو نے افراسیاب کو شکست دیدی ہے۔

افراسیاب۔ توران کے ایک عظیم الشان بہادر بادشاہ کا نام ہے۔ جو ایران کے کیانی بادشاہوں کے ساتھ مدتوں لڑتا رہا۔ اور آخر کار کیخسرو ابن سیاوش کے زمانے میں اُسکا دوہتا مارا گیا۔

(۴) ترجمہ۔ اگرچہ میں مستی سے خراب ہوں لیکن میری بندگی کو رد نہ کر۔ کیونکہ اس شغل میں تو نے مجھے ثواب کی امید میں ڈالا ہے۔

یعنے شراب نے مجھے مغفرت کا امیدوار بنا دیا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میرے ویران دل میں تو نے اپنے عشق کا خزانہ رکھا ہے۔ اس ویران گوشہ پر تو نے دولت کا سایہ ڈالا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ ویران دل ہی عشق کی منزل ہو سکتا ہے معمور اور خوش خرم دل میں عشق کی جگہ نہیں۔

بتانِ ہوش اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں	کہ جسکی جان جاتی ہے اسی کے دل میں رہتے ہیں

(۶) ترجمہ۔ بیداروں کی نیند تو نے بند کر دی اور پھر نقش خیال سے۔ نیند کے لشکر کے شبروں پر تو نے تہمت لگا دی۔

مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کی نیند تو تو نے خود بند کر دی چنانچہ رات بھر وہ جاگتے ہیں اور تیری تصویر کا نقشہ انکی آنکھوں میں رہتا ہے اور تہمت تو نے ان کی نیند پر لگائی ہے۔ کہ تیرے خیال میں وہ انکے پاس نہیں آتی۔

(۷) ترجمہ۔ جلوہ گاہ میں تھوڑی دیر کے لئے تو نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور حور و پری کو شرم کی وجہ سے حجاب میں کر دیا۔

یک نظر۔ تھوڑی دیر کے لئے۔ مطلب یہ ہے کہ حور و پری تجھے دیکھکر شرم کے مارے پردہ میں ہو گئیں

(۸) ترجمہ۔ دل کو شکار کرنے کے لئے تو نے میری گردن میں زلف کی زنجیر گردنوں کے مالک بادشاہ کے کمند کیطرح ڈال دی

مالک رقاب۔ گردنوں کا مالک۔ رقاب جمع ہے رقبہ کی بمعنے گردن۔ غرض مالک رقاب سے مراد شاہ یحیےٰ ممدوح خواجہ صاحب جسکا ذکر اگلے شعر میں آئے گا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ شاہ یحیےٰ کی کمند کیطرح تو نے میری گردن میں زلف کی زنجیر مجھے اسیر کرنے کے لئے ڈالی ہے۔

اس شعر میں گریز ہے مدح کیطرف۔

(۳) ترجمہ۔ ہماری بیماری کو تو ایک گوشہ چشم سے دور کر سکتا ہے۔ یہ کوئی انصاف نہیں کہ دیکھ بھی تو علاج نہ کرے۔

(۴) ترجمہ۔ ہماری آنکھ تیرے انتظار میں دریا بنی ہوئی ہے۔ تو سیر کے لئے کیوں دریا کے کنارے پر نہیں آتا۔

لب دریا سیر کے لئے جانا ظاہر۔ خواجہ صاحب نے کثرت گریہ سے اپنی آنکھوں سے دریا بہا دیا ہے اور معشوق کو کہتے ہیں کہ کبھی تفریح کے لئے اس دریا کے کنارے پر بھی آ۔

بیا در گوشۂ چشم نشین و سیر دریا کن (صائب)	سر شکم رفتہ رفتہ بے تو دریا شد تماشا کن

(۵) ترجمہ۔ تیرے کریمانہ اخلاق کے متعلق ظلم کے جتنے قصے بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ صاحب غرض لوگوں کی باتیں ہیں تو تو ظلم نہیں کرتا۔

(۶) ترجمہ۔ اے زاہد اگر ہمارا معشوق تجھے جلوہ دکھائے تو پھر خدا سے تو شراب شاہد کے بغیر اور کچھ تمنا نہ کرے

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تو اس کے دو ابروں کے محراب میں سجدہ کر۔ کیونکہ اس جگہ کے بغیر صدق سے تو اور کہیں دعا نہیں کر سکتا۔

غزل (۱۶)

ای کہ در کوی خرابات مقامی داری	۱	جم وقت خودی ار دست بجامی داری
ای کہ با زلف رخ یار گذاری شب و روز	۲	فرصتت باد کہ خوش صبحی و شامی داری
ای صبا سوختگان بر سر رہ منتظر اند	۳	اگر از یار سفر کردہ پیامی داری
بوی جان از لب خندان قدح می شنوم	۴	بشنو ای خواجہ تو گر زانکہ مشامی داری
کامی ار می طلبد از تو غریبے چہ شود	۵	توئی امروز درین شہر کہ نامی داری
خال سرسبز تو خوش دانہ عیش ست ولے	۶	بر کنار چمنش وہ کہ چہ دامی داری
گو بہنگام وفا گرچہ ثباتت نبود	۷	میکنم شکر کہ بر جور دوامی داری

(۴) ترجمہ۔ زرد چہرہ اور درد آلود آہ عاشقوں کی بیماری کے گواہ ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے حافظ ننگ و ناموس کو چھوڑ۔ شراب کا پیالہ مانگ کہ تو خمار کی حالت میں ہے۔

غزل (۱۵)

ای کہ در کشتن ما ہیچ مدارا نکنی	۱	سود و سرمایہ بسوزی و محابا نکنی
دردمنداں غمت زہر ہلاہل نوشند	۲	قصد این قوم خطا باشد ہین تا نکنی
رنج ما را کہ تواں برد بیک گوشۂ چشم	۳	شرط انصاف نباشد کہ مداوا نکنی
دیدۂ ما کہ بامید تو دریاست چرا	۴	بتفرج گذرے بر لب دریا نکنی
نقل ہر جور کہ از خلق کریمت گویند	۵	قول صاحب غرضانست تو اینہا نکنی
بر تو گر جلوہ کند شاہد ما ای زاہد	۶	از خدا جز می و معشوق تمنا نکنی

(۷) حافظا سجدہ بمحراب دو ابرویش کن
کہ دعائی ز سر صدق جز آنجا نکنی (۷)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تو ہمارے قتل کرنے میں بالکل کوئی رعایت نہیں کرتا۔ اصل و سود تمام جلا دیتا ہے اور کچھ لحاظ نہیں کرتا۔

محابا۔ دراصل محابات ہے۔ چھوڑنا۔ معاف کرنا۔ مروت۔ رعایت۔ صلح۔ نگہداشت۔ لحاظ

(۲) ترجمہ۔ تیرے عشق کے دردمند زہر قاتل پیتے ہیں۔ اِن لوگوں کو ایذا دینے کا ارادہ کرنا غلطی ہے خبردار ایسا نہ کرنا۔

ہلاہل۔ بفتح ہائے اول و کسر ہائے دوم۔ زہر قاتل جو کسی دوا اور تریاق سے علاج پذیر نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ ہلاہل ایک پہاڑ کا نام ہے جو حدودِ چین میں واقع ہے۔ اس پہاڑ پر ایک درخت کی جڑ ہے جسے پہاڑ کے نام پر ہلاہل کہتے ہیں اور وہ زہر قاتل ہے۔ **ہین** کلمہ تنبیہ۔ خبردار۔ ہوشیار!

بعض دیوانوں میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے۔ ع دردمندانِ بلا زہر ہلاہل دہند۔

(۹) ترجمہ۔ بہت سی صبح کی دعائیں تیری جان کی محافظ ہونگی۔ کیونکہ تو حافظ جیسا شب خیز غلام رکہتا ہی

غزل (۱۷)

۱ ای کہ مہجوری عشاق روا میداری ۔۔۔ بندگان را ز بر خویشش جدا میداری

۲ تشنۂ بادیہ را ہم بزلالی دریاب ۔۔۔ بامیدی کہ درین رہ بخدا میداری

۳ دل ربودی و بحل کردمت ای جان لیکن ۔۔۔ بہ ازین دار نگاہش کہ مرا میداری

۴ ساغر ما کہ حریفان دگر مے نوشند ۔۔۔ ما تحمل نکنیم ار تو روا میداری

۵ ای مگس عرصۂ سیمرغ نہ جولانگہ تست ۔۔۔ عرض خود می بری و زحمت ما میداری

۶ تو بتقصیر خود افتادی ازین در محروم ۔۔۔ از کہ می نالی و فریاد چرا میداری

۷ ای دل خام طمع شرمی ازین قصہ بدار ۔۔۔ کار ناکردہ چہ امید عطا میداری

(۸) حافظا عادت خوبان ہمہ جورست و جفا ۔۔۔ تو کہ زین طائفہ امید وفا میداری (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تو عاشقوں کی مہجوری کو روا رکھتا ہی اور غلاموں کو اپنے پاس سے جدا رکھتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ ٹھنڈا پانی دے کر جنگل کے پیاسہ کی دلجوی کر۔ اس امید میں جو خدا سے تو اس راہ میں رکھتا ہے

یعنے اگر روزِ قیامت خدا سے آب کوثر کی امید رکھتا ہی تو تشنگانِ عشق کو پانی پلا۔

(۳) ترجمہ۔ اے جان تو میرا دل لے گیا اور میں نے تجھے معاف کیا لیکن اس کی اس سے زیادہ نگاہداشت کر جتنی کہ تو میری کرتا ہے۔

یعنے مجھے تو بہت خواری میں رکہا ہے لیکن میرے دل کو اتنا خوار نہ کرنا۔

(۴) ترجمہ۔ ہمارا پیالہ جو دوسرے حریف پی رہے ہیں۔ اگر تو اس بات کو جائز ٹھیراتا ہی تو ہم تو اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے۔

(۵) ترجمہ۔ اے مکہی سیمرغ کا میدان تیری جولانگاہ نہیں ہی۔ تو اپنی آبرو برباد کرتی ہی اور ہمیں تکلیف دیتی ہی

مہربان شد فلک و ترک جفا کاری کرد	۸	تو ئی ای جان کہ درین شیوہ خرامی داری

(۹) بس دعای سحرت حافظ جان خواہد بود
توکہ چون حافظ شب خیز غلامی داری (۹)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ میخانہ کے کوچہ میں تیرا مقام ہے۔ اگر تیرے ہاتھ میں پیالہ ہے تو تو اپنے وقت کا بادشاہ ہے جام اور جم کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ اے کہ تو معشوق کے چہرہ اور زلف کے ساتھ دن رات گذارتا ہے تجھے یہ موقع دیر تک ملتا رہے کہ تو اچھی صبح اور شام رکھتا ہے۔

خوش صبحے و شامے داری یعنے تیرا وقت بہت اچھا گذر رہا ہے۔ زلف و رخ شب و روز اور صبح و شام کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اے صبا سوختہ دل عاشق راہ میں منتظر بیٹھے ہیں۔ اگر تیرے پاس سفر کردہ معشوق کا کوئی پیغام ہو (تو سنادے)

(۴) ترجمہ۔ میں پیالہ کے لب خنداں سے جان کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ اے خواجہ اگر تیرا دماغ ہے تو تو بھی سونگھ

(۵) ترجمہ۔ اگر کوئی غریب تجھ سے مقصد مانگتا ہے تو کیا حرج ہے۔ آج اس شہر میں تو ہی تو ہے جسکا نام مشہور ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرا سر سبز خال اچھا دانہ ہے لیکن اسکے چمن کے کنارہ پر واہ واہ تو نے کیا اچھا جال پھیلایا ہے۔

خال کو دانہ اور زلف یا خط مشکین کو دام کہا ہے۔ چمن سے مراد چہرہ۔

	خالِ تو دانہ و زلفِ تو دام دام	مرغیکہ دانہ چید گرفتار دام شد	
	حسنِ سبزت بخط سبز مرا کرد اسیر	دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم	غنی

(۷) ترجمہ۔ اُسے کہو کہ اگرچہ وفا کے وقت تجھے استحکام نہیں۔ میں اسی بات پر شکر گذار ہوں کہ تو ظلم پر تو ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ آسمان مہربان ہو گیا اور ظلم کرنا چھوڑ دیا۔ اے جان تو ہی ہے کہ ظلم کے شیوہ پر قائم ہے۔

خرام۔ استواری۔ عزم۔

(۳) ترجمہ۔ میں اپنے خستہ دل کا حال لوگوں سے بیان نہیں کرونگا کیونکہ اگر یہ قصہ بیان کرنا ہو تو چنگ و رباب سے بیان کرنا اچھا ہے۔
یعنے عوام محرم راز نہیں اُن سے دلِ پُر درد کا قصہ بیان نہیں کرنا چاہئے۔ چنگ و رباب لے کر خلوت میں درد دل کا حال بیان کیا جا سکتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب تک آسمان کے طریقے اسی طرح بے سر و پا رہینگے۔ بہتر یہی ہے کہ سر میں ساقی کی ہوس ہو اور ہاتھ میں شراب
یعنے فلکِ غدار کے نیچے مے و معشوق کا شغل ہی اچھا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تجھ جیسے دلدار سے میں دل نہیں ہٹا سکتا ہاں اگر اُس پر تابِ لف سے رنج پہنچے تو اچھا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے حافظ جب تو بوڑھا ہو گیا ہے تو شراب خانہ سے نکل جا کیونکہ رندی اور ہوسناکی جوانی میں ہی اچھی ہے
اسی مضمون کے لئے دیکھو ۹/۵۔

شوخی و طفل مزاجی نہ سزد در پیری		صبح شد نافتش از شام چہ معنی دارد	(نعمت خان عالی)

غزل (۱۹)

با مدعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی	۱	تا بیخبر بمیرد در رنجِ خود پرستی
با ضعف و ناتوانی ہمچوں نسیم خوش باش	۲	بیماری اندریں غم خوشتر ز تندرستی
تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی	۳	یک نکتہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی
در آستانِ جانان از آسمان میندیش	۴	کز اوجِ سربلندی افتی بخاکِ پستی
عاشق شوار نہ روزی کارِ جہاں سر آید	۵	ناخواندہ نقشِ مقصود از کارگاہِ ہستی
آں روز دیدہ بودم ایں فتنہا کہ برخاست	۶	کز سرکشی زمانے با ما نمی نشستی
خار ارچہ جان بکاہد گل عذر آں بخواہد	۷	سہل است تلخی می در جنبِ ذوقِ مستی
صوفی پیالہ پیما ساقی قرابہ پرکن	۸	ای کوتہ آستینان تا کی دراز دستی
در حلقۂ مغانم دوش آں پسر چہ خوش گفت	۹	با کافران چہ کارت گر بت نمی پرستی
در مذہبِ طریقت خامی نشانِ کفر است	۱۰	آری طریقِ رنداں چالاکیست و چستی

مگس سے مراد عاشقانِ خام - بلہوس لوگ -

(۶) ترجمہ - تو اپنے قصور سے اس دروازہ سے محروم رہا - کس کے ہاتھ سے روتا ہے اور فریاد کیوں کرتا ہے

یعنے اس کا فیض تو عام ہے - اگر تو محروم رہا ہے تو تیرا اپنا قصور ہے - فریاد کیوں کرتا ہے دیکھو ق ۱۳/۸

فیض منعم با تنگ ظرفاں چہ سازد چوں حباب (نقش خالی) کاسہ اش خالی ست گر ہم صحبت دریا شود

(۷) ترجمہ - اے خام طمع دل اس بات سے شرم کر - کام تو کیا نہیں عطا کی امید کس طرح رکھتا ہے -

یعنے بغیر سعی و عمل کے عطا کی امید فضول ہے -

(۸) ترجمہ - اے حافظ حسینوں کی عادت تو تمام تر جور و جفا کی ہے - تو اس طائفہ سے وفا کی امید رکھتا ہے

غزل ۱۸

ایں خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولٰی	۱	ویں دفتر بے معنی غرق مے ناب اولٰی
چوں عمر تبہ کردم چنداں کہ نگہ کردم	۲	در کنج خراباتی افتادہ خراب اولٰی
من حال دل خستہ با خلق نخواہم گفت	۳	کایں قصہ اگر گویم با چنگ و رباب اولٰی
تا بے سر و پا باشد اوضاع فلک زینسا	۴	در سر ہوس ساقی در دست شراب اولٰی
از ہمچو تو دلداری دل بر نکنم آری	۵	اگر تاب کشم باری زاں زلف بتاب اولٰی

(۶) چوں پیر شدی حافظ از میکدہ بیروں رو
رندی و ہوسناکی در عہد شباب اولٰی (۶)

(۱) ترجمہ - یہ خرقہ جو میں رکھتا ہوں رہن شراب ہو تو اچھا ہے - اور یہ بے معنی دفتر شراب خالص میں غرق کر دیا جائے تو اچھا ہے -

یعنے خرقہ زہد ظاہری اور مدرسہ کی درس و تدریس سے مستی عشق بہتر ہے -

(۲) ترجمہ - جب میں عمر تباہ کر چکا جتنا غور کیا (معلوم ہوا) کہ شرابخانہ کے گوشہ میں مست پڑے رہنا بہتر ہے -

دیر ہی نہیں بیٹھتا تھا۔

یعنے تیری سرکشی سے اسی وقت معلوم ہو گیا کہ تو کوئی فتنے اٹھائے گا۔

(۷) ترجمہ۔ کانٹا اگرچہ جان خراش ہے لیکن پہول عذر خواہی کر دیتا ہے (اسی طرح) ذوقِ مستی کے پہلو میں شراب کی تلخی آساں معلوم ہوتی ہے۔

یعنے قاعدہ ہے کہ بغیر رنج کے راحت نہیں۔ کانٹا تکلیف دہ ہے لیکن پہول کے لئے کانٹے کی تکلیف برداشت کر لی جاتی ہے۔ اسی طرح ہر چند شراب تلخ ہے لیکن اسکی تلخی اس کی مستی کے مقابلہ میں کچھہ چیز نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اے صوفی پیالے اور اے ساقی صراحی بھر دے۔ اے کوتاہ آستینوں کب تک دراز دستی کرو گے۔ کوتاہ آستین سے مراد زاہدانِ ظاہر دار دیکھو شعر ن ۱۵/۲

(۹) ترجمہ مغوں کے حلقہ میں کل اس لڑکے نے بہجے کیا اچہا کہا کہ اگر تو بت پرستی نہیں کرتا تو (ہم) کافروں سے تیرا کیا کام ہے۔

بعض دیوانوں میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے ع در حلقۂ مغانم دی شب بطنز گفتند

(۱۰) ترجمہ۔ مذہب طریقت میں خامی کفر کا نشان ہے۔ بیشک رندوں کا طریقہ چالاکی اور چستی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مذہب طریقت میں پختگی چاہیے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے ہمارے بادشاہ! خدا را (مدد کر) کہ تیری زلف نے ہمیں مار ڈالا۔ یہ حبشی غلام کب تک ہمارے ساتھ اتنی دراز دستی کرے گا۔

سیاہ۔ حبشی غلام یہاں مراد زلف۔ سلطان سے مراد معشوق۔ سلطان و سیاہ کی رعایت ظاہر

(۱۲) ترجمہ۔ اگر تو کوئی خرقہ دیکھے تو اپنے کام میں مشغول ہو جا۔ تمام قبلہ گاہ خود پرستی میں مشغول ہیں

قبلہ گاہ مجاز آہر بزرگ آدمی کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو کسی خرقہ پوش بزرگ کو دیکھے تو اس کیطرف توجہ نہ کر اپنے کام میں مصروف ہو جا۔ کیونکہ یہ بزرگ تمام خود پرست ہوتے ہیں۔

(۱۳) ترجمہ۔ سلامتی کے گوشہ میں ہم کسطرح مستور رہ سکتے ہیں جب کہ تیری مست آنکھہ مستی کے اسرار ہمیں بتاتی ہے۔

دیکھو شعر الف ۴/۱۔

سلطان ما خدارا زلفت شکست ما را	۱۱	تا کی کند سیاہی چندین درازدستی
گر خرقہ بہ بینی مشغول کار خود باش	۱۲	ہر قبلہ گاہ باشد مشغول خودپرستی
در گوشہ سلامت مستور چون توان بود	۱۳	تا نرگس تو گوید با ما رموز مستی
عشقت بدست طوفان خواہد سپرد ای جان	۱۴	چون برق ازین کشاکش پنداشتی کہ رستی

(۱۵) از راہ دیدہ **حافظ** تا دیدہ زلف سپت
باجملہ سربلندی شد پایال پستی (۱۵)

(۱) ترجمہ۔ مدعی کو عشق اور مستی کے اسرار نہ بتاؤ۔ تاکہ وہ خود پرستی کے رنج میں ہی بے خبر مر جائے۔
یعنے مدعی کو خود پرستی میں ہی مرنے دو۔ عشق و مستی کے اسرار اُسے نہ بتاؤ۔

(۲) ترجمہ۔ نسیم کی طرح ضعف و ناتوانی کے باوجود خوش رہ۔ اِس غم میں بیمار رہنا تندرستی سے بہتر ہے۔
نسیم کا ضعیف اور ناتوان ہونا اور باوجود ناتواں ہونے کے خوش رہنا ظاہر ہے

(۳) ترجمہ۔ جب تک تو اپنے علم و فضل کو دیکھتا رہے گا معرفت سے خالی بیٹھا رہے گا۔ میں تجھے ایک ہی نکتہ بتاتا ہوں۔ اپنے آپ کو نہ دیکھ پھر نجات حاصل ہو گی۔
حاصل کلام یہ کہ اپنے علم و فضل پر مغرور بیٹھے رہنے سے معرفت نزدیک نہیں آتی۔ خود بینی اور خود رائی کو چھوڑ تاکہ تجھ پر معرفت کے دروازے کھول دیئے جائیں اور نجات ملے۔

تو خود را گماں بردۂ پُر خرد	انا سے کہ پُر شد دگر چوں پرد
ز دعوٰی تہی آی تا پُر شوی	تو از خود پری زاں تہی میروی
ز ہستی در آفاق سعدی صفت	تہی گرد و باز آ پُر معرفت

(۴) ترجمہ۔ معشوق کے آستانہ پر آسمان کا خیال نہ کر ورنہ سربلندی کے اوج سے تو خاکِ پستی پر گر جائیگا۔

(۵) ترجمہ۔ عاشق بن ورنہ ایک روز جہان کا خاتمہ ہو جائیگا اور تو نے کارگاہِ ہستی سے نقشِ مقصود باال نہ پڑھا ہوگا۔
یعنے اگر عشق اختیار نہیں کریگا تو دنیا سے محروم جائیگا اور گوہرِ مقصود ہاتھ نہیں آئے گا۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے اسی روز دیکھ لیا تھا کہ یہ فتنے اٹھیں گے۔ جب کہ سرکشی کی وجہ سے تو ہمارے پاس نہ بیٹھتی

مطلب یہ ہے کہ زندگی ہر چند قیمتی ہے لیکن چونکہ چند روزہ ہے اس لئے یہ تیرے پاؤں کی خاک کی قیمت نہیں ہو سکتی۔ البتہ اگر زندگی جاودانی ہوتی تو تیرے پاؤں کی خاک کی قیمت کی ہوتی۔

(۴) ترجمہ۔ وصال کا تو کیا ذکر ہے میں خواب میں بھی اُسے نہیں دیکھتا۔ اگر یہ نہیں تھا اور ہم نے اُسے (بیداری میں) نہ دیکھا تھا تو کاشکہ (خواب میں تو) دیکھتے۔

(۵) ترجمہ۔ سرو اس کے قد کی غلامی کا اعتراف کرتا۔ اگر سوسنِ آزاد کی طرح اسکی دس زبانیں ہوتیں۔

سرو اور قدِ یار کے لئے دیکھو شعری ۵۔

(۶) ترجمہ۔ حافظ کی فریاد پردہ سے کب باہر ہوتی اگر وہ مرغانِ صبح خواں کا ہمدم نہ ہوتا۔

مرغانِ صبح خوان سے مراد بلبلیں۔

غزل (۲۱)

بچشم کردہ ام ابروی ماہ سیمائی	۱	خیال سبز قدی نقش بستہ ام جائی
زمام دل بکسی دادہ ام من مسکین	۲	کہ نیستش بکس از تاج و تخت پروائی
سرم زدست شد و چشم ز انتظار بسوخت	۳	در آرزوی سر و چشم مجلس آرائی
زہی کمال کہ منشور عشقبازی من	۴	از آن کمانچۂ ابرو رسد بطغرائی
مرا کہ از رخ تو ماہ در شبستان ست	۵	کجا بود بفروغ ستارہ پروائی
مکدرست دل آتش بخرقہ خواہم زد	۶	بیا ببین تو اگر میکنی تماشائی
بروز واقعہ تابوت ما ز سرو کنید	۷	کہ مردہ ایم ز داغ بلند بالائی
دران مقام کہ خوبان بغمزہ تیغ زنند	۸	عجب مکن ز سری کو فتادہ در پائی
فراق و وصل چہ باشد رضای دوست طلب	۹	کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائی

(۱۰) زشوق سر بدر آرند ماہیان از آب
اگر سفینۂ حافظ رسد بدریائی (۱۰)

(۱۴) ترجمہ۔ اے جانِ عشق تجھے طوفان کے حوالے کریگا۔ تو نے سمجھا ہی کہ اس کشایش سے بجلی کی طرح تو نکل گئی۔

جان سے مراد اپنی جان، مطلب یہ ہے کہ عشق سے رہائی مشکل ہے

(۱۵) ترجمہ۔ حافظ نے جب سے آنکھوں سے تیری پست زلف کو دیکھا ہے۔ باوجود تمام سربلندی کے پستی کا پامال ہوگا۔

زلفِ پست سے مراد زلفِ دراز جو لٹک کر نیچے تک پہنچ جائے۔

غزل (۲۰)

بجانِ او کہ گرم دسترس بجاں بودے	۱	کمینہ پیشکش بندگانش آں بودے
اگر دلم نشدے پای بندِ طرۂ او	۲	کیم قرار درین تیرہ خاکداں بودے
بگفتمے کہ بہا چیست خاکِ پای ترا	۳	اگر حیاتِ گرانمایہ جاوداں بودے
بخواب نیز نمی بینمش چہ جای وصال	۴	چو ایں نبود و ندیدیم بارے آں بودے
بہ بندگی قدش سرو معترف گشتی	۵	اگر چو سوسن آزادہ دہ زباں بودے

(۶) زپردہ نالۂ حافظ بروں کی افتادی
اگر نہ ہمدم مرغانِ صبح خواں بودے (۶)

(۱) ترجمہ۔ اس کی جان کی قسم ہی کہ اگر جان میرے قابو میں ہوتی۔ تو اسے میں اس کے غلاموں کے سامنے ادنیٰ پیشکش بناتا۔

یعنے اگر جان میرا اختیار میں ہوتی تو ضرور اسے اپنے معشوق پر قربان کرتا۔

(۲) ترجمہ۔ اگر میرا دل اس کی زلف میں گرفتار نہ ہوتا۔ تو اس تیرہ خاکدان میں مجھ کب قرار ہوتا۔

تیرہ خاکدان سے مراد دنیا۔

(۳) ترجمہ۔ میں بتا دیتا کہ تیری خاکِ پا کی قیمت کیا ہی۔ اگر قیمتی زندگی جاودانی ہوتی۔

غزل (۲۲)

پدید آمد رسوم بے وفائی	۱	نماند از کس نشان آشنائی
برند از فاقہ پیش ہر خسیسی	۲	کنوں اہل ہنر دست گدائی
کسی کو فاضل ست امروز در دہر	۳	نمی بینند ز غم یکدم رہائی
کسی کو جاہل ست اندر تنعم	۴	متاع او بود ہر دم بہائی
اگر شاعر بخواند شعر چوں آب	۵ ق	کہ دل را ز و فزاید روشنائی
نہ بخشندش جوی از بخل و امساک	۶	اگر خود فی المثل باشد سنائی
خرد در گوش ہوشم دوش مے گفت	۷	برو صبر سے بکن در بی نوائی

(۸) بیا حافظ بجاں این پند بنیوش
کہ گر از پا بیفتے بر سر آئی (۸)

(۱) ترجمہ۔ بیوفائی کے طریقے ظاہر ہو گئے ہیں۔ اور کسی میں آشنائی کا نشان باقی نہیں رہا۔

(۲) ترجمہ۔ اب تمام اہل ہنر فاقہ کی وجہ سے ہر ایک خسیس کے سامنے دستِ گدائی پھیلاتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ آج زمانہ میں جو شخص فاضل ہے۔ وہ غم سے ایک دم رہائی نہیں پاتا۔

مرد تا کسب ہنر کرد بلا حاصل کرد	قطرہ گوہر چو شود بیم شکستن دارد

(۴) ترجمہ۔ اور جو کوئی جاہل ہے ناز و نعمت میں اسکی متاع ہر وقت قیمتی ہے۔

جورِ فلک بر اہل کمال است منحصر	غم نیست از خسوف مہ ناتمام را

(۵) ترجمہ۔ اگر شاعر پانی کیطرح ایسے رواں شعر پڑھے کہ جن سے دل کی روشنائی بڑھے۔

(۶) ترجمہ۔ تو بخل و امساک سے اسے ایک جو کا دانہ بھی نہیں دینگے اگر وہ مثلاً سنائی ہی ہو۔

یہ دو نو شعر قطعہ بند ہیں سنائی سے مراد حکیم سنائی مصنفِ حدیقہ۔ مشہور شاعر گذرے ہیں
گذشتہ تمام شعرا اہل زمانہ کی ناقدر شناسی اور آسمان کی سفلہ پروری پر ہیں۔ دیکھو شعر د ۱۲۶/۱ د ۱۲۱/۴

(۱) ترجمہ۔ ایک مہ سیما کی ابرو آنکھہ میں سمائی ہے۔ ایک سرو قد کے خیال کا کسی جگہ نقشہ بنایا ہے۔

جا سے مراد یہ ہے کہ دل میں نقشہ بنایا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ مجھہ مسکین نے دل کی باگ ایک ایسے شخص کو دی ہے کہ اسے کسی سے تاج و تخت کی پرواہ بھی نہیں ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میرا سر ہاتھہ سے چلا گیا اور آنکھہ انتظار میں جل گئی کسی مجلس آرا (معشوق) کے سر و چشم کی آرزو میں۔

(۴) ترجمہ۔ بہت کمال ہوگا اگر میری عشقبازی کا منشور۔ اُس کمان ابرو سے طغرا تک پہنچ جائے۔

منشور پراگندہ۔ پھیلا ہوا۔ پریشان۔ فرمان شاہی۔ پروانہ۔ مجازاً مشہور۔ طغرا۔ پیچیدہ خط جس میں بادشاہوں کا نام اور القاب فرمان پر لکھا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بڑے کمال کی بات ہوگی اگر میری عشقبازی کے پروانہ پر طغرا لکھا جائے۔ یعنی میری عشقبازی کے دفتر کے عنوان پر اس ملکِ حسن کے بادشاہ کا نام لکھا جائے۔ یا میری عشقبازی اس سے منسوب ہو جائے۔

ابرو (بوجہ خم) اور طغرا کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ میرے شبستاں میں تیرے چہرہ کا چاند ہے۔ مجھ کو ستارہ کی روشنی کی کیا پرواہ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میرا دل مکدّر ہے میں خرقہ کو آگ لگا دوں گا۔ اگر تماشا دیکھتا ہے تو آ اور دیکھہ۔

(۷) ترجمہ۔ میرے مرنے پر میرا تابوت سرو کی لکڑی کا بناؤ۔ کیونکہ میں ایک سرو قد کے داغ میں مرتا ہوں

(۸) ترجمہ۔ جس جگہ حسین غمزہ کی تلواریں چلائیں۔ وہاں کوئی عجب نہیں کہ سر کٹ کر پاؤں میں گریں۔

(۹) ترجمہ۔ فراق اور وصال کیا چیز ہے معشوق کی رضا طلب کر۔ کیونکہ معشوق سے سوائے معشوق کی تمنا کے اور کچھہ تمنا رکھنی افسوس کی بات ہوگی۔

زتو ار زانی ای زاہد ہمہ من یار میخواہم	نہ جنت جویم و نے حور نے انہار میخواہم

(۱۰) ترجمہ۔ شوق کی وجہ سے مچھلیاں پانی سے سر باہر نکالیں گی۔ اگر حافظ کا دیوان کسی دریا کے نزدیک جائے۔

سفینہ (۱) کتاب غزلیات (۲) کشتی۔

لہذا سفینہ۔ اور دریا کی رعایت ظاہر۔

بیشک عشق کی قید باقی تمام قیود سے رہا کر دیتی ہے۔

از ہمہ بندہا رہا بودن	بندِ معشوق چوں بہ بست بہ پا

(۶) ترجمہ۔ موسم بہار میں خدا کے لئے توبہ توڑ دے۔ کیونکہ موسم بہار کو قیام نہیں ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے عزیز عمر کی نو بہار گذر گئی جس طرح کہ باغ سے بادِ بہاری۔

یعنے بادِ بہاری کی طرح زمانۂ شباب جلد گذر جاتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ آ اور کڑوی نصیحت سن۔ عمر کو غفلت میں کیوں گذارتا ہے۔

غزل (۲۴)

خون خوری گر طلب روزی نہادہ کنی	۱	بشنو این نکتہ کہ خود را زغم آزادہ کنی
حالیا فکر سبو کن کہ پراز بادہ کنی	۲	آخر الامر گل کوزہ گران خواہی شد
عیش با آدمی چند پریزادہ کنی	۳	جہد بنما کہ در ایام گل و عہد شباب
مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی	۴	تکیہ بر جای بزرگاں نتواں زد بگزاف
گر نگاہے سوئے فرہاد دل افتادہ کنی	۵	اجرہا باشدت ای خسرو شیریں حرکات
مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کنی	۶	خاطرت کی رقم فیض پذیرد ہیہات
کہ جہاں پر سمن و سوسن آزادہ کنی	۷	ای صبا بندگی خواجہ جلال الدین کن

(۸)	کار خود گر بخدا باز گزاری حافظ ای بسا عیش کہ با بخت خدادادہ کنی	(۸)

(۱) ترجمہ۔ یہ نکتہ سن تاکہ تو اپنے آپ کو غم سے آزاد کرے۔ اگر تو نامقرر شدہ روزی کی طلب کریگا تو خونِ جگر پیئے گا۔

روزی نہادہ۔ یعنے روزی جو تیری قسمت میں نہیں لکھی گئی۔ خواجہ صاحب نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ جو کچھ تیری قسمت میں ہے مل جائیگا۔ زیادہ کے لئے سعی و کوشش بیفائدہ ہے اور اپنے دل کو خون کرنا ہے

د ۱۲۱/۸ م ۱۳/۴ م ۲۲/۵ ت ۱/۳ د ۱۲۰/۶ م ۴۵/۲-۴ ۔

(۷) ترجمہ ۔ کل عقل نے میرے ہوش کے کانوں میں کہا کہ جا بینوائی پر صبر کر۔

(۸) ترجمہ ۔ اے حافظ آ اور جان سی یہ نصیحت سُن ۔ کہ اگر تو کرے گا تو آخر سر بلند ہوگا۔

غزل (۲۳۱۲)

بروز اہد بامیدی کہ داری	۱	کہ دارم ہمچناں امیدواری
بجز ساغر کہ دار د لالہ در دست	۲	بیا ساقی بیاور انچہ داری
مرا در رشتۂ دیوانگان کش	۳	کہ مستی خوشترست از ہوشیاری
بپرہیز از من ای صوفی بپرہیز	۴	اگر کردم توبہ از پرہیزگاری
بیا دل در خم گیسوی او بند	۵	اگر خواہی خلاص و رستگاری
بوقت گل خدارا توبہ بشکن	۶	کہ عہد گل ندارد استواری
عزیزا نوبہار عمر بگذشت	۷	چو بر طرف چمن باد بہاری

(۸) بیا حافظ بہ پند تلخ کن گوش (۸)
چرا عمری بغفلت میگذاری

(۱) ترجمہ ۔ اے زاہد اس امید کے ساتھ جو تو رکھتا ہی جا کیونکہ میں بھی ایسی ہی امید رکھتا ہوں۔
یعنے اگر تجھے خدا کے لطف و کرم پر امید ہے تو مجھے بھی ہے ۔ جا اپنا کام کر۔

(۲) ترجمہ ۔ سوائے اس پیالہ کے جو لالہ کے ہاتھ میں ہے اے ساقی جو کچھ تیرے پاس ہی لا۔

(۳) ترجمہ ۔ مجھے دیوانوں کے سلسلہ میں شامل کر ۔ کیونکہ مستی ہشیاری سے بہتر ہے۔

(۴) ترجمہ ۔ اے صوفی مجھ سی پرہیز کر پرہیز کر ۔ کیونکہ میں نے پرہیزگاری سے توبہ کرلی ہے۔
دیکھو شعر د ۱/۶

(۵) ترجمہ ۔ آ اور اس کی زلف کے خم میں دل کو باندھ دی اگر تو خلاصی اور نجات چاہتا ہے۔

ذخیرۂ بنہ از رنگ و بوی فصل بہار	۲	کہ میرسند ز رہ رہزنان بہمن و دے
زمانہ ہیچ نبخشد کہ باز نستاند	۳	مجوز سفلہ مروت مجوز ناکس شے
چو گل نقاب برافگند و مرغ زد ہو ہو	۴	منہ ز دست پیالہ چہ میکنی ہی ہے
خزینہ داری میراث خوارگان کفرست	۵	بقول مطرب و ساقی بفتوی دف و نے
چو ہست آب حیاتت بدست تشنہ ممیر	۶	فلاتمت و من الماء کل شئی حیی
نوشتہ اند بر ایوان جنت الماوے	۷	کہ ہر کہ عشوۂ دنیا خرید وای بوے
سخا نماند سخن طے کنم بیا ساقی	۸	بدہ بشادی روح روان حاتم طے
شکوہ سلطنت و حکم کی ثباتی داشت	۹	ز تخت جم سخنے ماندہ است و افسر کے

(۱۰) بخیل بوی خدا نشنود بیا حافظ
پیالہ گیر و کرم کن کہ الضمان علی (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ بلبل اور قمری کی آواز پر اگر تو شراب نہیں پیتا۔ تو میں تیرا علاج کب کر سکتا ہوں۔ آخری علاج داغ ہے کے۔ در اصل کی مشدد ہے یہاں بہ تخفیف پڑھی جائیگی۔ گرم لوہے سے اعضا پر داغ دینا ظاہر ہے کہ جب اور کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی تو بیمار عضو پر گرم لوہے سے داغ لگاتے ہیں۔
شعر کا مطلب یہ ہی کہ اگر بلبل اور قمری کی آواز ہی تجھے شراب پینے کی رغبت نہ دلاے تو سمجھ کہ تیری بیماری لا علاج ہے۔

(۲) ترجمہ۔ موسم بہار کے رنگ و بو سے ذخیرہ جمع کر۔ کیونکہ بہمن و دے کے رہزن راہ سے آرہی ہیں یعنے بہار سے فائدہ اٹھاے۔ خزان آرہی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کوئی ایسی چیز نہیں دیتا جو پھر واپس نہ لیتا ہو کمینوں سے مروت اور ناکس سی کچھ چیز نہ مانگ زمانہ کو سفلہ اور ناکس کہا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب پھول نے نقاب الٹا اور پرندو نے ہو ہو کی آواز کی۔ ہاتھ سے پیالہ نہ چھوڑ۔ ہے ہے کیا کرتا ہے۔
یعنے موسم بہار ہی بلبلیں چہچہا رہی ہیں۔ تو ایسے وقت شراب نہیں پیتا۔ بڑا افسوس ہی تو کیا کرتا ہی

(۲) ترجمہ۔ آخر کار تو کوزہ گروں کی مٹی ہو جائے گا۔ اب سبو کی فکر کر کہ اُسے شراب سے بھر دے۔
مطلب یہ ہے کہ پیشتر اسکے کہ کوزہ گر تیری خاک سے کوزے بنائیں تو کوزے کو شراب سے بھر اور پی۔

خوش باش کہ غصہ بیکراں خواہد بود	بر چرخ قراں ز اختراں خواہد بود
خشتے کہ ز قالب تو خواہند زدن	ایواں وسرائے دگراں خواہد بود

(۳) ترجمہ۔ کوشش کر کہ موسم بہار اور عہد شباب میں چند پریزادہ آدمیوں کے ساتھ تو عیش کرے۔
(۴) ترجمہ۔ بزرگوں کی جگہ پر لاف وگزاف سے تکیہ نہیں لگا سکتے۔ بلکہ بزرگی کے تمام اسباب آمادہ کرنے چاہئیں
یعنی ذاتی قابلیت کے بغیر صرف لاف وگزاف سے تو بزرگ نہیں بن سکتا۔ لیاقت پیدا کر
دیکھو شعر (ی ۳)
(۵) ترجمہ۔ اے شیریں حرکات معشوق تجھے بُرا اجر ہوگا اگر افتادہ دل عاشق کی طرف نگاہ کرے گا۔
خسرو اور فرہاد کی رعایت ظاہر۔ حرکات حرف اول و دوم مفتوح۔
(۶) ترجمہ۔ افسوس تیرے دل پر فیض کی تحریر کب ہو سکتی ہے سوائے اسکے کہ تو اپنے ورق کو پراگندہ نقشوں سے صاف کردے
ورق سے مراد ورقِ دل۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک تیرے دل میں پراگندہ خیالات اور خیالاتِ
ماسوا موجود ہونگے۔ محبوبِ مطلق کا خیال تیرے دل میں نہیں سما سکتا اور توفیق یاب نہیں ہو سکتا۔ دل
کو غیر سے خالی کر تاکہ دوست اس میں جاگزین ہو۔
(۷) ترجمہ۔ اے صبا خواجہ جلال الدین کی بندگی کر۔ تاکہ تو تمام جہان کو سمن اور سوسنِ آزادہ سے بھر دے۔
خواجہ جلال الدین سے مراد جلال الدین شاہ وزیر شاہ شجاع دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ
۱۸ سوانحعمری۔ مدحیہ شعر ہے۔
(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو اپنے کام خدا پر چھوڑے گا۔ تو خداداد بخت کی بدولت بہت عیش
وعشرت کرے گا۔

غزل (۲۵)

بصوت بلبل و قمری اگر ننوشی مے	۱	علاج کے کنمت آخر الدواء الکے

اس کی خبر نہیں آئی۔

غریب سے مراد دلِ رمیدہ۔

(۴) ترجمہ۔ میری زندگی خاتمہ پر ہے اور میری نظر نے (وہ) صورت نہ دیکھی۔ اسکے بغیر ہماری کوئی آرزو اور ہوس باقی نہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے صبا اُس پری کی زلف کو پریشان نہ کر۔ حافظ کی ہزار جانیں اسکے ایک بال پر قربان ہوں۔

غزل (۲۷)

بگرفت کار حسنت چون عشق من کمالی	۱	خوش باش زانکہ نبود این ہر دو را زوالی
در وہم می نگنجد کاندر تصورِ عقل	۲	آید بہیچ معنی زین خوبتر مثالی
شد حظ عمر حاصل گر زانکہ با تو مارا	۳	یکدم بعمر روزی روزی شود وصالی
آن دم کہ با تو باشم یک سال ہست روزی	۴	واندم کہ بی تو باشم یک لحظہ ہست سالی
من چون خیال رویت جانا بخواب بینم	۵	کز خواب می نبیند چشمم بجز خیالی
رحم آر بر دلِ من کز مہر روی خوبت	۶	شد شخص ناتوانم باریک چون ہلالی

(۷)	حافظ مکن شکایت گر وصل یار خواہی زین بیشتر بباید بر ہجر احتمالی	(۷)

(۱) ترجمہ۔ میرے عشق کیطرح تیرا حسن بھی کمال پر پہنچ گیا ہے۔ خوش رہ کیونکہ اِن دونو کو کبھی زوال نہیں

(۲) ترجمہ۔ یہ بات قیاس میں نہیں آتی کہ عقل کے تصور میں کیطرح اس سے زیادہ خوبصورت شکل پیدا ہو سکے۔ یعنے یہ بات قیاس میں نہیں آسکتی کہ میرے معشوق کی شکل سے زیادہ خوبصورت شکل کبھی عقل کے تصور میں بھی آئے۔ بعض پرانے قلمی دیوانوں میں شعر اس طرح ہے۔

در وہم مے نگنجد واندر تصورِ عقل	نابد بہ ہیچ معنے زین خوبتر مثالی

(۳) ترجمہ۔ تمام عمر کی خوشی حاصل ہو جائے اگر تیرے ساتھ تمام عمر میں ایکدن تھوڑی دیر کے لئے وصال حاصل ہو جائے

ہے ہے کلمہ تاسف ۔ ہو ہو اور ہے ہے کی رعایت ظاہر ۔

(۵) ترجمہ ۔ مطرب ساقی کے قول اور دف و نے کے فتویٰ کے مطابق میراث خواروں کا خزانہ جمع کرنا مترادف کفر کے ہے ۔

میراث خوار ۔ وہ لوگ جن کو ورثہ میں مال ملا ہو مطلب یہ ہو کہ مال خرچ کرنا چاہئے نہ کہ جمع ۔

(۶) ترجمہ ۔ جب تیرے ہاتھ میں آب حیات ہو تو پیاسا نہ مر کیونکہ تمام چیزیں پانی سے زندہ ہیں ۔

آب حیات سے مراد یہاں شراب ہے ۔ قرآن کریم میں بھی پانی کو تمام اشیا کی زندگی کہا گیا ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ جنت الماویٰ کے ایوان پر لکھا ہے کہ جو شخص دنیا کے فریب میں آیا اس پر افسوس !

(۸) ترجمہ ۔ قصہ کوتاہ سخاوت نہیں رہی اے ساقی آ اور حاتم طائی کی روح در واں کی خوشی میں شراب دے

(۹) ترجمہ ۔ سلطنت اور حکمرانی کے دبدبہ کو کب قیام ہے تخت جمشید اور تاج کیخسرو کا نام ہی نام رہ گیا ہے ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ بخیل نفس الرحمٰن کی خوشبو کبھی نہیں سونگھ سکتا ۔ اے حافظ آ پیالہ لے اور بخشش کر ہم ذمہ وار ہیں

غزل (۲۶)

بفراغ دل زمانی نظری بماہروئی	۱	بہ از آنکہ چتر شاہی ہمہ روز وہای وہوئی
بخدا کہ رشکم آید بدو چشم روشن خود	۲	کہ نظر دریغ باشد بچنین لطیف روئی
دل من شد ندانم چہ شد آن غریب مارا	۳	کہ گذشت عمر و نامد خبری ز ہیچ سوئی
نفسم بآخر آمد نظرم ندید صورت	۴	بجز این نماند مارا ہوسی و آرزوئی

(۵) مکن ای صبا مشوش سر زلف آن پری را
کہ ہزار جان حافظ بفدای تار موئی (۵)

(۱) ترجمہ ۔ دلجمعی کے ساتھ کسی ماہرو پر ایک نظر کرنا ۔ بادشاہی تاج اور روزانہ ہائے وہوئی سے بہتر ہے

(۲) ترجمہ ۔ خدا کی قسم کہ مجھے اپنی دو روشن آنکھوں پر افسوس آتا ہے کہ ایسے لطیف چہرہ پر ایک نظر بھی کی جائے

(۳) ترجمہ ۔ میرا دل چلا گیا اور میں نہیں جانتا کہ ہمارے اس مسافر کا کیا حال ہوا ۔ کیونکہ مدت ہوئی اور کسی طرف سے

می خور بشعر بندہ کہ دلتنگیت مباد	۱۰	بعد از تو خاک بر سر اسباب دنیوی

(۱۱)	ساقی بگرد وظیفہ حافظ ز بادہ داد کاشفتہ گشت طرۂ دستار مولوی	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ بلبل سرو کی شاخ سی پہلوی (فارسی) زبان میں کل مقاماتِ معنوی کا درس پڑھ رہی تہی۔

(۲) ترجمہ۔ یعنی آکہ پہول نے آتش موسےٰ دکہائی ہے۔ تاکہ تو درخت سی نکتۂ تحقیق سنے۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ دوسرا شعر بلبل کا مقولہ ہی مطلب یہ ہی کہ بلبل کل باغ میں یہ اسرار باطنی بیان کر رہی تہی کہ اگر جلوۂ طور دیکہنا ہے تو آؤ اور درخت سے نکتۂ تحقیق سنو۔ آتش موسیٰ سے مراد وہ آگ ہو حضرت موسےٰ علیہ السلام کو کوہ طور سے نظر آئی اور نزدیک جانے پر درخت سے "انی انا اللہ" کی آواز سنی۔ ظاہر ہے کہ گل سرخ سبز پتوں میں آگ کی طرح نظر آتا ہی۔ درخت گل کو شجر طور اور گل کو آتش طور سے تشبیہ دی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ موسم بہار میں باغ میں جاکر صنعت پروردگار کا نظارہ کر۔

گو نظر باز کن و خلعت نارنج ببیں		ایکہ باور نکنی فی الشجر الاخضر نار	(سعدی)

(۳) ترجمہ۔ باغ کے پرندے قافیہ سنج اور بذلہ گو ہیں۔ تاکہ خواجہ فارسی غزلوں کے ساتھ شراب پیئے

(۴) ترجمہ۔ جمشید جام کی حکایت کے بغیر جہاں سی کچھہ نہ لے گیا۔ خبردار دنیاوی اسباب پر دل نہ لگا۔

(۵) ترجمہ۔ فرش بوریا۔ گدائی اور امن کی نیند اچھی ہی۔ کیونکہ یہ عیش بادشاہی تاج کے ساتھ بہی نہیں ہوتی ظاہر ہے کہ امن کی نیند اور آرام بادشاہوں کے نصیب میں نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ میں درویش ہوں اور گداہوں اور سو بادشاہی تاجوں کو اپنی پشمینہ کی ٹوپی کے برابر نہیں سمجہتا

حباب سا اگر بڑی کنی عالی ہو اانسر		نمیدارد کلاہ فقر و تاج سلطنت فرقے

(۷) ترجمہ۔ یہ عجیب بات سن کہ بخت واژگوں کی وجہ سی۔ ہم کو یار نے انفاس عیسوی سی قتل کر دیا۔

نفس عیسےٰ یادم عیسےٰ سے تو مردے بہی زندہ ہوتے تہے۔ میرا یار بہی دم عیسے رکہتا ہے لیکن میری بد بختی دیکہئے کہ مجھے الٹا بجائے زندہ کرنے کے معشوق نے قتل کر دیا۔ اسی مضمون کے لئے دیکہو شعر ت ۱۲/۹ اور د ۱۱/۵ ۔

شد۔ ہوگئی ۔ سمجھو کہ ہوگئی ۔ ہوجائے گی ۔ **روزی شود** حاصل ہوجائے ۔ مل جائے ۔

(۴) ترجمہ ۔ جس وقت میں تیرے ساتھ ہوں ایک سال ایک دن نظر آتا ہے اور جس وقت تجھ سے دور ہوتا ہوں ایک دن ایک سال نظر آتا ہے ۔

ظاہر ہے کہ خوشی کے دن چھوٹے اور غم کے دن بڑے معلوم ہوتے ہیں ۔ روزانہ زندگی کے تجربہ کی بات ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ اے معشوق میں تیرے چہرہ کی تصویر کسطرح خواب میں دیکھوں ۔ کیونکہ میری آنکھ صرف خیال میں نیند دیکھتی ہے یعنے جب میری آنکھوں میں نیند ہی نہیں تو تجھے خواب میں کسطرح دیکھوں ۔ مجھے فی الواقعہ کبھی نیند نہیں آئی ۔ صرف خیال ہے کہ نیند بھی ایک چیز ہوتی ہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ میرے دل پر رحم کر کہ تیرے خوبصورت چہرہ کی محبت سے میرا ناتواں وجود ہلال کیطرح باریک ہوگیا ہے مہر اور ہلال میں صنعت ایہام ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ اے حافظ اگر معشوق کا وصل چاہتا ہے تو شکایت نہ کر ۔ اس سے بھی زیادہ ہجر برداشت کرنا ہوگا ۔

احتمال (۱) برداشت کرنا ۔ بوجھ اٹھانا ۔ بات کا سہنا (۲) گمان کرنا ۔ گمان ۔

غزل (۲۸)

بلبل ز شاخ سرو بگلبانگ پہلوی	۱ ق	میخواند دوش درس مقامات معنوی
یعنی بیا کہ آتش موسے نمود گل	۲	تا از درخت نکتۂ تحقیق بشنوی
مرغان باغ قافیہ سنجند و بذلہ گو	۳	تا خواجہ مے خورد بغزلہای پہلوی
جمشید جز حکایت جام از جہاں نبرد	۴	زنہار دل مبند بر اسباب دنیوی
خوش فرش بوریا و گدائی و خواب امن	۵	کایں عیش نیست درخور اورنگ خسروی
درویشیم و گدا و برابر نمے کنم	۶	پشمین کلاہ خویش بصد تاج خسروی
این قصۂ عجب شنو از بخت واژگوں	۷	مارا بکشت یار بانفاس عیسوی
چشمت بغمزہ خانۂ مردم خراب کرد	۸	مخموریت مباد کہ خوش مست میروی
دہقان سالخوردہ چہ خوش گفت باپسر	۹	کای نور چشم من بجز از کشتہ ندروی

یعنے ہمارے درمیان دیرینہ صحبت کا حق ہے۔

(۲) ترجمہ۔ نصیحت سن کیونکہ یہ موتی بہت اچھا ہے اُس موتی سے جو تو خزانہ میں رکھتا ہے۔
دُر سے مراد یہاں نصیحت ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اگر تیرے پاس شراب دوشینہ ہے تو خدا کے لئے مفلسوں کے خمار کی فریاد سن۔
مئے دوشینہ۔ گزشتہ رات کی بچی ہوئی شراب۔

(۴) ترجمہ۔ لیکن تو رندوں کو کب چہرہ دکھاتا ہی۔ جب کہ تو خورشید اور چاند کا آئینہ رکھتا ہی۔
یعنے خورشید اور ماہتاب بھی تیرے چہرہ کا آئینہ ہیں۔ جب تو اتنا حسین ہی تو رندوں کو کیونکر چہرہ دکھائے گا۔

(۵) ترجمہ۔ اے شیخ رندوں کی بُرائی نہ کر خبردار کہ تو خدا کے حکم کے ساتھ کینہ رکھتا ہے۔
یعنے ہم خود بخود رند نہیں بنے خدا نے بنایا ہے۔ کیا تجھے خدا کے فعل پر اعتراض ہے؟

(۶) ترجمہ۔ کیا تو میری آہِ آتشین سے نہیں ڈرتا۔ تو جانتا ہے کہ تیرا خرقہ پشمینہ کا ہے۔
اور خرقہ پشمینہ میں آگ جلدی لگتی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اُس قران کی قسم جو تیرے سینہ میں ہی تیرے شعروں سے اچھے شعر میں نے کبھی نہیں دیکھے۔
خواجہ صاحب کے اِس دعوی کو تمام علمی دنیا مانتی ہے۔

غزل (۳۰)

بیار بادہ و بازم رہاں زرنجوری	۱	کہ ہم بہ بادہ توان کرد دفع مخموری
بہیچ وجہ نباشد فروغ مجلس انس	۲	مگر بروی نگار و شراب انگوری
زسحر غمزۂ فتان خویش غرہ مباش	۳	کہ از نمودم و سودی نداشت مغروری
بیک فریب بداد م صلاح خویش از دست	۴	دریغ آن ہمہ زہد و صلاح و مستوری

(۸) ترجمہ۔ تیری آنکھ نے عشوہ سے لوگوں کے گھروں کو ویران کر دیا۔ تجھے خمار نہ ہو کہ تو اچھا مست دکھائی دیتا ہے۔
چشم اور مردم کی رعایت ظاہر۔ خانۂ مردم سے مراد آنکھ بھی ہو سکتی ہے۔
(۹) ترجمہ۔ بوڑھے دہقان نے اپنے لڑکے کو کیا اچھا کہا کہ اے میری آنکھوں کے نور بونے کے بغیر تو کچھ نہیں کاٹے گا۔
سعی و عمل کی تعلیم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محنت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔
(۱۰) ترجمہ۔ میرے شعروں کے ساتھ شراب پی خدا تجھے کبھی دل تنگی نہ دے۔ تیرے بعد اسباب دنیا کے سر پر خاک
مطلب یہ ہے کہ جب تو نہیں ہو گا یہ جاہ و مال کس کام آئیگا۔ دل کو تکلیف میں نہ رکھ میرے شعر پڑھ اور شراب پی۔
(۱۱) ترجمہ۔ ساقی نے شاید حافظ کو شراب کا وظیفہ دیا ہے۔ کیونکہ مولوی کی دستار کا طرہ آشفتہ ہو گیا ہے
مولوی سے یہاں مراد خود خواجہ صاحب۔

غزل (۲۹)

بیا با ما مگذار این کینہ داری	۱	کہ حق صحبت دیرینہ داری
نصیحت گوش کن کاین در بسی بہ	۲	ازاں گوہر کہ در گنجینہ داری
بفریاد خمار مفلسان رس	۳	خدا را اگر می دوشینہ داری
ولیکن کی نمائی رخ برنداں	۴	تو کز خورشید و مہ آئینہ داری
برنداں مگو ای شیخ ہشدار	۵	کہ با حکم خدائی کینہ داری
نمی ترسے ز آہ آتشینم	۶	تو دانی خرقۂ پشمینہ داری

(۷) ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ
بہ قرآنی کہ اندر سینہ داری (۷)

(۱) ترجمہ۔ آ اور ہمارے ساتھ یہ کینہ داری چھوڑ دے۔ کیونکہ تو دیرینہ صحبت کا حق رکھتا ہے۔

غزل (۳۱۱)

ترا کہ ہر چہ مرادست در جہان داری	۱	چہ غم ز حال من زار ناتوان داری
بخواہ جان و دل از بندہ رواں بستان	۲	کہ حکم بر سر آزادگان روان داری
بنوش می کہ سبکروحی و لطیف اندام	۳	علی الخصوص درین دم کہ سرگران داری
بیاض روی ترا نیست نقش در خور از انکہ	۴	سوادی ز خط مشکین در ارغوان داری
میان نداری و دارم عجب کہ ہر ساعت	۵	میان مجمع خوبان کنی میان داری
مکن عتاب ازین بیش و جور بر دل من	۶	بکن ہر انچہ توانی کہ جای آن داری
باختیار اگرت صد ہزار تیر جفاست	۷	بقصد جان من خستہ در کمان داری
بکش جفای رقیبان مدام و دل خوش دار	۸	کہ سہل باشد اگر یار مہربان داری
وصال دوست گرت دست مید ہد روزی	۹	برو کہ ہر چہ مرادست در جہان داری
چو ذکر لعل لبت میکنم خرد گوید	۱۰	حدیث یا شکرست اینکہ در دہان داری

(۱۱)	چو گل ہمی من ازین باغ می بری حافظ چہ غم ز نالہ و فریاد باغبان داری	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ جتنی مرادیں جہاں میں ہیں جب تجھے حاصل ہیں تو مجھ زار و ناتواں کے حال کا تجھو کیا فکر ہے

(۲) ترجمہ۔ مجھ سے جان اور دل مانگ اور جلدی لے لے۔ کیونکہ آزاد لوگوں (عاشقوں) کے سر پر تیرا حکم جاری ہے۔

رواں جلد۔ فوراً۔ رواں جاری۔

(۳) ترجمہ۔ شراب پی کہ تو سبکروح اور لطیف اندام ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ تو خالتِ خمار میں ہے

(۴) ترجمہ۔ تیرے چہرے کے بیاض کو نقش کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ تو ارغواں میں خطِ مشکیں کی سیاہی رکھتا ہے۔

ادیب چند نصیحت کنی کہ عشق مباز	۵	اگرچہ نیست ادب این سخن چہ دستوری
بعشق زندہ بود جان مرد صاحبدل	۶	اگر تو عشق نداری برو کہ معذوری
رسید دولت وصل و گذشت محنت ہجر	۷	نہاد کشور دل باز رہ بہ معموری

(۸) بہر کسی نتوان گفت راز دل حافظ
مگر بدانکہ کشیدہ است محنت دوری (۸)

(۱) ترجمہ۔ شراب لا اور مجھے رنج سے رہائی دے۔ کیونکہ خمار شراب سے ہی دور ہو سکتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ سوائے معشوق کے چہرہ اور انگوری شراب کے مجلس محبت میں کسطرح رونق نہیں ہو سکتی۔

(۳) ترجمہ۔ اپنے فتنہ انگیز غمزہ کے جادو پر مغرور نہ ہو کیونکہ میں نے آزمایا ہے کہ مغروری میں کچھ فائدہ نہیں

(۴) ترجمہ۔ میں نے ایک ہی فریب میں اپنی صلاحیت کو ہاتھ سے دیدیا۔ اس تمام زہد، صلاحیت اور دستوری (کے چلے جانے) پر افسوس!

فریب سے مراد فریب معشوق۔ غمزہ۔ کرشمہ وغیرہ۔

(۵) ترجمہ۔ اے ادیب تو کب تک نصیحت کرتا رہے گا کہ عشق نہ کر۔ اگرچہ یہ بات ادب میں داخل نہیں ہے لیکن تو کسطرح کا آدمی ہے؟

چہ دستوری۔ تو کیسا آدمی ہے۔ کس طرح کا آدمی ہے۔ کس عقل کا آدمی ہے۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ کیسا احمق آدمی ہے۔ خواجہ صاحب معافی بھی مانگ گئے ہیں اور ادیب کو احمق بھی کہہ گئے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ صاحبدل آدمی کی جان عشق سے زندہ ہوتی ہے۔ اگر تو عشق نہیں رکھتا تو جا کہ تو معذور ہے ممکن ہے یہ شعر پچھلے شعر سے قطعہ بند ہو اور خطاب ادیب سے ہو۔

(۷) ترجمہ۔ وصل کی دولت پہنچی اور ہجر کی تکلیف گذر گئی۔ ملک دل اب پھر آباد ہونے کو ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ ہر کسی کو دل کا راز نہیں بتا سکتے۔ البتہ اُسے بتا سکتے ہیں۔ جس نے ہجر کی تکلیف برداشت کی ہو۔

بخدائی که توئی بندهٔ بگزیدهٔ او — ۲ — که بجای من بیدل دگری نگزینی

صبر بر جور رقیبان چه کنم گر نه کنم — ۳ — عاشقان را نبود چاره بجز مسکینی

ادب و شرم ترا خسرو مهرویان کرد — ۴ — آفرین بر تو که شایستهٔ صد تحسینی

عجب از لطف تو ای گل که نشینی با خار — ۵ — ظاهرا مصلحت وقت در آن می بینی

حیفم آید که خرامی بتماشای چمن — ۶ — که تو خوشتر ز گل و تازه تر از نسرینی

گر امانت بسلامت ببرم باکی نیست — ۷ — بیدلی سهل بود گر نبود بی دینی

باد صبحی بهوایت ز گلستان برخاست — ۸ — که تو خوشبوتر از گل سوری و چون نسرینی

سخن بی غرض از بندهٔ مخلص بشنو — ۹ — ای که منظور بزرگان حقیقت بینی

نازنینی چو تو پاکیزه رخ و پاک نهاد — ۱۰ — بهتر آنست که با مردم بد ننشینی

شیشه بازی سرشکم نگری از چپ و راست — ۱۱ — گر بدین منظر بینش نفسی بنشینی

بعد ازین ما و گدائی بسر منزل عشق — ۱۲ — راهرو را نبود چاره بجز مسکینی

تو بدین دلکشی و نازکی ای مایهٔ حسن — ۱۳ — لائق بزمگه خواجه جلال الدینی

(۱۴) سیل این اشک روان صبر دل حافظ برد (۱۴)

بلغ الطاقة یا مدمع عینی بینی

(۱) ترجمہ ۔ تو شاید ہوس کی وجہ سے نہر کے کنارے پر بیٹھتا ہی ورنہ جو فتنے تو دیکھتا ہی سب تیرے ہی برپا کئے ہوئے ہیں ۔

مطلب یہ ہے کہ تجھے لب جو بیٹھکر سرو اور سبزہ زار کے نظارہ کی کچھہ ضرورت نہیں ۔ کیونکہ تیرا قد خود ایک سرو ہے اور دنیا میں جتنے فتنے ہیں سب تیرے قد بالا کے برپا کئے ہوئے ہیں ۔ تیرا نہر کے کنارے پر بیٹھنا صرف ہوس کی وجہ سے ہے ورنہ سب نظارے تو اپنے اندر رکھتا ہے ۔

تمت گر ہوست کشد که بسیر سرو سمن در آ — تو ز غنچه کم ندمیدهٔ در دل کشا به چمن در آ

اس شعر کی حاشیہ نویسوں اور شارحین نے مختلف شرحیں کی ہیں ۔

(۲) ترجمہ ۔ تجھے اس خدا کی قسم ہی جسکا تو برگزیدہ بندہ ہے ۔ کہ مجھہ بیدل کی بجائے تو کسی غیر کو قبول نہ کریگا ۔

ارغوان سے مراد سرخ چہرہ ۔ خطِ مشکیں یعنے خطِ سبز۔ مطلب یہ ہے کہ خطِ سبز کے علاوہ تیرے چہرے پر اور کسی نقش و نگار کی ضرورت نہیں ۔

(۵) ترجمہ ۔ تیری کمر نہیں ہے اور میں حیران ہوں کہ ہر وقت حسینوں کے مجمع میں تو سرداری کرتا ہے ۔

میاندار سردار ۔ دو کشتی گیروں کے ساتھہ تیسرا آدمی جو اُن کو علیحدہ علیحدہ کرے ۔

میان ۔ میان اور میانداری کی رعایت ظاہر ۔

(۶) ترجمہ ۔ اس سے زیادہ عتاب اور جور میرے دل پر نہ کر ۔ (اس کے علاوہ) جو کچھہ تو کر سکتا ہے کر کہ تیرا اختیار ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ اگر لاکھہ تیر جفا بھی تیرے قبضہ میں ہوں تو ان تمام کو تو مجھہ ناتواں کے قصد پر کمان میں کھینچتا ہے یعنے جتنے ظلم ہیں تو مجھہ پر ہی کرتا ہے ۔

(۸) ترجمہ ۔ ہمیشہ رقیبوں کے ظلم کو برداشت کر اور دل کو خوش رکھہ ۔ کیونکہ اگر تیرا یار مہربان ہو تو یہ باتیں آسان ہیں ۔

(۹) ترجمہ ۔ اگر کسی روز معشوق کا وصال تجھے حاصل ہو جائے ۔ تو جا کہ دنیا میں جتنی مرادیں ہیں تجھے حاصل ہو گئیں ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ جب میں تیرے لبِ لعل کا ذکر کرتا ہوں تو عقل کہتی ہے کہ تیرے منہہ میں یہ بات ہے یا شکر ہے یعنے تیرے لبِ لعل کے ذکر سے منہہ بھی شیریں ہو جاتا ہے گویا منہہ میں شکر ڈالی ہے

	کہ میری نطق نے بوسے میری زباں کے لئے		الہی میری زبان پر یہ کس کا نام آیا

(۱۱) ترجمہ ۔ اے حافظ جب اس باغ سے تو دامن پھولوں سے بھر کرے جا رہا ہے ۔ تو باغبان کے نالہ و فریاد کا کیا غم ہے ۔

غزل (۳۲)

توگر بر لبِ جوئی ز ہوس بنشینی	۱	ورنہ ہر فتنہ کہ بینی ہمہ از خود بینی

کی شیشہ بازی دیکھہ یعنے میری اشکباری کا نظارہ کر۔

(۱۲) ترجمہ۔ اسکے بعد ہم ہونگے اور منزلِ عشق کی گداگری۔ راہرو کو مسکینی کے بغیر اور کچھہ چارہ نہیں۔
مطلب یہ ہے کہ راہرد عشق کو خواہ مخواہ مسکینی اختیار کرنی پڑتی ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ اے ماہ حسن تو اس دلکشی اور نازکی کے ساتھہ۔ خواجہ جلال الدین کی مجلس کے لائق ہے
جلال الدین۔ دیکھو شعر ی ۲۴ مدح کی طرف گریز کیا ہے۔

(۱۴) ترجمہ۔ اس اشکِ رواں کا سیلاب حافظ کے دل کا صبر لے گیا۔ اے آنکھہ کی پتلی دیکھہ کہ طاقت کمال کو پہنچ چکی ہے۔
بلغ۔ فعل ماضی۔ پہنچ گئی۔ کمال کو پہنچ گئی۔ انتہا کو پہنچ گئی۔ **دمع** گوشۂ چشم یا مردم چشم۔ مردم چشم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تیرے آنسوؤں کے سیلاب نے خانۂ صبر کو برباد کر دیا ہے اب صبر کی طاقت نہیں رہی۔ تاب و طاقت کی انتہا ہو چکی ہے۔

غزل (۳۳)

جان فدای تو کہ ہم جانی و ہم جانانی	۱	ہر کہ شد خاک درت رست ز سرگردانی
سر سری از سر کوی تو نیارم برخاست	۲	کار دشوار نگیرند بدین آسانی
خام را طاقت پروانۂ پر سوختہ نیست	۳	نازکان را نرسد شیوۂ جان افشانی
بی تو آرام گرفتن بود از ناکامی	۴	با تو گستاخ نشستن بود از حیرانی
فاش کردند رقیبان تو سر دل من	۵	چند پوشیدہ بماند خبر پنہانی
تا بماند تر و شاداب نہالِ قد تو	۶	واجب آنست کہ بر دیدۂ ما بنشانی
در خم زلف تو دیدم دل خود را روزی	۷	گفتمش چونی و چون می رہی ای زندانی
گفت آری چہ کنی گر نبری رشک بمن	۸	ہر گدا را نبود مرتبۂ سلطانی

(۹) راستی حد تو حافظ نبود صحبت ما
بس اگر بر سر این کوی کنی سگبانی (۹)

یعنے مجھے چھوڑ کر اغیار کو اپنا دوست نہ بنا۔

(۳) ترجمہ۔ رقیبوں کے جور پر اگر صبر نہ کروں تو کیا کروں۔ عاشقوں کو مسکینی کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں

(۴) ترجمہ۔ ادب اور شرم نے تجھے حسینوں کا بادشاہ کر دیا۔ تجھ پر شاباش کہ تو بہت تعریف کے قابل ہے

(۵) ترجمہ۔ اے پھول تیری مہربانی پر تعجب ہے کہ تو کانٹے کے ساتھ بیٹھا ہے۔ بظاہر (معلوم ہوتا ہے کہ) تو نے مصلحتِ وقت اسی میں دیکھی ہے۔

گل سے مراد معشوق اور خار سے مراد رقیب ہے۔

(۶) ترجمہ۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ تو باغ کی سیر کے لئے جائے۔ جبکہ تو خود پھول سے زیادہ خوبصورت اور نسرین سے زیادہ تر و تازہ ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر میں امانت کو سلامت لیجاؤں تو پھر کچھ ڈر نہیں۔ بیدلی تو معمولی بات ہے مگر بے دینی نہ ہونی چاہیئے۔

امانت سے مراد وہ امانت جس کی تشریح شعر ۵۴ میں گزری۔ مطلب یہ ہے کہ ہم بیشک عاشق ہیں اور بیدل لیکن بیدلی جائز ہے البتہ زاہدانِ ریاکار کی بیدینی بری ہے خدا اس سے بچائے۔ امانت جو ہمارے سپرد کی گئی ہے۔ اسے بسلامت لے جانا چاہیئے پھر کسی بات کا ڈر نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ صبح کی ہوا تیری آرزو میں باغ سے چلی کیونکہ تو گلِ سرخ اور نسرین کی طرح خوشبودار ہے

(۹) ترجمہ۔ کہ تو حقیقت میں بزرگوں کا منظورِ نظر ہے۔ اِس مخلص غلام کی بے غرض بات سُن۔

(۱۰) ترجمہ۔ تجھ جیسا پاکیزہ چہرے والا اور پاک طینت والا نازنین بہتر ہے کہ بُرے آدمیوں کے ساتھ نہ بیٹھے۔

(۱۱) ترجمہ۔ دائیں بائیں سے میرے آنسوؤں کی شیشہ بازی دیکھیگا۔ اگر تو اس بینائی کے منظر میں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھے۔

شیشہ بازی رقاصی کا ایک فن جس میں ناچنے والا شیشہ و صراحی گلاب سے بھر کر سر پر رکھتا ہے۔ اور ناچتا ہے اور باوجود حرکاتِ رقص کے شیشہ سر سے نہیں گرتا۔ اگر سر سے گرجاتے تو اصولی حرکات سے اُسے بازو یا گردن پر روک لیتا ہے۔ گرنے نہیں دیتا۔ (بہارِ عجم)

منظرِ بینش سے مراد آنکھ۔ مطلب صرف یہ ہے کہ میری آنکھوں میں بیٹھ کر مردمِ دیدہ

ای کاخ دولتی تو چہ کاخی کہ مدرجت	۲	در شاخسار گلشن تو سایۂ ہمای
ہر صبح در ہوای درت میکند صبوح	۳	جمشید تخت چرخ بجام جہان نمای
باد تو ہمچو آتش موسی خجستہ پی	۴	خاک تو ہمچو آب خضر زندگی فزای
فرخندہ نوگل تو چمن را حیات دہ	۵	جعد بنفشۂ تو صبا را گرہ کشای
مرغول سنبل از دم کوی تو خوش نسیم	۶	زلف صبا ز خاک جناب تو مشکسای
خورشید در ہوای تو چوں ذرہ پای کوب	۷	جمشید در حریم تو چوں بندگان بپای

(۸) حافظ مقیم درگہ او باش و عیش کن
کاندر بہشت بہتر ازیں گوشہ نیست جای (۸)

(۱) ترجمہ۔ یہ مکان جائے حضور اور گلشن امن ہے۔ اس دروازہ سے عیش و طرب کی خوشی میں داخل ہو۔

سرای سے مراد سرائے محبوب۔

(۲) ترجمہ۔ اے محل دولت تو کیا محل ہے کہ تیرے باغ کی ٹہنیوں میں ہما کا سایہ گذرتا ہے۔

مدرج ۔ جائے رفتن و گذشتن۔ راہ۔ مطلب یہ ہے کہ اے معشوق کے محل تیرا رتبہ کتنا بلند ہے کہ تیرے ساتھ جو پائیں باغ ہے اسکے درختوں کی ٹہنیوں میں ہما کا سایہ ہے۔ یعنے جو تیرے باغ کے درختوں کے سایہ کے نیچے بیٹھا وہ گویا بادشاہ بن گیا۔

(۳) ترجمہ۔ ہر صبح تیرے دروازہ کی آرزو میں تخت فلک کا جمشید جام جہاں نما سے شراب صبح پیتا ہے

مطلب یہ ہے کہ ہر صبح تیری آرزو میں آفتاب جام صبوحی پیتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیری ہوا آتش طور کیطرح مبارک قدم ہے اور تیری خاک آب حیات کیطرح جان بخش ہے

آتش موسے سے مراد وہ نور جو حضرت موسے علیہ السلام کو کوہ طور سے نظر آیا۔ اس شعر میں چہار عناصر آب و آتش۔ خاک ۔ باد کی رعایت قابل داد ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیرا نیا مبارک پہول باغ کو زندگی بخشتا ہے۔ اور تیری زلف کا پیچ و خم باد صبا کی گرہ کشائی کرتا ہے۔

فرخندہ نوگل سے مراد گل رخسار۔

(۱) ترجمہ۔ جان تجھ پر فدا ہو کہ تو جان ہی ہی جاناں بھی ہی۔ جو شخص تیرے دروازہ کی خاک ہو گیا۔ سرگردانی سے چھوٹ گیا۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے کوچہ سے میرا سائی سر نہیں اٹھ سکتا۔ ایسا مشکل کام اتنی آسانی سے نہیں ہو سکتا۔

(۳) ترجمہ۔ خام طبع آدمی کو پرسوختہ پروانے کی سی طاقت نہیں ہوتی۔ نازک مزاجوں میں جان افشانی کا شیوہ نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہی کہ جان دینا نخچگانِ عشق کا کام ہے۔ خام طبع لوگ پروانہ کی طرح جان نہیں دے سکتے

(۴) ترجمہ۔ تیرے بغیر آرام کرنا ناکامی کی بات ہی اور تیرے ساتھ گستاخ بیٹھا حیرانی کی بات ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے رقیبوں (دربانوں) نے میرے دل کا راز فاش کر دیا۔ پوشیدہ خبر کب تک چھپی رہ سکتی ہے

(۶) ترجمہ۔ تاکہ تیرے قد کا درخت تر و تازہ رہے واجب ہی کہ تو اسے ہماری آنکھوں پر لگائے۔

قدِ معشوق کو سرو سے اور اپنی آنکھہ کو نہر سے تشبیہ دی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ایک رات میں نے اپنے دل کو تیری زلف کے خم میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ ای قیدی تو کیسا ہی اور کس طرح رہا ہو سکتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں اگر تو مجھہ پر رشک کرے تو کیا کرے۔ ہر ایک گدا گر کو بادشاہی کا مرتبہ نہیں مل سکتا۔

یہ دو نو شعر قطعہ بند ہیں۔ خواجہ صاحب کے سوال پر دل نے جواب دیا کہ میں تو زلفِ محبوب میں گرفتار ہو کر بادشاہ ہو گیا تو کیوں رشک کرتا ہے۔ تجھے یہ مرتبہ کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ سچ تو یہ ہے کہ ہماری صحبت تیرے منصب کے کب لائق ہے۔ یہی کافی ہے کہ تو ہمارے کوچہ میں سگبانی کرے۔

یہ شعر معشوق کا مقولہ ہے۔

غزل (۳۴)

جای حضور و گلشن امنست این سرای	۱	زین در بشادمانی عیش و طرب درآی

(۴) ترجمہ۔ اے معشوق کی مست آنکھ میری بخت کیطرح سو نہ جا۔ کیونکہ ہر طرف سے بیداروں (عاشقوں) کی آہیں تیرے درپے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل ہمیشہ معشوقوں کی زلف کی لاف نہ مار جب تو تیرہ رای ہو گیا تو کشایش کار کب ہو سکتی ہے۔

زلف اور تیرہ کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ اگر زلف کا سودا ہو گیا تو پھر کشائش کار مشکل ہو جائے گی۔

(۶) ترجمہ۔ میرا مہ چلا گیا اور کام تھوڑی دیر کے لئے بھی سر انجام نہ ہوا۔ میرا دل تنگ بغل ہو گیا اور تجھے کسی اسیر کا خیال تک بھی نہیں۔

گرفتار سے مراد خود خواجہ صاحب۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے اسے کہا کہ نقطہ کیطرح دائرہ کے اندر آجا۔ آخر ہنس کر جواب دیا کہ اے حافظ پرکار کی طرح باہر چلا جا۔

سوال و جواب بہت اچھا ہے۔ احباب کا حلقہ ہے خواجہ صاحب معشوق کو کہتے ہیں کہ نقطہ مرکز کی طرح اس دائرہ میں آجا۔ جواب ملتا ہے کہ آپ خط محیط کی طرح دائرہ سے باہر ہو جائیے۔ ظاہر ہے کہ دائرہ مرکز عین درمیان اور خط محیط عین باہر رہتا ہے۔ پرکار کا بھی ایک پاؤں مرکز پر اور دوسرا محیط پر ہوتا ہے۔

غزل (۳۶)

چون در جہان خوبی امروز کامگاری	۱	شاید کہ عاشقان را گاہی زلب بر آری
با عاشقان بیدل تا چند ناز و عشوہ	۲	بر بیدلان مسکین تا کی جفا و خواری
تا چند ہمچو چشمت در عین ناتوانی	۳	تا چند ہمچو زلفت در تاب و بیقراری
جوری کہ از تو دیدم دردی کہ از تو بردم	۴	گر شمۂ یدانی شاید کہ رحمت آری
از بادہ وصالت گر جرعۂ بنوشم	۵	تا زندہ ام نورزم آئین ہوشیاری
در ہجر ماندہ بودم باد صبا رسانید	۶	از بوستان وصلت بوی امیدواری

(۶) ترجمہ ۔ سنبل کے پیچدار بال تیرے کوچہ کی ہوا سے خوشبودار ہو گئے ہیں ۔ اور صبا کی زلف تیرے دربار کی خاک سے معنبر ہو گئی ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ آفتاب تیری آرزو میں ذرہ کی طرح ناچ رہا ہے اور خورشید تیرے دربار میں غلاموں کی طرح کھڑا ہے

(۸) ترجمہ ۔ اے حافظ اس کی درگاہ میں مقیم ہو اور عیش کر کیونکہ اس گوشہ سے بہتر بہشت میں بھی کوئی جگہ نہیں ہے

غزل (۳۵)

چو سرو گر بخرامی دمے بگلزارے	۱	خورد ز غیرت روی تو ہر گلے خارے
ز کفر زلف تو ہر حلقۂ و آشوبے	۲	ز سحر چشم تو ہر گوشۂ و بیمارے
نثار خاک رہت نقد جان ما ہر چند	۳	کہ نیست نقد روان را بر تو مقدارے
مرو چو بخت من ای چشم مست یار بخواب	۴	کہ در پی است ز ہر سوت آہ بیدارے
دلا ہمیشہ مزن لاف زلف دلبندان	۵	چو تیرہ رای شدی کی گشایدت کارے
سرم برفت و زمانی بسر نرفت این کار	۶	دلم گرفت و نبودت سر گرفتارے

(۷)	چو نقطہ گفتمش اندر میان دائرہ آی بخندہ گفت کہ حافظ برو چہ پرکارے	(۷)

(۱) ترجمہ ۔ اگر سرو کی طرح تھوڑی دیر کے لئے تو باغ میں خراماں ہو ۔ تو تیرے چہرہ کی غیرت سے ہر ایک پھول کانٹا ہو جائے

	رشکِ قدِ تو ای چمن آرا شکستہ است		از سروہا بسینۂ گلشن خدنگہا (امیش)
	از اسیرِ آبِ باغباں گلہائی رعنا را بگو		خار خجلت در جگر لافِ نزاکت مشکل است (جلال اسیر)

(۲) ترجمہ ۔ تیری زلف کے کفر سے ہر حلقہ میں آشوب ہے، تیری آنکھ کے جادو سے ہر گوشہ میں ایک بیمار پڑا ہے ۔
زلف و حلقہ و آشوب اور چشم و گوشہ و بیمار کی رعایت قابلِ صد تحسین و آفرین ہے

(۳) ترجمہ ۔ ہماری جان کی نقدی تیرے راستہ کی خاک پر قربان ہو ۔ اگرچہ جان کی نقدی کی تیرے سامنے کچھ قدر و قیمت نہیں
نقد رواں ۔ مروجہ سکہ کو بھی کہتے ہیں لہذا نقد جان اور نقد رواں کی رعایت ظاہر ۔

غزل (۳۷)

چہ بودی ار دلِ آن ماہ مہربان بودی	۱	کہ کارِ ما نہ چنین بودی ار چنان بودی
بگفتمے کہ چہ ارزد نسیم طرۂ دوست	۲	گرم بہر سرِ موئی ہزار جان بودی
برات خوشدلی ما چہ کم شدی یارب	۳	گرش نشان امان از بدِ زمان بودی
گرم زمانہ سرافراز داشتی و عزیز	۴	سریرِ عزتم آن خاک آستان بودی
خیال اگر نشدی سدِ آبِ دیدہ من	۵	ہزار چشمہ بہر گوشہ روان بودی
کسی بکوی وہم کاشکے نشان دادی	۶	کہ تا فراغتی از باغ و بوستان بودی
برخ چو مہر فلک بی نظیر آفاق ست	۷	بدل دریغ کہ یک ذرہ مہربان بودی
ز پردہ کاش برون آمدی چو قطرۂ اشک	۸	کہ بر دو دیدۂ ما حکم او روان بودی

(۹) اگر نہ دائرۂ عشق راہ بر بستی
چو نقطہ حافظ بیدل درآن میان بودی (۹)

(۱) ترجمہ۔ اے ماہوش کا دل اگر مہربان ہوتا تو کیا ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمارا حال اسطرح (ابتر) نہ ہوتا

(۲) ترجمہ۔ اگر میرے سر کے ہر ایک بال کے ساتھ ہزار ہزار جانیں ہوتیں۔ تو میں بتاتا کہ معشوق کی زلف کی خوشبو کی کیا قیمت ہے مطلب یہ ہے کہ میں صرف ایک جان رکھتا ہوں۔ لیکن یہ ایک جان زلفِ محبوب کی خوشبو کی ہم قیمت نہیں ہوسکتی البتہ اگر میرے سر ایک بال کے ساتھ ہزار ہزار جانیں ہوتیں تو وہ تمام مل کر البتہ زلفِ یار کی نسیم کی ہم قیمت ہوسکتیں۔ دیکھو شعر (۲ دی ۳۰)

(۳) ترجمہ۔ اے خدا کیا کمی ہوجاتی اگر ہماری خوشدلی کی برات کو زمانہ کے ہاتھ سے امان کا پروانہ مل جاتا۔

برات۔ حصہ۔ ہنڈی۔ چک۔ ”برات خوشدلی ما“ کا ”چہ کم شدے“ کے ساتھ کوئی نحوی تعلق نہیں۔ **نشان امان**۔ امان کا پروانہ۔ قتل عام کے موقعہ پر جس شخص کو نشان امان دیا جائے وہ ہر قسم کے تعارض سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

مابندہ ایم و عاجز تو خواجہ و قادر	۷	گر میکشی بزورم ور میکشی بزاری
دکان عاشقی را بسیار مایہ باید	۸	دلہای ہمچو آتش چشمان رود باری
گرچہ ببوی وصلت در حشر زندہ گردم	۹	سر بر نیارم از خاک از روی شرمساری

(۱۰) آخر ترحمی کن بر حالِ زار حافظ
تا چند نا امیدی تا چند خاکساری (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ چونکہ حسن کے جہان میں تو آج کامیاب ہے۔ اسلئے چاہئے کہ تو لبِ عاشقوں کی مطلب براری بھی کرے۔

(۲) ترجمہ۔ بیدل عاشقوں کے ساتھ کب تک ناز و عشوہ کریگا مسکین بیدلوں پر کب تک ظلم اور خواری کریگا۔

(۳) ترجمہ۔ تیری آنکھ کیطرح ہم کب تک عینِ ناتوانی میں رہیں گے۔ اور تیری زلف کیطرح کب تک پیچ و تاب اور بیقراری میں رہیں گے۔

چشم اور عین میں صنعت ایہام ہے۔ چشمِ بیمار کی ناتوانی ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ ظلم میں نے تجھ سے دیکھا ہے اور جو درد میں نے تجھ سے اٹھایا ہے اگر تجھے اسکا تھوڑا سا علم بھی ہو جائے تو شاید تو ہم پر رحم کرے۔

(۵) ترجمہ۔ اگر تیرے وصال کی شراب سے میں ایک گھونٹ پی لوں تو جب تک زندہ ہوں ہوشیاری کی طرز اختیار نہ کروں

(۶) ترجمہ۔ میں ہجر میں ناتواں ہو گیا تھا کہ بادِ صبا تیرے وصل کے باغ سے امید کی بو لائی۔

(۷) ترجمہ۔ ہم غلام ہیں اور عاجز تو مالک ہے اور قادر۔ اگر تو زور سے مجھے کھینچ لے یا زاری سے مجھے قتل کر دے (تیرا اختیار ہے)

(۸) ترجمہ۔ عاشقی کی دکان میں بہت سا سرمایہ چاہئے۔ آگ کیطرح دل اور نہر کیطرح آنکھیں۔

مطلب یہ ہے کہ عشق میں دلِ سوزاں اور چشمِ گریاں ضروری ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اگرچہ میں تیرے وصل کی امید پر حشر کے روز زندہ ہو جاؤنگا لیکن شرمساری کی وجہ سے خاک سے سر نہیں اٹھاؤنگا۔

شرمساری بوجہ کم بضاعتی سرمایۂ اعمال۔

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ کے حالِ زار پر آخر رحم کر۔ یہ نا امیدی اور یہ خاکساری کب تک ہوگی۔

(۸)	زروی لطف و ترحم چرا نہ بخشائی چو درد و محنت حافظ یقین ہمیدانی	(۸)

(۱) ترجمہ۔ تیرا قد کیا ہے کہ سر سے قدم تک تو عین جان ہے۔ تیری صورت کیسی ہے کہ کسی آدمی سے مشابہ نہیں۔

یعنے تمام دنیا سے زیادہ حسین ہے۔ کوئی آدمی تیرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(۲) ترجمہ۔ تیری صورت کیا ہے باغ بہشت کا ایک پہول ہے۔ تیرا قد کیا ہے باغ دلستان کا سرو سہی

(۳) ترجمہ۔ اے جاناں میں نے تیرے حسن کی بہت حکائیتں سنی ہیں۔ اب کہ میں نے تجھے دیکھا ہے فی الحقیقت تو اس سے ہزار چند حسین ہے۔

یعنے جیسا سنا تہا اس سے ہزار چند زیادہ پایا۔

(۴) ترجمہ۔ میرا جسم تیری آنکھہ کیطرح بیماری کی نشانی رکھتا ہے۔ میرا دل تیری زلف کی طرح پریشان ہے

(۵) ترجمہ۔ میں تیری جستجو نہیں چھوڑونگا اگرچہ ہر دم تو مجھے دل کے خون اور آنکھوں کے پانی کے درمیان بٹھائے۔

یعنے ہر چند میرا دل خون ہوا اور آنکھیں اشکبار لیکن تیری طلب سے باز نہیں آؤنگا۔

(۶) ترجمہ۔ میں تیری گرامی قدر خاک پاسے سر نہیں اٹہاؤنگا۔ اگرچہ تو مجھے فراق کے ہاتھہ سے سرگردان رکھے۔ (یا قربان کرے)

بسر گردیدن یا بسر کسے گردیدن۔ کسی پر قربان ہو جانا۔

(۷) ترجمہ۔ تو آسمان کی طرح ستم پیشہ ہے اور میری حالت زمانہ کی طرح رو بویرانی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ لطف و ترحم سے تو کیوں مہربانی نہیں کرتا۔ جب کہ حافظ کے درد اور محنت کو یقینی جانتا ہے

غزل ۳۹

خوشتر از کوی خرابات نباشد جائی	۱	گر بہ پیرانہ سرم دست دہد ماوائی
آرزو میکنم و از تو چہ پنہان دارم	۲	شیشۂ بادہ و سبحے و رخ زیبائی

مطلب یہ ہے کہ اگر حوادث زمانہ سے ہماری خوشدلی کو امان مل جاتے تو خدا کے خزانہ میں کیا کمی واقع ہو سکتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اگر زمانہ مجھے سرافراز اور مغرور رکھتا۔ تو اُس آستانہ کی مٹی میری عزت کا تخت ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ آستانِ محبوب کی خاک میرے لیے عزت کا تخت ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اگر (تیرا) خیال میرے آنسوؤں کے سدِ راہ نہ ہوتا۔ تو ہر طرف ہزاروں چشمے جاری ہو جاتے

(۶) ترجمہ۔ افسوس کہ کوئی شخص مجھے اسکے کوچہ کی راہ بتاتا۔ تاکہ مجھے باغ و بوستان کی ضرورت نہ رہتی۔

یعنے اُسکا کوچہ ہی میرے لئے باغ و بوستان ہو جاتا۔

(۷) ترجمہ۔ چہرے کے لحاظ سے تو وہ آفتاب فلک کیطرح تمام جہان میں بے نظیر ہے۔ افسوس کہ دل میں بھی وہ ذرہ بھر مہربان ہوتا۔

مہر و ذرہ اور مہربان کی رعایت ظاہر۔ دیکھو شعر الف ۱۲

(۸) ترجمہ۔ افسوس کہ وہ کبھی آنسو کے قطرہ کیطرح پردہ سے باہر نکلتا۔ تاکہ ہماری دونوں آنکھوں پر اسکا حکم جاری ہوتا

(۹) ترجمہ۔ اگر عشق کا دائرہ رستہ بند نہ کر دیتا۔ تو بیدل حافظ نقطہ (مرکز) کیطرح اس کے درمیاں ہوتا۔

غزل (۳۸)

چه قامتی که ز سر تا قدم همه جانی	۱	چه صورتی که بهیچ آدمی نمی مانی
نه صورتی که گل گلستان فردوسی	۲	نه قامتی که سهی سرو باغ و بستانی
بسی حکایت حسنت شنیده ام جانان	۳	کنون که دیدمت الحق هزار چندانی
تنم چو چشم تو دارد نشان بیماران	۴	دلم چو زلف تو دارد سر پریشانی
ز جستجوی تو ننشینم ار چه هر نفسم	۵	میان خون دل و آب دیده بنشانی
ز خاک پای عزیز تو سر بگردانم	۶	گرم ز دست فراقت بسر بگردانی
تو چون سپهر جفا پیشه وا حوالم	۷	چو روزگار نهاده است رو بویرانی

غزل (۴۰۱)

خوش کردیا وری فلکت روز داوری	۱	تا شکر چوں کنی وچہ شکرانہ آوری
در کوی عشق شوکت شاہی نمی خرند	۲	اقرار بندگی کن و دعوی چاکری
آنکس کہ او فتاد خدایش گرفت دست	۳	پس بر تو باد تا غم افتادگاں خوری
ساقی بمژدگانی عیش از درم در آی	۴	تا یکدم از دلم غم دنیا بدر بری
در شاہراہ جاہ و بزرگی خطر بسیست	۵	آن بہ کزیں کریوہ سبکبار بگذری
سلطان و فکر لشکر و سودای تاج و گنج	۶	درویش و امن خاطر و کنج قلندری
نیل مراد بر حسب فکر و ہمت ست	۷	از شاہ نذر خیر و ز توفیق یاوری
یک حرف صوفیانہ بگویم اجازت ست	۸	ای نور دیدہ صلح بہ از جنگ و داوری

(۹) حافظ غبار فقر و قناعت ز رخ مشوی ۔ کاین خاک بہتر از عمل کیمیاگری (۹)

(۱) ترجمہ۔ آسمان نے انصاف کے دن تیری خوب مدد کی۔ دیکھئے تو شکر کسطرح کرتا ہے اور کیا شکرانہ لاتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ عشق کے کوچہ میں بادشاہی شوکت کو کوئی نہیں پوچھتا۔ بندگی کا اقرار کر اور نوکری کا دعوی۔

(۳) ترجمہ۔ جو شخص گرتا ہے خدا اس کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ پس تجھ پر لازم ہے کہ تو گرے ہوؤں کی غمخواری کرے۔

(۴) ترجمہ۔ اے ساقی عیش کی خوشخبری کے انعام میں تو میرے دروازے کے اندر آ۔ تاکہ تھوڑی دیر کے لئے میرے دل سے تو دنیا کا غم دور کردے۔

(۵) ترجمہ۔ جاہ و بزرگی کے رستے میں بہت خطرے ہیں۔ یہی بہتر ہے کہ اس ٹیلہ سے تو سبکسار ہی گذر جائے۔

کریوہ۔ ٹیلہ۔

جای من دیر مغانست و مروج وطنی	۳	رای من روی بتانست و مبارک رائی
چہ کنی گوش کہ در دہر چو من شیدا نیست	۴	نیست این جز سخن بو الہوس خود رائی
صنما غیر تو در خاطر ما کے گنجد	۵	کہ مرا نیست بغیر از تو ز کس پروائی
باادب باش کہ ہرگز نتواند گفتن	۶	سخن دیر مگر برہمنی دانائی

(۷) رحم کن بر دل مجروح خراب حافظ
زانکہ ہست از پی امروز یقین فردائی (۷)

(۱) ترجمہ۔ کوئے خرابات سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر پیرانہ سری میں مجھ کو کوئی ایسا ٹھکانا مل جائے۔

(۲) ترجمہ۔ تجھ سے کیا چھپاؤں کہ مجھے شیشۂ شراب۔ گوشۂ خلوت اور ایک حسین کے چہرہ کی آرزو ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میری جگہ دیر مغان ہے اور یہ ایک مروجہ وطن ہے۔ میری رائے معشوقوں کا چہرہ ہے اور یہ ایک مبارک رائے ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تو کیا سنتا ہے کہ زمانہ میں مجھ جیسا کوئی شیدا نہیں۔ یہ صرف کسی بو الہوس خود رائے آدمی کی بات ہے یعنے اگر تجھ کوئی کہے کہ مجھ جیسا کوئی اور شیدا نہیں تو اسکی بات پر توجہ نہ کر کیونکہ وہ بو الہوس اور خود رائے ہے۔ تجھ پر ہزاروں شیدا ہیں جو ایکدوسرے سے بڑھ کر ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے معشوق تیرے بغیر اور کوئی ہمارے دل میں کب سما سکتا ہے۔ کیونکہ مجھے تیرے بغیر اور کسی کی پرواہ نہیں ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ادب سے رہ کیونکہ دیر کی باتیں کسی دانا برہمن کے بغیر اور کون بتا سکتا ہے۔

برہمنوں کی دانائی ضرب المثل ہے۔ اور خاص کر دیر کے معاملات میں۔ یہاں برہمن سے مراد پیر مغاں

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے خراب مجروح دل پر رحم کر۔ کیونکہ آج کے بعد یقیناً کل بھی آئیگا۔

فردا سے مراد فردائے قیامت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت یقینی ہے۔ جہاں اپنے افعال و اعمال کا جواب دینا ہوگا اس لئے تجھے چاہئے کہ ہمارے مجروح دل پر رحم کرے ورنہ روز قیامت کیا جواب دے گا۔

(۱۰)	گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد آہ اگر از پئے امروز بود فردائی	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ تمام دیرِ مغان میں مجھ جیسا اور کوئی شیدائی نہیں۔ خرقہ ایک جگہ رہن شراب پڑا ہے اور کتاب ایک جگہ۔

(۲) ترجمہ۔ دل جو شاہی آئینہ ہے غبار آلود ہے میں خدا سے کسی روشن رائے والے شخص کی صحبت طلب کرتا ہوں تاکہ وہ میرے آئینۂ دل کو غبار سے صاف کر دے۔

(۳) ترجمہ۔ میں نے ایک شراب فروش کے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ کہ آیندہ کبھی معشوقِ مجلس آرا کی موجودگی کے بغیر شراب نہیں پیوں گا۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے آنکھوں سے اپنے دامن میں کئی نہریں جاری کی ہیں تاکہ شاید میرے پہلو میں کسی معشوقِ سرو قد کو بٹھا دیں۔

سرو کا برلبِ جو ہونا ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ اشکباری کر رہا ہوں شاید معشوق مل جائے۔

(۵) ترجمہ۔ اس نکتہ کا بھید شاید شمع ہی زبان سے نکالے۔ ورنہ پروانہ کو تو بات کرنے کی کچھ پرواہ نہیں سرِ این نکتہ سے مراد اسرارِ عشق و سوز۔

(۶) ترجمہ۔ شراب کی کشتی لا کہ معشوق کے فراق میں غم کی وجہ سے آنکھوں کے ہر گوشہ سے دریا جاری ہیں۔ کثرتِ گریہ کا اظہار کر کے طلبِ شراب کی ہے۔ دریا کے لئے کشتی کی ضرورت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ مجھ معشوق پرست کے سامنے اغیار کی باتیں نہ کر۔ کیونکہ مجھے معشوق اور جامِ شراب کے سوا اور کسی کی پرواہ نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ نرگس نے اگر تیری آنکھ کے شیوہ کی برابری کا دعویٰ کیا ہے تو ناراض نہ ہو کیونکہ اہلِ نظر اندھوں کی بات کی پرواہ نہیں کرتے۔

چشمِ نرگس کا نابینا ہونا ظاہر ہے۔

(۹) ترجمہ۔ یہ بات مجھے بہت پسند آئی کہ صبح کے وقت ایک ترسا دف و نے کے ساتھ شراب خانہ کے دروازہ پر کہہ رہا تھا۔

سبکسار مردم سبکتر روند	تہی انیست وصاحبدلاں بشنوند

(۶) ترجمہ۔ بادشاہی کے سامان لشکر کا فکر اور تاج و گنج کا سودا لگا ہے۔ اور درویش کو دلجمعی اور گوشۂ قلندری نصیب ہے۔

چہ محتاجند سلطاناں باسباب جہانبانی	چہ آزادند درویشاں ز آسیب گرانباری
خوشا درویشیا کورا بود گنج تن آسانی	بد سلطانیا کورا بود رنج دل آشوبی
کہ سلطانیست درویشی و درویشیست سلطانی	پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی

(۷) ترجمہ۔ فکر و ہمت کے مطابق مراد حاصل ہو۔ بادشاہ سے نذر خیر ہے اور توفیق سے مددگاری حاصل ہو۔
نیل پانا۔ حاصل کرنا، پہنچنا۔

(۸) ترجمہ۔ اگر اجازت ہو تو میں ایک صوفیانہ بات کہتا ہوں کہ اے آنکھوں کے نور! بادشاہی جنگ سے صلح بہتر ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ فقر اور قناعت کے غبار کو دل سے نہ دھو۔ کیونکہ یہ خاک عمل کیمیا گری سے بہتر ہے۔

غزل (۴۱۱)

خرقہ جائے گرو بادہ و دفتر جائی	۱	در ہمہ دیر مغان نیست چو من شیدائی
از خدا می طلبم صحبت روشن رائی	۲	دل کہ آئینۂ شاہی ست غباری دارد
کہ دگر مے نخورم بی رخ بزم آرائی	۳	کردہ ام توبہ بدست صنمی بادہ فروش
در کنارم بنشانند سہی بالائی	۴	جویہا بستہ ام از دیدہ بدامان کہ مگر
ورنہ پروانہ ندارد ز سخن پروائی	۵	سر این نکتہ مگر شمع برآرد بزبان
گشتہ ہر گوشۂ چشم از غم دل دریائی	۶	کشتی بادہ بیاور کہ مرا بی رخ دوست
کز وی و جام میم نیست بکس پروائی	۷	سخن غیر مگو با من معشوقہ پرست
نروند اہل نظر از پے نابینائی	۸	نرگس ار لاف زد از شیوۂ چشم تو مرنج
بر در میکدۂ با دف و نی ترسائی	ق ۹	این حدیثم چہ خوش آمد کہ سحرگہ میگفت

(۱) ترجمہ۔ دو عقلمند دوست ہوں اور پرانی شراب کے دو من۔ فراغت ہو۔ کتاب ہو اور باغ کا گوشہ ہو
مطلب یہ ہے کہ اگر یہ نعمتیں موجود ہوں تو پھر اور کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ **من**۔
ایک معین وزن ہے۔ جو دو رطل کے برابر ہوتا ہے۔ یا ۲۸۰ درم کے برابر اور ایک درم ۳ ماشہ
کا ہوتا ہے اس حساب سے من گویا ایک سیر بارہ چھٹانک مروجہ کے برابر ہوا۔

(۲) ترجمہ۔ حوادث کی تند ہوا کی وجہ سے نہیں معلوم کر سکتے کہ اس باغ میں کوئی پھول ہوا ہے یا سمن
سیئے باد حوادث نے اس تمام باغ کو ویران کر دیا۔ دنیا کی ناپائداری کا ذکر ہے۔

میرے آشیاں کے تو تھے چار تنکے	چمن اڑ گیا آندھیاں آتے آتے	(داغ)

(۳) ترجمہ۔ میں اس مقام کو دنیا اور آخرت کے بدلے نہیں دیتا۔ اگرچہ لوگ گروہ در گروہ میرے پیچھے پڑ جائیں۔
ایں مقام سے مراد مقام عشق۔

(۴) ترجمہ۔ جس شخص نے قناعت کے گوشہ کو دنیا کے خزانہ کے بدلے دیدیا۔ اس نے گویا یوسف مصری کو بہت تھوڑی قیمت پر بیچ دیا۔
کنج قناعت کو یوسف مصری اور گنج دنیا کو کمترین ثمن کہا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے تجھ جیسوں کے زہد یا مجھ جیسوں کے فسق سے اس کارخانہ کی رونق کم نہیں ہوتی۔
مطلب یہ ہے کہ آئل کو شراب پیتے کیونکہ دنیا کے کارخانہ کی رونق نہ میرے فسق سے کچھ کم ہوتی اور نہ تیرے زہد سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۱۲/۵)

(۶) ترجمہ۔ میں اپنے معشوق کو ناچیز لوگوں کے ہاتھ میں دیکھتا ہوں۔ آسمان نے مجھ جیسے (عاشق صادق) کی خدمت کا حق اچھا پہچانا ہے)
آسمان کی ناقدر شناسی کا شکوہ ہے۔ کہ ایک عاشق صادق کو محروم کر کے معشوق کو نااہل اغیار کے ہاتھ میں دیدیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ نقش بنانے والے کے آئینہ میں صورت غیب کو دیکھ۔ اگر ہوس ملک قناعت میں تیرے لئے کوئی وطن بناتے۔
مطلب یہ ہے کہ اگر ہوا و ہوس تجھے ملک قناعت میں جاگزیں ہونے دیں تو تیرا آئینہ دل اسقدر

(۱۰) ترجمہ۔ کہ اگر مسلمانی یہی ہے جو حافظ کہتا ہے۔ تو افسوس کہ آج کے بعد فردائے قیامت بھی ہو۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ دوسرا شعر ترسا کا مقولہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمانی یہی ہے جو حافظ کی ہے تو اگر فی الحقیقت قیامت نمودار ہوئی تو کیا بنے گا اور حافظ جیسے مسلمان کیا جواب دینگے۔ ان دونو شعروں کے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے۔ جو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۶ تا ۱۸ سوانحعمری پر درج ہے۔

غزل (۲۴)

دو یار زیرک و از بادۂ کہن دو منی	۱	فراغتی و کتابی و گوشۂ چمنی
زتند باد حوادث نمیتوان دیدن	۲	دریں چمن کہ گلے بودہ است یا سمنی
من ایں مقام بدنیا و آخرت ندہم	۳	اگرچہ در پیم افتند خلق انجمنی
ہر آنکہ کنج قناعت بگنج دنیا داد	۴	فروخت یوسف مصری بکمترین ثمنی
بیا کہ رونق ایں کارخانہ کم نشود	۵	ز زہد ہمچو توئے یا ز فسق ہمچو منی
نگار خویش بدست خساں ہمی بینم	۶	چنیں شناخت فلک حق خدمت چو منی
ببین در آئینہ نقشبند صورت غیب	۷	گرت ز ملک قناعت ہوس کند وطنی
ازیں سموم کہ بر طرف بوستان بگذشت	۸	عجب کہ رنگ گلے ماند و بوی یاسمنی
بصبر کوش توای دل کہ حق رہا نکند	۹	چنیں عزیز نگینے بدست اہرمنی
بگوشۂ بنشین سرخوش و تماشا کن	۱۰	زحادثات زمانی رخ شکر دہنی
بروز واقعہ غم با شراب باید گفت	۱۱	کہ اعتماد بکس نیست در چنیں زمنی
مزاج دہر تبہ شد دریں بلا آئے	۱۲	کجاست فکر حکیمے و رای برہمنی

(۱۳) شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ می بندی
چرا بگردن حافظ نمی نہی رسنی (۱۳)

شعر	نمبر	شعر
تعبیر رفت یار سفر کردہ میرسد	۲	ای کاش ہرچہ زود تر از در در آمدی
ذکرش بخیر ساقی فرخندہ فال من	۳	کز در مدام با قدح و ساغر آمدی
فیض ازل بزور و زر ار آمدی بدست	۴	آب خضر نصیبہ اسکندر آمدی
آن عہد یاد باد کہ از بام و در مرا	۵	ہر دم پیام یار و خط دلبر آمدی
خوش بودی ار بخواب بدیدی دیار خویش	۶	تا یاد صحبتش سوی ما رہبر آمدی
آنکو ترا بسنگدلی گشت رہنموں	۷	ای کاشکی کہ پاش بسنگی بر آمدی
کی یافتی رقیب تو چندان مجال ظلم	۸	مظلومی ار شبی بدر داور آمدی
خامان رہ نرفتہ چہ دانند ذوق عشق	۹	دریا دلی بجوی کہ دلبر بر آمدی
جانہا نثار کردمی آن دلنواز را	۱۰	گر ہمچو روح جلوہ کنان در بر آمدی

(۱۱) گر دیگری بشیوۂ حافظ زدی رقم — مقبول طبع شاہ سخن پرور آمدی (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ کل رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چاند نکلا۔ جسکے چہرہ کے عکس سے شب ہجر ختم ہو گئی۔

(۲) ترجمہ۔ (اس خواب کی) تعبیر یہ ہوئی کہ سفر پر گیا ہوا یار آتا ہے۔ اے کاش کہ وہ بہت جلد میرے دروازے سے اندر آجاتے۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ ہر چہ زود تر یعنے بغایت زود تر۔ بہت جلدی نہایت جلدی۔

ہر چہ۔ بعض جگہ بمعنے بسیار استعمال ہوتا ہے مثلاً

۔	گفتار تلخ زاں لب شیریں نہ درخورست		خوش کن عبارتی کہ خلق ہرچہ خوشتر است	(ظہیر فاریابی)

(۳) ترجمہ۔ ذکرش بخیر میرا فرخندہ فال ساقی جو ہمیشہ دروازہ سے قدح و جام لے کر آتا تھا۔

(۴) ترجمہ۔ فیض ازل اگر زور اور زر سے ہاتھ آتا۔ تو آب حیات سکندر کی قسمت میں ہوتا۔

ظاہر ہے کہ سکندر اعظم زور اور زر کے لحاظ سے خواجہ خضر علیہ السلام سے زیادہ تھا لیکن آب حیات سکندر کو نہیں بلکہ خضر کو ملا۔ زور و زر پر کچھ منحصر نہیں۔ خدا کا فضل چاہیئے۔

این سعادت بزور بازو نیست		تا نہ بخشد خدائے بخشندہ	

روشن اور صاف ہو جائیگا کہ غیب کی صورتیں ہی تجھے نظر آنے لگ جائیں گی۔ نقشبند سے مراد خدا۔

اکثر نقشبند سے مراد دل۔

(۸) ترجمہ۔ اس سموم کی وجہ سے جو باغ میں سے ہو کر گذری۔ تعجب ہے اگر پھول کا رنگ اور یاسمن کی خوشبو باقی رہی ہو۔

مطلب یہ ہے۔ کہ بادِ سموم نے تمام باغ کو ویران کر دیا۔ دیکھو شعر (۲) غزل ہذا

(۹) ترجمہ۔ اے دل صبر کرنے کی کوشش کر کیونکہ خدا ایسی قیمتی مہر کو دیو کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتا۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ فی الحال معشوق اغیار کے ہاتھ میں ہے لیکن خدا ایسی قیمتی چیز کو ایسے نااہل لوگوں کے پاس نہیں چھوڑتا آخر تیرا معشوق تیرے پاس آجائے گا۔ یہ شعر غزل ہذا کے شعر (۶) کا جواب ہے۔

اہرمن اور نگین میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ ایک گوشہ میں مست ہو کر بیٹھ اور حادثاتِ زمانہ سے (بے فکر ہو کر) کسی شیریں دہن معشوق کا چہرہ دیکھ۔

(۱۱) ترجمہ۔ تکلیف کے دن اپنا غم شراب سے بیان کرنا چاہئے۔ کیونکہ ایسے زمانہ میں کسی پر اعتبار نہیں۔

یعنے شراب کے بغیر اور کوئی محرم راز نہیں۔

(۱۲) ترجمہ۔ اس بلا میں دنیا کا مزاج بگڑ گیا ہے ہاں کسی حکیم کی فکر اور کسی برہمن کی رائے کہاں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا کے مزاج بگڑ چکے ہیں کوئی عارف ہو تو ان کو درست کرے۔ برہمنوں کی دانائی ضرب المثل ہو گئی ہے اور فی الحقیقت اس قوم کے لوگ کسی زمانہ میں اعلیٰ درجہ کے حکیم تھے۔

(۱۳) ترجمہ۔ یہ شیخ سنا ہے کہ تو کتوں کو پٹے سے باندھتا ہے۔ پھر حافظ کی گردن میں کیوں رسی نہیں ڈالتا۔

قلادہ۔ کتے یا اونٹ وغیرہ کے گلے کا پٹکا۔ گردن بندِ سگ و شتر۔

غزل (۴۳)

دیدم بخواب دوش کہ ماہی برآمدی	ط	کز عکس روی او شب ہجراں سرآمدی

اس نے میری قدر دانی کرتا ہے کہ میرے شعر بلند پایہ کے ہوتے ہیں اگر اور کوئی شخص بھی ایسے شعر لکھہ سکتا تو بادشاہ اس کی قدر بھی کرتا۔

غزل (۴۴)

رفتم بباغ تاکہ بچینم سحر گلے	۱	آمد بگوش ناگہم آواز بلبلے
مسکین چو من بعشق گلی گشتہ مبتلا	۲	واندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے
میگشتم اندران چمن و باغ دمبدم	۳	میکردم اندراں گل و بلبل تاملے
چون کرد در دلم اثر آواز عندلیب	۴	گشتم چنانکہ ہیچ نماندم تحملے
بس گل شگفتہ میشود این باغ را ولے	۵	کس بے جفائے خار نچیدست ازو گلے
گل یار خار گشتہ و بلبل قرین عشق	۶	آں را تغیری نہ وایں را تبدلے

(۷) حافظ مدار امید فرح از مدار چرخ
دارد ہزار عیب و ندارد تفضلے

اس غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ باغ میں جا کر گل و بلبل کے عشق سے عبرت حاصل کی ہر نتیجہ یہ ہے کہ اس فلکِ ناہنجار کے نیچے بلبل جیسے عاشق محروم اور کانٹے صحبتِ گل سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اہل کمال تکلیف میں ہیں اور جہال ناز و تنعم سے بسر کرتے ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ میں باغ میں گیا تاکہ صبح کے وقت پھول چنوں۔ ناگاہ ایک بلبل کی آواز میرے کانوں میں آئی

(۲) ترجمہ۔ وہ بچاری میری طرح پھول کے عشق میں مبتلا تھی اور باغ میں نالہ و فریاد سے غلغلہ ڈالا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ میں اس چمن اور باغ میں پھرتا تھا اور دمبدم اس بلبل اور پھول کے حالات پر غور کرتا تھا۔

(۴) ترجمہ۔ میرے دل پر عندلیب کی آواز نے اثر کیا۔ میں ایسا (بیقرار) ہو گیا کہ مجھہ میں بالکل تاب طاقت نہ رہی

(۵) ترجمہ۔ اس باغ میں بہت پھول کھلتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص کانٹے کا ظلم برداشت کئے بغیر اس سے پھول نہیں چن سکتا۔

اسی مضمون پر ہے۔

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل	کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

اسی مضمون پر نظامی گنجوی فرماتے ہیں۔

یکے ہاتف از غیب آواز داد	کہ روزی بہر کس خطے باز داد
سکندر کہ جُست آبِ حیواں ندید	بخستہ بخضر آبِ حیواں رسید
سکندر بتاریکی آرد شتاب	رہِ روشنی خضر یابد بر آب
دویدا ز پئے آنچہ روزی نبود	چو روزی نباشد دویدن چہ سود

(۵) ترجمہ۔ اس زمانہ کی یاد بخیر ہو کہ بام و در سے بھی ہر وقت معشوق کا پیغام اور دلبر کا خط آتا تھا۔

(۶) ترجمہ۔ اچھا ہوتا اگر وہ خواب میں اپنا وطن دیکھتا۔ تاکہ صحبت کی یاد دلاسے ہماری طرف لے آتی

(۷) ترجمہ۔ وہ شخص جو سنگدلی سے تیرا رہنما بنا۔ کاش کہ اس کا پاؤں پتھر پر آتا۔

یعنے وہ شخص جو سنگدلی کی وجہ سے تجھے سفر میں لے جانے کے لئے تیرا رہنما بنا یا جس شخص نے تجھے سنگدلی کا رستہ دکھایا۔ کاش کہ وہ تکلیف اور مصیبت میں گرفتار ہوتا۔

پا بسنگ بر آمدن۔ بلا اور مصیبت میں گرفتار ہونا۔ محاورہ ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے رقیب کو ظلم کی کب اتنی مجال ہوتی۔ اگر کوئی مظلوم ایک رات بادشاہ یا خدا کے دروازہ پر جاتا۔

یعنے تیرا رقیب اتنا ظلم نہ کر سکتا اگر مظلوموں کو شکایت کا موقعہ مل جاتا۔

(۹) ترجمہ۔ رستہ نہ چلے ہوئے خام طبع لوگ عشق کی لذت کیا جانیں۔ دریا دلی ڈھونڈھ تاکہ معشوق آجائے

مطلب یہ ہے کہ معشوق کا وصال صرف اُن عاشقوں کو نصیب ہوتا ہے جو دریا دل ہوتے ہیں خام طبع لوگوں کو جنہوں نے منازلِ عشق کی دشواریوں کو دیکھا ہی نہیں۔ وصال حاصل نہیں ہو سکتا

(۱۰) ترجمہ۔ میں اس دلنواز پر کئی جانیں قربان کرتا۔ اگر وہ روح کی طرح جلوہ دکھاتا ہوا میرے پہلو میں آتا۔

(۱۱) ترجمہ۔ اگر کوئی دوسرا شخص بھی حافظ کے شیوہ پر شعر کہہ سکتا تو سخن پرور بادشاہ کے مقبولِ طبع ہو جاتا۔

یہاں اپنی قادر الکلامی اور بادشاہ کی سخن شناسی کی تعریف کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سخن پرور بادشاہ

یعنے جتنی اغیار پر مہربانی ہے اتنی ہی ہم پر نہیں۔ یا یہ کہ ہمیں اغیار کی طرح نہیں رکھنا چاہئے۔

(۲) ترجمہ۔ تونے کبھی چشم رضا مجھ پر نہ کھولی۔ کیا تو صاحب نظر لوگوں کی یہی عزت کرتا ہے ؟۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے غم ہی باغ میں نہ پھول چھوٹا ہی نہ بلبل۔ سب کو تو نے نعرہ زن اور جامہ دربنا یا ہے

نعرہ زن کی نسبت بلبل سے اور جامہ دری کی نسبت گل سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گل و بلبل سب

تجھ پر عاشق ہیں۔

زہجرا و نہ ہمیں عندلیب نالاں است		گل از فراق بہ جیب دریدہ میماند	(نعمت خاں عالی)

(۴) ترجمہ۔ اے دل تو بڑا تجربہ کار ہے ان لڑکوں سے مہر و فا کی امید کس طرح رکھتا ہے۔

پدر تجربہ صاحب تجربہ۔ پدر و پسر کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ رندی اور خرابی ہمارا گناہ ہی لیکن ایک عاشق نے کہا کہ تو ہی ہم کو اس طرح رکھتا ہی۔

اپنی گناہگاری اور ذمہ داری کا اعتراف بھی کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہی کہ خدا جس حال میں

کسی کو چاہتا ہے رکھتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ جام جم کا جوہر کسی اور جہان کی کان سی ہے۔ اور تو کوزہ گروں کی مٹی سی امیدیں رکھتا ہی۔

یعنے تجھے شراب انگور سے بہتری کی امید ہے جو کوزہ گروں کے کوزوں میں ہوتی ہو حالانکہ

وہ شراب جس سی بہتری کی امید ہونی چاہیئے وہ اور ہی صراحیوں میں ہوتی ہے۔ یا یہ کہ تجھے زہد

خشک سے بہبودی کی امید ہے حالانکہ حقیقی بہبودی شراب معرفت میں ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اس تنا میں جو تجھے سیمبر معشوقوں سے ہے۔ تجھے سیم و زر کا کیسہ بالکل خالی

کرنا پڑے گا

(۸) ترجمہ۔ اے وہ شخص جو دلق ریائی میں ذوق حضور کا طالب ہی۔ حیراں ہوں کہ تو اندھوں سے

سیری کی امید رکھتا ہے۔

مشہور ہے کہ اندھوں کی آتش حرص بہت تیز ہوتی ہی اور وہ کبھی سیر نہیں ہوتے۔ مطلب یہ ہی کہ

جسطرح اندھوں سی سیری کی امید فضول ہی۔ اسی طرح زہد ریائی کے ساتھ ذوق حضور ناممکن ہی۔ اگر

سیر بفتح پڑھیں تو سیر سے مجاز اً مراد دیکھنا۔ نظارہ کرنا۔

(۹) ترجمہ۔ اے چشم و چراغ! جب باغ نظر میں تو بمنزلہ نرگس کے ہے تو مجھ دلخستہ کے ساتھ سرگرانی کی کیا وجہ ہے

یعنے دنیا میں بغیر تکلیف برداشت کرنے کی راحت نصیب نہیں ہوتی۔

(۶) ترجمہ۔ پھول تو کانٹے کا دوست بنا ہے اور بلبل عشق میں مبتلا ہے نہ اس میں کوئی تبدیلی ہے نہ اس میں کچھ تغیر

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ آسمان کے دور سے فرحت کی امید نہ رکھو۔ کیونکہ اس میں ہزار عیب ہیں اور ایک ہنر نہیں

دارد کا فاعل چرخ۔ دورِ چرخ کے مظالم کا شکوہ ہے۔

غزل (۴۵)

روزگاریست کہ ما را نگران میداری	۱	مخلصان را نہ بوضع دگران میداری
گوشۂ چشم رضائی بمنت باز نشد	۲	اینچنیں عزت صاحب نظران میداری
نہ گل از داغ غمت رست نہ بلبل در باغ	۳	ہمہ را نعرہ زنان جامہ دران میداری
پدر تجربہ آخر توئی ای دل زچہ روے	۴	طمع مہر و وفا زین پسران میداری
گرچہ رندی و خرابی گنہ ماست ولے	۵	عاشقی گفت کہ ما را تو بران میداری
جوہر جام جم از کان جہان دگر است	۶	تو تمنا ز گل کوزہ گران میداری
کیسۂ سیم و زرت نیک بباید پرداخت	۷	زین تمنا کہ تو از سیمبران میداری
ای کہ در دلق ملمع طلبی ذوق حضور	۸	چشم سیری عجب از بی بصران میداری
چون توئی نرگس باغ نظر ای چشم و چراغ	۹	سر چرا بر من دلخستہ گران میداری
دین و دل رفت ولی است نیارم گفت	۱۰	کہ من سوختہ دل را تو بران میداری
تا صبا بر گل و بلبل ورق حسن تو خواند	۱۱	ہمہ را شیفتہ و دل نگران میداری
ساعد آن بہ کہ نپوشی چو تو از بہر نگار	۱۲	دست در خون دل پرہنران میداری

(۱۳) مگذران روز سلامت بملامت حافظ
چہ توقع ز جہان گذران میداری (۱۳)

(۱) ترجمہ۔ ایک زمانہ گذرا ہے کہ تو نے ہمیں انتظار میں رکھا ہے مخلصوں کو اغیار کی طرز میں بھی تو نہیں رکھتا۔

(۸) **حافظا گرندہد داد دلت خسرو عہد** (۸)

کام دشوار بدست آوری از خود کامے

(۱) ترجمہ۔ اگرچہ ماہِ رمضان ہی لیکن اس شراب صاف سی مجھے ایک پیالہ لا دے جس سی ہر ایک خام طبع آدمی پختہ مغز ہو جاتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ مدت ہوئی کہ مجھ مسکین کے ہاتھ نے کسی شمشاد قد کی پنڈلی اور کسی سیم اندام کے بازو کو نہیں پکڑا۔

(۳) ترجمہ۔ اے دل روزہ گرچہ ایک عزیز مہمان ہی لیکن اسکے جانے کو مہربانی سمجھ اور اسکی گذرنے کو نعمت

(۴) ترجمہ۔ دانا پرندہ عبادت گاہ کے دروازہ پر اب نہیں اڑیگا۔ کیونکہ وعظ کی ہر ایک مجلس میں جال پھیلا ہوا ہی
مطلب یہ ہی کہ دانا آدمی کو مجلسِ وعظ کے نزدیک بھی نہیں جانا چاہئے۔ کیونکہ واعظ نے اس مجلس میں دام تزویر پھیلایا ہوا ہے۔ آج کل تو عموماً مجلسِ وعظ ایک دام تزویر ہوتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں بدخو زاہد کی کیا شکایت کروں۔ رسم ہی یہی ہے کہ جب صبح ہوتی ہی تو اسکے پیچھے شام ہی لگی ہوتی ہے۔
اپنے آپ کو صبح سے اور زاہد کو شام سے تشبیہ دی ہے۔ مطلب یہ ہی کہ اگر زاہد ہمارے در پے آزار ہے تو کچھ شکایت نہیں۔ ہر صبح کے پیچھے شام لگی ہے اور دنیا کی رسم ہی اسی طرح ہی۔

(۶) ترجمہ۔ جب میرا یار باغ کی سیر کے لئے نکلے۔ تو اے قاصدِ صبا میرا پیغام اسے پہنچا۔

(۷) ترجمہ۔ وہ حریف کہاں ہی جو شب و روز شراب صاف پیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوگا کہ وہ (مجھ) دردآشام کو یاد کرے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر بادشاہِ وقت تیرے دل کی داد نہیں دیگا۔ تو کسی خود کام (معشوق) سے تیرا مشکل مدعا حاصل ہو جائے گا۔
یعنے اگر بادشاہ تیری دادرسی نہیں کریگا۔ تو معشوق تیری مرادیں پوری کردیگا

سرگراں مخمور کو ہی کہتے ہیں لہذا نرگس اور سرگراں کی رعایت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ دل اور دین ہاتھ سے گئے لیکن میں سچی بات نہیں کہہ سکتا کہ مجہہ سوختہ دل کو تو ہی اس حالت میں رکہتا ہے۔

یعنے سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے تو بیدل۔ دینی کی حالت میں رکہنا چاہتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ جب سے صبا نے پھول اور بلبل کے سامنے تیرے حسن کا ورق پڑہا ہے۔ اسوقت سے تو نے اُن سب کو شیفتہ اور منتظر بنا یا ہے۔

یعنے جب سے گل و بلبل کو تیرے حسن کی خبر ہوئی ہے دونو تجہہ پر عاشق ہو گئے ہیں۔

(۱۲) ترجمہ۔ جب تو اہل ہنر کے دل کے خون میں نقش و نگار کے لئے ہاتھ ڈالتا ہے تو مناسب یہی ہے کہ تو اپنے بازو کو نہ چھپائے۔

تاکہ مشتاق تیرے بازو کو دیکہہ سکیں۔

(۱۳) ترجمہ۔ اے حافظ سلامتی کے دن کو ملامت سے نہ گذار۔ تجھے گذرنے والے جہاں سے کیا امید ہو سکتی ہے

یعنے دنیا چند روزہ ہے۔ وقت کو غنیمت جان اور اپنی سلامتی کے لئے کچہہ کرے۔

غزل (۴۶)

زان مے صاف کز و پختہ شود ہر خامی ۱ گرچہ ماہ رمضانست بیاور جامی

روز ہا رفت کہ دست من مسکین نگرفت ۲ ساق شمشاد قدی ساعد سیم اندامی

روزہ ہر چند کہ مہمان عزیزست دلا ۳ رفتنش موہبتی داں شد نش انعامی

مرغ زیرک بدر صومعہ اکنوں نپرد ۴ کہ نہادہ است بہر مجلس وعظی دامی

گلہ از زاہد بدخو چہ کنم رسم اینست ۵ کہ چو صبحے بدمد در پیش افتد شامی

یار من چوں بخرامد بتماشای چمن ۶ برسانش ز من ای پیک صبا پیغامی

کو حریفی کہ شب و روز مئی صاف کشد ۷ بود آیا کہ کند یاد ز دردآشامی

آرام کر۔

یعنے چوں وچرا کو چھوڑ۔ شراب پی اور آرام کر۔

(۴) ترجمہ۔ راہ نشین طبیب عشق کے بھید نہیں جانتا۔ اے مردہ دل! جا اور کسی عیسے نفس کو ڈھونڈھ

(۵) ترجمہ۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ راہ عشق میں عقل کی تدبیر ایسی ہے جسطرح شبنم کا قطرہ سمندر میں نقش بنائے

عشق و عقل کے لئے دیکھو ت ۲/۱ د ۴/۵ د ۲/۱۵ ل ۵/۴ ر ۲/۱ م ۲/۲ ص ۵/۱ ل ۵/۴

ن ۲/۱ ۸ ۴/۳ ی ۲/۱۲)

(۶) ترجمہ۔ آ کہ وقت شناس لوگ شراب صاف کے ایک پیالے اور معشوق کی صحبت کے بدلے دونو جہاں

دے دیتے ہیں۔

بیا سے مراد آ اور شراب پی۔

(۷) ترجمہ۔ دائمی عیش و تنعم عشق کا شیوہ نہیں ہے۔ اگر تو ہمارا ہمنشیں ہے تو غم کا پیالہ بھی پی۔

(۸) ترجمہ۔ میں شکایت تو نہیں کرتا لیکن معشوق کے ابر رحمت نے دم ہم خستہ جگر لوگوں کی کھیتی

کو ایک قطرہ پانی بھی نہ دیا۔

(۹) ترجمہ۔ آ کہ اگرچہ میرا خرقہ شراب کے نے میں وقف پڑا ہے لیکن مال وقف سے میرا نام تو ایک دم بھی نہیں دیکھیگا

مطلب یہ ہے کہ میں ہر چند شراب خوار رہوں لیکن زاہدوں کیطرح مال وقف کو تو اپنے مصرف میں نہیں لاتا

اسی مضمون کے لئے دیکھو ت ۲/۳۷)

(۱۰) ترجمہ۔ اس شخص کو ایک نیشکر کے بدلے بھی کیوں نہیں خریدتے جس نے قلم کی نے اسقدر شکر

افشانی کی ہے۔

یعنے مجھ جیسے شیریں کلام شاعر کی قدر کیوں نہیں کرتے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے بادشاہ تیری قدر کے لایق حافظ کے پاس کیا ہے۔ سوائے رات کی نیاز اور صبح

کی دعا کے۔

یعنے میں صرف دعا کر سکتا ہوں اور کرتا ہوں۔ اسکے علاوہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو تیرے

شایان شان ہو۔

غزل (۹۷)

ز دلبرم کہ رساند نوازشِ قلمی	۱	کجاست پیک صبا گو بیا بکن کرمی
دلم گرفت ز سالوس و طبل زیر گلیم	۲	خوشا دمی کہ بمیخانہ برکنم علمی
حدیث چون و چرا درد سر دہد ساقی	۳	پیالہ گیر و بیاسا بعمر خویش دمی
طبیب راہ نشین سر عشق نشناسد	۴	برو بدست کن ای مردہ دل مسیح دمی
قیاس کردم و تدبیر عقل در رہِ عشق	۵	چو شبنمیست کہ در بحر میکشد رقمی
بیا کہ وقت شناسان دو کون بفروشند	۶	بیک پیالہ صافی و صحبتِ صنمی
دوام عیش و تنعم نہ شیوۂ عشق ست	۷	اگر معاشر مائی بنوش جام غمی
نمیکنم گلہ لیکن ابر رحمت دوست	۸	بکشت زار جگر خستگان نداد نمی
بیا کہ خرقۂ من گرچہ وقف میکدہ ہاست	۹	ز مال وقف نہ بینی بنام من درمی
چرا بیک نے قندش نمی خرند آن را	۱۰	کہ کرد صد شکر افشانی از نے قلمی

(۱۱) سزای قدر تو شاہا بدست حافظ چیست
بجز نیاز شبی یا دعای صبحدمی (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ کون ہی جو معشوق کا ایک خط میرے پاس لائے۔ قاصدِ صبا کہاں ہی اسے کہو کہ آ اور مہربانی کر۔

نوازشِ قلم سے مراد خط۔ تحریر۔

(۲) ترجمہ۔ میرا دل مکر اور گدڑی کے نیچے کے طبل سی ملول ہو گیا ہی۔ وہ وقت اچھا ہو گا کہ میں شراب خانہ میں علم بلند کروں گا۔

طبل زیر گلیم۔ گدڑی کے نیچے طبل پوشیدہ رکھنا۔ محاورہ ہے۔ ایک نہایت ہی مشہور چیز کو پوشیدہ کرنے کی کوشش کرنا۔ یہاں مراد ریا۔

(۳) ترجمہ۔ اے ساقی چون و چرا کی باتیں دردِ سر کا موجب ہیں۔ پیالہ لے اور عمر بھر میں ایک دم تو

دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کا جواب ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیری آنکھ اور ابرو کے ہوتے میں دل کی کیا تدبیر کروں۔ اس کمان پر آفریں جو تو بیمار کے سر پر کھینچتا ہے۔

بیمار سے مراد عاشق بیمار یا چشم بیمار۔

(۶) ترجمہ۔ واپس آکہ میں تیرے چہرے سے چشم بد کو دور کروں۔ اے تازہ پھول! کہ تو اس کانٹے سے دامن بچاتا ہے۔

این خار سے مراد عاشق یعنے تو مجھ سے دامن بچاتا ہے۔ آکہ میں تیری بلائیں لوں۔

(۷) ترجمہ۔ باد صبا جیسے تجربہ کار مسافر کو زلف کی خوشبو سے تو ہر وقت زنجیر میں گرفتار کرتا ہے۔

کامل رو۔ تجربہ کار مسافر۔ تیز چلنے والا آدمی۔ باد صبا کی کامل روی ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تو زمانے کی نعمتوں سے اور کیا مانگتا ہے۔ تو شراب پیتا ہے اور معشوق کی زلف تیرے ہاتھ میں ہے۔

یعنے مئے و معشوق کی موجودگی میں اور کسی نعمت کی کیا ضرورت ہے۔

غزل (۷۹)

ساقیا سایۂ ابرست و بہار و لب جوی	۱	من نگویم چہ کن از اہل دلی خود تو بگوی
بوی یکرنگی ازین قوم نیاید برخیز	۲	دلق آلودۂ صوفی بمی ناب بشوی
سفلہ طبع ست جہان بر کرمش تکیہ مکن	۳	ای جہاندیدہ ثبات قدم از سفلہ مجوی
گوش بکشای کہ بلبل بفغان میگوید	۴	خواجہ تقصیر مفرما گل توفیق ببوی
یک نصیحت کنمت بشنو و صد گنج ببر	۵	از رہ عیش در آ و برہ عیب مپوی
شکر ایزد کہ دگر بار رسیدی بہار	۶	بیخ نیکی بنشان و رہ توفیق بجوی
روی جانان طلبی آینہ را قابل ساز	۷	ورنہ ہرگز گل و نسرین ندمد ز آہن و روی
پیشتر زانکہ شوی خاک در میکدہ ہا	۸	یک دو روزی بسر اندر رہ میخانہ بپوی

غزل (۴۸)

زین خوش رقم کہ بر گل رخسار میکشی	۱	خط بر صحیفۂ گل و گلزار میکشی
اشک حرم نشین نہانخانۂ مرا	۲	زانسوی ہفت پردہ ببازار میکشی
ہردم بیاد آن لب میگون و چشم مست	۳	از خلوتم بخانۂ خمار میکشی
گفتی سر تو بستۂ بفتراک ما سزد	۴	سہل ست اگر تو زحمت این بار میکشی
با چشم و ابرو تو چہ تدبیر دل کنم	۵	وہ زین کمان کہ بر سر بیمار میکشی
باز آ کہ چشم بد ز رخت دور میکنم	۶	ای تازہ گل کہ دامن ازین خار میکشی
کاملروی چو باد صبا را ببوی زلف	۷	ہردم بقید سلسلہ در کار میکشی

(۸) حافظ دگر چہ می طلبی از نعیم دہر — می میچشی و طرۂ دلدار میکشی (۸)

(۱) ترجمہ۔ اس خوبصورت نقش و نگار سے جو تو گل رخسار پر بناتا ہے گل و گلزار کی کتاب پر تو خط کھینچ دیتا ہے۔
خط کشیدن یعنے کسی تحریر کو غلط اور باطل قرار دینے کے لئے اس پر خط کھینچنا۔
مطلب یہ ہے کہ تیرے گل رخسار کے مقابلہ میں گل و گلزار کی کچھ حقیقت نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ میرے نہاں خانہ کے حرم نشین آنسو کو سات پردوں میں سے نکال کر تو بازار میں لاتا ہے۔
ہفت پردہ یا ہفت پردۂ چشم (۱) ملتحمہ (۲) قرنیہ (۳) عنبیہ (۴) عنکبوتیہ (۵) شبکیہ (۶) مشیمیہ (۷) صلبیہ۔ آنکھ کے ان سات پردوں میں تین رطوبتیں بھی ہیں (۱) بیضیہ (۲) جلیدیہ (۳) زجاجیہ۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ تو مجھے بازاروں میں رُلاتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اس لب میگوں اور چشم مست کی یاد میں تو مجھے ہر وقت خلوت سے خانۂ خمار میں لیجاتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تو نے کہا ہے کہ تیرا سر ہماری فتراک سے باندھے جانے کے لائق ہے۔ یہ بات میرے لئے تو آسان ہے۔ بشرطیکہ تو اس بوجھ کو گوارا کرے۔

غزل (۵۰)

ساقی بیا کہ شد قدح لالہ پر ز می	طامات تا بچند و خرافات تا بکی
بگذر ز کبر و ناز کہ دیدہ ست روزگار	چین قبای قیصر و طرف کلاہ کی
ہشیار شو کہ مرغ سحر گشت مست ہاں	بیدار شو کہ خواب عدم در پی ست ہی
خوش ناز کانہ می چمی ای شاخ نو بہار	کاشفتگی مبادت ز آشوب باد دی
بر مہر چرخ و عشوۂ او اعتماد نیست	ای وای بر کسی کہ شد ایمن ز مکر وی
فردا شراب کوثر و حور از برای ماست	و امروز نیز دلبر مہ روی و جام می
باد صبا ز عہد صبی یاد مے دہد	جان دارو ای کہ غم ببرد در دہ ای بنی
حشمت مبین و سلطنت گل کہ گسترید	فراش باد ہر ورقے را بزیر پی
در دہ بیاد حاتم طی جام یک منی	تا نامۂ سیاہ بخیلاں کنیم طی
زاں می کہ داد رنگ طبیعی بارغواں	بیروں فگند لطف مزاج از رخش بخوی
بشنو کہ مطربان چمن راست کردہ اند	آہنگ چنگ و بربط و طنبور و نای و نی
مسند بباغ بر کہ بخدمت چو بندگان	استادہ است سرو کمر بستہ است نی
اشیای روزگار ہی ساز در گرد	اگر ز مرد زراہ باز ماندہ است ہیچ شی

(۱۴) حافظ حدیث سحر فریب خوشت رسید
تا حد چین و شام و باقصای روم و ری (۱۴)

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی آ کہ لالہ کا پیالہ شراب سے بھر گیا۔ لاف و گزاف کب تک اور یہ خرافات کب تک
یعنے موسم بہار ہے آ اور شراب دے۔ زہد کی لافیں اور یہ بیہودہ باتیں کب تک ہونگی۔

(۲) ترجمہ۔ کبر اور ناز کو چھوڑ کہ زمانے نے قبائے قیصر کے شکن اور کیخسرو کی ٹوپی کے گوشہ کو دیکھا ہے
یعنے دنیا میں کئی قیصر و کیخسرو گذر چکے ہیں۔ جن کا اب صرف نام ہی نام باقی ہے۔

(۹) گفتی از حافظ ما بوی ریا می آید
آفرین بر نفست باد که خوش بردی بوی (۹)

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی ابر کا سایہ ہی بہار ہی اور لب جو ہے۔ میں نہیں کہتا کہ تو کیا کر تو خود اہل دل ہی خود کہہ۔
یعنے اِسوقت شراب کی ضرورت ہی اور تو خود جانتا ہے۔ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔
(۲) ترجمہ۔ اس قوم سی یکرنگی کی بو نہیں آتی اُٹھ۔ اور صوفی کی آلودہ گدڑی کو شرابِ صاف سی دھو دے۔
(۳) ترجمہ۔ جہاں کمینہ ہی اسکی مہربانی پر بھروسہ نہ کر اے جہاندیدہ کمینوں سے ثابت قدمی نہ ڈھونڈھ
(۴) ترجمہ۔ کان کھول کہ بلبل چلا کر کہہ رہی ہے کہ اے صاحب غفلت نہ کر اور گُلِ توفیق کی خوشبو سونگھ
(۵) ترجمہ۔ میں تجھ کو ایک نصیحت کرتا ہوں سُن اور سو خزانے حاصل کر عیش کے رستہ سی آ اور عیب کے رستہ پر نہ چل
یعنے یہ نصیحت سو خزانوں کے برابر ہے کہ عیش کر اور عیب کی راہ نہ چل۔
(۶) ترجمہ۔ خدا کا شکر ہی کہ تجھے دوبارہ بہار حاصل ہوئی۔ نیکی کا بیج بو اور توفیق کا رستہ ڈھونڈھ
(۷) ترجمہ۔ معشوق کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہی۔ تو آئینہ کو قابل بنا۔ ورنہ پھول اور نسرین لوہے اور کانسی پر پیدا نہیں ہوتے۔
یعنے جس طرح لوہے اور کانسی پر پھول کا پیدا ہونا ناممکن ہی اسی طرح نااہل شخص کا فیضیاب ہونا محال ہی۔ پہلے آئینۂ دل کو صاف کر۔ پھر معشوق کا دیدار نصیب ہوگا۔ دیکھو شعر ۵ ص ۲ (؟)

فیضِ منعم با تنک ظرفاں چہ سازد چوں حباب	کاسہ اش خالیست گر ہمصحبت دریا شود

(۸) ترجمہ۔ پیشتر اس کے کہ تو شراب خانوں کے دروازہ کی خاک ہو جائے۔ ایک دو دن تو شراب خانہ کی راہ میں سر کے بل چل۔
(۹) ترجمہ۔ تو نے کہا ہے کہ ہمارے حافظ سے ریا کی بو آتی ہے۔ تیرے نفس پر آفرین کہ تو نے خوب بو کو پہچانا۔
نفس۔ سانس۔ مجاز آ مشام یا قوت شامہ

نے (بانس) کا کمربستہ یعنے گرہ در گرہ ہونا ظاہر۔

(۱۳) ترجمہ۔ زمانہ کی چیزوں کو رہن شراب کر دے۔ کیونکہ مرد راہ پیچھے کچھ چھوڑ نہیں جاتا۔

مردِ راہ۔ مسافر۔ سالک۔

(۱۴) ترجمہ۔ اے حافظ تیرا سحر فریب اچھا کلام۔ چین وشام کی سرحد تک اور روم ورے کی ولایت تک پہنچ گیا۔

غزل (۵۱)

سحر با باد میگفتم حدیث آرزومندی	۱	خطاب آمد کہ واثق شو بالطاف خداوندی
قلم را آن زبان نبود کہ سر عشق گوید باز	۲	ورای حد تقریر است شرح آرزومندی
دل اندر زلف لیلی بند و کار عشق مجنون کن	۳	کہ عاشق را زیان دارد مقالات خردمندی
الا ای یوسف مصری کہ کردت سلطنت مغرور	۴	پدر را باز پرس آخر کجا شد مہر فرزندی
بسحر غمزہ فتان دوا بخشی و درد انگیز	۵	بچین زلف مشک افشان دلارای و دلبندی
جہان پیر رعنا را مروت در جبلت نیست	۶	ز مہر او چہ میخواہی و رو ہمت چہ می بندی
ہمائی چون تو عالیقدر و حرص استخوان تا کی	۷	دریغ این سایہ دولت کہ بر نااہل افگندی
درین بازار اگر سود است با درویش خرسند است	۸	خدایا منعمم گردان بدرویشی و خرسندی
دعای صبح و شام تو کلید گنج مقصود است	۹	بایں راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی

(۱۰)	ز شعر حافظ شیراز میگویند و میرقصند سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ میں صبح کے وقت ہوا سے آرزومندی کا ذکر کرتا تھا۔ ارشاد ہوا کہ خدا تعالیٰ کی مہربانیوں پر تکیہ رکھ

خطاب آمد سے مراد یہ ہے کہ عالم بالا سے ارشاد ہوا۔

(۲) ترجمہ۔ قلم کی زبان میں تو اتنی طاقت نہیں کہ عشق کا بھید بیان کرے۔ آرزومندی کا بیان حد تقریر سے باہر ہے

(۳) ترجمہ - ہوشیار ہو جا کہ بلبل مست ہوئی۔ خبردار! بیدار ہو کہ خوابِ عدم پیچھے آنے والی ہے۔ افسوس!

ہوشیار اور مست - بیدار اور خواب کا مقابلہ ظاہر

(۴) ترجمہ - اے شاخِ نوبہار! تو بہت نزاکت سے خراماں ہے - خدا کرے بادِ خزاں کے آشوب سے تجھے پریشانی نہ ہو

(۵) ترجمہ - آسمان کی محبت اور اس کے عشوہ پر بھروسہ نہیں - اس شخص پر افسوس ہے، جو اس کے مکر سے بے فکر ہو گیا۔

(۶) ترجمہ - کل شراب کوثر اور حور بھی ہمارے لئے ہے اور آج مہوش معشوق اور شراب کا پیالہ بھی ہمارے حصہ میں ہے۔

فردا سے مراد فردائے قیامت۔

(۷) ترجمہ - بادِ صبا لڑکپن کا زمانہ یاد دلاتی ہے اے لڑکے ایسا جان پرور دارو جو غم دور کر دے دے

جان دارو دارو ے جان پرور - یہاں مراد شراب ہے۔

(۸) ترجمہ - پھول کی سلطنت اور حشمت دیکھ کہ ہوا کے فراش نے ہر ایک پتے کو پاؤں کے نیچے بچھا دیا۔

ہوا سے پھول کی پنکھڑیوں کا زمین پر گر کر فرش بنانا ظاہر - موسم بہار اور سلطنتِ گل کی ناپائداری کا بیان ہے۔

(۹) ترجمہ - حاتم طائی کی یاد میں شراب کا ایک منی پیالہ دے۔ تاکہ بخیلوں کے نامہ سیاہ کو طے کریں۔

طے اور سطے میں صنعت تجنیس - **جام یکمنی** یعنے رطل گراں بڑا پیالہ (بہار عجم)

(۱۰) ترجمہ - وہ شراب جس نے ارغوان کو رنگِ طبیعی دیا لطف مزاج نے اسے اسکے چہرہ سے پسینہ بنا کر باہر نکالا۔

ارغواں سے مراد معشوق کا سرخ چہرہ - مطلب یہ ہے کہ شراب پی کر اسکا سرخ چہرہ زیادہ سرخ ہو گیا اور آخر کار لطافتِ مزاج کی وجہ سے شراب پسینہ کے قطرے بن کر باہر نکل آئی۔

(۱۱) ترجمہ - حسن کہ باغ کے مطربوں نے چنگ و بربط طنبور اور نائی و نے کی آواز کو درست کیا ہے۔

مطربانِ چمن سے مراد مرغانِ چمن بھی ہو سکتی ہے جو خوش الحانی سے نغمہ سرائی کرتے ہیں۔

(۱۲) ترجمہ - مسند کو باغ میں لے جا کہ خدمت کے لئے غلاموں کی طرح سرو کھڑا ہے اور نے کمر بستہ ہے۔

حاصل کلام یہ کہ گوہرِ مقصود صرف دعا سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱۰) ترجمہ کشمیر کے سیاہ چشم اور سمرقند کے حسین۔ حافظِ شیراز کے شعر پڑھتے ہیں اور رقص کرتے ہیں اپنے کلام کی ہردلعزیزی بیان کی ہے۔ اور جو کچھ کہا ہے۔ سچ کہا ہے۔

غزل (۵۲)

سحرگہ رہروی در سرزمینی	۱	ہمی گفت ایں معما با قرینی
کہ ای صوفی شراب آنگہ بود صاف	۲	کہ در شیشہ بماند اربعینی
گر انگشت سلیمانی نباشد	۳	چہ خاصیت دہد نقش نگینی
خدا زاں خرقہ بیزارست صد بار	۴	کہ صد بت باشدش در آستینی
درونہا تیرہ شد باشد کہ از غیب	۵	چراغی بر کند خلوت نشینی
مروت گرچہ نامی بی نشان است	۶	نیازی عرضہ کن بر نازنینی
ثواب باشد ای دارای خرمن	۷	اگر رحمی کنی بر خوشہ چینی
نمی بینم نشاط و عیش در کس	۸	نہ درمان دلے نہ درد دینی
اگرچہ رسم خوباں تندخوئیست	۹	چہ باشد گر بسازی با غمینی
درِ میخانہ بکشا تا بہ پرسم	۱۰	مآل حال خود از پیش بینی
نہ ہمت را امید سربلندیست	۱۱	نہ دعوت را کلید آہنینی

(۱۲) نہ حافظ را حضور درس قرآن
نہ دانشمند را علم الیقینی (۱۲)

مطلع کے سوا باقی تمام غزل اسی راہرو کا مقولہ ہے۔ جس کا ذکر مطلع میں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت ایک سرزمیں میں ایک رہرو۔ اپنے ہمراہی سے یہ معما بیان کرتا تھا۔

(۲) ترجمہ۔ کہ اے صوفی شراب صرف اُسی وقت صاف ہوتی ہے۔ جب کہ چالیس روز شیشہ میں رہے

(۳) ترجمہ۔ دل کو لیلی کی زلف میں باندھ اور کاروبار عشق میں مجنوں کیطرح مشغول ہو کیونکہ دانائی کی باتیں عاشق کے لئے نقصان دہ ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ عشق میں جنوں چاہیئے نہ کہ عقل۔ دیکھو ت ۶/۲ د ۵/۲ د ۱۵/۲ ل ۵/۸ ہ ۱/۲ س ۱/۲ ص ۱/۵ ل ۵/۸ ن ۱/۳ ہ ۵/۳ ی ۲/۶ ی ۲/۵ الف ۱/۱

بفکر عشق و دانش ما نہایت از جنوں باشد		در یں اندیشہ جز دیوانہ را عاقل نے دانم	(نعمت خاں عالی)

(۴) ترجمہ۔ ہاں اے یوسف مصری کہ تجھے سلطنت نے مغرور کر دیا۔ باپ کا حال بھی پوچھ آخر محبت فرزندی کہاں گئی

اس شعر میں عاشقانہ اور ناصحانہ دو نو انداز پائے جاتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ فتنہ انگیز غمزہ کے جادو سے تو دوا بخش بھی ہے اور درد انگیز بھی۔ زلف معنبر کے شکن سے تو دلارام بھی ہے اور دلبند بھی۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے غمزہ میں درد بھی ہے اور دوا بھی اور تیری زلف میں آرام بھی ہے اور قید بھی

(۶) ترجمہ۔ بوڑھے رعنا جہاں کی فطرت میں مروت نہیں ہے۔ اس کی محبت سے تو کیا امید رکھتا ہے اور اس سے دل کیا لگاتا ہے۔

جہان کو بوڑھا رعنا کہا ہے۔ بوڑھا وجہ عمر کے اور رعنا بوجہ انقلاب پسندی کے

ہے انقلاب چرخ کہن سال کو پسند		ہوتیں جیسے پشت و تا زال کو پسند	

(۷) ترجمہ۔ تجھ جیسے عالیقدر ہما کو ہڈیوں کی محبت کب تک ہوگی۔ افسوس ہے کہ تو اِس سایۂ دولت کو نااہلوں پر ڈالتا ہے۔

مشہور ہے کہ ہما صرف ہڈیاں کھاتا ہے۔ دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کے مضمون کی تصریح ہے مطلب یہ ہے کہ تو کب تک نااہل اغیار پر مہربان رہے گا۔

(۸) ترجمہ۔ بازار دنیا میں اگر فائدہ ہے تو صرف خوشدلی درویش کو ہے اے خدا مجھے درویشی اور خوشدلی کی دولت سے امیر بنا۔

درویشی اور اطمینانِ قلب کو سب سے بڑی دولت کہا ہے اور اس دولت کے حصول کی دعا کی ہے۔ سچ بھی یہی ہے کہ حقیقی دولت صرف درویشوں کو نصیب ہوتی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ تیری صبح و شام کی دعا مقصود کے خزانہ کی کنجی ہے۔ اسی راہ اور روش پر چل تاکہ تو معشوق سے مل جائے۔

ہیں۔ دروازہ کھول کر میں اندر جا کر کسی ایسے شخص سے مآلِ کار کا حال پوچھوں۔

(۱۱) ترجمہ۔ نہ تو ہمت کو سربلندی کی امید رہی ہے اور نہ دعا کے پاس لوہے کی کنجی ہے۔

یعنے اس زمانہ میں ہمت سے بھی عظمت نصیب ہونی مشکل ہے اور دعا کے پاس بھی گنجِ مقصود کی کنجی نہیں۔ یعنے دعا سے بھی حصولِ مراد محال ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ نہ تو حافظ کو درسِ قرآن میں حضورِ دل حاصل ہے اور نہ ہی کسی دانشمند کو علم یقینی نصیب ہے۔

علم الیقین یقین کی تین قسمیں ہیں (۱) علم الیقین۔ یہ صرف جان لینا کسی امر کا ہے۔ بماہیت و کیفیت مثلاً یقین اس امر کا کہ زہر قاتل ہے۔ یا خدا ایک ہے۔ (۲) عین الیقین۔ آنکھوں سے دیکھ لینا اس امر کا۔ مثلاً کسی کو زہر کھا کر مرجاتے دیکھ لینا یا مشاہدہ ذات حاصل ہونا (۳) حق الیقین۔ خود تجربہ کرنا یا محو ہونا اس امر میں مثلاً زہر کھا کر خود مرجانا یا فنافی اللہ ہو جانا۔

مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں حافظ جیسوں کو بھی درس قرآن میں حضورِ دل حاصل نہیں ہے اور بڑے بڑے عارفوں کو بھی علم الیقین کی دولت نصیب نہیں۔

غزل (۵۳)

سحرم ہاتفِ میخانہ بدولتخواہی	۱	گفت باز آی کہ دیرینۂ ایں درگاہی
ہمچو جم جرعہ می کش کہ ز سر ملکوت	۲	پرتو جام جہاں بین دہدت آگاہی
با گدایان در میکدہ ای سالک راہ	۳	باادب باش گر از سر خدا آگاہی
بر در میکدہ رندان قلندر باشند	۴	کہ ستانند و دہند افسر شاہنشاہی
خشت زیر سر و بر تارک ہفت اختر پاے	۵	دست قدرت نگر و منصب صاحب جاہی
اگرت سلطنت فقر ببخشند ای دل	۶	کمترین ملک تو از ماہ بود تا ماہی
قطع ایں مرحلہ بی ہمرہے خضر مکن	۷	ظلمات ست بترس از خطر گمراہی
سرِ ما و در میخانہ کہ طرف بامش	۸	بہ فلک بر شدہ دیوار بدیں کوتاہی

اربعین سے مراد چالیس روز (چلہ) یا چالیس سال۔ ظاہر ہے کہ پرانی شراب زیادہ تیز ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ معرفتِ الٰہی مدتوں کی ریاضت اور چلہ کھینچنے سے نصیب ہوتی ہے۔ آسان بات نہیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی نبوت چالیس برس کی عمر میں ملی۔

(۳) **ترجمہ**۔ اگر سلیمان کی انگلی نہ ہو۔ تو ایک نگین کا نقش کیا فائدہ دے سکتا ہے۔

حضرت سلیمان ؑ کی انگشتری مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُس انگشتری سے فائدہ صرف حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے شخص کو ہو سکتا تھا۔ چنانچہ دیو کے ہاتھ میں وہ انگشتری دنوں سے زیادہ نہ رہی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ فیضیاب ہونے کے لئے قابلیت چاہیئے۔ اسم اعظم شیطان کو بھی یاد ہے مگر کیا کر سکتا ہے۔ انگشت سے مراد انگشتری بھی ہو سکتی ہے۔

(۴) **ترجمہ**۔ خدا ایسے خرقہ سے سو بار بیزار ہے۔ کہ جس کی ایک آستین میں سو بت ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ خدا زہدانِ ریاکار سے بیزار ہے۔

(۵) **ترجمہ**۔ دل سیاہ ہو گئے ہیں خدا کرے کہ غیب سے کوئی خلوت نشین چراغ روشن کرے۔

یعنی لوگوں کے دل تاریک ہوتے جاتے ہیں۔ خدا کرے کہ امدادِ غیبی سے کوئی ایسا شخص پیدا ہو جائے جو دلوں کو نورِ ایمان سے روشن کرے۔ ایسے شخص کی خواجہ صاحب کے زمانہ کی نسبت آجکل زیادہ ضرورت ہے

(۶) **ترجمہ**۔ مروت کا اگرچہ نام ہی نام ہے اور کچھ نشان نہیں۔ تاہم کسی نازنین کے سامنے جا کر نیاز عرض کر مطلب یہ ہے کہ ہر چند دنیا سے مروت معدوم ہو چکی ہے۔ اور اس ہم کا کہیں کہیں نظر نہیں آتا۔ تاہم کسی نازنین کے سامنے نیاز ظاہر کر شاید مروت کرے۔

(۷) **ترجمہ**۔ اے خرمن کے مالک! اگر تو کسی خوشہ چین پر رحم کرے گا تو تجھے ثواب ہوگا۔

(۸) **ترجمہ**۔ میں کسی شخص میں نشاط اور مستی نہیں دیکھتا۔ نہ کہیں دل کا درماں ہے اور نہ دین کا درد

(۹) **ترجمہ**۔ اگرچہ حسینوں کی رسم تند خوئی ہے۔ کیا ہو جائیگا اگر تو ایک غمگین کے ساتھ مہربانی کرے یعنی میں مانتا ہوں کہ حسینوں کا کام جور و جفا ہے۔ لیکن اگر ایک غمگین کے ساتھ تو مہر و وفا سے پیش آیا تو تیرا کیا نقصان ہو جائے گا۔

(۱۰) **ترجمہ**۔ شرابخانہ کا دروازہ کھول تاکہ میں کسی پیش بین سے انجام کار کا پتہ پوچھوں۔

حاصل کلام یہ کہ شرابخانہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو زمانہ آئندہ کے متعلق پیشین گوئی کر سکتے

(۸) ترجمہ۔ ہمارا سر ہے اور شرابخانہ کا دروازہ۔ کہ اسکے محل کی دیوار باوجود کوتاہی کے آسمان تک پہنچتی ہے۔

شرابخانہ کی عظمت اور رفعت کا ذکر ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں درِ میخانہ سے کبھی سر نہیں اٹھاؤنگا

(۹) ترجمہ۔ فقر کا دروازہ تو تو کھٹکھٹا نہیں سکتا (اس لئے) توران شاہ کی مجلس اور مسندِ خواجگی کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

توران شاہ کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸ اسوانحعمری۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے سکندر (صبر کرکے) بیٹھ اور بیہودہ غم نہ کھا۔ کیونکہ بادشاہی کی بدولت تجھے آب حیات نہیں مل سکتا۔

یعنے آب حیات بادشاہی کے زور سے نہیں ملتا۔ صبر کرکے بیٹھ۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے خام طمع حافظ اس بات سے شرم کر۔ تیرا سرمایہ عمل کیا ہے کہ اسکے عوض تو دو نوجہاں مانگتا ہے

اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارا سرمایۂ اعمال اسقدر قلیل ہے کہ ہم کسی بات کے مستحق نہیں۔ ذوقِ عمل کی تعلیم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بغیر سعی کے کچھ نہیں ملتا۔

غزل (۵۴)

سلام اللہ ماکر اللیالی	۱	علی ملک المکارم والمعالی
علی وادی الاراک و من علیہا	۲	و دار باللوی فوق الرمالی
دعا گوی غریبان جہانم	۳	وادعو بالتواتر و التوالی
منال ای دل کہ در زنجیر زلفش	۴	ہمہ جمعیت ست آشفتہ حالی
اموت صابراً یا لیت شعری	۵	متی نطق البشیر عن الوصالی
فحبک راحتی فی کل حین	۶	و ذکرک مونسی فی کل حالی
سویدای دل من تا قیامت	۷	مباد از سوز و سودای تو خالی
کجا یابم وصال چون تو شاہی	۸	من بدنام رند لاابالی

تو در فقر ندانی زدن از دست مده	۹	مسند خواجگی و مجلس توران شاہی
ای سکندر بنشین و غم بیہودہ مخور	۱۰	کہ نہ بخشند ترا آب حیات از شاہی
(۱۱)	حافظ خام طمع شرمی ازین قصہ بدار عملت چیست کہ مزدش دو جہان میخواہی	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت شراب خانہ کے ہاتف نے خیر خواہی سے مجھے کہا کہ تو اس درگاہ کا قدیمی تعلقدار ہے۔ واپس آجا۔

(۲) ترجمہ۔ جمشید کیطرح شراب کا گھونٹ پی تاکہ جام جہان بین کا پرتو تجھ کو عالم قدس کے اسرار سے آگاہ کرے۔
یہ شعر ہاتف میخانہ کا مقولہ ہے جسکا ذکر شعر (۱) میں ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے سالک راہ! اگر تو خدا کے بھید سے واقف ہے تو میخانہ کے دروازہ کے گداگروں کے ساتھ ادب سے پیش آ۔

(۴) ترجمہ۔ میخانہ کے دروازہ پر ایسے قلندر رند ہوتے ہیں کہ بادشاہی تاج لیتے ہیں اور دیتے ہیں۔
یعنے سلطنت کا دینا اور واپس لے لینا اُنکے اختیار میں ہو۔ ان خدا رسیدہ بزرگوں کی طرف اشارہ ہے۔ جنکے ایک اشارے سے سلطنتیں بن اور بگڑ جاتی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اُن کے سر کے نیچے اینٹ ہو اور پاؤں سات ستاروں کی چوٹی پر ہے۔ اُن کا دست قدرت اور اُن کی عالی جاہی دیکھ۔

اس شعر میں اُن رندان قلندر کی تعریف ہے، جنکا ذکر گذشتہ شعر میں ہوا۔ خشت زیر سر سے مراد یہ ہو کہ دنیاوی اسباب سے اُنکے پاس کچھ چیز نہیں۔ اینٹ کے بغیر تکیہ بھی نصیب نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اے دل اگر تجھے فقر کی بادشاہی عطا کردیں۔ تو ماہ سے ماہی تک تیرا ایک چھوٹا سا ملک ہوگا۔
یعنے فقر کی سلطنت اتنی وسیع ہے کہ تحت الثرٰے سے لیکر آسمان تک کا تمام ملک اسکی سلطنت کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اس مرحلہ کو خضر کی ہمراہی کے بغیر طے نہ کر۔ کیونکہ چاروں طرف اندھیرا ہے گمراہی سے ڈر۔
مطلب یہ ہو کہ منازل عشق میں رہنما کی سخت ضرورت ہو۔ ورنہ اس ظلمات میں گمراہی کا ڈر ہے۔
خضر اور ظلمات کی رعایت ظاہر۔ دیکھو شعر د ۳/۴۔

مجھے خوف نہیں ہے ۔ مجازاً بیباک اور لاپرواہ آدمی سے مراد ہے

(۹) ترجمہ ۔ خطِ سبز سے تیرا جمال سوگنا اور زیادہ ہوگیا ہے ۔ خدا کرے کہ تیری عمر سو شمسی سال ہو ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ قدرت کے اُس نقاش پر سو آفرین ہو ۔ جو چاند کے گرد خطِ ہلالی بناتا ہے ۔

مہ سے مراد معشوق کا چہرہ اور خط ہلالی سے مراد خطِ سبز جو ہلال کا ہم شکل ہوتا ہے ۔

(۱۱) ترجمہ ۔ اے خدا جس جگہ بھی وہ جائے اپنی لازوال حفاظت سے اُسے محفوظ رکھ ۔

(۱۲) ترجمہ ۔ چاہیئے کہ تو ساتھ ہو ورنہ جان اور مال کا زیان تو معمولی بات ہے ۔

(۱۳) ترجمہ ۔ خدا جانتا ہے کہ حافظ کا مدعا کیا ہے اور خدا کا علم کافی ہے مجھے ۔ اس کی ضرورت نہیں)

چو کارساز زحاجات آگہی دارد	برای چیست دعا و چہ سود حرفِ سوال

غزل (۵۵)

سلامی چو بوی خوش آشنائی	۱	بدان مردم دیدۂ روشنائی
درودی چو نور دل پارسایاں	۲	بدان شمع خلوتگہ پارسائی
نمی بینم از ہمدمان ہیچ برجا	۳	دلم خون شد از غصہ ساقی کجائی
زکوی مغاں رو مگرداں کہ آں جا	۴	فروشند مفتاح مشکل کشائی
عروس جہان گرچہ درحدِ حسن ست	۵	زحد می برد شیوۂ بی وفائی
می صوفی افگن کجا می فروشند	۶	کہ در تابم از دست زہد ریائی
رفیقان چنان عہد صحبت شکستند	۷	کہ گوئی نبود ست خود آشنائی
دل خستہ من گرش ہمتی ہست	۸	نخواہد ز سنگیں دلاں مومیائی
مرا گر تو بگذاری اے نفس طامع	۹	بسے پادشاہی کنم در گدائی
بیاموزمت کیمیای سعادت	۱۰	ز ہمصحبت بد جدا ائے جدائی

(۱۱)	مکن حافظ از جور گردوں شکایت چہ دانی تو اے بندہ کار خدائی	(۱۱)

ز خطت صد جمال دیگر افزود	۹	کہ عمرت باد صد سال جلالی	
بران نقاش قدرت آفرین باد	۱۰	کہ گرد مہ کشد خط ھلالی	
بہر منزل کہ رو آرد خدا یا	۱۱	نگہدارش بحفظ لایزالی	
تو میباید کہ باشی ورنہ سہل ست	۱۲	زیان مایۂ جانے و مالی	

(۱۳) خدا داند کہ حافظ را غرض چیست
وعلم اللہ حسبی من سوالی (۱۳)

(۱) ترجمہ۔ جب تک رات کے بعد رات آئے۔ صاحب کرم اور صاحب مرتبہ بادشاہ پر سلام ہو۔
ظاہر ہے کہ قیامت تک ایک رات کے بعد دوسری رات آنے کا سلسلہ قائم رہے گا۔
مطلب یہ ہی کہ قیامت تک بادشاہ پر سلامتی ہو۔

(۲) ترجمہ۔ وادی اراک پر اور جو اس میں ہی اور لوے کے مکان پر جو بیت پر واقع ہے۔
یعنے وادی اراک پر اور لوے کے مکان پر اور جو اس میں ہے اس پر سلام ہو۔ اراک ایک درخت کا نام ہے۔ لوے ایک موضع کا ہی۔ وادی اراک اور لوی سے مراد مقام محبوب ہے

(۳) ترجمہ۔ میں جہان کے مسافرونکا دعاگو ہوں اور پے درپے دعا کرتا ہوں
چونکہ معشوق بھی سفر میں ہے۔ لہذا تمام مسافروں کے لئے دعا کرتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ اے دل نہ رو کہ اسکی زلف کی زنجیر میں یہ تمام پریشان حالی بمنزلہ جمعیت خاطر کے ہی
یعنے زلف محبوب میں اسیر ہو کر جو پریشانی حاصل ہوتی ہی وہ عین جمعیتِ خاطر ہے اس پر شاکر اور راضی رہنا چاہیے۔

(۵) ترجمہ۔ میں صبر میں مرا جاتا ہوں کاشکے مجھی معلوم ہوتا کہ خوشخبری دینے والا وصال کی خوشخبری کب دیگا

(۶) ترجمہ۔ تیری محبت ہر وقت میرے لئے راحت ہی اور تیرا ذکر ہر حال میں میرا مونس و غمگسار ہے

(۷) ترجمہ۔ خدا کرے کہ میرے دل کا سویدا قیامت تک تیرے عشق اور سوز سے خالی نہ ہو۔

(۸) ترجمہ۔ میں بدنام اور لاابالی رند تجھہ جیسے بادشاہ کا وصال کب حاصل کرسکتا ہوں۔
لاابالی۔ صیغہ مزارع واحد متکلم ہے۔ اسکے لغوی معنے یہ ہیں کہ میں پرواہ نہیں رکھتا ہوں

غزل (۵۶)

سلیمی منذ حلت بالعراق	۱	الاقی فی ہواہا ما الاقی
الا ای ساربان محمل دوست	۲	الی رکبانکم طال اشتیاقی
بساز ای مطرب خوشخوان و خوشگوی	۳	بشعر پارسی صوت عراقی
بیا ساقی بده رطل گرانم	۴	سقاک اللہ من کاسٍ دہاقی
جوانی باز مے آرد بیادم	۵	صدای چنگ و نوشانوش ساقی
مے باقی بده تا برفشانم	۶	بیاران مست و خوشدل عمر باقی
درونم خون شد از نادیدن دوست	۷	الا تعسا لایام الفراقی
دمی با نیکخواہان متفق باش	۸	غنیمت دان امور اتفاقی
مسیحائے مجرّد را طرازد	۹	کہ با خورشید سازد ہم وثاقی
عروس بس خوشی اے دختر رز	۱۰	ولے گہ گہ سزاوار طلاقی
ربیع العمر فی مرعی حماکم	۱۱	حماک اللہ یا عہد التلاقی
خرد در زندہ رود انداز و مے نوش	۱۲	بگلبانگ جوانان عراقی
نہانی الشیب من کل العذاری	۱۳	سوی تقبیل خدود اعتناقی
وصال دوستان چون روزی ماست	۱۴	بگو واعظ سخنہای فراقی

(۱۵) مضت فرص الوصال و ما شعرنا
بگو حافظ غزلہای فراقی (۱۵)

(۱) ترجمہ۔ میرا معشوق جب سے عراق میں جا کر اترا ہے۔ میں اسکی آرزو میں جو کچھ دیکھتا ہوں دیکھتا ہوں یعنے ہجر میں جو حالت میری ہے۔ مجھے ہی معلوم ہے۔
لفظ عراق کے قِ کی کسرہ کو اشباع سے پڑھیں گے اور عراقی کہیں گے۔ اس غزل میں

(۱) ترجمہ - آشنائی کی خوشبو جیسا سلام اس دیدۂ بینا کی پتلی پر
یعنے میرے معشوق پر جو میری آنکھوں کی پتلی ہے - محبت سے بھرا ہوا سلام
(۲) ترجمہ - پارساؤں کے دل کے نور جیسا درود اس خلوت گاہ پارسائی کے شمع پر
یعنے معشوق پر نورانی درود -
(۳) ترجمہ - میں اپنے ہمدموں میں سے کسی کو بھی اپنی جگہ پر نہیں دیکھتا - میرا دل رنج وغم سے خون ہوگیا
اے ساقی تو کہاں ہے -
یعنے اے ساقی آ اور شراب دے تاکہ میرا غم دور ہو -
(۴) ترجمہ - مغوں کے کوچہ سے منہ نہ پھیر کیونکہ اس جگہ مشکل کشائی کی کنجی بیچتے ہیں -
شراب کو مشکل کشائی کی کنجی کہا ہے -
(۵) ترجمہ - جہاں کی عروس اگرچہ انتہا درجہ کی حسین ہے لیکن بیوفائی کا شیوہ اس میں حد سے زیادہ ہے -
(۶) ترجمہ - صوفیوں کو مست کرنے والی شراب کہاں بیچتے ہیں - کیونکہ میں زہد ریائی کے ہاتھ سے
تکلیف میں ہوں -
یعنے صوفی افگن شراب چاہیے جو زہد ریائی سے چھڑا دے -
(۷) ترجمہ - رفیقوں نے عہد صحبت کو اسطرح توڑ ڈالا - گویا کبھی آشنائی تھی ہی نہیں -

یوں وفا اٹھ گئی زمانے سے		گویا اس جہاں میں تھی ہی نہیں

(۸) ترجمہ - میرے زخمی دل میں اگر ذرا بھر بھی ہمت ہوئی - تو سنگدلوں سے مومیائی نہیں مانگے گا -
حاصل کلام یہ کہ اگر ذرا بھر بھی ہمت ہو تو دوسروں سے مدد طلب کرنے کی کچھ ضرورت نہیں
(۹) ترجمہ - اے حریص نفس! اگر تو مجھے چھوڑ دے تو میں گدائی میں بھی خوب بادشاہی کروں
(۱۰) ترجمہ - میں تجھے سعادت مندی کا گر سکھاتا ہوں - اور وہ یہ ہے) کہ برے ہمنشیں سے دور رہنا چاہیے
(۱۱) ترجمہ - اے حافظ زمانے کے ظلم سے شکایت نہ کر اے بندے تجھے خدائی کاموں کا کیا علم ہے
یعنے خدا جو کچھ کرتا ہے اپنے بندوں کے فائدے کے لئے کرتا ہے - اس لئے ہر حال
میں شاکر رہنا چاہیئے -

زندہ رود۔ اصفہان کے تلے ایک ندی بہتی ہے۔ جسکا پانی بہت صاف اور شیریں ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ بڑھاپے نے تمام کاموں سے منع کردیا۔ سوائے رخسار کے بوسہ اور گلے لگانے کے

(۱۴) ترجمہ۔ جب دوستوں کا وصال ہمارے نصیب میں ہے تو اے واعظ تو فراق کی باتیں کہے جا

یعنے تیری ان باتوں سے ہمارا کچھ نقصان نہیں۔

(۱۵) ترجمہ۔ وصال کا زمانہ گذر گیا اور ہمیں خبر ہی نہ ہوئی۔ اے حافظ فراق کی غزلیں کہہ

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد	حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

غزل (۵۷)

و روحی کل یوم لی ینادی	۱	سبت سلمیٰ بصدغیہا فوادی
و واصلنی علیٰ رغم الاعادی	۲	خدا را بر من بیدل ببخشای
غریق العشق فی بحر الودادی	۳	امن انکرتنی عن حب سلمیٰ
توکلنا علیٰ رب العبادی	۴	نگارا در غم سودائے عشقت

(۵)	دل حافظ شد اندر چین زلفت بہ لیل مظلم واللہ ہادی	(۵)

(۱) ترجمہ سلمیٰ نے اپنی دو زلفوں میں میرے دل کو گرفتار کرلیا اور میری روح ہر روز مجھے پکارتی ہے

سلمیٰ۔ عرب کی ایک مشہور معشوقہ کا نام۔ مجازاً ہر معشوق کے لئے بولتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ خدا کے لئے مجھ بیدل پر بخشش کر اور دشمنوں کی خلاف منشا مجھے دولتِ وصال عطا کر۔

(۳) ترجمہ تو مجھے سلمیٰ کی محبت سے روکتا ہے اور میں اسکی محبت کے سمندر میں غریقِ عشق ہوں

(۴) ترجمہ۔ اے معشوق! تیرے عشق کے سودا کے غم میں۔ ہم نے بندوں کے پروردگار پر توکل کیا ہے

(۵) ترجمہ۔ حافظ کا دل تیری زلف کے خم میں اسیر ہوگیا۔ اس اندھیری رات میں خدا میرا رہنما ہے۔

زلف کو شبِ تاریک سے تشبیہ دی ہے۔

اور اس سے اگلی غزل میں عربی اشعار کے قافیہ کا آخیر حرف اشباع کسرہ سے پڑھا جاتا ہے
ورنہ ی درحقیقت املا میں نہیں ۔ (۲) ترجمہ۔ اے محبوب کے سار بان! تمہارے سواروں کے ساتھ میری بہت نسبت ہے۔
(۳) ترجمہ۔ اے خوشخوان اور خوش گو مطرب۔ فارسی اشعار کو عراقی آواز میں ادا کر۔
عراق مقاماتِ موسیقی میں ایک مقام کا نام ۔ جسے بوقتِ چاشت گاتے ہیں۔ چونکہ
محبوب عراق میں ہے اس لئے صوتِ عراقی کہا۔
(۴) ترجمہ۔ اے ساقی آ اور مجھ کو بڑا پیالہ دے ۔ خدا تجھے کوزہ ہائے پُر شراب سے سیراب کرے
یعنی تجھے شراب طہور پلائے۔
کاساً دھاقاً ۔ قرآنی الفاظ ہیں ۔ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا
وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا وَّکَاْسًا دِھَاقًا یعنی متقیوں کے لئے کامیابی ۔ باغ ۔ انگور کے درخت
ہم عمر دوشیزہ عورتیں اور شراب سے پُر پیالے ہونگے ۔ (النبا)
(۵) ترجمہ۔ چنگ کی آواز اور ساقی کی نوشا نوش مجھ کو ایک جوان (یا جوانی) کی یاد دلاتی ہے۔
(۶) ترجمہ۔ باقی شراب (بادہ) مجھ کو دے تاکہ مست اور خوشدل دوستوں پر باقی زندگی قربان کردوں۔
(۷) ترجمہ۔ دوست کو نہ دیکھنے سے میرا دل خون ہوگیا ۔ ہجر کے دنوں پر ہلاکت آئے۔
(۸) ترجمہ۔ کوئی دم خیر خواہوں کے ساتھ دل بیٹھ ۔ اور ان اتفاقی باتوں کو غنیمت جان۔
یعنی خیر خواہوں کی صحبت اتفاقیہ حاصل ہوتی ہے اسے غنیمت جان ۔ اتفاق اور متفق کی رعایت ظاہر
(۹) ترجمہ۔ صرف مجرد مسیحا کے لئے یہ بات زیبا ہے کہ خورشید کے ساتھ ہم خانہ ہو۔
حضرت عیسےٰ علیہ السلام تمام عمر مجرد رہے ۔ اس لئے انکو اللہ تعالےٰ نے خورشید کے
ساتھ فلکِ چہارم پر جگہ دی مطلب یہ ہے کہ آزادی و تجربہ سے انسان مراتب بالا پر پہنچ سکتا ہے۔

	مدہ نقدِ تجرد را ز کف مفت		چو عیسے گر توانی خفت بےجفت

(۱۰) ترجمہ۔ اے دخترِ رز (شراب) تو بہت حسین عروس ہے۔ لیکن کبھی کبھی تو طلاق کے لائق بھی ہوتی ہے
یعنی مستی بہت اچھی چیز ہے ۔ لیکن کبھی کبھی مستی چھوڑ کر ہوش میں بھی آنا چاہئے۔
(۱۱) ترجمہ۔ میری عمر کی بہار تیری محفوظ چراگاہ میں ہے ۔ اے وصال کے زمانے خدا تیری مدد کرے
(۱۲) ترجمہ۔ عقل کو زندہ رود میں ڈال دے اور شراب پی ۔ عراقی جوانوں کی آواز کے ساتھ

چگل - ترکستان کا ایک حسن خیز شہر ہے - اس شعر میں واقعۂ چاہِ بیژن کیطرف اشارہ ہے۔
کیخسرو کے عہد میں بیژن نامی ایک پہلوان شکار کرتا ہوا افراسیاب کے ملک میں جا پہنچا۔
افراسیاب کی بیٹی منیزہ پر عاشق ہوگیا افراسیاب نے اُسے سیاہ چاہ میں قید کردیا۔ رستم
کو خبر ہوئی - افراسیاب کے ملک پر حملہ کیا اور بیژن کو کنویں سے نکالا۔

(۶) ترجمہ - عشقبازی کے طریقہ میں امن و آسائش (کی امید کرنا) غلطی ہے - خدا کرے وہ دل ہمیشہ
زخمی رہے جو تیرے درد کی مرہم ڈھونڈ ہے۔

یعنے دردِ عشق کا علاج نہیں کرنا چاہیئے بلکہ درد برداشت کرنا چاہیے۔ دیکھو شعر د ۸۹/۵

(۷) ترجمہ - اہلِ غرض اور اہلِ ناز رندوں کے کوچہ میں نہیں جا سکتے۔ سالک کو جہاں سوز ہونا چاہیئے
نہ کہ ایک خام طبع اور بے غم آدمی۔

مطلب یہ ہے کہ منازلِ عشق کے مسافر کو جہاں سوز اور پختہ مغز ہونا چاہیئے تاکہ ہر طرح
کی مصیبتوں اور مشکلوں کو مردانہ برداشت کرسکے۔ نازپروردہ - خام طبع - بے غم اور مطلب
پرست آدمی اس راستہ پر نہیں چل سکتا۔

(۸) ترجمہ - اس جہاں میں آدم خاکی کہیں نہیں ملتا - ایک اور جہاں ایک نئے آدم سے آباد کرنا
چاہیئے۔

مطلب یہ ہے کہ موجودہ زمانے اور موجودہ دنیا میں تو کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔ البتہ اگر خدا
ایک نیا آدم پیدا کرکے ایک نئی دنیا آباد کرے تو شاید وہاں آدمی ملیں گے - حاصل کلام
یہ کہ انسانِ کامل آج کل کوئی نظر نہیں آتا۔

خدا تو ملتا ہے انساں ہی نہیں ملتا		یہ چیز وہ ہے کہ دیکھی کہیں کہیں میں نے	(اقبال)

(۹) ترجمہ - معشوق کی بے پرواہی کے سامنے حافظ کی گریہ وزاری کیا کرے - کیونکہ اس
طوفان میں سات سمندر ایک قطرہ نظر آتے ہیں۔

معشوق کے استغنا کو ایک طوفان کہا ہے۔

غزل (۵۸)

شعر دوم		شعر اول
دل ز تنہائی بجان آمد خدارا ہمدمے	۱	سینہ مالامال درد است اے دریغا مرہمے
کز نسیمش بوی زلف حوریاں آید ہمے	۲	خیز تا خاطر بدان ترک سمرقندی دہیم
ساقیا جامے بیاور تا بیاسایم دمے	۳	چشم آسایش کہ دارد زین سپہر گرم رو
صعب کاری بوالعجب دردی پریشان عالمے	۴	زیرکی را گفتم ایں احوال خود خندید و گفت
شاہ ترکان غافل است از حال ما کو رستمے	۵	سوختم در چاہ صبر از بہر آن شمع چگل
ریش باد آن دل کہ با درد تو جوید مرہمے	۶	در طریق عشقبازی امن و آسایش خطاست
رہروی باید جہانسوزی نہ خامی بیغمے	۷	اہل کام و ناز را در کوی رندان راہ نیست
عالمے دیگر بباید ساخت از نو آدمے	۸	آدم خاکی دریں عالم نمے آید بدست

(۹) گریۂ **حافظ** چہ سازد پیش استغنای دوست
کاندرین طوفان نماید ہفت دریا شبنمے (۹)

(۱) ترجمہ۔ سینہ درد سے مالامال ہے افسوس کہ مرہم ہوتی۔ دل ہجر میں تنگ آگیا ہے خدا کے لئے کوئی ہمدم ملے

(۲) ترجمہ۔ اٹھ کہ اس ترک سمرقندی کو دل دیدیں۔ کہ اُسکی نسیم سے حوروں کی زلف کی خوشبو آتی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اِس تیز رفتار آسمان سے کون آرام کی امید رکھ سکتا ہے اے ساقی ایک پیالہ لا تاکہ میں تھوڑی دیر آرام کروں۔

یعنے جام مے پیئے بغیر آسمان کے نیچے آرام کی امید بے فائدہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے ایک خردمند کو اپنا یہ حال بتایا۔ وہ ہنسا اور کہا کہ یہ سخت کام ہے عجیب درد ہے اور پریشان عالم ہے۔

یعنے دردِ عشق کو کوئی عقلمند نہیں سمجھ سکتا۔

(۵) ترجمہ۔ میں اس شمع چگل کے لئے چاہِ صبر میں جل گیا۔ ترکوں کا بادشاہ ہمارے حال سے غافل ہے۔ رستم کہاں ہے

میں آیا ہے یعنی شگفتہ ہوا ہے۔ تو بھی گوشۂ زہد کو چھوڑ کر باغ میں آ۔ اور دستِ قدرت کی گلکاریاں دیکھ

(سعدی)	خوش بود دامن صحرا و تماشائے بہار وقت آں نیست کہ در خانہ نشینی بیکار		با بداواں کہ تفاوت نکند لیل و نہار صوفی از صومعہ گو خیمہ بزن در گلزار	

(۴) ترجمہ۔ شراب کا پیالہ دے اور جمشید کو یاد نہ کر۔ کون جانتا ہے کہ جمشید کب تھا اور کیخسرو کب

(۵) ترجمہ۔ اے ماہوش مطرب چنگ پر ہاتھ مار۔ اسکی تاروں کو چھیڑ تاکہ میں اس سے جوش میں آؤں۔

(۶) ترجمہ۔ اسکی آنکھ کیطرح مستوں کو حالتِ خمار میں نہ چھوڑ۔ اس کے لبِ لعل کی یاد میں اے ساقی شراب دے

(۷) ترجمہ۔ جان اُس جسم سے جدا ہونا نہیں چاہتی۔ جسکے رگ و ریشہ میں پیالہ کا خون (یعنی شراب) ہو

مطلب یہ ہے کہ جس جسم میں شراب سرایت کر گئی ہو۔ جان اس جسم سے جدا ہونا نہیں چاہتی۔

حاصل کلام یہ کہ شراب بمنزلہ آبِ حیات کے ہے۔ جس نے پی لی۔ حیاتِ ابدی حاصل کر لی۔

(۸) ترجمہ۔ میں اسکے لب چومتا ہوں اور پیالہ (رشک سے) خون پیتا ہے۔ میں اسکے چہرہ کو دیکھتا ہوں اور پھول

حسد سے پسینہ پسینہ ہو گیا ہے۔

یعنے جام مے کو رشک ہے کہ میں ہی لبِ معشوق کو چوموں اور اس رشک میں خون پیتا ہے (چونکہ پیالہ

میں شراب سرخ ہوتی ہے اس لئے خون مجازاً کہا ہے)۔ اور پھول کو یہ حسد ہے کہ معشوق کا چہرہ اس سے

کہیں زیادہ خوبصورت ہے اور لوگ پھول کو نہیں دیکھتے۔ معشوق کے چہرہ کو دیکھتے ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ جب باغ کا پرندہ ہو تو کہہ رہا ہے۔ تو خبردار شراب کا پیالہ ہاتھ سے نہ چھوڑ۔

سے ہے یعنے خبردار ایسا نہ کرنا۔ تم ایسا کرو گے تو افسوس ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے

اور بلبلیں چہچہا رہی ہیں۔ ایسے موسم میں ترکِ شراب بڑی غلطی ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ مجنوں کی طرح لیلی کے دیدار کے لئے ہر قبیلہ کے گرد پھرنا چاہئے۔

سے۔ عرب کے ایک قبیلہ کا نام لیلی اسی قبیلہ سے تھی۔ یہ لفظ مطلق یعنے قبیلہ بھی استعمال ہوتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ سلطانِ گل کے ساتھ خوشی سے اور شراب پی۔ اور موسم خزاں سے بہار کی خلاصی کو

غنیمت جان۔

(۱۲) ترجمہ۔ اے حافظ تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو جا۔ اور نے سے بغیر زبان کی باتیں سن

خواجہ صاحب تو اپنی گفتنی بیان کر کے سننے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ مولانا ئے روم نے بسم اللہ

غزل (۵۹)

لبش می بوسم و در میکشم مے	۱	به آب زندگانی برده ام پی
نه رازش میتوانم گفت باکس	۲	نه کس را می توانم دید با وے
گل از خلوت بباغ آورد مسند	۳	بساط زهد را چون غنچه کن طے
بده جام می از جم مکن یاد	۴	که میداند که جم کی بود و کی کے
بزن در چنگ چنگ اے ماه مطرب	۵	رگش بخراش تا بخروشم از وے
چو چشمش مست را مخمور مگذار	۶	بیاد لعلش ای ساقی بده مے
نجوید جان از آن قالب جدائی	۷	که باشد خون جامش در رگ و پے
لبش میبوسم و خون میخورد جام	۸	رخش می بینیم و گل میکند خوے
چو مرغ باغ میگوید که هو هو	۹	مده از دست جام باده هی هے
چو مجنون در پے دیدار لیلی	۱۰	بباید گشتن اے دل گرد هر حے
تو با سلطان گل خوش باش و می نوش	۱۱	غنیمت دان خلاص بهمن از دے

(۱۲) زبانت درکش اے حافظ زمانے
حدیث بے زبانان بشنو از نے (۱۲)

(۱) ترجمہ ۔ میں اسکے لب کو چومتا ہوں اور شراب پیتا ہوں ۔ میں نے آب حیات کا پتہ لگا لیا ہے
معشوق کے لب لعل اور شراب کو ہی آب حیات کہا ہے ۔

(۲) ترجمہ ۔ نہ تو میں اسکا راز کسی کو بتا سکتا ہوں ۔ نہ غیر کو اسکے پاس دیکھہ سکتا ہوں ۔
یعنے میں اغیار کا اسکے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا ۔

(۳) ترجمہ ۔ پھول خلوت سے مسند کو باغ میں اٹھا لایا ۔ تو بھی غنچہ کیطرح زہد کی بساط کو لپیٹ دے
مطلب یہ ہے کہ پھول جب تک غنچہ تھا گویا خلوت میں تھا ۔ اب خلوت کو چھوڑ کر باغ

مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کا جسم عین جان سے مرکب ہے۔ خاکدانِ دنیا کا غبار خدا کرے۔ اُس کے دامن پر نہ پڑے۔ وہ جان کی طرح لطیف اور پاک ہے خدا کرے مکدر نہ ہو۔

جاں سودہ اند و چنتیہ درچشمۂ حیات	زاں پس خمیر ما بہ بعلت سرشتہ اند

(۵) ترجمہ۔ مجھ جیسے شکستہ حال کو تو اپنے سامنے سے کیا ہانکتا ہے۔ کیونکہ میری سب سے بڑی تمنا صرف بوس و کنار ہے۔

یعنے میں اور کچھ نہیں مانگتا۔ کم۔ کہ مرا کا مخفف ہے۔ اکثر استعمال ہوتا ہے مثلاً

ظرفہ بود کہ ساقی سپرد	کم زفنا بردو بہ باقی سپرد	(خسرو)

(۶) ترجمہ۔ شراب صاف سے جلدی کر۔ اچھا وقت ہے غنیمت جان۔ دوسرے سالی بہار کی کس کو امید ہے یعنے زندگی کا بھروسہ نہیں۔ خدا جانے آئندہ بہار تک کون ہوگا کون نہیں ہوگا۔ اس وقت کو غنیمت جان۔

(۷) ترجمہ۔ میں یہ گرہ کس طرح کھولوں اور یہ راز کس طرح بیان کروں۔ یہ درد ایک سخت درد ہے اور یہ کام ایک سخت کام ہے۔

درد کی گرہ سے اور کار کی راز سے نسبت ہے۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ کا ایک ایک بال ایک شوخ معشوق کے ہاتھ میں ہے۔ ایسی ولایت میں رہنا بہت مشکل ہے

غزل (۱۱۶)

صبا تو نکہت آن زلف مشکبو اری	۱	بیاد گار بمانی کہ بوے او داری
دلم کہ گوہر اسرار حسن و عشق در وست	۲	توان بدست تو دادن گرش نکو داری
دراں شمائل مطبوع ہیچ نتواں گفت	۳	جز این قدر کہ رقیباں تندخو داری
نواہی بلبلت ای گل کجا پسند افتد	۴	کہ گوش ہوش بمرغان ہرزہ گو داری
زجرعہ تو سرم مست گشت نوشت باد	۵	خود از کدام خم ست کہ این کہ در سبو داری

ہی منے سے کی ہے اور اپنی عظیم الشان مثنوی کو اس شعر سے شروع کیا ہے ۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند — از جدائی ہا شکایت میکند

غزل (۶۰)

شہریست پر ظریفان از ہر طرف نگارے	۱	یاران صلای عشق است گر میکنید کارے
چشم فلک نہ بیند زین خوبتر حریفے	۲	در دام کس نیفتد زین خوبتر شکارے
ای روی خوبت از گل صد بار نازنینی	۳	یارب کہ رہ نیابد بر دامن تو خارے
چشمے کہ دیدہ باشد جسمی ز جان مرکب	۴	بر دامنش مبادا زین خاکدان غبارے
چوں من شکستہ را از پیش خود چہ رانی	۵	کم غایت تمنا بوسیست یا کنارے
نی بی غش است بشتاب وقت خوش است دریاب	۶	سال دگر کہ دارد امید نوبہارے
چوں این گرہ کشایم وین راز چوں نمایم	۷	دردی و صعب دردی کاری و سخت کارے

(۸) ہر تار موی حافظ در دست ترک شوخیست — مشکل توان نشستن در اینچنین دیارے (۸)

(۱) ترجمہ ۔ ظریفوں سے بھرا ہوا شہر ہے اور ہر طرف ایک معشوق موجود ہے ۔ اے یار وصلائے عشق ہے اگر کچھ کرنا ہے (تو کرلو)

یعنے صلائے عام ہے ۔

(۲) ترجمہ ۔ آسمان کی آنکھ نے اس سے زیادہ خوبصورت کوئی حریف نہیں دیکھا ۔ کسی کے جال میں اس سے زیادہ اچھا شکار نہیں پھنستا ۔

یعنے ایسا حسین معشوق اور کہیں نہیں ۔

(۳) ترجمہ ۔ اے کہ تیرا چہرہ پھول سے زیادہ نازنین ہے ۔ خدا کرے کہ تیرے دامن میں کوئی کانٹا نہ الجھے

(۴) ترجمہ ۔ جان سے بنا ہوا جسم کس کی آنکھ نے دیکھا ہے ؟ خدا کرے اسکے دامن پر اس خاکدان سے غبار نہ لگے

یعنے اگر دنیا سے مشک ختن بالکل ہی معدوم ہو جائے۔ تو بھی کچھ نقصان نہیں۔ جب کہ تیرے خط و خال میں مشک کی کافی خوشبو موجود ہے۔

(۸) ترجمہ۔ خورشید کیطرح ممالکِ حسن کا دم مارنا تیرے لئے زیبا ہے۔ کیونکہ تو ماہرو غلام رکھتا ہے۔

اجرام فلکی میں خورشید بادشاہی کا دعوی کرتا ہے کیونکہ کئی ستارے اور چاند اس کے حاشیہ نشین ہیں۔ اسی طرح میرا معشوق بھی ملکِ حسن کی بادشاہی کا دعوی کرسکتا ہے۔ کیونکہ کئی ماہرو معشوق اس کے غلام ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اے سروِ جوئبار اپنی سرکشی پر نازاں نہ ہو۔ کیونکہ اگر تو اسکے پاس جائے تو شرم سے سر نیچا کرلے

اسکے پاس یعنی میرے معشوق کے پاس۔ سرو اور قدِ یار کے لئے دیکھو ۴۲

(۱۰) ترجمہ۔ میں نے اسکو دعا دی اور اس نے زیرِ لب ہنسکر کہا۔ کہ تو کون ہے اور ہمیں کیا کہتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ مدرسہ کے گوشہ سے گوہرِ عشق نہ ڈھونڈھ۔ اگر تجھے جستجو کی خواہش ہے تو (مدرسہ سے) قدم باہر رکھ۔

یعنی مدرسہ سے باہر نکل کر جستجو کر۔ مدرسہ میں اسرارِ عشق کا کچھ پتہ نہیں ملے گا۔ دیکھو شعر د ۲۴

غزل (۶۲)

صبح ست و ژالہ میچکد از ابر بہمنے	۱	برگِ صبوح ساز و بزن جام یکمنے
در بحرِ مائی و منئے افتادہ ام بیار	۲	می تا خلاص بخشدم از مائی و منے
خون پیالہ خور کہ حلال ست خون او	۳	در کارِ یار کوش کہ کاریست کردنے
گر صبحدم خمار ترا درد سر دہد	۴	پیشانی خمار ہماں بہ کہ بشکنی
ساقی بہوش باش کہ غم در کمین ماست	۵	مطرب نگاہدار ہمین رہ کہ میزنی
می دہ کہ سر بگوشِ من آورد چنگ و گفت	۶	خوش باش و پند بشنو ازیں پیر منحنی
ساقی بہ بی نیازی یزداں کہ می بیار	۷	تا بشنوی ز صوت مغنی ہو الغنی

قبای حسن فروشی ترا زیبد و بس	۶	کہ ہمچو گل ہمہ آیین رنگ و بو داری
زمانہ گر بزند آتشم بخرمن عمر	۷	فدای تو کہ خط و خال مشکبو داری
دم از ممالک خوبی چو آفتاب زدن	۸	ترا رسد کہ غلامان ماہرو داری
بسرکشی خودای سرو جویبار مناز	۹	کہ گر باو رسی از شرم سرفرو داری
دعاش گفتم و خنداں بزیر لب میگفت	۱۰	کہ کیستی تو و با ما چہ گفتگو داری

(۱۱) ز کنج مدرسہ حافظ مجوی گوہر عشق
قدم برون نہ اگر میل جستجو داری (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ اے صبا تو اس مشکین زلف کی خوشبو رکھتی ہے۔ تو یادگار رہیگی کہ تجھ میں اُسکی خوشبو ہے یعنے تیری یادگار ہمیشہ رہیگی۔ تیرا نام ہمیشہ رہے گا۔

(۲) ترجمہ۔ میرا دل جسمیں حسن و عشق کے اسرار کا گوہر ہے۔ تیرے ہاتھ میں دیا جاسکتا ہے بشرطیکہ تو اُسے اچھی طرح رکھے۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے دلپذیر اخلاق کے متعلق اور کچھ اعتراض نہیں ہوسکتا سوائے اس کے کہ تیری دربان تندخو ہیں دیکھو شعر الف ۱۲/۱ ت ۴/۶

(۴) ترجمہ۔ ای پھول بلبل کی آواز تجھے کب پسند آئیگی۔ جب کہ تیرا گوشِ ہوش بیہودہ گو پرندوں کیطرف ہے۔ یعنے اے معشوق جب تک تو اغیار کی بیہودہ باتیں سنتا رہے گا۔ ہماری باتوں کیطرف تو کب متوجہ ہوسکتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے ایک گھونٹ سے میرا سر مست ہوگیا۔ تجھے نوشِ جان ہو۔ یہ شراب جو تیری سبو میں ہے کس خم کی ہے یعنے تیری شراب کس قسم کی ہے کہ ایک گھونٹ میں کیفیت ہوگیا۔ تجھے یہ شراب نوشِ جان ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اظہارِ حسن کا لباس صرف تجھ ہی کو زیبا ہے۔ کیونکہ پھول کیطرح تو تمام تر رنگ و بو کا طریقہ رکھتا ہے یعنی تیرا حُسن پھول کے رنگ و بو کیطرح اپنا اظہار خود کرتا ہے۔ تیرے سوا اور کسی کو اظہارِ حسن زیبا نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ زمانہ اگر تمام مشک ختن کو ضائع کر دے۔ تو میں قربان! تیرے خط و خال مشک کی طرح خوشبودار ہیں۔

غزل (۶۴۳)

(۱) طفیل ہستی عشقند آدمی و پری — ارادتی بنما تا سعادتی ببری
(۲) چو مستعد نظر نیستی وصال مجوے — کہ جام جم نکند سود وقت بی بصری
(۳) می صبوح و شکرخواب صبحدم تا چند — بعذر نیم شبی کوش و نالۂ سحری
(۴) ببوی زلف و رخت می روند و می آیند — صبا بغالیہ سائی و گل بجلوہ گری
(۵) بکوش خواجہ و از عشق بی نصیب مباش — کہ بندہ را نخرد کس بعیب بی ہنری
(۶) بیا و سلطنت از ما بخر بمایۂ حسن — ازین معاملہ غافل مشو کہ حیف خوری
(۷) دعای گوشہ نشینان بلا بگرداند — چرا بگوشۂ چشمی بما نمی نگری
(۸) مرا ازین ظلمات آنکہ رہنمائی کرد — دعائی نیم شبی بود و گریۂ سحری
(۹) ز ہجر و وصل تو در حیرتم چہ چارہ کنم — نہ در برابر چشمی نہ غایب از نظری
(۱۰) طریق عشق طریقی عجب خطرناکست — نعوذ باللہ اگر رہ بمقصدی نبری
(۱۱) ہزار جان گرامی بسوخت زین غیرت — کہ ہر صباح و مسا شمع مجلس دگری
(۱۲) چو ہر خبر کہ شنیدم رہی بحیرت داشت — ازین سپس من و ساقی و وضع بیخبری

(۱۳) بمین ہمت حافظ امید ہست کہ باز — اری اسامر لیلای لیلۃ القمری (۱۳)

(۱) ترجمہ - آدمی اور پری عشق کی ہستی سے طفیل ہیں - ارادت ظاہر کر تا کہ سعادت حاصل کرے ..
پہلا مصرعہ "کنت کنزاً مخفیاً الخ" کی تفسیر ہے - تشریح کے لیئے دیکھو شعر الف ۱
(۲) ترجمہ - جبکہ تجھ میں نظر کی استعداد نہیں تو وصال نہ ڈھونڈھ - کیونکہ نابینائی کی حالت میں جام جہان نما سے کچھ فائدہ نہیں -
مطلب یہ ہی کہ جب تیری آنکھوں میں بینائی ہی نہیں تو جام جہان نما سے تجھ پر دنیا کے حالات

(۸)	حافظ نہال قد تو در جویبار چشم خون خورد و برنشاند و تو خواہی کہ برکنی	(۸)

(۱) ترجمہ۔ صبح کا وقت ہے اور ابر بہاری سی بوندیں گر رہی ہیں۔ شراب صبح کا سامان کر اور بڑا پیالہ پی۔

جام یک منی یعنے رطل گراں۔ (بہار عجم)

(۲) ترجمہ۔ میں خودی کے سمندر میں غریق ہوں۔ شراب لا تاکہ وہ مجھے خودی سے خلاصی دے۔

اصطلاح تصوف میں اسی چیز کا نام شراب ہے۔ جو خودی اور خیالات ممنوعہ سے آدمی کو رہائی بخشے

بخود یک لحظہ بودن صد جہنم دست بتیں دارد		خدا اجرے دہد ہر را کہ بے مایہ کند مارا	

(۳) ترجمہ۔ پیالہ کا خون پی کیونکہ اسکا خون حلال ہے۔ معشوق کے کام میں کوشش کر کہ یہ کام کرنیکے لائق ہے

کار یار سے مراد کار و بار عشق ہے۔ خون پیالہ سے مراد شراب۔

(۴) ترجمہ۔ اگر صبح کے وقت خمار تجھے درد سر دے۔ تو بہتر ہے کہ تو خمار کا سر توڑ دے۔

۔ یعنے اور شراب پی کر خمار کو دور کر دے۔

(۵) ترجمہ۔ اے ساقی خبردار ہو کہ غم ہماری گھات میں ہے۔ مطرب! یہ سرود جو تو گا رہا ہے گائے جا۔

رہ زدن۔ سرود گانا۔ نغمہ سرائی کرنا۔ ساقی سے طلب شراب کی ہے اور مطرب سے درخواست ہے کہ نغمہ سرائی کو جاری رکھے۔

(۶) ترجمہ۔ شراب دے کیونکہ چنگ نے میرے کانوں کے نزدیک سر لا کر کہا کہ خوش رہ اور اس خمیدہ قد بوڑھے کی نصیحت سن

ظاہر کہ چنگ سر اطرب کے کان کے نزدیک ہوتا ہے۔ لہذا سر بگوش من آورد کہا۔ پیر خمیدہ سے مراد چنگ بوجہ خمیدہ قامت ہونے کے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ چنگ مجھ سے خوشی اور خوش باشی کی نصیحت کی

(۷) ترجمہ۔ اے ساقی خدا کی بے نیازی کے طفیل شراب لا۔ تاکہ تو مطرب کی آواز سے ہوا نئی سنے۔

بے نیازی اور غنی کی رعایت ظاہر۔ غنی اور مغنی میں صنعت تجنیس ہے۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ نے تیرے قد کے درخت کو آنکھوں کی نہر پر خون پی کر لگایا۔ اور تو چاہتا ہے کہ اسی اکھیڑ دے

سرو قد اور جویبار کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے خون جگر پی پی کر اور آنسوؤں کی نہریں بہا بہا کر تیرے سرو قد کا نقشہ آنکھوں میں جمایا ہے اور تو مجھ سے جدا ہونا چاہتا ہے۔

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہو ۔ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اسی مضمون پر فرماتے ہیں ۔

دوست نزدیک تر از من بہ من است ۔ ویں عجب تر کہ من از وے دورم
چہ کنم باکہ تواں گفت کہ او ۔ در کنارِ من و من مہجورم

(۱۰) ترجمہ۔ عشق کا رستہ عجیب خطرناک رستہ ہے۔ اگر تو کسی جائے امن پر نہ پہنچے تو خدا کی پناہ !
یعنے اگر سالک منزلِ مقصود پر پہنچ جائے تو فہو المراد۔ ورنہ یہ رستہ ایسا خطرناک ہے کہ الامان!
(۱۱) ترجمہ۔ اس غیرت میں کئی ہزار عزیز جانیں جل گئیں۔ کہ ہر صبح و شام تو ایک نئی مجلس کی شمع بنتا ہے۔
معشوق کے ہرجائی ہونے کی شکایت ہے۔
(۱۲) ترجمہ۔ جب یہ حالت ہے کہ جو خبر میں سنتا ہوں اسکا نتیجہ حیرت ہے۔ تو اسکے بعد میں ہونگا اور ساقی اور مستی کا طریقہ
یعنے عقل تو ہر مرحلہ پر مقامِ حیرت میں لے جاتی ہے۔ اس لئے اب مستی اختیار کرتا ہوں۔
(۱۳) ترجمہ۔ حافظ کی دعا کی برکت سے امید ہے کہ اب میں دیکھونگا کہ اپنی لیلی سے چاندنی رات میں قصہ بیان کرتا ہوں گا۔
سمر۔ شب۔ افسانہ شب۔ چاندنی۔ مجلسِ افسانہ گویاں وغیرہ۔

غزل (۱۹۶)

عمر بگذشت بہ بیحاصلی و بوالہوسی ۔ ۱ ۔ ای پسر جام میم دہ کہ بہ پیری برسی
چہ شکرہاست دریں شہر کہ قانع شدہ اند ۔ ۲ ۔ شاہبازانِ طریقت بہ شکارِ مگسی
بالِ بکشا و صفیر از شجر طوبی زن ۔ ۳ ۔ حیف باشد چو تو مرغی کہ اسیرِ قفسی
کاروان رفت و تو در راہ کمینگاہ بخواب ۔ ۴ ۔ وہ کہ بس بیخبر از غلغلِ بانگِ جرسی
دوش در خیلِ غلامانِ درش میرفتم ۔ ۵ ۔ گفت کای بیکس و بیچارہ تو بارِ چہ کسی
تا چو مجمر نفسے دامن جانان گیرم ۔ ۶ ۔ دل بر آتش بنہادم زپی خوش نفسی

کس طرح روشن ہونگے۔ یعنے اندہا دوربین یا خوردبین سے کیا دیکھے گا۔ اسی طرح اگر تجھہ میں استعداد اور قابلیت نہیں تو عشق سے تجھے کیا حاصل ہوگا۔

(۳) ترجمہ۔ شراب صبح اور صبح کی میٹھی نیند کب تک؟۔ آدہی رات کے استغفار اور نالہ سحری کی کوشش کر۔ یعنے شب بیداری اور سحر خیزی کی کوشش کر۔ رات بہر اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کر۔ عبادت الہی میں مشغول ہو اور بارگاہِ الہی میں صبح کے وقت دست دعا اٹھا۔ صبح کی میٹھی نیند اور صبح کی شراب سے کیا حاصل ہوگا۔؟

(۴) ترجمہ۔ صبا تیری زلف کی خوشبو حاصل کرنے کے لئے اور پھول تیرے چہرہ کا دیدار کرنے کے لئے آتے جاتے ہیں۔

زلف ور خ۔ صبا و گل اور غالیہ سای و جلوہ گری میں لف ونشر مرتب ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے خواجہ کوشش کر اور عشق سے بے نصیب نہ رہ۔ کیونکہ کوئی شخص بے ہنری کے عیب والے غلام کو نہیں خریدتا۔

یعنے بے ہنر غلام کو کوئی نہیں خریدتا۔ اسی طرح جس شخص میں ہنر عشق نہ ہو بارگاہِ سلطان عشق میں اسکی کچہہ قدر و قیمت نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ آ اور حسن کے سرمایہ سے ہم سے سلطنت خرید۔ اس سودے سے غافل نہ ہو ورنہ افسوس کریگا۔

دیکھو **شعر** (دیپ ۵۱)

(۷) ترجمہ۔ گوشہ نشینوں کی دعا بلائیں دور کرتی ہے۔ تو پہر تو ایک گوشہ چشم سے ہماری طرف کیوں نہیں دیکھتا۔

گوشہ اور گوشہ کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری طرف نظر کر اور ہم گوشہ نشینوں کی دعا لے۔

(۸) ترجمہ۔ جس چیز نے دنیا کی تاریکی میں میری رہنمائی کی۔ وہ نصفِ شب کی دعا تھی اور صبح کا رونا۔

خواجہ صاحب شب بیدار اور سحر خیز تھے۔ رات کا بہت سا حصہ عبادت اور دعا میں گذارتے تھے۔ خواجہ صاحب کی زندگی نہایت پاک تھی اور یہ سب اسی دعائے سحری کا نتیجہ ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں تیرے ہجر اور وصل سے حیرت میں ہوں۔ کیا علاج کروں۔ کیونکہ نہ تو تو آنکھوں کے سامنے ہے اور نہ نظر سے غایب ہے۔

محبوب حقیقی کی یہی کیفیت ہے۔ نہ سامنے ہیں نہ غایب۔

پہنچ گئے ہیں ۔ افسوس!!!

مولانا حالی مرحوم نے اسی مضمون پر کہا ہے ۔

وہ قومیں جو سب راہیں طے کر چکی ہیں	ذخیرے ہر اک جنس کے بھر چکی ہیں
ہر اک بوجھ بار اپنے سر دھر چکی ہیں	ہوئیں تب ہیں زندہ کہ جب مر چکی ہیں

اسی طرح راہِ طلب میں ہیں پویا
بہت دور ابھی اُن کو جانا ہے گویا

کسی وقت جی بھر کے سوتے نہیں وہ	کبھی سیر محنت سے ہوتے نہیں وہ
بضاعت کو اپنی ڈبوتے نہیں وہ	کوئی لمحہ بیکار کھوتے نہیں وہ

نہ چلنے سے تھکتے نہ اُکتاتے ہیں وہ
بہت بڑھ گئے اور بڑھے جاتے ہیں وہ

مگر ہم کہ اب تک جہاں تھے وہیں ہیں	جمادات کی طرح بارِ زمیں ہیں
جہاں میں ہیں ایسے کہ گویا نہیں ہیں	زمانے سے کچھ ایسے فارغ نشیں ہیں

کہ گویا ضروری تھا جو کام کرنا
وہ سب کر چکے ایک باقی ہے مرنا

(۵) ترجمہ ۔ کل میں اس کے دروازے کے غلاموں کے گروہ میں جاتا تھا ۔ اُس نے کہا کہ اے بیکس بیچارہ! تو کس کا یار ہے ۔؟

گویا وہ مجھے جانتا ہی نہیں ۔

(۶) ترجمہ ۔ تاکہ مجمر کی طرح تھوڑی دیر کے لئے معشوق کا دامن پکڑ لوں ۔ خوش نفسی کے لئے میں نے دل کو آگ پر رکھ دیا ہے ۔

مجمر میں عود یا حرمل ڈال کر خوشبو یا دفع نظر بد کے لئے جلاتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ مجمر کو دامن کے نیچے رکھ لیتے ہیں ۔ تاکہ خوشبو تمام کپڑوں میں سرایت کر جائے ۔

خواجہ صاحب بھی اپنے دل کو آگ پر اس لئے رکھتے ہیں کہ خوشبو پیدا ہونے پر معشوق اسے اپنے دامن کے نیچے لے جائے ۔ حاصل کلام یہ کہ میں آتشِ عشق میں جل رہا ہوں

لمع البرق من الطور وآنست بہ	۷	فلعلی لک آت بشہاب قبسی
یا دل خون شدہ چون نافہ خوشش باید بود	۸	ہر کہ مشہور جہاں گشتہ بہ مشکین نفسی

قطعہ

(۹)

چند پوید بہوای تو ز ہر سو حافظ

یسر اللہ طریقا بک یا ملتمسی

(۹)

(۱) ترجمہ۔ تمام عمر بے حاصلی اور بوالہوسی میں گذر گئی ۔ اے لڑکے مجھے شراب کا پیالہ دے۔ خدا تجھے بڑھاپے تک پہنچائے ۔

یعنے تیری عمر دراز ہو۔ **بوالہوس** یعنے ابوالہوس ۔ حریص ۔ میر عبدالواسع ہانسوی لکھتے ہیں کہ یہ ترکیب غلط ہے ۔ کیونکہ ہوس لفظ عربی نہیں بلکہ فارسی ہے ۔ لیکن چونکہ غلط العام ہے اکثر استعمال ہوتا ہے ۔ لیکن مولف غیاث اللغات کی رائے میں ترکیب صحیح ہے ۔ کیونکہ ہوس بفتحتین لفظ عربی ہے

(۲) ترجمہ ۔ اس زمانہ میں کیا شیرینی ہے کہ شاہبازان طریقت مکھی کے شکار پر قانع ہو گئے ہیں ۔

یعنے معلوم نہیں کہ دنیا میں کیا دھرا ہے کہ حضرت انسان باوجود قدسی الاصل ہونے کے اس خاکدان کی رہائش پر قانع ہے ۔

(۳) ترجمہ ۔ پر کھول اور شجر طوبی ہی جا کر آواز دے ۔ تجھ جیسے پرندے پر افسوس ہے کہ تو جال میں اسیر پڑا ہے

قفس سے مراد قفس عنصری یا دنیا ۔ مطلب یہ ہے کہ انسان عالم قدس کا رہنے والا ہے ۔ افسوس ہے کہ اس جال میں اسیر پڑا ہے ۔ اسے چاہئے کہ ایک ہی پرواز میں اس قفس کو چھوڑ کر شجر طوبی پر جا کر ٹھیرے

دیکھو شعر ت ۱/۲-۶-۵ م ۲/۱۲ م ۱۲/۸ م ۱۷/۴ م ۴۸/۲ م ۲۹/۱۴ ردیف ن غزل ۲۱ سالم

(۴) ترجمہ ۔ کاروان چلا گیا اور تو کمینگاہ کی راہ میں سویا پڑا ہے ۔ افسوس کہ تو بانگ جرس کی آواز سے اسقدر غافل ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ کارواں بہت دور نکل گیا ہے اور ایسے خطرناک رستہ میں جہاں ہر جگہ دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں ۔ تو خواب غفلت میں مست سو رہا ہے ۔ افسوس کہ بانگ جرس سنے ہی سے تجھے بیدار نہ کیا ۔ یہ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی حالت کا صحیح نقشہ ہے ۔ ہمسایہ قومیں براہ ترقی منزلوں آگے نکل گئی ہیں ۔ ہم ہیں کہ خواب غفلت میں ایسے مست پڑے ہیں گویا منزل مقصود پر

کرا رسد کہ کند عیب دامن پاکت	۴	کہ ہمچو قطرہ کہ بر برگ گل چکد پاکی
زخاک پای تو داد آبروی لالہ و گل	۵	چو کلک صنع رقم زد زآبی و خاکی
صبا عبیر فشاں گشت ساقیا برخیز	۶	وہات شمسہ کرم مطیب و زاکی
اثر نماند زمن بی شمائلت آری	۷	اری مآثر محیاے من محیاکی
ودع التکاسل تغنم فقد جری مثل	۸	کہ زاد راہروان چستی ست و چالاکی
بآبروی گل و خاک پای سرو کہ نیست	۹	چنیں بدیع جمالی ز آبی و خاکی

(۱۰)	ز وصف حسن تو حافظ چگونہ لاف زند کہ چوں صفات الٰہی وراے ادراکی	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ میں نے شوق کا قصہ لکھا اور میری آنکھیں اشک افشاں ہیں۔ آکہ تیرے بغیر میں غم کی وجہ سے جان سے تنگ آگیا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے اپنی دو آنکھوں کو اکثر شوق میں لکھا ہے کہ اے منازل سلمیٰ! تمہاری سلمیٰ کہاں ہے۔ اپنی آنکھوں کو منازلِ سلمیٰ کہا ہے۔ یعنے منازلِ معشوق۔ چونکہ آنکھوں میں معشوق کی تصویر ہوتی ہے اس لئے منازلِ معشوق کہا۔ مطلب یہ ہے کہ میں شوق میں اکثر اپنی آنکھوں کو کہتا ہوں کہ اے منازل سلمیٰ! تمہاری سلمیٰ کہاں ہے۔

(۳) ترجمہ۔ یہ عجیب واقعہ اور نہایت ہی عجیب و غریب بات ہے۔ کہ میں تو حالتِ مقتولی میں مضطرب ہوں اور قاتل اب بھی شاکی ہے۔

یعنے میں بسمل تڑپ رہا ہوں اور قاتل کو اب بھی شکایت باقی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ کس کی طاقت ہے کہ تیرے پاک دامن کی عیب جوئی کرے کیونکہ تو اس قطرہ کی طرح جو برگ گل پر گرتا ہے۔ پاک ہے۔

بارش کا قطرہ خود پاک اور پھر اگر پھول کی پنکھڑی پر گرے تو پاکیزہ تر۔ اس لئے اس کی پاکیزگی میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ خواجہ صاحب نے اپنے معشوق کو اس قطرہ سے تشبیہ دی ہے جو برگِ گل پر گرے۔

شاید کہ وصالِ محبوب نصیب ہو۔
(۷) ترجمہ۔ طور سے بجلی چمکی اور میں نے اسے دیکھا (اس سے انس پیدا کیا) شاید کہ میں تیرے لئے
نیم سوختہ انگارا لے آؤں۔
اس شعر میں واقعہ طور کیطرف اشارہ ہے اور الفاظ بھی آئتِ قرآنی سے لئے گئے ہیں۔
اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا
بِقَبَسٍ (طٰهٰ) یعنے جب موسے علیہ السلام نے آگ دیکھی اپنی زوجہ کو کہا کہ ٹھیرو میں نے
آگ دیکھی ہے امید ہے کہ اس آگ سے میں تمہارے لئے شعلہ لاؤں۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے
نورِ ہدایت دیکھا ہے۔ شاید تجھے بھی فائدہ پہنچا سکوں۔ یا یہ کہ مشاہدۂ محبوب کا پرتو دیکھا ہے
شاید تجھے بھی اس نور سے حصہ دے سکوں۔
(۸) ترجمہ۔ خوں شدہ دل کے باوجود نافہ کی طرح اس شخص کو خوش رہنا چاہیے۔ جو مشکیں نفسی
میں مشہورِ جہاں ہو گیا ہو۔
نافہ باوجود ہمہ تن خون ہونے کے چونکہ خوشبو دار ہے اسلئے خوش ہے۔ اسی طرح جو شخص
دنیا میں اپنی مشکیں نفسی یا خوش اخلاقی کے لئے مشہور ہو جائے۔ اسے ہر چند مصیبتوں
کا سامنا ہو لیکن ہمیشہ اُسے خوش و خرم رہنا چاہیے۔
(۹) ترجمہ۔ حافظ تیری آرزو میں ہر طرف کب تک دوڑے۔ اے میرے مطلوب خدا تیری راہ
آسان کرے۔
یعنے میری رسائی تجھ تک آسان ہو جائے۔

غزل (۶۵)

کتبت قصۂ شوقی و مدمعی باکی	۱	بیا کہ بی تو بجان آمدم زغمناکی
بسا کہ گفتہ ام از شوق با دو دیدۂ خویش	۲	ایا منازل سلمی واین سلماکی
عجیب واقعہ و بس غریب حادثہ ایست	۳	انا اصطبرت قتیلاً و قاتلی شاکی

غزل (۶۶)

گفتند خلائق کہ توئی یوسف ثانی	۱	چوں نیک بدیدم بحقیقت بہ از انی
در عشق توام شہرہ چو فرہاد و عجب نیست	۲	ای خسرو خوباں کہ تو شیریں زمانی
تشبیہ دہانت نتواں کرد بہ غنچہ	۳	ہرگز نبود غنچہ بایں تنگ دہانی
صد بار بگفتی کہ دہم زاں دہنت کام	۴	چوں سوسن آزاد چرا جملہ زبانی
گفتی کہ دہم کامت و جانت بستانم	۵	ترسم ندہی کامم و جانم بستانی
چشم تو خدنگ از سپر جان گذرانید	۶	بیمار کہ دیدہ است بایں سخت کمانی
چون اشک بیندازیش از دیدۂ مردم	۷	آن را کہ دمی از نظر خویش برانی
گر سرو بماند ازقد و رفتار تو برپای	۸	بخرام کہ از سرو گذشتی بروانی
در راہ تو عاشق چو قلم کرد ز سر پای	۹	چون نامہ چرا یک دمش از لطف نخوانی
(۱۰)	از پیش مراں حافظ غمدیدۂ خود را کز عشق رخت داد دل و دین و جوانی	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ لوگوں نے کہا کہ تو یوسف ثانی ہے۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو حقیقت میں تُو اس سے بہتر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے عشق میں میں فرہاد کی طرح مشہور ہو گیا ہوں اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اے حسینوں کے بادشاہ! تو زمانہ کا شیریں ہے۔

فرہاد۔ خسرو اور شیریں کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے دہن کو غنچہ سے تشبیہ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ غنچہ ہرگز ایسا تنگ دہن نہیں ہوتا

(۴) ترجمہ۔ تو نے سو بار کہا ہے کہ میں اس دہن سے تیری مراد پوری کرونگا۔ سوسن آزاد کی طرح تو کیوں ہمہ تن زبان ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیری خاکِ پا سے لالہ وگل کو آبرو دی۔ جب قدرت کے قلم نے آبی وخاکی تصویریں بنائیں۔

یعنے صانع قدرت نے جب دنیا کو پیدا کیا تو لالہ وگل کو تیری خاکِ پا سے آبرو بخشی۔

(۶) ترجمہ۔ بادِ صبا خوشبو پھیلا رہی ہے لے ساقی اٹھ۔ اور پاک وصاف انگوری شراب لا۔

شمس ۔ سے مراد شراب (شراب کو مجازاً شمس وآفتاب کہا جاتا ہی)

کرم ۔ انگور۔ رز۔

(۷) ترجمہ۔ تیری صورت کے بغیر میرا نام ونشان باقی نہیں رہا ہاں میں تیری صورت شکل سے اپنی زندگی کے آثار دیکھتا ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ کاہلی کو چھوڑ اور وقت کو غنیمت جان یہ مثل مشہور ہی کہ مسافر کا زادِ راہ چستی اور چالاکی ہے۔

مطلب یہ ہی کہ سالک کو چست وچالاک ہونا چاہیے۔ کاہلی اور سستی مسافر کے لئے خطرناک ہے۔

(۹) ترجمہ۔ پھول کی آبرو اور سرو کی خاکِ پا کی قسم ہے کہ آبی وخاکی مخلوقات میں ایسا نادر حسن والا اور کوئی نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ انسانوں میں تجھ جیسا بے نظیر حسین اور کوئی شخص نہیں۔

آبروی وخاک اور آبی وخاکی کی رعایت ظاہر

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ تیرے حسن کی تعریف کی لاف کس طرح مارے۔ کیونکہ تو صفاتِ الٰہی کی طرح فہم وادراک کی حد سے باہر ہے۔

یعنے تیرے حسن کی پوری پوری تعریف مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ تو فہم وادراک سے بالاتر ہے۔

غزل (۶۷)

که برد بنزد شاهان ز من گدا پیامی (۱) که بکوی میفروشان دو هزار جم بجامی

اگر این شراب خام است اگر آن حریف پخته (۲) بهزار بار بهتر ز هزار پخته خامی

شده ام خراب و بدنام و هنوز امیدوارم (۳) که ز بد خلاص یابم بدعای نیکنامی

تو که کیمیا فروشی نظری بقلب ما کن (۴) که بضاعتی نداریم و فگنده ایم دامی

بجا برم شکایت بکه گویم اینحکایت (۵) که لبت حیات ما بود و نداشتی دوامی

عجب از وفای جانان که تفقدی نفرمود (۶) نه بنامه و پیامی نه بپرسش و سلامی

برو ید پارسایان که نماند پارسائی (۷) می ناب درکشیدیم و نماند ننگ و نامی

ز رهم میفگن ای شیخ تو بدانهای تسبیح (۸) که چو مرغ زیرک افتد نفتد بهیچ دامی

سر خدمت تو دارم بخرم بهیچ مفروش (۹) که چو بنده کمتر افتد بمبارکی غلامی

(۱۰) بکشای تیر مژگان و بریز خون حافظ
که چنان کشنده را نکشد کس انتقامی (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ بادشاہوں کے پاس مجھ فقیر کا یہ پیغام کون لے جائے کہ شراب فروشوں کے کوچہ میں دو ہزار جمشید ایک جام کی قیمت کے ہیں۔

یعنے بادشاہ اپنی سلطنت پر مغرور نہ ہوں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک ایک جام سے کئی ہزار سلطنتوں سے بہتر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اگر یہ شراب خام ہے اور وہ حریف پختہ ہے۔ تو ایسے ہزار پختہ حریفوں سے یہ شراب خام ہزار بار بہتر ہے
مطلب یہ ہے کہ ہم کو پختہ حریفوں کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے شراب خام ہی کافی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں خراب اور بدنام ہوگیا ہوں لیکن ابھی تک امیدوار ہوں کہ کسی نیک نام کی دعا سے بدی سے رہائی پاؤں۔

سوسنِ آزاد کی پتیاں زبان کی ہمشکل ہوتی ہیں گویا تمام پھول ہمہ تن زبان ہوتا ہے۔ معشوق کو ہمہ تن زبان اس لئے کہا ہے کہ وہ صرف وعدہ کرتا ہے اور پورا نہیں کرتا۔

(۵) ترجمہ۔ تو نے کہا ہے کہ میں تیری مراد پوری کرونگا اور تیری جان لے لونگا۔ مجھے ڈر ہے کہ تو مراد تو پوری نہیں کرے گا البتہ میری جان لے لے گا۔

(۶) ترجمہ۔ تیری آنکھ نے تیر کو جان کی ڈھال سے پار کر دیا۔ کس شخص نے ایسا سخت کمان بیمار دیکھا ہے۔

دوسرے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تیری آنکھ نے باوجود بیمار مشہور ہونے کے اس زور سے تیر مارا ہے کہ میری جان کے پار ہو گیا ہے۔ کسی شخص نے نہیں دیکھا کہ کوئی بیمار تیر انداز ایسا سخت کمان ہو۔

(۷) ترجمہ۔ جس شخص کو تھوڑی دیر کے لئے تو اپنی نظر سے دور کر دے۔ اُسے آنسوؤں کی طرح لوگوں کی آنکھوں سے گرا دیتا ہے۔

یعنے اُسے ذلیل اور خوار کر دیتا ہے۔ لوگوں کے نزدیک اس کی عزت و وقعت نہیں رہتی۔

(۸) ترجمہ۔ اگر سرو تیرے قد اور رفتار کے باوجود قائم ہے۔ تو تو خراماں ہو کر چلنے میں تو سرو سے بڑھا ہوا ہے۔

یعنے سرو ہر چند تیرے قد کا مقابلہ کرے لیکن تیرے خرام ناز کا مقابلہ کسطرح کر سکے گا؟

(۹) ترجمہ۔ تیری راہ میں عاشق نے قلم کی طرح سر سے پاؤں بنائے۔ خط کی طرح تھوڑی دیر کے لئے مہربانی سے اُسے کیوں نہیں بلاتا۔

قلم سر کے بل چلتا ہے۔ اور اسکی تحریر یعنے خط کو لوگ پڑھتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ عاشق تیری راہ میں سر کے بل چلتا ہے۔ تو بھی مہربانی کر کے اسے بلا۔ نحوانی میں پڑھنا اور بلانا ہر دو معنوں کیطرف اشارہ ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اپنے غمدیدہ حافظ کو سامنے سے دور نہ کر۔ کیونکہ اُسنے تیرے چہرہ کے عشق میں مال دین اور جوانی کو غارت کر دیا ہے۔

شد قامتم چو حلقہ تا بعد ازین رقیبت	۳	زین در دگر نراند مارا بہیچ بابے
چون آفتاب رویش در دیدہ می نگنجد	۴	ای دل چہ سود داری در دیدہ اضطرابے
در انتظار رویت ما و امیدواری	۵	وز عشوہ لبانت ما و خیال و خوابے
دست غرض میالای کاسہ کہ دانی	۶	انجام کار نبود از وی امید آبے

(۷) حافظ چہ می نہی تو دل بر وصال جانان (۷)
ای تشنہ سیر گردد از لمعۂ سرابے

(۱) ترجمہ۔ میں عشق کے جام کا مخمور ہوں۔ اے ساقی شراب دے۔ پیالہ پر کر کیونکہ شراب کے بغیر مجلس میں رونق نہیں ہوتی۔

(۲) ترجمہ۔ اسکے چاند جیسے چہرہ کا عشق پردہ میں ٹھیک نہیں ہے اے مطرب نغمہ سرائی کر اور اے ساقی شراب دے۔

(۳) ترجمہ۔ میرا قد حلقہ کیطرح (خمیدہ) ہو گیا ہے تا کہ اسکے بعد تیرا دربان اس دروازہ سے پھر کسی طرح دور نہ کر سکے۔
یا کسی اور دروازہ کی طرف بھی مجھے نہ ہانک سکے۔ در اور باب کی رعایت ظاہر۔ ظاہر ہے کہ حلقہ (یعنے حلقۂ در) ہمیشہ دروازہ سے لگا رہتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب اسکے چہرہ کا آفتاب آنکھوں میں نہیں سما سکتا۔ تو اے دل! آنکھوں میں اضطراب سے کیا فائدہ؟
یعنی انتظار اور بیقراری سے کچھ حاصل نہیں۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے چہرہ (کے دیدار) کے انتظار میں ہم ہیں اور امیدواری۔ اور تیرے لبوں کے عشوہ کا خواب و خیال ہے اور ہم۔
یعنے تیرے دیدار کی صرف امید ہی امید ہے اور تیرے عشوہ کا صرف خواب خیال ہی ہے۔ ورنہ حصول مراد تو مشکل ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ایسے کاسہ سے دست سوال کو آلودہ نہ کر جس سے کہ آخر کار پانی ملنے کی امید نہ ہو۔
یعنے جس دروازہ سے فیض کی امید نہ ہو۔ وہاں دست سوال دراز کرنا بے فائدہ ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ معشوق کے وصال پر تو کیا دل لگاتا ہے سراب کی روشنی سے پیاسہ کبھی سیر نہیں ہوتا۔
سراب خشک ریگستان میں چمکتی ہوئی ریت جو دور سے پانی نظر آتی ہے۔ یہ مطلب یہ ہے کہ معشوق

(۴) ترجمہ۔ تو جو کیمیا فروش ہی ہمارے دل (یا کھوٹے سکے) پر نظر کر۔ کیونکہ ہمارے پاس سرمایہ نہیں ہے اور جال بچھایا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس بضاعتِ اعمال بالکل نہیں تاہم رحمت کے امیدوار بیٹھے ہیں۔ ہمارے کھوٹے سکے کو اپنی کیمیاگری سے سونا بنا دے یعنے ہمارے سیاہ دل کو اپنی ہمت و برکت سے نورانی کر دے۔

(۵) ترجمہ۔ میں یہ شکایت کہاں لے جاؤں اور یہ بات کس سے بیان کروں۔ کہ تیرا لب ہمارے لئے بمنزلہ زندگی کے تھا لیکن تو ہمیشہ (ہمارے پاس) نہ رہا۔

(۶) ترجمہ معشوق کی وفا پر حیران ہوں کہ اس نے پرسشِ احوال نہ کی۔ نہ نامہ و پیام ہی اور نہ پرسش وسلام سے۔

(۷) ترجمہ۔ اے پرہیزگار و جاؤ کہ پرہیزگاری نہیں رہی۔ ہم نے شرابِ صاف پی اور نام و ناموس نہ رہا

(۸) ترجمہ۔ اے شیخ تو ہم کو تسبیح کے دانوں سے گمراہ نہ کر۔ کیونکہ جب دانا پرندہ نہیں آتا ہے تو کسی جال میں نہیں پھنستا یا جو پرندہ دانا ہوتا ہے دام میں نہیں پھنستا۔ شیخ کی تسبیح کو دام اور اسکے دانوں کو دانہ سے تشبیہ دی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ مجھے تیری خدمت کا شوق ہے مجھے خرید لے اور مفت نہ بیچ۔ کیونکہ مجھ جیسا مبارک غلام کم ملے گا۔

(۱۰) ترجمہ۔ مژگان کے تیر چھوڑ اور حافظ کا خون گرا۔ کیونکہ ایسے قاتل سے کوئی انتقام نہیں لیتا بیشک تیر مژگان کے مقتول کی کوئی داد و فریاد نہیں سنتا۔ اور نہ ایسے قاتل کشش سپرد ہوتے ہیں۔

غزل (۹۸)

مخمور جامِ عشقم ساقی بدہ شرابے	۱	پرکن قدح کہ بی می مجلس ندارد آبے
عشقِ رخ چو ماہش در پردہ راست بایدے	۲	مطرب بزن نوائی ساقی بدہ شرابے

اسی مضمون کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ناصحانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔

خیرے بکن اے فلاں وغنیمت شمار عمر	زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند
اے کہ دستت میرسد کارے بکن	پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار

(۶) ترجمہ۔ وہ زلف جسکا ہر ایک بال چین کے سو نافوں کے برابر ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس میں خوش خلقی کی خوشبو بھی ہوتی۔

(۷) ترجمہ۔ شمع کی طرح خوبصورتی ہوا کی راہ میں ہے۔ نیکی کے سرمایہ سے ہنر حاصل کر یعنے جس طرح شمع جو ہوا کی راہ میں ہو۔ دیر تک نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح حسن اور خوبصورتی دیر پا نہیں۔ یہی وقت ہے نیکی کرلے۔

یہی دن ہیں دعا لے لو کسی کے قلب مضطر کی	جوانی آ نہیں سکتی میری جاں پھر نئے سر سے

(۸) ترجمہ۔ ہر ایک پرندہ اپنی اپنی داستان لیکر بادشاہ کے گلشن میں آیا۔ بلبل نوا سازی کر رہی اور حافظ دعاگوئی۔

مطلب یہ ہے کہ بلبل کی نوا سازی اور حافظ کی دعاگوئی اسی سلطانِ عشق کی بارگاہ میں ہے۔

غزل (۷۰)

نسیم صبح سعادت بداں نشاں کہ تو دانی	۱	گذر بسوئی فلاں کن دراں زماں کہ تو دانی
تو پیک حضرت شاہی مراد و دیدہ براہ است	۲	کرم نما و بفرما خبر چناں کہ تو دانی
بگو کہ جان ضعیفم زدست رفت خدارا	۳	ز لعل روح فزایت ببخش زاں کہ تو دانی
من ایں دو حرف نوشتم چنانکہ غیر ندانست	۴	تو ہم ز روی کرامت چناں بخواں کہ تو دانی
خیال تیغ تو باما حدیث تشنہ و آب است	۵	اسیر عشق چو کردی بکش چناں کہ تو دانی
امید در کمر زر کشت چگونہ نہ بندم	۶	دقیقہ ایست نگارا دراں میاں کہ تو دانی

(۸)	یکیست ترکی و تازی دریں معاملہ حافظ حدیث عشق بیان کن بہر زباں کہ تو دانی	(۷)

کا وصال سراب کی طرح ہے۔ اس سے فیضیاب ہونا محال ہے۔

غزل (۶۹)

می خواہ و گل افشان کن از دہر چہ میجوئی	۱	این گفت سحر گہ گل بلبل تو چہ میگوئی
مسند بگلستان بر تا شاہد و ساقی را	۲	لب گیری و رخ بوسی می نوشی و گل بوئی
شمشاد خرامان کن آہنگ گلستان کن	۳	تا سرو بیاموزد از قد تو دلجوئی
تا غنچہ خندانت دولت بکہ خواہد بود	۴	ای شاخ گل رعنا از بہر کہ می روئی
امروز کہ بازارت پر جوش خریدارست	۵	دریاب و بنہ گنجی از مایہ نیکوئی
آن طرہ کہ ہر مویش صد نافہ چین ارزد	۶	خوش بودی اگر بودی بوئیش ز خوشخوئی
چون شمع نکوروئی در رہگذر بادست	۷	طرف ہنری بربند از مایہ نیکوئی

(۸) ہر مرغ بدستانی در گلشن شاہ آمد
بلبل بنوا سازی حافظ بدعا گوئی (۸)

(۱) ترجمہ۔ شراب اور گل افشانی کر زمانہ سے کیا مانگتا ہے۔ یہ بات صبح کے وقت پھول نے کہی اے بلبل تو کیا کہتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ صبح کے وقت پھول نے بلبل کو کہا کہ باتوں کو چھوڑ شراب اور گل افشانی کر۔ زمانہ سے کسی چیز کی امید نہ رکھ۔

(۲) ترجمہ۔ مسند کو باغ میں لیجا۔ تاکہ تو شاہد و ساقی کا لب پکڑے۔ چہرہ چومے۔ شراب پئے اور پھول سونگھے۔

(۳) ترجمہ۔ قد کو خرامان کر اور باغ کا ارادہ کر۔ تاکہ سرو تیرے قد سے دلجوئی کا طریقہ سیکھے۔

(۴) ترجمہ۔ دیکھئے تیرا غنچہ خندان (یعنی دہن) کس کے نصیب ہوگا۔ اے گل رعنا کی شاخ تو کس کے لیے اُگ رہی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ آج جب کہ تیرا بازار خریداروں کے جوش سے بھرا ہے۔ وقت کو غنیمت جان اور نیکی کے سرمایہ کا خزانہ جمع کرے۔

غزل (۱۷۱)

نوبہارست دران کوش کہ خوشدل باشی	۱	کہ بسے گل بدمد باز و تو در گل باشی
چنگ در پردہ ہمی میدہدت پند و لے	۲	وعظت آنگاہ دہد سود کہ قابل باشی
من نگویم کہ چہ کن با کہ نشیں و چہ بنوش	۳	کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی
در چمن ہر ورقی دفتر حالی دگرست	۴	حیف باشد کہ ز حال ہمہ غافل باشی
گرچہ راہیست پر از بیم ز ما تا بر دوست	۵	رفتن آسان بود ار واقف منزل باشی
نقد عمرت ببرد غصۂ دنیا بگزاف	۶	اگر شب و روز دریں قصہ باطل باشی

(۷) حافظا گر مدد از بخت بلندت باشد
صید آن شاہد مطبوع شمائل باشی (۷)

(۱) ترجمہ۔ تازہ بہار ہے اس بات کی کوشش کر کہ تیرا دل خوش رہے کیونکہ بعدازیں بھی بہت پھول نکلیں گے لیکن تو مٹی میں ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ زندگی چند روزہ ہے۔ موسم بہار کو غنیمت جان اور دل کو خوش رکھنے کی کوشش کر

(۲) ترجمہ۔ سارنگی در پردہ تجھے نصیحت دیتی ہے۔ لیکن نصیحت تجھے اسی وقت فائدہ دیگی کہ تجھ میں اس کے قبول کرنے کا مادہ ہو۔

پردہ اور چنگ کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ میں نہیں کہتا کہ تو کیا کر کس کے ساتھ بیٹھ اور کیا پی۔ کیونکہ اگر تو دانا اور عقلمند ہوگا تو خود سمجھ لے گا۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کے ساتھ بیٹھ اور شراب پی۔

(۴) ترجمہ۔ باغ میں ہر ایک پتا ایک نئی کیفیت کا دفتر ہے۔ افسوس ہوگا اگر تو ان تمام کے حالات سے غافل ہو۔

یعنے باغ میں ایک ایک پتا صحیفۂ قدرت کا ایک دفتر ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور

خواجہ صاحب نے یہ غزل خواجو کی ایک غزل پر لکھی ہے۔ جسکے چند شعر یہ ہیں۔

ایا صبا خبرے کن مرا ازاں کہ تو دانی	بداں زمیں گذرے کن بداں زماں کہ تو دانی
چو مرغ در طیراں آئی وچوں باوج رسی	نزول ساز دراں آشیاں کہ تو دانی
چناں مرو کہ غبارے بدو رسد زگذارت	بداں طرف چو رسیدی چناں مراں کہ تو دانی

(۱) ترجمہ۔ اے صبح سعادت کی نسیم اس پتہ پر جو تجھے معلوم ہے۔ فلاں (معشوق) کے کوچہ میں جا ایسے وقت میں جو تو جانتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تو حضرت بادشاہ کی قاصد ہے اور میری دونو انکھیں منتظر ہیں۔ مہربانی کر اور خبر پہنچا جیسی کہ تو جانتی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اُسے کہو کہ میری ضعیف جان ہاتھ سے جاتی ہے۔ خدا کے لئے اپنے روح افزا لب لعل سے وہ چیز دی جو تو جانتی ہے یعنے بوسہ دے۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے دو باتیں ایسی لکھی ہیں کہ اغیار اُنکو نہ سمجھ سکے۔ تو ہی مہربانی سے اُنکو اسطرح بیان کر جیسا تجھے معلوم ہے۔
یعنے تو ہی ان باتوں کو ایسا بیان کر کہ اغیار نہ سمجھ سکیں۔

(۵) ترجمہ۔ تیری تلوار کا خیال میرے لئے پیاسے اور پانی کا قصہ ہے۔ جب تو نے مجھ عشق میں اسیر کیا ہے۔ تو جس طرح جانتا ہے قتل کر۔
یعنے مجھے تیری تلوار کا ایسا شوق ہے جیسا پیاسے کو پانی کا۔ جب مجھے اسیر عشق کیا ہے تو قتل بھی کر۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے زر تار کمر بند میں میں کسطرح امید نہ باندھوں۔ اے معشوق اسکے اندر ایک ایسا دقیقہ ہے جسے تو ہی جانتا ہے۔
دقیقہ سے مراد کمر۔ یعنی تیرے زر تار کمر بند کے اندر تیری کمر ہے۔ اسلئے میں نے اُس پر امید لگائی ہے

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اِس معاملہ میں ترکی اور تازی زبانیں برابر ہیں۔ عشق کی باتیں جو زبان تو جانتا ہے اسی میں بیان کر۔

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح	(مولانا روم)
سندیاں را اصطلاحِ سند مدح	

سرمد۔ جس کی ابتدا انتہا نہ ہو۔ ازلی ابدی۔ ہمیشہ۔ خدائے تعالیٰ۔

(۲) ترجمہ۔ شرابی کیونکہ دوزخ ہمارے گناہوں کا نام لے گا۔ تو معجزہ محمدیؐ اُسکی آگ پر پانی ڈالے گا۔ یعنے شرابی اور دوزخ سے نہ ڈر۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شفاعت ہمارے گناہوں کی معافی کے لئے کافی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ تو ہر وقت شعبدہ بازی کرتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ میں ہرگز دھوکا دینے والا (اور شعبدہ باز) نہیں ہوں

(۴) ترجمہ۔ دیدہ دانستہ تیغ جفا میرے کینہ کے لئے کیوں کھینچتا ہے۔ کیا تجھے "فی عمد ممددہ" کا خیال نہیں

فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ۔ قرآنی آیت ہے۔ عذاب دوزخ کے متعلق کلام پاک میں آیا ہے کہ انہا علیہم موصدۃ فی عمد ممددہ۔ یعنے وہ آگ اُن پر بند رہے لمبے ستونوں میں۔ مطلب یہ ہے کہ تو دیدہ دانستہ مجھ پر ظلم کرتا ہے کیا روز قیامت اور عذاب دوزخ کا تجھے خیال نہیں۔ عمد۔ یعنے بیماری عشق بھی آیا ہے۔ اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ کیا تجھے میری دیرینہ بیماریِ عشق کا بھی خیال نہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اگر تو اس چال اور کرّ وفر سے باغ میں جائے۔ تو سوسن۔ سرو اور پھول تمام تیرے غلام ہو جائیں۔

(۶) ترجمہ۔ تو اس وقت خودی کا نقش لوح دل سے دور کرے گا۔ جب کہ جان و دل کو ساتھ لیکر خردمندی کے کوچہ میں جائے گا۔

یہ شعر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تیری جان اور دل آرزو کے دام میں پھنسے ہیں۔ اس تعلق اور شرمندگی سے آزادی کا دعوے نہ کر۔

یعنے جان و دل تو دام آرزو میں گرفتار ہیں اور تو باوجود اس تعلق کے آزادی کا دعویٰ کرتا ہے۔ شرم کر۔

صانع حقیقی کے حقایق و معارف پر غور کرنا چاہئے۔

۲	ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار		برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ ہم سے کر معشوق تک رستہ خطرناک ہے۔ لیکن اگر تو منزل کا واقف ہے تو چلنا آسان ہوگا۔

(۶) ترجمہ۔ دنیا کا غم تیری عمر کے سرمایہ کو بیہودہ ضائع کر دیگا۔ اگر تو شب و روز اسی باطل قصہ میں مشغول رہے گا۔

یعنی اگر تو شب و روز غم دنیا میں ہی رہے گا۔ تو یہ غم تیرے مایۂ حیات کو برباد کر دیگا۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اگر بختِ بلند نے تیری مدد کی۔ تو اس پسندیدہ خصائل معشوق کا تو شکار ہو گا۔

غزل (۲۰۲)

نور خدا نمایدت آئینہ مجردی	۱	از درِ ما درآ اگر طالب عشق سرمدی
بادہ بدہ کہ دوزخ از نام گناہ ما برد	۲	آب بر آتشش زند معجزہ محمدی
شعبدہ بازئی کنی ہر دم و نیست ایں روا	۳	قال رسول ربنا ما انا قط من ادی
ازچہ بعمد می کشی تیغ جفا بکین من	۴	فکر سنے کنی مگر فی عمدٍ محمدی
گر تو باین جمال و فرسوی چمن کنی گذر	۵	سوسن و سرو و گل بتو جملہ شوند مقتدی
نقش خودی ز لوح دل پاک کنی تو در زماں	۶	گر رہبری بجان و دل راہ بکوی بیخودی

(۷)	جانِ و دلِ تو حافظا بستہ دام آرزوست ای متعلق خجل دم مزن از مجردی	(۷)

(۱) ترجمہ۔ مجردی کا آئینہ تجھ کو خدا کا نور دکھائے گا۔ اگر تو عشق ابدی کا طالب ہے تو ہماری روش اختیار کر۔

یعنے آزادی اور کم تعلقی کے ذریعہ سے تو خدا تک پہنچ سکتا ہے

غزل (۷۴)

وقت را غنیمت دان آن قدر کہ بتوانی	۱	حاصل از حیات ای جان یکدم است تا دانی
پیش زاہد از رندی دم مزن کہ نتوان گفت	۲	با طبیب نامحرم حال درد پنہانی
بادہای شبخیزان ای شکر دہان مستیز	۳	در پناہ یک اسم است خاتم سلیمانی
کام بخشی دوران عمر در عوض دارد	۴	جہد کن کہ از عشرت کام خویش بستانی
یوسف عزیزم رفت ای برادران رحمی	۵	کز غمش عجب دیدم حال پیر کنعانی
میروی و مژگانت خون خلق می ریزند	۶	تند میروی جانا ترسمت فرو مانی
پند عاشقان بشنو در راہ طرب باز آ	۷	کاین ہمہ نمی ارزد شغل عالم فانی
زاہد پشیمان را شوق بادہ در جانست	۸	عاقلا مکن کارے کاورد پشیمانی
خم شکن نمیداند این قدر کہ صوفی را	۹	جنس خانگی باشد ہمچو لعل رمانی
گر تو فارغی از من ای نگار سنگین دل	۱۰	حال خود بخواہم گفت پیش آصف ثانی
باغبان چو من زینجا بگذرم حرامت باد	۱۱	گر بجای من سروی غیر دوست بنشانی
دل ز ناوک چشمت داشتم نگہ لیکن	۱۲	ابرو کماندارت می برد بہ آسانی

(۱۳) جمع کن باحسانی حافظ پریشان را
ای شکنج گیسویت مجمع پریشانی (۱۳)

(۱) ترجمہ۔ جہاں تک ہو سکے وقت کو غنیمت جان۔ اے جان زندگی کا حاصل اگر تو سمجھے تو ایک ہی دم ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ صرف موجودہ دم پر ہی بھروسہ ہے۔ ماضی و مستقبل خواب و خیال ہیں۔

گذشتہ خواب و آیندہ خیال است	غنیمت داں ہمیں دم را کہ حال است

(۲) ترجمہ۔ زاہد کے سامنے رندی کا دم نہ مار کیونکہ نامحرم طبیب کے سامنے پوشیدہ درد کا حال بیان نہیں کیا جا سکتا۔

غزل (۷۳)

نوش کن جام شراب یکمنی	۱	تا بداں بیخ غم از دل برکنی
دل کشادہ دار چوں جام شراب	۲	سر گرفتہ چند چوں خم دنی
چون زجام بیخودی رطلے کشی	۳	کم زنے از خویشتن لاف منی
دل بمی در بند تا مردانہ وار	۴	گردن سالوس و تقویٰ بشکنی
خاک ساں شو در قدم نہ ہمچو ابر	۵	جملہ رنگ آمیزے و تر دامنی

(۶) خیز جہدی کن چو حافظ تا مگر (۶)
خویش را در پای معشوق افگنی

(۱) ترجمہ۔ شراب کا بڑا پیالہ پی۔ تاکہ اس کے ذریعے غم کی جڑ کو دل سے اکھیڑ دے۔

(۲) ترجمہ۔ جام شراب کیطرح دل کو کشادہ رکھ۔ کمینہ خم کی طرح کب تک سر گرفتہ رہے گا۔

جام کا کشادہ دل اور خم کا سر گرفتہ ہونا ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ جب بیخودی کے جام سے تو شراب پئے گا۔ تو منی و مائی کی لاف نہیں مارے گا۔

(۴) ترجمہ۔ شراب سے دل لگا تاکہ مردوں کی طرح مکرو فریب اور تقویٰ کی گردن کو توڑ سکے۔

(۵) ترجمہ۔ قدموں کے نیچے خاک کی طرح ہوجا نہ یہ کہ بادل کیطرح تمام رنگ آمیزی اور تر دامنی ہو

بادل کرہ ہوا میں مختلف رنگ پیدا کرتے ہیں لیکن سوائے پانی کے بخارات کے اور کچھ نہیں ہوتا

تر دامنی بمعنے گناہگاری۔ مطلب یہ ہے کہ خاکساری اختیار کرنی چاہئے۔ یہ نہیں کہ ظاہر تو بہت خوبصورت ہو لیکن باطن گناہوں سے پُر۔

(۶) ترجمہ۔ اُٹھ حافظ کیطرح کوشش کر تاکہ تو شاید اپنے آپ کو معشوق کے پاؤں تک پہنچا سکے۔

مطلب یہ ہے کہ محتسب خم توڑ کر میخواروں کو تو شراب سے محروم کر سکیگا لیکن اسے معلوم نہیں کہ یہ صوفی لوگ یعنی زاہدانِ ظاہر دار بغیر شراب کے ہی مست ہیں۔ ان کے اپنے دل میں ہی بادۂ غرور کا نشہ ہے یا اُنکے گھر میں ہی ایسی چیزیں موجود ہیں جو شراب کا حکم رکھتی ہیں۔ جنسِ خانگی سے مراد بادۂ پندار یا مالِ حرام جس پر زاہدوں کا تصرف ہے۔

بروں نمے رود از خانقاہ یکی ہشیار		کہ پیشِ شحنہ بگوید کہ صوفیاں مستند	(سعدی)
محتسب در قفائے رندان است		غافل از صوفیانِ شاہد باز	(سعدی)

(۱۰) ترجمہ۔ اے سنگین دل معشوق اگر تجھے میرا خیال نہیں تو میں آصفِ ثانی کے پاس جا کر اپنا حال بیان کروں گا۔

آصفِ ثانی کے لئے دیکھو۔ لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۲ سوانحعمری۔ مدح کی طرف گریز ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے باغبان جب میں یہاں سے چلا جاؤں تو تجھ پر حرام ہے کہ میری جگہ میرے معشوق کے بغیر کوئی اور سرو لگائے۔

(۱۲) ترجمہ۔ میں تیری آنکھوں کے تیر سے تو دل کو محفوظ رکھتا تھا لیکن تیرا کماندار ابرو اُسے آسانی سے لے جاتا ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ پریشان حال حافظ کو مہربانی سے جمعیتِ خاطر دے۔ اے کہ تیری زلف کا پیچ پریشانی کا مجموعہ ہے۔

غزل (۵۱)

ہزار جہد بکردم کہ یارِ من باشی	۱	قرار بخش دلِ بیقرارِ من باشی
دمے بکلبۂ احزانِ عاشقاں آئے	۲	شبی انیسِ دلِ سوگوارِ من باشی
دراں چمن کہ بتاں دست عاشقاں گیرند	۳	گرت ز دست بر آید نگارِ من باشی
چراغ دیدہ شب زندہ دارِ من گردی	۴	انیسِ خاطرِ امیدوارِ من باشی
چو خسروانِ ملاحت بہ بندگان نازند	۵	دراں میانہ خداوندگارِ من باشی

(۳) ترجمہ: اے شیریں دہن! شب بیداروں کی دعا سے نہ لڑ۔ خاتم سلیمانی صرف ایک اسم کی پناہ میں ہے۔

اسم سے مراد اسم اعظم۔ حضرت سلیمان ؑ کی انگشتری میں اسم اعظم کندہ تھا اور اِسی کی برکت سے وہ سلطنت کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ جب سلیمانؑ کی بادشاہی ایک اسم پر منحصر تھی۔ تو تیری سلطنتِ حسن ہماری رات کی دعاؤں کا کیا مقابلہ کر سکتی ہے۔

(۴) ترجمہ: زمانہ کی مراد بخشی عمر کے عوض میں ہے۔ کوشش کر کہ عشرت سے تو اپنی مراد حاصل کرے۔

مطلب یہ ہے کہ جب تک زندگی کو خطرے میں نہ ڈالا جائے اور عمر کو برباد نہ کیا جائے۔ دنیا کی مرادیں تو حاصل ہو نہیں سکتی۔ اس لئے کوشش کرنی چاہیئے کہ جو وقت ہاتھ آئے عیش و عشرت میں گذر جائے۔

(۵) ترجمہ: میرا عزیز یوسف چلا گیا اے بھائیو رحم کرو۔ کیونکہ اسکے غم میں میں نے پیرِ کنعان کو عجب حالت میں دیکھا ہے۔

عزیز: (۱) پیارا۔ گرامی قدر (۲) زمانہ قدیم میں مصر کے بادشاہوں کا لقب۔ حضرت یوسفؑ خود ہی عزیز مصر رہے ہیں۔ لہذا یوسف اور عزیز میں صنعت ایہام ہے۔ یوسفؑ کے مقابلہ میں پیر کنعان سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام۔

(۶) ترجمہ: تو جا رہا ہے اور تیری پلکیں خلقت کا خون بہا رہی ہیں۔ اے جانان! تو تیز جا رہا ہے مجھے ڈر ہے تو رہ جائے گا (تھک جائیگا)

(۷) ترجمہ: عاشقوں کی نصیحت سن اور عیش کی راہ اختیار کر۔ کیونکہ عالم فانی کا شغل کسی قیمت کا ہے یعنے عالم فانی کے مشغلے کس کام کے ہیں۔ عیش و طرب میں وقت بسر کر۔

(۸) ترجمہ: زاہد پشیمان کے دل میں شراب کا شوق ہے۔ اے عقلمند، وہ کام نہ کر جسکا نتیجہ پشیمانی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ زاہد اپنے زہد پر اب پشیمان ہے۔ کیونکہ دل میں تو شراب کا شوق ہے اور ظاہری زہد کے سبب شراب نہیں پی سکتا۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

(۹) ترجمہ: خم توڑنے والے (محتسب) کو یہ بھی معلوم نہیں کہ صوفی کی خانگی جنس بھی شراب سرخ کے برابر ہے۔

یعنے ہر رات میں تیرے فراق میں روتا ہوں کیا ایک رات ایسی نہ آئیگی کہ میں تیرے وصال سے خوشحال ہوں۔

(۱۰) ترجمہ۔ میں اگرچہ شہر کا حافظ ہوں لیکن ایک جو کی قیمت کا نہیں۔ جب تک تو اپنی مہربانی سے میرا یار نہ بنے۔

غزل ۷۶

ہوا خواہِ توام جانا و میدانم کہ میدانی	۱	کہ ہم نادیدہ میدانی و ہم ننوشتہ میخوانی
ملامتگو چہ دریابد میان عاشق و معشوق	۲	نہ بیند چشم نابینا خصوص اسرار پنہانی
ملک در سجدۂ آدم زمین بوسِ تو نیت کرد	۳	کہ در حسن تو چیزی یافت بیش از طور انسانی
خم زلفت بنام ایزد کنون مجموعۂ دلہاست	۴	مبادا این جمع را یارب غم از باد پریشانی
بیفشان زلف و صوفی را ببازی در رقص آور	۵	کہ از ہر رقعۂ دلقش ہزاران بت بیفشانی
دریغا عیش شبگیری کہ در خواب سحر بگذشت	۶	بدان قدر وصال ای دل کہ در ہجران فرو مانی
ملول از ہمرہان بودن طریق کاردانی نیست	۷	بکش دشواری منزل بیاد عہد آسانی
گشاد کار مشتاقان در آن ابروی دلبند است	۸	خدا را یک نفس با ما گرہ بگشا ز پیشانی
چراغ افروز چشم ما نسیم زلف خوبانست	۹	مبادا این قوم را یارب غم از باد پریشانی
امید از بخت میدارم کہ بگشایم کمر بندت	۱۰	بآن شرطیکہ خاطر را ازین مسکین نرنجانی

(۱۱) خیال چنبر زلفش فریبت میدہد حافظ
نگر تا حلقۂ اقبال ناممکن نجنبانی (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ اے معشوق میں تیرا ہوا خواہ ہوں اور میں جانتا ہوں تو بھی یہ بات معلوم ہے۔ کیونکہ تو بغیر دیکھے اور بغیر لکھے کے پڑھتا ہے۔

یعنے جو چیز تو نے کبھی نہیں دیکھی اُسے بھی جانتا ہے اور جو بات کبھی ضبط تحریر میں نہیں آئی اُسے

ازاں عقیق کہ خونین دلم زعشوۂ او	۶	اگر کنم گلہ راز دار من باشی
شود غزالۂ خورشید صید لاغر من	۷	گر آہوے چو تو یکدم شکار من باشی
سہ بوسہ کز دو لبت کردۂ وظیفۂ من	۸	اگر ادا نکنی وامدار من باشی
من این مراد نہ بینم بعمر خود کہ شبے	۹	بجائے اشک رواں در کنار من باشی

(۱۰) من ارچہ حافظ شہرم جوی نمی ارزم
مگر تو از کرم خویش یار من باشی (۱۱)

(۱) ترجمہ ۔ میں نے ہزار کوششیں کیں کہ تو میرا دوست بن جائے۔ میرے بیقرار دل کا قرار بخشنے والا ہو جائے۔

(۲) ترجمہ ۔ تھوڑی دیر کے لئے عاشقوں کے غمکدہ میں آئے۔ ایک رات کے لئے میرے غمگین دل کا غمخوار بنے۔

(۳) ترجمہ ۔ اُس باغ میں جہاں کہ معشوق عاشقوں کی دستگیری کرتے ہیں۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو تو میرا معشوق بنے۔

(۴) ترجمہ ۔ تو میری رات کے وقت جاگنے والی آنکھ کا چراغ بنے۔ اور میرے امیدوار دل کا مونس ہو۔

(۵) ترجمہ ۔ جس وقت حُسن کے بادشاہ غلاموں پر ناز کرینگے۔ اس وقت تو میرا آقا بنے۔

(۶) ترجمہ ۔ اس عقیق (لب لعل) کی جسکے عشوہ سے میں خونین دل ہوں۔ اگر میں شکایت کروں تو تو میرا راز دار بنے۔

یہاں تک تمام شعر شعر (۱) کے ماتحت ہیں۔

(۷) ترجمہ ۔ خورشید کا ہرن میرا کمزور شکار بنے اگر تجھ جیسا آہو تھوڑی دیر کے لئے میرا شکار بن جائے۔
یعنے اگر تو میرے قابو میں ہو تو آفتاب ہی میرا مطیع ہو جائے۔

(۸) ترجمہ ۔ اپنے دو لبوں سے جو تین بوسے تو نے میرا وظیفہ مقرر کیا ہے۔ اگر ادا نہیں کریگا تو میرا قرضدار رہے گا۔
یعنے تیرے لبوں کے بوسے میرا مقررہ وظیفہ ہے۔ اور یہ تجھ پر میرا قرض ہے اگر بوسے نہیں دے گا۔ تو میرا قرضدار رہے گا۔

(۹) ترجمہ ۔ کیا میں تمام عمر یہ مراد نہیں دیکھونگا کہ ایک رات رواں آنسوؤں کی بجائے تو میرے پہلو میں ہو

کرنا چاہیئے۔ اور رفیقانِ راہ سے آزردہ خاطر نہیں ہونا چاہئے۔

(۸) ترجمہ: مشتاقوں کی کشائش کا راس ابروے دلبند میں ہے۔ خدا کے لئے تھوڑی دیکھ واسطے ہمارے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آ۔

(۹) ترجمہ: معشوقوں کی زلف کی نسیم ہماری آنکھوں کی روشنی ہے۔ اے خدا اس قوم کو بادِ پریشانی کا غم نہ ہو۔

چراغ افروز۔ روشن کرنے والا۔ روشنی۔ ایں قوم سے مراد خوبان معشوق۔

(۱۰) ترجمہ۔ مجھے اپنے بخت سے امید ہے کہ کبھی تیرے کمربند کو کھولونگا بشرطیکہ تو اس مسکین سے آزردہ خاطر نہ ہو۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ اسکی زلف کے حلقہ کا خیال تجھ فریب دیتا ہے۔ دیکھ تاکہ تو ناممکن اقبال کے حلقہ کو نہ ہلائے۔

نگر۔ دیکھ۔ خبردار۔ ہوشیار۔ **حلقہ جنبانی** یعنے دروازہ کھٹکھٹانا کسی سوال یا ضرورت کے لئے کسی کے پاس جانا۔ مطلب یہ ہے کہ زلفِ محبوب کا حلقہ صرف تجھ دھوکا دے رہا ہے۔ یہ دولت ہاتھ لگنے والی نہیں۔ اس لئے اسکے واسطے کوشش کرنا لاحاصل ہے۔ دوسرا مصرعہ انوری کا ہے۔

نگر تا حلقۂ اقبالِ ناممکن نہ جنبانی بروجانِ پدر تن در مشیت دہ کہ دیرانند		سلیما ابلہا لا بلکہ محروما و مسکینا زیاجوج تمنا رخنہ در سد دو شینا	[illegible]

غزل (۴۴)

احمد اللہ علے معدلۃ السلطانی	۱	احمد شیخ اویس حسن ایلخانی
خان بن خان شہنشاہ شہنشاہ نژاد	۲	آنکہ می زیبد اگر جان جہانش خوانی
دیدہ نادیدہ باقبال تو ایمان آورد	۳	مرحبا ای بہمہ لطف خدا ارزانی
بر شکن طرۂ ترکانہ کہ در کاکل تست	۴	بخشش و کوشش قاآنی و چنگز خانی
ماہ اگر بے تو بر آید بدو نیمش بزنند	۵	دولت احمدی و معجزۂ سلطانی

بھی پڑھ سکتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ ملامت کرنے والا عاشق و معشوق کے راز کو کب معلوم کر سکتا ہے۔ خصوصاً اندھے کی آنکھ پوشیدہ اسرار کو نہیں دیکھ سکتی۔

(۳) ترجمہ۔ فرشتوں نے آدم کا سجدہ کرتے وقت تیری خاکبوسی کی نیت کی تھی۔ کیونکہ انہوں نے تیرے حسن میں انسانی طریقہ سے بالاتر کوئی چیز دیکھی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ جب فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کیا تو حقیقت میں انہوں نے تیری خاکبوسی کی نیت کی تھی۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا تھا کہ آدم کی اولاد میں ایک ایسا حسین شخص پیدا ہوگا جس کا حسن طورِ انسانی سے بالاتر ہے۔ غالباً اس شعر میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ نامِ خدا! تیری زلف کا خم ایک کئی دلوں کا مجموعہ ہے۔ اے خدا اس مجموعہ کو بادِ پریشانی کا غم نہ ہو۔

بنام ایزد تحسین کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ زلف کو پریشان کر اور صوفی کو رقص و بازی میں لا۔ تاکہ اس کی گدڑی کے ہر ایک ٹکڑے سے تو ہزاروں بت گرائے۔

مطلب یہ ہے کہ زاہد ظاہر دار اگرچہ خرقہ پوش ہے مگر اسکے خرقہ کے نیچے کئی بت پوشیدہ ہیں اور خرقہ اس نے صرف گناہوں کو پوشیدہ رکھنے کے لئے پہنا ہے۔ ذرا اپنی زلف کو پریشان کر تاکہ صوفی بھی رقص میں آجائے اور اسکی حقیقت ظاہر ہو جائے۔

(۶) ترجمہ۔ رات کی اس عیش پر افسوس جو خوابِ سحر میں گذری۔ اے دل وصال کی قدر کو جان ورنہ ہجر میں خستہ حال ہو جائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ شبِ وصال سو کر نہیں گذارنی چاہیے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

(۷) ترجمہ۔ ہمراہیوں سے ملول ہونا تجربہ کاری کا طریقہ نہیں ہے۔ منزل کی دشواری کو آسانی کے وقت کی یاد میں برداشت کر۔

مطلب یہ ہے کہ منزلِ مقصود کی خوشی میں درمیانی منازل کی دشواریوں کو مردانہ برداشت

گُل کی بجائے گِل بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اور غالباً زیادہ موزون ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ فارس میں تو مجھے عیش نصیب نہ ہوا شاید بغداد سے کچھ کام ہو جائے۔

(۹) ترجمہ۔ اے نسیم سحر یار کے رستہ کی خاک لا۔ تاکہ حافظ اپنی جان کی آنکھ کو اُس سے نورانی کرے

غزل (۷۸)

ز کوی یار می آید نسیم باد نوروزی	۱	از این باد ار مدد خواہی چراغ دل برافروزی
چو گل گر خورده داری خدا را صرف عشرت کن	۲	کہ قارون را غلطہا داد سودای زر اندوزی
سخن در پرده میگویم چو گل از پرده بیرون آی	۳	کہ بیش از پنج روزی نیست حکم میر نوروزی
نمی دانم چہ جان صافی و صوفی میکند عیش	۴	خدایا ہیچ عاقل را مبادا بخت بدروزی
طریق کام جستن چیست ترک کام خود گفتن	۵	کلاه سروری نیست گر این ترک بردوزی
جدا شد یار شیرینت کنون تنہا نشین ای شمع	۶	کہ حکم آسمان اینست اگر سازی اگر سوزی
بعجب علم نتوان شد ز اسباب طرب محروم	۷	بیا زاہد کہ جاہل را زیاده میرسد روزی
ندانم نوحہ قمری بطرف جویبار از چیست	۸	مگر او نیز ہمچون من غمی دارد شبا روزی

(۹)	بہ بستان رو کہ از بلبل طریق عشق گیری یاد بمجلس آی کز حافظ سخن گفتن بیاموزی	(۹)

(۱) ترجمہ۔ معشوق کے کوچہ سے بادِ نوروزی کی خوشبو آتی ہے۔ اگر تو اِس ہوا سے مدد مانگے گا تو دل کے چراغ کو روشن کردے گا۔

(۲) ترجمہ۔ پھول کیطرح اگر تیرے پاس کچھ نقد ہے تو اسکو عشرت میں خرچ کردے کیونکہ زراندوزی کے سودا نے قارون کو غلطی میں ڈالا۔

خورده۔ ہر شے کا ریزہ۔ نقد۔ پھول کے اندر ایک زرد مادہ ہوتا ہے جسے زرِ گل کہتے ہیں

(۳) ترجمہ۔ میں پردہ میں بات کہتا ہوں۔ پھول کی طرح پردہ سے باہر نکل آ۔ کیونکہ میرِ نوروز کا حکم پانچ

جلوۂ حسن تو دل می برد از شاہ و گدا	۶	چشم بد دور کہ ہم جانی و ہم جانانی
گرچہ دوریم بیاد تو قدح می نوشیم	۷	بعد منزل نبود در سفر روحانی
از گل فارسیم غنچۂ عیشی نشگفت	۸	حبذا دجلۂ بغداد و می روحانی

(۹)	ای نسیم سحری خاک رہ یار بیار تا کند **حافظ** ازان دیدۂ جان نورانی	(۹)

یہ غزل تمام ترمدحیہ ہے سلطان احمد بن اویس کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۱ و ۲۲ سوانحمری شعر د ۲۱/۲۲

(۱) ترجمہ۔ میں سلطان احمد شیخ اویس حسن ایلخانی کی معدلت گستری پر خدا کی تعریف کرتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ وہ خان ابن خان اور شہنشاہ ابن شہنشاہ ہے۔ اگر تو اُسی جہان کی جان کہے تو بجا ہے

(۳) ترجمہ۔ آنکھ دیکھنے کے بغیر تیرے اقبال پر ایمان لائی۔ آفرین! کہ تو خدا کی تمام مہربانیوں کے لائق ہے،

(۴) ترجمہ۔ اپنے ترکی طرہ کو خم دے کیونکہ تیری زلف میں قاآنی بخشش اور چنگیز خانی بہادری ہے۔

قاآن بادشاہ جو بہت عادل سخی اور عقلمند ہو چنگیز خان کے بیٹے کا نام بھی ہے۔ مجازاً ہر ایک جلیل القدر بادشاہ کو کہتے ہیں۔ ترکستان کے بادشاہوں کا لقب یہی ہے۔

چنگیز خاں۔ ترکستان کے ایک مشہور عظیم الشان بہادر بادشاہ کا نام ہے جسکی پیدائش سنہ ۵۴۹ھ میں واقع ہوئی۔ ہلاکو خان جس نے بغداد وغیرہ بہت سے شہروں کو تباہ اور برباد کیا تھا۔ اسی کا پوتا تھا۔ بعدہٗ اس کی اولاد مسلمان ہوگئی۔

(۵) ترجمہ۔ چاند اگر تیری (مرضی) کے بغیر نکلے تو اس کو دولت احمدی اور معجزۂ سلطانی دو ٹکڑے کردینگے

شق القمر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مشہور معجزہ ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے حسن کا جلوہ شاہ و گدا کا دل لے جاتا ہے چشم بد دور! کہ تو جان بھی ہے اور جاناں بھی

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ ہم دور ہیں لیکن تیری یاد میں شراب پیتے ہیں، روحانی سفر میں منزل کی دوری نہیں ہوتی

مطلب یہ ہے کہ جب دل نزدیک ہوں تو بُعدِ مسافت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

(۸) ترجمہ۔ فارس کے پھول سے میرے عیش کا غنچہ شگفتہ نہ ہوا۔ دجلۂ بغداد اور شرابِ روحانی پر آفرین۔

زشوق افشاندمی ہر دم سری در پای جانانم	۲	دریغا گر متاع من ازاین مختصر بودی
اگر برقع برافگندی از آن روی چو مہ روزی	۳	مدام از نرگس مستش جہان پر شور و شر بودی
ہمش مہر آمدی بر من ز مہر آن شاہ خوبان را	۴	گر از درد دل زارم یکی روزش خبر بودی
بوصلش گر مرا روزی ز ہجران فرصتی بودی	۵	مبارک ساعتی بودی چہ خوش بودی اگر بودی

(۶) نگفتی کس بشیرینی چو حافظ شعر در عالم
اگر طوطی طبعش را ز لعل او شکر بودی (۶)

یہ غزل اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اگر میرا دلبر معشوق محبت کی آنکھ سے مجھ پر ایک نظر ڈالتا۔ تو اس سیمین بدن سے میرا مدعا سونے کی طرح بخوبی حاصل ہو جاتا

(۲) ترجمہ۔ میں ہر دم شوق سے ایک نثار معشوق کے پاؤں پر قربان کرتا۔ افسوس اگر میرا سرمایہ اس سے زیادہ مختصر نہ ہوتا

(۳) ترجمہ۔ اگر اس چاند جیسے چہرہ سے ایک دن پردہ اٹھاتا۔ تو اسکی مست آنکھ سے جہاں ہمیشہ شور و شر سے پر رہتا۔

(۴) ترجمہ۔ اس حسینوں کے بادشاہ کو محبت سے مجھ پر رحم آتا۔ اگر وہ میرے دل زار کے درد سے کسی دن آگاہ ہوتا۔

(۵) ترجمہ۔ اُسکے وصل سے اگر ایک دن مجھے ہجر سے فراغت ملتی۔ تو وہ ساعت کیسی مبارک ہوتی۔ کیا اچھا ہوتا اگر ایسا ہی ہوتا۔

(۶) ترجمہ۔ کوئی شخص دنیا میں حافظ کے برابر شیریں شعر نہ کہہ سکتا۔ اگر اس کی طوطی طبیعت کو معشوق کے لب لعل سے شکر ملتی۔

تمام شد دیوان غزلیات

حافظ علیہ الرحمۃ

دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔

پھول کا غنچہ کی حالت سے نکل کر شگفتہ ہوجانا گویا اسکا پردہ سے باہر آنا ہے مطلب یہ ہے کہ بہار چند روزہ ہے زندگی کا بھی بھروسہ نہیں۔یہ وقت ہے عیش و عشرت کرے۔بعض دیوانوں میں میفروزی کی بجائے مہر نوروزی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میری شراب جان سے بھی زیادہ صاف ہے۔اور صوفی اُس کی عیب جوئی کرتا ہے۔اے خدا کسی عقلمند کے حصہ میں بدنصیبی نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ حصولِ مراد کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی خواہش کو ترک کردے۔سرداری کی ٹوپی یہی ہے اگر تو یہ ٹوپی سی لے۔

ترک بفتح بمعنے کلاہ۔ ٹوپی۔

بطلب سیر سالک چو بگذشت از سرِ مطلب		عبث خود را ز سر اندیشہ در رنج و تعب دارم	(نعمت خانعالی)

(۶) ترجمہ۔ تیرا یارِ شیریں تجھ سے جُدا ہوگیا۔اے شمع! اب اکیلی بیٹھ۔کیونکہ آسمان کا حکم یہی ہے خواہ تو جلے خواہ تحمل کرے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان خواہ تحمل اور برداشت کرے خواہ نالہ و فریاد۔آسمانی حکم میں تغیر نہیں ہوسکتا

چو نتواں بر افلاک دست آختن		ضروریست با گردشش ساختن	(سعدی)

(۷) ترجمہ۔ علم کے غرور پر اسبابِ طرب سے محروم نہیں ہوسکتے۔اے زاہد آ کہ جاہل کو زیادہ روزی بہم پہنچتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ علم کے غرور پر اسبابِ طرب سے محروم نہیں ہونا چاہئے۔

(۸) ترجمہ۔ میں نہیں جانتا کہ قمری کس لئے نہر کے کنارے فریاد کر رہی ہے۔شاید وہ بھی میری طرح رات دن غم میں ہوتی ہے

(۹) ترجمہ۔ باغ میں جا تاکہ تو بلبل سے عشق کا طریقہ سیکھے اور مجلس میں آ تاکہ تو حافظ سے شعر کہنے سیکھے۔

غزل (۷۹)

بچشم مہر اگر با من مہم را یک نظر بودے	۱	ازاں سیمیں بدن کام بجز بی ہمچو زر بودے

(۱) وہ بادشاہ جو ملک و دین کی پناہ اور ہزار آفرین کے لائق ہے۔ (۲) شاہی خاندان کا تازہ میوہ اور باغ دین کا گلدستہ ہے (۳) شہنشاہِ زمان کا ہم نسل اور خلیفۂ زمین کا ہم نقد ہے۔ (۴) سعادت کی نشانیاں اور دلیلیں اسکی پیشانی سے نور کیطرح روشن ہیں۔ (۵) ملکِ جہان میں بادشاہی کرو فر آس کا انصاف یقین کا ستارہ ہے۔ (۶) اسکی طاقت کی انگشتری میں آسمان کا فیروزہ نگینہ کی طرح پوشیدہ ہے۔ (۷) اسکی تلوار کفر و اسلام کے درمیان ایک دیوار ہے جو لوہے کی ہے۔ (۸) قلم اسکے کفِ دست سے موتی برساتا ہے اور تلوار اسکے بازو کے لائق ہے۔

بند (۲)

ای سایۂ رحمت الٰہی	۱	وی غنچۂ باغ بادشاہی
ہرگز بشمائل تو سروی	۲	نارستہ ز بوستان شاہی
ہم چرخ جمال را تو مہری	۳	ہم برج جلال را تو ماہی
درخواستہ از خدای بیچون	۴	بخت بدعاے صبحگاہی
بر نام تو مہر کردہ گردوں	۵	منشور او امر و نواہی
بر سلطنت تو بی تکلف	۶	تمکین تو مید ہد گواہی
نام تو یقین کہ مے برآرد	۷	آوازہ ز ماہ تا بماہی

(۸) گردوں کہ لطیفہ ہا برآرد
دُری چو تو در صدف ندارد (۸)

(۱) اے خدا کی رحمت کے سائے اور اے باغ بادشاہی کے غنچے (۲) تیری صورت کا کوئی سرو ہرگز باغ بادشاہی میں پیدا نہیں ہوا (۳) تو حسن کے آسمان کا آفتاب بھی ہے اور جلال کے برج کا چاند بھی (۴) ترجمہ۔ (یہ سب کچھ) خدائے بیچوں سے تیرے بخت نے دعائے صبح کے ذریعے حاصل کیا ہے (۵) آسمان نے اوامر و نواہی کے فرمان کی مہر تیرے نام پر لگائی ہے یعنے امر و نہی تیرے اختیار میں ہے (۶) تیری تمکنت تیری بادشاہی پر بے تکلف گواہی دیتی ہے۔ (۷) ترجمہ۔ تیرے نام کا آوازہ یقیناً ماہ سے ماہی تک ہے۔ (۸) آسمان جو کئی عجیب چیزیں پیدا کرتا ہے۔ تجھ جیسا کوئی موتی صدف میں نہیں رکھتا۔

متفرقات

اس حصہ میں ترکیب بند۔ ترجیع بند۔ ساقی نامے۔ مثنویاں۔ قطعات۔ مخمس۔ رباعیات اور قصائد ہیں۔ ان میں سے باستثنائے معدودے چند سب مشتبہ الاصل ہیں۔ اور بعض یقیناً الحاقی ہیں۔ ہمارا ارادہ بھی صرف دیوانِ حافظ کی شرح لکھنے کا تھا۔ مگر چونکہ یہ متفرقات بھی دیوان حافظ کے ہر ایک مطبوعہ نسخہ کے ساتھ درج ہوتے ہیں۔ اسلئے بغرض تکمیل ان کو بھی کتاب میں جگہ دینا ناموزوں نہ ہوگا۔ یہ متفرقات تشریح طلب نہیں۔ بعض حصوں کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ اور بعض مقامات پر صرف نوٹوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

ترکیب بند

بند (۱)

شاہی کہ پناہ ملک و دین ست	۱	درخورد ہزار آفرین ست
تو بادہ خاندان ملک ست	۲	گلدستہ بوستان دین ست
ہم نسل شہنشہ زمان ست	۳	ہم نقد خلیفہ زمین ست
آثار و دلائل سعادت	۴	تابندہ چو نورش از جبین ست
در ملک جہاں بفر شاہی	۵	انصاف او کوکب یقین ست
در خاتم قدر او نہفتہ	۶	فیروزہ چرخ چوں نگین ست
تیغش بمیان کفر و اسلام	۷	سدیست ولیک آہنین ست

(۸)	کلک از کف دست او ست در بار شمشیر بباز وش سزاوار	(۸)

آراستہ چوں بہشت گیتی	۵	از کوشش تیغ آبدارت
تا چرخ بپاست دور دورت	۶	تا دہر بجاست کارکارت
جاوید بعون جاہ و عزت	۷	بادا ہمہ چیز بر قرارت
آسودہ چو حافظ اند خلقاں	۸	در سایہ بخت کامگارت

(۹)	کارت ہمہ حفظ ملک و دین باد تا باد ہمیشہ اینچنیں باد	(۹)

(۱) اے کہ خدا تیرا مددگار ہو۔ عیش کے سوا تیرا کچھ کام نہ ہو۔ (۲) جو آرزو تیرے دل میں ہو زمانہ اُسی تیری بغل میں لائے (۳) توفیق تیری دائیں طرف کی رفیق اور تائید تیری بائیں طرف کی ندیم ہو (۴) فتح جو تجھ سے کبھی علیحدہ نہ ہو میدان میں تیرا کمینہ ہتھیار ہو (۵) تیری آبدار تلوار کی کوشش سے جہاں بہشت کی طرح آراستہ ہے (۶) جب تک آسمان قائم ہے تیرا دور دورہ رہے جب تک زمانہ موجود ہے تیرا مدعا پورا ہوتا جائے (۷) ہمیشہ جاہ و عزت کی مدد سے تمام چیزیں تیرے حسب مراد ہوں (۸) حافظ کی طرح تیرے کامیاب بخت کے سائے میں لوگ آسودہ ہیں (۹) تیرا کام تمام تر ملک و دین کی حفاظت ہو۔ جب تک ہو ہمیشہ ایسا ہی ہو۔

بند (۵)

ماہی چو تو آسمان ندارد	۱	سروی چو تو بوستان ندارد
با روی تو آفتاب دیدم	۲	نیک ست ولیکن آن ندارد
از حسن تو چوں کنم عبارت	۳	کز ہیچ صفت نشان ندارد
حیران شدہ ام کہ ہیچ وصفی	۴	درخور درخت بیان ندارد
مرغی کہ سوی تو کرد پرواز	۵	دیگر سر آشیان ندارد
ہر دل کہ ز جان ندارد دوست	۶	میدان بیقیں کہ جان ندارد
از بہر ظلم کدام تیر ست	۷	کابروی تو در کمان ندارد
چشمت نظری بما نیند است	۸	مست ست و سر جہان ندارد
منظور شہنشہ است و از ناز	۹	پروای شکستگان ندارد

بند (۸)

ای خلعت ملک بر تو زیبا	۱	وی غرۂ دولت از تو غرا
ای آمده نو عروس دولت	۲	بر شکل و شمائل تو شیدا
انوار شکوہ و شہریاری	۳	از روی مبارکت ہویدا
بر قامت حشمت تو کوتاہ	۴	این اطلس نیلگون والا
بگذشت صدای صیت عدلت	۵	از سقف نہم رواق خضرا
بر شادی مجلس تو خورشید	۶	ہر لحظہ کشیدہ جام صہبا
تا روی مبارک تو بیند	۷	نرگس ہمہ دیدہ گشت عمدا
از بہر قبولیت ازین گوش	۸	لولوی خوشاب گشتہ لالا

(۹) در قصر تو چرخ آستانی کیوان بہ در تو پاسبانی	(۹)

(۱) اے کہ بادشاہی کی خلعت تجھ پر زیبا ہے۔ اے کہ دولت کی روشنی تجھ سے روشن ہے۔ (۲) آگہ دولت کی نئی دلہن تیری شکل وصورت پر عاشق ہے (۳) رعب اور بادشاہی کے نور تیرے مبارک چہرہ سے ظاہر ہیں (۴) تیری حشمت کے قد پر نیلگوں بلند اطلس کوتاہ ہے (یعنے آسمان بھی تیری حشمت کی برابری نہیں کرسکتا) (۵) تیرے انصاف کی شہرت کا آوازہ نویں سبز آسمان کی چھت سے اوپر نکل گیا (۶) تیری مجلس کی خوشی میں آفتاب ہر وقت جام شراب پیتا ہے (۷) تاکہ تیرے مبارک چہرہ کو دیکھے۔ نرگس عمداً ہمہ تن آنکھ بن گئی ہے (۸) اس کان کی قبولیت حاصل کرنے کے لئے آبدار موتی روشن بنا ہے (۹) آسمان تیرے محل کا ایک آستان ہے اور کیوان ستارہ تیرے دروازہ کا پاسبان ہے۔

بند (نہم)

تا یار خدای باد یارت	۱	جز عیش مباد ہیچ کارت
ہر آرزوی کہ در دل آید	۲	ایام نہادہ در کنارت
توفیق رفیق در میمنت	۳	تائید ندیم در یسارت
نصرت کہ مباد از تو خالی	۴	در رزم کمینہ دستیارت

ماخوذ ہیں۔ ہے اندیا ہیند ہمعنی ہسنند

گفت یارب کہ ترا خاصانے اند	کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند	(مولانا روم)

(۲) سجادہ اور خرقہ کو میخانہ میں بیچ کر شراب کا گھونٹ لا۔ (۳) اگر تو زندہ دل ہے تو مستوں کی جان کے باغ میں نالے کی آواز سن (۴) درد سے اسکے علاج کی امید میں آ عشق سے وہ نوجوانوں کو ناچیز سمجھ (۵) عشق کی راہ میں دل کے اسرار ہزار حاتم طے سے بہتر ہیں سلہ (۶) وہ پریوش بت بادشاہ کی طرح آتا تھا اور شہر کے لوگ اس کے پیچھے تھے۔ (۷) لوگ اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھتے تھے اور اسکے چہرہ پر شرم سے پسینہ آرہا تھا۔ (۸) حافظ تیرے غم میں کب تک روتا رہے گا آخر میرا دل کب تک شکستہ رہے گا۔ (۹) میں تیرے درد اور غم کا دوست بنوں اور جہاں کی عیش سے علیحدہ ہو جاؤں

ترجیع بند

بند (۱)

ای دادہ بباد دوستداری	۱	این بود وفا و عہد یاری
آخر دل ریش دردمندم	۲	تا چند بدست غم سپاری
از زلف تو حاصلی ندیدم	۳	جز شیفتگی و بی قراری
ای جان عزیز بر ضعیفاں	۴	تا چند کنی جفا و خواری
ہر چند کہ سوختی بجورم	۵	کردم من خستہ سازگاری
گفتم مگر از سر ترحم	۶	دست از ستم و جفا بداری
چوں نیست امید آنکہ روزی	۷	بر عاشق خستہ رحمت آری

(۸)	آں بہ کہ زصبر رخ نتابم باشد کہ مراد دل بیابم	(۸)

(۱۰)	سلطان زمانہ ناصر الدین شد معتصم بسبز و تمکیں	(۱۰)

(۱) آسمان پر تجھ جیسا کوئی چاند نہیں۔ باغ میں تجھ جیسا کوئی سرو نہیں (۲) تیرے چہرہ کے مقابلہ میں میں نے سورج کو دیکھا۔ اچھا ہے لیکن اس میں آن نہیں ہے (۳) تیری حسن کو میں کسطرح بیان کروں کسی صفت میں اسکا مثیل موجود نہیں ہے (۴) میں حیران ہوں کہ کوئی تعریف تیرے چہرے کے لائق بیان نہیں ہوسکتی۔ (۵) جو پرندہ تیری طرف اڑکر آیا۔ دوبارہ آشیاں کا خیال نہیں کرتا۔ (۶) جو دل تجھے جان سے عزیز نہیں رکھتا یقیناً سمجھ لے کہ اس میں جان نہیں ہے (۷) میرے دل کے لئے ایسا کون سا تیر ہے جو تیرے ابرو کی کمان میں نہیں ہے (۸) تیری آنکھ نے ہماری طرف نظر نہ کی وہ مست ہے اور جہان کا خیال نہیں رکھتی (۹) تیری آنکھ، بادشاہ کی منظور نظر ہے اور شکستہ دلوں کی پرواہ نہیں کرتی (۱۰) زمانہ کا بادشاہ ناصر الدین، عزت اور تمکین کے ساتھ مستحکم ہے

بند (۶)

ساقی اگرت ہوای ما ہی	۱	جز بادہ میار پیش ما شی
سجادہ و خرقہ در خرابات	۲	بفروش و بیار جرعہ می
گر زندہ دلی شنو ز مستاں	۳	در گلشن جان صدای یا حی
با درد در آ بوے درماں	۴	کونین نگر ز عشق لاشی
اسرار دل ست در رہ عشق	۵	بہتر ز ہزار حاتم طی
سلطان صفت آں بت پریوش	۶	می آمد و خلق شہر از پی
مردم نگراں بروی خوبش	۷	وز شرم روانش عارضش خوی
حافظ ز غم تو چند نالد	۸	آخر دل من شکستہ تا کی

(۹)	با درد و غم تو یار باشم وز عیش جہاں کنار باشم	(۹)

(۱) اے ساقی اگر تجھ کو ہم سے محبت ہے تو شراب کے بغیر ہمارے سامنے کچھ نہ لا ہے۔ لفظ ہے بمعنی ہست فارسی اور اردو میں مشترک ہے چنانچہ ہیم۔ ہیند وہی ہے بمعنے ہستیم ہستید ہستی اسی سے

کا غم کھائے گا۔ (۷) مدتوں سے غم دل کی آگ سینہ میں شعلہ زن ہے (۸) جب کسی طرح بھی دریائے فراق کا کنارہ ظاہر نہیں ہوتا (۹) تو بہتر یہی ہے کہ صبر کو نہ چھوڑوں شاید کہ اسی طرح دل کی مراد پوری ہو۔

بند (۳)

در سختی عشق اگر بمیرم	۱	من دل ز غمِ تو بر نگیرم
بیشک دل ماہ و خور بگیرد	۲	گر سوئے فلک رسد نفیرم
پیوستہ کمان ابروانش	۳	از غمزہ ہمی زند بتیرم
نتوان بقلم نوشت شوقش	۴	گر پیر فلک شود و بیرم
پیر غم عشقم ارچہ طفلم	۵	طفل غم عشقم ارچہ پیرم
دارم سر آنکہ ہمچو سعدی	۶	بنشینم و صبر پیش گیرم
چوں کرد زمانہ ستمگار	۷	دور از تو بہ بند غم اسیرم

(۸)	آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم باشد کہ مراد دل بیابم	(۸)

(۱) اگر عشق کی سختی سے میں مر ہی جاؤں لیکن تیرے غم سے دل نہیں ہٹاؤنگا (۲) اگر میری فریاد آسمان پر پہنچے تو یقیناً چاند اور سورج کا دل منقبض ہو جائے گا (۳) اسکے ابروؤں کی کمان ہمیشہ غمزہ سے مجھے تیر مارتی ہے (۴) اگر پیر فلک ہی میرا منشی بن جائے تو بھی اسکے عشق کا قصہ قلم سے نہیں لکھہ سکیگا۔ (۵) میں غم عشق کا بوڑھا ہوں اگرچہ لڑکا ہوں۔ میں غم عشق کا لڑکا ہوں اگرچہ بوڑھا ہوں (۶) میرا خیال ہے کہ سعدی کی طرح بیٹھ جاؤں اور صبر اختیار کروں شیخ سعدی علیہ الرحمت کا ایک مشہور ترجیع بند ہے۔ جسکے ہر ایک بند کا مقطع یہ ہے۔

بنشینم و صبر پیش گیرم	دنبالۂ کار خویش گیرم

(۷) جب ظالم زمانہ نے تجھہ سے دور کرکے مجھے بند غم میں گرفتار کیا ہے۔ (۸) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر کو ترک نہ کروں شاید کہ اس طریقہ سے دل کی مراد مل جائے۔

(۱) اے کہ تو نے دوستی کو برباد کر دیا کیا وفا اور دوستی کا عہد اسی کو کہتے ہیں (۲) آخر کب تک میرے دردمند زخمی دل کو تو غم کے ہاتھ میں رکھے گا۔ (۳) تیری زلف سے مجھے شیفتگی اور بے قراری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ (۴) اے جانِ عزیز اب کب تک کمزوروں پر ظلم اور خواری کریگا (۵) ہر چند تو نے مجھے ظلم سے جلایا میں خستہ دل اسکو برداشت کرتا رہا۔ (۶) میں نے خیال کیا کہ شاید بہ ترحم تو جور و جفا سے ہاتھ اٹھائے گا (۷) جب یہ امید باقی نہیں رہی کہ تو کسی دن عاشق خستہ حال پر رحم کریگا۔ (۸) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر سے منہ نہ پھیروں شاید کہ اس طرح دل کی مراد حاصل ہو۔

بند (۲)

ای ساقی از آں مئ شبانہ	۱	دردہ دو سہ جام عاشقانہ
تا در سرِ من ز عقل باقیست	۲	از دست مدہ مئ مغانہ
بر داشتہ اند صوت داؤد	۳	مرغانِ چمن ز آشیانہ
ای مطرب با تو نیز یکدم	۴	مگذار ز کف دف و چغانہ
برگوی بیاد وصل جاناں	۵	چوں عود بسوز دل ترانہ
می نوش تو حافظا بشادی	۶	تا چند خوری غم زمانہ
دریست کہ آتشِ غمِ دل	۷	در سینہ ہمی کشد زبانہ
چوں نیست ہیچگونہ پیدا	۸	دریای فراق را کرانہ

(۹) آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
باشد کہ مراد دل بیابم (۹)

(۱) اے ساقی رات کی شراب سے دو تین عاشقانہ جام دے (۲) جب تک میرے سر میں عقل باقی ہے ہاتھ سے شرابِ مغانہ نہ چھوڑ (۳) بلبلوں نے آشیانوں سے لحن داؤدی سے آواز بلند کی (۴) اے ہمارے مطرب تو بھی دف اور چغانہ کو ہاتھ سے ایکدم کے لئے بھی نہ چھوڑ۔ (۵) وصالِ معشوق کی یاد میں عود کیطرح سوزِ دل سے ترانہ کہہ (۶) اے حافظ تو خوشی سے شراب پی کب تک زمانہ

جز محنت و درد گوئیا نیست	۶	دور از تو نصیب من ز ایام
مقصود وجود حافظ چیست	۷	جز صحبت یار و باده و جام
حالی چو نمی‌شود مهیا	۸	کام دلم از تو ای دلارام

(۹) آن به که ز صبر رخ نتابم
باشد که مراد دل بیابم (۹)

(۱) اے گل اندام سیمین بدن سرو - شام کا چاند تیرے چہرہ سے شرمندہ ہے (۲) واپس آجا کہ تیرا جانگداز ہجر میرے دل سے صبر و آرام لے گیا (۳) تیرے خال کے دانے اور زلف کے جال سے میرا مرغِ دل جال میں پھنس گیا ہے۔ (۴) جب مراد کوشش سے حاصل نہ ہوئی تو ناچار میں ہجر پر صبر کر کے بیٹھ گیا (۵) اِس وقت تو ہم ہیں اور غم ہجر۔ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے۔ (۶) نصیب اعدا! گویا دنیا میں میری قسمت میں سوا غم اور درد کے کچھ نہیں۔ (۷) اے حافظ! صحبتِ یار اور بادہ و جام کے سوا زندگی کا مدعا ہی کیا ہے؟ (۸) اے دلارام! اِس وقت جب تجھ سے میرے دل کی مراد پوری نہیں ہو سکتی (۹) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر سے منہ نہ پھیروں شاید اِسی میں دل کی مراد حاصل ہو جائے۔

بند (۶)

ای راحت جان بیقرارم	۱	امید دل امیدوارم
شادم بغمت که در همه حال	۲	سوزِ غم تست سازگارم
تا رفتهٔ از کنارم ای دوست	۳	یکباره ز عیش بر کنارم
در آرزوی وصال جانی	۴	عمری بفراق میگذارم
امشب بگذشت خواهد از دوش	۵	طوفان سرشک اشکبارم
تا مرگ نگیردم گریبان	۶	من دست ز دامنت ندارم
چون هیچ نشد بسعی حاصل	۷	کام دلِ خستهٔ فگارم

(۸) آن به که ز صبر رخ نتابم
باشد که مراد دل بیابم (۸)

بند (۴)

ای غیرت بوستان طناز	۱	برقع ز رخ چو مه برانداز
تا من ز سر جہاں بکلی	۲	برخیزم و توبہ بشکنم باز
ای دوست ز رہگذار دیدہ	۳	شد فاش میاں مردماں راز
تا خود چہ بود مرا سر انجام	۴	در عشق چو ہجر کرد آغاز
سرمایۂ عمر داد بر باد	۵	ہر کو بغمم تو گشت انباز
در آتش عشق و مجمر غم	۶	می سوز دلا چو عود و می ساز
حالی چو نمی دہد مرا دست	۷	بوسیدن پای آں سرافراز

(۸) آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
باشد کہ مراد دل بیابم (۸)

(۱) اے غیرت بوستانِ نازنین! چاند کی طرح چہرہ سے برقع اٹھا (۲) تاکہ میں جہان کو بالکل ترک کر دوں اور دوبارہ توبہ توڑ دوں (۳) اے دوست! آنکھوں کی راہ سے لوگوں میں راز فاش ہو گیا (۴) دیکھئے میرا انجام کیا ہوتا ہے۔ جب عشق میں ہجر کا آغاز ہو گیا ہے (۵) جو شخص تیرے غم میں شریک ہوا اس نے عمر کے سرمایہ کو برباد کر دیا (۶) عشق کی آگ اور غم کی انگیٹھی میں اے دل! عود کی طرح جل اور موافقت پیدا کر (۷) اب چونکہ اس بلند قد معشوق کے پاؤں کا بوسہ مجھے نصیب نہیں ہوتا (۸) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر سے منہ نہ پھیروں شاید کہ اس طرح دل کی مراد پاؤں۔

بند (۵)

ای سرو سمنبر گل اندام	۱	از عارض تو خجل مہ شام
باز آی کہ ہجر جانگدازت	۲	برد از دل من قرار و آرام
از دانۂ خال و دام زلفت	۳	مرغ دل من فتادہ در دام
چون کام نہ شد بسعی حاصل	۴	قانع شدہ ام بہجر ناکام
تا ہیم و غم فراق حالی	۵	تا خود بکجا رسد سر انجام

(۴) وہ ہمارے دل میں ہے۔ اور ہم آگ میں۔ ہم کو اسکا غم ہے نہ کہ اپنے دل کا۔ (۵) عنقریب ہی میں ہجر کی وجہ سے۔ یا تو اپنے آپ کو تباہ کر دونگا یا دل کو ضائع کر دوں گا۔ کم بمعنے نفی۔ عدم۔ معدوم مثلاً

(قدسی)	آئیریم کم خویش ذنگیریم کم عشق	مارا نبود ہیچ غمے غیرِ غم عشق

(۶) اے حافظ کیا اچھا ہو اگر تجھے حضورِ عالم دل سے نور حاصل ہو جائے (۷) جب کہ اسکے وصل کا ملک آسانی سے دل کے سپرد نہیں ہو سکتا (۸) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر اختیار کروں شاید صبر سے ہی دل کی مراد حاصل ہو جائے۔

ساقی نامہ (۱)

ستیز دارد دگر روزگار	۱	من و مستی و فتنۂ چشم یار
ہمی مانم از دور گردون شگفت	۲	ولی نیست در وی مجال گرفت
فریب جہان قصۂ روشن ست	۳	ببین تا چہ زاید شب آبستن ست
دلا در جہان دل منہ زینہار	۴	کہ کس بر سرِ پل نگیرد قرار
ہمان مرحلہ است این بیابان دور	۵	کہ گم شد در و لشکرِ سلم و تور
ہمان منزل ست این جہان خراب	۶	کہ دیدہ است ایوان افراسیاب
کجا رای پیرانِ لشکر کشش	۷	کجا شیدۂ ترک خنجر کشش
نہ تنہا شد ایوان و کاخش بباد	۸	کہ خاکش ندارد کسے ہم بیاد
چہ خوش گفت جمشید با تاج و گنج	۹	کہ یکجو نیرزد سرای سپنج
مغنی کجائی بگلبانگ رود	۱۰	بیاد آور آن خسروانی سرود
بستان نوید سرودے فرست	۱۱	بیاران رفتہ درودے فرست
مغنی بزن چنگ برارغنون	۱۲	ببر از دلم فکر دنیاے دون

(۱) اے میری بیقرار جان کی راحت اور میرے امیدوار دل کی امید! (۲) میں تیرے غم میں خوش ہوں کیونکہ ہر حال میں تیرے غم کا سوز میرا ساز گار ہے (۳) اے دوست جب سے تو میرے پاس سے گیا ہے۔ میں عیش سے قطعاً علیحدہ ہوگیا ہوں (۴) معشوق کے وصال کی آرزو میں۔ میں فراق میں عمر گزار رہا ہوں (۵) آج رات میرے اشکبار آنسوؤں کا سیلاب کند ہوں سے بھی گذر جائیگا۔ دوش اور شب کی رعایت ظاہر (۶) جب تک موت میرے گریبان کو نہیں پکڑتی۔ میں تیرے دامن سے ہاتھ نہیں اٹھاؤنگا۔ (۷) جب میرے زخمی اور خستہ دل کی مراد کوشش سے حاصل نہ ہوئی (۸) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر کو ہاتھ سے نہ دوں شاید کہ اسطرح دل کی مراد پوری ہو۔

بند (۷)

ای زخم غم تو مرہم دل	۱	عشق تو انیس و محرم دل
زلف تو کمند گردن جان	۲	لعل تو نگین خاتم دل
ابروی تو بود شحنہ جان	۳	چوں چشم تو گشت حاکم دل
او در دل ما و ما در آتش	۴	ما را غم اوست نی غم دل
نزدیک شد آنکہ من بدوری	۵	گیرم کم خویش یا کم دل
حافظ چہ شود اگر بیابی	۶	نورے ز حضور عالم دل
چوں ملک وصال او نگردد	۷	آسان آسان مسلم دل

(۸)	آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم باشد کہ مراد دل بیابم	(۸)

(۱) اے کہ تیرے غم کا زخم دل کے لئے مرہم ہے۔ تیرا عشق دل کا مونس و محرم ہے (۲) تیری زلف جان کی گردن کے لئے کمند ہے اور تیرا لب لعل دل کی انگشتری کے لئے بمنزلہ نگین کے ہے۔ (۳) جب تیری آنکھ دل کی حاکم بنی تو تیرے ابرو جان کے کوتوال بن گئے۔

(۱) زمانہ کو پھر فتنہ انگیزی کا خیال ہی پس میں ہوش اور مستی اور چشم یار کا فتنہ (۲) میں دور گردون سے حیران رہ جاتا ہوں لیکن اس میں گرفت کی مجال نہیں (۳) جہان کا فریب ایک ظاہر بات ہی۔ دیکھئے رات حاملہ ہی کیا ظہور میں آتا ہے (۴) اے دل جہزار دنیا سے دل نہ لگا کیونکہ کوئی آدمی پل پر مقیم نہیں ہوتا (۵) یہ طویل بیابان وہی مرحلہ ہے جس میں سلم و تور کے لشکر گم ہو گئے سلم و تور فریدون کے بیٹوں کے نام (۶) یہ ویران جہان وہی منزل ہی جس نے افراسیاب کے محل کو دیکھا ہی (۷) اسکے لشکر کش پیران کی رائے کہاں ہی اسکا خنجر کش ترک شیدہ کہاں ہی۔ پیران نام وزیر افراسیاب شیدہ نام پسر افراسیاب (۸) صرف اسکا ایوان اور محل ہی برباد نہیں ہوا بلکہ اسکی قبر کا نشان بھی کسی کو معلوم نہیں (۹) صاحب تاج و گنج جمشید نے کیا اچھا کہا کہ یہ سرائے سپنج یعنے دنیا ایک جو کی بھی نہیں (۱۰) اے مطرب تو کہاں ہی رود کی آواز سے وہ شاہی سرود یاد دلا (۱۱) مستوں کو سرود کی خوشخبری بھیج اور مسرت سے [illegible] رود بجا (۱۲) اے مطرب ارغنون ہماری دنیائے دون کا فکر میرے دل سے دور کر۔

[illegible] یاد آیدش ۱۳ که بنوازم غم [illegible] یاد آیدش

[illegible] خسروانی سرود ۱۴ بگو با حریفان که باده و رود

ز آسمان [illegible] ۱۵ مرا بر عدو عاقبت نصرت است

مغنی نوای طرب ساز کن ۱۶ بقول و غزل قصه آغاز کن

که بار غمم بر زمین دوخت پای ۱۷ بضرب اصولم برآور ز جای

مغنی از این پرده نقشی برآر ۱۸ ببین تا چه گفت از حرم پرده دار

چنان برکش آهنگ این داوری ۱۹ که ناهید چنگی برقص آوری

مغنی دف و چنگ را ساز ده ۲۰ بآیین خوش نغمه آواز ده

رهی زن که صوفی بحالت رود ۲۱ بمستی وصلش حوالت رود

مغنی بیا با منت جنگ نیست ۲۲ کفی بر دفی زن که بی چنگ مست

شنیدم که چون غم رساند گزند ۲۳ خروشیدن دف بود سودمند

مغنی کجایی که وقت گل است ۲۴ ز بلبل چمن‌ها پر از غلغل است

(۳۷) اگر تیرے دل میں غم ہے تو شراب سے دور کر دانا کے نزدیک ایک دم جہاں سے بہتر ہے (۳۸) اے مطرب تو کہاں ہے بربط بجا اور اے ساقی آ اور شراب سے صراحی بھر دے (۳۹) کہ اکٹھے بیٹھکر عیش کریں کچھ وقت خوشی سے گذاریں اور جوش ظاہر کریں۔ (۴۰) اے مطرب میرے اشعار سے ایک غزل چنگ کی آواز کے ساتھ گا (۴۱) تاکہ وجد کو عمل میں لائیں۔ رقص کریں اور خرقہ بازی کریں۔ خرقہ بازی خرقہ کو اچھالنا (۴۲) تاج و تخت کے مالک کے اقبال کی قسم۔ جو بادشاہی درخت کا بہترین میوہ ہے (۴۳) بادشاہی تخت کی تمکین اس سے ہے مرغ و ماہی کا آرام اسی کی بدولت ہے (۴۴) مقبولوں کی دل و دیدہ کی روشنی۔ تمام صاحبدلوں کا ولی نعمت۔ (۴۵) جہان کا مالک دین پرور اور تاجور ہے۔ جس سے کہ جمشید کے تخت کو رونق ہوئی (۴۶) اسکے اخلاق کی شرح میں کس طرح کروں کیونکہ اس کے اطوار میں عقل حیران ہے۔ (۴۷) جب اسکا مرتبہ تعریف کی حد سے باہر ہے تو پھر میں عجز و تشویر کی وجہ سے سر نیچا کر دیتا ہوں۔ (۴۸) میں اخلاص سے دست دعا اٹھاتا ہوں اور حضرت کبریا میں عرض کرتا ہوں۔

کہ یارب بآلاء و نعمای تو	۴۹	باسرار اسمای حسنای تو
بحق کلامت کہ آمد قدیم	۵۰	بحق رسول و بخلق عظیم
کہ شاہ جہاں باد فیروز بخت	۵۱	باقبال ہموارہ با تاج و تخت
زمین تا بود مظہر عدل و جور	۵۲	فلک تا بود مرتع جدی و ثور
خدیو جہاں شاہ منصور باد	۵۳	غبار غم از خاطرش دور باد
بحمد اللہ اے خسرو جم نگین	۵۴	شجاعے بمیدان دنیا و دیں
بمنصوریت در جہاں رفت نام	۵۵	کہ منصور باشے بر اعدا مدام
فریدون شکوہی در ایوان بزم	۵۶	تہمتن نبردے بمیدان رزم
فلک را گہر در صدف چوں تو نیست	۵۷	فریدون و جم را خلف چوں تو نیست
نہ تنہا خراجت دہند از فرنگ	۵۸	کہ ہر راج باجت فرستد ز زنگ
اگر ترک و ہندست گر روم و چین	۵۹	چو جمشید جملہ دارے بزیر نگیں
ہمائیست چترت ہمایوں نظر	۶۰	کہ دارد بسیط زمین زیر پر

اور عود کو بجا اور نئی طرز کی نئی نوا شروع کر ۔ (۲۷) ایک نغمہ سے میرے درد کا علاج کر اور خرقہ کی طرح میرے دل کو بھی سو ٹکڑے کر دے ۔ (۲۸) اے مطرب تو کہاں ہے کہ مہربانی کرے اور شراب سے میرے دل میں آگ لگا دے ۔ (۲۹) مجھے تفکرات سے ایکدم کے لئے آزاد کرے اور غم کے کاروبار کو درہم برہم کر دے ۔ (۳۰) اے مطرب تو کہاں ہے کوئی نوا بجا ۔ خدا کی یکتائی پر دو گیت سنا ۔ (۳۱) جب ہم نے جہان کو چھوڑ جانا ہے تو بادشاہی سے گدائی بہت اچھی ہے ۔ (۳۲) اے مطرب کوئی گیت سنا اور ساز بجا کیونکہ بیچاروں کا چارہ ساز تو ہی ہے (۳۳) تو مجھے عراق کی راہ جلدی دکھا تا کہ میں آنکھوں سے سوز ندہ رود نکالوں ۔ **عراق** سرود کے ایک پردہ کا نام بھی ہے ۔ **زندہ رود** اصفہان کی ایک نہر کا نام (۳۴) اے مطرب آ اور مجھ سے ایک دانا کی نصیحت سن اور اُس پر عمل کر (۳۵) جب جسم لشکر کشی کرے تو تو بھی چنگ اور رباب اور دف و نے کی صف کو آراستہ کر ۔ (۳۶) اے مطرب تو میرے بھید سے واقف ہے تھوڑی دیر کے لئے نے سے ہمدمی کا دم مار ۔

بیا دور کن در دولت گر غمیست	۳۷	دمی پیش نے انا به از عالمیست
مغنی کجائی بزن بربطی	۳۸	بیا ساقیا پر کن از می بطی
که باہم نشینیم و عیشی کنیم	۳۹	دمی خوش برآریم و طیشی کنیم
مغنی ز اشعار من یک غزل	۴۰	بآہنگ چنگ آر اندر عمل
که تا وجد را کارسازی کنم	۴۱	برقص آیم و خرقه بازی کنم
باقبال دارای دیہیم و تخت	۴۲	بہین میوهٔ خسروانی درخت
که تمکین اورنگ شاہی ازوست	۴۳	تن آسانی مرغ و ماہی ازوست
فروغ دل و دیدهٔ مقبلاں	۴۴	ولی نعمت جمله صاحبدلاں
جہاندار و دین پرور و تاجور	۴۵	کز و تخت جم گشت بازیب و فر
چگونه دہم شرح آثار او	۴۶	که عقل ست حیراں در اطوار او
چو قدر وی از حد مدحست بیش	۴۷	سر اندام از عجز و تشویر پیش
برآرم باخلاص دست دعا	۴۸	کنم روی در حضرت کبریا

ز اسکندری کوس پیروزه زن	۷۱	صلای بشاهان پیشینه زن
بیا ساقی آن کیمیای فتوح	۷۲	که با گنج قارون دهد عمر نوح

(۷۰) سکندر کی بجائے تو نقارہ بجا اور اپنے دانا دل سے حالات کو مکشوف کر (۶۲) چونکہ تیری تعریف کا دریا ناپیدا کنار ہے اس لئے میں مدح کو دعا پر ختم کرتا ہوں (۶۳) نظامی کی نظم ہے کہ جس نے کہن کے پہنچے اور کوئی ایسا زیبا سخن شاعر نہیں۔ (۶۴) تضمین کے طور پر ایک عمدہ شعر لاتا ہوں کہ عقل کے نزدیک وہ قیمتی موتیوں سے بھی زیادہ قیمتی ہیں (۶۵) جتنی تیری خواہش ہے اس سے بھی زیادہ تو ولایت ستان اور آفاق گیر ہے (۶۶) ابد الآباد تک بلند آسمان سے تازہ بتازہ فتوحات تجھے فتح مند بنائیں (۶۷) وہ شراب جس سے جان کو ہوش آئے میرے لئے شربت اور تیرے لئے شہد بنے۔ شعر (۶۵ - ۶۶ - ۶۷) نظامی کے ہیں دیکھو سکندر نامہ (خاتمہ کتاب بر مدح ممدوح) (۶۸) اے ساقی آ اور وہ آگ کی خاصیت والا پانی (شراب) مجھے دے تاکہ میں غم سے رہائی پاؤں (۶۹) فریدوں کی طرح کا دیانی جھنڈا ایام جم کی امداد سے بلند کروں (۷۰) اے ساقی آ اور نکتہ سن کہ ایک گھونٹ شراب کیخسرو کے تاج سے بہتر ہے۔ (۷۱) اس پرانی دیر (دنیا) کی سپیر کا دمامہ اور گذشتہ بادشاہوں پر آواز لگا (۷۲) اے ساقی آ اور وہ کیمیائے فتوح جو قاروں کا خزانہ اور نوح کی عمر بخشتی ہے۔

بده تا برویت گشاییم باز	۷۳	در کامرانی و عمر دراز
بیا ساقی آن ارغوانی قدح	۷۴	که یابد ز فیضش دل و جان فرح
بمن ده که از غم خلاصم دهد	۷۵	بمستان ره بزم خاصم دهد
بیا ساقی آن می که جان پرورست	۷۶	دل خسته را همچو جان درخورست
بده کز جهان خیمه بیرون زنم	۷۷	سراپرده بالای گردون زنم
بیا ساقی آن می که حال آورد	۷۸	کرامت فزاید کمال آورد
بمن ده که بس بیدل افتاده ام	۷۹	وزین هر دو بی حاصل افتاده ام
بیا ساقی آن آب اندیشه سوز	۸۰	که گر شیر نوشد شود بیشه سوز

(۴۹) کہ اے خدا اپنے انعاموں اور نعمتوں کے طفیل اور اپنے اسمائے حسنے کے اسرار کی طفیل (۵۰) اپنے کلام کی طفیل جو قدیم ہے اور اپنے رسول اور اسکے خلق عظیم کے طفیل (۵۱) جہان کے بادشاہ کو قائم رکھیو اور تاج و تخت کے ساتھ اُسکا اقبال ہمیشہ رہے (۵۲) جب تک زمین ظلم اور انصاف کا مظہر رہے اور جب تک آسمان بروج جدی و ثور کا میدان رہتے (۵۳) تب تک منصور بادشاہ جہان کا بادشاہ رہے اور اُسکے دل سے غم کا غبار دور رہے (۵۴) اے سلیمان کی نگین والے بادشاہ اور اے دنیا اور زمین کے میدان کے بہادر۔ خدا کا شکر ہے (۵۵) کہ تیرا نام جہان میں مشہور ہوا تاکہ تو دشمنوں پر ہمیشہ فتحمند ہو (۵۶) تو ایوان بزم میں زہرہ کی شان و شوکت رکھتا ہے اور میدان جنگ میں رستم سا جنگجو ہے (۵۷) آسمان کی پیر نے تجھ جیسا اور کوئی نہیں اور فریدون اور جمشید کا تجھ جیسا اور کوئی جانشین نہیں (۵۸) نہ صرف اہل فرنگستان کو خراج دیتے ہیں بلکہ زنگ کا بادشاہ تجھے خراج بھیجتا ہے۔ مہراج ہندوستان اور زنگ کے بادشاہو کا لقب (۵۹) ترکستان ہو یا ہندوستان۔ روم ہو یا چین سلیمان کیطرح تمام تیرے زیر نگین ہیں۔ (۶۰) تیرا نظر تاج ایسا ہوتا ہے کہ تمام روئے زمین اُسکے پر کے نیچے ہے

بجامی سکندر بمان سالها	۶۱	بدانا دمی کشف کن حالها
چو دریای وصفت ندارد کنار	۶۲	نثار الکرم بر دعا بی حساب
ز نظم نظامی که چرخ کهن	۶۳	ندارد چو او هیچ زیبا سخن
بیارم به تضمین سه بیت متین	۶۴	که نزد خرد باشد آن دلنشین
از آن بیشتر کاو دمی در ضمیر	۶۵	تو الحق سلطان باش و آفاق گیر
زمان تا زمان از سپهر بلند	۶۶	بفتح دگر باش فیروزمند

(۶۷) از آن می که جان ابد زو شود باد / مرا شربتی و شادی تو ز عشق یاد (۶۷)

بیا ساقی آن آتش خوش خاص	۶۸	بمن ده که تا باشم از غم خلاص
فریدون صفت کاویانی علم	۶۹	برافرازم از بخت بی جام جم
بیا ساقی این نکته بشنو ز نی	۷۰	که یکبار بر صبح نوشیم می

شعر	نمبر	
بیا ساقی آن مے کہ تیزی کند	۳	بباغِ دلم مشک بیزی کند
بدہ تا بنوشم بیاد کسے	۴	کہ ہست از غمش دردِ لم خون بسے
بیا ساقی از مے ندارم گزیر	۵	بیک جام باقی مرا دست گیر
کہ از دورِ گردوں بجان آمدم	۶	روان سوے دیرِ مغان آمدم
بیا ساقی از کنجِ دیرِ مغان	۷	مشو دور کانجاست گنجِ روان
ور شیخ گوید مرو سوی دیر	۸	جوابش چہ گوئی بگو شب بخیر
بیا ساقی آن جام صافی صفت	۹	کہ بر دل کشاید درِ معرفت
بدہ تا صفاے درون آرَدم	۱۰	دمی از کدورت برون آرَدم
بیا ساقی آن آتشِ تابناک	۱۱	کہ زردشت میجویدش زیرِ خاک
بمن دہ کہ در کیشِ رندانِ مست	۱۲	چہ دنیا پرست و چہ آتش پرست
بیا ساقی اکنوں کہ شد چوں بہشت	۱۳	ز روی تو این بزم عنبر سرشت
خذ الجام لاتخش فیہ الجناح	۱۴	کہ در باغ جنت بود مے مباح
بیا ساقی آن جام یاقوت وش	۱۵	کہ بر دل کشاید در وقت خوش
بدہ وین نصیحت ز من گوش کن	۱۶	جہاں جملہ ہیچ است مے نوش کن
بیا ساقی از بیوفائی عمر	۱۷	بہ بین و زمی کن گدائی عمر

(۷) گنج رواں۔ گنج قارون کا نام ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ زمین میں نیچے کی طرف حرکت کرتا رہتا ہے (۸) شب بخیر۔ رات کو رخصت ہوتے وقت شب بخیر کہتے ہیں انگریزی میں (گڈ نائٹ) اسکا ترجمہ ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ شراب سے منع کرنے والے کو کہو کہ خدا حافظ آپ تشریف لیجائیے۔(۱۱) زردشت مذہب آتش پرستی کا بانی۔ منوچہر کی نسل سے تھا اور حکیم فیثاغورث کا شاگرد تھا۔ ژند اسی کی کتاب ہے۔ آتشِ تابناک سے مراد شراب۔ زیرِ خاک یعنے قبر میں (۱۴) پہلے عربی مصرعہ کا ترجمہ یہ ہے کہ پیالہ لے اور اس میں گناہ کا خوف نہ کر۔ گذشتہ شعر اور یہ شعر قطعہ بند ہیں مطلب یہ ہے کہ باغ بہشت میں شراب جائز ہے پس چونکہ تیری موجودگی سے بزم عشرت بہشت بن گئی ہے اس لئے یہاں شراب پینے میں گناہ نہیں۔

بدہ تا روم بر فلک شیر گیر ۸۱ بہم برزنم دام ایں گرگ پیر
بیا ساقی آں بکرِ مستور مست ۸۲ کہ اندر خرابات دارد نشست

(۸۳) بمن دہ کہ بدنام خواہم شدن
مریدِ مے و جام خواہم شدن (۸۳)

(۷۳) مجھے عطا کرتا کہ تیرے چہرہ پر کامرانی اور عمر دراز کا دروازہ کھول دیں (۷۴) اے ساقی آ اور وہ ارغوانی پیالہ کہ جسکے فیض سے جان اور دل کو فرحت ہوتی ہے (۷۵) مجھے عطا کرتا کہ میں غم سے رہائی پاؤں اور وہ مجھے بزم خاص کی راہ کا پتہ بتاسکے (۷۶) اے ساقی وہ شراب جو جان پرور ہے اور زخمی دل کے لئے جان کیطرح ضروری ہے (۷۷) مجھے عطا کرتا کہ میں جہان سے اپنا خیمہ اکھیڑ لے جاؤں اور آسمان کے اوپر جاکر خیمہ لگاؤں (۷۸) اے ساقی آ اور وہ شراب جو حالتی سے کرامت بڑہاتی ہے اور کمال پیدا کرتی ہے (۷۹) مجھے عطا کرکہ میں بہت بیدل پڑا ہوں اور ان دونو چیزوں (کرامت اور کمال) سے محروم بیٹھا ہوں (۸۰) اے ساقی آ اور وہ شراب جو جگر کو جلاتی ہے جسے اگر شیر پی لے تو جنگل کو جلا دے۔ (۸۱) مجھے عطا کرتا کہ آسمان پر میں شیر گیر ہو کر جاؤں اور اس بوڑھے بھیڑئے (آسمان) کے جال کو درہم برہم کردوں (۸۲) اے ساقی آ اور وہ مستور اور مست کنواری جو کہ شرابخانہ کے اندر بیٹھی ہے۔ (۸۳) مجھے عطا کرکہ میں بدنام ہو جاؤنگا اور شراب جام کا مرید بن جاؤنگا۔ شراب کو اس لئے بکرِ مستور اور مست کہا ہے کہ شراب میں مستی ہی ہوتی ہے + اور وہ خم یا صراحی میں مستور ہی ہوتی ہے۔

ساقی نامہ (۲)

بیا ساقی آں مے کہ حورِ بہشت ۱ عبیر ملایک دراں مے سرشت
بدہ تا بخوری بر آتش کنم ۲ دماغ خرد را دمے خوش کنم

(۱) عبیر۔ ایک خوشبودار سفوف جو صندل گلاب مشک اور زعفران سے بنتا ہے (۲) بخور خوشبو۔ عود لوبان وغیرہ۔

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
بیا ساقی آن جام پرکن زمے	۳۵	کہ گویم ترا حال کسرے و کے
بمستی توان در اسرار سفت	۳۶	کہ در بیخودی راز نتوان نہفت
بیا ساقی آن می کہ عکسش ز جام	۳۷	بکیخسرو و جم فرستد پیام
بدہ تا بگویم بآواز نے	۳۸	کہ جمشید کی بود و کاؤس کے
بیا ساقی آن می کہ شاہے دہد	۳۹	بپاکے او دل گواہے دہد
بمن دہ کہ تا گردم از عیب پاک	۴۰	خرامم بعشرت بہ تیرہ مغاک
بیا ساقی آن جام چون مہر و ماہ	۴۱	بدہ تا زنم بر فلک بارگاہ
چو شد باغ روحانیان مسکنم	۴۲	در اینجا چرا تختہ بند تنم
بیا ساقی آن جام چون سلسبیل	۴۳	کہ دل را بفردوس باشد دلیل
بدستم دہ و روی دولت ببین	۴۴	خرامم کن و گنج حکمت ببین
بیا ساقی از بادہاے کہن	۴۵	ز جام پیاپے مرا مست کن
چو مستم کنی از مے بی غشت	۴۶	بمستی بگویم سرود خوشت
اگر ہمچو جم جام گیری بدست	۴۷	بہ بینی در آن آئینہ ہر چہ ہست
بمستی در پارسائی زنی	۴۸	دم خسروی در گدائی زنی
کہ حافظ چو مستانہ ساز د سرود	۴۹	ز چرخش دہد زہرہ آواز رود
تباشیر صبح از طبقہای نور	۵۰	بگوش آیدم ہر دم از لفظ حور
بیا تا خرد را قلم در کشیم	۵۱	ز مستی بعالم علم در کشیم
ز جام دمادم مے دم زنیم	۵۲	زمی آب بر آتش غم زنیم
یک امروز باید گرے خوریم	۵۳	چو فرصت نباشد دگر کے خوریم
کہ آنہا کہ بزم طرب ساختند	۵۴	ببزم طرب ہم نپرداختند
ازین و آنگہ دیر بادی مغاک	۵۵	برفتند و بردند حسرت بخاک

(۴۰) یعنی شراب دے تا کہ گناہوں سے پاک ہو کر مروں۔ (۵۰) تباشیر صبح بمعنے اول صبح صبح کی روشنی۔ ابتدائے صبح کی روشنی ہر ایک چیز کا شروع۔

کہ می عمر باقی بیفزایدت	۱۸	دری ہر دوم از غیب بکشایدت
بیا ساقی از می طلب کام دل	۱۹	کہ بی مے ندارم من آرام دل
گر از ہجر جانان تن صبوری کند	۲۰	دل از می تواند کہ دوری کند
بیا ساقی این چہ باشی کہ دہر	۲۱	بر آنست کت خون بریزد بقہر
درین خونفشان عرصۂ رستخیز	۲۲	تو خون صراحی بساغر بریز
بیا ساقی از من بکن سرکشی	۲۳	کہ از خاکی آخر از آتشی
قدح پر کن از می کہ می خوش بود	۲۴	خصوصاً کہ صافی و بیغش بود
بیا ساقی آن راح ریحان نسیم	۲۵	بمن دہ کہ نہ زر ماند نہ سیم
زری را کہ بیشک تلف در پیست	۲۶	بمے دہ کہ درمان دلہا میست
بیا ساقی آن بادۂ لعل صاف	۲۷	بدہ تا کی این شید و تزویر و لاف
ز تسبیح و خرقہ ملولم مدام	۲۸	بمے رہن کن ہر دو را والسلام
بیا ساقی آن بادہ روح بخش	۲۹	بدہ تا نشینم بر پشت رخش
تہمتن صفت رو بمیدان کنم	۳۰	بکام دل آہنگ جولان کنم
بیا ساقی از من برو پیش شاہ	۳۱	بگویش ز من کای شہ جم کلاہ
دل بینوایان مسکین بجوی	۳۲	پس آنگاہ جام جہان بین بجوی
بیا ساقی آن می کزان جام جم	۳۳	زند لاف بینائی اندر عدم
بمن دہ کہ باشم بتائید جام	۳۴	چو جم آگہ از سر عالم تمام

(۲۱) کت مخفف ہے "کہ ترا" کا (۲۵) راح ریحان نسیم۔ خوشبودار شراب
(۲۶) مطلب یہ ہے کہ سیم و زر تلف ہونے والی چیزیں ہیں۔ اِن کے بدلے شراب لے کیونکہ شراب دل کی دوا ہے۔ (۲۹) رخش سرخ و سفید رنگ۔ چونکہ رستم کے گھوڑے کا یہی رنگ تھا اس لئے رستم کے گھوڑے کا نام رخش تھا۔ مجازاً ہر گھوڑے کو کہتے ہیں۔
(۳۳ و ۳۴) مطلب یہ ہی کہ جام جم ملک عدم میں بھی بینائی کا دعوی رکھتا ہی اور یہ ساری بینائی اُسی شراب سے حاصل ہوئی ہے۔ مجھے بھی شراب عطا کر تاکہ میں بھی اسرار عالم سے آگاہ ہو جاؤں۔

۷۴	شہانی کہ اینجا نشستند شاد	برفتند و از کس نکردند یاد
۷۵	کدام ست جام جم و جم کجاست	سلیمان کجا رفت و حاتم کجاست
۷۶	کہ میداند از فیلسوفانِ حے	کہ جمشید کے بود و کاؤس کے
۷۷	چو سوے عدم گام برداشتند	دریں بقعہ جز نام نگذاشتند
۷۸	چہ بندی دل اندر سپنجی سرائے	کہ چوں بگذری باز مانی بجائے
۷۹	دران بستنِ دل ز دیوانگیست	بہ او آشنائی ز بیگانگیست
۸۰	درین وارششدر نیابی تو کام	مجال مجال و مقام مقام
۸۱	بروسطے کن این ہفت طومار را	قلم درکش این ہفت پرگار را
۸۲	بدہ ساقی آن آب آتش خواص	کزاں بلکہ یابم ز آتش خلاص
۸۳	بدیں سقف نہ پایۂ شش رواق	توان زد بیک جام می چارطاق
۸۴	دریں دہ گروہی سیاوش وشند	کہ پیرانِ دہ را با آتش کشند
۸۵	اگر عاقلے خیز و دیوانہ شو	مریز آب خود خاک میخانہ شو
۸۶	دم از دل زنے دُردے دَرد کش	دم گرم خواہے دم سرد کش
۸۷	پے کاروانان ہشیار زن	رہ دُرد نوشاں خمار زن
۸۸	مشو قید ایں دیرخاکے مغاک	کہ ناگہ دہد ہم بیادت چو خاک
۸۹	بدہ ساقی آن جوہرِ روح را	دوای دلِ ریش مجروح را
۹۰	کہ دوراں چو جام از کف جم ربود	اگر عالمے باشدش زاں چہ سود
۹۱	چو بنیاد عمر ست ناپایدار	بنقد ایں نفس را غنیمت شمار
۹۲	کسی را کہ دستت رسد دستگیر	کہ فردا ہمان باشدت دستگیر
۹۳	شہِ دادگستر کہ ناگہ بمرد	نگر اے برادر کہ با خود چہ برد
۹۴	تو نیز آنچہ کارے ہمان بدروے	چنان کامدے باز بیرون روے
۹۵	رہائی نیابد کس از شیب خاک	کہ بر خاک ننشست از روی خاک

(۸۳) چارطاق خیمہ چہار گوشہ۔

باین تخت فیروزه فیروزگیست ۵۶ زایام عمر آنکه بهروزگیست

دریغا جوانی که بر باد شد ۵۷ خنک آنکه از عالم آزاد شد

بده ساقیا می که تا دم زنیم ۵۸ قلم بر سر هر دو عالم زنیم

سبک باش و رطل گرانم بده ۵۹ وگر فاش نتوان نهانم بده

که این چرخ و این انجم آبنوس ۶۰ بسی یاد دارد چو بهرام و طوس

بسی کوزدی کوس بر پشت پیل ۶۱ زدندش بناکام طبل رحیل

جز این مرکز هفت پرگار نیست ۶۲ جز این هفت پرگار پرکار نیست

تو در خانه ششدری ششدری ۶۳ که او ماند تا بنگری بگذری

بر ایوان شش طاق خضرا نشین ۶۴ بمنزل که جان نشیمن گزین

بده ساقی آن آب آتش نشان ۶۵ از آن پیش کز ما نیابی نشان

که در آتش است این دل روشنم ۶۶ همانا که آبی بر آتش زنم

که فیروز فرخ منوچهر چهر ۶۷ شنیدم که در عهد بوزرجمهر

نوشته است بر جام نوشیروان ۶۸ که بفزای از جام نوشین روان

اگر پور زالی وگر پیر زال ۶۹ بدستان نمانی شوی پایمال

ز من بشنو ای پیر آموزگار ۷۰ مکن تکیه بر گردش روزگار

که این منزل درد و جای غم است ۷۱ درین دامگه شادمانی کم است

بده ساقی آن لعل یاقوت رنگ ۷۲ که برد از رخ لعل و یاقوت رنگ

روان ور ده آن می چو آب روان ۷۳ نه آب روان کافتاب عیان

---

(۵۷) خنک خوش (۶۰) آبنوس۔ ایک سیاہ لکڑی کا نام ہے۔ ستارے چونکہ رات کے وقت نکلتے ہیں اس لئے انجم آبنوس کہا ہے۔ طوس نام پسر نوذر (۶۲) پرکار عیار۔ چالاک۔ (۶۳) خانہ ششدر۔ دنیا۔ شش در سے مراد شش جہات ہے ششدر سے مراد حیران (۶۸) نوشیں گوارا۔ خوشگوار۔ روان۔ جان (۶۹) پور زال یعنے زال کا بیٹا مراد رستم۔ پیر زال بڑھیا۔ دستان (۱) رستم کے باپ کا نام (۲) مکر و حیلہ (۷۳) روان جلد

مریزید بر گور من جز شراب	۱۱۷	میارید در ماتمم جز رباب
ولیکن بشرطی که در مرگ من	۱۱۸	ننالد بجز مطرب و چنگ زن

(۱۱۹) تو خود حافظا سر ز مستی متاب
که سلطان نخواهد خراج از خراب (۱۱۹)

مثنوی

الا ای آهوی وحشی کجائی	۱	مرا با تست بسیار آشنائی
دو تنها و دو سرگردان بیکس	۲	دو راه اندر کمین از پیش و از پس
بیا تا حال یکدیگر بدانیم	۳	مراد هم بجوئیم ار توانیم
که می بینم درین دشت مشوش	۴	چراگاهی ندارم خرم و خوش
که خواهد شد بگوئید ای حبیبان	۵	رفیق بیکسان یار غریبان
مگر خضر مبارک پی درآید	۶	زمین همتش این ره سرآید
مگر وقت عطا پروردن آمد	۷	که فالم لاتذرنی فرداً آمد
که روزی رهروی در سرزمینی	۸	همیگفت این معما با قرینی
که ای سالک چه در انبانه داری	۹	بیا دامی بنه گر دانه داری
جوابش داد و گفتا دانه دارم	۱۰	ولی سیمرغ می باید شکارم
بگفتا چون بدست آری نشانش	۱۱	که او خود بی نشان ست آشیانش
چو آن سرو روان کاردانی	۱۲	ز ملک دیده میکن پاسبانی

(۲). دو تنہا اور دو سرگرداں سے مراد ایک آہو اور دوسرا خود شاعر (۷) لاتذرنی فرداً یعنے مجھے اکیلا نہ چھوڑ۔ قرآنی آیت کا ایک حصہ ہے۔

باین حقۂ سبز چندین مناز	۹۶	کہ ہم مہرہ بازست و ہم حقہ باز
بدہ ساقی آن آب افسردہ را	۹۷	بیا زندہ ساز این دلِ مردہ را
کہ ہر پارہ خشتے کہ بر منظریست	۹۸	سرِ کیقبادے و اسکندریست
ہر آن گل کہ در بوستانی بود	۹۹	رہِ عارضِ دلستانی بود
ہر آن شاخِ سروی کہ در گلشنی ست	۱۰۰	قدِ دلبری زلفِ سیمیں تنی ست
شنیدم کہ شوریدۂ می پرست	۱۰۱	بمیخانہ مے گفت و جامی بدست
کہ یابد ازین کرسیِ زرنشان	۱۰۲	ازین سفرہ بیروں ز دونان دونان
بجز خون شاہان درین طشت نیست	۱۰۳	بجز خاکِ خوبان درین دشت نیست
کہ ہر کس درین دور گردون بود	۱۰۴	زگردوں درونش پر از خوں بود
بدہ ساقی آن تلخِ شیریں گوار	۱۰۵	کہ شیریں بود بادہ از دستِ یار
کہ دارا کہ دارائے آفاق بود	۱۰۶	بدارندگی در جہاں طاق بود
چو زین دار ششدر بروں برد رخت	۱۰۷	نبودش بجز گور و تابوت تخت
اگر ہوشمندی بیا بادہ نوش	۱۰۸	چو نوشی سُمے بادہ آئی بہوش
کہ این طغرلِ آبنوسی قفس	۱۰۹	نیفتد ازیں دانہ در دام کس
در خاکروبان میخانہ کوب	۱۱۰	رہِ میفروشاں میخانہ روب
مگر آب آتش خواصت دہند	۱۱۱	بمستی ز ہستی خلاصت دہند
بجامی بروں آورندت ز خویش	۱۱۲	بوحدت رہی پردہ افتد ز پیش
کہ حافظ چو در عالمِ جان رسید	۱۱۳	چو از خود بیروں شد بجاناں رسید
من از زانکہ گردم بمستی ہلاک	۱۱۴	بآیینِ مستان بریدم بخاک
بتابوتے از چوبِ تاکم کنید	۱۱۵	براہِ خرابات خاکم کنید
بآبِ خرابات غسلم دہید	۱۱۶	پس آنگاہ بر دوشِ مستم نہید

(۱۰۹) طغرل ۔ شکاری پرندہ مثلاً باز ۔ عقاب طغرل آبنوسی قفس سے مراد دنیا۔

(۱۱۵) چوب تاک یعنے انگور کی لکڑی۔

فی المقطعات

قطعہ (۱)

گر کسان شد رمی بدانندی	۱	شب نخفتند و رز نشانندی
تا کہار را ز چوب عود کنند	۲	پاسبانان باو نشانندی
پای ہر خوشۂ کنیزک ترک	۳	بنشانندی مگس برانندی

(۱) رز۔ انگور (۲) یعنے انگور کے گرد عود کی باڑھ بناتے (۳) یعنے ہر خوشہ انگور کے نیچے ایک ترک کنیزک کو مگس رانی کے لئے بٹھاتے۔

قطعہ (۲)

خسروا دادگرا شیر دلا بحر کفا	۱	ای کمال تو با نواع ہنر ارزانی
ہمہ آفاق گرفت و ہمہ اطراف گشاد	۲	صیت مسعودی و آوازۂ شہ سلطانی
گفتہ باشد مگرت ملہم غیب احوالم	۳	اینکہ شد روز سفیدم چو شب ظلمانی
در دو سال آنچہ بیندوختم از شاہ و وزیر	۴	ہمہ بربود بیک دم فلک چوگانی
دوش در خواب چنان دید خیالم کہ سحر	۵	گذر افتاد بر اصطبل شہم پنہانی
بستہ بر آخور او استر من جو میخورد	۶	توبرہ افشاند من گفت مرا میدانی
ہیچ تعبیر نمیدانمش این خواب کہ چیست	۷	تو بفرمای کہ در فہم نداری ثانی

اس قطعہ میں اپنی تنگدستی کا اظہار اور وظیفہ کی درخواست ہے۔

ایضاً (۳)

پادشاہا لشکر توفیق ہمراہ تو اند	۱	خیز اگر بر عزم تسخیر جہان رہ میکنی
با چنین جاہ و جلال از پیشگاہ سلطنت	۲	آگہی و خدمت دلہای آگہ میکنی
با فریب این خصم زنگار گون نیلفام	۳	کار بر وفق مراد صبغۃ اللہ میکنی
آنکہ دہ با ہفت و نیم آورد پس سہ دی نکرد	۴	فرصتت باد اکہ ہفت و نیم را دہ میکنی

بدہ جام می و پای گل از دست	۱۳	ولی غافل مشو از چرخ بدمست
لب سرچشمہ و بر طرف جوئے	۱۴	نم اشکے و با خود گفتگوئے
بیاد رفتگان و دوستداراں	۱۵	توافق کن تو با ابر بہاراں
چو نالاں آیدت ابر روان پیش	۱۶	مدد بخشش ز آب دیدۂ خویش
نکرد آن ہمدم دیرین مدارا	۱۷	مسلماناں مسلمانان خدارا
چناں بیر حسم زد تیغ جدائی	۱۸	کہ گوئی خود نبودہ است آشنائی
برفت و طبع خوشباشم حزیں کرد	۱۹	برادر با برادر کے چنیں کرد
مگر خضر مبارک پے تواند	۲۰	کہ این تنہا بآں تنہا رساند
نیاز من چہ وزن آرد بدین ساز	۲۱	کہ خورشید غنی شد کیسہ پرداز
تو گوہر بین و از خر مہرہ بگذر	۲۲	ز طرزے کاں نگردد شہرہ بگذر
چو من ماہی کلک آرم بتحریر	۲۳	تو از نون و القلم می پرس تفسیر
مقامات نصیحت گو ہمین ست	۲۴	کہ حکم انداز ہجران در کمین ست
روان را با خرد در ہم سرشتند	۲۵	وزان تخمی کہ حاصل بود کشتند
بیاد رنگتے زاں طیب امید	۲۶	مشام جان معطر ساز جاوید
کہ این نافہ ز چین جیب حورست	۲۷	نہ زان آہو کہ از مردم نفورست
درین وادی زبانگ چنگ بشنو	۲۸	کہ صد من خون مظلومان بیکجو۔
پر جبریل را اینجا بسوزند	۲۹	بدامن کودکان آتش فروزند
سخن گفتن کرا یارا ست اینجا	۳۰	تعالے اللہ چہ استغناست اینجا

(۳۱) | بردہ حافظ درین معرض مزن دم | سخن کوتاہ کن واللہ اعلم | (۳۱)

(۲۱) کیسہ پرداز خالی کیسہ (۲۳) نون و قلم۔ ایک قرآنی سورۃ کا ابتدا ہے۔

ای آصف زمانہ زبہر خدا بگوی	۴	با آں شہے کہ دولت او باد برمزید
شلہا روا مدار کہ مفعول من یراد	۵	گردد بروزگار تو فعال ما یرید

(۱) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ جور فلک سے اہل کمال گوشہ نشیں ہو گئے ہیں اور بے ہنر عروج پر ہیں (۲) حیز - مخنث - امرد - (۵) مفعول من یراد - ہر کسی کا مفعول مراد حیز - مخنث - امرد - مفعول بمعنے مشہور - فعال ما یرید - اپنے حسب منشا کرنے والا - خودمختار مطلق العنان - شعر کا مطلب یہ ہے کہ ایک حیز کو اسقدر بااختیار بنانا جائز نہیں -

ایضاً فی الشکایت (۷)

دل امید جان من بوعدہ شاہ و وزیر	۱	کس نمیداند کہ کارش از کجا خواہد کشاد
بہ توکل کن نمیدانی کہ نوک کلک من	۲	نقش ہر صورت کہ از رنگی دگر بیرون فتاد
شاہ ہرموز م ندیدہ بی سخن صد لطف کرد	۳	شاہ زردم دید مدحش گفتم و ہیچم نداد
کار شاہان اینچنین باشد تو ای حافظ مرنج	۴	داور روزی رسان توفیق نصرت شان دہاد

(۳) ہرموز ہرمز - ایک شہر کا نام - ایک بادشاہ کا نام - زرد ایک شہر کا نام - مطلب یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے بے دیکھے کے بغیر صلہ و انعام بخشا - اور دوسرے کی مدح بھی کی لیکن کچھ نہ ملا -

ایضاً (۸)

گفتہ شعر من ز نبفشہ شکر زبانست	۱	زاں غیرت طبرزد کعب الغزال شد
بادا دہانش تلخ کہ عیب نبات گفت	۲	خاکش بسر کہ منکر آب زلال شد
آنکس کہ کور زاد ز مادر بعمر خویش	۳	کی مشتری دلبر صاحب جمال شد

(۱) طبرزد - مصری شکر - کعب الغزال ایک قسم کا شکر پارہ - بتاسہ - اس قطعہ میں اپنے کلام کی مدح اور ناقدرشناسوں کی ہجو ہے -

در تقاضای وظیفہ فرماید (۹)

بہ سمع خواجہ رسان ای رفیق وقت شناس	۱	بخلوتے کہ دراں اجنبی صبا باشد
لطیفہ بمیان آر و خوش بخند انش	۲	بنکتہ کہ دلش را دراں رضا باشد
پس انگہی ز کرم آں قدر بپرس ز لطف	۳	کہ گر وظیفہ تقاضا کنم روا باشد

(۳) صبغۃ اللہ۔ قرآنی لفظ ہیں۔ یعنی خدا کا رنگ مراد دین محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (۴) شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دس کو ساڑھے سات بنائے وہ رو بہ تنزل ہے برخلاف اس کے اسے ممدوح تو ساڑھے سات کو دس بناتا ہے یعنی رو بہ ترقی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خواجہ صاحب کے ممدوح پہ دشمن حملہ آور ہوا۔ خواجہ صاحب کو نورِ باطن سے معلوم ہوگیا کہ میرا ممدوح فتحمند ہوگا۔ یہ قطعہ اس خوشخبری میں لکھا بعض کی رائے ہے کہ ہفت و نیم سے کم وزن سکہ تیار کرنا مراد ہے مطلب یہ ہے کہ تیرا دشمن جو کم وزن سکہ تیار کرتا ہے۔ آخر کار نقصان میں رہے گا اور تو کامیاب ہوگا۔ واللہ اعلم۔

ایضاً (۴)

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و بخت و تخت	۱	بادت اندر شہریاری برقرار و بر دوام
سال خرم فال نیکو مال وافر حال خوش	۲	اصل ثابت نسل باقی تخت عالی بخت رام

سال و فال وغیرہ میں لف و نشر مرتب ہے۔

ایضاً (۵)

شاہا بمشترے ز بہشتم رسیدہ است	۱	رضوان سرشتہ حور روش و سلسبیل موی
خوش لفظ و پاک معنی و موزون و دلفریب	۲	صاحب جمال نازک و خوب لطیفہ گوی
گفتم دریں سرا چہ ز بہر چہ آمدی	۳	گفتا ز بہر مجلس شاہِ غریب خوی
اکنون ز صحبتِ من مفلس بجاں رسید	۴	نزدیک خویش خوانش و کامِ دلش بجوی

اس قطعہ بند میں بھی اپنی مفلسی کا ذکر اور صلہ کا تقاضا ہے۔

در شکایت قاضی و حاکم گوید (۶)

آں کیست تا بحضرتِ سلطان ادا کند	۱	کز جورِ چرخ گم شترہ و گر بہا پدید
رندی نشستہ بر سرِ سجادۂ قضا	۲	حیزے دگر بمرتبہ سروری رسید
آں ندگفت چشم و چراغِ جہان منم	۳	آں حیز گفت ہیچو منی در جہاں کہ دید

و من یتق اللہ یجعل لہ	۴	و یرزقہ من حیث لا یحتسب

(۴) و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ قرآنی آیت ہے مطلب یہ ہے کہ خدا پر تقوی رکھنے والوں کو خدا خود خزانۂ غیب سے روزی دیتا ہے۔

ایضاً (۱۴)

بگوش ہوش شبے منہیی ندا در داد	۱	ز حضرت احدے لا الہ الا اللہ
کہ ای عزیز کسے را کہ خوار نیست نصیب	۲	یقین بدان کہ نیابد بزور منصب و جاہ
بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد	۳	گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

(۱) منہی۔ بضم میم و سکون نون و کسرہا خبر دہندہ۔ خبر دینے والا۔ ہاتف۔

ایضاً (۱۵)

آن حبۂ خضرا خور کز روی سبکروحی	۱	ہر کو بخورد یک جو بر سیخ زند سیمرغ
آن ذرہ کہ اعضا را در ولولہ اندازد	۲	یک ذرہ و صد مستی یک حبہ و صد سیمرغ

(۱) حبۂ خضرا سبز دانہ مراد انگور۔ مطلب یہ ہے کہ انگور کا ایک دانہ کھانے والا اسقدر سبکروح ہوجاتا ہے۔ کہ سیمرغ کو شکار کرکے کباب کرتا ہے۔ (۲) ذرہ بضم و تشدید را مروارید مراد انگور۔ شراب۔

در نکوہش بدقولان گوید (۱۶)

سگ بران آدمی شرف دارد	۱	کہ دل مردماں بیازارد
این سخن را حقیقتے باید	۲	تا معانے بدل فرود آید
آدمے با تو دست در مطعوم	۳	سگ ز بیرون آستاں محروم
حیف باشد کہ سگ وفا دارد	۴	و آدمی دشمنی روا دارد

(۳) مطعوم۔ کھانا۔ خوراک۔

فی الشکایت (۱۷)

صاحبم دوش بادہ نفرستاد	۱	آن خطا این خطاب می ارزد
لعل و یاقوت جام او گوئی	۲	ملک ملک قاب می ارزد

اس قطعہ میں بھی وظیفہ کے لئے ایک لطیف تقاضا کیا ہے۔

فی الشکایۃ (۱۰)

ز دانش مطلقاً بے بہرہ باشد	۱	کہ از دنیا بشادی بہر جوید
بود از شرب شادی صائم الدہر	۲	کہ جلاب طرب از دہر جوید
کسے چون نوشدارو جوید از دہر	۳	کہ ایں نوشدارو زہر جوید

(۲) صائم الدہر۔ ہمیشہ کا روزہ دار۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا سے خوشی طلب کرنے والا آدمی ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ (۳) مطلب یہ ہے کہ زمانہ سے نوشدارو ڈھونڈھنے والا نوشدارو نہیں بلکہ زہر ڈھونڈھتا ہے۔

ایضاً (۱۱)

بلبل اندر نالہ و گل خندۂ خوش میزند	۱	چون نسوزد دل کہ دلبر در دی آتش میزند
تا خوشیہا دیدہ ام زاں زاہد پشمینہ پوش	۲	من غلام مطربم کابریشم خوش میزند
زاہد از تیر مژگانش حذر کردن چہ سود	۳	زخم پنہان چون بابروی کمان کش میزند

(۲) ابریشم۔ تارہائے ساز۔ ابریشم اور پشمینہ کا مقابلہ لطیف ہے۔

ایضاً (۱۲)

روح القدس آں سروش فرخ	۱	از قبۂ طارم زبرجد
میگفت سحر گہاں کہ یارب	۲	در دولت و حشمت مخلد
بر مسند خسروی بماناد	۳	منصور مظفر محمد

(۱) طارم زبرجد سے مراد آسمان (۲) مخلد دائمی۔

ایضاً (۱۳)

تو نیک و بد خود ہم از خود بپرس	۱	چرا دیگرے بایدت محتسب
ز بد دور باش و بہ نیکی بکوش	۲	مکن عمر ضائع بلہو و لعب
چو دانی کہ روزی دہندت خدا است	۳	مدار از طمع قلب را منقلب

(۱) حقد - کینہ۔ زرق و ریو مکر و فریب۔ ریاکاری۔ قطعہ کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز فرشتہ کے لائق ہو شیطان کے حوالہ نہیں کرنی چاہیئے۔ حاصل کلام یہ کہ اہل ہنر اور بے ہنر میں تمیز لازم ہے۔

مطایبہ (۲۱)

سرای مدرسہ و بحث علم و طاق و رواق	۱	چہ سود چون دل دانا و چشم بینا نیست
سرای قاضی یزد ار چہ منبع فضل ست	۲	خلاف نیست کہ علم نظر در انجا نیست

(۲) علم نظر - یعنی علم مناظرہ۔ منطق وغیرہ یہاں غالباً نظر بازی کی طرف ہی اشارہ ہے۔

فی الوعظ (۲۲)

ای کہ از روزگار می طلبی	۱	فرح و عیش و خرمی و طرب
فکر مال و منال و حشمت و جاہ	۲	ہمہ بگذار و ساغری بطلب

(۲) ساغر سے مراد ساغر شراب

فی التاریخ (۲۳)

بروز کاف و الف از جمادی الاول	۱	بسال ذال و دگر نون جاعل الاطلاق
خدایگان سلاطین مشرق و مغرب	۲	خدیو کشور لطف و کرم باستحقاق
سپہر علم و حیا آفتاب جاہ و جلال	۳	جمال دنیی و دین شاہ شیخ ابو اسحاق
گذاشت عرصۂ میدان خود بہ تیغ عدم	۴	نہاد بر دل احباب خویش داغ فراق

حروف کے عدد شمار کر کے تاریخ نکالنے کو جمل کہتے ہیں۔ تعداد حروف حسب ذیل ہے۔ ا ۱ ب ۲ ج ۳ د ۴ ہ ۵ و ۶ ز ۷ ح ۸ ط ۹ ی ۱۰ ک ۲۰ ل ۳۰ م ۴۰ ن ۵۰ س ۶۰ ع ۷۰ ف ۸۰ ص ۹۰ ق ۱۰۰ ر ۲۰۰ ش ۳۰۰ ت ۴۰۰ ث ۵۰۰ خ ۶۰۰ ذ ۷۰۰ ض ۸۰۰ ظ ۹۰۰ غ ۱۰۰۰ - (۱) کاف = ۲۰ - الف = ۱ - یعنے بتاریخ بست و یکم جمادی الاول۔ ذال = ۷۰۰ - ن = ۵۰ یعنے سنہ ۷۵۰ھ۔ خواجہ صاحب غزل گو شاعر تھے۔ تاریخ نویسی سے انہیں کیا کام۔ دیکھو کیا عامیانہ تاریخیں ہیں۔

ایضاً (۲۴)

بروز شنبۂ سادس ز ماہ ذی حجہ	۱	بسال ہفصد و ہشتاد از جہان ناگاہ
ز شاہراہ سعادت بباغ رضوان رفت	۲	وزیر کامل ابو نصر خواجہ فتح اللہ

قطعہ پیش او فرستادم	۲	کہ بصد خم شراب می ارزد

اس قطعہ میں بھی شراب یعنی وظیفہ کا تقاضا ہے (۱) خطا سے مراد شراب نہ بھیجنے کا قصور خطاب سے مراد خطاب ذیل یعنے اسی قطعہ کے شعر نمبر ۲ و نمبر ۳ (۲) دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ میرے مخاطب کے جام کی شراب مملکت کی قیمت کی ہے۔ (۳) اور میرا یہ قطعہ شراب کے سو خم کے برابر قیمتی ہے۔

ایضاً (۱۸)

ای باد صبا اگر توانی	۱	از راہ وفا و مہربانی
از من خبری بر بیارم	۲	کاں سوختۂ تو در نہانی
می مرد ز اشتیاق و میگفت	۳	ای بی تو حرام زندگانی

قاصد صبا کے ذریعے اپنے اشتیاق کا حال معشوق پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

ایضاً (۱۹)

شراب لعل مروق بجام گفت کہ من	۱	چہار گوہرم اندر چہار جای مدام
زمردم بر تاک و عقیق در شیشہ	۲	سہیل در خُم و آفتاب اندر جام
مرا حرام کہ گوید کہ وقت خوردن من	۳	حلال زادہ برون آید از نتاج حرام

(۱) مروق صاف کیا ہوا۔ (۳) نتاج۔ نطفہ۔ بچہ۔ شراب کہتی ہے کہ مجھے حرام کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ میرے پینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی اصلی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے اور منافقت اور ریا زائل ہو جاتے ہیں۔ یعنے شراب پی کر نیک آدمی نیک اور برا آدمی برا معلوم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ہوشیاری کی حالت میں اکثر برے آدمی بھی اچھے نظر آتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ شراب پینے سے حرام زادہ اور حلال زادہ کی تمیز ہو جاتی ہے۔

در شکایت فرماید (۲۰)

ای معز اصل عالی جوہرت از حقد و حرص		وی مبرا ذات میموں اخترت از زرق و ریو
از بندگی کی روا باشد کہ تشریفات را		از فرشتہ باز گیرد و انگہی بخشد بدیو

فی التاریخ (۲۹)

اعظم قوام دولت و دین آنکه بر درش[۱]	۱	از بهر خاکبوس نمودی فلک سجود
با آن وجود و آن عظمت زیر خاک رفت	۲	در نصف ماه ذی القعده از عرصه وجود
تا کس امید جود ندارد ز کس دگر	۳	آمد حروف سال وفاتش امید جود

(۱) قوام سے مراد قوام الدین (۳) امید جود سے صرف سنہ ۶۸ نکلتا ہے ممکن ہے۔ صدی کا عدد محذوف رکھا ہو۔

ایضاً (۳۰)

بلبل و سرو و سمن یاسمن و لاله و گل	۱	هست تاریخ وفات شه سنبل کاکل
خسرو روی زمین شاه زمان بو اسحق	۲	که به طلعت[۱] ز دو نازد و خندد بر گل
جمعه بست و یکم ماه جمادالاولی	۳	در سنین بود که پیوسته شد از جزو بکل

(۱) پہلے مصرعہ سے سنہ [illegible]ھ نکلتا ہے۔

تاریخ وفات قاضی بهاء الدین و گران (۳۱)

بهاء الحق و الدین طاب مثواه[۱]	۱	امام سنت و شیخ جماعت
چو می رفت از جهان این بیت میخواند	۲	بر اهل فضل و ارباب براعت
بطاعت قرب ایزد میتوان یافت	۳	قدم در نه گرت هست استطاعت
بدین دستور تاریخ وفاتش	۴	برون شد از حروف قرب طاعت

(۱) طاب مثواه اسکی آرام گاہ خوشبودار ہو! قرب طاعت سنہ ۷۸۲ھ

ایضاً (۳۲)

آن میوه بهشتی کامد بدستت ای جان	۱	در دل چرا نکشتی از کف چرا بهشتی[۱]
تاریخ این حکایت گر از تو باز پرسند	۲	بر جمله اش فرو خوان از میوه بهشتی[۲]

(۱) بهشتی۔ تو نے چھوڑ دیا۔

(۲) میوہ بہشتی۔ سنہ ۷۷۸ھ۔

خواجہ فتح اللہ وزیر کی تاریخ وفات ہی۔

ایضاً (۲۵)

مصرع اول		مصرع دوم
آصف عہد زمان جان جہان توران شاہ	۱	کہ دریں مزرعہ جز دانۂ خیرات نکشت
ناف ہفتہ بُد و از ماہ صفر کاف و الف	۲	کہ گلشن شد و این خانۂ پدر و دو بہشت
آنکہ میلش سوی حق بینی و حق گوئی بود	۳	سال تاریخ وفاتش طلب از میل بہشت

(۲) ناف ہفتہ روز سہ شنبہ۔ کاف والف یعنے بست ویکم میل بہشت یعنی سنہ ۷۸۷ھ بحساب جمل

ایضاً (۲۶)

مصرع اول		مصرع دوم
سرور اہل عنایم شمع جمع انجمن	۱	صاحب صاحبقران حاجی قوام الدین حسن
ہفصد و پنجاہ و چار از ہجرت خیر البشر	۲	مہر را جوزا مکان و ماہ را خوشہ وطن
سادس ماہ ربیع الاول اندر نیم روز	۳	روز آدینہ بحکم کردگار ذو المنن
مرغ روحش کان ہمای آسمان قدر بود	۴	شد سوی دار بہشت آزاد از دار محن

(۲) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب برج جوزا میں اور ماہتاب برج سنبلہ میں تھا۔

ایضاً (۲۷)

مصرع اول		مصرع دوم
مجد دین سرور سلطان قضا اسمعیل	۱	کہ زدی کلک بنان آورش از شرع نطق
ناف ہفتہ بُد از ماہ رجب سیمے روز	۲	کہ برون رفت ازین منزل بی ضبط و نسق
کنف رحمت حق منزل او دان وانگہ	۳	سال تاریخ وفاتش طلب از رحمتِ حق

(۲) ناف ہفتہ روز سہ شنبہ۔ منزل بے ضبط و نسق۔ یعنے دنیا (۳) کنف۔ بفتحتین جانب۔ کنارہ۔ پناہ۔ رحمت حق۔ یعنے سنہ ۷۵۶ھ بحساب جمل۔

ایضاً (۲۸)

مصرع اول		مصرع دوم
رحمان لایموت چو آن پادشاہ را	۱	دید آنچنان کزو عمل خیر لایفوت
جانش غریق رحمت حق کرد تا کند	۲	تاریخ این معاملہ رحمٰن لایموت

(۱) عمل خیر لایفوت یعنے خیر جاری۔ کبھی بند نہ ہونے والی نیکی۔ رحمٰن لایموت۔ یعنے سنہ ۷۸۵ھ بحساب جمل۔

حیات دنیا اور مال و متاع کا دلدادہ نہیں ہونا چاہئے۔ تمام قطعہ اسی مضمون پر ہے۔

فی النصیحت (۳۷)

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
هر که آمد در جهان پر ز شور	۱	عاقبت میباشدش رفتن بگور
در ره عقبی است دنیا چون پلی	۲	بی بقا جائی و ویران منزلی
دل منه بر این پل پر ترس و بیم	۳	برگ ره ساز و مشو اینجا مقیم
نزد اهل معنی این کاخ سپنج	۴	هست چون ویرانهٔ خالی ز گنج
دور باش از دوستی مال و جاه	۵	زانکه مالت بار و جاهت هست چاه
من گرفتم خود توئی بهرام گور	۶	خواهی افتاد آخر اندر دام گور
گر نه کوری گور می بین گفتمت	۷	یک زمان بیکار منشین گفتمت
هیچ کس را نیست زین منزل گریز	۸	از گدا و شاه و از برنا و پیر
ای که بر ما بگذری دامن کشان	۹	از سر اخلاص الحمدی بخوان

(۴) کاخ سپنج سے مراد دنیا (۷) یعنے اگر اندھا نہیں ہے تو قبر کو دیکھ یعنے قبر کا خیال رکھ

فی النصیحت (۳۸)

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
فساد چرخ نه بینیم و نشنویم هنوز	۱	که چشمها همه کور است و گوشها همه کر
بسا کسان که ز مه و مهر باشدش بالین	۲	بعاقبت ز گل و خاک باشدش بستر
چه فائده ز زره با کشاد تیر قضا	۳	چه منفعت ز سپر با نفاذ تیغ قدر
اگر ز آهن و فولاد سوده حصن کنی	۴	حواله چون برسد زند ابل بگوید در
بروشنی خوش و عیش و نوش غره مشو	۵	که ظلمت از پی نور است و زهر زیر شکر
دریچه بر تو گشایند از هوا مگشای	۶	رهی که بر تو نمایند از هوس مسپر
براه تو همه چاه است سر نهاده مرو	۷	بجام تو همه زهر است ناچشیده مخور
عیار چرخ بگیر و نهاد دور نگر	۸	بساط حرص بچین و لباس آز بدر

ایضاً (۳۳)

برادر خواجہ طالب طاب مثواہ	۱	امام سنت و بعد از مماتش
بسوی روضۂ رضوان روان شد	۲	پس از پنجاہ و نہ سال از حیاتش
خلیل عادلش پیوستہ برخوان	۳	وزانجا فہم کن سال وفاتش

(۳) خلیل عادلش ۷۷۵ھ

ایضاً (۳۴)

صباح جمعہ بُد سادس ربیع اول	۱	کہ گشت فرقت آں مہ یکشتنم عاجل
بسال ہفتصد و شصت و چار از ہجرت	۲	چو آب حل بشدم این دقیقۂ مشکل
دریغ و درد و تاسف کجا دہد سودی	۳	کنوں کہ عمر بہ بازیچہ رفت و بیحاصل

کہا جاتا ہے کہ اپنی بیوی کی وفات کی تاریخ لکھی ہے۔

فی المصیبت (۳۵)

دلا دیدی کہ آن فرزانہ فرزند	۱	چہ دید اندر خم این طاق نیلین
بجای لوح سیمین در کنارش	۲	فلک بر سر نہادش لوح سنگین

اپنے لڑکے کی وفات پر قطعہ لکھا ہے۔

فی الحکمت (۳۶)

مدتی در طلب مال جہاں کردم سعی	۱	تا بآخر خبرم شد کہ ز نفعش ضررست
عوض ہر چہ فلک داد بمن باز ستد	۲	نکند فائدہ فریاد جوانی چہ سرست
عمر ضایع شد و از مال نشانے دارد	۳	اندہ عمر کنوں از ہمہ غمہا بترست
بعد ازین یک نفس از عمر بملک دو جہاں	۴	نفروشم کہ بچشم دو جہاں مختصرست
گنجہا یافتہ ام در دل ویران زہنر	۵	گرچہ بحر بیست ضمیرم کہ سراسر ہنرست
بعد ازین ہر چہ رسد از بد و نیک اے حافظ	۶	غم مخور شاد بزی زانکہ جہاں درگذرست

نظم		
دگر توئم چو حاجی قوام دریا دل	۶	کہ نام نیک ببرد از جہان ز بخشش و داد
نظیر خویش نہ بگذاشتند و بگذشتند	۷	خدائے عز و جل جملہ را بیامرزاد

(۴) عضد بفتح اول و ضم ثانی بمعنے بازو - عَضُد - عُضُد - عَضِد - عَضْد فروعی تلفظات ہیں

فی المطائبہ (۴۱)

رحیم منکر خمار بود روزی چند	۱	بدان دلیل کہ القاص لا یحب القاص
بریخت خون صراحی ولی بکشتن او	۲	زمانہ نیز درآمد کہ الجروح قصاص

(۱) القاص لا یحب القاص - بود ہم پیشہ ہم پیشہ دشمن -

مخمس

در عشق تو ای صنم چنانم	۱	کز ہستی خویش در گمانم
ہر چند کہ زار و ناتوانم		گر دست دہد ہزار جانم
دریاے مبارکت فشانم		
کو بخت کہ از سر نیازی	۲	در حضرت چوں تو دلنوازی
معروض کنم نہفتہ رازی		ہیہات کہ چوں تو شاہبازی
تشریف دہد در آشیانم		
ای بستہ کمر ز دور و نزدیک	۳	برخون تمام ترک و تاجیک
در مسکن اخلص الممالیک		گر خانہ محقر است و تاریک
در دیدۂ روشنت نشانم		

(۱) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنی ہستی پر ہی شک ہے (۲) تشریف دہد یعنی مجھ اپنی جناب میں جانے دے - (۳) تاجیک - تاجک - عربی النسل لوگ جو عجم میں رہتی ہیں اور سوداگری پیشہ میں مجازاً مراد سوداگر - اخلص الممالیک - نہایت مخلص غلام - یعنے شاعر خود -

(۸) بدر چھاڑ دے ۔ یعنے حرص و ہوا کو چھوڑ دے ۔

(۳۹) فی التعزیۃ

دل منہ بر دنیا و اسباب او	۱	زانکہ از وی کس وفاداری ندید
کس عسل بی نیش ازین دکان نخورد	۲	کس رطب بیخار ازین بستان نچید
ہر کرا یاسے چراغی برفروخت	۳	چون تمام افروخت بادش در دمید
بے تکلف ہر کہ دل بروی نہاد	۴	چون بدیدم خصم خود مے پرورید
شاہ غازی خسرو گیتی ستان	۵	آنکہ از شمشیر او خون مے چکید
گہ بیک حملہ سپاہی مے شکست	۶	گہ بہوئے قلب کوہی مے درید
سروران را بیگنہ مے کرد حبس	۷	گردنان را بے سخن سر مے برید
از نہیبش پنجہ می افگند شیر	۸	در بیابان نام او چون مے شنید
عاقبت شیراز و تبریز و عراق	۹	چون مسخر کرد وقتش در رسید
آنکہ روشن بد جہان بینش باو	۱۰	میل در چشم جہان بینش کشید

(۳) در دمید ۔ بجھا دیا ۔ (۷) گردنان پہلوانان (۱۰) یعنے وہ کہ جس سے اس کی آنکھ روشن تھی اس نے اس کی آنکھہ میں سلائی پھیر دی ۔ حاصل کلام یہ کہ اسکے بیٹے نے اس کی آنکھہ میں سلائی پھروا دی ۔

(۴۰) فی المدح

بعہد سلطنت شاہ شیخ ابو اسحاق	۱	بہ پنج شخص عجب ملک فارس بود آباد
نخست پادشہی ہمچو او ولایت بخش	۲	کہ جان خویش بپرورد و داد عیش بداد
دگر مربی اسلام شیخ مجد الدین	۳	کہ قاضیی بہ از آن آسمان ندارد یاد
دگر شہنشہ دانش عضد کہ در تصنیف	۴	زمین ہمت او کارہای بستہ کشاد
دگر بقیۂ ابدال شیخ امین الدین	۵	بنای کار موافق بنام شاہ نہاد

گر بگذردم بہ پیش خیلی جز تو نہ کنم بعبد میلی	۱۱	ہر یک بصفا بہ از سہیلی مجنون نیم ار بہای لیلی

ملک عرب و عجم ستانم

گشتم صنما در آرزویت ہرچند نمی رسم بکویت	۱۲	آشفتہ و تیرہ دل چو مویت شب نیست کہ از فراق رویت

زاری بفلک نمی رسانم

ای وصل تو اصل شادمانی با حافظ خود بگو عیانی	۱۳	دائم بمراد دل بمانی ہر حکم کہ بر سرم برانی

سہل ست ز خویشتن مرانم

(۱۱) مجنون نیم الخ مطلب یہ ہے کہ میں معشوق کے عوض تمام دنیا کی سلطنت بھی نہیں لیتا
(۱۳) ہر حکم الخ مطلب یہ ہے کہ تو جو حکم کرے منظور ہے لیکن مجھے اپنے پاس سے دور نہ کر۔

فی الرباعیات

جز نقش تو در نظر نیامد ما را خوش آمدہ خواب جملہ را در دیدہ	۱	جز کوی تو رہگذر نیامد ما را حقا کہ بچشم در نیامد ما را

رباعیہ

برگیر شراب طرب انگیز و بیا مشنو سخن خصم کہ بنشین و مرو	۲	پنہاں ز رقیب سفلہ بستیز و بیا بشنو ز من ای نگار و برخیز و بیا

(۲) دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ دشمن تو تجھے اپنے پاس سے اٹھنے نہیں دیتا اس کی بات نہ سن اٹھ اور میرے پاس آجا۔

هر چند ستمگری ترا خوست گیرم که دلت ز آهن و روست	۴	کم کن تو جفا که این نه نیکوست آخر بسرم گذر کن ای دوست

انگار که خاک آستانم

گفتم که چو گشتیم بزاری بر دل رقمِ وفا نگاری	۵	زان پس ره مرحمت سپاری تو خود سرِ وصل ما نداری

من عادت بخت خویش دانم

من از تو بجز وفا نجویم الا رهِ بندگی نپویم	۶	بیرون ز گل وفا نبویم اسرار تو پیش کس نگویم

ادحه افت تو پیش کس نخوانم

گر غمزهٔ تو زند به تیرم یک دم نبود ز تو گزیرم	۷	گر ترک فلک کند اسیرم من ترک وصال خود نگیرم

الا بفراق جسم و جانم

گیرم نه رهِ وفا گشودیم نه بود هر آنچه می نمودیم	۸	نه مهر به مهر می فزودیم آخر نه من و تو دوست بودیم

عهد تو شکست و من همانم

گر سر ببری به تیغ تیزم ور زانکه کنند ریز ریزم	۹	از کوی وفا بر نخیزم من مهرهٔ مهر تو نریزم

الا که بریزد استخوانم

آنانکه نشان عهد جویند خاک من زار چون ببویند	۱۰	جز راه مزار من نپویند گر نام تو بر سرم بگویند

فریاد بر آید از روانم

(۴) رو مختلف دھاتوں کا مجموعہ جو نہایت مضبوط دھات بن جاتا ہے۔ (۵) فراقِ جسم و جان یعنی موت۔

رباعیه

امروز که روز فرقت احبابست | ۹ | نه وقت نشاط و عیش با اصحابست
هشیار از آن نیم که می نیست مرا | | می هست ولی حریف می نایابست

رباعیه

آن ترک پری چهره که قصد جان داشت | ۱۰ | مانند پری چهره من پنهان داشت
گفتم دهن تنگ تو گوئی هیچست | | گفتا که ازین هیچ طمع نتوان داشت

رباعیه

با آنکه دلم در غم عشقت خونست | ۱۱ | حسن تو ز ادراک خرد بیرونست
در زلف تو بیچاره غریبست دلم | | یارب که در آن شام غریبم چونست

رباعیه

تو بدری و خورشید ترا بنده شده است | ۱۲ | تابنده تو شده است تابنده شده است
زان روی که از شعاع روی مه تو | | خورشید منیر و ماه تابنده شده است

رباعیه

تا مرغ دلم فتاده در دام غمت | ۱۳ | بر گردن دل شده است صمصام غمت
از شربت جام دهر بیزار شدم | | تا نوش نگر همی خورم از جام غمت

رباعیه

چون چنگ سر زلف توام در چنگست | ۱۴ | هر لحظه دلم را به لبت آهنگست
شد پسته تنگ تو دلم را روزی | | یارب که دل خسته چه روزی تنگست

(۹) دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں اس سے بے ہوشیار نہیں ہوں کہ میرے پاس شراب نہیں۔ شراب تو ہے لیکن کوئی ہم پیالہ نہیں ہے۔ (۱۲)۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ جب سے تیرا غلام ہوا ہے۔ روشن ہو گیا ہے۔ تابندہ اور تابندہ کی صنعت ظاہر۔ (۱۳) صمصام شمشیر۔ (۱۴) چنگ ساز۔ بہ چنگ۔ پنجہ۔ روزی۔ رزق۔ پستہ سے مراد دہن۔ دہن تنگ اور روزی تنگ کی رعایت ظاہر۔

رباعیہ

روزیکہ فلک از تو بریدہ است مرا	۳	کس بالب پرخندہ ندیدہ است مرا
چنداں غم ہجران تو بر دل دارم		من دانم و آنکہ آفریدہ است مرا

رباعیہ

شاہا چو ترا دانش و علم و سخا	۴	آن مرد منم کہ می ستائم بسزا
بدخواہ چہ کید کرد ناگہ کہ ازاں		امروز نکرد خاطرت یاد مرا

رباعیہ

بادوست نشین و بادہ و جام طلب	۵	بوس از لب آن سرو گل اندام طلب
مجروح چو راحت جراحت طلبد		تو از سر زخم نیش حجام طلب

رباعیہ

گفتم کہ مگر باتفاق اصحاب	۶	در موسم گل ترک کنم بادۂ ناب
بلبل ز چمن نعرہ زناں داد جواب		کای بے خبر از فصل گل و ترک شراب

رباعیہ

ای قبلہ ہر کہ مقبل آمد کویت	۷	روی دل جملہ بختیاراں سویت
امروز کسے کز تو بگردد اندر رو		فردا بکدام دیدہ بیند رویت

رباعیہ

ای سایۂ آفتاب زلف سیہت	۸	شب پوش شدہ دو ہفتہ طرف کلہت
ای شام علمدار خط مشکینت		وی صبح جنیبت کش روی چو مہت

(۳) چوتھے مصرعہ کا یہ مطلب ہے کہ میں جانتا ہوں اور میرا خدا (۷) پہلے مصرعہ کا یہ مطلب یہ ہے کہ تیرا کوچہ تمام مقبل لوگوں کا قبلہ ہے۔ (۸) اے کہ تیری زلف سیاہ آفتاب پر سایہ ڈالنے والی ہے اور تیرے کلاہ کا گوشہ چودھویں رات کے چاند کو سیاہ پوش بناتا ہے۔ اے کہ شام تیرے خط سبز کی علم بردار ہے اور صبح تیرے چاند جیسے چہرہ کی جنیبت کش ہے۔ جنیبت کوتل گھوڑا۔

رباعیہ

بردار دل از مادر دہر ای فرزند ای قلب بدانی این چنین نقادے	۲۱	با نصف اخیر شوہرش در پیوند چون حافظ اگر شوی بہ بویش خرسند

رباعیہ

با یار کسی دست در آغوش نکرد بی زربت شوخ دیدہ ہر گز سخنم	۲۲	تا ترک زر و سیم و دل و ہوش نکرد با آنکہ چو گوہرست در گوش نکرد

رباعیہ

با مردم نیک بد نمی باید بود مفتون معاش خود نمی باید شد	۲۳	در بادیہ دیو و دد نمی باید بود مغرور بعقل خود نمی باید بود

رباعیہ

با می بکنار جوی مے باید بود چون عمر گرانمایہ مادہ روزست	۲۴	وز غصہ کنارہ جوی می باید بود خندان لب و تازہ روی می باید بود

رباعیہ

تا حکم قضائے آسمانی باشد گر جام مئی ز دست تو نوش کنم	۲۵	کار تو ہمیشہ شادمانی باشد سرمایۂ عمر جاودانی باشد

رباعیہ

چون غنچہ گل قرابہ پرداز شود خرم دل آن کسی کہ مانند حباب	۲۶	نرگس بہوای مے قدح ساز شود ہم بر در میخانہ سرافراز شود

(۲۱) مادر دہر۔ دنیا۔ شوہر ۔ سے مراد دین ۔ دین کا نصف اول شرع ہی اور نصف دوم معرفت (۲۴) یہ رباعی بھی عمر خیام کی ہے۔

(۲۶) قرابہ پرداز شود۔ یعنے جب غنچہ کھل کر پھول بن جائے۔ قرابہ شیشہ شراب و صراحی۔

رباعیه

۱۵

درکوی تو بیخانه تراز ما کس نیست
نزدیک تو بیگانه تراز ما کس نیست
در سلسلهٔ طناب آویخته ام
زان روی که دیوانه تراز ما کس نیست

رباعیه

۱۶

در شوخی و دلبری بتِ من طاق ست
بیچاره دلم بوصلِ او مشتاق ست
پسته دهن و لاله رخ و سیمین تن
شیرین سخن و ظریف و سیمین ساق ست

رباعیه

۱۷

می نوش که عمر جاودانی این ست
خاصیت روزگار فانی این ست
هنگام گل و لاله و یاران سرمست
خوش باش دمی که زندگانی این ست

رباعیه

۱۸

ای روی تو در لطافتِ آئینهٔ روح
خواهم که قدمهای خیالت بصبوح
در دیده کشم ولی ز خارِ مژه ام
ترسم که شود پای خیالت مجروح

رباعیه

۱۹

اول بوفا جام وصالم در داد
چون مست شدم دام جفا را سر داد
با آب دو دیده پر از آتش دل
خاک رہ او شدم بیادم در داد

رباعیه

۲۰

ای گل ز بر همنفسی می آید
شادی بدلم از و بسی می آید
پیوسته از آن روی کنم همدمیش
کز بوی ویم بوی کسی می آید

(۱۵) سلسلهٔ طناب سے مراد زنجیر زلفِ معشوق۔ (۱۷) یہ رباعی رباعیات عمر خیام میں بھی موجود ہے۔ (۱۸) معشوق کی تصویر کو آنکھوں میں رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ڈر ہے کہ کہیں خارِ مژگان سے اس تصویر کے قدم مجروح نہ ہو جائیں۔

رباعیہ

گویند کسانیکہ ز مے پرہیزند
ما باسے مے و معشوق از ینیم مدام

۴۴

زانسان کہ بمیزند چنان برخیزند
تا بو کہ ز خاک ما چنان انگیزند

رباعیہ

من بندۂ آن کسم کہ شوقے دارد
تو لذت عشق و عاشقی کے دانے

۴۵

بر گردن خود ز عشق طوقے دارد
ایں بادہ کسے خورد کہ ذوقے دارد

رباعیہ

نہ دولت دنیا بستم می ارزد
نہ هفت هزار سال شادی جہاں

۴۶

نہ لذت ہستی بہ الم سے ارزد
با محنت ہفت روز غم مے ارزد

رباعیہ

وقت ست کہ مستان بطرب برخیزند
یک چند نقاص عمر فانی شدہ را

۴۷

و اندر مے و معشوق و رباب آویزند
در جام و قدح خون صراحی ریزند

رباعیہ

ہجرت کہ بجان من درویش آمد
می ترسیدم کز تو شوم روزی ور

۴۸

گوئے نمکے بر جگر ریش آمد
دیدی کہ ہماں روز بدم پیش آمد

رباعیہ

ہم خاطر تو ز من غمناک افتد
گر خاک رہت شوم مزن بر من بانگ

۴۹

کز مہر ضیا بر خس و خاشاک افتد
حیف ست کہ آواز تو بر خاک افتد

رباعیہ

ہر دوست کہ دم زد ز وفا دشمن شد
گویند شب آبستن غیبت بروز

۵۰

ہر راہروی کہ بود تر دامن شد
چون مرد ندیداز کہ آبستن شد

(۴۷) نقاص عوض میں ۔ بطور تلافی مافات ۔ (۵۰) مشہور ہے کہ رات واقعات کی حاملہ ہے
حیران ہوں کہ تو مرد تو دنیا میں کوئی نظر نہیں آتا ۔ حاملہ کیسے ہوئی ۔

رباعیه

۲۷

جان درخم زلف یار جائی طلبید
جان پیشکش ابروِ جانان کردم
وز بند بلا گره کشائی طلبید
چون حاجب و نعل بهائی طلبید

رباعیه

۲۸

خطت بسرا پردهٔ مه میگردد
بار خجل و دروغ زن میگفتی
باز از تکبرت تبه میگردد
پیداست که روی که سیه میگردد

رباعیه

۲۹

خوبان جهان صید توان کرد بزر
نرگس که کلهدار جهان ست ببین
خوش خوش بر ایشان بتوان خورد بزر
کان نیز چگونه سر برآورد بزر

رباعیه

۳۰

راه طلب تو خار غمها دارد
دانی توکه روشناس عقل ست آن کو
کو راه رَوِ که این قدمها دارد
برچهرهٔ جان چراغ غمها دارد

رباعیه

۳۱

روزی که فراق از تو دورم سازد
گر چشم بروے دگرے باز کنم
در هجر رخ تو نا صبورم سازد
حق نمک حسن تو کورم سازد

رباعیه

۳۲

زان بادهٔ دیرینهٔ دهقان پرورد
مستم کن و بیخبر ز احوال جهان
در ده که بساط عمر طے خواهم کرد
تا سر جهان بگویمت ای سره مرد

رباعیه

۳۳

شیرین دهنان عهد بپایان نبرند
معشوق چه بر مراد وراے تو بود
صاحب نظران ز عاشقی جان نبرند
نام تو میان عشقبازان نبرند

(۲۸) معشوق کے سبزۂ خط کا آغاز ہے۔ جسے روسیاہی سے تعبیر کرتے ہیں معشوق پر سخت طعنہ زنی کی ہے۔
(۳۲) سره مرد۔ دانا اور پسندیدہ آدمی۔ (۲۷) نعل بہا وہ روپیہ جو دشمن کے لشکر کو اس غرض سے

رباعیه

مردی ز کنندهٔ در خیبر پرس
اسرار کرم ز خواجهٔ قنبر پرس
۴۷
گر تشنهٔ فیض رحمتی ای حافظ
سرچشمهٔ آن ز ساقی کوثر پرس

رباعیه

ای دوست دل از جفای دشمن درکش
با روی نکو شراب روشن درکش
۴۸
با روی نکو گوی گریبان بگشای
وز نا اہلان تمام دامن درکش

رباعیه

چشم تو که سحر بابل است استادش
حقا که فسونها نرود از یادش
۴۹
آن زلف که کرد حلقه در گوش جمال
آویزه ز در نظم حافظ بادش

رباعیه

بنگر چمن جمال فرخندهٔ گل
که گریهٔ ابر بین و گه خندهٔ گل
۵۰
سرو ار چه بآزادی خود می نازد
از راستیی که داشت شد بندهٔ گل

رباعیه

چون جامه ز تن برکشد آن مشکین خال
حقا که نظیر خود ندارد بمثال
۵۱
در سینه دلش ز نازکی بتوان دید
مانندهٔ سنگریزه در آب زلال

رباعیه

هرگز نکنی یاد من ای شمع چگل
نزد من اگرچه هست کاری مشکل
۵۲
دردی که من از غم تو دارم در دل
دل داند و من دانم و من دانم و دل

رباعیه

از یار وفا که دید تا من بینم
راحت ز جفا که دید تا من بینم
۵۳
تو عمر منی و بیوفائی چه کنم
از عمر وفا که دید تا من بینم

(۴۷) کنندهٔ در خیبر سے مراد حضرت علی کرم الله وجہٗ۔ قنبر حضرت علی کرم الله وجہہ کا ایک غلام تھا۔ (۴۸) یہ رباعی بھی عمر خیام کی ہے۔

رباعیہ

یا کار بکام دل مجروح شود	۴۱	یا مرغ دلم بر فلک روح شود
امید من آنست بدرگاه خدا		کابواب سعادتم همه مفتوح شود

رباعیہ

یاری چو نکرد دو بخت شوریده چه سود	۴۲	شادی چو ندید این دل غمدیده چه سود
آن مردم دیده بود کز دیده برفت		چون مردم دیده نیست در دیده چه سود

رباعیہ

ایام شبابست شراب اولی‌تر	۴۳	هر غمزده مست و خراب اولی‌تر
عالم همه سر بسر خرابست و خراب		در جای خراب هم خراب اولی‌تر

رباعیہ

سیلاب گرفت گرد ویرانهٔ عمر	۴۴	آغاز پری نهاد پیمانهٔ عمر
بیدار شو ای خواجه که خوش خوش بکشد		حمال زمانه رخت از خانهٔ عمر

رباعیہ

در سنبلش آویختم از روی نیاز	۴۵	گفتم من سودازده را چاره بساز
گفتا که لبم بگیر و زلفم بگذار		در عیش خوش آویز نه در عمر دراز

رباعیہ

دوش از غم تو دمی نخفتم تا روز	۴۶	یاقوت بنوک مژه سفتم تا روز
دردت که بکس نمی توانم گفتن		هم با دل خویشتن بگفتم تا روز

(۴۳) یہ رباعی بھی عمر خیام کی معلوم ہوتی ہے۔ (۴۴) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ پیمانۂ عمر لبریز ہونے کو ہے (۴۵) لب کو عیش خوش سے اور زلف کو عمر دراز سے تشبیہ دی ہے مطلب یہ ہے کہ عمر طویل کی خواہش فضول ہے یہ خواہش کرنی چاہیئے کہ جتنی عمر ہو خوشی سے گزرے (۴۶) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ میں رات بھر روتا رہا۔

رباعیه

ای باد بگو زر له دلداری من	۶۱	آن را که نباشد غمی از زاری من
[illegible] بهد عیش [illegible]		[illegible] بیداری من

رباعیه

تا کی بود این جور و جفا کردن تو	۶۲	بیهوده همه خلائق آزردن تو
تیغ ست بدست اهل دل خون آلود		گر بر تو رسد خون تو بر گردن تو

رباعیه

گویند که فردوس برین خواهد بود	۶۳	فردا می ناب و حور عین خواهد بود
گر ما می و معشوقه گزیدیم چه باک		چون عاقبت کار چنین خواهد بود

رباعیه

با آنکه نهد مهر و مه از صد تمکین	۶۴	بر خاک جناب تو شب و روز جبین
از دست دل و دیده بتنگم منشان		در آتش انتظار و فارغ منشین

رباعیه

چون باده ز غم چه بایدت جوشیدن	۶۵	با لشکر غم چه بایدت کوشیدن
سبز ست سرت باده ازان در مدار		می بر سر سبزه خوش بود نوشیدن

رباعیه

ای شرم زده غنچه مستور از تو	۶۶	حیران و خجل نرگس مخمور از تو
گل با تو برابری کجا آرد کرد		کو نور ز مه دارد و مه نور از تو

رباعیه

ای رای تو صحرای امل پیمودن	۶۷	تا چند بر آفتاب گل اندودن
گر در دهن شیر شوی بهر طمع		آخر نه شکار گور خواهی بودن

(۶۳) ۔ یہ رباعی بھی رباعیات عمر خیام میں موجود ہے۔

رباعیہ

آن بہ کہ ز جام بادہ دل شاد کنیم	۵۴	وز آمدہ و گذشتہ کم یاد کنیم
وین عاریتے روان زندانی را		یک لحظہ ز بند عقل آزاد کنیم

رباعیہ

آواز پرِ مرغ طربے شنوم	۵۵	یا نفخہ گلزار ادبے شنوم
یا باد حدیثے زلبش میگوید		القصہ حکایتی عجبے شنوم

رباعیہ

در ہجر تو من ز شمع افزوں گریم	۵۶	مانند صراحے اشک گلگوں گریم
چوں ساغر بادہ ام کہ از دلتنگی		چون نالۂ چنگ بشنوم خوں گریم

رباعیہ

جاناں چو شبے با تو بروز آوردم	۵۷	گر بے تو دمے بر آورم نامردم
از مرگ نترسم پس ازیں کاب حیات		از چشمۂ نوشش آبدارستا خوردم

رباعیہ

در آرزوی بوس و کنارت مردم	۵۸	در حسرت لعل آبدارت مردم
قصہ چہ کنم دراز کوتاہ کنم		باز آ باز آ کز انتظارت مردم

رباعیہ

من ترک تو ای نگار آسان ندہم	۵۹	تا پیش زمرد خطت جان ندہم
یاقوت لبت کہ قوت جانست مرا		آن را بدو صد ہزار مرجان ندہم

رباعیہ

من حاصل عمر خود ندارم جز غم	۶۰	در عشق تو یار خود ندارم جز غم
یک ہمدم و ہمراز ندارم نفسے		یک مونس و غمخوار ندارم جز غم

(۵۴) یہ رباعی بھی عمر خیام کی ہے۔

رباعیہ

گل گفت اگر دستگہی داشتمی
بابیگنہی مرا چنین مے سوزند
۴،
بگریختمے اگر رہے داشتمے
ای وای بمن گر گنہے داشتمے

رباعیہ

اگر ہمچو من افتادہ این دام شوی
ما عاشق و رند و مست عالم سوزیم
۵،
ای بس کہ خراب بادہ و جام شوی
با ما منشین وگرنہ بد نام شوی

رباعیہ

حافظ ورق سخن در آئی طی کن
خاموش نشین کہ وقت خاموشی ست
۶،
وین خامۂ تزویر ریائی پے کن
دم درکش و جام بادہ را پُر مے کن

قصائد

قصیدہ (۱)

مقدر[۱] یکہ ز آثار صنع کرد اظہار ۱ سپہر و مہر و مہ و سال و ماہ و لیل و نہار
مدار سیر کواکب بامر کن فیکون ۲ قرار داد بریں طاق گنبد دوار
ز ہفت کوکب سیارہ و دوازدہ برج ۳ کنند سیر مخالف کواکب سیار
نہ آسمان ز ملائک بامر حق مشغول ۴ بسجدہ درگہ تسبیح و ذکر و استغفار
چہار عنصر از و مختلف پدید آورد ۵ مدار آتش و آب و غبار و خاک بچار
قرار داد ببالای خاک و باد آتش ۶ گرفتہ کوہ و زمین درمیان آب قرار
بدوستی نبی و ولی اساس نہاد ۷ جہان و ہرچہ درو ہست خالق جبار

(۱) مقدر صانع قدرت ۔ خدا است تعالےٰ

رباعیه

چشمت کہ فریب و رنگ می بارد ازو بس زور و ملول گشتہ از ہمنفسان	۶۸	زنہار کہ تیغ جنگ می بارد ازو آہ از دل تو کہ سنگ می بارد ازو

رباعیه

آن باز طرب شکار در دستم نہ آن زلف چو زنجیر کہ پیچد بر خود	۶۹	آن ساغر چون نگار در دستم نہ دیوانہ شدم بیار و در دستم نہ

رباعیه

ای کاش کہ بخت ساز گاری کردی از دست جوانیم چو بر بود عنان	۷۰	یا چرخ زمانہ باز یاری کردی پیری چو رکاب پایداری کردی

رباعیه

با شاہد شوخ و شنگ و با بربط و نی چون گرم شود ز بادہ ما را رگ و پے	۷۱	کنجی و کبابی و یکی شیشہ مے منت نبرم بیک جو از حاتم طے

رباعیه

قسام بہشت و دوزخ و عقدہ کشای تا کی بود این گرگ ربائی از خاک	۷۲	مارا بگذار کہ در آئیم ز پای سر پنجہ دشمن افگن ای شیر خدائے

رباعیه

گل را دیدم نشستہ بر تخت شہی من طفلم و بیگنہ مرا می سوزند	۷۳	گفتا بشنو راستی از مرد رہی ای وای بتو کہ پیر بے ویر گنہی

(۶۹) یہ رباعی بھی عمر خیام کی ہے۔ (۷۱) شنگ ۔ چور۔ رہزن ۔ مجازاً معشوق شوخ و ظریف۔

(۷۲) قسام بہشت و دوزخ ۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا بنزد شیعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۔

بحق چہرۂ زرد فقیر سرگرداں	۳۱	بحق وردِ اسیران خانمان بیزار
بحق ضرب جوانان راہ دین با کفر	۳۲	بحق زاری پیران خوار و زار و نزار
بحق دین محمد بخون پاک حسین[۲]	۳۳	بحق مردم نیک مہاجر و انصار
کہ نیست دین ہدی را بقول پاک رسول[۳]	۳۴	امام غیر علیؑ بعد احمد مختار
ز بعد او حسن ست و حسین محبت او	۳۵	مجوی جہل برین کار مومن دیندار
بجہل غافل مستغرقی بغفلہ ہمے	۳۶	ز رنگ مے نشناسی سفیدی از زنگار
بجہد و سعی من خستہ دل چہ سود ترا	۳۷	مگر ز خواب جہالت ہمی شوی بیدار
بجہل بیشتر و بیش آنچنان ہستم	۳۸	کہ کس مباد چنان کامدم در اول بار
سپاس منت و عزت خدای را کہ نمود	۳۹	رہ نجات و شارم از حیات برخوردار
بگاہ ہفصد و ہفتاد بد کہ در شیراز	۴۰	تمام گشت بیک روز جمع این اشعار
بدشمنان منشین حافظا تو لاکن	۴۱	نجات خویش طلب کن بجان ہشت و چہار
حرام زادہ و بدفعل و شوم و بی بنیاد	۴۲	بمدح شاہ جہان کے کجا کند اقرار

(۴۳)	متابعت بمنافق چو میکنی بگذر زیادہ گفتن ناکس ہزار استغفار	(۴۳)

قصیدہ (۲)

جوزا سحر نہاد حمائل برابرم	۱	یعنی غلام شاہم و سوگند میخورم

(۱) جوزا ۔ (۱) برج جوزا جسکی شکل یہ ہے کہ دو برہنہ لڑکے پشت بہ پشت کھڑے ہیں (۲) آسمان کی صور جنوبی سے ایک شکل کا نام جسکی صورت یہ ہے کہ ایک مرد دو کرسیوں پر کھڑا ہے اور ایک تلوار حمائل کی ہوئی ہے ۔ داہنے ہاتھ سے ایک عصا سر کے اوپر کھڑا کیا ہوا اور بائیں ہاتھ کہ آستین میں ڈالا ہوا ہے ۔ یہاں اشارہ اسی جوزا کی طرف ہے نہ کہ برج جوزا کی طرف ۔

اگر نه ذات نبی و ولی بدی مقصود	۸	جهان بکتم عدم رفتی همچو اول بار
نوشته بر در فردوس کاتبان قضا	۹	نبی رسول و ولی عهد حیدر کرار
امام جنی و انسی علی بود که علی	۱۰	ز کل خلق فزون ست از صغار و کبار
ز نام اوست معلق سما و کرسی و عرش	۱۱	ز ذات اوست مطبق زمین بدین هنجار
علی امام و علی امین و علی ایمان	۱۲	علی امین و علی سرور و علی سردار
علی علیم و علی عالم و علی اعلم	۱۳	علی حکیم و علی حاکم و علی گفتار
علی نصیر و علی ناصر و علی منصور	۱۴	علی مظفر و غالب و علی سر و سردار
علی عزیز و علی عزت و علی افضل	۱۵	علی لطیف و علی انور و علی انوار
علی ست فتح فتوح و علی ست راحت روح	۱۶	علی ست فاضل و افضل علی سر و سردار
علی سلیم و علی سالم و علی اسلم	۱۷	علی قسیم قصور و علی ست قاسم نار
علی صفی و علی صافی و علی صوفی	۱۸	علی وفی و علی صفدر و علی سردار
علی نعیم و علی ناعم و علی منعم	۱۹	علی بود اسد الله قاتل کفار
علی ز بعد محمد ز هر چه هست به است	۲۰	اگر تو مومن پاکی نظر دریغ مدار
بحق نور محمد بآدم و به خلیل	۲۱	بحق شیث و شعیب و به هود کم آزار
بحق یوسف و یعقوب و یحیی و لقمان	۲۲	بحق نوح نجی در میان دریا بار
بحق عزت توریت و حرمت انجیل	۲۳	بحق جمع زبور و بحق روز شمار
بحق دانش اسحق و شوق اسمعیل	۲۴	که در رضای خدا کرد جان خویش نثار
بحق یوشع و الیاس و لوط و اسکندر	۲۵	بحق نغمهٔ داود و صوت خوش گفتار
بحق مهر سلیمان و زهد ابراهیم	۲۶	بحق عیسی و موسی و یونس غمخوار
بحق قوت جبرائیل و صور اسرافیل	۲۷	بحق قابض ارواح در یمین و یسار
بحق حامل عرش و بقرب میکائیل	۲۸	بحق چار کتاب ستودهٔ جبار
بحق جملهٔ قرآن به صحف ابراهیم	۲۹	بحق جملهٔ مردان واقف اسرار
بحق سوز فقیران بی گنه در بند	۳۰	بحق زاری رنجور بیکس و بی یار

مقصود ازین معامله بازار تیز تست	۲۴	نه جلوه میفروشم و نه عشوه میخرم
برمن فتاده سایهٔ خورشید سلطنت	۲۵	اکنون فراغت ست ز خورشید خاورم
شعرم بمین مدح که صد ملک دل گشاد	۲۶	گوئی که تیغ تست زبان سخنورم
(۲۷)	حافظ ز جان محب رسول ست و آل او برایں سخن گواست خداوند اکبرم	(۲۷)

قصیده (۳)

شد عرصهٔ زمین چو بساط ارم جوان	۱	از پرتو سعادت شاه جهانیان
خاقان شرق و غرب که در شرق و غرب نیست	۲	صاحبقران خسرو و شاه خدایگان
خورشید ملک پرور و سلطان دادگر	۳	دارای عدل گستر کسری کی نشان
سلطان نشان عرصهٔ اقلیم سلطنت	۴	بالانشین مسند ایوان لامکان
اعظم جلال دولت و دین آنکه رفعتش	۵	دارد همیشه توسن ایام زیر ران
داری دهر شاه شجاع آفتاب ملک	۶	خاقان کامگار و شهنشاه نوجوان
ماهی که شد ز طلعتش افروخته زمین	۷	شاهی که شد ز همتش افراخته زمان
سیمرغ وهم را نبود قوت عروج	۸	آنجا که باز همت او سازد آشیان
گر در خیال چرخ فتد عکس تیغ او	۹	از یکدگر جدا شود اجزای آسمان
حکمش روان چو باد بر اطراف بحر و بر	۱۰	مهرش روان چو روح بر اعضای تن و جان
ای صورت تو ملک جمال و جمال ملک	۱۱	وی طلعت تو جان جهان و جهان جان
تخت تو رشک مسند جمشید و کیقباد	۱۲	تاج تو عین افسر دارا و داوران
تو آفتاب ملکی و هر جا که میروی	۱۳	چون سایه از قفای تو دولت بود روان
ارکان نپرورد چو تو دادور هیچ قرن	۱۴	گردون نیاورد چو تو اختر بصد قران

ساقی بیا که از مدد بخت کارساز	۲	کامی که خواستم ز خدا شد میسرم
جامی بده که باز بشادی روی شاه	۳	پیرانه سر هوای جوانیست در سرم
راهم مزن بوصف زلال خضر که من	۴	از جام شاه جرعه کش حوض کوثرم
شاها من ار بعرض رسانم سریر فضل	۵	مملوک آن جنابم و مسکین این درم
من جرعه نوش بزم تو بودم هزار سال	۶	کی ترک آبخور کند این طبع خوگرم
گر باورت نمیشود از بنده این حدیث	۷	از گفتهٔ کمال حدیثی بیاورم
گر برکنم دل از تو و بردارم از تو مهر	۸	آن مهر بر که افگنم آن دل کجا برم
منصور بن محمد غازیست حرز من	۹	وزاین خجسته نام براعدا مظفرم
عهد الست من همه با مهر شاه بود	۱۰	در شاهراه عمر ازین عهد نگذرم
گردون چو کرد نظم ثریا بنام شاه	۱۱	من خود چرا چنین نکنم از که کمترم
شاهین صفت چو طعمه چشیدم ز دست شاه	۱۲	کی باشد التفات بصید کبوترم
ای شاه شیرگیر چه کم گردد ار شود	۱۳	در سایهٔ تو ملک فراغت میسرم
بال و پری ندارم و این طرفه تر که نیست	۱۴	غیر از هوای منزل سیمرغ در سرم
بر گلشنی اگر بگذشتم چو باد صبح	۱۵	نی عشق سرو بود و نه شوق صنوبرم
بوی تو می شنیدم و بر یاد روی تو	۱۶	دادند ساقیان طرب یک دو ساغرم
مستی بآب یک دو قدح وضع بنده نیست	۱۷	من سالخورده پیر خرابات پرورم
با سیر اختر و فلکم داوری بسیست	۱۸	انصاف شاه باد درین قصه داورم
شکر خدا که باز درین اوج بارگاه	۱۹	طاوس عرش می شنود صیت شهپرم
نامم ز کارخانهٔ عشاق محو باد	۲۰	گر جز محبت تو بود شغل دیگرم
شبل الاسد بصید دلم حمله کرد و من	۲۱	گر لاغرم و لیک شکار غضنفرم
ای عاشقان روی تو از ذره بیشتر	۲۲	من کی رسم بوصل تو کز ذره کمترم
بنما بمن که منکر حسن رخ تو کیست	۲۳	تا دیده اش بگزلک غیرت برآورم

(۲۱) شبل الاسد بچهٔ شیر درنده۔ غضنفر، شیر۔ (۲۳) گزلک، چھری۔ کارد۔

قصیده (۴)

سپیده دم که صبا بوی بوستان گیرد	۱	چمن ز لطف هوا نکته بر جنان گیرد
هوا ز نکهت گل در چمن تتق بندد	۲	افق ز رنگ شفق رنگ گلستان گیرد
هوای چنگ بدانسان زند صلای صبوح	۳	که پیر صومعه راه در مغان گیرد
شه سپهر چو زرین سپر کشد بر سر	۴	به تیغ صبح و عمود افق جهان گیرد
بعزم زاغ شاهباز زرین بال	۵	درین مقرنس زنگاری آشیان گیرد
به بزمگاه چمن رو که خوش تماشائیست	۶	چو لاله کاسهٔ زرین ارغوان گیرد
چو شهسوار فلک بنگرد بجام صبوح	۷	که خور شعشعهٔ خود مهر خلوران گیرد
صبا نگر که دمادم چو رند شاهد باز	۸	گهی لب گل و گه زلف ضیمران گیرد
ز اتحاد هیولی و اختیار صور	۹	خرد ز هر گل نقش رخ بتان گیرد
من اندران که دم کیست آن مبارک دم	۱۰	که وقت صبح درین تیره خاکدان گیرد
چه حالتست که گل در چمن نماید روی	۱۱	چه آتش است که در مرغ صبح خوان گیرد
چه پرتوست که نور چراغ صبح دهد	۱۲	چه شعله است که در ماه آسمان گیرد
ضمیر دل نگشایم بکس مرا آن به	۱۳	که روزگار غیورست و ناگهان گیرد
چو شمع هر که بافشای راز شد مشغول	۱۴	بسش زمانه چو مقراض در میان گیرد
کجاست ساقی مه روی من که از سر مهر	۱۵	چو چشم مست خودش ساغر گران گیرد
پیامی آور واز یار واز پیش جامے	۱۶	بشادی رخ آن ماه مهربان گیرد
نوای نغمهٔ نی را چو بر کشد مطرب	۱۷	گهی عراق زند گاه اصفهان گیرد

(۱) یعنے باغ ہوا کی لطافت کی وجہ سے رشک جناں بنا ہوا ہے۔ (۲) تتق ۔ بضمتین سراپردہ۔ (۵) مقرنس زنگاری آسمان سے مراد ہے (۷) شعشعہ روشنی (۸) ضیمران ۔ ریحان ۔ نازبو (۱۷) عراق ۔ اصفہان ۔ نام پردہ ہائے موسیقی۔

۱۵ — بی طلعت تو جان نگراید بکالبد — بی نعمت تو مغز نه بندد در استخوان

۱۶ — هر دانشی که در دل دفتر نیامده است — دارد چو آب خامهٔ تو بر سر زبان

۱۷ — دست ترا بابر که آرد [illegible] — چون بدره [illegible] قطره [illegible]

۱۸ — با پایهٔ جلال تو افلاک پایمال — وز بحر جود [illegible] و بهر داستان

۱۹ — علم از تو با کرامت و عقل از تو با فروغ — شرع از تو در حمایت و دین از تو در امان

۲۰ — بر چرخ علم ماهی و بر فرق مهر تاج — در چشم فضل نوری و در جسم ملک جان

۲۱ — ای خسرو رفیع جناب و منیع قدر — وی داور عدیم مثال و عظیم شان

۲۲ — ای آفتاب ملک که در جنب همت — چون ذرهٔ حقیر بود گنج شایگان

۲۳ — گردون برای خیمهٔ خورشید فلکه است — از کوه ابر ساخته تا زیر سایبان

۲۴ — این اطلس منقش نه توی زرنگار — چتر بلند بر سر خرگاه خویش دان

۲۵ — بودی درون گلشن و از پر دلان تو — در هند بود غلغل و در زنگ بد فغان

۲۶ — در دست روم خیمه زدی تا غریو کوس — در دشت سند رفت و بیابان سیستان

۲۷ — تا قصر زرد تاختی و لرزه او فتاد — در قصرهای قیصر و در خانهای جان

۲۸ — آن کیست کو بملک کند با تو همسری — از مصر تا بروم و ز چین تا بقیروان

۲۹ — تو شاکری ز خالق و خلق از تو شاکرند — تو شادمان بدولت و ملک از تو شادمان

۳۰ — اینک بطرف گلشن و بستان همی پری — یا بندگان سمند سعادت بزیر ران

۳۱ — ای ملهمی که در صفت کرو بیان قدس — فیضی رسد بخاطر پاکت زمان زمان

۳۲ — داده فلک عنان ارادت بدست تو — یعنی که من کیم بمراد خودم رسان

۳۳ — خصمت کجاست در ته پای خودش فکن — یار تو کیست بر سر و چشمش نشان

(۳۴)
هم کام من بخدمت تو گشته منتظم
هم نام من بمدحت تو گشته جاودان
(۳۴)

(۱۷) یعنے بادل کو تیرے دستِ سخا سے کیا نسبت ۔ تیرا ہاتھ تھیلیاں بھر بھر کر دیتا ہے اور بادل قطرہ قطرہ دیتا ہے۔

در آن مقام که سیل حوادث از چپ و راست | ۳۸ | چنان رسد که امان از میان کران گیرد
چه غم بود به همه حال کوه ثابت را | ۳۹ | که حمله های چنان قلزمی جهان گیرد
اگر چه خصم تو گستاخ میرود حالی | ۴۰ | تو شاد باش که گستاخیش عنان گیرد
که هر چه در حق این خاندان دولت کرد | ۴۱ | جزاش بر زن و فرزند و خانمان گیرد
خیال شاهی اگر نیست در سر حافظ را | ۴۲ | چرا به تیغ زبان عرصهٔ زمان گیرد
زمان عمر تو پاینده باد کین دولت | ۴۳ | عطیه ایست که در کار انس و جان گیرد

قصیده (۵)

خیر مقدم مرحبا ای طایر میمون قدم | ۱ | شادمان کردی مرا نازم ترا سر تا قدم
میکنم در هجر تو انجام آغاز نیاز | ۲ | زانکه شرح آرزومندی نیاید در قلم
تا بدانی تو که هجران خون عاشق میخورد | ۳ | نالهٔ شبگیر در کار است و آهِ صبحدم
صحبت عشاق بدنامت کند زاهد برو | ۴ | خوش نگه کن باده در جام است و مجلس متهم
گر چنین در حلقهٔ پیچ زلف افعی بند یار | ۵ | مهره نتوان بر آسان ای دل افسونی بدم
گر حریمِ کعبه خواهی و آن جمالِ بی نقاب | ۶ | لاله و گل آن همه خار بیابانِ حرم
آن گذشت ای دل که خواری دید از دستِ رقیب | ۷ | یار باز آمد بحمد الله عزیز و محترم
ساقیا می ده که رندیهای حافظ سهو کرد | ۸ | نوکِ کلکِ خواجه بر منشور حافظ زد رقم
خواجه توران شاه عادل جلال ملک و دین | ۹ | بدر آفاق علی عون الوری غوث الامم
صورت جاه و جلال و مقصدِ فضل و کمال | ۱۰ | منظرِ انوار رحمت مظهر حسن شیم
کان مردی و مروت معدنِ صدق و صفا | ۱۱ | جوهر عدل و سیاست عنصر لطف و کرم
رافع اوضاع بدعت ناصرِ اعلام دین | ۱۲ | ماحی آثار طغیان قاطعِ ظلم و ستم

(۹) بدر آفاق الخ بلند آفاق کا چاند۔ خلقت کا مددگار اور امتوں کا غوث

(۱۲) ماحی۔ محو کرنے والا۔

چرا بصار غم و حسرت سپهر دایره شکل	۱۸	مرا چو نقطهٔ پرکار در میان گیرد
فرشتهٔ بحقیقت سروش عالم غیب	۱۹	که روضهٔ کرمش نکته بر جنان گیرد
سکندری که مقیم حریم او چون خضر	۲۰	ز فیض خاک درش عمر جاودان گیرد
جمال چهرهٔ اسلام شیخ ابو اسحق	۲۱	که ملک در قدمش زیب بوستان گیرد
سگی که بر فلک سروری عروج کند	۲۲	نخست پایه خود فرق فرقدان گیرد
چراغ دیدهٔ محمود آنکه دشمن را	۲۳	ز برق تیغ وی آتش بدو دمان گیرد
باوج ماه رسد موج خون چو تیغ کشد	۲۴	به تیغ چرخ بر حمله چون کمان گیرد
عروس خاوری از شرع رای انور شاه	۲۵	بجای خود بود ار راه قیروان گیرد
ایا عظیم وقاری که هر که بندهٔ تست	۲۶	ز رفع قدر کمر بند توامان گیرد
رسد ز چرخ عطارد هزار تهنیت	۲۷	چو فکرتت صفت امر کن فکان گیرد
مدام در پی طفل است در وجود عدو	۲۸	سماک رامح از آن روز و شب عنان گیرد
فلک چو جلوه کنان بنگرد سمند ترا	۲۹	کمینه پایگهش اوج کهکشان گیرد
الا متی چو کشیدی سعادتی دهدت	۳۰	که مشتری نسق کار خود از آن گیرد
ز امتحان تو آیا مرا غرض آنست	۳۱	که از صفای ریاضت دلت نشان گیرد
وگرنه پایهٔ مصحف از آن بلندترست	۳۲	که روزگار بر آن حرف امتحان گیرد
ز عمر برخورد آنکس که در همه صفتی	۳۳	نخست بنگرد آنگه طریق آن گیرد
مذاق جانش ز تلخی غم شود ایمن	۳۴	کسی که شکر شکر تو در دهان گیرد
چه جای جنگ پسندی بجام یازه دست	۳۵	چو وقت کار بود تیغ جانستان گیرد
ز لطف غیب بهشتی رخ امید متاب	۳۶	که مغز نغز مقام اندر استخوان گیرد
شکر کمال حلاوت پس از ریاضت یافت	۳۷	نخست در شکن تنگ از آن کران گیرد

(۲۸) طفل یا طفل شب سے مراد چاند۔ سماک نام ستارہ۔ چاند کی منزلوں سے چودھویں منزل سماک دو ہیں ایک سماک اعزل جسکے نزدیک دوسرا ستارہ نہیں ہے اور دوسرا سماک رامح جسکے نزدیک ایک اور ستارہ ہے جسکو سماک کا نیزہ کہتے ہیں۔ رامح بمعنے نیزہ دار

آستانت موضع دولت نه اکنونست و بس	۱۳	دارد این قصر معلی نقش تاریخ قدم
بخت بیدارت چو می‌آمد بصحرای وجود	۱۴	خفته بد گردون هنوز اندر شبستان عدم
قلب بدخواهان شکست احوال ما بر جای تو	۱۵	هر کرا دل نشکند فیروز گردد لاجرم
هان نه پنداری که تنها میزنی بر قلب خصم	۱۶	همت ارباب دل با تست ارباب کرم
شرح احوال تو الحق بو العجائب دفتریست	۱۷	بنده یارب کی تواند کرد شکر این نعم
تا الیم هجر بود از خاک بوس درگهت	۱۸	درد نوش درد بودم با ندیمان ندم
با شما اخلاص هر یک حاجت تقریر نیست	۱۹	علم آصف دیده باشد سالها در جام جم

(۲۰) تا جهان باشد به نیکی در جهانت باد نام
این دعا از وی دعا گشت از دل جان فرض هم (۲۰)

تمت بالخیر

جلد اول قیمت ۴؍ جلد دوم قیمت ۱۲؍
جلد سوم قیمت عـ؍ جلد چہارم قیمت عـ؍
علاوہ محصولڈاک

میر ولی اللہ بی۔اے۔ایل ایل۔بی وکیل ایبٹ آباد